کہیں دیپ جلے کہیں دل

قیصرہ حیات

ناولٹ

کہیں دیپ جلے کہیں دل

قیصرہ حیات

یمنیٰ اپنی اسپورٹس کار میں انتہائی تیز رفتاری سے ایک بہت ہی سنسان سڑک پر جارہی تھی۔ سڑک کے دونوں اطراف سایہ دار درختوں کی قطار کا لامحدود سلسلہ ایک بار بھی سورج کو پوری آب وتاب سے چمکنے کا موقع نہیں دے رہا تھا۔ درختوں کی اوٹ سے سورج اپنی آنکھیں جھپکا جھپکا کر اپنی روشنی کو کہیں کم اور کہیں زیادہ کرتے ہوئے اپنے ہونے کا ثبوت دے رہا تھا۔ ہوا میں قدرے خنکی تھی...... اس نے

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM
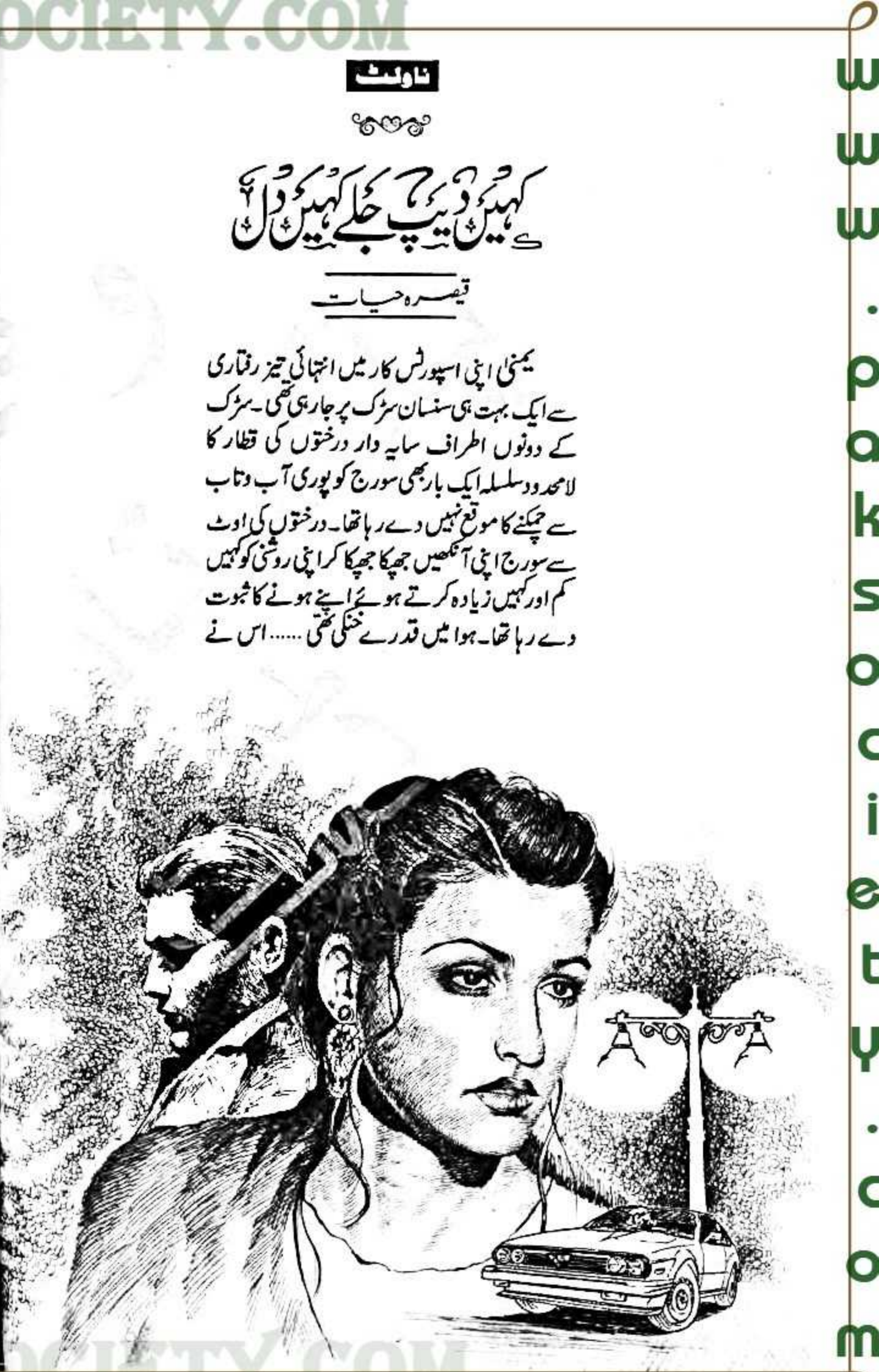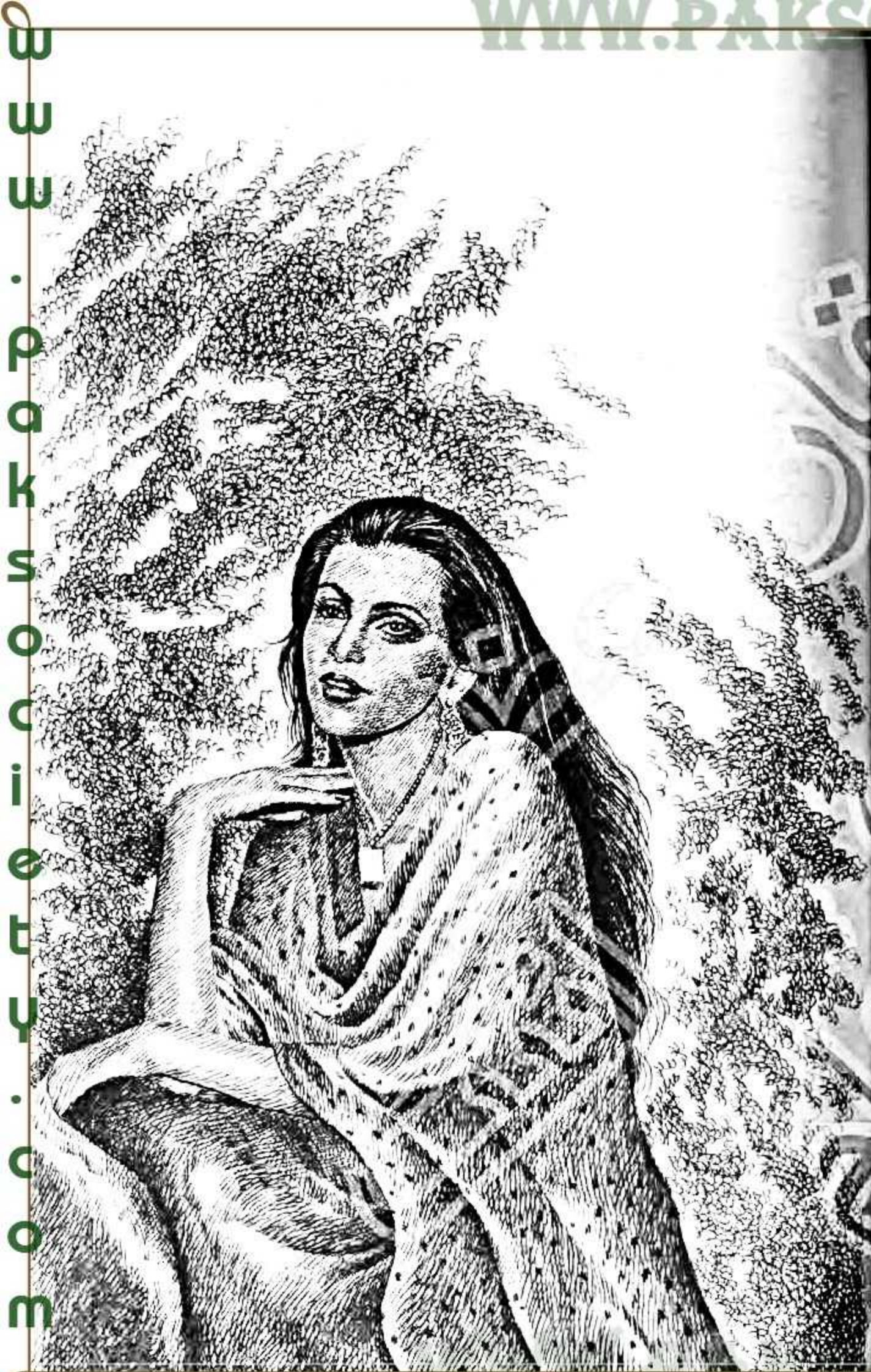
لیدر کی بلیک پینٹ اور بلیک ہی جیکٹ پہن رکھی تھی جو اس کی سیاہ چمکیلی رنگت کو مزید چمکا رہی تھی، اس کے سیاہ تراشیدہ شولڈر کٹ بال ہوا میں بہت خوب صورت انداز میں لہرا رہے تھے۔ آنکھوں پر سیاہ گاگلز لگائے وہ بلیک بیوٹی بنی ہوئی تھی۔ اس نے فل والیوم میں انگلش میوزک آن کر رکھا تھا اور وہ اپنی ہی لے میں میوزک انجوائے کرتے ہوئے ڈرائیونگ کر رہی تھی کہ اچانک ایک سفید ہنڈا سوک نے اس کا تعاقب کرنا شروع کر دیا اور اس کے بالکل قریب آ کر اونچی آواز میں ایک انتہائی خوب صورت اور نیلی آنکھوں والے لڑکے نے اس پر وہسلنگ کی۔ یمنیٰ نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا اور گاڑی کی اسپیڈ قدرے کم کی۔

”ریس لگاؤ گی......؟“ نیلی آنکھوں والے لڑکے نے شرارتی لہجے میں کہا۔ یمنیٰ نے کوئی جواب نہیں دیا۔

”کیوں بلیک بیوٹی...... کیا خیال ہے......؟ اگر تم ریس جیت گئیں تو ہم سب تمہارے اور اگر ہم جیتے تو تم ہماری......“ نیلی آنکھوں والے لڑکے نے قہقہہ لگا کر پچھلی سیٹ پر بیٹھے دو لڑکوں اور ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے لڑکے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ یمنیٰ کو اس کی بات سن کر انتہائی غصہ آیا مگر وہ خاموش رہی اور گاڑی قدرے آہستہ کر دی۔ لڑکوں نے اس پر بھرپور قہقہہ لگایا۔

”کیا ہوا، ڈر گئیں؟“ لڑکے نے کہا اور یمنیٰ نے ایک دم گاڑی کو اتنی تیز ریس دی کہ لڑکے حیران رہ گئے۔

”یار تیز چلاؤ، وہ دیکھو کیسے گاڑی بھگا رہی ہے۔“ اسی لڑکے نے کہا اور ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے لڑکے نے بھی اپنی انتہائی کوشش سے گاڑی کو تیز رفتاری سے چلانا شروع کیا مگر یمنیٰ دیکھتے ہی دیکھتے نظروں سے اوجھل ہو گئی۔

”ویری بیڈ...... یار لڑکی کیسے ہمیں ہرا گئی؟“ نیلی آنکھوں والے نے تاسف کا اظہار کیا۔

”کوئی بات نہیں پھر کبھی ملے گی تو بدلہ لے لیں گے اور تب ہم ہی جیتیں گے۔“ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے لڑکے نے ہنستے ہوئے جواب دیا تو سب منہ بنا کر اسے دیکھنے لگے۔

☆☆☆

”جمال، یمنیٰ ابھی تک نہیں آئی۔ اس لڑکی نے تو حد کر دی ہے۔ فلائٹ کا ٹائم ہو رہا ہے۔“ ایمن نے غصے سے جھنجلاتے ہوئے کہا۔

”اُفوہ...... آ جائے گی...... ابھی فلائٹ جانے میں چار گھنٹے باقی ہیں۔“ جمال صاحب نے آہستہ آواز میں جواب دیا۔

”جمال...... آپ نے اسے بہت چھوٹ دے رکھی ہے اور اسی وجہ سے وہ خودسر اور ضدی ہوتی جا رہی ہے۔“ ایمن نے انہیں الزام دھرتے ہوئے کہا۔

”کچھ نہیں ہوا اسے...... وہ میری بیٹی ہے اور کبھی کوئی غلط حرکت نہیں کر سکتی۔“ جمال صاحب نے کہا۔ اسی لمحے فون کی بیل بجنے لگی اور جمال صاحب نے فون اٹھایا۔

”ہیلو...... کون؟ ایس ایچ او صاحب...... جی فرمائیں...... کیا...... یمنیٰ کا چالان ہو گیا ہے؟ اوہ...... تو...... میری اس سے بات کرائیں......“ جمال صاحب نہایت پریشانی سے بولے۔

”ہاں...... کہو بیٹا کیا بات ہے۔“ جمال صاحب نے پوچھا

”ڈیڈی...... میں گھر آ کر آپ کو ساری بات بتاتی ہوں مگر ابھی تو کچھ کیجیے......!“ یمنیٰ نے پریشانی سے کہا۔

”اوکے...... اوکے...... ایس ایچ او کو فون دو۔“ جمال صاحب نے کہا تو یمنیٰ نے ایس ایچ او کو فون پکڑا دیا۔

”آپ اسے جانے دیجیے۔ چالان وغیرہ کا معاملہ میرا اسسٹنٹ آ کر آپ کے ساتھ طے کر لے

گا۔“ انہوں نے کہہ کر فون بند کیا تو ایمن نے خشمگیں نگاہوں سے انہیں دیکھا۔

”دیکھ لیا آپ نے...... کس قدر یقین سے کہہ رہے تھے کہ وہ کبھی غلط حرکت نہیں کرے گی۔ جمال اب بھی ٹائم ہے اسے سمجھا لیں ورنہ بہت دیر ہو جائے گی۔“ ایمن نے غصے سے کہا اور کمرے سے باہر نکل گئیں۔

یمنیٰ گھر آئی تو بہت اپ سیٹ تھی۔

”تمہارا چالان کیوں ہوا؟“ جمال صاحب نے خفگی سے پوچھا۔

”سگنل توڑنے پر......“ وہ آہستہ آواز میں بولی۔

”اور سگنل کیوں توڑا؟“ وہ قدرے خفگی سے بولے۔

”وہ...... کچھ......“ وہ ہکلانے لگی۔

”جمال اس سے گاڑی اور بائیک کی چابیاں لے لیں...... سارا دن آوارہ پھرتی رہتی ہے۔ پڑھائی کی طرف توجہ نہیں دیتی اور اے لیولز کے اس نے ایگزامز دینے ہیں۔“ ایمن نے ایک دم کمرے میں آ کر غصے سے کہا تو یمنیٰ نے قدرے غصے سے ماں کی طرف دیکھ کر منہ دوسری طرف پھیر لیا۔

”ایمن! ایک تو تم ڈانٹنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتیں۔ مجھے پوچھنے تو دو کہ اس نے سگنل کیوں توڑا؟“ جمال صاحب نے غصے سے کہا تو ایمن غصے سے پاؤں پٹختے باہر نکل گئیں۔

”ہاں...... تو کیا ہوا تھا؟“ جمال صاحب نے اس سے پوچھا۔

”میں نے بتایا تو ہے۔“ اس نے برا سا منہ بنا کر جواب دیا۔

”یہی تو پوچھ رہا ہوں سگنل...... کیوں توڑا؟“ انہوں نے قدرے خفگی سے پوچھا۔

”سگنل کسی uncertain سچویشن میں ہی توڑا جا سکتا ہے۔ بس ایسی ہی کوئی مشکل پیش آئی تھی۔“ وہ کہہ کر غصے سے کمرے سے باہر چلی گئی۔

”یمنیٰ...... رکو...... تو......“ جمال صاحب اسے آوازیں دیتے رہ گئے مگر وہ کمرے سے باہر جا چکی تھی۔

☆☆☆

”یمنیٰ تم نے ایک ڈریس بھی ٹرائی نہیں کیا جو میں بوتیک سے تمہارے لیے خرید کر لائی ہوں۔ گھر میں رکو تو پھر ہے ناں۔“ ایمن نے خفگی سے کہا جب وہ گاڑی میں ائرپورٹ کی جانب جا رہے تھے۔

”آپ ڈریسز کیوں لائی ہیں؟“ یمنیٰ نے حیرت سے پوچھا۔

”نیہا کی شادی پر پہننے کے لیے اور کس لیے......؟“ انہوں نے جواب دیا۔

”آئی سی......!“ وہ خاموش ہو گئی۔

”جمال...... آپ کب کراچی آئیں گے؟“ ایمن نے ڈرائیور کے ساتھ فرنٹ سیٹ پر بیٹھے جمال صاحب سے پوچھا۔

”کوشش کروں گا بارات والے دن آ سکوں اور اگر نہ آ سکا تو ولیمے پر ضرور پہنچوں گا۔“ انہوں نے جواب دیا۔

”آپ بھی کمال کرتے ہیں، خاندان میں کون سی روز روز شادیاں ہوتی ہیں اور میری ایک ہی بہن ہے اور ایک ہی اس کی بیٹی ہے۔ اس کی شادی پر بھی آپ نہ جائیں تو کتنی بری بات ہے۔“ ایمن نے شکوہ کرتے ہوئے کہا۔

”کہہ تو رہا ہوں پوری کوشش کروں گا لیکن بزنس کے سلسلے میں ایک فارن ڈیلیگیشن کے ساتھ میٹنگ بھی ہے اور تین ماہ پہلے انہوں نے اس میٹنگ کے لیے ٹائم لیا تھا۔ شادی کی ڈیٹ تو بعد میں مقرر کی گئی ہے۔“ جمال صاحب نے کہا تو وہ خاموش ہو گئیں۔

”یمنیٰ بیٹے! مما کو وہاں جا کر تنگ نہیں کرنا اور زیادہ گھومنا پھرنا نہیں۔“ جمال صاحب نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

”اوکے ڈیڈی۔“ اس نے آہستہ آواز میں جواب دیا۔

”اور اسے یہ بھی سمجھا دیجیے کہ خواہ مخواہ کسی سے نہ جھگڑے...... اگر کوئی کچھ کہتا بھی ہے تو

خاموش رہے۔'' ایمن کا بلاواسطہ اشارہ اس کی سیاہ رنگت کی طرف تھا جس کی وجہ سے اکثر لوگ اس کے مختلف نام رکھتے تھے اور وہ سب سے جھگڑتی تھی۔

''ہاں...... بیٹا...... تم لوگ ایک ہفتے کے لیے تو جارہی ہو...... کیا ضرورت ہے کسی سے اُلجھنے کی۔'' جمال صاحب نے کہا تو وہ خاموش ہوگئی۔

☆☆☆

''بیٹا! کل ردا کے کالج میں فنکشن ہے اور اس کے سوٹ کے ساتھ دوپٹا ٹھیک میچ نہیں کررہا۔ اب رات کے دس بج رہے ہیں کہاں سے نیا دوپٹا ڈائی کرواؤں۔'' خدیجہ بیگم نے قدرے فکرمندی سے فہام کو بتایا۔

''لائیں ...... میں ڈائی کروا کر لاتا ہوں۔'' فہام نے جواب دیا۔

''یہ لو...... اور سنو، انار کلی سے سوٹ کے ساتھ میچنگ چوڑیاں اور ہرا پراندہ بھی لانا...... اس نے کسی پروگرام میں بھی حصہ لیا ہے۔'' خدیجہ بیگم نے کہا۔

''کیا اس وقت ڈائرز کی شاپس کھلی ہوں گی؟ رات کے دس بج رہے ہیں۔'' فہام نے پوچھا۔

''امید تو ہے...... تم کوشش کر دیکھو...... خدا کرے دکانیں کھلی ہوں ورنہ ردا نے تو رو رو کر برا حال کرلینا ہے۔'' خدیجہ بیگم نے کہا۔

''آپ فکر نہیں کریں۔ کہیں نہ کہیں سے تو ڈائی ہو ہی جائے گا۔ ردا ہے کہاں؟'' فہام نے پوچھا۔

''اپنے کمرے میں صبح کے فنکشن کی تیاریاں کررہی ہے۔'' خدیجہ بیگم نے جواب دیا۔

''اچھا...... اب میں جاتا ہوں۔ اس سے کہیے گا فکر نہ کرے۔'' فہام نے مسکراتے ہوئے سوٹ اور دوپٹے والا شاپر پکڑا اور چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد خدیجہ بیگم متفکر سی ردا کے پاس کمرے میں گئیں جو ہاتھ پاؤں اور چہرے پر بلیچ کریم لگائے بیڈ پر لیٹی تھی۔

''دوپٹے کا کیا بنا......؟'' ردا نے ادھ کھلی آنکھوں سے ماں کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''فہام گیا تو ہے...... دیکھو...... بے چارہ کب واپس آتا ہے؟'' خدیجہ بیگم نے جواب دیا۔

''مما! اگر دوپٹا ٹھیک میچ نہ ہوا تو میں کیا پہنوں گی؟ آپ نے کام والی کو کیوں بھیجا...... اس کی تو نظر پہلے ہی کمزور ہے؟'' ردا خفگی سے بولی۔

''اس کی بیٹی زاہدہ اس کے ساتھ تھی۔ میں نے سوچا اب میں کیا جاؤں، سکینہ کو ہی بھیج دیتی ہوں۔ دوپٹا ہی تو ڈائی کرانا ہے...... مجھے کیا معلوم تھا کہ وہ پیچ کے بجائے اورنج کلر کروالائے گی......'' خدیجہ بیگم نے جواب دیا۔

''اللہ کرے اب فہام بھائی ٹھیک کلر کروالائیں۔'' وہ پریشانی سے بولی۔

''ردا! تم بہت خوش قسمت ہو جو تمہیں اتنے چاہنے، محبت کرنے والے اور جان چھڑکنے والے بھائی ملے ورنہ آج کل کے زمانے میں بہن، بھائی کہاں ایک دوسرے سے اتنی محبت کرتے ہیں اور ان کی تو تم میں جان ہے۔ حاتم، عاصم تو جو محبت کرتے ہیں فہام ان سے کئی گنا زیادہ تم سے محبت کرتا ہے۔ تمہاری آنکھ میں ایک آنسو اسے جتنا تڑپاتا ہے، وہ میں ہی جانتی ہوں۔'' خدیجہ بیگم نے فرطِ جذبات سے نم آنکھوں کے ساتھ کہا۔

''ہاں...... کالج میں میری دوستیں بھی مجھ پر رشک کرتی ہیں۔ جب میں انہیں بتاتی ہوں کہ فہام، حاتم اور عاصم میرے لیے خود شاپنگ کرتے ہیں۔ میرے کپڑوں کے ساتھ میچنگ جیولری بھی خود خریدتے ہیں اور میری کاسمیٹکس بھی۔'' ردا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''خدا کرے تم بہن بھائیوں میں یہ محبت کبھی کم نہ ہو۔'' خدیجہ بیگم نے اسے دعا دی اور خاموشی سے اس کے کمرے سے باہر نکل آئیں۔

فہام رات کو ایک بجے لوٹا تھا نہ جانے کہاں کہاں سے گھوم کر وہ دوپٹا درست ڈائی کروا کر

لایا تھا اور اس کے ساتھ میچنگ چوڑیاں اور ایک عدد نیا ریڈی میڈ سوٹ کہ اگر اسے وہ پسند آ جاتا ہے تو وہ پہن لے۔ دوپٹے کا کلر بھی ٹھیک میچ ہو گیا تھا اور ردا بہت خوش تھی۔

''تھینک یو فہام بھائی......'' ردا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''میری سویٹ ڈولی شکریہ کس بات کا؟ میرا تو دل چاہتا ہے کہ تم فرمائشیں کرتی رہو اور میں انہیں پورا کرتا رہوں۔'' فہام نے مسکرا کر اسے اپنے ساتھ لگاتے ہوئے کہا تو وہ بھی مسکرا دی۔

☆☆☆

''واؤ...... تمہارا ڈریس تو بہت زبردست ہے۔ کہاں سے خریدا؟'' ردا کی دوست رشنا...... نے فہام کے لائے ہوئے ریڈی میڈ سوٹ کی بھرپور انداز میں تعریف کرتے ہوئے پوچھا جو اس نے فنکشن کے بعد پہنا تھا۔

''فہام بھائی رات کو خرید کر لائے ہیں...... معلوم نہیں کہاں سے خریدا۔'' ردا نے مسکرا کر جواب دیا۔

''یار...... تمہارا بھائی بڑا زبردست ہے اگر کوئی بھائی نہیں ڈھونڈی تو میرے بارے میں بھی غور و خوض کیا جا سکتا ہے۔'' رشنا نے ...... ہنستے ہوئے کہا۔

''منہ دھو رکھو...... ان کی میری خالہ زاد شمیلہ سے منگنی ہو چکی ہے اور پورے ایک ماہ بعد شادی ہے۔'' ردا نے کہا۔

''منگنی کا کیا ہے، ٹوٹ بھی سکتی ہے اور اب ویسے منگنی تو میری بھی ہو چکی ہے مگر فراز میرے ٹیسٹ کا نہیں...... ہر وقت منہ بنائے سوبر بنا رہتا ہے۔ مجھے تو تمہارے بھائی جیسے شوقین مزاج مرد پسند ہیں۔'' رشنا نے ہنستے ہوئے کہا۔

''مگر...... فہام بھائی کو تو شمیلہ شروع سے ہی پسند ہے۔ تمہارے بارے میں تو وہ سوچ بھی نہیں سکتے۔'' ردا نے کہا۔

''نہ سوچیں...... میں کون سا سیریس ہوں۔ فراز نے بھی بہت محبت اور منتوں سے میرے ساتھ رشتہ کروایا ہے۔ میں تو یونہی مذاق کر رہی تھی۔'' رشنا نے...... قدرے خفگی سے منہ بنا کر کہا۔

''شکر ہے، کھٹے انگور جلدی نظر آ گئے۔'' ردا نے ہنس کر کہا تو رشنا بھی ہنسنے لگی۔

ردا گریجویشن کے فائنل ائیر میں تھی اور الوداعی پارٹی میں فورتھ ائیر کی اسٹوڈنٹس نے کئی پروگرامز ترتیب دیے تھے اور ردا نے ان میں سے دو میں شرکت کی تھی۔ وہ کالج کی آؤٹ اسٹینڈنگ اسٹوڈنٹس میں سے ایک تھی اور غیر نصابی سرگرمیوں میں ہمیشہ بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی تھیں۔

پارٹی ختم ہوتے ہی رشنا کا بھائی توقیر اسے لینے آ گیا۔ ردا فہام کو بار بار کال کرتی رہی مگر اس کا موبائل آف تھا۔

''آؤ...... میں تمہیں ڈراپ کر دیتی ہوں۔ شام گہری ہو رہی ہے۔'' رشنا نے اسے کہا تو وہ مان گئی اور توقیر کے پیچھے والی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ وہ نئے ڈریس میں سیاہ کھلے لمبے بالوں کے ساتھ بہت خوب صورت لگ رہی تھی اور توقیر کی نظریں اس سے نہیں ہٹ رہی تھیں اس نے اس پر مرر سیٹ کر لیا اور کن انکھیوں سے اسے دیکھنے لگا ردا کو اس پر غصہ آنے لگا مگر خاموش رہی۔

''ردا! ڈرامے میں تمہاری ایکٹنگ بہت زبردست رہی اور تم پنجابی بولتے ہوئے بہت کیوٹ لگ رہی تھیں۔'' رشنا نے پیچھے مڑ کر اسے دیکھتے ہوئے کہا تو وہ بھی مسکرا دی۔

''بائی داوے...... کیا رول پلے کیا ہے...... ردا نے؟'' توقیر نے اچانک پوچھا۔

''ہیر کا اور اتنا زبردست کہ میں آپ کو کیا بتاؤں۔ شاید حقیقت میں ہیرا سے دیکھ لیتی تو وہ آج اس کے سامنے ضرور سرنڈر کر دیتی۔'' رشنا نے ہنستے ہوئے کہا۔

''ہاں...... کچھ لوگ ایسے ہی ہوتے ہیں کہ جن کے سامنے خود بخود سرنڈر کرنے کو دل چاہتا ہے۔'' توقیر نے معنی خیز انداز میں کہا تو ردا اس کے جملے کے مفہوم کو اچھی طرح سمجھ گئی۔

''رشنا...... پلیز مجھے گھر جلدی ڈراپ کر دو، ٹائم بہت ہو رہا ہے۔ فہام بھائی کا فون نمبر بھی نہیں مل رہا۔ وہ یقیناً مجھے کالج پک کرنے گئے ہوں گے۔'' ردا نے توقیر کی سست رفتار ڈرائیونگ سے تنگ آ کر کہا۔

''یار...... ایک تو تمہارے بھائیوں نے تمہیں بالکل ہی اَن کونفیڈنٹ بنا دیا ہے۔ تمہارا ہر کام اپنے ذمے لے کر وہ تمہیں ہیلپ لیس کر رہے ہیں۔ بی کونفیڈنٹ اینڈ انڈیپنڈنٹ۔'' رشنا نے جھنجلا کر کہا۔

نصیب والی ہیں ردا...... جنہیں اتنے چاہنے والے ملے۔'' توقیر نے آہ بھر کر کہا۔

''توقیر بھائی...... کہیں آپ بھی تو ان چاہنے والوں کی لسٹ میں شامل نہیں۔'' رشنا نے یوں بے باکی سے کہا کہ توقیر کو بھی ایک جھٹکا لگا اور ردا بھی انتہائی حیرت سے آنکھیں پوری کھول کر رشنا کی طرف دیکھنے لگی۔ توقیر اس کی بات سن کر خاموش ہو گیا اور مرر میں سے ردا کی طرف دیکھنے لگا۔

''کیوں...... توقیر بھائی...... آپ نے بتایا نہیں؟'' رشنا نے قہقہہ لگا کر کہا تو ردا کو غصہ آ گیا۔

''اب بس بھی کرو رشنا...... تم کیا ہر بات کے پیچھے ہی پڑ جاتی ہو۔ ویسے تم اتنی نان سینس ہو سکتی ہو...... مجھے آج یقین آ گیا ہے۔'' ردا نے خفگی سے کہا تو رشنا کو بھی بات اور موقع کی نزاکت کا احساس ہونے لگا۔

''آئی ایم سوری...... یار میں تو بس یونہی مذاق کر رہی تھی۔'' رشنا نے معذرت کی تو ردا خاموش ہو گئی۔ باقی سارا راستہ خاموشی سے کٹا۔

اچانک ردا کا موبائل بجنے لگا۔ اس نے جلدی سے ہیلو کہا۔

''جی...... فہام بھائی...... میں آ رہی ہوں رشنا کے ساتھ۔ آئی ایم سوری...... اوکے، بائے۔'' اس نے موبائل بند کرتے ہوئے کہا۔

''کیا ہوا......؟'' رشنا نے اس کے اداس لہجے کو محسوس کرتے ہوئے پوچھا۔

''فہام بھائی کا کالج سے فون تھا۔ وہ ابھی مجھے لینے گئے تھے اور مجھے وہاں نہ پا کر پریشان ہو گئے۔'' ردا نے بتایا۔

''آئی سی۔'' رشنا نے جواب دیا اور خاموش ہو گئی۔ ردا کو اس کے گھر کے باہر ڈراپ کیا تو رشنا، ردا کی مما سے ملنے اندر چلی گئی۔ ردا جیسے ہی گاڑی سے باہر نکلی تو توقیر نے موقع دیکھ کر اسے آہستہ آواز میں مخاطب کیا۔

''ردا! آپ مجھے بھی اپنے چاہنے والوں کی لسٹ میں شامل سمجھیں۔'' توقیر نے زیر لب مسکراتے ہوئے کہا تو ردا نے چونک کر اسے دیکھا۔ اس کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا اور وہ جلدی سے اندر کی طرف بھاگی۔

☆☆☆

شادی کی رسمیں اپنے عروج پر تھیں۔ ڈیفنس میں تین کنال پر محیط وسیع و عریض کوٹھی کو انتہائی اہتمام اور خوب صورتی سے ایک ہفتہ پہلے ہی ڈیکوریٹ کر لیا گیا تھا۔ کوٹھی کی وسعت، خوب صورتی، ڈیکوریشن اور نفاست کو دیکھ کر ہر آنے والا مہمان ضرور چونکتا۔ ایمن کی ایک ہی بہن تھی سدیدہ اور اس کی بھی ایک بیٹی اور بیٹا تھے۔ بیٹی کی شادی کراچی کے انتہائی امیر کبیر خاندان میں ہو رہی تھی۔ نیہا، یمنیٰ سے چار سال بڑی تھی اور انتہائی اسمارٹ و خوب صورت تھی۔ یمنیٰ کے اس کے ساتھ ٹرمز ہمیشہ سے نارمل رہے تھے البتہ اس کے بھائی شہیر کے ساتھ اس کی دوستی کی وجہ شاید دونوں کا ایک ہی کلاس میں ہونا ٹیسٹ و ایکٹیویٹیز کا مشترک ہونا بھی تھا۔ یمنیٰ کے زیادہ تر شوق لڑکوں والے تھے یا پھر جمال صاحب نے جان بوجھ کر اسے ایسی تربیت دی تھی کہ

وہ زمانے میں بھرپور انداز سے سروائیو کرسکے۔

جمال احمد کے تین جڑواں بیٹے پیدا ہوتے ہی فوت ہوگئے جس کا انہیں شدید دکھ ہوا۔ ایمن تو دو سال سکتے میں رہیں۔ ہروقت روتی اور پریشان رہتیں۔ تینوں بیٹے بہت خوب صورت تھے اور پیدائش کے دو دن بعد ایک، ایک گھنٹے کے وقفے سے فوت ہوگئے۔ اتنا شدید صدمہ اور دکھ سہنے کے بعد ایمن اپنا ذہنی توازن قدرے کھو بیٹھی تھیں بیٹوں کی پیدائش پر جتنی خوشی منائی گئی اتنا ہی دکھ بعد میں سہنا پڑا۔ جمال احمد بہت مشکل سے ایمن کو سمجھا سمجھا کر نارمل زندگی کی طرف لائے مگر وہ ہروقت آہیں بھرتی رہتیں۔

بیٹوں کی وفات کے چار سال بعد یمنیٰ پیدا ہوئی تو ہر کوئی چونک گیا۔ انتہائی دبلی پتلی، مریل اور کالی سیاہ رنگت والی نہ جانے کس پر چلی گئی تھی۔ نہ ننھیال میں کوئی اس جیسا تھا اور نہ ہی ددھیال میں۔ ایمن نے بچی کو دیکھا تو انہیں شدید دھچکا لگا مگر جمال احمد نے انتہائی خوشی منائی خاندان بھر میں مٹھائیاں تقسیم کیں۔ رسمِ عقیقہ دھوم دھام سے کیا گیا مگر ایمن جب بھی اسے گود میں اٹھاتیں تو مایوس اور افسردہ ہوجاتیں۔ دل ہی دل میں خدا سے شکوہ کرتیں۔

''یا اللہ تو نے مجھے لڑکی کی نعمت سے نوازا ہے مگر اسے ایسا بنایا ہے کہ اسے دیکھ کر میرے دل کو کوئی خوشی نہیں ہوئی مگر جمال کا دل کتنا بڑا ہے وہ اسے یوں خوشی خوشی اٹھاتے ہیں جیسے اس سے بڑھ کر خوب صورت اور قیمتی شے ان کے نزدیک کوئی اور نہ ہو۔ میں ماں ہوکر اسے قبول نہیں کر پا رہی اور وہ باپ ہو کر کتنے مہربان ہیں۔ میں کیا کروں...... میرے دل کو اس کی محبت سے بھر دے۔ تو نے بیٹے تو اتنے خوب صورت دیے اور بیٹی کو کیونکر ایسا بنا دیا؟'' وہ اس بات کا ذکر کبھی کبھار جمال احمد سے بھی کرتیں تو وہ غصے میں آجاتے۔

''ایمن! تم خدا کی اتنی ناشکری کرسکتی ہو، مجھے یقین نہیں آتا اور تمہیں کیا معلوم...... یہ بیٹی میرے لیے کتنی بڑی رحمت ثابت ہورہی ہے جس دن سے اس نے جنم لیا ہے میرا بزنس ترقی کرتا جارہا ہے۔ محنت تو میں پہلے بھی کرتا تھا مگر اب تو یوں لگتا ہے جیسے خدا مجھ پر بہت مہربان ہوگیا ہے، ہر طرف سے دھن برس رہا ہے اور میری عزت، وقار میں بھی روز بروز اضافہ ہورہا ہے۔ یہ بچی ہمارے لیے باعثِ برکت ہے۔ تم اس کی شکل صورت پر مت جاؤ۔ نہ جانے یہ کتنے نصیب والی ہو۔ تمہیں اور مجھے کیا معلوم لیکن ان تمام باتوں سے بالا یہ ہماری اولاد ہے اور اولاد تو ماں، باپ کو کائنات کی ہر شے سے زیادہ عزیز ہوتی ہے۔ اس لیے آئندہ میں تمہارے چہرے پر ناگواری کے تاثرات نہ دیکھوں۔'' جمال احمد نے ایمن کو سمجھایا تو رفتہ رفتہ ان کے رویے میں تبدیلی آنا شروع ہوگئی اور ویسے بھی جب کسی کو دیکھنے کا زاویہ بدل جاتا ہے تو ہر شے اس زاویے کے مطابق نظر آنے لگتی ہے اور وہ شے خود بخود خوب صورت دکھائی دینے لگتی ہے۔ چاہے وہ دوسروں کو کتنی ہی بری لگے۔ جیسے ہی ایمن کی نظروں کا زاویہ بدلا انہیں یمنیٰ پیاری لگنے لگی گو کہ اس کے لیے کپڑے خریدتے ہوئے اکثر انہیں دشواری کا سامنا کرنا پڑتا۔ کوئی لائٹ کلر اسے سوٹ نہ کرتا اور ڈارک کلرز میں تو وہ بالکل ہی بھتنی لگتی تب ایمن دل مسوس کررہ جاتیں۔ کاش اس کی رنگت سانولی ہی ہوتی تو اسے کوئی کلرز تو سوٹ کرتے مگر وہ آہ بھر کر رہ جاتیں۔

یمنیٰ جیسے جیسے بڑی ہوتی گئی۔ ایمن اور جمال احمد کو وہ اور عزیز تر ہوتی گئی اور اس کی وجہ اکثر اس کی کہی ہوئی باتوں کا درست ثابت ہونا تھا۔ وہ ان بچوں میں سے تھی جو مستقبل میں آنے والے وقت اور واقعات کی پیش گوئیاں کرتے ہیں اور وہ پیش گوئیاں سچ ثابت ہوتی ہیں۔ جمال احمد کو اس کی کہی ہوئی باتوں پر بہت یقین تھا، وہ ہر میٹنگ میں جانے سے پہلے یمنیٰ کو تنہائی میں بلا کر پوچھتے کہ میٹنگ کامیاب رہے گی یا نہیں اور نتیجہ ہمیشہ اس کے جواب کے مطابق ملتا۔ جمال احمد نے اس بات کو بارہا آزمایا تھا مگر اس بات کو انہوں نے ایمن کے علاوہ کسی اور پر کبھی ظاہر نہیں کیا تھا۔ وہ جیسے جیسے جوان ہوتی گئی اس کی یہ صلاحیت رفتہ رفتہ کم ہوتی گئی اور انہوں نے بھی اس طرح کے سوالات کرنا چھوڑ دیے کہ بچی خواہ مخواہ اپنے بارے میں کونشس ہی نہ ہوجائے۔ جمال احمد نے اسے ہرفن مولا بنانے کا منصوبہ سوچ رکھا تھا۔ انہوں نے اس کے لیے انسٹرکٹرز رکھے جو اسے مارشل آرٹس کی تربیت دیتے۔ اس کے علاوہ رائیڈنگ، سوئمنگ، سائیکلنگ بھی وہ خوب کرتی تھی۔ فلائنگ بھی اس نے اے لیولز میں جانے کے بعد سیکھ لی تھی ویسے بھی وہ بلا کی ذہین تھی جو بات ایک دفعہ سن لیتی پھر نہ بھولتی۔

☆☆☆

جمال احمد کا تعلق ایک زمیندار گھرانے سے تھا۔ گاؤں میں ان کی بہت زمینیں اور ایک بہت بڑی حویلی تھی جس کی ساری دیکھ بھال ان کی ماں جی اپنے شوہر کی وفات کے بعد کررہی تھیں۔ ماں جی صحت مند، عمر رسیدہ، توانا اور جہاندیدہ عورت تھیں۔ مزارعوں اور ٹھیکیداروں سے ہر حساب کتاب خود لیتیں۔ جمال احمد ان کے اکلوتے بیٹے تھے، انہیں بزنس کا کریز ہوگیا اور اس غرض سے وہ شہر آگئے۔ ایمن ان کی چچا زاد تھیں اور یوں دونوں شادی کے بعد ڈیفنس لاہور میں آبسے۔ جمال احمد اور ایمن کبھی کبھار گاؤں جاتے یا ماں جی ان سے ملنے شہر آجاتیں اور جب بھی وہ یمنیٰ کو دیکھتیں تو انہیں جمال احمد اور ایمن پر بہت غصہ آتا۔

''جمال! تم اسے دنیاداری کے بارے میں تو سب کچھ سکھا رہے ہو کچھ دین کا علم بھی دیا ہے یا نہیں؟'' ماں جی غصے سے پوچھتیں۔

''ماں جی! قاری صاحب اسے قرآن پاک پڑھانے آتے ہیں۔'' جمال احمد جلدی سے جواب دیتے۔

''بس......؟ کیا آج کل کے زمانے میں صرف رٹا رٹایا قرآن پڑھنا کافی ہے؟ بچوں کو معلوم ہی نہیں کہ قرآن میں لکھا کیا ہے۔ خدا ان سے کیا چاہتا ہے؟ اور ان کو کیسا مسلمان دیکھنا چاہتا ہے۔ انہیں کون سکھائے گا؟ جمال احمد یہ تم جیسے بے خبر والدین کی کمزوری ہے جو بچوں کے سروں پر من بھر کتابوں کا بوجھ تو لاد دیتے ہیں مگر ایک گھنٹا بھی نہ خود دین کا علم سکھاتے ہیں، نہ کوئی عالمِ دین مقرر کرتے ہیں۔ بس ان سے فرفر انگریزی سن کر خوش ہوتے رہتے ہیں۔'' ماں جی نے غصے سے دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو ایمن کے تاثرات بدلنے لگے انہیں بھی غصہ آنے لگا۔

''ماں جی! اب ایسی بھی بات نہیں...... میں اور ایمن ہر طرح سے اس کا خیال رکھتے ہیں کہ وہ کیا پڑھ رہی ہے کیا نہیں؟'' جمال احمد نے صفائی دینے کی کوشش کی۔

''خاک خیال رکھ رہے ہو، تم لوگ تو یہی بھول گئے ہو کہ وہ لڑکی ذات ہے اور اس کی تربیت تم لڑکوں جیسی کررہے ہو۔'' ماں جی انتہائی غصے میں جمال احمد کو کھری کھری سنا رہی تھیں اور اس معاملے میں ایمن بھی ماں جی کی ہمنوا تھیں۔ جمال احمد فون کے بہانے اٹھ کر چلے گئے اور وہ نہ جانے کتنی دیر بڑبڑاتی رہیں۔ ماں جی بڑی جی دار عورت تھیں۔ بڑے رکھ رکھاؤ اور تمکنت والی۔ زمینوں کے معاملات کے سلسلے میں وہ خود بینک اپنے اسسٹنٹ کے ساتھ جاتیں اور بڑے بڑے افسران سے بھی ملنے میں تامل نہ کرتیں۔ یہ ان کی انا تھی کہ آج تک انہوں نے اپنا کوئی کام جمال احمد سے نہیں کروایا تھا۔ وہ کبھی ان سے شکوہ بھی نہیں کرتیں انہیں اگر شکوہ تھا تو صرف یہی کہ وہ یمنیٰ کی تربیت ٹھیک نہیں کررہے جبکہ

جمال احمد اپنی جگہ پر مطمئن تھے کہ وہ اپنی بیٹی کی ایسی تربیت کر رہے ہیں جو آج تک کسی نے نہیں کی۔

یمنیٰ کو زیادہ محبت اور لگاؤ باپ سے تھا۔ وہ اپنی ہر بات باپ کے ساتھ شیئر کرتی، ایمن کے ساتھ اس کے تعلقات بس نارمل تھے۔ جمال احمد کے اس رویے کی وجہ سے ایمن اکثر چڑ جاتیں اور یمنیٰ کو خواہ مخواہ ڈانٹتیں، جس سے وہ ماں سے متنفر رہتی گو کہ ایمن کو اس سے بہت محبت تھی مگر انہوں نے اپنی محبت کا بھرپور مظاہرہ کبھی نہیں کیا تھا شاید انہیں محبت کا اظہار کرنا نہیں آتا تھا یا پھر ان کا اندازِ محبت بہت مختلف اور گھٹا گھٹا تھا کہ یمنیٰ اس محبت کو کبھی بھرپور انداز میں محسوس نہ کر پائی۔ اس لیے وہ باپ کی ہر بات مانتی اور ماں کی اکثر باتوں کو نظر انداز کر دیتی جس سے ایمن چڑ کر اسے ضدی اور خودسر کہہ کر بلاتیں اور یمنیٰ اس بات سے مشتعل ہو کر الٹے سیدھے کام کرتی رہتیں۔

☆☆☆

نیہا کو ابٹن لگانے اس کی ساری سہیلیاں اور سسرال سے صرف لڑکیاں اور چند عورتیں آئی تھیں اور سب ہی کراچی کے امیر کبیر اور نامور خاندانوں سے تعلق رکھتی تھیں۔ ان کی بات چیت، فیشن اور اسٹائل دیکھ دیکھ کر ایمن اندر ہی اندر کڑھ رہی تھیں انہوں نے یمنیٰ کے لیے لاہور کے ایک مشہور بوتیک سے بچ اور سی گرین کومبینیشن میں بہت اسٹائلش سوٹ خریدا تھا مگر جیسے ہی یمنیٰ نے اسے پہنا تو وہ انتہائی بدصورت لگنے لگی۔ اسے وہ سوٹ بالکل نہیں جچ رہا تھا۔

”مما! یہ کیا کومبینیشن آپ نے چوز کیا ہے؟ بالکل بھی اچھا نہیں لگ رہا۔“ وہ غصے سے ڈریسنگ ٹیبل کے آئینے میں اپنے آپ کو دیکھتے ہوئے بولی۔

”اسی لیے میں تمہیں کہتی تھی کہ میرے ساتھ خود چلو اور اپنی پسند کا ڈریس لے لو مگر تمہیں تو گھومنے پھرنے سے ہی فرصت نہیں تھی۔ اب میں کیا کر سکتی ہوں۔ تمہیں یہی پہننا پڑے گا۔“ ایمن غصے سے بولیں۔

”میں یہ ہرگز نہیں پہنوں گی۔“ یمنیٰ نے بھی غصے سے جواب دیا۔

”پھر کیا پہنو گی؟“ ایمن نے حیرت سے پوچھا۔

”کم از کم یہ نہیں پہنوں گی...... اور ویسے بھی مجھے شادی کے فضول فنکشنز اٹینڈ کرنے کا کوئی شوق نہیں۔“ وہ کہہ کر غصے سے واش روم میں ڈریس بدلنے چلی گئی۔ ایمن سر پکڑ کر بیڈ پر بیٹھ گئیں۔ سدیدہ انہیں ڈھونڈتی ہوئی اُدھر آ گئیں۔

”ایمن...... تم یہاں ہو اور میں تمہیں سارے گھر میں تلاش کر رہی ہوں۔ بھئی مہمان خواتین آ گئی ہیں۔ جلدی سے تیار ہو کر تم اور یمنیٰ نیچے آ جاؤ...... سب لوگ تمہارا پوچھ رہے ہیں۔“

”کیا کروں آپا......؟ اس لڑکی نے تو مجھے اتنا تنگ کر رکھا ہے کہ کیا بتاؤں، نہ اسے کوئی رنگ جچتا ہے، نہ کوئی فیشن اگر اپنی پسند کا کوئی ڈریس خریدوں تو وہ اسے پسند نہیں آتا۔ ابھی مجھ سے جھگڑ رہی تھی۔ بوتیک سے میں سب سے مہنگا اور خوب صورت سوٹ خرید کر لائی ہوں مگر نہ تو وہ اسے سوٹ کر رہا ہے اور نہ وہ خود اسے پسند کر رہی ہے۔“ ایمن نے پریشانی سے کہا۔

”ایمن آج کل لڑکیاں رنگ گورا کرنے کے لیے نہ جانے کیا کچھ لگاتی رہتی ہیں تم کیوں اسے کچھ استعمال کرنے کو نہیں دیتیں۔“ سدیدہ نے رازداری سے کہا۔

”آپا! کوئی ایک کریم...... جمال کے ساتھ ہر بزنس ٹور پر میں صرف اس کے لیے کاسمیٹکس خرید کر لاتی ہوں۔ پارلر لے کر جاتی ہوں مگر وہ کچھ استعمال ہی نہیں کرتی۔ ضدی بھی تو بہت ہے۔“ ایمن نے افسردگی سے کہا۔

”ایمن ...... تم پریشان مت ہو۔ وہ ہے

کہاں......؟“ سدیدہ نے پوچھا۔

”واش روم میں...... ڈریس چینج کرنے......“ ایمن نے آہستہ سے جواب دیا۔ یمنیٰ ڈریس ہینگر میں لٹکائے واش روم سے باہر نکلی تو اس نے جینز کے ساتھ آف وائٹ کاٹن کا کرتہ پہن رکھا تھا۔

”یمنیٰ بیٹے! تم ابھی تک تیار نہیں ہوئیں۔ نیہا کی فرینڈز تمہارے بارے میں پوچھ رہی ہیں۔“ انہوں نے محبت سے کہا۔

”کیوں......؟ پھر مجھ پر ہنسنا چاہتی ہوں گی۔ سب چیپ لڑکیاں ہیں۔ آئی ہیٹ دیم...... آنٹی میں ایسی بدتمیز اور اسٹوپڈ لڑکیوں کی کمپنی انجوائے نہیں کرتی۔“ یمنیٰ نے غصے سے کہا۔

”کم آن بیٹا! ایسی بات نہیں۔ اپنے ذہن سے ساری نیگیٹو باتوں کو نکال دو اور تیار ہو کر نیچے آ جاؤ۔“ سدیدہ نے کہا۔

”سوری آنٹی...... کل انہوں نے جو بدتمیزی کی تھی، آپ بھول گئی ہوں گی مگر میں نہیں بھولی...... انہوں نے ڈھولک کے ساتھ گانوں میں میرے کتنے نام ڈالے تھے اور آپ سب لوگ ہنستے رہے تھے۔“ یمنیٰ نے غصے سے کہا۔

”بیٹا! شادی بیاہ پر ایسے ہی چلتا ہے۔ مجھے بھی تو نہ جانے کیا کچھ کہہ رہی تھیں تمہاری مما کو بھی...... کوئی بھی مائنڈ نہیں کرتا۔ تم بھی ایسا مت سوچو۔“ انہوں نے اسے سمجھایا۔

”آنٹی مجھے ایسے فنکشنز پسند نہیں۔ میں شہیر کے ساتھ باہر جا رہی ہوں اور ویسے بھی میرے پاس کوئی اچھے ڈریسز نہیں...... میں کیا پہنوں؟“ اس نے ایک اور بہانہ گھڑا تو ایمن حیرت سے اس کی طرف دیکھتی رہ گئیں۔

”آپا! یہ ڈریس دیکھیں۔ تیس ہزار کا ہے اور یہ دیکھیں پینتیس ہزار کا...... یہ پچاس ہزار کا...... دو لاکھ کے میں اس کے ڈریسز خرید کر لائی ہوں اور یہ کہہ رہی ہے کوئی اچھا ڈریس اس کے پاس نہیں۔ اوہ گاڈ...... یہ لڑکی تو مجھے پاگل کر دے گی۔ میں مر کیوں نہیں جاتی۔“ ایمن ہائپر ہو کر چلانے لگیں اور پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع کر دیا۔

”ایمن! ایمن...... خدا کے لیے عقل سے کام لو۔ یہ کیا طریقہ ہے بات کرنے کا...... یہ بچی ہے، اسے آرام سے سمجھاؤ۔“ سدیدہ نے بہن کو نرمی سے سمجھاتے ہوئے کہا۔

”آپا! اس نے میری زندگی عذاب میں ڈال رکھی ہے۔ جو کہتی ہوں اس سے الٹا کام کرتی ہے۔ ہر بات میں نقص، ہر بات میں کیڑے۔“ ایمن سسکنا شروع ہو گئیں۔

”یمنیٰ بیٹا! ٹھیک ہے تم شہیر کے ساتھ ہی جاؤ میں اسے کہتی ہوں جہاں سے جو ڈریسز تمہیں پسند آئیں وہ تمہیں اس کی شاپنگ کرا دے، اوکے......“ سدیدہ نے اسے سمجھایا تو وہ ایمن کی طرف دیکھ کر زیرِ لب مسکراتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گئی اور سدیدہ نے شہیر کو اس کے موبائل پر فون کر کے سب کچھ سمجھا دیا۔

”آج کل کے بچے بہت مختلف ہیں۔ ان کے بہت سارے کامپلیکسز ہیں اس لیے انہیں ذرا ٹیکنیکل انداز میں ٹریٹ کرنا چاہیے نہ کہ چیخ چلا کر اور رو دھو کر اور ایمن ایک بات بتاؤں جب بھی مائیں بچوں کے سامنے یوں رو دھو کر اپنی کمزوری کا اظہار کرتی ہیں تو پھر بچے ساری زندگی ان کی اس کمزوری سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ ان کو ایکسپلائٹ کرتے ہیں اور بعد میں اس سچویشن کو انجوائے بھی کرتے ہیں۔ تم دیکھو جتنی اسٹرونگ اور dominating مائیں ہیں، ان کے بچے ان کے قابو میں رہتے ہیں وہ انہیں آسانی سے ڈاج نہیں کر سکتے۔ اس لیے تم بھی اپنا اسٹائل بدل لو اب تو وہ خودسر ہو چکی ہے جو وہ چاہے اسے کرنے دو۔ میں نے شہیر اور نیہا کو بھی اتنی اجازت نہیں دی کہ وہ مجھے ایکسپلائٹ کریں۔“ سدیدہ نے کہا تو ایمن بے بسی سے ان کی طرف

دیکھنے لگیں۔

''آپا! آپ کے شوہر امریکا میں رہتے ہیں اور ساری ذمے داری آپ ہی پر ہے۔ آپ ہی بچوں کو جیسے چاہیں ٹریٹ کرتی ہیں مگر میرا مسئلہ دوسرا ہے۔ جمال اس کا بھرپور ساتھ دیتے ہیں۔ دونوں کی ایک بات ہے بُرا کون بنتا ہے؟ میں۔ جمال بھی مجھ سے خفا رہتے ہیں کہ میں یمنیٰ کو ٹھیک طریقے سے ٹریٹ نہیں کرتی اور یمنیٰ بھی مجھ سے خفا رہتی ہے کہ ماں ہر وقت اسے ڈانٹتی رہتی ہے۔ آپ خود دیکھیں یہ کیسے کیسے مجھے زچ کرتی ہے۔'' ایمن بڑی بے چارگی سے کہہ رہی تھیں۔

''ہاں ...... تم بھی ٹھیک کہتی ہو لیکن یمنیٰ عام لڑکیوں سے بالکل مختلف ہے۔ اس کا اندازِ گفتگو، اس کا لائف اسٹائل کافی حد تک لڑکوں جیسا ہے اور لڑکوں سے اس کی دوستی بھی زیادہ ہے۔ وہ لڑکیوں کو ناپسند کرتی ہے۔ بہرحال کوئی پریشانی کی بات نہیں۔ ٹھیک ہو جائے گی۔ تم تو تیار ہو کر نیچے آؤ سب مہمان تمہارے منتظر ہیں۔'' انہوں نے نرمی سے بہن کو سمجھاتے ہوئے کہا تو انہوں نے گہری سانس لی اور تیار ہونے لگیں۔

☆☆☆

شہیر، یمنیٰ کو شہر کے مشہور بوتیکس میں لے کر گیا تھا مگر اسے کوئی بھی ڈریس پسند نہیں آرہا تھا۔ وہ بھی تنگ آگیا تھا۔

''یمنیٰ آخر تم کیسا ڈریس چاہتی ہو؟'' شہیر نے جھنجلا کر پوچھا۔

''آئی ڈونٹ نو...... دیکھ تو رہی ہوں جو اچانک اچھا لگے گا وہ خرید لوں گی۔'' اس نے بے پروائی سے جواب دیا۔

''اتنے اسٹائلش آؤٹ فٹس کو تم ریجیکٹ کر چکی ہو، اب کچھ تو چوز کرو۔'' شہیر نے ایک بوتیک میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

''کیوں، کوئی زبردستی ہے کیا؟ پسند آئے گا تو خریدوں گی۔'' وہ منہ بنا کر قطعیت سے بولی۔

''اوکے...... جب کوئی پسند آئے تو بتا دینا۔'' شہیر خفگی سے بولا۔ وہ مختلف ڈریسز دیکھنے لگی اور ایک انتہائی آڈ کومبینیشن میں چھوٹی سی شرٹ اور ٹراؤزر اسے پسند آیا۔

''شہیر! یہ سوٹ اچھا ہے، اسے پیک کرالو۔'' یمنیٰ نے سوٹ کی طرف اشارہ کیا۔

''کیا......! یہ ...... یہ ڈریس تمہیں پسند آیا ہے؟'' شہیر نے انتہائی حیرت سے پوچھا۔

''ہاں، اِٹس ویری نائس۔'' وہ مسکرا کر بولی۔

''سوچ لو...... آئی ایم شیور...... تمہاری مما کو یہ بالکل بھی پسند نہیں آئے گا۔'' شہیر نے حیرت سے کہا۔

''چھوڑو انہیں...... مجھے اپنی چوائس کے ڈریسز پہننے ہیں۔ ان کی چوائس کے نہیں۔ تم پیمنٹ کرو۔'' اس نے ٹھوس لہجے میں کہا۔ اس نے پرائس ٹیگ پڑھا پانچ ہزار شاید بوتیک کا سب سے پرانا اور معمولی سوٹ تھا جو اسے پسند آیا تھا۔ شہیر بھی چونک گیا تھا۔ اس نے پیمنٹ کی اور خاموشی سے دونوں باہر نکل آئے۔ لیمن اور اوپیک گرین کلر کا انتہائی گندا سا کومبینیشن پہن کر جب وہ فنکشن میں آئی تو ہر ایک نے اس کی طرف انتہائی حیرت سے دیکھا۔ ایمن اسے دیکھ کر جل ہی گئیں اور سدیدہ کی طرف بے بسی سے دیکھا۔ سدیدہ نے آنکھوں ہی آنکھوں میں انہیں خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ نیہا کی دوستوں نے ایک دوسرے کو اشارے کیے جن کا مفہوم یمنیٰ بخوبی سمجھ گئی۔ نیہا نے بھی حیرت سے اسے دیکھا۔

''یار! تمہارا کلر کومبینیشن بہت ایکسیلنٹ ہے۔ اتنا یونیک ڈریس تم نے کہاں سے لیا اور تمہیں یہ بہت سوٹ بھی کر رہا ہے۔'' نیہا کی ایک دوست دُریّہ نے شرارتی لہجے میں یمنیٰ سے کہا۔

''تم پہن لو۔'' یمنیٰ نے صوفے سے اٹھتے ہوئے کہا۔

''ارے...... ارے نہیں، میں تو یونہی تعریف کر رہی تھی۔'' دُریّہ نے کہا۔

''کیا یہ کومبینیشن تم نے پہلی بار دیکھا ہے جو اتنی crush ہو رہی ہو۔'' یمنیٰ نے قدرے تلخی سے کہا تو دُریّہ خاموش ہو کر رہ گئی۔

''یار نیہا! تمہاری کزن تو بالکل ہی بھڑ ہے، بات کرو تو کاٹنے کو دوڑتی ہے۔ اسے پرابلم کیا ہے؟'' دُریّہ نے موقع دیکھ کر نیہا سے کہا۔

''شاید اپنے کامپلیکیشن کی وجہ سے کسی کامپلیکس کا شکار ہے۔'' نیہا نے توجیح پیش کی۔

''کامپلیکس...... آئی ڈونٹ بلیو اِٹ...... وہ بہت کونفیڈنٹ ہے بلکہ اوور کونفیڈنٹ ہے۔'' دُریّہ نے کہا۔

''وہ شروع سے ہی ایسی ہے۔ اس لیے میں اس کے ساتھ زیادہ کبھی فرینک نہیں ہوئی۔'' نیہا نے بتایا اور دونوں اِدھر اُدھر کی باتیں کرنا شروع ہو گئیں۔ یمنیٰ منہ بناتے ہوئے وہاں سے چلی گئی۔

☆☆☆

''رشا پلیز...... مجھے اکنامکس کے نوٹس بھیج دو۔ میں نے پیپر کی تیاری کرنی ہے۔ تم نے کب سے لیے ہیں اور ابھی تک واپس نہیں کیے۔'' ردا نے رشا کو فون پر کہا۔

''اوکے! آج دوپہر کو جب توقیر بھائی گھر لنچ کرنے آئیں گے تو ان کے ہاتھ بھیج دوں گی، ان سے لے لینا۔'' رشا نے کہا تو ردا کا دل دھڑکنے لگا۔

''ن...... نن...... نہیں...... تم خود مجھے دینے آجاؤ۔'' ردا بولی۔

''نہیں ردا، میں بہت بزی ہوں۔ بائی دا وے ان سے ریسیو کرتے ہوئے تمہیں کیا پرابلم ہے؟'' رشا نے معنی خیز انداز میں کہا اور خود ہی ہنسنے لگی۔

''اُفوہ...... میں تو یونہی کہہ رہی تھی۔ تم تو خوامخواہ بات کا بتنگڑ بنا لیتی ہو۔'' ردا نے جان چھڑانا چاہی اور غصے سے فون بند کر دیا مگر اس کا دل نہ جانے کیوں زور زور سے دھڑکنا شروع ہو گیا۔ توقیر کا سامنا کرتے ہوئے وہ گھبراتی تھی۔ توقیر خوب صورت اور اسمارٹ تھا مگر نہ جانے کیوں ردا کو وہ کبھی اچھا نہیں لگتا تھا۔ ویل ایجوکیٹڈ اور ویل گرومڈ پرسنالٹی کا مالک تھا۔ الیکٹریکل انجینئر کے طور پر ایک سرکاری ادارے میں جاب کرتا تھا مگر ردا اس سے ہمیشہ خائف رہتی۔ اس کی وجہ اسے خود سمجھ میں نہ آتی تھی۔ اس نے نہ تو کبھی اس سے کوئی بدتمیزی کی تھی اور نہ ہی وہ چھچھورا تھا مگر کچھ ایسا ضرور تھا جو ردا کو وہ بھاتا نہیں تھا۔ وہ نوٹس دینے آیا تو اس وقت گھر پر کوئی نہیں تھا سوائے اس کے اور خدیجہ بیگم کے اور وہ بھی سو رہی تھیں۔ بیل بجنے پر وہ گیٹ پر گئی تو توقیر چشمہ لگائے کھڑا تھا اسے دیکھ کر اس نے چشمہ اتارا اور مسکرا کر ردا کی طرف دیکھا۔

''کیسی ہیں آپ؟'' توقیر نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''ٹھیک ہوں۔'' اس نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

''آپ کچھ خفا خفا سی لگ رہی ہیں، کیا بات ہے؟'' توقیر نے آہستہ سے پوچھا۔

''آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ میں کیوں خفا ہوں گی ویسے نوٹس کہاں ہیں؟'' وہ اس سے زیادہ باتیں کرنے کے موڈ میں نہیں تھی۔

''نوٹس بھی مل جاتے ہیں۔ کیا آپ اندر نہیں بلائیں گی؟'' توقیر نے شوخ لہجے میں پوچھا۔

''سوری، اس وقت بھائی گھر پر نہیں......'' اس نے جلدی سے کہا۔

''ٹھیک ہے جیسے آپ کی مرضی...... یہ لیجیے اپنے نوٹس...... اور ان کے اندر آپ کو ایک کاغذ ملے گا اسے اچھی طرح سے پڑھ لیجیے گا۔'' توقیر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''کیسا کاغذ......؟'' اس نے حیرت سے پوچھا۔

''کوئسچن پیپر......'' وہ ہنستے ہوئے بولا۔

''کیا مطلب...... میں سمجھی نہیں ہے؟''

''پڑھ کر سب کچھ سمجھ آجائے گا بلکہ پہلی دفعہ تو

ایسی چیز پڑھ کر چودہ طبق روشن ہو جاتے ہیں۔ یہ میرا تجربہ نہیں۔ اکثر لوگ یہی کہتے ہیں۔'' وہ ہنستے ہوئے بولا اور گاڑی میں بیٹھ کر اسے دیکھنے لگا۔ ردا حیرت سے اسے دیکھتی رہ گئی اور بھاگ کر اندر چلی گئی۔ اپنے کمرے میں جا کر جلدی سے نوٹس کھولے تو اس میں سے ایک خط نما کاغذ نکلا۔ اس نے جلدی سے اسے کھولا اور پڑھنے لگی۔

''اس طرح دل میں سماؤ گے
یہ معلوم نہ تھا
اس طرح دل کو تڑپاؤ گے
یہ معلوم نہ تھا
سوچا تھا کبھی یاد نہیں آؤ گے
مگر اس قدر یاد آؤ گے
یہ معلوم نہ تھا

ردا تم میری پہلی اور آخری محبت ہو۔ تمہیں چاہنا، زندگی کی سب سے بڑی تمنا ہے اور تمہیں پانا زندگی کا حاصل ...... کیا میں یہ امید رکھوں کہ میری اس چاہت کے حصول میں تم میرا ساتھ دو گی۔

توقیر''

ردا نے کاغذ پڑھ کر پُرزے پُرزے کر ڈالا۔

''اسٹوپڈ...... نہ جانے اپنے آپ کو کیا سمجھتا ہے...... انتہائی چھچھورا اور فلرٹ قسم کا انسان ہے جسے اتنی تمیز نہیں کہ بہن کی دوست کے ساتھ کس طرح پیش آنا چاہیے۔ اس کے ساتھ رومانس شروع کر دیا ہے۔ میرے بھائیوں نے تو کبھی ایسے نہیں کیا۔ میری دوستوں کو ہمیشہ میری طرح ہی سمجھا اور ان کی عزت کی ہے، یہ بھی رشنا کی طرح ہی ہے۔ آئندہ میں دونوں سے ہی نہیں ملوں گی۔'' ردا نے غصے سے سوچا اور کاغذ کے پُرزے پُرزے کر کے ڈسٹ بن میں پھینک دیے اور نوٹس کھول کر پڑھنا شروع ہو گئی مگر پڑھتے پڑھتے اچانک دماغ کسی اور طرف چل پڑتا۔ سوچ کہیں اور بھٹکنے لگتی۔ ذہن میں توقیر کے لکھے ہوئے اشعار گونجنے لگتے اور وہ جھنجلانے لگتی۔

''اُف خدایا! کیا مصیبت ہے...... یہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ میرے پڑھنے کے دن ہیں اور کیا بکواس سوچیں میرے ذہن میں آ رہی ہیں اور ان سب کا ذمے دار توقیر ہے اگر میں فیل ہو گئی تو میں اسے کبھی معاف نہیں کروں گی۔'' اسے رہ رہ کر توقیر پر غصہ آنے لگا۔ رات کو سونے لگی تو توقیر کی باتیں، اس کی مسکراہٹ، اس کا شوخ و شریر لب و لہجہ اور اس کا خط اور خط میں اس کی باتیں اس کی چاہت اور تمنا وہ ساری رات سو نہ سکی...... کروٹیں بدلتی رہی اور توقیر کو کوستی رہی۔

''میں نے اس سے ایسا کیا کہا ہے اور کب کہا ہے کہ وہ یوں اظہارِ محبت کرنے پر مجبور ہو گیا۔'' وہ گہری سوچ میں ڈوب گئی۔ اس کی رشنا سے دوستی فرسٹ ایئر سے تھی اور کبھی کبھار وہ ان کے گھر چلی جاتی تھی یا رشنا ان کے گھر آ جاتی تھی۔ توقیر، رشنا کو پک اینڈ ڈراپ کرنے آتا اور اس کے بھائیوں نے کبھی اس سے کبھی بات نہیں کی تھی سوائے سلام دعا کے اور وہ کیسے اتنا سب کچھ assume کر بیٹھا...... خود بخود ہی اس نے اسے چاہت اور محبت قرار دے دیا۔ وہ سوچ سوچ کر تھک جاتی مگر ان سب باتوں کے باوجود وہ اس کے دل میں گھر نہیں کر پا رہا تھا اس کے اقرارِ محبت نے ردا کو مسرور نہیں بلکہ اس سے متنفر کر دیا تھا۔ وہ اس کے لیے دل میں کوئی نرم گوشہ نہیں محسوس کر رہی تھی بلکہ اس کا دل اس کے خلاف بول رہا تھا۔ اسے اس سے محبت کے بجائے نفرت سی محسوس ہو رہی تھی جس نے اس کی سوچوں کو منتشر کر دیا تھا۔

''میں تم سے کبھی محبت نہیں کر سکتی اور نہ ہی کروں گی۔'' وہ غصے سے سوچتی۔

''اس شخص کو اتنا خیال نہیں آیا کہ میرے ایگزامز شروع ہونے والے ہیں اور ایسی باتیں لکھ کر مجھے ڈسٹرب کر رہا ہے۔ کیا یہ موقع تھا اظہارِ محبت کا......؟'' اسے پھر اس پر غصہ آنے لگا۔

صبح ناشتے کے بعد وہ پڑھنے کے لیے بیٹھی تو رشنا کا فون آ گیا۔

''یار...... تجھے نوٹس ملے ہیں کہ نہیں۔ توقیر بھائی سے پوچھتی ہوں تو کہتے ہیں کہ راستے میں کہیں گم ہو گئے۔ اور تمہارا بھی کوئی فون نہیں آیا، میں پریشان ہو رہی تھی۔'' رشنا نے فکرمندی سے پوچھا۔

''نوٹس تو وہ مجھے خود دے کر گئے تھے۔ پھر کیوں ایسا کہا؟'' ردا نے حیرت سے پوچھا۔

''مجھے تنگ کرنے کے لیے کہا ہوگا۔ بچ بہت مذاق اور چھیڑ چھاڑ کرتے رہتے ہیں۔ ہمارے تو گھر کی رونق ہیں۔ بہت ہی جولی ہیں۔ اب دیکھنا میں اُن کا کیا حال کرتی ہوں۔'' رشنا نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔

''ہاں، انہیں چھوڑنا مت...... خوب ان کی بے عزتی کرنا۔'' نادانستہ ردا کے منہ سے نکلا۔

''بے عزتی...... کیوں؟'' رشنا نے حیرت سے پوچھا تو وہ ایک دم بوکھلا گئی۔

''آئی ایم سوری! یونہی میرے منہ سے نکل گیا۔ دراصل انہوں نے تم سے جھوٹ بولا اس لیے میرے ذہن میں آیا۔'' ردا نے جلدی سے بات کو سنبھالنے کی کوشش کی اور فوراً ہی فون بند کر دیا اور پھر سوچ میں پڑ گئی کہ اس نے رشنا سے جو کچھ بھی کہا غلط کہا ایسا نہیں کہنا چاہیے تھا۔

☆☆☆

رشنا نے سارے گھر میں اِک ہنگامہ برپا کر رکھا تھا۔ ایگزامز کے دوران ہی ردا کی برتھ ڈے تھی۔ اور وہ ردا کی برتھ ڈے بھی سیلیبریٹ کرنا چاہتی تھی مگر پیپر کی تیاری بھی ابھی باقی تھی۔

''کیا کروں...... ابھی گفٹ بھی خریدنا ہے۔'' وہ سوچ میں پڑ گئی اور توقیر کے کمرے میں گئی۔ وہ آفس جانے کے لیے تیار ہو رہا تھا۔

''توقیر بھائی! پلیز...... میرا ایک کام کر دیں۔'' رشنا نے التجائیہ انداز میں کہا۔

''اوہ! کام...... یقیناً ردا کو کچھ دینا یا پھر اس سے کچھ لینا ہوگا۔'' توقیر نے مسکرا کر پوچھا۔

''ہاں...... وہ دراصل آج اس کی برتھ ڈے ہے اور کل ہم دونوں کا پیپر بھی اور پیپر بہت ٹف بھی ہے تو......'' وہ کہتے ہوئے رکی۔

''تو......؟'' توقیر نے بالوں میں برش کرتے ہوئے رک کر اس کی جانب دیکھ کر پوچھا۔

''تو...... آپ اپنی پسند کا...... آئی مین...... میری پسند کا اچھا سا گفٹ لے کر ردا کو اس کے گھر دے آئیں۔'' رشنا نے کہا۔

''سوری، میں فارغ نہیں...... اور بائی دا وے۔ تم نے مجھے اپنا ملازم کیوں سمجھ رکھا ہے کہ میں تمہارا یہ کام کر دوں...... وہ کر دوں۔'' توقیر نے مصنوعی خفگی سے کہا۔

''توقیر بھائی...... پلیز! پہلی اور آخری بار...... اچھا آئندہ نہیں کہوں گی۔'' رشنا نے التجا کرتے ہوئے کہا۔

''تم ہر بار یہی کہتی ہو...... اور اگلی بار پھر تم رونی سی صورت بنا کر میرے پاس آ جاتی ہو کہ مجھے تم پر ترس آنے لگتا ہے۔'' توقیر نے منہ بنا کر کہا۔

''اس کا مطلب ہے آپ جا رہے ہیں۔'' رشنا نے جلدی سے کہا۔

''نہ گیا...... تو...... تم نے ٹینشن میں رہنا ہے اور اگر کل تمہارا پیپر اچھا نہ ہوا تو سارا الزام مجھ پر آئے گا۔'' توقیر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''تھینک یو...... ویری مچ! توقیر بھائی...... آئی ایم سو گریٹ فل...... یہ لیں پیسے اور ان سے ردا کے لیے گفٹ خرید لیجیے گا۔'' رشنا نے پانچ ہزار کا نوٹ اسے پکڑاتے ہوئے کہا۔

''اتنے تھوڑے پیسے...... ان میں کیا آئے گا؟'' توقیر نے پانچ ہزار کا نوٹ پکڑ کر منہ بناتے ہوئے کہا۔

''کیا واقعی......؟ مگر ان پیسوں سے تو بہت اچھا گفٹ آسکتا ہے۔'' رشنا نے کہا۔

''ہاں......تم خریدو گی تو ضرور آسکتا ہے۔ اگر میں خریدوں تو کچھ بھی نہیں آئے گا۔'' توقیر نے کندھے اچکاتے ہوئے کہا۔

''تو......آپ کوئی نارمل سا گفٹ خرید لیں۔'' رشنا نے کہا۔

''لیکن انسلٹ تو میری ہوگی کہ گفٹ دینے میں گیا اور وہ بھی نارمل سا...... اس لیے تم اپنے پیسے اپنے پاس رکھو...... میں کوئی اچھا سا گفٹ خرید کر اسے دے دوں گا۔'' وہ کوٹ پہن کر اپنا آفس بیگ اٹھاتے ہوئے بولا تو رشنا مسکرانے لگی۔

☆☆☆

توقیر نے رشنا کی طرف سے بہت قیمتی پرفیوم، کیک اور خوب صورت بوکے خریدا اور اپنی طرف سے شاعری کی کتابوں کا ایک سیٹ اور چاکلیٹس کا ایک پیک اور ایک کتاب میں اپنی طرف سے ایک محبت نامہ لکھ کر اسے خوب صورتی سے پیک کروا کر دینے چلا گیا۔ ردا اپنے کمرے میں پیپر کی تیاری کرنے میں مصروف تھی جب زاہدہ (ملازمہ) نے اسے اطلاع دی کہ کوئی اس سے ملنے آیا ہے وہ چونکی اور حیرت کے تاثرات چہرے پر لیے ڈرائنگ روم میں گئی تو دیکھا توقیر گفٹس کے ڈھیر کے ساتھ وہاں موجود تھا۔

''ہپی برتھ ڈے ٹو یو......'' توقیر نے بڑی خوش دلی سے اسے وِش کیا۔

''آپ......؟'' ردا نے انتہائی حیرت سے کہا۔

''ایکچوئیلی...... رشنا ایگزامز کی وجہ سے نہیں آسکی۔ اس لیے اس نے مجھے یہ گفٹس دے کر بھیجا ہے۔'' اس نے بوکے کیک اور پرفیوم کا پیک اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

''اور یہ میری طرف سے۔'' بقیہ گفٹس دیتے ہوئے توقیر نے محبت بھرے لہجے میں کہا۔

''آپ......آپ نے کیوں تکلف کیا؟'' وہ بہ مشکل بولی۔

''محبت میں تکلف کیسا......؟'' توقیر نے فوری جواب دیا۔

''کیسی محبت......؟'' ردا نے خفگی سے کہا۔

''وہی جو میں آپ سے کرتا ہوں۔'' توقیر نے جواب دیا۔

''پلیز! آئی ایم سِک آف اِٹ...... ہر وقت محبت......محبت آپ کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔ میں نے آپ سے کہا ناں......'' وہ خفگی سے بول رہی تھی کہ اسی لمحے خدیجہ بیگم ڈرائنگ روم میں داخل ہوئیں۔

''ارے......توقیر بیٹا...... کیسے ہو؟'' خدیجہ بیگم نے محبت سے اس کے سر پر پیار دیتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہوں آنٹی!'' وہ مسکرا کر بولا۔

''ردا بیٹے کوئی چائے وغیرہ...... زاہدہ سے کہو......'' خدیجہ بیگم نے کہا۔

''نہیں آنٹی......پھر کبھی سہی......ابھی میں بہت بزی ہوں۔'' توقیر نے مؤدبانہ کہا اور اجازت لے کر چلا گیا۔ ردا کے چہرے پر غصے کے تاثرات تھے۔

''ارے واہ! رشنا تو تم پر آج کل بہت مہربان ہے۔ اتنے زیادہ تحائف بھیج دیے۔'' خدیجہ بیگم نے تحائف کی طرف مسکرا کر دیکھتے ہوئے کہا۔ ردا جواب میں زبردستی مسکرا دی اور تحائف اٹھا کر اپنے کمرے میں لے گئی۔ توقیر کے تحائف کو اس نے ریپر پھاڑ کر ٹیبل پر پھینک دیا اور خود پڑھنے میں مصروف ہوگئی۔ اسے توقیر پر بار بار غصہ آرہا تھا۔ وہ اس کے دیے ہوئے گفٹس کو دیکھتی تو اور غصہ آنے لگتا۔

☆☆☆

توقیر نے اپنے دل کی بات ردا تک پہنچائی تھی اور اب وہ منتظر تھا کہ ردا کا کیا ری ایکشن ہوتا ہے۔ وہ سارا وقت منتظر رہا کہ ردا جب اس کے دیے ہوئے تحائف کو کھول کر دیکھے گی تو اس کے اندر اس کا

لکھا ہوا پیغامِ محبت پا کر ضرور اسے کال کرے گی۔ اٹھتے بیٹھتے اس کا ذہن ردا کے خیالوں میں ہی کھویا رہا۔ جیسے ہی اس کا موبائل بجتا تو وہ مضطرب ہو کر موبائل اٹھاتا کہ شاید ردا کی کال آئی ہو......مگر ہر بار کسی اور کی کال ہوتی۔

''ردا کے پیپرز ہو رہے ہیں۔ وہ کیسے کال کر سکتی ہے۔'' وہ اپنے دل کو تسلی دے کر مطمئن ہو جاتا......مگر دل تھا کہ اس کی بات سن کر ایک لمحے کو مطمئن ہوتا تو اگلے ہی لمحے مزید مضطرب ہو کر بے قرار ہونے لگتا۔

''ممکن ہے......ردا نے تحائف ہی نہ کھولے ہوں۔'' وہ سوچتا اور پریشان ہو جاتا...... ''مجھے رشنا سے پوچھنا چاہیے......ردا نے اسے تو کچھ بتایا ہوگا۔'' وہ یہی سوچ کر رشنا کے کمرے میں گیا۔

''تھینک یو ویری مچ توقیر بھائی...... ردا بہت خوش تھی اور وہ مجھے بہت تھینکس بول رہی تھی۔ آپ کی چوائس کا پرفیوم اسے بہت پسند آیا...... کیک اور بوکے بھی...... تھینکس اَلاٹ......'' رشنا قدرے پُرجوش انداز میں جذباتی ہو کر بولی۔

''اور ......اور اس نے کچھ نہیں بتایا؟'' نادانستہ توقیر کے منہ سے نکلا۔

''کیا......؟'' رشنا کے منہ سے حیرت سے نکلا۔

''آئی مین...... گفٹس کے بارے میں۔'' توقیر نے ذومعنی انداز میں پوچھا۔

''میں نے بتا تو دیا ہے۔ پرفیوم، کیک اور بوکے کے بارے میں...... آپ اور کون سے گفٹس کے بارے میں پوچھ رہے ہیں۔ کیا کوئی اور بھی......؟'' رشنا نے شرارت سے پوچھا۔

''نہیں......نہیں میں انہی کے بارے میں پوچھ رہا تھا۔'' توقیر جلدی سے بولا۔

''تھینک یو! توقیر بھائی...... آئی ایم پراؤڈ آف یو۔'' رشنا نے کہا تو وہ مسکرا کر کمرے سے باہر نکل گیا۔

☆☆☆

ردا کا آخری پیپر تھا اور وہ بہت خوش تھی کہ ایگزامز سے جان چھوٹی اور اب وہ جی بھر کر سوئے گی۔ نہ اب پیپرز کی ٹینشن ہوگی اور نہ کالج جانے کی فکر۔

''امی آج میں نے بہت سونا ہے۔ کوئی مجھے نہ اٹھائے۔'' اس نے کالج سے آکر ماں سے کہا۔ اس کی آنکھیں نیند اور تھکاوٹ سے بند ہو رہی تھیں۔

''بیٹا! کھانا کھا کر سو جانا۔'' خدیجہ بیگم نے محبت سے کہا۔

''نہیں امی...... مجھے صرف اور صرف سونا ہے۔'' وہ کہہ کر اپنے کمرے میں چلی گئی اور جیسے ہی بیڈ پر لیٹی تو اس کے موبائل پر کال آنے لگی، اس نے بیزاری سے ہیلو کہا تو دوسری جانب توقیر تھا۔

''سوری فار ڈسٹربنگ یو......بس میں تو آپ کے ایگزامز ختم ہونے کا شدت سے انتظار کر رہا تھا۔'' توقیر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''کیوں...... آپ کو میرے ایگزامز سے کیا کنسرن......؟'' ردا خشک لہجے میں بولی۔

''آپ کی ہر بات سے مجھے کنسرن ہے۔'' وہ مسکرا کر بولا۔

''کیوں......؟'' ردا نے چونک کر پوچھا۔

''اچھا یہ بتائیں آپ کو شاعری کی کتابیں کیسی لگیں......آئی مین میرا انتخاب......شاعری کے بارے میں......میں بہت choosy ہوں۔'' وہ بولا۔

''کون سی کتابیں......کیا میرے پاس اتنا ٹائم تھا کہ میں اپنی کورس کی کتابیں چھوڑ کر شاعری کی کتابیں پڑھتی اور ویسے بھی مجھے شاعری سے کوئی لگاؤ نہیں۔ زاہدہ نے شیلف میں لگا دی ہیں کسی روز وقت ملے گا تو دیکھ لوں گی۔'' اس نے منہ بنا کر بیزاری سے کہا۔

''ردا......آپ کے لہجے میں اتنی بیزاری کیوں ہے۔ کیا آپ...... میرے بارے میں کچھ محسوس نہیں کرتیں؟'' توقیر نے معنی خیز انداز میں پوچھا۔

”پلیز...... مجھ سے یہ فضول باتیں مت کریں...اور بتائیں آپ نے اس وقت فون کیوں کیا ہے؟“ وہ خفگی سے بولی۔

”ٹھیک ہے تو سنیں، مجھے آپ سے بہت محبت ہے، آپ کو پروپوز کرنا چاہتا ہوں اور اسی سلسلے میں......میں اپنے گھر والوں کو آپ کے ہاں بھیجنا چاہتا ہوں۔“ توقیر نے کہا تو ردا کو غصہ آگیا اور اس نے موبائل آف کرکے رکھ دیا۔ وہ کمرے کی لائٹ آف کرکے لیٹ گئی مگر نیند اب اس سے روٹھ چکی تھی۔ وہ بے چین ہو کر کروٹیں بدلتی رہی۔

☆☆☆

نیہا کی مہندی کی رسم کی تیاریاں سرِشام ہی شروع ہو چکی تھی۔ مہندی کا فنکشن ایک بہت بڑے ہوٹل میں ہونا تھا۔ گھر کے سب لوگ سہ پہر سے ہی تیاریوں میں مصروف تھے۔ ایمن نے یمنیٰ کا سوٹ نکال کر پریس کروا کر رکھ دیا تھا۔

”ایمن...... یمنیٰ کہاں ہے؟“ سدیدہ نے اس کے کمرے میں آکر پوچھا۔

”شہیر کے ساتھ کہیں گئی ہوگی......“ ایمن نے بے پروائی سے جواب دیا۔

”اچھا...... شہیر بھی گھر پر نہیں...... پھر دونوں کہیں گئے ہوں گے، آج صبح سے میں نے اسے نہیں دیکھا تو پریشان ہو گئی تھی۔“ آپا نے کہا تو ایمن بھی چونک گئیں۔

”ہاں میں نے بھی اسے صبح سے نہیں دیکھا ......شہیر کو فون کرکے پوچھیں کہ وہ کہاں ہے اور کیا یمنیٰ بھی اس کے ساتھ ہے؟“ ایمن نے پریشانی سے کہا۔

”ٹھیک ہے......میں اسے فون کرتی ہوں۔“

”ہیلو بیٹا! اس وقت کہاں ہو؟“ سدیدہ نے بیٹے کو فون کرکے پوچھا۔

”ممی! میں اپنے فرینڈز کے ساتھ بزی ہوں۔“ شہیر نے جواب دیا۔

”کیا یمنیٰ بھی تمہارے ساتھ ہے؟“ سدیدہ نے پوچھا۔

”نہیں تو......“ شہیر نے جواب دیا۔

”ہم لوگ تو یہی سمجھ رہے ہیں کہ وہ تمہارے ساتھ گئی ہے......تو پھر وہ کہاں ہے؟“ سدیدہ نے فکرمندی سے پوچھا۔

”آئی ڈونٹ نو......مما! بٹ اینی وے میں گھر آرہا ہوں، آپ لوگ پریشان مت ہوں۔“ شہیر نے کہہ کر فون بند کردیا۔

”آپا! کیا یمنیٰ شہیر کے ساتھ نہیں تو پھر وہ کہاں گئی؟ یہاں تو وہ کسی کو نہیں جانتی......آپ کی ساری گاڑیاں گھر پر ہی ہیں ناں؟“ ایمن نے پریشانی سے پوچھا۔

”نیچے ڈرائیور سے پوچھتی ہوں۔“ سدیدہ اور وہ نیچے آگئیں۔ ڈرائیور سے پوچھا تو معلوم ہوا کہ شہیر کی گاڑی کے علاوہ ساری گاڑیاں بھی گھر پر ہیں۔

”تو پھر وہ کہاں جاسکتی ہے؟“ ایمن نے فکرمندی سے سوچا اور اس کا موبائل نمبر ملایا مگر وہ آف جارہا تھا۔

”یا اللہ! میں کیا کروں؟ اس لڑکی کو کہاں ڈھونڈوں۔“ ایمن نے گھبرا کر کہا۔ گھر میں ہر طرف یمنیٰ کی گمشدگی کا ذکر ہونے لگا۔ شہیر بھی آگیا اور سدیدہ کے شوہر ظہیر بھی پریشان ہو کر اِدھر اُدھر تلاش کرنے لگے۔ ڈیفنس کے ایریے سے وہ کہاں غائب ہوسکتی ہے۔ وہ یقیناً خود ہی کہیں گئی ہوگی۔

”ظہیر بھائی آپ جمال کو فون کریں اور انہیں یمنیٰ کے بارے میں بتائیں۔“ ایمن نے روتے ہوئے کہا۔

”ایمن حوصلہ کرو...... پہلے ہمیں ڈھونڈ لینے دو پھر دیکھتے ہیں۔“ ظہیر نے انہیں سمجھایا۔

”ہائے میری بیٹی کہاں چلی گئی......“ ایمن کو اچانک ہول سا اٹھا۔ انہوں نے زور سے چیخ ماری اور بے ہوش ہوگئیں۔

(باقی آئندہ ماہ پڑھیں)

ناولٹ

کہیں دیپ جلے کہیں دل

قیصرہ حیات

دوسرا حصہ

”ظہیر...... آپ جمال بھائی کو فون کر دیں...... ایمن کی طبیعت بھی ٹھیک نہیں۔ اسے نیند کا انجکشن دے کر سلایا ہے اور تیمنی کا ابھی تک کوئی سراغ نہیں مل رہا۔ خدانخواستہ کچھ گڑبڑ ہوگئی تو سارا الزام ہم پر آئے گا کہ ہم نے انہیں انفارم کیوں نہیں کیا۔“ سدیدہ نے اپنے شوہر کو مشورہ دیتے ہوئے کہا۔

”ہاں...... تم کہہ تو ٹھیک رہی ہو۔ میں تو اسی لیے avoid کر رہا تھا کہ جمال گھبرا کر کوئی

ایموشنل اسٹیپ نہ لے لیں۔ آخر وہ بھی تو بہت اثر و رسوخ والے آدمی ہیں۔'' ظہیر نے پریشانی سے جواب دیا۔

''لیکن...... میرا خیال ہے اب کافی ٹائم گزر چکا ہے۔ مہندی کا فنکشن بھی ہم نے اسی لیے ملتوی کردیا...... سارا دن گزر گیا، اب رات کے بارہ بج رہے ہیں اور یمنیٰ کا کچھ پتا نہیں چل رہا۔ بہتر یہی ہے کہ آپ جمال کو ساری بات بتادیں۔'' سدیدہ نے شوہر سے اصرار کرتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے میرا موبائل پکڑاؤ۔'' ظہیر نے سائڈ ٹیبل پر رکھے موبائل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''ذرا طریقے سے بات کیجیے گا۔'' سدیدہ نے انہیں موبائل دیتے ہوئے کہا۔ ظہیر نے جمال کا نمبر ملایا مگر ان کا موبائل آف تھا۔ وہ بار بار نمبر ملاتے رہے مگر جواب ندارد......

''جمال کا موبائل آف ہے۔'' ظہیر نے مایوسی سے موبائل آف کرتے ہوئے کہا۔

''ظہیر...... کیوں ناں ہم پولیس میں رپورٹ لکھوادیں۔ آج کل شہر میں اتنے جرائم بڑھ رہے ہیں۔ خدانخواستہ کوئی ...... اللہ نہ کرے...... میرا تو سوچ، سوچ کر دل ہی دہل رہا ہے۔ میں نے تو نہ جانے کیا، کیا منتیں مانی ہیں کہ جیسے ہی یمنیٰ ملے گی ساری منتیں پوری کروں گی۔ پرائی امانت ہے، خیر سے اپنے گھر جائے۔'' سدیدہ نے فکرمندی سے کہا۔

''اولاد کو اتنا سرپھرا بھی نہیں ہونا چاہیے کہ ماں باپ سمیت دوسروں کو بھی اذیت میں ڈال دے۔ اب نیہا کی مہندی کی رسم کو اس کی خاطر ملتوی کرنا پڑا اور لوگوں کو انفارم کرنا کتنا مشکل ہوگیا تھا۔ یہ صرف اس لڑکی کی وجہ سے ہوا ہے۔'' ظہیر خفگی سے بولے۔

''ہاں، وہ ایسی ہی ہے...... مگر اب کیا، کیا جاسکتا ہے۔ ایمن خود اس کی وجہ سے بہت اپ سیٹ رہتی ہے۔ کس کو قصوروار ٹھہرائیں۔'' سدیدہ نے بہن کی طرف داری کرتے ہوئے کہا۔ نیہا کو یمنیٰ کا آنا ویسے ہی اچھا نہیں لگا تھا اور اب اس کی وجہ سے اس کا فنکشن ملتوی ہوگیا تو اسے رہ رہ کر اس پر غصہ آرہا تھا مگر وہ خاموش تھی کہ نہ جانے اس کے ساتھ کوئی حادثہ نہ ہوگیا ہو، شہیر بھی اسے ہر جگہ تلاش کررہا تھا مگر وہ کہیں بھی نہیں مل رہی تھی۔

☆☆☆

''آپ فکر مت کریں، آپ ٹھیک ہوجائیں گے۔'' یمنیٰ نے بیڈ پر لیٹے ہوئے شخص کو تسلی دیتے ہوئے کہا تو اس کی آنکھوں سے آنسو رواں ہوگئے۔

''آپ...... تو میرے لیے فرشتہ ثابت ہوئی ہیں۔ آپ اچانک کہاں سے آگئی تھیں اگر آپ مجھے سڑک سے اٹھا کر اسپتال نہیں لاتیں تو میں اب تک مرچکا ہوتا۔'' وہ روتے ہوئے بولا۔

''ہاں...... یہ تو آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں لیکن اگر میں وہاں نہ ہوتی تو کوئی اور آپ کو اسپتال لے آتا۔'' یمنیٰ نے صاف گوئی سے کہا تو وہ اس کی طرف دیکھتا رہ گیا۔

''آپ کی ان لڑکوں کے ساتھ کیا دشمنی تھی اور انہوں نے آپ کو کیوں مارا؟'' یمنیٰ نے حیرت سے پوچھا۔

''کچھ بھی نہیں، وہ مجھ سے موبائل چھین رہے تھے اور میں انہیں نہیں دے رہا تھا۔ بس انہوں نے مجھے مارنا شروع کردیا۔''

''تو آپ موبائل دے دیتے۔'' یمنیٰ نے کہا۔

''بڑی مشکل سے یہ سیکنڈ ہینڈ موبائل خریدا تھا، وہ بھی بہت ضرورت کے تحت...... کالج میں اپنی کلاسز اٹینڈ کرنے کے بعد میں ٹیوشنز پڑھانے جاتا ہوں اور موبائل پر اسٹوڈنٹس مجھے فون کرکے آنے یا نہ آنے کے بارے میں بتاتے ہیں۔ میں بہت مشکل سے اپنے گھر کا خرچ چلاتا ہوں۔ موبائل میری ضرورت ہے، لگژری نہیں۔ کاش وہ لڑکے اس بات کو سمجھتے...... یہ دیکھیے...... کیا یہ موبائل اس قابل ہے

کہ اسے چھینا جائے؟'' اس نے ایک انتہائی پرانا تھکا ہوا موبائل اپنی جیب سے نکال کر دکھایا۔

''اوہ گاڈ...... اس کے لیے انہوں نے آپ کو اتنا مارا۔'' یمنیٰ نے حیرت سے پوچھا۔

''ہاں۔'' وہ درد کی شدت سے کراہ رہا تھا۔

''آئی ایم سوری...... آپ کہاں رہتے ہیں؟ آئی مین آپ کے پیرنٹس کو میں انفارم کردوں۔'' یمنیٰ نے پوچھا۔

''میرے والدین حیات نہیں۔ میرے تین چھوٹے بہن بھائی ہیں جو اسکول جاتے ہیں، آپ انہیں انفارم کردیں۔ پریشان ہورہے ہوں گے لیکن آپ کیوں زحمت اٹھائیں گی۔ کاش میں اٹھ سکتا۔'' اس نے بے بسی سے اپنے سر پر ہاتھ پھیرا۔ اس کے تمام سر پر پٹیاں تھیں اور ہاتھ پاؤں پر بھی چوٹیں آئی تھیں۔ یہ خدا کا شکر تھا کہ کوئی سیریس قسم کی چوٹ نہیں آئی تھی۔

''آپ فکر نہیں کریں، مجھے کوئی پرابلم نہیں ہوگی۔ آپ مجھے اپنا ایڈریس دیجیے۔ میں ابھی جاکر انہیں انفارم کرکے دوبارہ آپ کے پاس آتی ہوں یا انہیں بھی ساتھ ہی لے آؤں گی۔ پریشان نہ ہوں سب ٹھیک ہوجائے گا۔'' وہ اس کے پاس سے اٹھتے ہوئے بولی۔

''آپ کا نام؟ سوری...... میں پوچھنا ہی بھول گیا۔''

''یمنیٰ جمال...... میں لاہور سے یہاں اپنی کزن کی شادی اٹینڈ کرنے آئی ہوں اور ڈیفنس میں ان کے ہاں ٹھہری ہوں۔'' یمنیٰ نے بتایا۔

''اور میں محسن رضا ہوں...... بی بی اے کا اسٹوڈنٹ ہوں۔ یہ ایڈریس نوٹ کرلیں اور میرے بہن بھائیوں کو انفارم کردیں۔ گھر میں فون بھی نہیں...... ورنہ آپ فون کرلیتیں۔ ایک منٹ...... یاد آیا...... میرے موبائل میں میرے ہمسایوں کا نمبر ہے آپ اس پر رنگ کرکے انہیں انفارم کرسکتی ہیں؟'' محسن رضا نے کہا اور یمنیٰ نے اس نمبر پر رنگ کرنے کے لیے اپنا موبائل نکالا تو محسن رضا دیکھ کر حیران رہ گیا۔ جدید ماڈل کا انتہائی خوب صورت اور قیمتی موبائل تھا۔ یمنیٰ نے بار بار نمبر ملایا مگر عدم ادائیگی کی وجہ سے وہ نمبر بند تھا۔

''میرا خیال ہے مجھے خود ہی جانا پڑے گا۔ نمبر آف ہے... اور اب میرے فون کی بیٹری بھی جارہی ہے۔'' وہ یہ کہتے ہوئے اٹھی۔ اس کا اے ٹی ایم کارڈ اس کے پاس تھا۔ سو اسے پیسوں کی مشکل نہیں ہوئی۔ اسپتال ڈیوز اس نے کریڈٹ کارڈ سے ادا کیے تھے بہت مشکل سے وہ محسن رضا کے گھر پہنچی۔ انتہائی پسماندہ علاقے میں دو کمروں کے چھوٹے سے مکان میں وہ داخل ہوئی تو غربت کا عالم دیکھ کر حیران رہ گئی۔ ٹوٹی اینٹوں کا فرش، دیواروں سے سفیدی کے بیٹر نہ جانے کب سے جھڑ جھڑ کر اپنے ہونے کا نشان چھوڑ چکے تھے۔ محسن کی چھوٹی بہن اور دو چھوٹے بھائی صحن میں ایک چارپائی پر بیٹھے تھے۔ یمنیٰ کو دیکھ کر سہم گئے۔

''تم لوگ گھبراؤ نہیں...... تمہارے بھائی کا ایکسیڈنٹ ہوگیا ہے اور وہ اسپتال میں ہے، اگر تم لوگ اسپتال میرے ساتھ چلنا چاہتے ہو تو چلو۔'' یمنیٰ نے کہا تو تینوں سہم کر ایک دوسرے کو یوں دیکھنے لگے جیسے انہیں اس کی بات پر یقین نہیں آرہا ہو۔

''مگر آپ کون ہیں اور انہیں کیسے جانتی ہیں؟'' لڑکی نے پوچھا۔

''میں تو صبح گھر سے واک کرنے نکلی تھی اور راستہ بھول کر دوسری سڑک پر چلی گئی۔ وہاں محسن کا لڑکوں کے ساتھ جھگڑا ہورہا تھا۔ میں نے جوڈو کراٹے سیکھا ہوا ہے۔ میں نے لڑکوں کو مار بھگایا اور ٹیکسی لے کر تمہارے بھائی کو اسپتال لے گئی۔'' یمنیٰ نے بتایا۔

''کیا آپ کو جوڈو کراٹے آتے ہیں؟'' سب سے چھوٹے لڑکے نے حیرت سے پوچھا۔

''ہاں......'' یمنیٰ نے مسکرا کر بتایا۔

''کیا آپ سب کو مار سکتی ہیں؟'' حیرانی سے بڑے لڑکے نے پوچھا۔

''ہاں......''

''کہاں سے سیکھا ہے آپ نے؟'' لڑکی نے پوچھا۔ تینوں اپنے بھائی کو بھول چکے تھے اور متجسس ہو کر یمنیٰ سے جوڈو کراٹے کے بارے میں پوچھ رہے تھے اور وہ بھی انہیں بتاتی جارہی تھی۔

''اب تم لوگوں کا کیا پروگرام ہے۔ تم لوگ اسپتال چلو گے یا نہیں؟'' یمنیٰ نے پوچھا تو تینوں پھر خاموش ہوگئے۔

''آخر کیا پرابلم ہے، تم لوگ جواب کیوں نہیں دیتے؟'' یمنیٰ نے پھر پوچھا۔

''آپ ہمیں اغوا کرنے تو نہیں آئیں۔ بھائی جان کسی کے بھی ساتھ جانے سے منع کرتے ہیں۔'' لڑکی نے ڈرتے ڈرتے کہا۔

''تمہارا کیا نام ہے......؟'' یمنیٰ نے مسکرا کر اس سے پوچھا۔

''میرا نام سمیرا...... یہ حسن ہے اور وہ احسن ہے؟'' لڑکی نے بھائیوں کے بھی نام بتائے۔

''سنو سمیرا...... کیا تمہیں میری شکل سے لگتا ہے کہ میں بچوں کو اغوا کرنے والی ہوں؟ ڈیئر ایسی بات نہیں تم اپنے بھائی سے فون پر بات کرسکتی ہو۔'' یمنیٰ نے محسن کا موبائل نمبر ملایا اور بچوں سے بات کرائی۔ شکر ہے ابھی اس کا فون چارجڈ تھا۔

''ٹھیک ہے ...... ہم آپ کے ساتھ چلتے ہیں۔'' سمیرا نے بھائی سے فون پر بات کرنے کے بعد کہا اور وہ بچوں کو ساتھ لے کر اسپتال آگئی۔ راستے میں اس نے بچوں اور محسن کے لیے پھل اور کھانا لیا اور بچوں کو راستے میں آئس کریم کھلائی۔ بچے اس کے ساتھ بہت خوش تھے اور جلد ہی گھل مل گئے۔

''بھائی آپ کو کیا ہوگیا ہے؟'' تینوں بہن بھائی محسن کو دیکھ کر اس سے لپٹ کر رونے لگے اور وہ حیرت سے انہیں دیکھتی رہی۔ وہ بھی روتا رہا۔

''پلیز یہ رونا دھونا بند کریں۔ کچھ نہیں ہوا۔ زندگی میں تو ایسے واقعات بھی ہو ہی جاتے ہیں۔ چلو پیچھے ہٹو اور اب میں سب کو کھانا نکال کر دیتی ہوں۔'' اس نے بچوں کو پیچھے ہٹایا تو وہ خاموش ہو کر بینچ پر بیٹھ گئے۔ یمنیٰ نے سب کو کھانا نکال کر دیا۔ محسن کے لیے وہ جوس بھی لائی تھی اسے جوس پلایا...... بچے مزے سے چکن تکے، پراٹھا کباب کھاتے رہے۔ ان کی آنکھوں کی چمک سے لگ رہا تھا کہ انہوں نے بہت عرصے بعد ایسا کھانا کھایا تھا اور وہ لمحہ بہ لمحہ حیرت سے انہیں دیکھ رہی تھی۔

''محسن اب ان بچوں کو گھر چھوڑ کر میں اپنے گھر جاؤں گی۔ رات کافی ہوچکی ہے، سارا دن گزر گیا ہے، میری مما پریشان ہورہی ہوں گی۔'' اس نے کہا۔

''تھینک یو، ویری مچ...... آپ نے میرے لیے اتنا کچھ کیا ہے کہ میرے پاس شکریہ کہنے کے لیے الفاظ بھی نہیں۔ کاش میں کچھ......'' جملہ ادھورا چھوڑ کر وہ رونے لگا۔

''پلیز! بی اسٹرونگ اینڈ بریو...... آپ اپنے بہن بھائیوں کے لیے جتنی محنت کررہے ہیں اِٹس ریئلی امیزنگ...... میں آپ سے مل کر بہت متاثر ہوئی ہوں۔ معلوم نہیں...... میں آپ سے دوبارہ ملنے آسکوں گی یا نہیں...... لیکن آپ ہمت نہیں ہاریں ...... جو دوسروں کے لیے زندہ رہتے ہیں اور ان کے لیے کوشش کرتے ہیں انہیں ہمیشہ اسٹرونگ ہونا چاہیے۔'' وہ مسکرا کر بولی۔

''تھینک یو...... آپ سے مل کر انسانیت پر یقین آگیا ہے۔ جب تک زندہ رہوں گا آپ کے لیے دعا کروں گا۔ کاش زندگی میں کبھی کسی موقع پر میں بھی...... سوری...... شاید میں کوئی بڑا بول بولنے لگا تھا۔ میری اتنی اوقات کہاں......؟ خیر...... بہت شکریہ......'' وہ نم آنکھوں سے اس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے بولا۔

''میں نے اسپتال ڈیوز سب ادا کردیے ہیں اور یہ کچھ پیسے ہیں انہیں رکھ لیجیے...... اور یہ میرا موبائل ہے۔ اسے بھی آپ رکھیں۔ سم میں نے نکال لی ہے۔ آپ چارجر اور نئی سم لے لیجیے گا۔'' وہ سب کچھ اس کے سرہانے تکیے کے نیچے رکھتے ہوئے بولی۔ بچے کاریڈور میں جاچکے تھے۔

''پلیز ...... نہیں......'' محسن نے اپنا ہاتھ سرہانے رکھے تکیے کی طرف بڑھایا جو اس کے ہاتھ سے ٹکرا گیا۔

''سوری......'' وہ گھبرا کر بولا۔

''کوئی بات نہیں۔'' یمنیٰ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''پلیز...... ایسا مت کریں...... آپ کے مجھ پر پہلے ہی بہت احسانات ہیں...... مزید شرمندہ نہ کریں۔'' محسن نے موبائل اور پیسے تکیے کے نیچے سے فوراً نکالنا چاہے تو یمنیٰ کے ہاتھ کے اوپر اس کا ہاتھ آگیا۔ محسن نے اس کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑ کر اپنی نم آنکھوں کے ساتھ لگایا اور اپنے کپکپاتے گرم لبوں سے اسے چوما۔ یمنیٰ گھبرا گئی اور ہاتھ کھینچ لیا۔

''یہ محبت ہے، عقیدت ہے یا احترام میں نہیں جانتا مگر میرے پاس آپ کو دینے کو سوائے اس احترام کے کچھ بھی نہیں ہے۔ میں آپ کی محبت کے قابل کہاں......؟ مگر عقیدت کا حق تو دیجیے۔'' محسن نے آہ بھرے لہجے میں روتے ہوئے کہا تو یمنیٰ مزید کچھ کہے سنے وہاں سے باہر نکل آئی۔ اس کا جسم بری طرح لرز رہا تھا۔ ایسا لمس اس نے زندگی میں پہلی بار محسوس کیا تھا اور اس کے اپنے جذبات اتھل پتھل ہورہے تھے۔ اس نے ٹیکسی لی اور بچوں کو گھر چھوڑنے گئی اور راستے میں سے انہیں بہت سی چیزیں خرید کردیں پھر انہیں گھر چھوڑنے کے بعد جب وہ خود گھر لوٹی تو رات کے بارہ بج چکے تھے۔ سب اسے دیکھ کر حیران رہ گئے۔ ظہیر اور سدیدہ گھبرا کر اس کی طرف لپکے۔

تعریف

''سنا ہے کہ بے وقوف اور غبی مردوں کی بیویاں حسین ہوتی ہیں۔'' شوہر نے کتاب پڑھتے پڑھتے اپنی زوجہ سے کہا۔

''آپ بڑے وہ ہیں۔'' بیوی نے اٹھلا کر کہا۔ ''ہر وقت میری تعریف کرنے کا کوئی نہ کوئی بہانہ تلاش کرتے رہتے ہیں۔''

خود پسندی

شوہر نے کہا۔ ''سنتے آئے ہیں کہ خوب صورت عورتیں عام طور سے کم عقل ہوتی ہیں، چالاک مرد آسانی سے انہیں بے وقوف بنالیتے ہیں۔''

''بالکل ٹھیک سنا ہے تم نے!'' بیوی نے تیزی سے کہا۔ ''میں کم عقل نہیں ہوتی تو کبھی تمہارے پلّے سے نہ بندھی ہوتی۔''

مرسلہ: سعدیہ سرفراز، کراچی

''یمنیٰ بیٹا! تم...... تم کہاں تھیں! اور اس وقت......؟'' اس کے بکھرے بال اور تھکاوٹ کے آثار چہرے پر دیکھتے ہوئے سدیدہ بھاگ کر اس کی طرف گئیں اور بے صبری سے پوچھنے لگیں۔

''میں ٹھیک ہوں، مما کہاں ہیں؟'' وہ قدرے بے پروائی سے بولی۔

''وہ تمہاری وجہ سے اتنی زیادہ اپ سیٹ تھی کہ اسے نیند کا انجکشن دے کر سلادیا ہے اور تم کہاں چلی گئی تھیں؟ سب لوگ بہت پریشان تھے۔'' سدیدہ نے کہا۔

''ایک ایکسیڈنٹ ہوگیا تھا......'' وہ پُرسکون لہجے میں بولی۔

''کیا...... تمہارا ایکسیڈنٹ......!'' ظہیر نے اسے سرتاپا دیکھتے ہوئے حیرانی سے پوچھا۔

"میرا نہیں کسی اور کا...... اور میں اسے لے کر اسپتال گئی تھی۔" اس نے بے پروائی سے بتایا۔

"تمہیں معلوم ہے تمہاری اس حرکت کی وجہ سے ہم سب کو کتنا نقصان اٹھانا پڑا۔ نیہا کی مہندی کی رسم ملتوی کرنا پڑی...... سارا پروگرام ڈسٹرب ہوگیا۔ مہمانوں کو کیسے کیسے انفارم کرنا پڑا۔ تمہیں شاید اس کا اندازہ نہیں۔" ظہیر غصے سے بولے' پاس کھڑی نیہا کا چہرہ بھی غصے سے سرخ ہو رہا تھا۔

"فنکشن ملتوی کرنے سے کیا کوئی قیامت آ گئی تھی۔ وہاں کسی کی جان مصیبت میں تھی اور ویسے بھی لوگوں نے یہاں فیشن کر کے دوسروں کا مذاق اڑانے آنا تھا۔ اچھا ہی ہوا وہ اسٹوپڈ لوگ نہیں آئے۔" وہ منہ بنا کر بولی تو سب حیرت سے اسے دیکھنے لگے۔

"یہ تم کیا کہہ رہی ہو، تمہاری وجہ سے ہمارا اتنا نقصان ہوا اور تمہیں رتی برابر پروا نہیں۔" ظہیر بدستور غصے میں تھے۔

"انکل! آپ کہنا کیا چاہتے ہیں...... آپ میں تو ذرا بھی انسانیت نہیں...... میں آپ کو بتا رہی ہوں کہ کوئی بہت مصیبت میں تھا اور میں اس کی مدد کر رہی تھی اور آپ کو اپنے نقصان کی فکر ہے۔ سوری میری وجہ سے آپ لوگ پریشان ہوئے...... لیکن اب میں یہاں مزید نہیں رکوں گی۔ میں ابھی ڈیڈی کو فون کرتی ہوں کہ وہ میری سیٹ کنفرم کرائیں۔ میں واپس جا رہی ہوں' یہاں رک کر میں آپ لوگوں کو مزید مصیبت میں نہیں ڈالنا چاہتی۔" یمنیٰ نے فوراً فیصلہ کیا تو سب اس کا منہ دیکھتے رہ گئے۔

"یمنیٰ بیٹے...... ایسا نہیں کرو، تمہارے انکل کا ہرگز یہ مطلب نہیں تھا۔" سدیدہ نے جلدی سے اسے اپنے ساتھ لگا کر کہا مگر اس نے انہیں پیچھے ہٹایا اور لینڈ لائن سے نمبر ملانے لگی۔

"ڈیڈی...... میری سیٹ کنفرم کرا دیں...... میں صبح ہی واپس آنا چاہتی ہوں...... ہاں موسم اچھا نہیں ہے، میری طبیعت بھی ٹھیک نہیں...... رائٹ...... تھینک یو......" اس نے فون بند کیا اور سب حیرت سے اسے دیکھتے رہ گئے۔ وہ سیڑھیاں چڑھتی اوپر چلی گئی۔ ظہیر اور سدیدہ پریشان ہو کر صوفے پر بیٹھ گئے۔

"اگر میری ایسی اولاد ہو تو جوتے مار مار کر ٹھیک کر دوں۔" ظہیر نہایت غصے سے دانت کچکچا کر بولے۔

"پلیز...... آپ غصہ نہ کریں...... جمال کے لاڈ پیار نے اسے بگاڑ کر رکھ دیا ہے۔" سدیدہ نے شوہر کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔ اسی لمحے فون کی گھنٹی بجی تو ظہیر نے فون اٹھایا۔ دوسری جانب جمال تھے۔

"ظہیر بھائی...... یمنیٰ کی سیٹ کنفرم ہوگئی ہے اسے بتا دیجیے گا۔" جمال نے کہا۔

"وہ...... دراصل۔" ظہیر کو سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کہے۔

"ظہیر بھائی...... آپ فکر نہ کریں، میں سب سمجھتا ہوں، یقیناً یمنیٰ نے کوئی ایسی ویسی بات کی ہوگی اور اب وہ ناراض ہو کر وہاں مزید رکنا نہیں چاہتی۔ آپ لوگ بے فکر رہیے۔ میں اپنی بیٹی کو اچھی طرح سمجھتا ہوں۔ مجھے آپ لوگوں سے کوئی شکوہ شکایت نہیں لیکن میں جب اس سے ناراض ہو کر اس کی بات نہیں مانتا تو اکثر پرابلمز کا شکار ہو جاتا ہوں۔ اس لیے مجھے اس کی بات ماننا پڑتی ہے۔" جمال نے وضاحت کی۔

"تھینک یو...... کہ...... تم سچویشن کو سمجھ گئے۔" ظہیر نے قدرے سکون سے کہا۔

"ڈونٹ یو وری...... بس آپ اسے واپس بھیج دیجیے گا۔ خدا حافظ!" جمال نے مسکراتے ہوئے کہا تو ظہیر نے فون رکھ کر سدیدہ کی طرف دیکھا۔

"ایسے عجیب باپ، بیٹی میں نے آج تک نہیں دیکھے۔" ظہیر نے حیرت سے کہا۔

"جمال کیا کہہ رہے تھے؟" سدیدہ نے پوچھا۔

"یہی کہ وہ اپنی بیٹی کو اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ اس لیے ہم سے انہیں کوئی شکایت نہیں...... اور یہ کہ اس کی سیٹ کنفرم ہوگئی ہے۔ صبح اسے واپس بھیج دیں۔" ظہیر نے بتایا۔

"شکر کروں گی میں جب یہ لڑکی واپس جائے گی۔ ورنہ ساری شادی بھر اس نے ٹینشن ہی پھیلائی تھی۔ سچ، ایمن کی ہمت ہے جو اسے سنبھالے ہوئے ہے۔" سدیدہ نے آنکھیں گھماتے ہوئے آہ بھر کر کہا۔

☆☆☆

صبح ایمن جاگیں... تو یمنیٰ واپسی کی تیاری کر رہی تھی۔

"ت...... تم...... کہاں جا رہی ہو؟" ایمن نے اسے پیکنگ کرتے دیکھ کر حیرت سے پوچھا۔

"واپس...... لاہور......" اس نے پُرسکون لہجے میں جواب دیا۔

"مگر...... کیوں......؟ اور کل تم کہاں چلی گئی تھیں؟" ایمن اب غصے سے پوچھنے لگیں۔

"بس...... اب میں یہاں نہیں رکنا چاہتی...... میرا یہاں دل نہیں لگ رہا...... آپ شادی اٹینڈ کر کے آ جائیے گا۔" یمنیٰ نے سرسری انداز میں کہا۔

"یمنیٰ...... تم کیا کچھ کر لی ہو، تم نے تو میری جان کو عذاب میں ڈال رکھا ہے۔" ایمن نے غصے سے چلاتے ہوئے کہا۔

"مما! آپ کیوں fuss کر رہی ہیں۔ میں پہلے ہی اس شادی میں نہیں آنا چاہتی تھی۔ آپ نے زبردستی کی تھی۔" وہ بیگ کی زپ بند کرتے ہوئے بولی۔

"اور تم نے بھی اپنی ضد پوری کر کے چھوڑی۔ یہاں آ کر اب واپس جا رہی ہو۔" ایمن نے بھی اس کی غلطی جتائی۔

"ہاں' جا رہی ہوں۔" یمنیٰ نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا تو ایمن اسے صرف گھور کر رہ گئیں...... اور یمنیٰ بیگ لے کر کمرے سے نکل گئی۔

☆☆☆

دن کے بارہ بج رہے تھے اور شمیلہ لاؤنج میں مزے سے بیٹھی ناشتا کرنے میں مصروف تھی۔ سلائس پر جیم لگا کر وہ ٹی وی پر میوزک بھی انجوائے کر رہی تھی۔ جبھی ریحانہ قدرے غصے میں کچن سے نکل کر آئیں، آواز آہستہ کی اور شمیلہ سے مخاطب ہوئیں۔

"شمیلہ! یہ تمہاری کیا روٹین ہے؟ بارہ بجے اٹھ کر ناشتا کرنا...... ذرا سا فارغ ہونا تو پینٹنگ کرنے بیٹھ جانا یا پھر میوزک سنتے رہنا۔" ریحانہ نے خفگی سے بیٹی کی طرف دیکھ کر کہا۔

"مما...... آپ کو اعتراض کس بات پر ہے۔ مجھ پر یا میری ایکٹوٹیز پر؟" شمیلہ نے منہ بنا کر کہا۔

"دیکھو بیٹا...... گھر میں سکون رہے تو اس کے لیے گھر کے ہر فرد کو ذمے داریاں نبھانی چاہئیں۔" وہ شمیلہ کے قریب کرسی پر بیٹھ کر اسے سمجھاتے ہوئے بولیں۔

"کیا کروں میں؟ جو کام کرتی ہوں، نفیسہ بھابی اس میں نقص نکالتی ہیں۔ ان جیسی سگھڑ تو کوئی ہے ہی نہیں۔ جائیں پھر خود کام کریں۔ میں کیوں کروں۔" شمیلہ کافی غصے سے بولی۔

"شمیلہ...... شمیلہ اس طرح گھروں میں گزارے نہیں ہوتے۔ جب سب ایک دوسرے سے مقابلے کے لیے ڈٹ جائیں۔ کیا مطلب! اب تم نے کوئی کام ہی نہیں کرنا۔" ریحانہ غصے سے جھنجلا کر بولیں۔

"ہاں...... تو کیوں کروں؟" شمیلہ بدستور غصے میں تھی۔

"چھوڑ دو اپنی ضدیں...... شادی کے بعد جانے کیا کرو گی۔ اگر آپا کو تمہاری حرکتوں کا پتا چل جائے تو کبھی تمہیں بہو نہ بنائیں۔" ریحانہ بیٹی کو سمجھاتے ہوئے بولیں۔

''اچھا تو مجھے بہو بنا کر وہ احسان کر رہی ہیں۔'' شمیلہ نے خفگی سے منہ بنا کر کہا۔
''احسان نہیں تو اور کیا ہے...... ہمارے اور ان کے اسٹیٹس میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ وہ تو شاید اپنے مرحوم شوہر کی خواہش پوری کر رہی ہیں۔ اللہ بخشے وہ تم سے بہت پیار کرتے تھے ...اور بچپن میں ہی تمہیں فہام کے لیے مجھ سے مانگ لیا تھا۔'' ریحانہ آہ بھر کر... بہنوئی کو یاد کرتے ہوئے کہنے لگیں۔
''جی نہیں...... وہ مجھے اس لیے بہو بنا رہی ہیں کہ میں فہام کی پسند اور اس کی محبت ہوں۔'' شمیلہ قدرے اکڑ کر فخریہ انداز میں کہنے لگی۔
''میرا تو دل چاہتا ہے آپا کو تمہاری ساری حرکتیں بتا دوں۔''
''یہ شوق بھی پورا کرلیں۔'' شمیلہ بولی۔
''ماں ہوں، اس لیے چپ ہوں۔'' ریحانہ نے آہ بھر کر جواب دیا۔
''زندگی عذاب میں ڈال رکھی ہے۔ ہر وقت نصیحتیں...... گلے اور شکوے۔'' شمیلہ غصے سے ناشتا چھوڑ کر بولی اور وہاں سے چلی گئی۔
''یا اللہ! اس کو ہدایت دے اور میری آپا کے حال پر رحم فرما۔ نہ جانے یہ لڑکی کیا گل کھلائے گی۔'' ریحانہ پریشانی سے دعا کرتے ہوئے بولیں۔

☆☆☆

خدیجہ کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی اور وہ بیڈ پر لیٹی ہوئی تھیں۔ ریحانہ پاس بیٹھی پریشانی سے ان کی طرف دیکھ کر باتیں کرنے لگیں۔
''آپا! بہت دنوں سے آپ کو دیکھنے کا دل چاہ رہا تھا مگر یہاں آ کر آپ کی اتنی خراب طبیعت دیکھ کر میں تو پریشان ہی ہو گئی ہوں۔'' ریحانہ نم آنکھوں سے خدیجہ کا ہاتھ پکڑتے ہوئے بولیں۔
''ارے...... ریحانہ آج کل تو طبیعت ایسی ہی رہتی ہے۔ صبح ٹھیک تو شام کو خراب...... تم پریشان مت ہو...... بس بی پی ہائی ہو گیا ہے۔ ٹھیک ہو جاؤں گی......'' وہ چھوٹی بہن کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے بولیں۔ ریحانہ اپنی بیٹی شمیلہ کے ساتھ انہیں دیکھنے آئی تھیں۔ ریحانہ نے آتے ہی شمیلہ کو کچن میں بھیج دیا تھا کہ جا کر ردا کا ہاتھ بٹالو۔ شمیلہ ٹرے میں جوس کا گلاس رکھ کر خدیجہ کے لیے لائی۔
''میری جان...... تم نے کیوں تکلیف کی۔'' خدیجہ آپا محبت سے اس کی طرف دیکھ کر بولیں۔
''خالہ جان! تکلیف کیسی......؟'' شمیلہ نے مسکرا کر جواب دیا۔
''آپا...... میں تو چاہتی ہوں، شمیلہ آپ کی بہو بن کر آئے تو آپ کی بہت زیادہ خدمت کرے۔'' ریحانہ نے مسکرا کر بیٹی کی طرف دیکھ کر کہا اور دل ہی دل میں گہری آہ بھری۔
''نہ بھئی...... میں اپنی بہو سے کوئی کام نہیں کراؤں گی۔ میری تو یہ لاڈلی بہو ہوگی۔'' خدیجہ مصنوعی خفگی سے بولیں۔ وہ مسکرانے لگی۔
''سچ بتاؤں...... میں نے شمیلہ اور ردا میں کبھی فرق ہی نہیں سمجھا...... دونوں کو ایک جیسا ہی سمجھتی ہوں۔'' انہوں نے محبت سے شمیلہ کے سر پر پیار دیتے ہوئے کہا۔
''آپا! یہی بات سوچ کر تو میں خوش ہوتی ہوں کہ میری بیٹی کسی غیر کے گھر میں نہیں جا رہی...... آپ تو شمیلہ کو مجھ سے بھی بڑھ کر چاہتی ہیں۔'' ریحانہ خوش ہو کر بولیں۔
''کیوں نہ چاہوں...... میری بیٹی ہے ہی اتنی اچھی۔'' وہ مسکرا کر شمیلہ کی طرف دیکھ کر بولیں تو شمیلہ نے مسکرا کر خالہ کو دیکھا۔
''شمیلہ میں نے تمہارے لیے ایک سوٹ خریدا ہے۔ ٹھہرو میں دکھاتی ہوں۔'' وہ بہ مشکل بیڈ سے اٹھتے ہوئے بولیں مگر ان سے اٹھا نہیں گیا۔
''آپ کیوں اٹھ رہی ہیں خالہ، مجھے بتائیں۔'' شمیلہ نے جلدی سے آگے بڑھ کر انہیں بٹھاتے ہوئے کہا۔ خدیجہ اسے وارڈروب کے

بارے میں بتانے لگیں تو وہ اسے کھول کر سوٹ نکالنے لگی۔
''اف...... خالہ جان اتنا پیارا سوٹ!'' وہ انتہائی خوش ہوکر بولی۔
''تمہیں پسند آیا؟'' وہ خوش ہوکر پوچھنے لگیں۔
''جی ہاں، بہت زیادہ......اس نے مسکرا کر جواب دیا۔''
''جاتے ہی سلوا لینا اور اگلی بار پہن کر آنا۔'' خدیجہ آپا نے پیار سے کہا۔
''جی ضرور......تھینک یو۔'' اس نے مسکرا کر کہا۔
''بیٹا' ماں کو شکریہ نہیں کہتے۔'' وہ مسکرا کر شمیلہ کو چومتے ہوئے بولیں تو شمیلہ بھی مسکرا دی۔

☆☆☆

خدیجہ! شمیلہ کو اپنے سب سے بڑے اور چہیتے بیٹے فہام کی دلہن بنانے جارہی تھیں اوران کے دل میں شمیلہ کے لیے جتنی محبت اور چاہت تھی شاید شمیلہ اس کا کبھی اندازہ بھی نہیں کرسکتی تھی ......اور ردا بھی اکلوتی نند ہونے کے ناتے اس سے بہت محبت کرتی تھی ایک تو وہ تھی بھی خالہ زاد...... اپنی ہر چھوٹی بڑی بات اس کے ساتھ شیئر کرتی۔ فہام تو اسے چاہتا ہی بہت تھا۔ حاتم اور عاصم کے ساتھ بھی اس کی دوستی تھی۔ اتنی ساری محبتوں کو دیکھ کر ریحانہ کا دل خوشی سے پھولے نہیں سماتا۔ انہیں اپنی بیٹی بہت خوش قسمت لگتی جو خوب صورت محبت کدے میں جارہی تھی مگر شمیلہ کا مزاج قدرے مختلف تھا۔ وہ اتنی ساری محبتوں کو اپنی خوش قسمتی سے زیادہ اپنی اہلیت اور قابلیت سمجھتی......اس کا خیال تھا کہ اسے جو اتنی محبتیں مل رہی ہیں، وہ ان کی اہل ہے۔ یونہی تو کوئی کسی سے محبت نہیں کرتا ناں اور اس خیال نے اس کے دل میں قدرے نخوت غرور اور خودغرضی کے جذبات پیدا کردیے تھے۔ وہ سسرال کی محبتوں کو خاطر میں نہ لاتی۔ اس کی بھابی نفیسہ قدرے تیز طرار عورت تھی اور اپنی تیز فطرت کے باعث اپنے شوہر سلمان کو پوری طرح اپنی گرفت میں لے رکھا تھا۔ سلمان شمیلہ کا بڑا بھائی تھا۔ ریحانہ نے جلدی اس کی شادی کردی تھی، وہ ایک پرائیوٹ فرم میں جاب کرتا تھا۔ پانچ سال شادی کو ہوچکے تھے اوران کے ہاں ابھی تک کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی۔ نفیسہ آئے روز بیمار رہتی......اور نند شمیلہ اس کی بیماریوں کو اس کی ایکٹنگ کا نام دیتی تھی جس کے ذریعے اس نے سلمان کو اپنے چکروں میں جکڑ رکھا تھا۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر نند بھاوج میں نوک جھوک چلتی رہتی اور جب بات سلمان تک پہنچتی تو وہ اپنا غصہ ماں پر نکالتا اور کہتا کہ انہوں نے ہی شمیلہ کو اتنی چھوٹ دے رکھی ہے۔ وہ بیٹی کو ڈانٹتیں تو وہ مزید ہائپر ہوجاتی اور یوں گھر کا ماحول قدرے ناخوشگوار رہتا۔

سلمان ماں کے کمرے میں ان کے پاس بیٹھا تھا۔ اس نے اپنے والٹ میں سے چند ہزار روپے نکال کر گن کر انہیں دیے۔
''بس اتنے سے پیسے؟'' ریحانہ نے گہری سانس لے کر پیسے گنتے ہوئے کہا۔
''ہاں......اس ماہ نفیسہ کی طبیعت ٹھیک نہیں رہی تھی تو اس پر کافی خرچ ہوگیا۔'' سلمان منہ بنا کر بولا۔
''لیکن بیٹا! اتنے سے پیسوں میں گھر کا خرچ کیسے چلے گا؟'' ریحانہ پریشانی سے بولیں۔
''مما! میری تنخواہ میں سے جو بچا ہے، وہ میں نے آپ کو دے دیے۔ اب اور کہاں سے لاؤں؟'' سلمان خفگی سے بولنے لگا۔
''وہ تو ٹھیک ہے مگر گھر کے اخراجات بھی تو بہت زیادہ بڑھ گئے ہیں۔'' وہ ہونٹ سکوڑتے ہوئے بولیں۔
''اخراجات بڑھانے سے بڑھتے ہیں۔'' سلمان منہ بناتے ہوئے بولا۔
''کیا مطلب ہے تمہارا؟'' ریحانہ نے چونک کر کہا۔
''مما! آپ ذرا شمیلہ پر بھی چیک رکھا

کریں۔ وہ بھی بہت فضول خرچیاں کرتی ہے۔'' وہ طنزیہ انداز میں بولا۔
''لیکن شمیلہ جو کچھ کرتی ہے، باپ کی پنشن سے کرتی ہے تم سے تو اس نے کبھی کچھ نہیں مانگا۔'' ریحانہ انتہائی حیرت سے اسے دیکھ رہی تھیں۔
''اگر وہ اپنی فضولیات پر خرچ نہ کرے تو وہی پیسے گھر میں کام آسکتے ہیں۔ کوئی جاب ہی کرلے۔'' سلمان منہ بنا کر بولا تو دودھ کا گلاس لے کر آتی ہوئی شمیلہ، بھائی کی باتیں سن کر چونکی اور فوراً کہنے لگی۔
''آپ کو میری فضولیات کی خبر ہے اور اپنی بیوی کا کچھ پتا نہیں جو آئے دن نت نئے ڈریسز بنواتی رہتی ہیں۔'' وہ خفگی سے بھائی کی طرف دیکھ کر لڑنے والے انداز میں بولی۔
''میں......مما سے بات کررہا ہوں۔'' سلمان نے غصے سے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔
''شمیلہ! تم خاموش رہو۔'' ریحانہ نے گھبرا کر بیٹی کی طرف دیکھ کر کہا اور سلمان خفگی سے اسے دیکھتا ہوا باہر چلا گیا۔
''مما! آپ بھی انہی کا ساتھ دیتی ہیں۔ ان کے سامنے کبھی میرے فیور میں نہیں بولتیں۔'' شمیلہ نم آنکھوں سے ماں کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔
''بیٹا! عورت کی بادشاہی اس کے شوہر کی وجہ سے ہوتی ہے۔ جب وہ نہ رہے تو اس کی حیثیت اس ملازم کی سی ہوتی ہے جس کے پاس اختیار ہوتا بھی ہے اور نہیں بھی اور وہ وقت اسے ہی خاموشی سے گزارنا ہوتا ہے جیسے میں گزار رہی ہوں۔'' وہ ایک گہری سانس لے کر آہ بھر کر بولیں اور اپنی نم آنکھوں کو صاف کرنے لگیں۔
''مگر میں کیوں ان کی باتیں سنوں؟'' شمیلہ نے غصے سے کہا۔
''بیٹا......زیادہ تُو تکار سے گھر کا سکون برباد ہوتا ہے۔ عافیت خاموشی میں ہی ہے۔ بس تم عزت سے اپنے گھر رخصت ہوجاؤ تو میں خدا کا شکر ادا کروں۔'' ریحانہ نے آہ بھر کر کہا تو وہ پاؤں پٹختے ہوئے وہاں سے چلی گئی۔ شمیلہ اپنے کمرے میں بیڈ پر اوندھے منہ لیٹی تھی اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے اسی لمحے اس کا موبائل بجنے لگا تو وہ نم آنکھوں سے موبائل کو دیکھنے لگی اور جلدی سے آنسو صاف کرکے اپنے موڈ کو نارمل کرنے لگی۔ دوسری جانب فہام نے قدرے خوشگوار موڈ میں ہیلو کہا تو وہ ایک دم ٹھیک ہوگئی۔
''ارے بھئی......کہاں گم ہو، اتنی دیر کے بعد فون اٹھایا۔'' فہام مسکراتے ہوئے بولا۔
''وہ......میں واش روم میں تھی۔'' شمیلہ گلا کھنکھار کر صاف کرتے ہوئے بولی۔
''بس تم جلدی سے تیار ہوجاؤ۔ آج ہم سب بیچ پر جارہے ہیں۔'' فہام نے مسکراتے ہوئے کہا۔
''لیکن...... میں؟وہ کچھ کہنا چاہتی تھی کہ فہام اس کی بات کاٹ کر بولا۔
''کوئی ایکسکیوز نہیں سنوں گا، سمجھیں تم۔ آج ہم خوب انجوائے کریں گے۔'' فہام نے مسکرا کر سرگوشی میں کہا تو شمیلہ کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔
''اب تم تیاری کرو، میں آکر بیل دوں گا تو گھر سے باہر آجانا......بی کوئیک...... اوکے۔'' فہام جلدی سے بولا۔
''اوکے......'' شمیلہ مسکرا کر بولی اور فون بند کرکے اپنی نم آنکھوں کو رگڑتے ہوئے وارڈ روب کی طرف چلی گئی۔

موسم بہت زیادہ خوشگوار ہورہا تھا۔ ردا، حاتم اور عاصم پانی میں کھیل رہے تھے وہ اپنے ساتھ گیند اور فرزبی لائے تھے جبکہ شمیلہ اور فہام ننگے پاؤں ریت پر چلتے ہوئے خوشگوار موڈ میں باتیں کررہے تھے۔ عاصم نے گیند کافی فاصلے پر پھینکی تو ردا کو لینے کے لیے بھیجا۔ اس نے وہاں کچھ لوگوں کو اونٹ کی سواری کرتے دیکھا تو خوشی سے چلّانے لگی۔

"حاتم بھائی میں نے کیمل رائیڈنگ کرنی ہے۔"
"نہیں بھئی..... تم گر گئیں تو فہام بھائی سے میری شامت آجائے گی۔" حاتم منہ بنا کر بولا۔
"عاصم بھائی! پلیز......" اب ردا، عاصم کی طرف دیکھ کر بولی۔
"نہیں بھئی...... پچھلی بار تم گر گئی تھیں پھر مما اور فہام بھائی سے میں نے جتنی ڈانٹ کھائی تھی وہ مجھے ابھی تک یاد ہے۔" عاصم بڑی صاف گوئی سے بولا۔
"مجھے نہیں پتا...... مجھے تو کیمل رائیڈنگ کرنی ہے۔"
"گڑیا...... تم پچھلی بار بھی گر گئی تھیں۔" فہام نے نرمی سے سمجھاتے ہوئے ردا سے کہا تو شمیلہ نے چونک کر دونوں کو دیکھا۔
"اب نہیں گروں گی۔" ردا نے معصومیت سے کہا تو فہام کے چہرے پر مسکراہٹ پھیلنے لگی۔
"اب یہ ایسے نہیں مانے گی...... میں ابھی آیا۔" فہام نے شمیلہ کی طرف دیکھ کر کہا۔
شمیلہ وہیں کھڑی دونوں کو دیکھنے لگی۔
"چلو......" فہام، ردا سے بولا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر لے گیا اور اسے ایک اونٹ پر بٹھا دیا۔ ردا بہت خوش تھی لیکن اونٹ جب چلنے لگا تو وہ چیخیں مارنے لگی۔
"فہام بھائی...... بچائیں......" ردا چلاتے ہوئے کہہ رہی تو فہام تقریباً اسے پکڑ کر اس کے ساتھ چلنے لگا۔ حاتم اور عاصم بھی قہقہے لگانے لگے۔ شمیلہ آہ بھر کر حسرت بھری نظروں سے ردا کو دیکھنے لگی۔
"ردا...... کتنی لکی ہے۔ اس کے بھائی اس پر جان چھڑکتے ہیں۔" شمیلہ نے نم آنکھوں سے بڑی حسرت سے سوچا۔ "اور میرا بھائی مجھ سے جان چھڑانا چاہتا ہے۔" آہ بھر کر سوچتے ہوئے اس کی آنکھیں چھلک گئیں۔ حاتم اور عاصم بھی بھاگتے ہوئے آئے اور اونٹ کے ساتھ چلتے ہوئے ردا اور فہام کا مذاق اڑانے لگے مگر فہام، بہن کو دیکھ کر خوش ہو رہا تھا۔ عاصم اپنا کیمرا نکال کر ان کی تصویریں بنانے لگا اور سب خوب انجوائے کرنے لگے مگر شمیلہ کے چہرے پر حسرت اور اب خفگی کے تاثرات نمایاں ہونے تھے۔ وہ ردا کو جب بھی بھائیوں کے ساتھ اور خاص طور پر فہام کے ساتھ دیکھتی تو اس کے دل میں نہ چاہتے ہوئے بھی حسد کے جذبات پیدا ہونے لگتے مگر وہ کسی طرح ظاہر نہ کرتی۔ ردا سے ہمیشہ مسکرا کر ملتی۔ اس کے ناز نخرے اٹھاتی کیونکہ وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ فہام کی جان ردا میں ہے اور ردا کو ناراض کرنے کا مطلب فہام کو ناراض کرنا تھا اور فہام کی ناراضی وہ کسی صورت برداشت نہیں کر سکتی تھی۔
فہام اپنی فیملی کے بارے میں بہت زیادہ کانشس اور کیئرنگ تھا۔ اس لیے شمیلہ نے کمالِ ہوشیاری سے کبھی اپنے اندر کے جذبات کو ان پر ظاہر نہ ہونے دیا۔ وہ اس وقت کا انتظار کر رہی تھی جب فہام پوری طرح اس کے قبضے میں آجائے۔

☆☆☆

محسن رضا ٹھیک ہو کر گھر آیا تو اس کا دل کہیں کھو گیا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے اس کی کوئی شے کھو گئی ہو۔ اس کا نہ تو اپنی پڑھائی میں دل لگتا اور نہ ہی بچوں کو پڑھانے کو دل چاہتا۔ وہ بات کسی اور سے کر رہا ہوتا اور ذہن میں یمنیٰ ہوتی۔ بستر پر لیٹ کر آنکھیں بند کرتا تو یمنیٰ کی موجودگی اسے اپنے آس پاس محسوس ہوتی۔ دل ایک ایسے احساس سے دوچار ہو رہا تھا جو تکلیف دہ بھی تھا اور مسرور کن بھی...... جو دل کو خوشی بھی دیتا تھا اور آہیں بن کر تکلیف بھی...... وہ اس کے دیے ہوئے موبائل کو بار بار نکال کر دیکھتا رہتا۔ اسے مضبوطی سے تھام کر یمنیٰ کے ہاتھوں کا لمس محسوس کرتا...... کبھی اسے اپنی بند آنکھوں سے لگاتا تو کبھی دل کے ساتھ...... کبھی کبھی اسے اپنی حرکتیں بے حد عجیب لگتیں۔ وہ خود اپنے آپ کو دیوانہ کہتا...... کبھی بے وقوف اور کبھی پاگل...... جو کچھ بھی تھا وہ اب اپنے آپ کو نارمل نہیں سمجھ رہا تھا۔ کبھی کبھی اسے یقین نہ آتا کہ اتنے امیر

کبیر خاندان سے تعلق رکھنے والی لڑکی اس قدر اچھی اور مخلص بھی ہو سکتی ہے۔ اسے اس کی سیاہ رنگت کہیں نظر نہ آتی۔ اسے تو اس کی اچھائی اور انسان دوستی سے پیار ہو گیا تھا۔ وہ ایک خوب صورت یاد بن کر اس کے اندر اس کے دل کے نہاں خانوں میں کہیں ٹھہر سی گئی تھی۔ اسے دکھ تھا تو صرف یہی کہ یمنیٰ کا نہ تو کوئی ایڈریس اس نے لیا تھا اور... فون میں موجود کوئی نمبر بھی ایسا نہیں تھا جس پر وہ رابطہ کرتا۔ وہ اسے ملی بھی...... اور کھو بھی گئی۔ وہ اسے کہاں ڈھونڈے۔ اس کی ذات کے اندر ایک بے قراری سی جنم لے چکی تھی اور اس کی آنکھوں میں تلاش کا عنصر نمایاں ہو گیا تھا وہ ہر راہ چلتی گہری سیاہ رنگت والی لڑکی کو ایک دم غور سے دیکھنے لگتا۔ کسی لڑکی کی بات سن کر اسے مڑ کر ضرور دیکھتا...... وہ تو جیسے بھٹک گیا تھا گویا اس کی قیمتی شے کہیں گم ہو گئی تھی۔ زندگی کی کٹھن راہ پر چلتے چلتے اچانک کوئی شجرِ سایہ دار کی طرح نمودار ہوا اور پھر غائب بھی ہو گیا۔
محسن رضا نے میٹرک کے امتحان دیے تھے اور رزلٹ کا انتظار کر رہا تھا۔ اس کا باپ ٹھیکیدار تھا۔ وہ زیادہ خوشحال تو نہیں تھے مگر گزر بسر اچھی ہو رہی تھی۔ اچانک جام شورو میں اس کی خالہ کی ڈیتھ ہوئی۔ اس کے ماں، باپ دونوں تعزیت کے لیے وہاں گئے اور...... واپس گھر آتے ہوئے بس کا بہت برا ایکسیڈنٹ ہوا اور وہ دونوں موقع پر ہی جاں بحق ہو گئے۔ محسن رضا سے چھوٹے تین بہن بھائی تھے۔ رشتے میں صرف ایک پھوپی حلیمہ تھیں جو.... حیدرآباد میں رہتی تھیں اور ان کے شوہر عرصہ دراز سے فالج کے مرض کا شکار تھے۔ پھوپی کی کوئی اولاد نہیں تھی۔ بس تھوڑی بہت زمین تھی جس کی آمدنی اور اناج سے گھر کا خرچ چلتا تھا۔ محسن اور اس کے بہن بھائیوں کو سنبھالنے والا کوئی نہ تھا۔ سوائے ان کے محلے داروں اور ہمسایوں کے جنہوں نے اس کی ہمت بندھائی۔ اس کا بہت ساتھ دیا اور آگے پڑھنے کا مشورہ دیا۔ وہ لائق بھی بہت تھا ہر کلاس میں ہمیشہ فرسٹ آتا۔ اس کی تعلیمی صورتِ حال کو دیکھ کر ارد گرد کے سب لوگوں نے اسے پڑھائی کے ساتھ ساتھ اچھی نوکری اور ٹیوشنز کا مشورہ دیا اور یوں زندگی کا سفر جاری ہو گیا، اس کے بہن بھائی بھی پڑھائی میں اچھے تھے۔ وہ فارغ وقت میں انہیں پڑھاتا۔ ساتھ والی ہمسائی خالہ صابرہ اس کی بہن سمیرا اور بچوں کا بہت خیال رکھتیں۔ ان کے لیے کھانا پکاتیں جو ممکن ہوتا ان یتیم اور بے آسرا بچوں کے لیے کرتیں۔ رفتہ رفتہ سمیرا نے بھی گھر داری سیکھ لی اور اب وہ اسکول سے آتے ہی بھائیوں کے لیے کھانا بناتی اور ان کی دوسری ضروریات کا خیال رکھتی۔ محسن رضا انتھک محنت کرتا مگر بہن بھائیوں کے لیے بہت کچھ کرنے کی تمنا اسے ہر وقت بے چین رکھتی۔ محسن نے اپنی ذات کو بالکل بھلا دیا تھا۔ نہ کبھی نئے کپڑے اور جوتے خریدتا نہ کبھی دوستوں کے ساتھ باہر گھومنے پھرنے جاتا۔ زندگی کی کوئی تفریح وہ انجوائے نہ کرتا کہ جو پیسے وہ اپنی ذات پر خرچ کرے گا وہی پیسے اس کے بہن بھائیوں کے کام آئیں گے۔ اس کی سوچ بہن بھائیوں سے شروع ہو کر ان تک ہی ختم ہوتی تھی۔ ساتھ والی خالہ صابرہ کی تین بیٹیاں اور دو بیٹے تھے۔ بڑی کی منگنی ہو چکی تھی اور منجھلی والی طیبہ بی اے کے بعد ایک پرائیویٹ اسکول میں پڑھاتی تھی۔ اچھی شکل صورت کی گھریلو اور سگھڑ لڑکی تھی۔ وہ محسن رضا میں خاص دلچسپی لیتی تھی۔ اکثر اس کے لیے خاص کھانے بنا کر اسے خود دینے آتی۔ اس کے پھٹے ہوئے کپڑوں کو اپنے ہاتھ سے سیتی۔ اس کے کمرے کی صفائی کر جاتی۔ محسن، طیبہ کو جان بوجھ کر نظر انداز کرتا کیونکہ اس کے سر پر جتنی ذمے داریوں کا بوجھ تھا ان کی موجودگی میں تو اس نے اپنی ذات کی بالکل نفی کر دی تھی۔ اس نے کبھی طیبہ سے کوئی بات نہ کی تھی اور طیبہ پھر بھی اس پر مرتی تھی۔ اس کی شرافت کے گن گاتی تھی...... اس

کی خوب صورتی کی مداح تھی۔ وہ چھ فٹ کا لمبا تڑنگا متناسب خدوخال کا مالک تھا۔ اس کی گندمی رنگت سیاہ گھنگریالے بال، خوب صورت بڑی بڑی آنکھیں غرضیکہ وہ ایک انتہائی خوب صورت اور دلکش شخصیت کا مالک تھا مگر اس کا حلیہ اور کپڑے بہت نارمل اور عام سے ہوتے جس کی وجہ سے اس کی شخصیت کھل کر سامنے نہ آتی۔ کبھی کبھار وہ کوئی نیا سوٹ پہنتا تو بہت خوب صورت لگتا۔ گزشتہ ایک دو ماہ سے طیبہ اس کے بارے میں کچھ زیادہ ہی سنجیدگی سے سوچ رہی تھی اور محسن بھی اس بات کو محسوس کرتے ہوئے اس کے بارے میں سوچنے لگا تھا مگر اچانک یمنیٰ سے ملاقات کے بعد اس کے حواسوں پر اور دل و دماغ پر صرف یمنیٰ چھا گئی تھی۔ اس کی متلاشی نگاہیں صرف اسے ڈھونڈتی رہتی تھیں اور اب اس کا دل صرف اسی کے لیے مضطرب رہتا۔ اب طیبہ اسے سامنے کھڑی دکھائی نہ دیتی تھی۔ وہ اس کی موجودگی کو محسوس نہ کر پاتا تھا۔ طیبہ کو بھی جب سے سمیرا، حسن اور احسن کی زبانی یمنیٰ کے بارے میں معلوم ہوا تھا وہ محسن کی بدلی ہوئی سوچ اور نظروں کا مفہوم اچھی طرح سمجھ گئی تھی۔ اسے خود بخود محسوس ہونا شروع ہو گیا تھا کہ اب محسن کے دل میں اس کے لیے کوئی جگہ نہیں رہی اور یہی سوچ کر وہ پیچھے ہٹ گئی تھی مگر محسن کی یاد سے دستبرداری اس کے لیے بہت مشکل ہو رہی تھی۔

یہ محبت بھی عجیب روگ ہے ناصرؔ
جس کو بُھلایا وہ اکثر یاد آئے

☆☆☆

یمنیٰ کو گاؤں میں ماں جی کے پاس چھوڑ کر جمال احمد خود ولیمے کے روز کراچی چلے گئے۔ نیہا کی شادی کا فنکشن تو وہ اٹینڈ نہیں کر سکے تھے مگر ولیمے پر پہنچنے کا وعدہ انہوں نے ایمن سے کر رکھا تھا۔ ایمن پوری شادی میں جس قدر اپ سیٹ رہی تھیں۔ ان کی حالت دیکھ کر اندازہ ہو رہا تھا۔ وہ بہت افسردہ دکھائی دے رہی تھیں۔

”کیا بات ہے، ایمن۔ تم بہت ڈسٹرب لگ رہی ہو؟“ جمال نے ایمن کو دیکھ کر حیرت سے پوچھا۔

”کیا آپ کو یمنیٰ نے کچھ نہیں بتایا......؟“ ایمن نے سوال کیا۔

”نہیں ......لیکن مجھے اندازہ ہے کہ اس نے ضرور کوئی گڑبڑ کی ہوگی۔“ جمال نے جواب دیا۔

”صرف گڑبڑ...... جمال اس کی وجہ سے نیہا کی مہندی کا فنکشن ملتوی کرنا پڑا اور ہم سب کو اس نے اس قدر ٹینشن دی کہ مجھے دو روز تک نیند کے انجکشنز دے کر سلا دیا گیا۔ جمال ...... یہ سب آپ کے لاڈ پیار کا نتیجہ ہے۔ اس بار تو اس نے حد ہی کر دی ہے۔ اسے کسی کا بھی کوئی خیال نہیں...... اتنے سالوں کے بعد میں کراچی شادی کا فنکشن اٹینڈ کرنے آئی اور اس نے وہ بھی سکون سے مجھے اٹینڈ نہیں کرنے دیا۔ جمال وہ حد سے زیادہ irritate کرنے لگی ہے۔“ ایمن شوہر کو دیکھ کر غصے سے پھٹ پڑیں اور رونا شروع کر دیا۔

”تم ہی بتاؤ...... اب میں اسے کیسے سمجھاؤں؟“ جمال نے بے بسی سے پوچھا۔

”اس نے آپ کو سیٹ کنفرم کرانے کے لیے فون کیا اور آپ نے فوراً کروا دی۔ کیا آپ اسے منع نہیں کر سکتے تھے۔“ ایمن نے شکایت کی۔

”نہیں!“ جمال نے ٹھوس لہجے میں جواب دیا۔

”ٹھیک ہے...... میں بھی نہیں پوچھوں گی کیوں...جو دل چاہے کیجیے۔“ ایمن غصے سے کہہ کر باہر نکل گئیں...اور جمال خاموشی سے صوفے پر بیٹھ کر ایمن کی باتوں پر سوچنے لگے۔ اب وہ ایمن کو کیسے سمجھاتے کہ جب بھی انہوں نے یمنیٰ کی بات نہیں مانی تھی انہیں یا تو خود نقصان اٹھانا پڑا تھا یا پھر کسی نہ کسی اور وجہ سے انہیں ٹینشن اٹھانا پڑتی تھی۔ ہوسکتا ہے یہ ان کی اپنی سوچ ہو مگر کچھ ایسا ضرور ہوتا تھا کہ وہ ڈسٹرب ہو جاتے اور ایمن اس بات کو کبھی نہیں مانتی تھیں۔ وہ جمال کی باتوں کو ان کا وہم کہہ کر ٹال

دیتی تھیں مگر جو کچھ جمال محسوس کرتے تھے۔ ایمن اسے قطعیت سے جھٹلاتی تھیں۔ جمال نے ظہیر اور سدیدہ سے یمنیٰ کی وجہ سے پھیلنے والی ٹینشن کے لیے معذرت کی اور ایک روز ٹھہرنے کے بعد وہ ایمن کے ساتھ واپس آ گئے۔

گھر واپس آ کر انہوں نے یمنیٰ کو فون کیا کہ وہ ڈرائیور کو بھیجیں گے اور وہ اس کے ساتھ گھر واپس آ جائے مگر ماں جی نے بتایا کہ وہ یہاں بہت خوش ہے اور چند روز کے بعد ماں جی کو خود ہی شہر میں بینک میں کام کے سلسلے میں آنا تھا وہ تب اسے ساتھ لیتی آئیں گی۔ جمال ماں جی کا کہا نہیں ٹال سکے اور خاموش ہو گئے۔ ایمن نے اس کی کلاسز مس ہونے پر احتجاج کیا تھا انہیں ماں کی ناراضی کا بتا کر خاموش کر دیا۔

☆☆☆

اتنی بڑی حویلی میں یمنیٰ سارا دن گاؤں کی لڑکیوں اور حویلی کی ملازم لڑکیوں کے ساتھ گھومتی پھرتی رہتی۔ حویلی کے ساتھ ملحقہ باغات کی سیر کے لیے صبح سویرے ہی نکل جاتی اور دوپہر کو واپس لوٹتی۔ گاؤں کی لڑکیاں اس سے بہت متاثر ہوتیں۔ اس کے سامنے سب دبی دبی رہتیں اور اس کی جی حضوری کرتی رہتیں۔ ماں جی بھی اسے کچھ نہ کہتیں کہ وہ زندگی میں پہلی بار ان کے ہاں آ کر ٹھہری تھی ورنہ اس سے قبل وہ ایمن اور جمال کے ساتھ صبح آتی اور شام کو ان کے ساتھ ہی واپس چلی جاتی۔ حویلی میں سرِ شام ہی اندھیرا چھا جاتا ماں جی بھی کھانا کھانے کے بعد عشا کی نماز پڑھتیں، تھوڑی دیر واک کرتیں اور سو جاتیں کیونکہ انہیں تہجد کے لیے اٹھنا ہوتا تھا جبکہ یمنیٰ کو اتنی جلدی سونے کی عادت نہیں تھی۔ وہ شہر میں تو آدھی آدھی رات تک جاگتی رہتی کبھی ٹی وی دیکھ رہی ہے تو کبھی میوزک سن رہی ہے اور کچھ نہیں تو سہیلیوں سے فون پر باتیں...... اور اب گاؤں میں آٹھ نو بجے ہی سونے کا رواج تھا مگر اسے نیند کہاں

آتی تھی۔ ماں جی نے اپنی ایک خاص ملازمہ بشیراں کو حکم دے رکھا تھا کہ وہ یمنیٰ کے کمرے میں سوئے اور اس کی ہر ضرورت کا خیال رکھے۔ بشیراں بڑی نیک، پارسا اور اللہ والی عورت تھی۔ اس کی شادی کے فوراً بعد ہی اس کا شوہر قتل ہو گیا۔ اس وقت سے اب تک وہ ماں جی کے پاس حویلی میں ہی رہ رہی تھی اور اس کی حیثیت ملازمہ کی نہیں بلکہ گھر کے فرد جیسی تھی۔ بشیراں بڑی صاف دل عورت تھی۔ اللہ سے سچی محبت کرنے والی......اس کی زندگی مصائب اور تکالیف سے پُر تھی مگر اس کی زبان سے کبھی خدا سے شکوے شکایت کے الفاظ نہ نکلتے۔

”اماں......آپ نے کبھی اللہ سے شکوہ نہیں کیا کہ اس نے آپ کے ساتھ یہ سب کیوں کیا...... پہلے ماں، باپ چھینے پھر شوہر چھین لیا بچے بھی نہیں۔ ساری زندگی لوگوں کے گھروں میں محنت کر کے گزاری۔ آپ نے کبھی خواہش نہیں کی کہ آپ کو بھی اللہ نوازتا......آپ بھی خوش رہتیں...... ماں جی کی جگہ آپ بھی تو حویلی کی مالکن ہو سکتی تھیں ناں......“ یمنیٰ نے ایک رات حیرت سے بشیراں سے جانے کیا سوچ کر کہا۔

”بیٹا جس سے محبت کرتے ہیں اس سے شکایت نہیں کرتے بس اس کی مانتے ہیں اور خاموش رہتے ہیں۔“ اماں بشیراں نے مسکرا کر جواب دیا۔

”کیوں اماں......؟ یہ کیا بات ہوئی، کیوں خاموش رہیں؟“ یمنیٰ نے پوچھا۔

”بیٹا! ابھی تم کم عمر ہو، تم کیا جانو......محبت میں کیا کچھ سہنا پڑتا ہے، یہ تو ایک آگ ہے جو اس میں جل گیا وہ کندن ہو گیا اور کندن کی قدر سُنار جانتا ہے۔ دوسرے کیا جانیں؟“ بشیراں نے مسکراتے ہوئے بڑے اطمینان سے کہا۔

”اماں...... مجھے نہیں معلوم آپ کیسی باتیں کر رہی ہیں مگر میں تو بس یہ جانتی ہوں کہ جب اللہ نے سب انسانوں کو ایک جیسا پیدا کیا ہے تو سب کو

زندگی کی ایک جیسی خوشیاں، نعمتیں اور آسائشیں بھی ملنی چاہئیں۔ جن کو کچھ نہیں ملتا اس میں ان کا کیا قصور ہوتا ہے؟'' یمنیٰ نے کہا۔

''یمنیٰ بیٹا...... تو بھی بڑی بھولی ہے۔ بھلا ڈھانچے ایک جیسے بنانے سے سب انسان کیسے ایک جیسے ہو گئے، سب کی عقلیں اور شکلیں اس نے مختلف بنائی ہیں تو پھر کسی کو فرمانبردار اور کسی کو نافرمان، کسی کو ایماندار تو کسی کو بے ایمان بنایا ہے۔ یہ تو سب دنیا داری کی باتیں ہیں اگر وہ سب کو امیر بنا دیتا تو غریبوں کے دکھ کون سمجھتا۔ سب کو خوب صورت بنا دیتا تو خوب صورتی کی قدر کرنے والا کون ہوتا؟ بیٹا وہ بادشاہ جو اتنی بڑی دنیا کا کارخانہ چلا رہا ہے اس کی عقل ہم سب سے بڑھ کر ہے اور ویسے بھی اسے ہمارے کپڑوں، حلیوں اور شکلوں کی پروا نہیں۔ اسے تو ہمارے دل چاہئیں پاک، صاف، دھلے ہوئے۔ ایمان کی دولت سے بھرے ہوئے دل۔'' بشیراں نے بڑی گہری باتیں کیں تو یمنیٰ اسے بس دیکھے گئی پھر کچھ دیر بعد بولی۔

''بھئی پاک و صاف دُھلے ہوئے دل، کیا مطلب؟ میں سمجھی نہیں؟'' یمنیٰ نے پوچھا۔

''جھلیے تو سمجھتی ہوگی...... واشنگ مشین میں دُھلے ہوئے...... نہیں، نہیں...... ایسے دل جن میں نہ حسد ہو، نہ کینہ...... نہ کوئی دشمنی ہو بس محبت ہی محبت ہو...... سب کے لیے۔'' بشیراں نے اسے سمجھایا۔

''اماں...... سب کے لیے محبت کیسے ایک دل میں جمع ہو سکتی ہے۔ یہ تو بہت مشکل ہے۔'' یمنیٰ نے حیرت سے کہا۔

''وہ کہتے ہیں ناں......

دل دریا سمندروں ڈونگے
کون دلاں دیاں جانے ہُو

دل...... دریا اور سمندروں سے بھی زیادہ گہرے ہوتے ہیں۔ ان کے اندر کیا، کیا ہوتا ہے۔ کتنے راز چھپے ہوتے ہیں، کسی کو خبر نہیں ہو سکتی اور تو بھی تو بہت سے لوگوں سے محبت کرتی ہے...... جمال بیٹے سے، بہو رانی اور ماں جی...... اس کے علاوہ اور بھی بہت سے لوگ ہوں گے۔ جو تمہارے دل کو بھلے لگتے ہوں گے پھر جیسے جیسے تو آگے بڑھے گی اور بہت سے لوگ تیرے دل میں سماتے جائیں گے اور پھر ان سب میں سے کوئی ایک تیرے دل کو سب سے زیادہ اچھا لگے گا، اس کی برائیاں بھی تجھے خوبیاں لگیں گی اور اس کے لیے تو اپنا سب کچھ قربان کرنے پر تیار ہو جائے گی۔ اس کے بدلے میں تجھے ساری دنیا کی نعمتیں بھی دی جائیں تو تو پھر بھی انہیں نہیں لے گی۔ تجھے تو صرف وہی چاہیے ہوگا جسے تیرا دل سب سے زیادہ محبت کرتا ہوگا۔ جس پر تو سب سے زیادہ اعتبار کرتی ہوگی۔ اس لیے بیٹا...... محبت میں بڑا پھیلاؤ ہے۔ یہ ایک ایسا تھیلا ہے جس کے اندر جس جس کو ڈالتی جاؤ گی یہ اسے سمیٹتا جائے گا۔'' بشیراں نے بڑے مدبرانہ انداز میں اسے سمجھایا۔

''اماں...... کیا آپ کی زندگی میں بھی کوئی ایک ایسا آیا جو آپ کے دل کو سب سے زیادہ اچھا لگا؟'' یمنیٰ نے مسکرا کر شرارتی انداز میں پوچھا۔

''ہاں، عبدالغفور سب سے زیادہ اچھا لگا...... مگر وہ بہشتی تو شادی کے چوتھے دن قتل ہو گیا...... ہم دونوں ایک دوسرے سے بہت محبت کرتے تھے اور اب بھی کرتے ہیں۔ میں اس سے سارا دن باتیں کرتی رہتی ہوں اور وہ خاموشی سے سنتا رہتا ہے۔ بیٹا...... وہ مرا نہیں بلکہ ایک یاد بن کر میرے دل میں ٹھہر گیا ہے۔'' بشیراں نے نم آنکھوں سے کہا۔

''اماں، آپ ان کے مرنے پر بہت روئی ہوں گی۔ اللہ سے بہت شکوہ کرتی ہوں گی کہ اس نے اتنی جلدی آپ سے آپ کی محبت چھین لی۔ اماں ویسے آپ کے ساتھ بہت زیادتی ہوئی تھی۔'' یمنیٰ نے کچھ کنفیوز ہو کر کہا۔

''ہاں! پہلے میں بھی یہی سمجھتی تھی۔ بہت روتی تھی، رب سے اٹھتے بیٹھتے بہت شکوے کرتی تھی کہ تو

نے تو میرے ہاتھوں کی مہندی اترنے سے پہلے ہی میرا سہاگ چھین لیا۔ ساری دنیا زہر لگتی تھی اور ہر شے بری...... دل چاہتا تھا کہ میں بھی مر جاؤں...... پھر ایک رات اس نے مجھے سمجھایا کہ تو کس کے پیچھے دیوانی ہو رہی ہے۔ تجھے تو میں نے اپنے لیے پیدا کیا ہے۔ تجھے تو مجھ سے محبت کرنی چاہیے اور تو کسی اور سے محبت میں پاگل ہو رہی ہے۔ تیری تنہائیوں کا ساتھی تو میں ہوں...... اور تو کسی اور کو ڈھونڈتی ہے۔ تیری سرگوشیوں کو میں سنتا ہوں اور تو اسے پکارتی ہے، وہ تو دنیا میں تیرا ساتھی تھا اور تیرا میرا ساتھ تو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہے۔ بیٹا، پھر میں بہت روئی۔ مجھے یوں لگا جیسے میں بھٹک گئی تھی۔ کہیں کھو گئی تھی۔ وہ مجھے واپس لایا...... پھر اپنی محبت کے درشن کرائے اور پوچھنے لگا۔'' بتا...... بشیراں اب تو کسے زیادہ چاہتی ہے۔ غفور کو کہ عبدالغفور کو۔'' اور پھر میں اس کے آگے جھک گئی۔ بہت روئی...... بہت زیادہ میں نے کہا صرف غفور کو پھر وہ بولا۔ ''پھر کاہے کو روتی ہے پگلی جس کو میں مل گیا...... اسے اور کیا چاہیے؟'' بس اس رات کے بعد میں نے اس سے شکوے کرنا چھوڑ دیے...... اور اسے اپنا ہم راز بنا لیا۔ اس سے دوستی کر لی اس پر ایمان لے آئی۔'' بشیراں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''کیسا ایمان......؟ کیا آپ پہلے مسلمان نہیں تھیں؟'' یمنیٰ نے حیرت سے پوچھا۔

''جھلیے...... کلمے والا ایمان نہیں...... دل والا ''ایمان۔'' کلمہ تو سارے مسلمان پڑھتے ہیں...... پر دل والا ''ایمان'' کسی کسی کو نصیب ہوتا ہے۔ صرف ان کو جن سے وہ بہت محبت کرتا ہے۔'' بشیراں نے معنی خیز انداز میں کہا۔

''کیا مطلب......؟ میں سمجھی نہیں......'' یمنیٰ نے حیرت سے پوچھا۔

''جب ساری دنیا بے اعتبار لگے...... اور صرف رب پر دل سچا اور پکا اعتبار کر لے جب...

مصیبت میں بہت لوگ مدد کو آئیں مگر دل اس کے علاوہ کسی اور کی مدد قبول نہ کرے تو یہ دل والا ایمان ہوتا ہے۔ جو نبیوں، پیغمبروں، ولیوں اور اللہ سے محبت کرنے والوں کو نصیب ہوتا ہے۔ ہم عام انسان بھی اس کے مقرب بن جاتے ہیں مگر اس کے لیے بہت محنت چاہیے، ریاضت چاہیے خلوص چاہیے جیسے دنیاوی رشتوں میں محبت یا چاہت...... خلوص اور وفا مانگتی ہے، قربانی مانگتی ہے۔ جب کوئی اپنے رب پر سچا ایمان لے آتا ہے تو پھر ایسے ایمان والوں کو سرِ عام سولی پر چڑھا دیا جائے یا آگ میں ڈال دیا جائے وہ مطمئن رہتا ہے۔ کسی سے شکوہ نہیں کرتا مگر یہ کسی، کسی کو نصیب ہوتا ہے۔ ہم کہاں اس قابل؟'' بشیراں نے کہا تو یمنیٰ نے چونک کر اسے دیکھا۔

''مگر...... اماں...... آپ تو کہہ رہی تھیں کہ آپ اس پر دل سے ایمان لے آئیں اور اب کہہ رہی ہیں میں اس قابل کہاں؟'' یمنیٰ نے حیرت سے پوچھا۔

''تو بھی بڑی بھولی ہے۔ بندہ صرف دعویٰ کرتا ہے...... قبول تو وہ کرتا ہے...... معلوم نہیں...... اس نے میرے ایمان کو قبول بھی کیا ہے یا نہیں......'' بشیراں آہ بھر کر بولی۔

''اماں...... ضرور کیا ہوگا...... آپ فکر نہ کریں۔'' یمنیٰ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''اچھا تو کہتی ہے تو مان لیتی ہوں۔'' بشیراں نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔

''اماں...... ایک بات تو بتائیں۔ جب اس نے انسان کے دل کو اپنی محبت کے لیے بنایا ہے تو پھر اس میں کسی اور کی اتنی محبت کیوں ڈالتا ہے... جسے انسان سب سے زیادہ چاہنے لگتا ہے اور پھر اسے خود ہی چھین لیتا ہے، یہ کتنا عجیب سا گورکھ دھندا ہے۔ انسان تو تماشا بن کر رہ جاتا ہے۔'' یمنیٰ نے حیرت سے پوچھا۔

''سن اگر تو گاؤں نہ آتی...... تو تجھے کیسے معلوم

ہوتا کہ یہاں تجھے کون، کون چاہتا ہے اور کتنی محبت کرتا ہے...... اس طرح وہ پہلے بندے کے دل کو بندوں کی محبت کے درشن کراتا ہے۔ اگر وہ بندے کے خالی دل کو سیدھا سیدھا اپنی محبت سے بھر دے تو وہ دل کسی اور کی محبت کو کبھی محسوس نہ کرے۔ پہلے وہ بندے کے دل کو بہت سی محبتوں کی پہچان کراتا ہے مثلاً بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو پہلی آنکھ ہی وہ محبت کی گود میں کھولتا ہے پھر ماں، باپ اور بہن بھائیوں کا محبت سے اسے چھونا۔ اسے پیار کرنا پھر جیسے جیسے وہ بڑا ہوتا جاتا ہے۔ محبت کی شکلیں بدلتی جاتی ہیں مگر محبت کا وجود اپنی جگہ قائم رہتا ہے۔ جب بندے کا دل بہت سی محبتوں سے پُر ہو جاتا ہے تو پھر رب کریم پوچھتا ہے ’اے بندے اب تو کس سے زیادہ محبت کرتا ہے‘ اور جب بندہ اس کی محبت کا اقرار کرتا ہے تو پھر کہتا ہے ’ٹھیک ہے پھر امتحان کے لیے تیار ہو جا۔‘‘ بشیراں کسی بزرگ کی طرح جذب کے عالم میں اسے بتا رہی تھی۔

’’پر کیسا امتحان......؟‘‘ یمنٰی نے چونک کر پوچھا۔

’’جب کوئی کسی سے محبت کرتا ہے اور اس کا محبوب پہلا سوال پوچھتا ہے۔ ’’تم مجھ سے کتنی محبت کرتے ہو؟‘‘ جانتی ہو وہ کیا جواب دیتا ہے۔ کہتا ہے میں تمہارے لیے آسمان سے تارے توڑ لاؤں گا زمین پر نہر کھود ڈالوں گا۔ پہاڑ کو ریزہ ریزہ کر دوں گا...... اور رب کیا کرتا ہے! رب محبتوں کی آزمائش کرتا ہے۔ انسان جس جس شے سے زیادہ محبت کرتا ہے۔ اسی سے اسے آزماتا ہے اور جب انسان اس امتحان میں پورا اترتا ہے تو پھر اسے اپنی سچی اور بچل محبت سے نوازتا ہے۔ بیٹا وہ بڑا سخت امتحان لیتا ہے۔ یہ تو وہی جانے اور اس سے محبت کرنے والے جانیں۔ محبت کی باتیں...... محبت کے رنگ محبت کے دکھ بڑے نرالے ہوتے ہیں۔‘‘ بشیراں نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔

’’اماں کیا محبت یوں بھی ہوتی ہے؟‘‘ یمنٰی نے بشیراں کی باتیں سن کر نہایت حیرت سے پوچھا۔

’’ہاں اصل محبت تو یہی ہے بلکہ حقیقی محبت...... ہم، تم انسان تو محبت کا کچھ اور مطلب لیتے ہیں...... مگر اس کے نزدیک محبت کچھ اور ہے۔‘‘ بشیراں نے کہا۔

’’کچھ اور......؟ کیا مطلب...... اماں آپ بہت مشکل باتیں کرتی ہیں۔‘‘ یمنٰی نے جمائی لیتے ہوئے کہا۔

’’بیٹا مشکل بات نہیں، سیدھی سی بات ہے اس کے نزدیک محبت ختم ہو جانے کا نام ہے۔‘‘ بشیراں نے کہا۔

’’یعنی فنا...... مطلب...... مر جانا......‘‘ یمنٰی نے چونک کر پوچھا۔

’’ارے...... نہیں...... اپنی ذات، اپنی خواہشوں، خوشیوں، چاہتوں اور ضرورتوں کو کسی دوسرے کے لیے قربان کر دینا ہے...... اپنے لیے نہیں...... کسی دوسرے کے لیے بھی نہیں...... بلکہ صرف اپنے رب کے لیے اس کی محبت حاصل کرنے لیے...... وہ انسان سے ایسی ہی محبت چاہتا ہے......‘‘ بشیراں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

’’اماں...... آپ تو پڑھی لکھی نہیں...... پھر اتنی مشکل باتیں کہاں سے سیکھیں؟‘‘ یمنٰی نے حیرانی سے پوچھا۔

’’بیٹا...... ایسی باتوں کے لیے کتابیں ضروری نہیں...... اس سے محبت کرنے والے دل ہی کافی ہوتے ہیں۔ ویسے میں گاؤں کی مسجد کے مولوی صاحب کی بیوی آپا جنتے کے پاس درس لینے جاتی تھی۔ وہ بڑی پڑھی لکھی اور اللہ والی عورت تھیں۔ ان سے یہ علم لیا پھر میری مالکن بھی تو بہت اللہ والی ہے۔‘‘ بشیراں نے اچانک یمنٰی کی طرف دیکھا وہ سو چکی تھی۔ اس نے مسکراتے ہوئے اسے چادر اوڑھا دی اور خود تہجد کی نماز کے لیے وضو کرنے چلی گئی۔

☆☆☆

توقیر آفس سے لوٹا تھا اور قدرے تھکے ہوئے انداز میں صوفے پر بیٹھ گیا۔ نجمہ اس کے پاس صوفے پر بیٹھی کسی سے موبائل پر باتیں کرنے میں مصروف تھیں، بات ختم کر کے انہوں نے چونک کر توقیر کی طرف دیکھا۔

''کیا بات ہے بیٹا...... بہت تھکے ہوئے اور اداس لگ رہے ہو؟'' نجمہ نے محبت سے پوچھا۔

''بس...... یونہی۔'' اس نے آہستہ سے جواب دیا۔

''یہ کیا بات ہوئی۔ اس اداسی کی وجہ کیا ہے، مجھے کچھ تو بتاؤ؟'' نجمہ نے اس کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیرتے ہوئے پوچھا۔

''کچھ نہیں امی......!'' اس نے ایک لمبی آہ بھری۔

''توقیر...... میں تمہیں کیسے سمجھاؤں...... تم میری بات سمجھتے کیوں نہیں؟'' انہوں نے خفگی سے کہا۔

''کون سی بات......؟'' اس نے چونک کر پوچھا۔

''یہی کہ......اب وقت آگیا ہے......تم شادی کرلو، تمہاری اچھی جاب لگ گئی ہے۔ ہمارے پاس اچھا گھر ہے اور ہر نعمت موجود ہے پھر کس بات کی کمی ہے جو تم شادی سے انکار کر رہے ہو؟'' نجمہ نے پوچھا۔

''بس انتظار کر رہا ہوں۔'' توقیر نے آہ بھرے لہجے میں کہا۔

''کس کا انتظار......؟''

''ایک بات کا......'' توقیر نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔ کاریڈور میں رکھا فون بجا تو نجمہ اٹھ کر فون سننے چلی گئیں۔ توقیر نے اپنا موبائل نکال کر ردا کے نمبر پر کال کی مگر اس نے کال اٹینڈ نہ کی۔ توقیر کو ٹینشن ہونے لگی کہ ردا نے کال کیوں نہیں اٹینڈ کی۔

''ہوسکتا ہے وہ بزی ہو۔'' اس نے سوچا پھر اس

کی نظر ٹیبل پر پڑے رشنا کے موبائل پر پڑ گئی اور اس نے جلدی سے میسج لکھ کر اسے سینڈ کر دیا اور فوراً ہی میسج ڈیلیٹ بھی کر دیا اور اٹھ کر وہاں سے چلا گیا۔

☆☆☆

ردا کا موبائل سائڈ ٹیبل پر پڑا تھا اور وہ واش روم میں تھی۔ حاتم کسی کام سے آوازیں دیتا ہوا اس کے کمرے میں آیا اور وہیں کھڑے ہو کر اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے اس کو آواز دینے لگا۔

"ردا کہاں ہو بھئی؟" اسے واش روم سے پانی گرنے کی آواز آئی وہ اس جانب دیکھ کر باہر جانے لگا کہ ردا کے موبائل پر میسج ٹون آئی تو حاتم نے جھک کر اس کے موبائل اسکرین کی طرف نظر کی اس نے چیک کیا تو رشنا کے نمبر سے میسج تھا اس نے ضروری میسج سمجھ کر اسے پڑھا۔

"I just want to know do you love me or not?" حاتم نے میسج کو پڑھا اور بری طرح چونکا۔

"رشنا کے موبائل سے یہ میسج...... رشنا کو ایسے میسج کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ کہیں ردا نے رشنا کے نام سے کوئی اور نمبر تو سیو نہیں کیا۔ ہاں ممکن ہے۔" حاتم حیرت سے ہونٹ کاٹتے ہوئے بڑبڑایا اور اپنا موبائل نکال کر رشنا کا نمبر سیو کرنے لگا اور ردا کے موبائل سے میسج ڈیلیٹ کر کے کمرے سے نکل آیا۔

☆☆☆

حاتم اپنے کمرے میں کافی پریشانی میں چکر لگا رہا تھا۔ اس کا موبائل اس کے ہاتھ میں تھا اور وہ مشکوک ہو کر سوچ رہا تھا۔ "مجھے ایک بار کنفرم کرنا چاہیے کہ کیا یہ نمبر رشنا کا ہی ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ ردا کسی لڑکے...... اور وہ ہمیں بتانا نہیں چاہ رہی ہو...... ہاں مجھے رشنا کو فون کرنا چاہیے۔" حاتم نے پریشانی سے سوچا اور فوراً نمبر ملانے لگا مگر فوراً ہی رک گیا۔

"نہیں...... نہیں مجھے دوسرے نمبر سے فون کرنا چاہیے...... جس کا ردا کو بھی علم نہیں ہو۔"

"ہیلو...... جی...... کون؟" رشنا نے پوچھا۔

"مس کیا، یہ آپ کا نمبر ہے؟" حاتم نے گلا کھنکھار کر کہا۔

"جی، یہ میرا ہی نمبر ہے۔" رشنا نے جواب دیا۔

"اسے کوئی اور تو استعمال نہیں کرتا۔" حاتم نے پوچھا۔

"نہیں...... اٹس مائی پرسنل نمبر...... آپ کو کس سے بات کرنی ہے؟" رشنا حیرت سے بولی۔

"اپنے فرینڈ "احمد" سے...... آئی تھنک یہ اس کا نمبر نہیں۔" حاتم نے ایک دم بوکھلا کر کہا۔

"آف کورس...... یہ کسی اور کا نہیں، میرا ہی نمبر ہے۔" رشنا نے کہا اور موبائل آف کر دیا۔

"اگر یہ رشنا کا ہی نمبر ہے تو اسے محبت کی یقین دہانی کرانے کی کیا ضرورت تھی۔ ایسی ضرورت صرف لڑکوں کو ہی ہوتی ہے۔ لڑکیوں کو نہیں...... مجھے اس سے پوچھنا چاہیے۔" حاتم نے سوچا اور پھر رشنا کا نمبر ڈائل کرنے لگا۔ ایک بیل گئی۔ "اب میں رشنا سے کیا پوچھوں؟" حاتم نے سوچا پھر کال ڈراپ کر دی اور رشنا کی کال اس کے موبائل پر آنے لگی۔ وہ موبائل ہاتھ میں پکڑ کر پریشانی سے دیکھنے لگا اور قدرے توقف کے بعد اس سے بات کرنے کے لیے بہ مشکل ہیلو کہا۔

"مسٹر...... پہلی دفعہ تو رانگ کال تھی...... دوبارہ کال کرنے کی آپ کو کیا ضرورت پیش آئی؟" رشنا نے خفگی سے پوچھا۔

"وہ...... ایکچوئیلی......" حاتم بہانہ گھڑنے لگا۔

"سنیے...... یہ lame excuses کسی اور کو دیجیے گا...... آپ کی زبان آپ کا ساتھ نہیں دے رہی۔ بہتر یہی ہے کہ دوبارہ کال نہ کریں۔ ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔ سمجھے آپ۔" رشنا نے ڈانٹا تو حاتم شرمندگی سے اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرنے لگا۔

☆☆☆

توقیر اپنے کمرے میں کافی پریشان کھڑکی کے

پاس کھڑا باہر اندھیرے میں آسمان کی طرف دیکھ رہا تھا اور سگریٹ کے گہرے کش لگاتے ہوئے گہری سوچ میں گم تھا۔

"میں نے رشنا کے موبائل سے ردا کو میسج کر کے کوئی غلطی تو نہیں کی اگر ردا نے رشنا کو وہ میسج دکھا دیا تو......؟ مجھے اس وقت کیوں یہ خیال نہیں آیا...... شاید میں ایموشنل ہو گیا تھا وہ میری کال نہیں لے رہی تھی تو میں نے میسج کر دیا۔" توقیر نے پریشانی سے سوچا۔

"آئی ایم شیور...... وہ رشنا کو نہیں بتائے گی۔ اس نے پہلے بھی تو لیٹرز کا اس سے ذکر نہیں کیا۔" توقیر نے خود ہی اپنے خیال کی تردید کرتے ہوئے سوچا۔

"لیکن اس کے اس attitude کی مجھے سمجھ نہیں آ رہی وہ کھل کر اظہار نہیں کرتی۔ اب کیسے پوچھوں...... وہ کچھ بتائے تو سہی......" توقیر نے پریشانی سے اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرا اور کمرے میں چکر لگانے لگا۔ دن کافی چڑھ چکا تھا۔

رشنا اپنے کمرے میں بیڈ پر بڑے آرام سے گہری نیند سو رہی تھی۔ اس کا موبائل بجنے لگا تو اس نے بغیر دیکھے غصے سے کال ریجیکٹ کر دی۔

"ایک تو فراز کو چین نہیں...... رات کو سونے سے پہلے بھی اس سے بات کرو اور صبح اٹھ کر بھی......" رشنا نے منہ بنا کر سوچا اور دوبارہ سونے کی کوشش کرنے لگی تو پھر سے کال آنے لگی۔

"ہیلو......" رشنا نے غصے سے موبائل کان سے لگاتے ہوئے کہا۔

"کیا تم ابھی تک سو رہی ہو؟" ردا نے گاڑی چلاتے ہوئے پوچھا۔

"ردا...... تم...... اوہ...... یار میں بالکل بھول گئی کہ آج ہم دونوں کو شادی کی شاپنگ کے لیے جانا ہے۔" رشنا نے ایک دم چونک کر اٹھتے ہوئے کہا۔

"تم بھی بہت اسٹوپڈ ہو۔" ردا خفگی سے بولی۔

"تم اس وقت ہو کہاں؟" رشنا نے پوچھا۔

"پانچ منٹ تک تمہارے گھر کے باہر ہوں گی۔ اب جلدی سے تیار ہو کر باہر آ جاؤ۔" ردا دھمکی کے انداز میں بولی۔

"اوکے...... اوکے...... میں بس آ رہی ہوں۔" رشنا جلدی سے بولی اور موبائل آف کر کے واش روم میں چلی گئی۔

☆☆☆

ردا گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے رشنا کے گھر پہنچی اور گیٹ سے کچھ فاصلے پر گاڑی روک کر باہر نکل کر کھڑی ہو گئی، توقیر اپنی گاڑی میں گیٹ سے باہر نکلا تو ردا کو گاڑی کے پاس کھڑے دیکھ کر وہ انتہائی خوش ہوا اور اپنی گاڑی سے باہر نکل کر جلدی سے اس کے پاس آیا اور بڑی خوش اخلاقی سے بولا۔

"ارے آپ......؟"

"میں رشنا کو پک کرنے آئی ہوں۔" ردا نے منہ پھیر کر جواب دیا۔

"آپ کیسی ہیں؟" توقیر نے مسکرا کر پوچھا۔

"کیوں، مجھے کیا ہوا ہے؟" ردا نے بے رخی سے پوچھا۔

"ردا...... کیا آپ مجھ سے خفا ہیں؟" توقیر نے یک دم چونک کر گہری سانس لیتے ہوئے پوچھا۔

"جو چھچھوری حرکتیں آپ کر رہے ہیں۔ ان پر خفا ہی ہوا جاتا ہے۔" ردا خفگی سے بولی۔

"میں نے تو ایسی کوئی غلط بات آپ سے نہیں کی...... مجھے آپ اچھی لگیں اور میں نے آپ تک اپنی فیلنگز پہنچانے کی کوشش کی ہے۔ اس میں کیا برائی ہے؟" توقیر نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"مجھے آپ میں کوئی دلچسپی نہیں۔" ردا نے غصے سے منہ پھیرتے ہوئے کہا۔

"کیا...... میری محبت؟" توقیر نے یک دم چونک کر کہا۔

"کیا...... محبت...... محبت کی رٹ لگا رکھی ہے۔ نہیں ہے مجھے آپ سے کوئی محبت......" ردا نے غصے سے چلاتے ہوئے کہا تو توقیر کا منہ کھلا کا کھلا رہ

گیا اور اس کی آنکھیں نم ہونے لگیں۔

”میرے دل میں آپ کے لیے کوئی فیلنگز ہیں اور نہ ہی محبت...... آئندہ مجھ سے اس ٹاپک پر بات کرنے کی کوشش مت کیجیے گا۔“ ردا ٹھوس لہجے میں کہہ کر جانے لگی تو توقیر ہکا بکا اسے نم آنکھوں سے دیکھنے لگا۔ اتنے میں رشنا بیگ لٹکائے گیٹ سے باہر آچکی تھی۔

”چلو...... میں تیار ہوں...... آئی ایم سوری یار...... تمہیں ویٹ کرنا پڑا۔“ رشنا نے ردا کو مسکراتے ہوئے دیکھ کر کہا۔ ردا خاموشی سے اس کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ گئی اور توقیر دونوں کو دیکھ کر جلدی سے اپنی گاڑی میں بیٹھ کر چلا گیا۔

☆☆☆

وہ گاڑی ڈرائیو کر رہی تھی۔ رشنا اس کے ساتھ فرنٹ سیٹ پر بیٹھی تھی۔ رشنا کافی خوشگوار موڈ میں باتیں کر رہی تھی جبکہ ردا چہرے سے بہت اپ سیٹ لگ رہی تھی۔ اس نے گاگلز لگا رکھی تھی اور وہ اپنی سوچوں میں گم تھی۔

”میں نے تو ایسی کوئی غلط بات آپ سے نہیں کی، میرے دل کو آپ اچھی لگیں تو......“ اس کے کانوں میں توقیر کے الفاظ گونج رہے تھے۔

”یار یہ محبت بھی کیا عجیب شے ہے۔ اچھے بھلے انسان کو بالکل ہی دیوانہ بنا دیتی ہے، وہ ایسی حرکتیں کرنے لگتا ہے کہ ہنسی آتی ہے۔“ رشنا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”کیا مطلب...... تم کس کی بات کر رہی ہو؟“ ردا نے بری طرح بوکھلا کر کہا۔

”فراز کی اور کس کی، رات کو میں اس سے کسی بات پر ناراض ہوئی تو نہ جانے کتنی منتیں اور واسطے دے کر معافیاں مانگنے لگا۔“ رشنا نے ہنستے ہوئے کہا۔

”آئی سی......!“ ردا گہری سانس لے کر بولی اور اپنا ہونٹ کاٹنے لگی۔

”یار ردا...... تمہیں ابھی تک کسی سے محبت نہیں ہوئی؟“ رشنا نے حیرت سے پوچھا۔

”نہیں...... اور تم آج کیسی باتیں کر رہی ہو؟“ ردا بوکھلا کر بولی۔

”پہلے مجھے فراز سے خوف آتا تھا اور بالکل اچھا نہیں لگتا تھا مگر اب یوں لگتا ہے جیسے میری دنیا کا محور ہی فراز ہو اب سب کچھ وہی لگتا ہے۔“ رشنا نے مسکرا کر جواب دیا۔

”رئیلی...... فراز کی محبت نے تو واقعی تمہیں بہت بدل دیا ہے۔“ ردا نے ایک دم چونک کر کہا۔

”محبت یونہی بدل دیتی ہے، میں تو کہتی ہوں تم بھی فوراً کسی سے محبت کرلو پھر دیکھنا دن میں چاند ستارے دکھائی دیں گے۔“ رشنا نے مسکرا کر کہا۔

”نہیں بھئی...... میں اتنی طوفانی محبت نہیں کرسکتی......“ ردا زبردستی مسکرا کر بولی۔

”جب تم محبت کروگی پھر مجھے بتانا، انسان کو پتا ہی نہیں چلتا۔ وہ کیا کچھ کر گزرتا ہے۔“ رشنا مسکرا کر بولی۔

”یار...... اب ڈراؤ مت......“ ردا مسکرا کر بولی۔

”ڈرا نہیں، بتا رہی ہوں اور سمجھا بھی رہی ہوں۔“ رشنا ہنستے ہوئے بولی۔

”کیا......؟“ ردا نے چونک کر پوچھا۔

”یار...... ایک بات پوچھوں...... میرے توقیر بھائی تمہیں کیسے لگتے ہیں۔ مجھے یوں لگتا ہے جیسے وہ تمہیں پسند کرتے ہیں؟“ رشنا نے اس کی طرف بغور دیکھ کر پوچھا۔

”تم نے مجھے بھائی نہیں بنایا مگر میں تمہیں بنا سکتی ہوں۔“ رشنا قہقہہ لگا کر بولی۔

”نہیں...... میرے دل میں ان کے لیے کوئی فیلنگز نہیں۔“ ردا ایک دم منہ بنا کر سنجیدگی سے بولی۔

”ہاں...... اور جب دل میں کسی کے لیے کوئی جگہ نہ ہو تو وہاں محبت کیسے پیدا ہوسکتی ہے۔ اچھا کیا تم نے مجھے صاف صاف بتا دیا، ورنہ میں توقیر بھائی سے بات کرنے والی تھی۔“ رشنا نے منہ بنا کر کہا تو ردا نے ایک دم بریک لگائی تو دونوں کو جھٹکا لگا۔ ردا نے جلدی سے خود کو سنبھالنے کی کوشش کی۔

جاری ہے

ناولٹ

کہیں دیپ جلے کہیں دل

قیصر حیات

تیرا حصہ

تو قیر اپنے ویل فرنشڈ آفس میں اپنی ریوالونگ چیئر پر بیٹھا تھا۔ اس کے چہرے پر انتہائی پریشانی اور اداسی کے تاثرات تھے۔ وہ کمپیوٹر پر کچھ کام کرنے لگا تو ردا کے الفاظ echo کی صورت اس کے کانوں میں گونجنے لگے۔ وہ جلدی سے چیئر سے اٹھا اور کھڑکی کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا۔ باہر جھولتے ہوئے درختوں کے پتوں کی سرسراہٹ میں اسے ردا کے الفاظ کی سرگوشیاں محسوس ہونے لگیں۔

"کیا محبت...... محبت کی رٹ لگا رکھی ہے۔ نہیں ہے مجھے آپ سے کوئی محبت......" ردا کے الفاظ توقیر کے کانوں میں گونجنے لگے۔

"ردا نے میری محبت کو یوں ریجیکٹ کر دیا۔ مجھے یقین نہیں آرہا، اس نے تو میرے چہرے پر ایسا طمانچہ مارا ہے، جس کی جلن میں ساری زندگی محسوس کرتا رہوں گا۔" توقیر نے آہ بھر کر سوچا اور اپنا ہاتھ اپنے گال پر رکھ کر رگڑنے لگا...... اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھرنے لگیں۔ وہ واپس چیئر پر جا کر بیٹھ گیا اور اس کی پشت کے ساتھ سر کو ٹکا کر نمناک آنکھوں سے چھت کو گھورنے لگا۔

"محبت میں اتنی ذلت اور شکست...... میں کیسے یہ سہہ پاؤں گا۔" اس نے آہ بھر کر سوچا اور ہونٹ بھینچ کر سسکی روکنے کی کوشش کرنے لگا مگر آنسو اس کی آنکھوں سے بہہ نکلے۔ کتنا مشکل ہوتا ہے یہ سب برداشت کرنا...... کسی کو اتنی شدت اور محبت سے چاہا جائے اور وہ اس محبت کو قدموں تلے روند کر چلا جائے...... محبت بھرے احساسات اور جذبات کو ایسی ٹھیس لگتی ہے کہ سب کچھ چکنا چور ہو جاتا ہے۔ دل سنبھلنے میں نہیں آتا۔ کسی پل سکون آتا ہے نہ قرار...... دکھ کا شدید احساس رگ وپے میں سرایت کر جاتا ہے اور انسان چاہنے کے باوجود بھی کچھ نہیں کر پاتا۔ توقیر بھی اسی کیفیت سے گزر رہا تھا اور ماہیِ بے آب کی طرح تڑپ رہا تھا۔

☆☆☆

حاتم کا موڈ سخت آف تھا۔ اس کے چہرے پر انتہائی غصے کے تاثرات تھے۔ حاتم لاؤنج میں صوفے پر بیٹھا ٹی وی دیکھ رہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ریموٹ تھا۔ جس سے وہ چینلز بار بار چینج کر رہا تھا۔ خدیجہ اس کے ساتھ صوفے پر بیٹھی تھی۔ اس کا موبائل بھی اس کے پاس صوفے پر پڑا تھا۔

"حاتم بیٹا! کیا بات ہے، تم مجھے کچھ اپ سیٹ لگ رہے ہو۔" خدیجہ اس کی طرف بغور دیکھ کر بولیں۔

"کچھ نہیں......" حاتم نے ہڑبڑا کر ماں کی طرف دیکھ کر کہا۔

"مگر تمہارا چہرہ بتا رہا ہے کہ تم کچھ پریشان ہو۔" خدیجہ سنجیدگی سے بولیں۔

"مما! کوئی لڑکا مجھے ردا کے بارے میں عجیب عجیب میسیجز کر رہا ہے۔" حاتم گہری سانس لے کر بولا۔

"کون ہے وہ؟" خدیجہ نے یک دم گھبرا کر پوچھا۔

"اگر مجھے اس کا پتا چلے تو میں اسے گولی سے نہ اُڑا دوں۔" حاتم نے غصے سے بھڑک کر کہا۔

"بیٹا! یوں غصے میں مت آؤ اور اپنی بہن پر یقین رکھو۔ وہ ایسی نہیں ہے۔" خدیجہ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر نرمی سے کہا۔

"اس بات کا تو یقین ہے۔ اسی لیے تو میں خاموش ہوں۔" حاتم نے گہری سانس لے کر کہا۔ اُس کا موبائل بجا تو وہ میسیج پڑھنے لگا۔

"اب پھر اسی کا میسیج ہے۔" حاتم غصے سے نتھنے پُھلا کر بولا۔

"کیا تم نے فہام کو اس کے بارے میں بتایا ہے؟" خدیجہ نے پریشانی سے پوچھا۔

"نہیں...... وہ بزنس پرابلمز دیکھیں یا پھر یہ والی...... میں خود ہی اسے ہینڈل کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔" حاتم گہری سانس لے کر بولا تو فہام اندر داخل ہوا...... اس کے ہاتھ میں ایک شاپنگ بیگ تھا۔

"مما اسے کھول کر دیکھیں......" فہام نے مسکرا کر بیگ ماں کی طرف بڑھا کر کہا۔

"یہ...... گولڈ کا سیٹ...... کس کے لیے ہے؟" خدیجہ نے شاپر کھول کر اس کے اندر موجود زیور کا ڈبا دیکھ کر حیرت سے کہا۔

"ردا کے لیے...... دیکھیں تو کتنا خوب صورت

ہے...... میں ایک فرینڈ کے ساتھ جیولر کے پاس گیا تو مجھے یہ سیٹ پسند آ گیا تو اس کے لیے لے آیا ہوں۔" فہام مسکرا کر بولا۔

"بیٹا! پہلے ہی اتنی جیولری اس کے پاس ہے، اس کی کیا ضرورت تھی؟" وہ منہ بنا کر بولیں۔

"بات ضرورت کی نہیں پسند کی ہے، بتائیں سیٹ اچھا ہے ناں؟" فہام مسکرا کر بولا۔

"ہاں...... بہت اچھا ہے۔ حاتم تم بھی دیکھو۔" خدیجہ نے مسکرا کر اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں...... اچھا ہے۔" حاتم زبردستی مسکرا کر بولا۔

"حاتم کیا بات ہے، تم کچھ پریشان لگ رہے ہو؟" فہام نے حیرت سے حاتم کو دیکھ کر پوچھا۔

"میرے سر میں درد ہے، میں اپنے کمرے میں جا رہا ہوں۔" اس نے گہری سانس لے کر کہا اور وہاں سے چلا گیا۔

"مما! حاتم ٹھیک تو ہے ناں؟" فہام نے ماں سے پوچھا۔

"ہاں ہاں، سب ٹھیک ہے۔ سیٹ بہت اچھا ہے۔" خدیجہ نے ہڑبڑا کر کہا تو فہام مسکرانے لگا مگر خدیجہ بہت پریشان ہو گئیں۔

"ردا کہاں ہے۔ اسے بھی دکھائیں ناں۔" فہام نے اسے آواز دینا چاہی۔

"وہ ابھی سو رہی ہے۔ بعد میں دکھا دینا۔" خدیجہ نے جلدی سے کہا۔

"اوکے......" اور وہ سیٹ اٹھا کر مسکراتا ہوا وہاں سے چلا گیا مگر خدیجہ کچھ پریشان سی وہیں بیٹھی رہیں۔

☆☆☆

حاتم سلیپنگ سوٹ میں ملبوس موبائل پکڑے اپنے کمرے سے باہر نکلا تو اس کے چہرے پر پریشانی کے تاثرات تھے۔ وہ ہونٹ سکوڑ کر موبائل پر میسیج پڑھتا ہوا لاؤنج میں آیا تو خدیجہ اسے دیکھ کر پریشان ہو گئیں۔

"کیا...... پھر؟" خدیجہ نے پریشانی سے پوچھا۔

"ہاں......" حاتم گہری سانس لے کر بولا جبھی ردا تیزی سے اپنا بیگ پکڑے کمرے سے باہر نکلی۔ وہ پیپر دینے جا رہی تھی۔

"مما...... ڈرائیور کو جلدی سے بلائیں۔ مجھے پیپر دینے جانا ہے۔" ردا نے خدیجہ کی طرف دیکھ کر کہا۔

"ردا...... چلو میں خود تمہیں ڈراپ کر آتا ہوں۔" حاتم نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔

"حاتم بھائی آپ؟" وہ چونک کر بولی۔

"ہاں...... میں کیوں نہیں؟" حاتم نے چونک کر پوچھا۔

"ایکچوئلی...... یہ آپ کے سونے کا ٹائم ہے ناں۔" ردا جلدی سے بولی۔

"نہیں تم چلو۔" حاتم نے آہستہ آواز میں کہا۔

"مما...... بہت دعا کیجیے گا کہ پیپر اچھا ہو جائے۔" ردا نے ماں سے گلے ملتے ہوئے کہا۔

"ہاں، اللہ سب ٹھیک کرے گا۔" وہ فکرمندی سے بولیں اور حاتم، ردا کے ہمراہ باہر نکل گیا۔

"حاتم بیٹا...... تحمل سے۔" خدیجہ نے پیچھے سے آواز دیتے ہوئے کہا۔ حاتم نے گہری سانس لے کر ماں کی طرف دیکھا اور وہ منہ ہی منہ میں دعا پڑھنے لگیں۔

☆☆☆

ردا، حاتم کے ساتھ فرنٹ سیٹ پر بیٹھی تھی۔ وہ اپنے بیگ میں سے نوٹس نکال کر انہیں پڑھنے میں مصروف تھی۔ حاتم ہر گاڑی کو مشکوک نظروں سے دیکھ کر ڈرائیونگ کر رہا تھا اس کے چہرے پر غصے کے آثار تھے اور وہ بار بار اپنا نچلا ہونٹ کاٹ رہا تھا۔ کافی دیر سے پیچھے آنے والی ایک گاڑی کو اپنے بیک ویو مرر میں سے واچ کر رہا تھا۔ وہ گاڑی اسے اوورٹیک کرتے ہوئے آگے چلی گئی تو حاتم نے تیزی سے گاڑی چلاتے

ہوئے اُس گاڑی کو اوورٹیک کیا اور آگے جا کر گاڑی کو زور سے جھٹکا دیا تو ردا سیٹ سے اچھل کر ڈیش بورڈ سے جا ٹکرائی۔

''حاتم بھائی...... سب ٹھیک تو ہے ناں؟'' ردا نے گھبرا کر بھائی سے پوچھا۔

''کیا مطلب؟'' حاتم نے چونک کر کہا۔

''آپ نے تو ایسی ریش ڈرائیونگ کبھی نہیں کی۔'' ردا نے پریشانی سے کہا تو حاتم نے ایک گہری سانس لی۔

''آپ مجھے کچھ اپ سیٹ لگ رہے ہیں۔'' ردا نے اس کی طرف بغور دیکھ کر کہا۔

''نہیں بس یونہی ...... تمہارے پیپرز کب ختم ہوں گے؟'' حاتم نے جلدی سے بات بدلتے ہوئے کہا۔

''اس کے بعد لاسٹ پیپر ہے۔'' اس نے بتایا، حاتم کے موبائل پر ایک میسج ٹون آئی وہ جلدی سے موبائل دیکھ کر غصے سے نتھنے پھلانے لگا اور غصے سے اسٹیرنگ پر ہاتھ مارنے لگا۔

''ردا...... تمہیں کبھی کوئی رانگ کالز یا میسجز تو نہیں آتے۔''

''نن...... نہیں ...... مگر آپ کیوں پوچھ رہے ہیں؟'' وہ یکدم گھبرا کر بولی۔

''یونہی...... وہ میرے موبائل پر اکثر رانگ کالز اور میسجز آتے ہیں ناں...... اس لیے پوچھ رہا ہوں۔'' حاتم منہ بنا کر بولا۔

''تو آپ سم بدل لیں۔'' ردا مسکرا کر بولی۔

''دوبار چینج کی ہے مگر پھر بھی اس کو میرے نمبر کا پتا چل جاتا ہے۔'' وہ گہری سانس لے کر بولا۔

''آئی ایم شیور...... وہ پھر آپ کا کوئی کلوز فرینڈ ہی ہوگا جو جان بوجھ کر آپ کو تنگ کر رہا ہے۔'' ردا نے چونک کر کہا۔

''مگر میں نے تو وہ نمبر کسی کو نہیں بتائے۔'' حاتم گہری سانس لے کر بولا۔

''اٹس امیزنگ پھر کیسے ...... کسی کو پتا چل جاتا ہے؟'' ردا نے چونک کر پوچھا۔

''یہی تو پتا نہیں چل رہا۔ بہت کوشش کر رہا ہوں۔ ہر بار نئے نمبر سے میسج آتے ہیں۔'' حاتم بولا۔

''وہ لڑکا ہے یا لڑکی؟'' ردا نے چونک کر پوچھا۔

''لڑکا......'' حاتم نے گہری سانس لے کر کہا۔

''لڑکا بھلا آپ کو کیوں تنگ کر رہا ہے؟'' ردا نے آنکھیں پھیلاتے ہوئے کہا تو حاتم نے اس کی طرف دیکھا اور گہری سانس لے کر خاموش ہو گیا۔ ردا بھی اسے دیکھ کر خاموش ہو گئی اور وہ تیزی سے ڈرائیونگ کرنے لگا مگر اس کا ذہن بری طرح ماؤف ہو رہا تھا۔

☆☆☆

ردا کے پیپرز کیا ختم ہوئے گھر میں زندگی لوٹ آئی۔ اس کے پیپرز کی وجہ سے باہر گھومنا پھرنا، لان میں بھائیوں کا بیڈمنٹن کھیلنا، ڈنر کے لیے باہر جانا، فرینڈز کا آنا جانا، سب ایکٹیویٹیز ماند پڑ گئی تھیں کیونکہ ردا ان میں شامل نہیں ہوتی تھی اور جس روز وہ فارغ ہوئی تو فہام نے سب سے پہلے ڈنر کا پروگرام بنا لیا اور اس نے شمیلہ کو بھی انوائٹ کیا۔

رات کو ساری فیملی ایک چائنیز ریسٹورنٹ میں ڈنر کرنے گئی تو وہ بہت خوش تھی۔ شمیلہ بہت ماڈرن گیٹ اپ میں خدیجہ اور ردا کے پاس بیٹھی تھی جبکہ ٹیبل کے دوسری جانب فہام، حاتم اور عاصم بیٹھے تھے۔ فہام بہت خوش تھا اور مسکرا مسکرا کر شمیلہ کی طرف دیکھتا، عاصم اس بات کو نوٹ کر رہا تھا اور شرارتی انداز میں مسکرا رہا تھا۔

''بھئی، یہ آپ لوگ کب تک آنکھوں ہی آنکھوں میں ایک دوسرے سے باتیں کرتے رہیں گے۔ ایک بار ہی نظریں چار کر کے زمانے کو بھی دیکھیں اور سامنے والوں کو بھی۔'' عاصم نے مسکرا کر کہا۔

''تمہاری اتنی لمبی چوڑی بات کا مطلب؟''

شمیلہ نے چونک کر عاصم سے پوچھا۔

''کیا آپ واقعی اتنی ناسمجھ ہیں یا پھر......'' عاصم نے مسکراتے ہوئے شمیلہ کو مخاطب کیا اور جان بوجھ کر جملہ ادھورا چھوڑا۔

''مجھے پہیلیاں اچھی نہیں لگتیں......'' شمیلہ منہ بنا کر تیزی سے کہنے لگی۔

''جبکہ مجھے پہیلیاں بھی اچھی لگتی ہیں اور سہیلیاں بھی۔'' عاصم نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

''لگتا ہے تم یہ Meaningful باتیں ان سہیلیوں سے ہی سیکھتے ہو۔'' شمیلہ نے مسکراتے ہوئے معنی خیز انداز میں کہا۔

''یس آف کورس...... کسی دن آپ کو بھی سنواؤں گا۔ تفصیل سے......'' عاصم نے مسکراتے ہوئے ڈھٹائی سے جواب دیا۔

''لیکن مما ابھی تو آپ ان دونوں کی شادی کا فائنل کریں گھر میں کچھ ہلا گلا ہو...... ہم بھی کچھ انجوائے کریں۔'' عاصم، ماں کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

''ہاں، میں تو بس ردا کے پیپرز ختم ہونے کا انتظار کر رہی تھی۔ کل ہی ریحانہ کی طرف جا کر شادی کی تاریخ طے کرتی ہوں۔'' وہ مسکراتے ہوئے بولیں۔

''مما! اتنی جلدی، آئی مین، حاتم کا بھی کہیں......'' فہام نے چونک کر چھوٹے بھائی حاتم کی طرف دیکھ کر کہا۔

''اس کی بعد میں دیکھوں گی...... پہلے تمہاری اور شمیلہ کی شادی ہو جائے۔'' خدیجہ مسکراتے ہوئے بولیں تو شمیلہ شرما کر مسکرانے لگی۔

''لڈو پھوٹ رہے ہیں کہ نہیں۔'' ردا نے آہستگی سے شمیلہ کے قریب ہو کر سرگوشی کی۔

''لڈو تو تب پھوٹیں گے جب تمہاری شادی بھی میرے ساتھ ہوگی۔'' شمیلہ منہ بنا کر ردا کی طرف دیکھ کر بولی۔

''ہیں...... ہیں یہ میری شادی کا ذکر کہاں سے آ گیا؟'' ردا نے چونک کر پوچھا۔

''ہونے کو تو کچھ بھی ہو سکتا ہے...... کیوں حاتم؟''

''ہاں...... یہ تو ہے۔'' حاتم کے ساتھ فہام نے بھی ہنستے ہوئے ہاں میں ہاں ملائی۔

''یہ آپ میرا احسان مانیں کہ آپ کی رخصتی کرا رہا ہوں۔'' عاصم نے شمیلہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''اس لیے کہ تمہاری باری جلدی آئے۔'' شمیلہ تیزی سے بولی۔

''خاصی سمجھدار ہو گئی ہیں۔ وہ بھی چند منٹوں میں۔'' عاصم نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''اچھا بھئی، اب جلدی کھانا ختم کرو...... رات کافی ہو چکی ہے، اب گھر چلنا چاہیے۔'' خدیجہ بولیں۔

کھانا کھا کر سب لوگ ریسٹورنٹ سے باہر نکلے تو خدیجہ بولیں۔

''فہام بیٹا! تم شمیلہ کو ڈراپ کر آؤ، میں اور ردا، حاتم اور عاصم کے ساتھ چلے جاتے ہیں۔''

''ٹھیک ہے مما۔'' فہام نے کہا۔

''جاؤ بیٹا، فی امان اللہ......'' خدیجہ، شمیلہ کو محبت سے چوم کر بولیں تو شمیلہ بھی ردا کے گالوں کو چوم کر مسکراتے ہوئے گاڑی میں فرنٹ سیٹ پر فہام کے ساتھ بیٹھ گئی اور فہام گاڑی ڈرائیو کرنے لگا۔

''تم نے آج ڈنر انجوائے کیا ناں؟'' فہام نے اس کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

''ہاں، بہت زیادہ...... میں تو ہمیشہ سے آپ اور آپ کی فیملی کے ساتھ بہت انجوائے کرتی ہوں۔'' شمیلہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''شمیلہ...... میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ ہمارا فیملی یونٹ کبھی نہ ٹوٹے۔ سب ایک دوسرے کے دکھ، درد اور خوشیوں کو محسوس کریں اور پیار محبت سے رہیں۔'' فہام مسکراتے ہوئے بڑے مان سے بولا۔

''انشاء اللہ...... ایسا ہی ہوگا۔'' شمیلہ نے بھی مسکرا کر کہا۔

''اور میں تم سے بھی یہی چاہتا ہوں کہ تم بھی ان کے ساتھ ہمیشہ ویسی ہی محبت کرو جیسی میں کرتا ہوں۔''

''فہام...... کیا آپ کو مجھ پر یقین نہیں......؟'' شمیلہ نے حیرت سے پوچھا۔

''ارے...... مجھے تو تم پر اپنے آپ سے بھی زیادہ یقین ہے کہ تم میری فیملی کا بہت زیادہ خیال رکھو گی۔ خاص طور پر ردا کا۔'' فہام نے مسکرا کر اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔

''ردا...... کا...... ہی کیوں؟'' شمیلہ چونک کر بولی۔

''اس لیے کہ...... میں...... اس سے بہت محبت کرتا ہوں، میں بتا نہیں سکتا...... ردا میرے لیے کیا ہے۔'' فہام قدرے جذباتی انداز میں نم آنکھوں سے بولا تو شمیلہ کے چہرے پر ناگواری کے تاثرات نمایاں ہونے لگے مگر وہ زبردستی مسکرا کر اسے دیکھتی رہی۔ فہام نے شمیلہ کو گھر کے گیٹ پر اتارا تو وہ قدرے آف موڈ کے ساتھ بیگ کندھے پر ڈالے لاؤنج میں داخل ہوئی۔ اس کے چہرے پر انتہائی غصے کے تاثرات تھے۔ ریحانہ صوفے پر بیٹھی ٹی وی دیکھ رہی تھیں۔ شمیلہ غصے سے اپنا بیگ صوفے پر پھینک کر منہ پھلا کر بیٹھ گئی۔

''کیا ہوا......؟ تمہارا موڈ کیوں آف ہے، ڈنر پر جانے سے پہلے تو اچھی بھلی تھیں؟'' ریحانہ نے چونک کر شمیلہ سے پوچھا۔

''میں تنگ آگئی ہوں، ان لوگوں سے۔'' شمیلہ غصے سے منہ بنا کر بولی۔

''کیوں...... کیا ہوا؟'' ریحانہ حیرت سے بولیں۔

''مما! ان لوگوں کی عجیب ہی باتیں ہیں اور سب سے بڑھ کر فہام...... یوں ردا کے ناز نخرے اور چونچلے اٹھاتا ہے۔ جیسے وہ دودھ پیتی بچی ہو۔ ردا یہ تو ردا وہ......'' شمیلہ خفگی سے بولی۔

''ہاں، وہ اس سے محبت بھی تو بہت کرتا ہے۔'' ریحانہ نے مسکرا کر بڑی بے پروائی سے جواب دیا۔

''اور اس کی محبت میں اسے اس وقت کوئی دکھائی نہیں دیتا۔ میں بھی نہیں۔'' شمیلہ غصے سے بولی۔

''بیٹا، رشتوں میں یوں مقابلہ مت کرو، فہ... نے اسے باپ بن کر پالا ہے۔ جو تمہاری جگہ ہے وہ ... کی کبھی نہیں ہوسکتی اور ردا کی جگہ تم کبھی نہیں لے سکو گی یہ ہمیشہ یاد رکھنا۔'' ریحانہ نرمی سے اسے سمجھاتے ہوئے بولیں۔

''مجھ سے تو سلمان بھائی نے کبھی ایسے محبت ... کی اور نہ ہی آپ نے جیسے خالہ ردا سے کرتی ہیں۔'' شمیلہ خفگی سے بولی۔

''ہر ایک کا اپنا، اپنا مزاج ہوتا ہے اگر میں اظہا... نہیں کرتی تو اس کا یہ مطلب تو ہرگز نہیں کہ میں تم سے محب... نہیں کرتی۔ آپا کا مزاج مختلف ہے، وہ ہر ایک کے ... میں اتر جاتی ہیں۔'' ریحانہ گہری سانس لے کر بولیں۔

''ردا...... سمیت۔'' شمیلہ طنزیہ لہجے میں بولی۔

''شمیلہ...... مت ایسی باتیں کیا کرو، تم نے بیاہ کر اس گھر میں جانا ہے۔ ابھی سے دل میں نفرتیں پالو گی گزارہ کیسے ہوگا۔'' ریحانہ سمجھاتے ہوئے کہنے لگیں۔

''ہاں، نفیسہ بھابی کے دل میں بھی میں نے نفرتیں پیدا کی ہیں ناں...... مما! آپ میرے علاوہ ... بندے کا فیور کرتی ہیں، سب اچھے ہیں، میں ہی بر... ہوں۔'' وہ نہایت غصے سے بولی۔

''میں نے ایسا کب کہا ہے؟ میری بیٹی تو سب سے اچھی ہے۔ تم تو خوش قسمت ہو کہ فہام جیسا اچھا لڑ... تمہیں مل رہا ہے۔ خاندان بھر میں اس کی کتنی تعریف ہوتی ہے، تم جانتی ہو ناں......'' ریحانہ نے مسکرا کر شمیلہ کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔

''مجھے فہام سے تو کوئی شکوہ نہیں۔'' اس نے منہ بنا کر آہستہ آواز میں کہا۔

''باقی سب لوگ بھی بہت اچھے ہیں۔'' ماں نے مسکرا کر کہا۔

''آپ نہیں سمجھیں گی۔'' اس نے سختی سے جواب دیا۔

''تم آخر سمجھانا کیا چاہتی ہو...... خواہ مخواہ کُڑھ کُڑھ کر اپنا خون جلاتی رہتی ہو...... بیٹا اپنے دل میں دوسروں کے لیے محبت پیدا کرو۔ اس محبت کا رنگ جب چہرے پر نمایاں ہونے لگتا ہے تو ہر دیکھنے والا اس کی طرف کھنچا چلا آتا ہے۔ محبت بہت بڑا ہتھیار ہے۔ اس سے تم دوسروں کے دل جیت سکتی ہو...... اب دیکھو ناں...... ردا ہر ایک سے کتنی محبت اور پیار سے بات کرتی ہے کہ سیدھی دل میں اتر جاتی ہے اور پھر اسے پیار کرنے کو بہت دل چاہتا ہے۔'' ریحانہ نے مسکرا کر کہا۔

''ہاں...... اب آپ بھی اس کی شان میں قصیدے پڑھیں۔ آپ لوگ جتنی اس کی تعریفیں کرتے ہیں، اتنی ہی میرے دل میں اس کے لیے نفرت بڑھتی جاتی ہے۔'' وہ غصے سے کہہ کر وہاں سے چلی گئی...... اور ریحانہ بے حد پریشان ہو کر اسے دیکھنے لگیں۔

☆☆☆

محسن رضا نے بی اے اچھے نمبروں سے پاس کرنے کے بعد ایم بی اے میں داخلہ لے لیا تھا۔ میرٹ پر آنے کی وجہ سے اسے یونیورسٹی سے اسکالرشپ بھی مل گئی۔ وہ بہت خوش تھا مٹھائی لے کر گھر لوٹا تو طیبہ اس کی منتظر تھی۔ اس کے چہرے پر پریشانی اور اضطراب کے تاثرات نمایاں تھے۔ محسن کے ہاتھ میں مٹھائی کا ڈبا دیکھ کر وہ چونکی۔

''میرا یونیورسٹی میں ایڈمیشن ہوا ہے اور مجھے اسکالرشپ بھی ملی ہے۔'' محسن نے طیبہ کے چہرے پر چھائی حیرانی کو بھانپتے ہوئے بتایا۔

''مبارک ہو بہت بہت......'' وہ ایک دم کہہ کر خاموش ہوگئی۔

''بھائی جان بہت مبارک ہو۔'' سمیرا نے بھائی کے ساتھ لپٹ کر اسے مبارک دیتے ہوئے کہا۔

''تھینک یو، اب پلیٹ میں مٹھائی نکال کر لاؤ سب کھاتے ہیں۔ حسن اور احسن کو بھی بلاؤ، وہ کہاں ہیں؟'' محسن نے کہا۔

''وہ باہر کھیلنے گئے ہوئے ہیں۔ میں ابھی انہیں بلاتی ہوں۔'' سمیرا کہہ کر دروازے تک چلی گئی اور محسن کمرے میں چلا گیا۔ طیبہ کچھ دیر کھڑی سوچتی رہی اور پھر اس کے پیچھے پیچھے کمرے کے اندر چلی آئی۔

''محسن۔'' وہ اسے آواز دے کر خاموش ہوگئی۔

''ہاں کہو، کیا بات ہے؟'' محسن نے مڑ کر بغور اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

''کیا بتانے سے ہی کسی بات کا پتا چل سکتا ہے۔'' طیبہ نے معنی خیز انداز میں کہا۔

''کیا مطلب؟'' محسن نے حیرت سے پوچھا۔

''میری خاموشی اور میری ان آنکھوں سے آپ کو میرے دل کی کیفیت معلوم نہیں ہوتی؟ کیا آپ میری زبان سے سب کچھ سننا چاہتے ہیں؟'' طیبہ نے ہمت کر کے کہا۔

''نہیں۔ کیونکہ تم جو کچھ سوچتی ہو وہ ممکن نہیں ہے۔'' محسن نے کہا۔

''کیوں، کیا میں آپ کے قابل نہیں؟'' طیبہ نے بھرائی ہوائی آواز میں پوچھا۔

''ایسی بات نہیں مگر دل کو کسی کے لیے مجبور نہیں کیا جا سکتا۔'' محسن نے آہ بھر کر کہا۔

''کیا آپ کے دل میں کوئی اور ہے؟'' طیبہ نے دھڑکتے دل کے ساتھ پوچھا۔

''معلوم نہیں۔'' محسن نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔

''مگر میں جانتی ہوں...... آپ جس کی محبت میں گرفتار ہیں۔'' طیبہ نے قدرے اونچی آواز میں کہا۔

''کیا مطلب؟'' محسن نے چونک کر پوچھا۔

''وہ یمنیٰ ہے ناں!'' طیبہ نے کہا۔ محسن نے بغور

اس کی طرف دیکھا مگر کچھ نہ بولا۔

''محسن وہ ایک ہیولا بن کر آپ کے اندر گھر کر چکی ہے اور آپ اس کے سحر میں مبتلا ہو گئے ہیں مگر یہ بھول بیٹھے ہیں کہ اب وہ کبھی نہیں آئے گی۔'' طیبہ نے دُرشت لہجے میں کہا۔

''زندگی ناممکنات کا سفر نہیں...... جب معجزے کائنات میں رونما ہو سکتے ہیں تو معمولی سی ناممکن بات ممکن کیوں نہیں ہو سکتی ؟'' محسن نے ٹھوس لہجے میں کہا۔

''آپ حقیقت سے نظریں چُرا کر خیالی دنیا میں جی رہے ہیں اور حقیقت کبھی نہیں بدلتی۔'' طیبہ نے کہا۔

''تم ٹھیک کہہ رہی ہو، میں مانتا ہوں مگر میرا دل نہیں مانتا اسے کیسے مناؤں۔'' محسن نے صاف گوئی سے کہا۔ طیبہ نے اس کی طرف گہری نگاہوں سے دیکھا اور ایک سرد آہ بھر کر رہ گئی۔

''طیبہ میرے پاس کچھ نہیں ہے سوائے یقینِ کامل کے اور میری یہی لگن اگر میرے خدا کو منظور ہوگا تو وہ کبھی نہ کبھی زندگی کے کسی نہ کسی موڑ پر ضرور رنگ لائے گی۔'' وہ پُرامید لہجے میں بولا۔

''اور میں...... اور میری محبت آپ کے لیے کوئی معنی نہیں رکھتی؟'' طیبہ نے تقریباً روتے ہوئے پوچھا۔

''تم میرے لیے بہت محترم ہو اسی لیے تو تمہیں کسی دھوکے میں نہیں رکھنا چاہتا۔ اگر چاہتا تو تم سے محبت کا ڈھونگ رچا کر تمہارے احساسات مجروح کر سکتا تھا لیکن میں ایسا ہرگز نہیں کروں گا۔ اس لیے کہ تم بہت اچھی لڑکی ہو...... مگر میرا نصیب نہیں ہو۔'' محسن نے کہا تو طیبہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

''پلیز چپ ہو جاؤ...... بچے آگئے تو وہ کیا سوچیں گے۔'' محسن نے کہا تو اس نے دوپٹے کے پلو سے آنکھیں رگڑیں۔

''اب میں چلتی ہوں، دعا کرتی ہوں وہ آپ کو ضرور ملے۔'' طیبہ نے دکھے دل سے کہا۔

''شکریہ، تمہارا دل واقعی بہت بڑا ہے۔'' محسن نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''محبت خود ہی ایسا منتر پھونکتی ہے کہ نہ چاہتے ہوئے بھی دل بڑا اور ظرف اونچا ہو جاتا ہے۔ شاید محبت کرنے والے کسی کو دکھ میں نہیں دیکھ سکتے۔ معلوم نہیں ایسا کیوں ہو جاتا ہے۔ پہلے مجھے اس لڑکی سے حسد تھا مگر اب اس پر رشک آنے لگا ہے جسے بِن بتائے کوئی اتنا چاہے...... جس کی محبت میں گرفتار ہو کر اسے کوئی دکھائی نہ دے۔'' طیبہ نے آہ بھرتے ہوئے کہا۔

''سوری...... تم میری وجہ سے ہرٹ ہوئی ہو مگر میں بے بس ہوں۔ میں تمہیں دھوکا دے سکتا ہوں اور نہ ہی اپنے آپ کو۔ بس تم مجھے معاف کر دینا اور جو اچھا پروپوزل آئے اسے قبول کر کے اپنی زندگی اچھے طریقے سے گزارنا۔'' محسن نے بڑے خلوص سے کہا۔

''کتنا آسان ہوتا ہے دوسروں کو نصیحت کرنا اور کتنا مشکل ہوتا خود اس پر عمل کرنا...... اینی وے تھینک یو۔'' وہ کہہ کر باہر نکل گئی اور محسن مضطرب سا اسے جاتے ہوئے دیکھتا رہ گیا۔

''میں نے جو کچھ کیا وہ سب ٹھیک ہے کیا۔ میں نے کوئی غلطی تو نہیں کی۔ انجانے میں کسی کا دل توڑ کر کوئی گناہ تو نہیں کیا؟ طیبہ کی مہربانیوں کا بدلہ میں نے اس کے جذبات کی نفی کر کے دیا اور اس سے وہ کتنی ہرٹ ہوئی یہ سب کچھ کر کے میں گناہ گار تو نہیں ٹھہرا...'' اس نے آہ بھر کر سوچا۔

''کیا کروں کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ دل اس کی یاد سے کسی پل غافل ہی نہیں ہوتا۔ وہ جو معلوم نہیں کبھی ملے گی بھی یا نہیں۔ دنیا کی اس بھیڑ میں نہ جانے کہاں کھو گئی ہے وہ اور شاید میں ایک خیال، ایک ہیولے کے پیچھے بھاگ رہا ہوں۔ میں کیا کر رہا ہوں؟'' وہ خود اپنا محاسبہ کر رہا تھا۔

☆☆☆

فہام ماں کے پاس بیڈ پر بیٹھا ان کی ٹانگیں دبا رہا تھا۔ ان کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں تھی۔ وہ بہت محبت سے انہیں دباتے ہوئے آہستہ آہستہ ان سے باتیں بھی کر رہا تھا اور وہ ہوں، ہاں میں اسے جواب دے رہی تھیں۔

''مما! میں کل ہی کسی آرتھوپیڈک سے آپ کے لیے اپائنٹمنٹ لے لیتا ہوں۔ آپ کی ٹانگوں کا درد بڑھتا ہی چلا جا رہا ہے۔'' فہام نے ان کی ٹانگیں دباتے ہوئے فکرمندی سے کہا۔

''ٹھیک ہو جائے گا، تم فکر نہیں کرو، اور اب جاؤ اپنے کمرے میں آرام کرو، میں ٹھیک ہوں۔'' خدیجہ درد کی شدت کو برداشت کرتے ہوئے آہستہ سے بولیں۔ اتنے میں حاتم انتہائی غصے میں موبائل پکڑے کمرے میں داخل ہوا مگر فہام کو خدیجہ کے پاس بیٹھا دیکھ کر چونکا اور کچھ کہتے ہوئے یک دم رک گیا اور وہ حاتم کا چہرہ دیکھ کر گھبرا گئیں۔

''حاتم تم گھبرائے ہوئے لگ رہے ہو...... خیر تو ہے؟'' فہام نے حیرت سے پوچھا۔

''کچھ نہیں۔'' اس نے واپس مڑتے ہوئے کہا اور ماں کو آنکھوں ہی آنکھوں میں گویا کچھ سمجھایا۔

''رکو حاتم۔'' خدیجہ نے گہری سانس لیتے ہوئے حاتم کو بلایا تو وہ رک گیا اور چونک کر ماں کی طرف دیکھنے لگا۔

''کیا پھر کوئی ایسا میسج آیا ہے؟'' انہوں نے بڑی فکرمندی سے پوچھا۔

''حاتم کیا پرابلم ہے اور یہ مما تم سے کس میسج کے بارے میں پوچھ رہی ہیں ؟'' فہام نے چونک کر بھائی سے پوچھا تو وہ بوکھلا گیا۔

''حاتم کے موبائل پر کوئی لڑکا ردا کے بارے میں فضول میسجز کرتا ہے۔'' خدیجہ نے گہری سانس لے کر اسے بتایا۔

''کیا...... ردا کے بارے میں؟'' فہام کی حیرانی قابلِ دید تھی وہ تیزی سے حاتم کے نزدیک آیا اور موبائل اس کے ہاتھ سے لے کر میسج پڑھنے لگا۔

''کب سے یہ میسجز آ رہے ہیں؟'' اس نے گہری سانس لے کر حاتم سے پوچھا۔

''کچھ روز سے...... میں نے سم بھی بدلی ہے اور نمبر ٹریس آؤٹ کرانے کی کوشش بھی کی ہے مگر ہر بار میسج نئے نمبر سے آتا ہے اور جب میں ٹریس آؤٹ کروانے کی کوشش کرتا ہوں تو سم عورتوں کے نام کی نکلتی ہیں مگر میسجز کوئی لڑکا ہی کرتا ہے۔'' حاتم منہ بنا کر بولا۔

''کیا تم ردا کے بارے میں مشکوک ہو ؟'' فہام نے چونک کر اس سے پوچھا۔

''معلوم نہیں...... مگر میں بہت ڈسٹرب ہوں۔'' حاتم گہری سانس لے کر بولا۔

''ردا پر یوں یقین رکھو جیسے اپنے آپ پر رکھتے ہو۔ زمانہ کچھ بھی کہے تمہارے اس یقین میں کمی نہیں آنی چاہیے۔ وہ ہماری بہن ہے اور اس کی پارسائی کے گواہ ہم ہیں اور محافظ بھی۔'' فہام نے حاتم کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر نرمی سے سمجھاتے ہوئے کہا۔

''اگر کوئی اتنا سچا ہے تو وہ ہمارے سامنے آکر بات کرے۔ ایسے اوچھے ہتھکنڈے جھوٹے لوگ ہی اپناتے ہیں۔ تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ جب تک میں زندہ ہوں، ردا کی عزت پر کوئی حرف نہیں آنے دوں گا جاؤ جا کر آرام کرو۔'' فہام نے موبائل اس کے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا تو وہ وہاں سے چلا گیا۔

''خدا میری ردا کے سر پر تم بھائیوں کا سایہ ہمیشہ قائم رکھے۔'' خدیجہ نے مسکرا کر فہام کی طرف دیکھ کر دعائیہ لہجے میں کہا ان کی آنکھیں نم ہونے لگیں۔

''مما! آپ کیوں اتنی پریشان ہو رہی ہیں اور وہ بھی میرے ہوتے ہوئے۔'' فہام نے مسکرا کر ماں کو اپنے ساتھ لگاتے ہوئے کہا۔

''ہاں، جن ماؤں کے تم جیسے بیٹے ہوں، انہیں کبھی نہیں گھبرانا چاہیے۔ مگر کیا کروں ایک جوان بیٹی کی ماں بھی تو ہوں۔'' خدیجہ نے مسکرا کر فہام کا ماتھا چومتے ہوئے کہا تو وہ مسکرا دیا۔

☆☆☆

شمیلہ اپنے کمرے میں بیڈ پر نیم دراز ایک فیشن میگزین دیکھنے میں مصروف تھی کمرے میں آہستہ آواز میں میوزک آن تھا۔ ریحانہ تیار ہو کر بیگ ہاتھ میں پکڑے شمیلہ کے کمرے میں آئیں۔

''بیٹا! میں ٹیلر کے پاس جا رہی ہوں اگر تمہیں بھی جانا ہے تو چلو۔'' وہ اس کی طرف دیکھ کر بولیں۔

''نہیں، مجھے نہیں جانا۔'' شمیلہ منہ بنا کر بولی۔

''کیوں؟ تم نے آپا والا سوٹ نہیں سلوانا؟'' ریحانہ نے حیرت سے پوچھا۔

''نہیں، وہ مجھے پسند نہیں آیا؟'' شمیلہ صفحہ پلٹتے ہوئے منہ بنا کر بولی۔

''کیوں، وہ تو بہت اچھا ہے اور اس وقت تو تم کہہ رہی تھیں کہ تمہیں بہت پسند آیا؟'' ریحانہ نے انتہائی حیرت سے چونک کر پوچھا۔

''اس لیے کہ میں فہام کو ناراض نہیں کرنا چاہتی۔'' شمیلہ ماں کے قریب کھڑے ہو کر معنی خیز انداز میں بولی۔

''مگر فہام کا اس سے کیا تعلق؟'' ریحانہ نے چونک کر پوچھا۔

''فہام کی فیملی دنیا کی سب سے اچھی فیملی ہے، وہ لوگ کبھی کوئی غلطی کر ہی نہیں سکتے، ان پر کسی قسم کا اعتراض یا تنقید فہام برداشت نہیں کرتا۔'' شمیلہ طنزیہ انداز میں مسکراتے ہوئے بولی۔ ''اس لیے میں فہام کو کبھی ناراض نہیں کر سکتی۔'' اس نے آنکھیں گھما کر معنی خیز انداز میں کہا۔

''ورنہ تم آپا اور ان کی فیملی کی کبھی عزت نہ کرو۔'' ریحانہ خفگی سے بولیں۔

''ہاں، تو...... کیوں کروں؟'' شمیلہ ٹھوس لہجے میں بولی۔

''شمیلہ، شمیلہ تمہیں کیسے سمجھاؤں۔'' وہ غصے سے جھنجلا کر بولیں۔

''میں سب سمجھتی ہوں اور وہ بھی بہت اچھی طرح...... مجھے کیا کرنا ہے اور کس کے ساتھ رشتہ نبھانا ہے، سب جانتی ہوں۔'' شمیلہ نے مسکرا کر ماں کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر کہا تو وہ غصے سے منہ بناتے ہوئے وہاں سے چلی گئیں اور شمیلہ معنی خیز انداز میں مسکرانے لگی۔

☆☆☆

خدیجہ بیگم نے لاؤنج میں فروٹ اور مٹھائیوں کے ٹوکرے رکھے تھے۔ زاہدہ انہیں خاص اہتمام سے سجا رہی تھی اور شوکت ڈرائیور انہیں گاڑیوں میں رکھ رہا تھا۔ خدیجہ بیگم بھی خصوصی طور پر تیار ہوئی تھیں کیونکہ وہ آج فہام کی شادی کی تاریخ رکھنے جا رہی تھیں اور بے حد خوش تھیں۔ خوشی سے ان کے پاؤں زمین پر نہیں پڑ رہے تھے۔ ردا لاؤنج میں آئی تو اتنا زیادہ اہتمام دیکھ کر چونک گئی۔

''مما آپ اتنا سب کچھ شمیلہ آپی کے گھر لے کر جا رہی ہیں؟'' ردا نے حیرت سے پوچھا۔

''ہاں بیٹا، یہ بھی رسم ہوتی ہے۔ بہو کے گھر جب بھی جائیں تو اس شان سے جائیں کہ اسے اپنی عزت اور قدر محسوس ہو۔'' خدیجہ بیگم نے مسکرا کر کہا۔

''ردا بی بی کو کیا پتا...... جب ان کی سسرال والے یہ سب کچھ لائیں گے پھر ان کو پتا چلے گا۔'' زاہدہ نے سرخ گوٹے والے رومال سے مٹھائی کی ٹوکری لپیٹتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

''ہٹو...... کیا فضول باتیں کر رہی ہو...... میرا شادی کا کوئی ارادہ نہیں، مجھے تو ابھی یونیورسٹی جانا ہے، بہت پڑھنا ہے۔'' ردا نے مصنوعی خفگی سے کہا۔

''پڑھ کر بھی تو شادی کرنی ہے ناں!'' زاہدہ نے ہنستے ہوئے کہا۔

''تب کی تب دیکھی جائے گی۔'' ردا نے منہ بنا کر جواب دیا۔

''اچھا زاہدہ...... جلدی سے سارا سامان

گاڑیوں میں رکھواؤ...... ریحانہ انتظار کر رہی ہوگی۔'' خدیجہ بیگم نے اپنا پرس اٹھاتے ہوئے کہا اور مسکراتے ہوئے وہاں سے چلی گئیں۔ زاہدہ، شوکت کے ہمراہ ٹوکریاں گاڑی میں رکھوانے لگی۔

☆☆☆

شمیلہ اتنا سب کچھ دیکھ کر خوشی سے پھولے نہ سما رہی تھی۔ نفیسہ بھی قدرے حیرت سے ان کی طرف دیکھتی رہی اور دل ہی دل میں اس سے حسد کرتی رہی۔ ریحانہ اپنی بیٹی کی اتنی قدر اور خوش نصیبی پر فخر محسوس کر رہی تھیں اور بے حد خوش تھیں۔

خدیجہ اکیلے ہی گئی تھیں اب وہ ریحانہ کے بہو، بیٹے کے ہمراہ بیٹھی شادی کی تاریخوں پر بات کر رہی تھیں۔ ریحانہ کی مالی حیثیت کبھی مستحکم نہیں رہی تھی۔ نہ ہی گھر زیادہ پُرآسائش اور بڑا تھا۔ خدیجہ کے مقابلے میں ان کی مالی حیثیت بہت کم تھی مگر خدیجہ ہمیشہ انہیں سپورٹ کرتیں اور کبھی کسی کمی کا احساس نہ ہونے دیتیں۔ شوہر کی وفات کے بعد جو فنڈ ملا ریحانہ نے اسے بینک میں جمع کروادیا اور یہی سوچا کہ شمیلہ کی شادی پر نکلوائیں گی۔ سلمان کی تنخواہ سے گھر کا خرچ مشکل سے پورا ہوتا تھا۔

''ریحانہ، میں تو اس غرض سے آئی ہوں کہ جلد سے جلد فہام اور شمیلہ کی شادی کر دی جائے۔'' خدیجہ نے کہا۔

''خالہ جان اتنی جلدی...... تیاری کے لیے کوئی وقت تو دیں۔'' سلمان جلدی سے بولا۔

''بیٹا کیسی تیاری...... ریحانہ کان کھول کر سن لو میں ایک پائی کا جہیز نہیں لوں گی۔ شمیلہ کے لیے زیورات اور کپڑے میں خود بنواؤں گی اور بارات میں بھی بہت کم لوگ لاؤں گی۔'' خدیجہ نے کہا۔

''نہیں آپا...... اب ہم نے بیٹی کو ایسے ہی تو رخصت نہیں کرنا۔'' ریحانہ نے کہا۔

''ریحانہ میں نمود و نمائش اور پیسے کے زیاں کو اچھا نہیں سمجھتی۔ گھر بہو کی چیزوں سے نہیں اس کے اخلاق سے خوب صورت لگتا ہے...... اور شمیلہ مجھے مل رہی ہے تو اور کیا چاہیے۔'' خدیجہ نے مسکرا کر کہا تو نفیسہ نے طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ ریحانہ اور سلمان کی طرف دیکھا۔

''بس پھر ٹھیک ہے اس ماہ کی 25 تاریخ رکھ لیتے ہیں۔'' خدیجہ نے کہا۔

''ٹھیک ہے جیسا آپ کہہ رہی ہیں۔ ہمیں اس پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔'' سلمان نے مسکرا کر کہا تو سب مسکرانے لگے۔

☆☆☆

شمیلہ کو جب خبر ملی کہ خالہ نے جہیز لینے سے انکار کر دیا ہے تو وہ بری طرح سیخ پا ہوئی۔ اس نے تو پلان کر رکھا تھا کہ وہ بہت ٹھیک ٹھاک جہیز لے کر جائے گی مگر اس کی ساری پلاننگ پر پانی پھر گیا تھا۔ رات کو فہام اپنے کمرے میں بیڈ پر نیم دراز شمیلہ سے موبائل پر باتیں کر رہا تھا۔ کمرے میں ہلکی سی موسیقی بھی سنائی دے رہی تھی۔

''آج تو تم بہت خوش ہوگی۔ ہماری شادی کی ڈیٹ جو فکس ہوگئی ہے۔'' فہام نے سرگوشی کے انداز میں شمیلہ سے پوچھا۔

''میرا موڈ سخت آف ہے۔'' شمیلہ نے منہ بنا کر خفگی سے جواب دیا۔

''کیوں؟'' فہام نے چونک کر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

''خالہ جان نے جہیز لینے سے انکار کر کے میری ساری خواہشات کو ختم کر دیا ہے۔'' شمیلہ خفگی سے بولی۔

''کیا مطلب...... میں سمجھا نہیں؟'' فہام نے اس کی بات کا مطلب نہ سمجھتے ہوئے کہا۔

''میری اتنی خواہش تھی کہ میں اپنی شادی پر اپنی مرضی سے کراکری، بیڈ شیٹس اور گھر کی دوسری چیزیں خریدوں گی مگر خالہ جان نے تو......'' شمیلہ غصے

سے بولی۔

''مما نے تو تم لوگوں کا ہی بھلا سوچا ہے۔'' فہام نے سمجھاتے ہوئے کہا۔

''کیا ضرورت تھی اتنا ہمدرد بننے کی۔ میرے بھائی، بھابی کون سا مجھ پر پہلے ہی بہت کچھ خرچ کرتے ہیں۔ ایک شادی پر ہی کرنا تھا، وہ بھی انہیں روک دیا گیا ہے۔'' شمیلہ خفگی سے بولی۔

''کیا مطلب؟'' فہام نے اسے حیرت سے پوچھا۔

''سلمان بھائی کو تو اپنی بیوی کے ناز نخرے اٹھانے سے ہی فرصت نہیں ملتی۔ میں اور مما، ڈیڈی کی پنشن سے گزارہ کرتی ہیں۔ مما نے میری شادی کے لیے کچھ سیونگ کر رکھی ہے۔ اب انہیں موقع مل جائے گا۔ دونوں اب اسے بھی ہتھیالیں گے۔'' شمیلہ فہام کو بتاتے ہوئے بولی۔

''آئی ایم سوری... میں تو کچھ بھی نہیں جانتا۔ اینڈ آئی ایم شیور مما بھی نہیں جانتی ہوں گی لیکن شمیلہ ہمارے گھر میں تمہیں کسی بھی چیز کی کمی نہیں ہوگی۔'' فہام اسے نے اچھی طرح سمجھایا۔

''فہام بات کمی کی نہیں ہے بات میرے کنجوس بھائی اور گھٹیا فطرت والی بھابی کی ہے۔ خودغرض اور لالچی ہیں۔'' وہ انتہائی حقارت سے بولی۔

''شمیلہ تم ان لوگوں کے بارے میں ایسی باتیں کیوں کر رہی ہو؟'' فہام کو حیرت کا شدید جھٹکا لگا۔

''اس لیے کہ میں ان دونوں کو اچھی طرح جانتی ہوں، ہر کوئی ردا کے بھائیوں جیسا نہیں ہوتا۔'' شمیلہ نے غصے سے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

''یہ تم لوگوں کا پرسنل میٹر ہے، اب میں کیا کہہ سکتا ہوں۔'' فہام ذرا ہچکچا کر بولا۔

''یہی تو میں سمجھا رہی ہوں کہ آپ لوگوں کو کسی بھی معاملے میں بولنے کی ضرورت نہیں۔ ہر گھر کے اپنے مسائل اور ضروریات ہوتی ہیں۔'' شمیلہ نے قدرے خفگی سے کہا تو فہام پریشانی سے ہونٹ کاٹنے لگا۔

''اوکے...... تم اپنا موڈ آف نہ کرو۔ میں مما سے کہوں گا۔ وہ آئندہ تم لوگوں کے معاملات میں انٹرفیر نہیں کریں گی۔'' فہام نے اس کا موڈ ٹھیک کرنے کے لیے کہا تو شمیلہ کے چہرے پر معنی خیز مسکراہٹ پھیلنے لگی۔ جو وہ چاہتی تھی فہام اسی طرف آرہا تھا۔ اس کا موڈ یک دم ٹھیک ہوگیا اور وہ اس سے مسکرا مسکرا کر باتیں کرنے لگی۔

''اچھا یہ بتاؤ تم اپنے اور میرے اس ملن پر کتنی خوش ہو؟'' فہام نے مسکرا کر معنی خیز انداز میں پوچھا۔

''آنکھوں نے جس کے سپنے دیکھے ہوں اور دل نے جس کے بارے میں کیا کچھ محسوس کیا ہو۔ وہ شخص ملنے جارہا ہو تو کیا احساسات ہوتے ہیں۔ یہ تو آپ کو معلوم ہونا چاہیے۔'' شمیلہ نے مسکرا کر کہا تو فہام نے بھرپور قہقہہ لگایا۔

''بالکل...... میری بھی یہی کنڈیشن ہے شمیلہ۔ آئی لو یو سو مچ۔'' فہام نے مسکرا کر کہا۔

''آئی لو یو ٹو۔'' شمیلہ نے قدرے شرما کر جواب دیا تو دونوں مسکرانے لگے۔

☆☆☆

خدیجہ لاؤنج میں صوفے پر بیٹھی تھیں اور ردا ان کے پاس بیٹھی انتہائی خوشی سے شاپنگ بیگز میں سے کپڑے نکال نکال کر دکھا رہی تھی۔

''مما یہ دیکھیں، کتنا خوب صورت دوپٹا ہے اور کلر کومبی نیشن بھی بہت خوب صورت ہے۔ شمیلہ آپی کو بہت سوٹ کرے گا۔ مجھے پہلی نظر میں ہی اتنا پسند آیا کہ میں نے اسے فوراً ہی خرید لیا۔'' ردا نے ایک خوب صورت کامدار دوپٹا انہیں دکھاتے ہوئے کہا۔

''ہاں ماشاء اللہ کام بھی بہت خوب صورت ہے اور رنگ بھی۔ خدا شمیلہ کو پہننا اوڑھنا نصیب کرے۔'' خدیجہ نے اپنی عینک لگا کر دوپٹے کو ہاتھ لگا کر دیکھتے ہوئے کہا۔

''آمین...... آمین۔ مما، شمیلہ آپی کے لیے شاپنگ کرتے ہوئے مجھے اتنی خوشی محسوس ہوتی ہے کہ آپ کو کیا بتاؤں۔'' ردا نے مسکرا کر جلدی سے کہا۔

''بیٹا یہ محبتوں کے رشتے ہوتے ہیں اور خوشی بھی تب ہی محسوس ہوتی ہے جب انسان دل سے کسی کو چاہتا ہے۔'' خدیجہ مسکرا کر بولیں۔

''مجھے تو اس دن کا شدت سے انتظار ہے جس دن شمیلہ آپی ہمیشہ کے لیے ہمارے گھر میں آجائیں گی۔'' ردا نے مسکرا کر دوپٹا تہ کرتے ہوئے کہا۔

''اللہ خیر سے وہ دن لائے لیکن سوٹ واقعی بہت اچھا ہے۔'' خدیجہ مسکرا کر بولیں۔

''ہے ناں مما...... میں شمیلہ آپی کو فون کر کے بتاتی ہوں۔'' ردا نے خوش ہو کر کہا۔

''ردا تم بھی ناں...... کیا کچھ بتاؤ گی۔ سب کچھ ہی بہت اچھا ہے۔'' خدیجہ ہنستے ہوئے بولیں اور وہ اپنے موبائل پر شمیلہ کا نمبر ملانے لگی۔

''ہیلو شمیلہ آپی، آج میں نے آپ کے لیے بہت زبردست شاپنگ کی ہے ایک ڈریس مجھے اتنا پسند آیا کہ میں نے فوراً ہی خرید لیا۔'' ردا نے خوش ہو کر شمیلہ سے کہا۔

''اچھا اس میں کیا خاص بات ہے؟'' اس نے زبردستی مسکرا کر پوچھا۔

''ملٹی کلر کے کومبی نیشن پر بہت خوب صورت کام ہوا ہے۔'' ردا مسکرا کر بولی۔

''ملٹی کلر......؟'' شمیلہ نے چونک کر پوچھا۔

''کیوں، آپ کو ملٹی کلر پسند نہیں ہے؟'' ردا نے ایک دم گھبرا کر پوچھا۔

''ارے نہیں...... نہیں تم جو بھی لاؤ گی وہ مجھے پسند ہوگا۔'' شمیلہ نے جلدی سے موڈ بدلتے ہوئے کہا۔

''تھینک یو۔'' ردا مسکرا کر بولی۔

''خالہ جان کے گھٹنوں میں بہت درد تھا تو کیا تم اکیلی شاپنگ کرنے گئی تھیں؟'' شمیلہ نے یک دم منہ بنا کر پوچھا۔

غزل

ہم بھی سوچیں اگر خساروں کو
منہ دکھائیں گے کیا بہاروں کو

لُطف دے گی شکستہ کشتی بھی
بھول جاؤ اگر کناروں کو

چین ملتا ہے تیری محفل میں
چاند کو جگنوؤں کو تاروں کو

مرسلہ: دور یشم کراچی

''ارے نہیں، رشنا میرے ساتھ تھی اور ہم نے بہت انجوائے کیا۔'' ردا مسکرا کر بولی۔

''آئی سی پھر تو تم بہت تھکی ہوئی ہوگی۔ اب تھوڑا سا ریسٹ کرلو۔'' شمیلہ نے بجھے ہوئے لہجے میں آہستہ آواز میں کہا۔

''ہاں، اوکے بائے۔'' وہ مسکرا کر بولی۔

''مما شمیلہ آپی کو بھی ڈریس کا سن کر اچھا لگا ہے۔'' ردا نے ماں کو خوشی سے بتایا تو دونوں مسکرانے لگیں۔

☆☆☆

ریحانہ اپنے کمرے میں وارڈروب کھولے کھڑی تھیں اور اس میں سے کچھ نئے کپڑے نکال کر دیکھ رہی تھیں۔ شمیلہ قدرے غصے میں ان کے کمرے میں داخل ہوئی۔

''شمیلہ بیٹے میں نے یہ کچھ کپڑے نکالے ہیں، تمہارے لیے اور ردا کے لیے جو تمہیں پسند ہوں وہ دیکھ لو۔'' انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''مجھ سے پسند کروانے کی کیا ضرورت ہے۔ جو دل چاہتا ہے دے دیں۔'' شمیلہ خفگی سے منہ

بنا کر بولی۔

''کیوں ایسی کیا بات ہوگئی؟'' ریحانہ نے چونک کر پوچھا۔

''ادھر ردا اپنی فرینڈ کے ساتھ میری شاپنگ کر رہی ہے۔ اس نے اتنا گوارا نہیں کیا کہ مجھے ساتھ لے جا کر میری چوائس کے ڈریس خریدتی۔'' شمیلہ نے منہ بنا کر شکایتی لہجے میں کہا۔

''بیٹا شادی بیاہ کی شاپنگ مائیں، بہنیں بڑے ارمانوں اور چاہتوں سے کرتی ہیں اور میرا خیال ہے آپا نے اس لیے تمہیں نہیں بلایا ہوگا۔ ورنہ وہ تو تمہیں ہر بات میں آگے کرتی ہیں۔ تم اس بات سے دل میلا نہ کرو۔ ساری زندگی تم نے اپنی ہی پسند سے کپڑے پہنے ہیں۔ انہیں اپنے ارمان پورے کرنے دو۔'' ریحانہ نے گہری سانس لے کر اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

''لیکن مما...... پھر بھی۔'' وہ خفگی سے ماں کو دیکھنے لگی۔

''تم جس گھر میں جا رہی ہو وہ بہت نصیب والیوں کو ملتا ہے۔ جتنی محبت اور چاہت وہ لوگ دکھا رہے ہیں ان کی قدر کرو۔'' ریحانہ نے اس کی بات کاٹ کر کہا تو وہ کچھ شرمندہ سی ہوگئی۔

''پلیز بیٹا، اس گھر میں جانے سے پہلے اپنے ذہن سے تمام منفی باتیں نکال دو اور اب یہ سوٹ پسند کرو جو تمہیں اچھا لگے۔'' ریحانہ نے مسکرا کر اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے پاس بٹھاتے ہوئے کہا تو وہ زبردستی مسکرا کر کپڑے دیکھنے لگی۔

☆☆☆

توقیر کمرے میں اندھیرا کیے بیڈ پر آنکھیں موندے لیٹا ہوا تھا۔ اس کی آنکھیں بار بار نم ہو رہی تھیں۔ کبھی وہ آہیں بھرتا ہوا اٹھ کر بیٹھ جاتا اور کبھی لیٹ جاتا تھا۔

''مجھے سمجھ نہیں آرہا۔ ردا نے میری محبت کو کیوں ویلیو نہیں کیا، میں تو اس سے بہت پُرخلوص اور شدید محبت کرنے لگا تھا۔ اس نے ایک لمحے کے لیے بھی نہیں سوچا کہ یوں انکار کرنے سے میں کتنا ہرٹ ہوں گا۔'' توقیر نے پریشان ہو کر سوچا اور اپنی نم آنکھوں کو اپنے ہاتھوں سے صاف کرنے لگا۔

''کمرے میں اتنا اندھیرا کیوں کر رکھا ہے؟'' نجمہ نے اس کے کمرے میں داخل ہو کر حیرت سے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور آگے بڑھ کر لائٹ آن کی۔ توقیر نے جلدی سے اپنی آنکھوں پر بازو رکھ لیا۔

''توقیر کیا تم سو رہے ہو بیٹا کھانا بھی نہیں کھایا تم نے۔'' نجمہ نے اس کے قریب بیٹھ کر اس کا بازو ہلاتے ہوئے کہا تو توقیر نے کوئی جواب نہیں دیا۔ نجمہ اسے آوازیں دینے لگیں مگر وہ خاموش رہا۔

''توقیر تو اتنی جلدی سونے کا عادی نہیں پھر آج کیسے سوگیا۔'' نجمہ حیرت سے بڑبڑائیں۔

''توقیر بیٹا تم ٹھیک تو ہو ناں آج جلدی کیوں سوگئے؟'' انہوں نے اس کا بازو پھر ہلاتے ہوئے پوچھا۔

''میرے سر میں بہت درد ہے، مجھے سونے دیں۔'' توقیر نے منہ بنا کر آہستہ آواز میں کہا اور کروٹ بدل لی۔ انہوں نے پریشانی سے اس کی طرف دیکھا اور کمرے سے باہر چلی گئیں۔

ان کے جاتے ہی وہ آہ بھر کر اٹھ بیٹھا اور واش روم میں جا کر شیشے کے پاس کھڑا ہوگیا اس کی آنکھیں متورم تھیں، وہ پانی کے چھینٹے زور زور سے اپنے چہرے پر مارنے لگا۔ جس میں اس کے آنسوؤں کی آمیزش بھی شامل تھی۔

☆☆☆

نجمہ اور رشنا دونوں ..... بیٹھی ناشتا کرنے میں مصروف تھیں۔ توقیر اپنے کمرے سے باہر نکلا۔ اس کی آنکھیں انتہائی سرخ اور چہرہ بہت اداس اور پریشان دکھائی دے رہا تھا۔ اس نے شیو بھی نہیں کی تھی اور نہ ہی ٹھیک سے تیار ہوا تھا۔ وہ اپنا بیگ پکڑے لاؤنج سے باہر جانے لگا۔

''توقیر ...... کیا تم ناشتا کیے بغیر آفس جا رہے ہو؟'' نجمہ نے چونک کر اسے آواز دیتے ہوئے پوچھا۔

''مجھے بھوک نہیں ہے۔'' اس نے ان کی طرف دیکھے بغیر آہستہ آواز میں جواب دیا۔

''توقیر یہاں آؤ۔'' نجمہ نے خفگی سے تحکمانہ انداز میں کہا تو توقیر خاموشی سے ڈائننگ ٹیبل کے قریب آگیا۔

''اِدھر بیٹھو اور ناشتا کر کے آفس جاؤ اور تم تیار بھی ٹھیک سے نہیں ہوئے۔'' نجمہ نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''میں نے کہا نا کہ مجھے بھوک نہیں ہے اور میں ٹھیک ہوں۔'' توقیر نے قدرے جھنجلا کر کہا۔

''رشنا بھائی کو چائے بنا کر دو۔'' نجمہ نے رشنا کی طرف دیکھ کر کہا۔ توقیر خاموشی سے بیٹھ گیا۔ رشنا نے کپ میں چائے ڈالتے ہوئے بار بار اس کے چہرے کی طرف دیکھا۔

''توقیر کیا بات ہے، چہرے سے بہت پریشان لگ رہے ہوں۔ یوں لگ رہا ہے جیسے رات بھر سو نہیں سکے۔'' انہوں نے اس کی طرف بغور دیکھ کر کہا۔

''کچھ نہیں۔'' توقیر نے چائے پیتے ہوئے آہستہ آواز میں کہا۔

''کیا آفس میں کوئی ٹینشن چل رہی ہے؟'' نجمہ نے گہری سانس لے کر پوچھا۔

''نہیں۔'' اس نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

''پھر کیا بات ہے، کچھ تو بتاؤ۔ تمہارا چہرہ صاف بتا رہا ہے کہ تم بہت پریشان ہو؟'' انہوں نے خفگی سے جھنجلا کر پوچھا۔

''کچھ بھی نہیں۔'' وہ گہری سانس لے کر بولا۔

''مگر توقیر بھائی آج آپ چہرے سے بالکل مجنوں لگ رہے ہیں اور وہ بھی ناکام مجنوں۔'' رشنا نے اس کی طرف دیکھ کر ہنستے ہوئے کہا۔

''کہیں محبت میں ناکامی تو نہیں ہوئی؟'' رشنا نے مسکرا کر رازدارانہ انداز میں پوچھا تو توقیر نے یک دم چونک کر اس کی طرف دیکھا اور پھر اس کی آنکھیں نم ہونے لگیں اور وہ چائے کا کپ وہیں چھوڑ کر اٹھ کر چلا گیا تو رشنا یک دم پریشان ہوگئی۔

''یہ توقیر بھائی کو کیا ہوا ہے...... جب تک بات کا جواب نہیں دے لیتے تھے وہ خاموش نہیں بیٹھتے تھے اور آج تو بولے نہیں کچھ گڑبڑ ہی لگ رہی ہے۔'' وہ فکرمندی سے بولی۔

''ہاں، میں بھی یہی محسوس کر رہی ہوں۔ اچھا بھلا تھا اچانک ہی اسے کچھ ہوگیا ہے۔'' نجمہ نے پریشانی سے کہا تو رشنا بھی پریشان ہوگئی۔

☆☆☆

ردا گاڑی ڈرائیو کر رہی تھی۔ رشنا اس کے ساتھ ہی تھی۔ وہ بہت خاموش تھی، زیادہ باتیں نہیں کر رہی تھی۔

''کیا بات ہے رشنا، آج تم خاموش کیوں ہو، کیا فراز بھائی سے جھگڑا ہوگیا ہے؟'' ردا نے چونک کر اس کی طرف دیکھ کر کہا۔

''نہیں یار، میں توقیر بھائی کی وجہ سے بہت اَپ سیٹ ہوں۔'' رشنا نے فکرمندی سے کہا۔

''کیوں، انہیں کیا ہوا ہے؟'' ردا نے ایک دم چونک کر پوچھا۔

''یہی تو پتا نہیں چل رہا۔ ہر وقت ہنسنے ہنسانے والے اور خاموش نہ بیٹھنے والے توقیر بھائی ایک دمَ اتنے چپ ہوگئے ہیں کہ کسی سے بات ہی نہیں کرتے اور چہرے سے بھی بہت پریشان اور اداس دکھائی دیتے ہیں۔'' رشنا نے اِک آہ بھر کر کہا تو ردا نے ایک زبردست بریک لگائی اور بوکھلا کر ریش ڈرائیونگ کرنے لگی۔

☆☆☆

فہام، خدیجہ کے ہمراہ صوفے پر بیٹھا تھا اور خدیجہ خوشی خوشی شاپنگ بیگز کھول کر اسے دکھا رہی تھیں۔ کپڑوں کو دیکھ کر فہام کے چہرے پر مسکراہٹ پھیلنے لگی۔

”بیٹا کیا تمہیں شمیلہ کے یہ کپڑے پسند آئے ہیں۔ تمہاری تو اپنی چوائس بہت اچھی ہے اگر کوئی کلرز چینج کرنے ہوں تو بتا دینا۔“ خدیجہ نے مسکرا کر فہام سے پوچھا۔

”سب بہت اچھے ہیں۔“ فہام نے مسکرا کر کپڑوں کو ہاتھ لگا کر دیکھتے ہوئے کہا۔

”بے چاری ردا ہی اپنی سہیلی کے ساتھ ساری شاپنگ کر رہی ہے۔ میں تو گھٹنوں کے درد کی وجہ سے کہیں جا ہی نہیں پا رہی۔“ خدیجہ نے مسکرا کر کہا۔

”ویسے تم شمیلہ سے اس کی پسند بھی پوچھ لیتا اور جو جو چیزیں اسے پسند ہوں وہ بھی۔“ خدیجہ مسکراتے ہوئے بولیں۔ ”میں نے تو ریحانہ کو صاف کہہ دیا ہے کہ وہ کوئی جہیز نہ بنائے۔ سب میں ہی بناؤں گی۔ زیور بھی، کپڑے بھی۔“ خدیجہ اپنی ہی لے میں بولیں۔

”مما آپ کو ایسا کچھ نہیں کہنا چاہیے تھا۔“ فہام نے نظریں چراتے ہوئے آہستہ آواز میں کہا۔

”بیٹا...... کیا تم چاہتے ہو کہ شمیلہ جہیز لے کر اس گھر میں آئے؟“ خدیجہ ایک دم چونک کر بولیں۔

”نہیں...... مگر میں یہ بھی نہیں چاہتا کہ ہم اُن کے گھریلو معاملات میں بولیں۔“ فہام نے جھنجلا کر کہا۔

”بیٹا...... تم کیا کہہ رہے ہو، مجھے تو کچھ سمجھ میں نہیں آرہا۔“ انہوں نے حیرت سے پوچھا۔

”مما...... بس آپ شمیلہ کی فیلنگز کا خیال رکھیں۔ وہ کسی بات سے ہرٹ نہ ہو۔“ فہام نے یک دم بوکھلا کر بات کو گول مول کرتے ہوئے کہا اور خدیجہ نے حیرت سے اسے دیکھا۔

”کیا یہ سب شمیلہ نے تم سے کہا ہے؟“ انہوں نے اس کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

”نہیں...... وہ؟“ فہام ایک دم بوکھلا گیا۔

”بیٹا...... میں تو اسے بھرپور محبت اور خوشیاں دینے کی کوشش کر رہی ہوں۔ صرف اس لیے کہ یہ گھر اس کو سسرال نہیں میکا ہی لگے۔“ خدیجہ گہری سانس لے کر بولیں۔

”وہ تو سب ٹھیک ہے مگر......“ فہام پریشانی سے بولا۔

”میں سب سمجھ گئی ہوں تمہیں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔“ خدیجہ شکستہ لہجے میں بولیں اور خاموش ہو کر بے دلی سے کپڑے شاپنگ بیگ میں ڈالنے لگیں۔ فہام شرمندہ سا وہاں سے اٹھ کر چلا گیا۔

☆☆☆

ردا ایک اسٹائلش ڈریس پہنے تیار ہو کر بیگ کندھے پر ڈالے خدیجہ کے کمرے میں آئی تو دیکھا ماں بیڈ پر آنکھیں بند کیے لیٹی ہوئی تھیں، ردا مسکراتے ہوئے ان کے پاس آ بیٹھی۔

”مما...... ہاں تو بتائیں آج شمیلہ آپی کے لیے کیا شاپنگ کرنی ہے؟“ وہ مسکراتے ہوئے پوچھنے لگی۔

”جو کچھ بھی لانا ہے بس آج لا کر شاپنگ ختم کرو۔“ خدیجہ گہری سانس لے کر بڑی بیزاری سے بولیں۔

”کیوں...... مما، ابھی تو بہت شاپنگ رہتی ہے۔“ اس نے چونک کر پوچھا۔ ”کیا بات ہے آج آپ مجھے شاپنگ کے لیے بھیجتے ہوئے خوش نہیں لگ رہیں ورنہ آپ تو بہت خوش ہوتی ہیں۔“ ردا نے اُن کی طرف بغور دیکھ کر پوچھا۔

”کچھ نہیں، بس میری طبیعت ٹھیک نہیں۔“ خدیجہ گہری سانس لے کر بولیں اور اسے اپنے پرس میں سے پیسے نکال کر دینے لگیں۔

”بس آج شاپنگ مکمل کرو، جو کچھ رہ جائے گا وہ شمیلہ خود آ کر دیکھ لے گی۔“ خدیجہ نے آہ بھر کر کہا۔

”کیوں...... کیا کوئی بات ہوئی ہے؟“ ردا نے چونک کر پوچھا۔

”نہیں، یونہی کہہ رہی ہوں، اب تم جاؤ۔“ خدیجہ نے اس کی بات ٹالتے ہوئے کہا اور ردا حیرت سے ماں کو دیکھ کر وہاں سے چلی گئی۔

☆☆☆

سب لاؤنج میں جمع تھے۔ ان کے سامنے ...... بہت خوب صورت شادی کے کارڈز کا ڈھیر میز پر پڑا ہوا تھا۔ عاصم اور ردا کارڈز لکھنے میں مصروف تھے جبکہ حاتم کے ہاتھ میں مہمانوں کی لسٹ تھی۔ فہام بہت خوش تھا اور مسکرا مسکرا کر انہیں دیکھ رہا تھا۔ خدیجہ کچھ خاموش تو ضرور تھیں لیکن اُن کی کوشش تھی کہ کسی کو کچھ محسوس نہ ہو۔

”فہام بھائی...... آپ نے اپنی شادی کا کارڈ اتنا خوب صورت بنوایا ہے تو میری شادی پر کیسا بنوائیں گے؟“ عاصم ایک کارڈ پکڑ کر شرارتی لہجے میں بولا۔

”بے فکر رہو...... تمہارا کارڈ تو میں سونے کے پانی سے لکھواؤں گا۔“ فہام مسکراتے ہوئے بولا۔

”اوہ...... رئیلی......“ عاصم خوش ہو کر بولا۔

”اور ردا کا کارڈ؟“ عاصم مسکرا کر ردا کی طرف دیکھ کر بولا۔

”جیسا ردا کہے گی۔“ فہام مسکراتے ہوئے بولا تو ردا منہ نیچے کر کے شرمانے لگی۔

”کچھ شرم کریں، کیسی باتیں کر رہے ہیں۔“ ردا نے عاصم کو گھورتے ہوئے کہا۔

”اور حاتم بھائی کی شادی پر ہم کارڈ پرنٹ نہیں کروائیں گے صرف ایک پلین کاغذ پر انویٹیشن لکھ کر بھیج دیں گے۔“ عاصم نے حاتم کی طرف دیکھ کر قہقہہ لگاتے ہوئے کہا تو اس نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

”وہ کیوں بھئی؟“ فہام نے حیرت سے پوچھا۔

”حاتم بھائی ٹھہرے سوبر...... سنجیدہ مزاج، انہیں زندگی کی شوخیوں اور رنگینیوں سے کیا کام...... مجھے تو لگتا ہے ان کی دلہن کے ڈریس پر بھی کام نہیں کڑھائی ہوگی اور وہ بھی سمپل سی۔“ عاصم مسکرا کر شرارتی لہجے میں بولا تو سب ہنسنے لگے۔

”بس کرو عاصم کیا فضول باتیں کر رہے ہو اور جلدی سے کارڈز لکھوا اتنا زیادہ کام ہے۔“ خدیجہ مصنوعی خفگی سے بولیں۔

”مما...... آپ حکم کریں، دو منٹ میں لکھ دوں گا۔“ عاصم نے چٹکی بجاتے ہوئے کہا۔

”کیا الہ دین کا جن ہے آپ کے پاس؟“ ردا نے چونک کر پوچھا۔

”نہیں، جن کی خالہ یعنی کہ تم۔“ عاصم نے بہن کو مسکراتے ہوئے دیکھ کر کہا۔

”جائیں، میں کارڈ نہیں لکھتی اب دو منٹ میں خود ہی لکھیں۔“ ردا نے مصنوعی خفگی سے کارڈ اور پین چھوڑ کر جاتے ہوئے کہا۔

”اگر میری گڑیا ناراض ہو کر کارڈز نہیں لکھے گی تو پھر کوئی بھی نہیں لکھے گا۔“ فہام نے مسکرا کر پیار سے اسے صوفے پر بٹھاتے ہوئے کہا تو ردا مسکرا کر صوفے پر بیٹھ گئی۔

”بیٹا...... اب جلدی کام کرو، ردا سب سے پہلے رشنا کا کارڈ لکھو اور کل تم خود اُن کے گھر کارڈ دینے جانا۔ اس بچی نے شادی میں بہت کام کیا ہے۔“ خدیجہ سنجیدگی سے بولیں۔

”جی...... مما!“ اس نے مسکرا کر کارڈز لکھتے ہوئے کہا۔

☆☆☆

توقیر، نجمہ کے ساتھ لان میں چیئر پر بیٹھا چائے پی رہا تھا۔ اس کی شیو بڑھی ہوئی تھی اور وہ چہرے سے بہت افسردہ دکھائی دے رہا تھا۔ رشنا ضروری چیزوں کی لسٹ پکڑے لان میں آئی وہ قریب کی ہی مارکیٹ جا رہی تھی۔

”مما! ایک بار یہ چیزوں کی لسٹ دیکھ لیں اور بتا دیں کوئی چیز رہ تو نہیں گئی۔“ اس نے ہاتھ میں پکڑی لسٹ ماں کو دکھاتے ہوئے کہا۔

”میرا خیال ہے سب چیزیں تو میں نے لکھ دی ہیں کوئی نہیں رہ گئی۔“ نجمہ نے لسٹ کو دیکھتے ہوئے کہا۔

”لائیں...... میں ابھی لے کر آئی ہوں۔“ رشنا لسٹ پکڑتے ہوئے بولی اور وہ ڈرائیور کے ساتھ گاڑی میں چلی گئی۔ توقیر ہر چیز سے بے نیاز آہستہ

آہستہ چائے کے سپ لے رہا تھا۔

''توقیر خدا کے لیے کچھ تو بولو...... کچھ تو بتاؤ، تمہاری اس خاموشی کو میں کیا سمجھوں؟'' نجمہ نے اس کی طرف بغور دیکھ کر کہا مگر توقیر نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ابھی رشنا کو نکلے پندرہ منٹ بھی نہیں ہوئے تھے کہ ردا گیٹ سے داخل ہوئی اور اُن کی طرف دیکھ کر مسکرائی۔

''آؤ...... ردا کیسی ہو، بیٹا؟'' نجمہ نے مسکرا کر پوچھا۔

''آنٹی، رشنا کہاں ہے؟'' ردا نے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''ذرا مارکیٹ تک گئی ہے ابھی آجائے گی، تم بیٹھو۔'' نجمہ نے کہا۔

''آنٹی...... میں فہام بھائی کی شادی کا کارڈ دینے آئی ہوں۔'' ردا نے مسکرا کر بیگ میں سے کارڈ نکالتے ہوئے کہا۔

''آپ سب نے ضرور آنا ہے۔'' ردا نے مسکرا کر کہا اور ایک دم توقیر کی طرف دیکھا مگر توقیر خاموشی سے دوسری جانب دیکھ رہا تھا۔

''ہاں، ہاں بیٹا ہم سب آئیں گے، تم بیٹھو تو سہی۔'' نجمہ مسکراتے ہوئے بولیں۔ وہ گہری سانس لے کر بیٹھ گئی۔ توقیر خاموشی سے چائے پی رہا تھا۔ اس نے ایک دفعہ بھی ردا کی طرف نہیں دیکھا۔

''آنٹی رشنا کب تک آئے گی؟'' ردا نے آہستہ سے نجمہ سے پوچھا۔

''بس تھوڑی دیر تک آجائے گی۔'' نجمہ نے مسکراتے ہوئے کہا تو ردا خاموش ہوگئی۔ اتنے میں میبل پر رکھا نجمہ کا موبائل بجنے لگا۔

''تمہارے ڈیڈی کا فون ہے۔ مجھے اُن سے ایک ضروری بات کرنی ہے میں ابھی آتی ہوں۔'' نجمہ نے توقیر کی طرف دیکھ کر کہا۔

''ردا بیٹے میں بس ابھی آئی، تم یہیں بیٹھو۔'' نجمہ نے ردا سے کہا اور خود فون پر بات کرتے ہوئے وہاں سے چلی گئیں تو ردا نے نظریں چُراتے ہوئے توقیر کی جانب دیکھا۔ وہ اداس چہرہ لیے دوسری جانب دیکھ رہا تھا۔

''آپ بہت اپ سیٹ لگ رہے ہیں۔'' ردا نے بہ مشکل اپنے آپ کو کمپوزڈ کرتے ہوئے کہا تو توقیر نے کوئی جواب نہ دیا اور نہ ہی اس کی طرف دیکھا تو ردا نے ایک گہری سانس لی۔

''کیا آپ، میری وجہ سے...... آئی ایم سوری میں آپ کو ہرٹ نہیں کرنا چاہتی تھی۔'' ردا رک رک کر بولی تو توقیر نے نم آنکھوں سے اسے دیکھا اور ایک آہ بھری مگر بولا کچھ نہیں۔

''آپ کی یہ خاموشی مجھے گلٹی کر رہی ہے، پلیز کچھ تو کہیے۔'' ردا نے پریشانی سے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔

''میں نے آج تک کسی سے محبت نہیں کی صرف اور صرف آپ سے کی ہے مگر آپ نے میری محبت کو یوں ٹھکرا دیا جیسے ہم کچرے میں کوئی چیز پھینکتے ہیں، کیا میری محبت اتنی بے وقعت ہے؟'' توقیر نے آہ بھر کر اس کی طرف دیکھ کر کہا۔

''آئی، ایم سوری...... اگر آپ میری وجہ سے ہرٹ ہوئے ہیں لیکن میں نے آپ کو حقیقت بتانے کی کوشش کی ہے کہ میرے دل میں آپ کے لیے وہ فیلنگز نہیں جو آپ اپنے دل میں میرے لیے محسوس کرتے ہیں۔'' ردا نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

''کیوں؟'' اس نے چونک کر پوچھا۔

''میں نہیں جانتی...... مگر میرے دل پر میرا اختیار بھی نہیں کہ میں اسے آپ کی طرف مائل کرسکوں۔'' ردا خشک لہجے میں بولی تو توقیر نے چونک کر اسے دیکھا۔

''اور اپنی بدنصیبی مجھے دکھ دے رہی ہے کہ جس سے میں نے محبت کی اس کے لیے میری محبت کوئی معنی نہیں رکھتی۔'' وہ بڑی بے چارگی سے بولا۔

''میں کیسے اپنے دل کو آپ کی چاہت کے لیے مجبور کردوں۔ میں جب بھی آپ کے بارے میں

سوچتی ہوں تو میرا دل اس سوچ کو ہی قبول نہیں کرتا۔'' ردا نے آہستہ سے کہا اور سر جھکا لیا۔

''مجھے خوشی ہے کہ آپ نے پوری سچائی سے مجھے اپنے دل کی حالت بتا دی ہے، ردا میں کوئی آوارہ اور فلرٹ انسان نہیں جو دوبارہ کبھی آپ کا پیچھا کروں گا۔ میں آئندہ کبھی آپ کے راستے میں نہیں آؤں گا لیکن یہ یاد رکھیے کہ میری پہلی اور آخری محبت آپ ہی ہیں اور آپ ہی رہیں گی۔ میری زندگی میں آپ کے سوا کوئی اور نہیں آئے گا۔'' توقیر نے آہ بھرتے ہوئے اس کی طرف دیکھ کر کہا تو ردا نے یک دم چونک کر اسے دیکھا، اس کی آنکھیں نم ہونے لگی تھیں۔ رشنا کی گاڑی گیٹ سے اندر داخل ہوئی اور وہ گاڑی سے نکل کر اس کی جانب آئی۔

''اوہ، ردا...... تم کب آئیں چلو اندر چلتے ہیں۔'' رشنا جلدی سے بولی اور وہ خاموشی سے اٹھ کر وہاں سے چلی گئی، توقیر نم آنکھوں سے اسے دیکھتا رہ گیا۔

☆☆☆

فہام اپنے کمرے میں صوفے پر نیم دراز بہت رومینٹک موڈ میں شمیلہ سے باتیں کر رہا تھا۔ اس کے چہرے پر ایک مسکراہٹ تھی۔

''شمیلہ، ہماری شادی میں تین دن رہ گئے ہیں۔ تمہیں کیا محسوس ہو رہا ہے، آئی مین...... کیا تم ایکسائٹڈ ہو؟'' فہام نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''آف کورس...... یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے۔ فہام میری زندگی میں آپ سب سے اہم ہیں اور آپ کو پانے کا خواب ہمیشہ سے دیکھتی آئی ہوں۔'' شمیلہ مسکرا کر قدرے شرماتے ہوئے بولی۔

''اور اب خواب پورا ہونے جا رہا ہے۔'' فہام مسکراتے ہوئے بولا۔

''پھر بھی آپ مجھ سے پوچھ رہے ہیں...... کیا میں خوش ہوں، میری زندگی اور خوشی سب کچھ آپ ہی ہیں۔'' شمیلہ مسکراتے ہوئے بولی۔

''تمہارا یہی اندازِ محبت تو مجھے امپریس کرتا ہے۔'' فہام مسکرا کر بولا۔

''صرف...... امپریس؟'' شمیلہ نے مسکرا کر معنی خیز انداز میں پوچھا۔

''یار امپریس ہونا ہی سب سے بڑی بات ہوتی ہے۔'' فہام ہنستے ہوئے بولا۔

''دیکھیے گا...... میرے علاوہ زندگی میں اور کسی سے امپریس نہیں ہونا۔'' شمیلہ مسکراتے ہوئے بولی۔

''بے فکر رہو...... میری زندگی میں جو جگہ تمہاری اور ردا کی ہے کسی کی کبھی نہیں ہو سکے گی۔'' فہام مسکراتے ہوئے بولا تو شمیلہ کے چہرے کے تاثرات بدلنے لگے۔

''ہاں، ہاں...... وہ تو میں اچھی طرح جانتی ہوں۔'' شمیلہ خود کو نارمل کرتے ہوئے جلدی سے بولی۔

''شمیلہ جانتی ہو جب مما نے مجھ سے شادی کے بارے میں پوچھا تو میں نے تمہیں ترجیح کیوں دی؟'' فہام مسکراتے ہوئے بولا۔

''ہاں...... میری محبت کی وجہ سے!'' شمیلہ مسکراتے ہوئے بولی۔

''ہاں، یہ بھی بہت بڑا فیکٹر ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی کہ ہم آپس میں کزنز ہیں اور تم ردا کے ساتھ بھی کافی اٹیچڈ ہو۔ کوئی اور لڑکی ہوتی تو شاید وہ میرے اور ردا کے ریلیشن شپ کو کبھی سمجھ نہیں پاتی لیکن تمہیں تو کچھ بتانے کی ضرورت نہیں۔'' فہام مسکراتے ہوئے بولا۔

''تو ہمارے ریلیشن شپ کی ریزن ردا ہے کچھ اور نہیں؟'' شمیلہ یک دم چونک کر بولی۔

''ہاں...... یونہی سمجھو۔'' فہام مسکراتے ہوئے بولا تو اس نے گہری سانس بھری اور خاموش ہو گئی۔

''میں بس یہی چاہتا ہوں کہ تم ردا سے ویسی ہی محبت کرو جیسی میں کرتا ہوں۔'' فہام مسکراتے ہوئے بولا۔

''ہاں، ہاں...... کیوں نہیں، میں نے تو اسے ہمیشہ اپنی چھوٹی بہن سمجھا ہے اور سمجھتی رہوں گی۔'' شمیلہ یک دم منہ بنا کر مگر لہجے میں نرمی لاتے ہوئے بولی۔

''تھینک یو شمیلہ...... تم ہمیشہ میری بات مانتی آئی ہو اور تمہاری یہ خوبی مجھے سب سے اچھی لگتی ہے۔'' فہام مسکراتے ہوئے بولا۔

''شکر ہے میں آپ کو کہیں دکھائی تو دی۔'' وہ طنزیہ انداز میں قہقہہ لگاتے ہوئے بولی۔

''یار تم میرے دل میں رہتی ہو اور جو دل میں ہوں وہ کہیں اور دکھائی کیوں دے۔'' فہام نے ہنستے ہوئے کہا تو شمیلہ معنی خیز انداز میں مسکرانے لگی۔ فہام باتیں کرتا رہا اور شمیلہ ہونٹ سکوڑ کر اور منہ بنا کر انہیں سنتی رہی۔ ظاہری طور پر اس کی ہاں میں ہاں ملاتی رہی مگر اس کا دل بری طرح کھٹا ہو چکا تھا۔ فہام کی محبت کی خاطر وہ سب کچھ برداشت کر رہی تھی۔

☆☆☆

شمیلہ اور فہام کی شادی کی دونوں گھروں میں زبردست تیاریاں ہو رہی تھیں۔ خاندان اور ملنے جلنے والے بھی بہت خوش تھے اور فہام کی شادی کا خاص چاؤ کر رہے تھے شاید اس کی وجہ فہام کی ہر ایک سے دوستی اور اپنائیت تھی...... سب ہی اسے بہت چاہتے تھے۔

☆☆☆

فہام احمد کی شادی میں جانے کے لیے رشنا انتہائی خوب صورت اسٹائلش ڈریس پہنے، بالوں کا اسٹائل بنائے تیار تھی۔ نجمہ بھی خوب صورت لباس میں ملبوس صوفے پر بیٹھی اپنے بیگ میں اپنا موبائل اور پیسے گن کر رکھ رہی تھیں۔ ٹیبل پر خوب صورت پیکنگ میں گفٹس رکھے تھے۔

''بہت اچھی لگ رہی ہو۔'' نجمہ نے مسکرا کر رشنا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''تھینک یو مما...... میں تو تیار ہوں اور آپ؟'' شمیلہ مسکراتے ہوئے پوچھنے لگی۔

''میں بھی بس تیار ہوں۔ توقیر نہ جانے کہاں رہ

گیا ہے۔ اسے میں نے صبح ہی کہا تھا کہ شادی میں ضرور چلنا ہے۔'' نجمہ نے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے کہا۔

''اور انہیں یقیناً اپنی سوچوں میں سب کچھ بھول گیا ہوگا۔ آج کل تو وہ اچھے خاصے absent minded ہو رہے ہیں۔ ابھی تک آفس سے ہی نہیں آئے۔'' رشنا منہ بنا کر بولی۔

''بیٹا اسے فون کرو کہ وہ جلدی گھر آئے۔'' نجمہ نے کہا تو رشنا اپنے موبائل پر توقیر کا نمبر ملانے لگی کہ اس کی گاڑی کا ہارن سنائی دیا۔ کچھ لمحوں بعد وہ بوجھل قدموں سے اندر آیا۔ چہرے سے بہت اداس لگ رہا تھا۔

''کیا...... آپ لوگ کہیں جا رہے ہیں؟'' توقیر نے دونوں کو تیار دیکھ کر حیرت سے پوچھا۔

''دیکھا میں کیا کہہ رہی تھی؟'' رشنا نے منہ بنا کر خفگی سے کہا۔

''آج ردا کے بھائی کی شادی ہے اور ہم سب کو وہاں جانا ہے۔ جلدی سے تیار ہو کر آؤ۔'' نجمہ نے توقیر کے قریب آ کر کہا۔

''مجھے کہیں نہیں جانا...... میری طبیعت ٹھیک نہیں۔'' توقیر نے ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتے ہوئے بیزاری سے کہا۔

''کیا ہوا...... بخار تو نہیں ہے؟'' نجمہ نے گھبرا کر اس کے ماتھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

''انہیں جو بخار ہے، دکھائی دینے والا نہیں۔'' رشنا نے منہ بنا کر جواب دیا۔

''کیا مطلب ہے تمہارا؟'' توقیر نے خفگی سے پوچھا۔

''بیماری ہے ہی نہیں تو دکھائی کہاں سے دے۔ آپ بس ایکسکیوزز ڈھونڈ رہے ہیں...نہ جانے کے۔'' رشنا نے منہ بنا کر کہا۔

''ہاں...... یونہی سمجھو۔'' توقیر اسے غصے سے دیکھتے ہوئے اپنے کمرے میں چلا گیا۔

''یہ توقیر کو کیا ہوا...... اس نے تو کبھی اس لہجے

میں بات نہیں کی۔'' نجمہ حیرت سے بولیں۔

''نہیں جاتے تو نہ جائیں۔ آپ تو چلیں ہم لوگ پہلے ہی لیٹ ہورہے ہیں۔'' رشنا نے خفگی سے منہ بنا کر کہا تو نجمہ آہ بھر کر رہ گئیں۔

☆☆☆

''یمنیٰ بیٹا اپنی تیاری کرلو۔ سامان باندھ لو بیگم صاب کا حکم ہے کل شام تمہیں شہر جانا ہے۔'' اماں بشیراں نے رات کو سونے سے پہلے اس سے کہا۔

''اماں میری پیکنگ تو مکمل ہے مگر یہاں میرا دل لگ گیا ہے۔ بالکل جانے کو دل نہیں چاہ رہا اور خاص طور پر آپ سے تو بہت محبت ہوگئی ہے۔ اماں آپ بہت اچھی ہیں۔ آپ میرے ساتھ شہر کیوں نہیں چلتیں۔'' یمنیٰ نے محبت سے بشیراں کے گلے میں بانہیں ڈالتے ہوئے کہا۔

''نہیں بیٹا...... میرا جینا مرنا اس حویلی میں ہے۔ یہی میرا میکا اور سسرال ہے۔ اب مر کر ہی یہاں سے نکلوں گی مگر اب تم آتی رہنا۔'' بشیراں نے محبت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

''معلوم نہیں اب کب آؤں گی۔'' وہ افسردگی سے بولی۔

''کیوں؟'' بشیراں نے حیرت سے پوچھا۔

''پڑھائی بھی تو کرنی ہے۔'' وہ اکتاہٹ سے بولی۔

''تم کیا پڑھتی ہو؟''

''بہت سی کتابیں۔ انگریزی اور اردو میں۔'' وہ منہ بنا کر بولی۔

''کتابیں بندے کو عقل سکھاتی ہیں۔ ہم جیسے ان پڑھ لوگوں کو جو باتیں زندگی کی ٹھوکریں کھا کر پتا چلتی ہیں تم لوگ وہ پہلے ہی کتابوں میں پڑھ لیتے ہو۔ تمہارے دادا جی کی ڈھیروں کتابیں الماریوں میں پڑی ہیں وہ بہشتی بھی رات کو کتاب پڑھے بغیر نہیں سوتے تھے۔ میں اکثر ان سے پوچھتی تھی۔ صاب جی آپ سارا دن زمینداری کر کے تھکے ہوئے ہوتے ہیں اور پھر رات گئے تک کتابیں پڑھتے ہیں، آپ کو نیند نہیں آتی؟ تو جانتی ہو وہ کیا جواب دیتے تھے...... کہتے تھے۔ بشیراں اچھی کتاب سے پیارا اور کوئی دوست نہیں اور جب تک میں اپنے دوست کا حال چال نہ پوچھ لوں نیند نہیں آتی۔'' بشیراں نے ہنستے ہوئے کہا تو یمنیٰ بھی کھلکھلا کر ہنس دی۔

''اس کا مطلب ہے دادا جی بہت خوش مزاج انسان تھے۔'' یمنیٰ نے کہا۔

''ہاں بچوں، بڑوں اور ملازموں سب سے بہت محبت اور نرمی سے پیش آتے تھے مگر دشمنوں اور دغابازوں کے بارے میں بہت سخت تھے۔ کھڑے کھڑے بندے کو پھڑکا دیتے تھے۔'' بشیراں نے کہا۔

''کیا مطلب؟'' یمنیٰ نے حیرت سے پوچھا۔

''ایسی سزا دیتے تھے کہ وہ یاد رکھتا تھا۔'' بشیراں مسکرا کر بولی۔

''اور ماں جی تب بھی اتنی سخت تھیں جتنی اب ہیں؟ مجھے پہلے پہلے ماں جی سے بہت ڈر لگتا تھا۔ اونچی آواز میں بات کرتیں تو میں اکثر ڈر کر چھپ جاتی تھی لیکن اب یہاں آ کر محسوس ہوتا ہے کہ وہ اتنی سخت نہیں ہیں جتنی نظر آتی ہیں۔'' یمنیٰ نے سرگوشی کے سے انداز میں کہا۔

''ہاں سچ کہتی ہو، وہ دل کی بڑی نرم ہیں اور اگر وہ اتنی سختی نہ کریں تو ملازم سارا کچھ ہڑپ کر جائیں۔ یہ تو بیگم صاب کی دانش مندی ہے کہ وہ سب پر کڑی نظر رکھتی ہیں۔ صاب جی کے ساتھ ان کی بہت اچھی بنتی تھی۔ سمجھدار عورت ہیں اس لیے صاب جی بھی ہر کام ان کے مشورے سے کرتے، ان کی ہر بات مانتے تھے دونوں نے بڑی پیاری زندگی گزاری ہے مگر ایک بات ہے صاب جی ان سے ڈرتے بھی بہت تھے۔'' بشیراں نے آہستہ آواز میں قہقہہ لگا کر کہا تو یمنیٰ بھی ہنسنے لگی۔

''بیٹا اب تم سو جاؤ۔ کل صبح تمہیں جلدی اٹھنا ہے۔'' بشیراں نے اس کے اوپر چادر پھیلاتے ہوئے کہا۔

''لیکن اماں جانے سے پہلے مجھے آموں کے باغ میں ضرور جانا ہے۔'' وہ مسکراتے ہوئے بولی۔

''ہاں، ہاں چلی جانا۔ میں چھیمو اور عذرا کو کہہ دوں گی۔ تجھے ساتھ لے جائیں گی۔'' بشیراں نے محبت سے کہا۔

''نہیں، اماں کل آپ بھی میرے ساتھ چلنا۔'' یمنیٰ نے کہا۔

''اچھا ٹھیک ہے۔ بیگم صاب سے پوچھ لوں گی۔ اگر کوئی کام نہ ہوا تو ضرور چلوں گی۔'' بشیراں نے مسکراتے ہوئے کہا اور لائٹ بند کردی۔

اگلے روز وہ ناشتا کرنے کے بعد ماں جی سے اجازت لے کر آموں کے باغ میں چلی گئی۔ وہ ایک منٹ میں درخت پر چڑھ جاتی تھی اور نیچے کھڑے سب دیکھتے رہ جاتے تھے۔

''واہ بیٹا، تو تو بڑی کاری گر ہے۔ کیسے بندریا کی طرح درخت پر چڑھ گئی۔'' بشیراں نے ہنستے ہوئے کہا۔

''مگر میں بندریا نہیں ہوں۔'' یمنیٰ نے بھی ہنستے ہوئے جواب دیا۔

''ارے تو، تو میری شہزادی ہے۔'' بشیراں محبت سے بولی۔

''اماں...... آگے آ کر جھولی پھیلاؤ۔ میں اوپر سے آم پھینکتی ہوں۔'' یمنیٰ نے کچے پکے آم توڑتے ہوئے کہا۔

''بیٹا کاہے کو توڑ رہی ہے۔ حویلی میں آموں کی پیٹیاں بھری رکھی ہیں۔'' بشیراں نے کہا۔

''اماں یہ آم میں اپنے ساتھ شہر لے جاؤں گی اور ڈیڈی کو بتاؤں گی کہ یہ میں خود توڑ کر لائی ہوں۔'' وہ خوش ہوتے ہوئے بولی۔

''بیٹا تو بھی بڑی نرالی ہے۔ بھلا جمال بیٹے کے لیے کیا یہ انوکھی بات ہوگی جو خود سارا دن درختوں پر چڑھ کر کھیلتا تھا خیر...... توڑ لے تو آم۔'' بشیراں درخت

کے نیچے اپنا دوپٹا پھیلا کر بولی۔ چھیمو اور عذرا زمین سے کچے آم چنتی رہیں۔ یمنیٰ کافی دیر آم توڑتی رہی اور خوب انجوائے کرتی رہی۔

''بیٹا اب بس کرو۔ میرا دوپٹا پھٹنے کو ہے اب نیچے آجاؤ۔'' بشیراں نے اسے کہا۔

''یہ دیکھو میں آنے لگی ہوں۔ اوپر سے جمپ لگاتی ہوں۔'' یمنیٰ نے پُرجوش انداز میں کہا۔

''نہ...... نہ بیٹا کہیں چوٹ نہ آجائے۔'' بشیراں نے گھبرا کر کہا مگر یمنیٰ اس کے کہنے سے پہلے ہی وہاں سے کود چکی تھی اور دھڑام سے زمین پر آگری اور گرتے ہی اس کی ٹانگ بری طرح مڑ گئی۔ وہ بیٹھی چلا رہی تھی بشیراں، چھیمو اور عذرا گھبرا گئیں۔ یمنیٰ کے رونے، چلانے کی آواز سن کر رکھوالے اور ڈرائیور بھی دوڑے چلے آئے اور جلدی سے یمنیٰ کو گاڑی میں ڈال کر حویلی لے گئے۔

ماں جی، بشیراں پر بگڑنے لگیں کہ اس نے یمنیٰ کو درخت پر چڑھنے ہی کیوں دیا۔ گاؤں کے ڈاکٹر کو جلدی سے بلایا گیا۔ اس نے وقتی طور پر تو ٹانگ کو باندھ دیا مگر اسے شہر لے جانے کو کہا کیونکہ اس کی دائیں ٹانگ فریکچر ہوچکی تھی۔ ماں جی نے بیٹے کو فون پر ساری بات بتائی اور ڈرائیور کے ساتھ اسے لے کر شہر آگئیں۔ وہ اسے سیدھا اسپتال لے کر گئیں۔ جمال اور ایمن بھی اسپتال پہنچ گئے تھے۔

☆☆☆

یمنیٰ کافی روز اسپتال میں ایڈمٹ رہنے کے بعد اب گھر آگئی تھی۔ اس کی ٹانگ پر پلاسٹر چڑھا تھا جس کی وجہ سے وہ زیادہ حرکت نہیں کرسکتی تھی۔ بس بستر پر لیٹی رہتی تھی اور مسلسل بستر پر لیٹنے سے اسے ڈپریشن ہونے لگا تھا۔ ایمن ہر وقت اس کی دیکھ بھال میں مصروف رہتیں اور جمال اس کا دل بہلاتے رہتے۔ یمنیٰ کے دل میں ماں کی محبت روز بروز بڑھ رہی تھی۔ ایمن کھانے پینے کے علاوہ اس کی صفائی ستھرائی کا ہر وقت خیال

رکھتیں اور یمنیٰ کے دل میں ماں کے لیے محبت کے علاوہ تشکر کا احساس پیدا ہونے لگا۔ وہ بستر پر لیٹی ہر وقت سوچوں میں گم رہتی کبھی اسے محسن رضا اور اس کے بہن بھائی بہت یاد آتے، کبھی ماں جی اور بشیراں، کبھی اپنے اسکول اور کالج کے دوست اور اساتذہ مگر سب سے زیادہ اماں بشیراں کی محبت بھری باتیں......

ماں جی ہر روز فون کرکے اس کا حال پوچھتیں۔ کبھی کبھار اس کی اماں بشیراں سے بھی بات چیت ہوجاتی۔ وہ اُن سے یوں کھل کر باتیں کرتی جیسے کوئی اپنی پرانی بچھڑی دوست سے باتیں کرتا ہے۔ ایمن حیرانی سے اسے فون پر باتیں کرتے دیکھتیں مگر خاموش رہتیں۔ یمنیٰ میں نمایاں تبدیلیاں رونما ہو رہی تھیں۔ پہلے وہ ایمن کی ذرا سی بات پر مشتعل ہوکر ردِعمل کرتی تھی۔ اب ان کی ہر بات کا جواب نرمی سے دیتی تھی۔ پہلے وہ ان کی ہر بات کا الٹا مطلب لیتی اور بات بے بات ان سے بحث و تکرار کرکے انہیں جان بوجھ کر زچ کرتی۔ ایمن اس کے رونے پر مشتعل ہوتیں تو وہ اس صورتِ حال سے لطف اندوز ہوتی مگر اب وہ کافی حد تک بدل چکی تھی۔ وہ ہر وقت ایمن کی محبت کو آبزرو کرتی۔ ان کی انتہائی توجہ اور خدمت کو دیکھ کر سوچ میں پڑجاتی کہ اگر وہ یوں بیمار نہ ہوتی تو کبھی ایمن کے قریب نہیں آسکتی تھی۔ زندگی بھر دونوں ایک دوسرے سے دور رہتیں۔ اسے یوں محسوس ہوتا جیسے اس کی بیماری کے پیچھے قدرت کا خاص مقصد تھا۔ شاید وہ دونوں کو ایک دوسرے کے قریب لانا چاہتا تھا۔

یمنیٰ کے اے لیولز کے ایگزامز مس ہوگئے تھے اور اس وجہ سے وہ شدید ڈپریشن کا شکار رہی۔ جمال احمد نے اسے پیپرز نہیں دینے دیے تھے ورنہ وہ تو وہیل چیئر پر جاکر پیپر دینے کو تیار تھی۔ وہ بستر پر لیٹی چھت کو گھورتی رہتی اور روتی رہتی تھی۔ اسے سال مس ہونے کا بہت افسوس تھا مگر جمال احمد مطمئن تھے۔

''ایگزامز مس ہونا کوئی بڑی بات نہیں۔ مجھے اس کی صحت کی فکر ہے۔'' ایمن کے شکایت کرنے پر انہوں نے کہا۔

''مگر اب وہ بہت شدید ڈپریشن کا شکار ہے۔ اسے خود سمجھائیں۔'' ایمن نے جمال سے کہا۔

''ہاں' میں ابھی اس کے کمرے میں جاتا ہوں۔'' جمال نے اٹھتے ہوئے کہا۔

''جمال اس نے کل سے کھانا بھی نہیں کھایا۔'' ایمن نے بتایا۔

''واٹ ......اور تم مجھے اب بتارہی ہو۔ اس کا کھانا اندر منگواؤ میں خود اسے کھلاتا ہوں۔'' جمال نے پریشانی سے کہا اور یمنیٰ کے کمرے میں چلے گئے۔

''میری جان، میری گڑیا کیوں اپ سیٹ ہے۔ میری گڑیا کو معلوم بھی ہے کہ ڈیڈی کتنے ڈسٹرب ہوجاتے ہیں جب ان کی گڑیا روٹھ جاتی ہے۔'' جمال نے یمنیٰ کا ماتھا چومتے ہوئے کہا اور اسے سہارا دے کر بٹھایا۔ یمنیٰ جمال کی بات سن کر رونے لگی۔

''کم آن ڈیئر، کس بات پر رو رہی ہو؟'' جمال نے اس کے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا۔

''ڈیڈی، آپ نے مجھے ایگزامز دینے کی پرمیشن کیوں نہیں دی۔ میرا سال ضائع ہوگیا۔'' یمنیٰ نے شکایت کی۔

''اوہ، مائی سویٹ یمنیٰ اتنی سی بات پر ناراض ہے۔ ڈیئر میں چاہتا ہوں کہ تم ایم بی اے کرو اور بزنس میں میری ہیلپ کرو۔ یہاں ایک نیا پرائیوٹ کالج کھل رہا ہے، میں چاہتا ہوں بی بی اے میں تمہارا ایڈمیشن وہاں کرواؤں۔'' جمال نے کہا تو یمنیٰ حیرت سے باپ کی طرف دیکھنے لگی۔

''ڈیڈی آپ نے سب کچھ خود ہی طے کرلیا ہے اور مجھے کچھ بتایا ہی نہیں۔'' یمنیٰ نے شکایتی لہجے میں کہا۔

''نہیں بیٹا، تمہاری رائے کے بغیر تو میں کچھ نہیں کرسکتا۔ یہ سب کچھ تب ہوگا جب تم خود کالج میں جاکر ایڈمیشن کرواؤ گی لیکن اس وقت مجھے تمہاری صحت کی

زیادہ فکر ہے۔ پڑھائی تو تم ساری عمر کرسکتی ہو مگر صحت ایک دفعہ چلی جائے تو انسان بہت مشکل سے سنبھلتا ہے پلیز ریلیکس یور مائنڈ۔'' جمال نے بیڈ پر بیٹھ کر یمنیٰ کو محبت سے اپنے ساتھ لگالیا۔

ڈیڈی کی محبت رفتہ رفتہ شدید تر ہوتی جارہی تھی اور ایمن کی محبت کا انداز بھی بدل رہا تھا۔ ماں جی کی محبت کا اپنا اسٹائل تھا اور اماں بشیراں اسے اپنے طریقے سے چاہتی تھی۔ واقعی ایک محبت دوسری سے کتنی مختلف ہے مگر ہر ایک کا احساس اور لمس کتنا دلفریب ہے وہ کتنی افسردہ تھی مگر ڈیڈی کی تسلی اور محبت سے وہ ایک لمحے میں بدل گئی۔ وہ دل جو پہلے افسردہ ہوکر آہیں بھر رہا تھا اب ڈیڈی کی محبت سے محظوظ ہوکر مسرور ہو رہا تھا۔ وہ ڈیڈی کی باتوں کو یاد کرکے مسکرانے لگی۔

☆☆☆

شمیلہ دلہن بنی بہت خوب صورت لگ رہی تھی۔ وہ برائیڈل روم میں کھڑی قد آدم آئینے میں اپنے آپ کو دیکھ کر معنی خیز انداز میں مسکرائی۔ دروازہ کھلا ریحانہ مسکراتے ہوئے اندر آئیں اور خوش ہوکر شمیلہ کو اپنے ساتھ لگایا۔

''خدا تمہیں ہمیشہ خوش رکھے۔ آج تو میری بیٹی پری لگ رہی ہے اور فہام بھی ماشاء اللہ کسی شہزادے سے کم نہیں لگ رہا۔'' ریحانہ نے بھرپور نگاہوں سے شمیلہ کو دیکھتے ہوئے کہا تو اس کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

''اللہ تم دونوں کو نظرِ بد سے بچائے بیٹا......اب، دو خاندانوں کے درمیان تم محبت کی سفیر بن کر جارہی ہو۔ تمہاری وجہ سے یہ رشتے داری مزید مضبوط بھی ہوسکتی ہے اور کمزور بھی......اپنی محبت اور خدمت سے ان سب کے دلوں میں گھر کرنا......سب رشتے خود بخود مضبوط ہوتے جائیں گے۔'' ریحانہ نے مسکرا کر اسے دیکھتے ہوئے کہا تو اس نے موڈ بدل کر ماں کی طرف دیکھا۔

''اگر وہ لوگ میرے ساتھ اچھا سلوک کریں گے تو میں کیوں ان کے ساتھ برا کروں گی۔ میں کوئی پاگل تھوڑی ہوں۔'' شمیلہ گہری سانس لے کر بولی۔

''ہاں، ہاں...... میں جانتی ہوں تالی دونوں ہاتھوں سے بجتی ہے لیکن کہیں یہ کوئی کمی یا کوتاہی دکھائی دے تو نظر انداز کرنے کی کوشش کرنا۔ کبھی کبھی معمولی سی باتیں بھی دلوں میں ہمیشہ کے لیے ایسی گرہیں ڈال دیتی ہیں کہ پھر ساری زندگی نہیں کھلتیں۔'' ریحانہ جلدی سے بولیں۔

''کوشش کروں گی مما......'' شمیلہ نے مڑ کر آئینے میں اپنے آپ کو دیکھا۔

''خدا تمہیں ہمیشہ سکھی رکھے...... اور تمہیں اتنی خوشیاں دے کہ سنبھالنا مشکل ہوجائیں، ہمیشہ خوش رہو، آباد رہو......'' ریحانہ بیٹی کی طرف نم آنکھوں سے دیکھتے ہوئے اسے اپنے ساتھ لگا کر محبت سے چومنے لگیں۔

پورے گھر کو بہت خوب صورت انداز سے سجایا گیا تھا۔ سب لوگ بہت زیادہ خوش تھے۔ ساری رسمیں ادا کی گئی تھیں، رخصتی کے بعد فہام دلہن کو لے کر گھر آگیا۔ گاڑی میں اس نے ردا کو اپنے ساتھ بٹھایا تھا۔ خدیجہ بیگم ملازمہ کے ساتھ جلدی گھر آگئی تھیں۔ دونوں دولہا' دلہن لاؤنج میں داخل ہوئے تو خدیجہ دروازے پر کھڑی ہوکر دونوں کا استقبال کرنے لگیں۔ فہام کے ہمراہ ردا، عاصم اور حاتم تھے۔ شمیلہ اور فہام دونوں بہت خوب صورت لگ رہے تھے۔ خدیجہ محبت سے دروازے میں اپنے ہاں کی رسم کے مطابق تیل گرا کر شمیلہ کو اندر لائیں اور محبت سے اس کی پیشانی چوم کر اسے گلے لگایا۔ اس کے سر سے پیسے وار کر انہوں نے ملازمہ کو پکڑائے۔ ردا بھی بہت خوش تھی۔ اس نے بہت اسٹائلش لہنگا سوٹ پہن رکھا تھا جبکہ شمیلہ کا چہرہ بہت سپاٹ تھا۔ خدیجہ بہ مشکل چلتے ہوئے شمیلہ اور فہام کو اپنے ساتھ لگا کر لاؤنج میں لائیں اور صوفے پر بٹھا کر مٹھائی کھلانے لگیں۔ حاتم اور عاصم بھی کافی خوشگوار موڈ میں تھے۔ خدیجہ، شمیلہ کے منہ میں رس گلا

ڈالنے لگیں تو عاصم نے جلدی سے ماں کے ہاتھ سے چھین کر خود کھالیا...... شمیلہ قدرے خفگی سے اس کی طرف دیکھنے لگی اور منہ بنا کر رہ گئی۔

''شمیلہ بھابی اگر اس وقت دلہن نہ بنی ہوتیں تو میری خوب شامت آنی تھی۔'' عاصم قہقہہ لگا کر بولا۔

''تم بے فکر رہو...... شامت تمہاری پھر بھی آئے گی...... شمیلہ اسے چھوڑنا مت۔'' حاتم مسکرا کر بولا تو شمیلہ زبردستی مسکرانے لگی۔ ردا آگے بڑھ کر شمیلہ کو مٹھائی کھلانے لگی تو عاصم نے پھر وہی حرکت کرنا چاہی تو شمیلہ کو غصہ آگیا اور اس نے مٹھائی کی پلیٹ اس طرح پیچھے کی کہ وہ ردا کے ہاتھ سے گر کر ٹوٹ گئی۔ سب چونک کر ہکا بکا رہ گئے۔

''یہ تو شگون کی مٹھائی تھی۔'' خدیجہ پریشانی سے بڑبڑائیں۔

''میں کوئی شو پیس نہیں، جس کا تماشا لگا کر تم انجوائے کر رہے ہو۔'' شمیلہ نے غصے سے عاصم کو کہا۔

''بھابی میں تو......'' عاصم گھبرا کر بولا۔

''شمیلہ کیا ہوگیا ہے...... وہ تو مذاق کر رہا ہے۔'' فہام نے انتہائی حیرت سے کہا اور فہام نے عاصم کی طرف دیکھا تو اس کی آنکھیں نم ہونے لگیں۔

''ردا بھابی کو اس کے کمرے میں لے جاؤ۔ تھک گئی ہوگی۔'' خدیجہ نے کہا تو وہ شمیلہ کو اپنے ساتھ لگا کر وہاں سے چلی گئی اور ... ایک دوسرے کو دیکھ کر رہ گئے۔ خدیجہ سب کو سمجھانے لگیں۔ ردا باہر آئی تو خدیجہ نے فہام کو شمیلہ کے کمرے میں بھیجا مگر وہ بہت جھینپا ہوا اور پریشان لگ رہا تھا۔ اس نے کلاہ اور ہار اتار کر کا ... ٹیبل پر رکھ دیے تھے۔ اس کے چہرے پر افسردگی اور پریشانی کے تاثرات تھے۔ وہ اپنے کمرے میں جانے لگا۔ دروازہ کھولا اور پھر رک گیا۔ خدیجہ دور سے اسے دیکھ رہی تھیں۔ وہ اس کے قریب آکر محبت سے بولیں۔

''بیٹا...... شمیلہ ایسی نہیں ہے، وہ ہم سب سے محبت کرتی ہے، تم پریشان مت ہو، شادی کے فنکشنز کی وجہ سے کسی نے ریسٹ نہیں کیا۔ سب لوگ ہی تھکے ہوئے ہیں۔ شمیلہ بھی تو تھکی ہوگی اس لیے ذرا غصے میں آگئی۔ تم اس بات سے دل میلا نہ کرو۔ اسے محبت سے سمجھانا اور اپنی زندگی کا سفر خوشی خوشی شروع کرو۔'' انہوں نے محبت سے اسے سمجھایا اور ٹیبل سے ہار اٹھا کر اسے پہنایا اور کلاہ اس کے سر پر رکھا اور محبت سے اس کی پیشانی کو چوما۔

''اللہ تمہیں بہت خوش رکھے اب جاؤ۔'' خدیجہ محبت سے بولیں تو فہام نے نم آنکھوں سے ماں کا ہاتھ چوما اور وہاں سے چلا گیا اور خدیجہ آہ بھر کر رہ گئیں۔

☆☆☆

کمرے کو بہت خوب صورت انداز میں فریش فلاورز سے سجایا گیا تھا۔ کمرے میں انتہائی خوب صورت اور قیمتی فرنیچر رکھا تھا۔ شمیلہ دلہن بنی بیڈ پر بیٹھی تھی۔ اس کا موڈ قدرے آف تھا اور چہرے پر سنجیدگی چھائی تھی۔ فہام کمرے میں آیا اور شمیلہ کی طرف دیکھ کر گہری سانس لی۔ کلاہ اتار کر ٹیبل پر رکھا اور بیڈ پر اس کے سامنے بیٹھ گیا۔

''زندگی کا نیا سفر مبارک ہو۔'' فہام بجھے ہوئے لہجے میں بولا تو شمیلہ نے آنکھیں اٹھا کر اس کی طرف دیکھا پر خاموش رہی۔

''شمیلہ میں نے تم سے بہت محبت کی ہے اور میں اپنی فیملی سے بھی بہت محبت کرتا ہوں۔'' فہام گہری سانس لے کر بولا تو شمیلہ نے پھر چونک کر اسے دیکھا۔

''اچھی طرح جانتی ہوں...... کیا آپ کو میری محبت پر اعتبار نہیں ہے؟'' شمیلہ نے شکایتی لہجے میں کہا۔

''اعتبار نہ ہوتا تو تم سے شادی کیوں کرتا...... دیکھو شمیلہ محبت کا سفر بہت کٹھن ہوتا ہے۔ اس میں ہمیں اپنا بہت کچھ sacrifice کرنا پڑتا ہے ان کے لیے کہ جن سے ہم سچی محبت کرتے ہیں۔ تمہیں بھی اپنے سلوک سے میرے لیے اپنی محبت کو ثابت کرنا

ہوگا۔'' فہام نے اس کا ہاتھ پکڑ کر نرمی سے کہا۔

''کیا مطلب؟'' شمیلہ نے چونک کر پوچھا۔

''ہر رشتے کے تقاضے الگ ہوتے ہیں مگر محبت ان سب میں مشترکہ عنصر ہے۔ مما نے مجھ سے بہت محبت کی ہے اور انہوں نے ڈیڈی کی ڈیتھ کے بعد سے مجھے اس گھر کا بڑا بنا دیا۔ میں ان سب کے لیے صرف بڑا بھائی ہی نہیں...... باپ بھی ہوں، اگر چھوٹے کہیں غلطیاں کر بھی جائیں تو بڑوں کو درگزر کرنا پڑتا ہے۔'' فہام گہری سانس لے کر سنجیدگی سے بولا۔

''آج اس گھر میں تمہارا پہلا دن تھا اور اگر تم تھوڑا سا برداشت کرلیتیں تو اس میں کیا برائی تھی۔ شادی بیاہ پر تو ایسے مذاق چلتے ہی رہتے ہیں مگر یوں مائنڈ کرنے سے دلوں میں جو نفرتیں پیدا ہوجاتی ہیں۔ وہ ساری زندگی ختم نہیں ہوتیں۔'' فہام نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔

''آئی ایم سوری...... اس وقت مجھے ایک دم غصہ آگیا...... کچھ سمجھ ہی نہیں آیا...... سوری......'' شمیلہ اس کے قریب آکر نظریں جھکاتے ہوئے شرمندگی سے بولی۔

''زندگی میں سب سے مشکل کام رشتوں کو نبھانا ہوتا ہے اور انہیں نبھانے کے لیے اپنے دل کو قبرستان بنانا پڑتا ہے۔ جس میں دوسروں کی غلطیاں اور خطائیں دفن ہوسکیں۔'' فہام نے اس کا ہاتھ پکڑ کر بڑے انداز میں کہا۔

''ایکچوئلی...... ہمارے گھر میں۔'' شمیلہ شرمندگی سے بولی۔

''تمہارے گھر کی باتیں وہاں تک ختم...... یہ ہمارا گھر ہے اور اس میں سب محبت سے رہتے ہیں۔ کوشش کرنا کہ آئندہ کسی کی فیلنگز ہرٹ نہ کرو۔'' فہام نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

''اوکے...... میں کوشش کروں گی۔'' شمیلہ نے آہستہ آواز میں کہا اور دونوں مسکرانے لگے۔

☆☆☆

خدیجہ کافی پریشان اپنے کمرے میں بیڈ پر بیٹھی تھیں۔ حاتم، عاصم اور ردا ان کے گرد کرسیوں پر بیٹھے تھے۔ عاصم بہت زیادہ افسردہ تھا اور اس کی آنکھوں میں بار بار آنسو آرہے تھے۔

''مما...... یقین کریں میری کوئی بری نیت نہیں تھی۔ میں تو بس مذاق کر رہا تھا۔'' عاصم نے نم آنکھوں سے ماں کی طرف دیکھ کر کہا۔

''بیٹا! دیور بھابی کا رشتہ بہت نازک ہوتا ہے۔ بھابی کی ناپسندیدگی تمہیں ہمیشہ کے لیے بھائی سے دور کرسکتی ہے۔'' خدیجہ آہ بھر کر بولیں۔

''لیکن فہام بھائی پر ہمیں پورا اعتبار ہے۔'' ردا یک دم چونک کر بولی۔

''رشتے بدلتے دیر نہیں لگتی۔'' خدیجہ نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔

''کیا.... آپ فہام بھائی کے بارے میں ایسا کہہ رہی ہیں؟'' ردا نے حیرت سے پوچھا۔

''نہیں...... میں تو رشتوں کی اونچ نیچ سمجھا رہی ہوں، خدا کرے تم لوگوں کا ایک دوسرے کے ساتھ ہمیشہ سلامت رہے۔ لیکن بیٹا اب تم سیکھ لو، ہر قدم بہت پھونک پھونک کر رکھنا ہے۔ شمیلہ کے ساتھ اب بہت سوچ سمجھ کر بات کرنا...... زیادہ فرینک ہونے کی ضرورت ہے اور نہ ہی زیادہ ہمدرد بننے کی...... اس کا مزاج ذرا مختلف لگ رہا ہے جو اَب دکھائی دے رہا ہے۔'' انہوں نے عاصم کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

''یہی تو سمجھ میں نہیں آرہا کہ شمیلہ آپی ایسی نہیں تھیں۔ انہیں کیا ہوگیا ہے ہم لوگ اکٹھے گھومتے پھرتے، انجوائے کرتے تھے اور اب؟'' ردا آہ بھر کر بولی۔

''پہلے اس کا رشتہ اس گھر اور اس کے مکینوں کے ساتھ اتنا مضبوط نہیں تھا، جتنا کہ اب ہے۔ فہام اس گھر کا سربراہ ہے۔ اب وہ فہام کی ہم سفر ہے۔ اب اس کے قدم مضبوط ہوچکے ہیں۔'' خدیجہ نے سنجیدگی سے کہا۔

''آپ کا مطلب ہے وہ ہمیں ایکسپلائٹ کریں گی؟'' حاتم نے چونک کر پوچھا۔

''میں ایسا کچھ نہیں کہتی مگر تم سب سے صرف یہ کہوں گی کہ اب رشتوں کی آزمائش کا وقت شروع ہوگیا ہے اور آزمائش میں ہمیشہ ایک دوسرے کا ساتھ دیتے ہیں۔ ایک دوسرے کو تنہا نہیں چھوڑتے۔'' خدیجہ کافی سنجیدگی سے انہیں سمجھانے لگیں تو وہ لوگ انہیں دیکھنے لگے۔

☆☆☆

خدیجہ ڈائننگ چیئر پر بیٹھی ردا اور ملازمہ زاہدہ کو ہدایات دے رہی تھیں۔ دونوں بھاگ بھاگ کر کھانے کی ڈیشز لا لا کر ٹیبل پر رکھ رہی تھیں۔ ٹیبل کھانوں سے بھر گئی تھی۔

''مما! کوئی چیز رہ گئی ہے تو وہ بھی بتادیں۔ فائیو اسٹار ہوٹلز میں اتنا زبردست ناشتا نہیں ملتا۔ جو آپ نے آج گھر میں بنوایا ہے۔'' ردا نے ٹیبل کی طرف دیکھ کر کہا۔

''آج میری بہو کا اس گھر میں پہلا ناشتا ہے اور وہ بہت پُرتکلف ہونا چاہیے۔'' خدیجہ نے مسکرا کر خوشی سے کہا۔

''بیگم صاحبہ! لیجیے...... یہ نہاری ہوگئی۔ حلوا پوری بھی ہے، نان اور یہ بھی۔'' زاہدہ نے نہاری کا ڈونگا رکھتے ہوئے کہا۔

''اگر شمیلہ بی بی کے گھر والے بھی ناشتا لے کر آگئے تو ہم کہاں رکھیں گے، ٹیبل تو بھر گئی ہے۔'' زاہدہ مسکرا کر بولی۔

''میں نے انہیں منع کردیا ہے...... سلمان بے چارہ کہاں صبح صبح اتنی دور سے آئے گا۔'' خدیجہ مسکرا کر بولیں۔

''زاہدہ...... ایسا کرو، جاؤ فہام اور شمیلہ کو بلا لاؤ۔ ناشتا ٹھنڈا ہورہا ہے۔'' خدیجہ نے زاہدہ سے کہا۔

''جی بیگم صاحبہ......'' زاہدہ نے کہا اور وہاں سے چلی گئی۔

شمیلہ تیار ہورہی تھی اور فہام محبت پاش نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ دروازے پر دستک ہوئی تو فہام نے دروازہ کھولا۔ زاہدہ مسکراتے ہوئے دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔

''ناشتا تیار ہے۔ بیگم صاحبہ آپ دونوں کو بلا رہی ہیں۔''

''کیا سلمان بھائی میرا ناشتا لے کر آگئے ہیں؟'' شمیلہ نے جلدی سے پوچھا۔

''نہیں، انہیں تو بیگم صاحبہ نے آنے سے منع کردیا تھا۔'' زاہدہ نے بتایا۔

''کیا......؟'' اس نے حیرت سے چلّا کر فہام کی طرف دیکھا۔

''زاہدہ...... تم جاؤ، ہم آرہے ہیں۔'' فہام نے جلدی سے زاہدہ کو کہا اور دروازہ بند کرلیا۔

''دیکھا فہام...... پہلے خالہ جان نے سلمان بھائی کو جہیز سے منع کردیا اور اب ناشتا لانے سے...... یہ ایک رسم ہوتی ہے جس میں بھائی بہنوں کے لیے ناشتا لے کر آتے ہیں اور خالہ جان نے جان بوجھ کر انہیں منع کرکے میرے ارمانوں اور خوشیوں کا خون کرنے ...... کی کوشش کی ہے۔ وہ میری کوئی خوشی پوری نہیں ہونے دے رہیں۔'' وہ ایک دم سسکی بھر کر بولی۔

''میں نے مما کو منع بھی کیا تھا کہ آپ ان لوگوں کے معاملات میں انٹرفیئر نہ کریں پھر بھی......'' وہ ہونٹ سکوڑتے ہوئے بڑبڑایا اور کمرے سے باہر چلا گیا۔

شمیلہ کو غصہ آنے لگا اور اس نے اسی وقت فون پر ماں کا نمبر ملایا۔ ان کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی اور وہ بیڈ پر آنکھیں بند کیے لیٹی تھیں۔ موبائل پر مسلسل گھنٹی بج رہی تھی کافی دیر بعد انہوں نے موبائل کان سے لگایا تو دوسری جانب شمیلہ روتے ہوئے بولی۔

''مما......'' شمیلہ نے سسکی بھری۔

''شمیلہ...... تمہیں...... ک...کیا ہوا؟'' انہوں نے گھبرا کر پوچھا۔

''بس آپ جلدی یہاں آئیں......'' شمیلہ نے روتے ہوئے ماں سے کہا۔

''کیوں...... سب خیر تو ہے ناں؟'' ریحانہ نے گھبراہٹ کے عالم میں چیخ کر پوچھا مگر شمیلہ پھوٹ پھوٹ کر رودی۔

''بیٹا رونا بند کرو اور مجھے بتاؤ۔ آخر بات کیا ہے؟'' ریحانہ نے فکرمندی سے پوچھا۔

''مما! آپ ہر بات میں مجھے قصوروار ٹھہراتی ہیں لیکن رات کو عاصم نے میرے ساتھ اتنی بدتمیزی کی کہ آپ کو کیا بتاؤں۔'' شمیلہ نے ریحانہ کو سب بتایا تو وہ کہنے لگیں۔

''یہ کوئی اتنی بڑی بات نہیں تھی۔ جس کا تم نے اتنا بُرا منایا...... دیور تو بھابیوں کے ساتھ بہت مذاق کرتے ہیں، کیا تم عاصم کے مزاج سے واقف نہیں ہو؟'' ریحانہ ۔۔ گہری سانس لے کر بولیں۔

''آپ ہمیشہ ان لوگوں کی ہی سائڈ لیتی ہیں۔ کبھی میرا ساتھ نہیں دیا۔'' شمیلہ نے غصے سے کہا۔

''کیونکہ یہ ایسی بات نہیں تھی جسے تم ایشو بناتیں...... اور اب بتاؤ میں کیوں آؤں؟ اور فہام کہاں ہے؟'' ریحانہ نے خفگی سے پوچھا۔

''فہام باہر ہیں اور آپ آکر خالہ جان کو خود ہی سمجھائیں کہ میری بھی کچھ خوشیاں اور ارمان ہیں۔ میں بھی چاہتی ہوں کہ میری رسمیں بھی پوری ہوں۔ زندگی میں ایک بار ہی تو شادی ہوتی ہے انہوں نے نہ جہیز لینے دیا اور اب سلمان بھائی کو ناشتا لانے سے بھی منع کردیا۔ آخر وہ کیوں میری خوشیوں کی دشمن ہورہی ہیں؟'' شمیلہ غصے سے شکایتی لہجے میں بولی۔

''شمیلہ...... تمہارا دماغ ٹھیک تو ہے۔ سارے الزام آپا پر لگائے جارہی ہو۔ سلمان رات بھر الٹیاں کرتا رہا۔ صبح ناشتا لانے کے لیے تیار ہونے لگا مگر اس کی طبیعت بہت خراب ہوگئی۔ میں نے ہی آپا کو فون کیا تو انہوں نے منع کردیا کہ خدانخواستہ راستے میں اسے کچھ ہوگیا تو...... سنو شمیلہ تمہاری رسموں سے زیادہ اور خوشیوں سے زیادہ میرے لیے سلمان کی جان اہم ہے۔ ابھی باہر جاؤ اور خاموشی سے ناشتا کرو۔ عاصم سے بھی معافی مانگو، خبردار تم نے آپا سے کوئی بدتمیزی کی...... سنا تم نے۔'' انہوں نے غصے سے بیٹی کو ڈانٹا تو وہ کچھ شرمندہ ہوئی۔

''اچھا وہ تو ٹھیک ہے مگر معافی میں کیوں مانگوں؟'' شمیلہ نے آہستہ سے کہا۔

''میں کہتی ہوں...... باہر جاؤ اور سب کے ساتھ مل بیٹھ کر ناشتا کرو۔'' ریحانہ نے غصے سے ڈانٹتے ہوئے کہا تو شمیلہ نے منہ بنا کر موبائل آف کردیا۔

خدیجہ ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھی بہو، بیٹے کا انتظار کررہی تھیں۔ ردا نے ٹی پاٹ لا کر ٹیبل پر رکھا تو فہام کمرے سے باہر نکل کر آیا۔ اس کے چہرے پر سنجیدگی چھائی تھی۔

''بیٹا...... ناشتا تیار ہے۔ شمیلہ کہاں ہے؟'' خدیجہ نے مسکرا کر اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''فہام بھائی...... دیکھیں، مما نے آپ لوگوں کے لیے کتنے زبردست ناشتے کا اہتمام کیا ہے۔'' ردا نے مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔

''کیا ضرورت تھی...... وہی کچھ رہنے دیتیں۔ جو سلمان بھائی لے کر آتے۔'' فہام نے نظریں چراتے ہوئے بات کو گول کرتے ہوئے کہا۔

''بیٹا میں نے ہی سلمان کو منع کیا ہے۔'' خدیجہ بولیں۔

''مما اس موقع پر بہنوں کو بھائیوں کا انتظار ہوتا ہے۔ میں نے آپ سے کہا تھا کہ ان لوگوں کے معاملات میں نہ بولیں۔ آپ نے پھر وہی بات کی۔'' فہام سنجیدگی سے بولا۔

''ریحانہ نے بتایا کہ سلمان کی رات سے بہت طبیعت خراب ہے تو کیسے میں اسے آنے کا کہتی۔ ناشتے سے زیادہ اس کی صحت اہم تھی۔'' خدیجہ گہری سانس

لے کر بولیں۔ فہام کچھ کہنے لگا کہ دروازہ کھلا اور شمیلہ ایک سادے سے سوٹ میں ملبوس کمرے سے باہر نکل آئی اور آکر آہستہ آواز میں سلام کر کے خاموشی سے کرسی پر بیٹھ گئی۔ ردا نے بھی پریشان ہو کر کبھی خدیجہ کی طرف دیکھا اور کبھی فہام کی طرف۔ فہام بھی شرمندہ سا کرسی پر بیٹھا تھا اور صرف چائے کا کپ پیا۔ خدیجہ بھی بہت خاموش تھیں اور ان کی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی۔

''بیٹا! یہ بھی کھاؤ۔'' خدیجہ نے پیار سے شمیلہ سے کہا اور چیزیں آگے کیں مگر شمیلہ نے ان کے ہاتھ سے پکڑ کر رکھ دیں۔

''نہیں، مجھے بھوک نہیں۔'' وہ سنجیدگی سے بولی۔

''میری طبیعت ٹھیک نہیں۔ میں اپنے کمرے میں جارہی ہوں۔'' خدیجہ نے ایک ٹھنڈی سانس بھر کر کہا اور وہاں سے چلی گئیں تو فہام پریشانی سے ہونٹ کاٹنے لگا۔ وہ بہت شرمندہ ہورہا تھا۔ ماں سے نظریں نہیں ملا سکا تو جلدی سے چائے پی کر وہاں سے چلا گیا۔ ردا پریشان ہکا بکا سب کو دیکھتی رہ گئی۔

☆☆☆

خدیجہ اپنے کمرے میں آکر بیڈ پر بیٹھی تھیں۔ ان کی آنکھیں نم ہورہی تھیں۔ وہ آہ بھر کر دیواروں کی طرف دیکھ رہی تھیں۔

''فہام کا لہجہ آج سے ہی بدلنے لگا ہے۔ میں سوچتی تھی ساری دنیا بدل جائے گی مگر میرا فہام کبھی نہیں بدلے گا۔'' خدیجہ نے آہ بھر کر سوچا۔ دروازہ کھلا اور فہام شرمندہ سا نظریں جھکائے کمرے میں داخل ہوا۔ انہوں نے ایک ٹک اسے دیکھا اور سر جھکا لیا۔ فہام نے ان کے قریب آکر ان کا ہاتھ اپنی آنکھوں سے لگایا اور سسکیاں بھرنے لگا۔

''مما! آئی ایم سوری۔'' فہام نے روتے ہوئے کہا۔

''کس بات کی سوری؟'' خدیجہ آہ بھر کر بولیں۔

''میں نے آپ سے......'' فہام شرمندہ ہو کر بولا۔

''ہاں...... مجھے بھی دکھ ہوا ہے۔ جس فہام نے ہمیشہ ماں پر بھروسا کیا آج وہ اس ماں سے سوال کرنے لگا ہے۔'' خدیجہ نے نم آنکھوں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

''مما...... مجھے اس وقت سمجھ میں ہی نہیں آیا۔'' وہ گھبرا کر ماں کو دیکھتے ہوئے بولا۔ ''سلمان بھائی کے نہ آنے سے شمیلہ رونے لگی تو......'' فہام نے صاف گوئی سے کہا۔

''تو...... تم ماں سے پوچھنے آگئے۔'' خدیجہ یک دم بات کاٹتے ہوئے بولیں تو وہ بہت شرمندہ ہوا۔

''آئی ایم سوری......'' فہام نے ان کے پاؤں پکڑتے ہوئے کہا تو انہوں نے گہری سانس لی۔

''بیٹا مرد کی آزمائش شادی کے بعد شروع ہوجاتی ہے۔ ایک طرف اس کے خون کے رشتے ہوتے ہیں تو دوسری طرف دل کے اور دونوں ہی بہت نازک ہوتے ہیں اور اپنا پورا حق لینا چاہتے ہیں لیکن اصل کام ان میں توازن رکھنا ہوتا ہے۔ جس میں بڑے بڑے ناکام ہوجاتے ہیں۔'' انہوں نے اس کے سر پر پیار دیتے ہوئے کہا۔

''زندگی ایک دم ہی بدل جائے گی میں نے ایسا کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔'' فہام نے نم آنکھوں سے کہا۔

''شادی کے بعد ہر ایک کی زندگی یونہی بدلتی ہے، تم ابھی سے گھبرا گئے۔'' انہوں نے گہری سانس لے کر کہا۔

''مما! میں سب کو خوش دیکھنا اور خوش رکھنا چاہتا ہوں۔'' فہام نے پریشانی سے ماں کو دیکھ کر کہا۔

''تو پھر شمیلہ کی باتیں اس تک اور ہماری باتیں ہم تک رکھو۔ اس کی یا ہماری باتوں پر فوری ردعمل مت کرو۔ آہستہ آہستہ سب ٹھیک ہوجائے گا۔ جاؤ اب جا کر تم اور شمیلہ تیار ہوجاؤ اور ہاں اتنے اہتمام سے ناشتا بنایا گیا ہے تم دونوں سب کے ساتھ مل کر ناشتا کرو۔'' خدیجہ نے اس کی پیشانی چومتے ہوئے کہا تو فہام نے نم آنکھوں سے انہیں دیکھا اور کمرے سے باہر چلا گیا۔

بقیہ اگلے ماہ پڑھیں

ناولٹ

کہیں دیپ جلے کہیں دل

قیصر حیات

چوتھا حصہ

محسن رضا نے اپنی ہر ممکن کوشش کی تھی کہ وہ کسی نہ کسی طریقے سے یمنیٰ کو ٹریس آؤٹ کرلے مگر کسی طرح بھی رابطہ نہیں ہو رہا تھا۔ وہ ہر رات سونے سے پہلے اپنے خفیہ بریف کیس میں سے یمنیٰ کا موبائل نکال کر دیکھتا۔

اسے بار بار چھو کر اُس کا لمس محسوس کرتا اور اس لمس کے احساس کو اپنے اندر جذب کرنے کی کوشش کرتا۔ نہ جانے کیسے اسے یمنیٰ سے شدید محبت محسوس ہونے لگی تھی۔ صرف ایک ملاقات کے بدلے میں اس نے اپنا

قیمتی جذبہ اس کے نام کردیا تھا۔ اور وہ ملاقات بھی کتنی ادھوری ملاقات تھی...... بھلا ایسی ملاقات میں کسی سے محبت ہوسکتی ہے؟ یہ تو اس کے دل کی نادانی تھی۔ اسے کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا مگر وہ کتنی بے وقوفی کررہا تھا۔ ایک ہیولے سے...... اس کی یاد سے محبت کرتا چلا جارہا تھا۔

طیبہ کا رشتہ اس کے دور کے رشتے داروں میں طے ہوگیا تھا۔ لڑکا سعودی عرب میں مقیم تھا۔ بی اے پاس تھا اور کسی کنسٹرکشن کمپنی میں جاب کرتا تھا۔ خالہ صابرہ تو بے حد خوش تھیں کہ اچانک اتنا اچھا رشتہ آیا اور تمام معاملات طے بھی ہوگئے۔

☆☆☆

منگنی کی رسم کے بعد طیبہ، محسن کے پاس آکر بہت روئی اور وہ خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔

”تم میرا نصیب نہیں تھیں...... جس کا نصیب تھیں وہ تمہیں مل گیا۔“ محسن نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

”اور جو مل کر بھی نہ ملے تو...... اسے تم کیا کہو گے؟“ طیبہ نے روتے ہوئے پوچھا تو محسن رضا نے حیرت سے اسے دیکھا۔

”یہ تم کیا کہہ رہی ہو......؟“ محسن نے چونک کر پوچھا۔

”تمہارا دل مجھے قبول نہیں کرتا...... اور اب میرا دل کسی اور کو قبول نہیں کررہا...... یہ منگنی میں نے اماں کی بے بسی اور گھر کی غربت دیکھ کر کی ہے۔“ طیبہ نے آہ بھر کر کہا۔

”پلیز...... تم اپنی سوچ کو بدلو...... ورنہ......“ محسن ہونٹ چبانے لگا۔

”ورنہ کیا ہوگا......؟“ طیبہ نے سوال کیا۔

”ورنہ...... زندگی بہت مشکل ہوجائے گی۔“ وہ آہستہ آواز میں بولا۔

”زندگی تو پہلے ہی مشکل ہوگئی ہے۔ اب مزید اور کیا ہوگی؟“ طیبہ نے جواب دیا۔

”تم یوں مجھے اذیت میں ڈال رہی ہو......“ محسن نے آہ بھر کر کہا۔

”اور کاش تم میری اذیت کو سمجھ بھی سکتے۔“ وہ اس کی طرف دیکھ کر بولی۔

”میں سب سمجھتا ہوں...... مگر مجبور ہوں۔“ وہ بولا۔

”اور میں بے بس ہوں۔“ اس نے جواب دیا۔

”تم بے بس نہیں ہو۔“ محسن نے خفگی سے کہا۔

”اور...... مجبور تو تم بھی نہیں......“ وہ بھی غصے سے بولی۔

”پلیز...... چلی جاؤ......“ وہ اس کی طرف پشت کرتے ہوئے بولا۔

”جانے کے لیے ہی تو...... آئی ہوں......“ وہ آہ بھر کر بولی۔

”خدا حافظ!“ محسن نے جلدی سے کہا۔

”میں بھی ہمیشہ کے لیے یہی کہنے آئی ہوں۔“ اور طیبہ روتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گئی۔

☆☆☆

کمرے کی لائٹ آف تھی اور توقیر ایزی چیئر پر نیم دراز سگریٹ کے گہرے کش لگانے میں مصروف تھا۔ اس کی سوچیں ردا پر ہی اٹکی ہوئی تھیں، وہ تنہائی میں اپنے رب سے مجازی محبت کی بھیک مانگ رہا تھا۔

”یا اللہ! کسی انسان کے دل میں کسی دوسرے انسان کے لیے محبت اور نفرت صرف تو ہی ڈالتا ہے۔ کیا میں اتنا برا انسان ہوں...... میری محبت اتنی ناقابلِ قبول کہ تو نے ردا کے دل میں اسے داخل ہی نہیں ہونے دیا۔ اس کا دل میری محبت کو قبول ہی نہیں کررہا۔“ اسی سوچ میں گم اب وہ بے چینی سے کمرے میں ٹہل رہا تھا اور پھر کھڑکی کے پاس کھڑا ہوکر باہر دیکھنے لگا۔

”چاند کو پانے کی تمنا میں ہم بے تاب تو رہتے ہیں مگر یہ بھول جاتے ہیں کہ ہم اس کے قابل ہیں بھی

یا نہیں۔ شاید میں بھی ردا کے قابل نہیں۔“ توقیر نے چمکتے چاند کی طرف دیکھ کر سوچا۔ وہ اپنی سوچوں میں گم تھا کہ نجمہ اس کے کمرے کی طرف آئیں۔ اندھیرا دیکھ کر انہوں نے آگے بڑھ کر لائٹ جلائی تو توقیر بری طرح ہڑبڑا گیا۔ اور جلدی سے اپنے ہاتھ سے اپنا چہرہ صاف کرنے لگا۔

”کیا تم رو رہے تھے؟“ نجمہ نے پریشان ہوکر اس کے قریب آکر پوچھا۔

”ن...... نن...... نہیں۔“ توقیر نے گھبرا کر کہا۔

”سچ، سچ بتاؤ کیا بات ہے؟“ نجمہ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔

”بس یونہی...... آفس میں کام کا بوجھ ہے...... بس اسی کی تھکن ہے۔“ توقیر نے بات بناتے ہوئے کہا۔

”بیٹا! تھکاوٹ اور ڈپریشن میں بہت فرق ہوتا ہے۔ میں تمہاری ماں ہوں، تمہارا چہرہ دیکھ کر بتا سکتی ہوں کہ اس وقت تمہارے اندر کیا ہے، بولو، کون ہے وہ؟“ نجمہ نے یک دم بات کاٹتے ہوئے کہا۔

”وہ جو بھی تھی، اب نہیں ہے۔“ توقیر نے اصل بات کا اقرار کیا۔

”ٹھیک ہے اگر وہ تمہاری دسترس میں نہیں تو اس کا ذکر کرنا بیکار ہے مگر زندگی اس کی وجہ سے نہ تو ختم ہوگی اور نہ ہی بے سکون......“ نجمہ نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔

”مما...... آپ کہنا کیا چاہتی ہیں؟“ توقیر حیرت سے بولا۔

”رشنا کے پیپرز کے بعد اس کی سسرال والے اس کے نکاح کی بات کرنے آرہے ہیں۔ ہوسکتا ہے جلد ہی اس کی رخصتی کرنا پڑے۔ تمہارے ڈیڈی چاہتے ہیں کہ رشنا کے ساتھ تمہاری شادی بھی کردی جائے۔“ نجمہ نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔

”یہ...... یہ ناممکن ہے۔“ توقیر نے بری طرح چونک کر کہا۔

”کیوں...... ناممکن ہے...... وہ جو تمہاری زندگی سے نکل چکی ہے کیا اس کے غم میں ساری زندگی گزارو گے؟“ نجمہ خفگی سے بولیں۔

”میں ہائر اسٹڈیز کے لیے آسٹریلیا جارہا ہوں۔“ توقیر نے گویا انہیں اپنا فیصلہ سنایا۔

”یہ...... یہ...... تم کیا کہہ رہے ہو؟“ نجمہ یک دم حیرت سے چلاتے ہوئے کہنے لگیں۔

”میں نے یونیورسٹی میں ایڈمیشن کے لیے اپلائی کیا ہوا ہے، چند روز تک کال آجائے گی۔“ توقیر ٹھوس لہجے میں بولا۔

”اور تم نے مجھے کچھ بتایا ہی نہیں۔“ نجمہ قدرے خفگی سے بولیں۔

”آپ کو بتائے بغیر کیسے جاسکتا تھا مما۔“ توقیر اُن کی خفگی کے پیشِ نظر فوراً بولا۔

”ٹھیک ہے، جانا چاہتے ہو تو جاؤ مگر شادی کرکے۔“ انہوں نے بھی گویا اپنا فیصلہ سنایا۔

”نہیں...... مما! مجھے نہیں معلوم کہ میرا فیوچر کیا ہوگا اور مجھے وہاں ایڈجسٹ ہونے میں کتنے سال لگیں گے۔ میں شادی کرکے کسی اور کو خوار نہیں کرنا چاہتا۔“ وہ قدرے جھنجلا کر بولا۔

”توقیر تم نے مجھے بہت مشکل میں ڈال دیا ہے۔“ ان کے ماتھے پر شکنیں تھیں۔

”مما! جو باتیں اور فیصلے بعد میں اذیت کا باعث بنیں...... ان کی وجہ سے وقتی طور پر مشکل میں پڑ جانا زیادہ بہتر ہے۔“ توقیر تاسف سے بولا تو نجمہ نے پریشان ہوکر اسے دیکھا۔

☆☆☆

خدیجہ کی ٹانگوں میں بہت درد تھا۔ ردا ان کے پاس بیڈ پر بیٹھی ان کی ٹانگیں دبانے میں مصروف تھی۔ وہ بالکل خاموش چھت کو گھور رہی تھیں۔ ردا بار بار ماں کی طرف دیکھ رہی تھی۔

”مما! آپ کیوں اتنی خاموش رہنے لگی ہیں۔

کیا فہام بھائی اور شمیلہ بھابی کی وجہ سے؟'' ردا ماں کی خاموشی سے کافی پریشان رہنے لگی تھی جبھی آج پوچھ بیٹھی۔

''نہیں......'' انہوں نے فوراً ایک گہری سانس لے کر کہا۔

''مما! کیا آپ کو لگتا ہے، فہام بھائی بدل جائیں گے؟'' ردا نے اُن کی طرف بغور دیکھ کر پوچھا۔

''تم کیوں پوچھ رہی ہو؟'' وہ یک دم چونک کر بولیں۔

''مما! اگر ایسا ہو گیا تو......؟'' ردا نے خدشے کا اظہار کیا تو خدیجہ نے پریشان ہو کر اٹھ کر بیٹھتے ہوئے اس کے سر پر پیار کیا اور اپنے ساتھ لگاتے ہوئے کہنے لگیں۔

''نہیں بیٹا......ایسا کبھی نہیں ہوگا۔'' کمرے کے دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی دونوں نے چونک کر اس طرف دیکھا تو شمیلہ ٹرے ہاتھ میں لیے اندر داخل ہوئی۔ جس میں سوپ کا پیالہ رکھا تھا۔

''خالہ جان آپ کی ٹانگوں میں بہت درد ہے، میں نے آپ کے لیے سوپ بنایا ہے۔'' شمیلہ نے مسکرا کر اُن کی سائڈ ٹیبل پر رکھتے ہوئے کہا تو دونوں ماں بیٹی اسے دیکھنے لگیں۔

''بیٹا! تم نے کیوں تکلف کیا۔ ابھی تم نئی نویلی دلہن ہو، کام کیوں کرنے لگیں؟'' وہ پیار بھرے لہجے میں اس سے بولیں۔

''خالہ جان! یہ کون سا بڑا کام میں نے کر دیا...... ردا تم پیچھے ہٹو، میں خالہ جان کی ٹانگیں دباتی ہوں۔'' شمیلہ نے مسکرا کر ردا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''ارے نہیں، نہیں بیٹا...... نئی نویلی دلہن سے اب میں ٹانگیں دبواتی اچھی نہیں لگتی۔'' انہوں نے گھبرا کر اس کا ہاتھ پیچھے کرتے ہوئے کہا۔

''اس کا مطلب ہے، آپ مجھے اپنی بیٹی نہیں سمجھتیں۔'' شمیلہ نے مسکرا کر اُن کے گلے میں بانہیں ڈالتے ہوئے کہا۔

''ارے......تم تو میری پیاری سی بیٹی بھی ہو اور بہو بھی۔'' خدیجہ نے خوش ہو کر اس کی پیشانی چومتے ہوئے کہا تو ردا نے حیرت سے شمیلہ کی طرف دیکھا اور پھر زبردستی مسکرانے لگی...... خدیجہ بے یقینی سے اسے دیکھنے لگیں۔

☆☆☆

رشنا واش روم سے منہ دھو کر اپنے چہرے کو ٹاول سے صاف کرتے ہوئے کمرے میں آئی...... اور اپنے آپ کو ڈریسنگ ٹیبل کے آئینے میں اچھی طرح دیکھ کر مسکرانے لگی۔ ابھی لوشن پکڑ کر وہ چہرے پر لگا رہی تھی کہ نجمہ اس کے کمرے میں داخل ہوئیں۔

''مما! آپ......؟'' رشنا نے مسکرا کر ماں کو دیکھتے ہوئے کہا

''ہاں...... تمہیں بتانے آئی ہوں کہ آج شام تمہاری سسرال والے آ رہے ہیں۔'' نجمہ نے مسکرا کر اس کے بیڈ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ ''اور وہ بھی تمہاری شادی کی ڈیٹ فکس کرنے۔'' نجمہ نے اسے آگاہ کیا۔

''کیا میری شادی......؟ لیکن فراز نے تو ایسا کوئی ذکر نہیں کیا۔'' وہ لوشن لگاتے ہوئے رک کر حیرت سے کہنے لگی۔

''وہ تمہیں سرپرائز دینا چاہ رہا ہوگا۔'' مما مسکرا کر بولیں۔

''ٹھہریں...... میں ابھی اس سے پوچھتی ہوں...... یہ کیا ڈراما ہے۔'' رشنا خفگی کے سے انداز میں بولی۔

''بیٹا! یہ ڈراما نہیں حقیقت ہے۔ تمہارے ڈاکومینٹس...... تیار کرنے کے لیے نکاح ضروری ہے۔ اس میں خفگی کی کیا بات ہے۔'' نجمہ نے موبائل اس کے ہاتھ سے لیتے ہوئے کہا۔

''مگر......مما! اتنی جلدی، ابھی تو میرا گریجویشن بھی کمپلیٹ نہیں ہوا، رزلٹ کا انتظار ہے اور......'' رشنا حیرت سے بولی۔

''وہ بھی ہو جائے گا۔ اور بیٹا سال دو سال بعد بھی شادی تو کرنی ہے نا پھر ابھی کیوں نہیں۔'' نجمہ نے مسکرا کر کہا۔

''لیکن آپ کو اکیلے چھوڑ کر کیسے جاؤں یا تو پھر آپ توقیر بھائی کی بھی شادی کر دیں۔'' رشنا نے ماں کے ساتھ لپٹ کر کہا۔

''وہ تو آسٹریلیا جانے کی تیاری کر رہا ہے۔'' انہوں نے انکشاف کیا۔

''کیا...... آسٹریلیا...... مگر کیوں؟'' وہ حیرت سے چونک کر بولی۔

''پڑھنے کے لیے۔'' نجمہ نے کہا۔

''اور آپ نے اجازت دے دی۔'' اسے یقین نہیں آیا تھا۔

''وہ فیصلہ کر چکا ہے۔'' نجمہ نے ٹھوس لہجے میں کہا۔

''یہ کیا بات ہوئی ہے، میں ڈیڈی سے بات کرتی ہوں، ہم دونوں چلے گئے تو آپ یہاں اکیلی رہ جائیں گی۔'' رشنا خفگی سے بولی۔

''اللہ مالک ہے۔'' نجمہ آہ بھر کر بولیں۔

''نہیں......مما! ایسے نہیں چلے گا۔'' رشنا تیزی سے بولی۔

''بس آپ انہیں روکیں۔''

''کوشش کر چکی ہوں۔'' وہ ہمت ہار کر بولیں۔

''ٹھیک ہے پھر میں ہی کچھ کرتی ہوں۔'' وہ یہ کہہ کر کمرے سے باہر چلی گئی۔

☆☆☆

حاتم لاؤنج میں بیٹھا لیپ ٹاپ پر بزی تھا اور ردا پاس بیٹھی ٹی وی دیکھ رہی تھی۔ ٹیبل پر پڑا ردا کا موبائل بجنے لگا تو حاتم نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

''ہیلو......اوہ......تم؟'' ردا نے مسکرا کر کہا اور وہ اٹھ کر وہاں سے چلی گئی تو حاتم کو شک سا ہوا۔ ردا بات کرتے ہوئے اپنے کمرے میں چلی گئی تھی حاتم بھی کچھ سوچتے ہوئے آہستہ آہستہ چلتا ہوا کمرے کے دروازے کے باہر جا کھڑا ہوا۔

''اوہ......رئیلی، اتنا بڑا سرپرائز......لگتا ہے تم نے پہلے سے پلان کر رکھا تھا۔'' ردا مسکراتے ہوئے بولی۔

''نہیں یار، مجھے تو خود ابھی پتا چلا ہے اور فراز بھی اتنا گھنا نکلا کہ مجھے کچھ بتایا تک نہیں۔'' دوسری طرف سے رشنا تھی۔

''اچھا تو تم کب ہماری جان چھوڑ رہی ہو؟'' ردا نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''بہت جلد......'' رشنا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''رشنا تمہارے جانے کے بعد میں بہت اکیلی ہو جاؤں گی۔ تمہیں بہت مس کروں گی۔'' ردا یک دم افسردگی سے بولی تو حاتم نے اس کی بات سن کر گہری سانس لی۔

''اوہ......اچھا یہ رشنا سے بات کر رہی ہے، میں ردا کے بارے میں کیوں اتنا مشکوک ہو رہا ہوں اور ویسے بھی اب کئی روز سے کوئی ایسا میسج بھی نہیں آیا۔ مجھے اپنی بہن پر مکمل اعتبار کرنا چاہیے۔'' حاتم نے اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے سوچا اور وہاں سے چلا گیا۔

''میرے جانے سے مما بھی بہت اکیلی ہو جائیں گی کیونکہ توقیر بھائی بھی آسٹریلیا جا رہے ہیں۔'' رشنا افسردگی سے بولی۔

''کیوں...؟'' ردا نے یک دم چونک کر پوچھا۔

''شاید ہائر اسٹڈیز کے لیے لیکن ردا آج کل وہ بہت زیادہ اپ سیٹ ہیں۔ ان کے چہرے پر عجیب سی اداسی اور ویرانی چھائی ہوئی ہے۔ نہ کسی سے بات کرتے ہیں بس ہر وقت سوچوں میں گم رہتے ہیں۔ نہ جانے انہیں کیا ہو گیا ہے۔'' رشنا بھائی

کے لیے واقعی پریشان تھی۔

''تم نے ان سے کچھ پوچھا نہیں؟'' ردا یک دم بوکھلا کر بولی۔

''نہیں...... انہیں دیکھ کر میں بھی پریشان ہو جاتی ہوں پھر کچھ پوچھنے کی ہمت ہی نہیں رہتی۔'' اس کی آواز بھرا گئی تھی۔

''پلیز رشنا! حوصلہ کرو اور انہیں سمجھانے کی کوشش کرو...... بلکہ میں تو کہتی ہوں، آسٹریلیا جانے سے پہلے اُن کی زبردستی کسی سے شادی کرا دو۔'' ردا نے اپنی رائے دی۔

''یار! ہمارے ماموں کی بیٹی جویریہ ان میں بہت انٹرسٹڈ ہے مگر توقیر بھائی مانیں تب ناں...... نہ جانے کس کمبخت سے دل لگا بیٹھے۔ جس نے ان کو گھاس نہیں ڈالی...... مگر یہ اس کے غم میں بری طرح بے تاب ہیں۔ ویس نکالا لے رہے ہیں اور جواُن کی حالت ہے۔ مجھے تو لگتا ہے اپنی جان کو ہی کوئی روگ نہ لگا بیٹھیں۔'' رشنا نے ایک آہ بھر کر تفصیل سے بتایا۔

''اللہ نہ کرے......'' ردا کے منہ سے نادانستہ نکلا تو رشنا چونک پڑی۔

''تمہارے منہ سے یہ الفاظ سن کر مجھے تم پر پیار آنے لگا ہے کہ تم میرے بھائی سے میری طرح ہی پیار کرتی ہو۔ محبت کا رشتہ بھی کتنا عجیب ہوتا ہے۔ ایک سے محبت ہوتی ہے تو اس سے وابستہ سب رشتوں سے پیار ہونے لگتا ہے۔ میری وجہ سے تم توقیر بھائی کو بھی چاہنے لگی ہو۔'' رشنا نے مسکرا کر کہا تو ردا بوکھلا گئی اور بہانہ بنا کر فون بند کر دیا۔

☆☆☆

فہام آفس سے لوٹا اور اپنے کمرے میں تھکے ہوئے انداز میں صوفے پر نیم دراز چھت کو گھور رہا تھا۔ شمیلہ ٹرے میں چائے کے کپ اور پانی کا گلاس رکھ کر لائی اور مسکرا کر اس کے قریب ٹیبل پر رکھا۔

''ارے...... تم کیوں چائے لائیں، زاہدہ کہاں ہے؟'' فہام نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''اب آپ کے سب کام میں کیا کروں گی۔'' شمیلہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''کیوں......؟'' وہ چونک کر بولا۔

''بس مجھے آپ کے کام کر کے خوشی جو ہوتی ہے۔'' شمیلہ نے مسکرا کر محبت سے کہا۔

''آج مما کی طبیعت کیسی رہی...... میں ان کے روم میں گیا تو وہ سو رہی تھیں۔'' فہام نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''آج میں سارا دن انہی کے پاس رہی ہوں۔ پہلے سوپ بنا کر دیا پھر ٹانگیں دباتی رہی۔'' شمیلہ نے مسکرا کر جلدی سے کہا۔

''ریئلی......'' فہام خوش ہو کر بولا۔

''اس میں حیرت کی کیا بات ہے بھلا؟'' شمیلہ چونک کر بولی۔

''میں بس یہی چاہتا ہوں کہ تم انہیں خوش رکھو اور ان کی خدمت کرو۔'' فہام نے مسکرا کر اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''کیا یہ کہنے کی بات ہے...... وہ میری خالہ بھی ہیں جناب اور مجھے اُن سے بہت محبت ہے۔'' شمیلہ مصنوعی خفگی سے بولی۔

''بس پہلے روز جو بدمزگی ہوئی اس کی وجہ سے سب کے دل پریشان ہو گئے۔'' فہام نے گہری سانس لے کر پانی پیتے ہوئے کہا۔

''آئی ایم سوری...... بس مجھ سے غلطی ہو گئی تھی......'' شمیلہ منہ بنا کر افسردگی سے کہنے لگی۔

''اچھا ہے تم نے جلد ہی اپنی غلطی کو مان لیا۔'' فہام مسکراتے ہوئے بولا تو شمیلہ نے چونک کر اسے دیکھا۔ فہام کا موبائل بجنے لگا تو وہ بات کرتے ہوئے کھڑکی کے پاس چلا گیا۔

''غلطی......؟'' شمیلہ نے منہ بناتے ہوئے سوچا۔ ''جس دن میں نے تمہیں پا لیا تو پھر بتاؤں گی

کہ کون ٹھیک ہے اور کون غلطی پر۔'' شمیلہ نے طنزیہ انداز میں فہام کو دیکھ کر سوچا۔

☆☆☆

ردا تیار ہو کر اپنے کمرے سے باہر آئی تو شمیلہ لاؤنج میں صوفے پر ٹی وی دیکھنے میں مصروف تھی۔ خدیجہ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے اپنے کمرے سے باہر نکلی تھیں۔

''مما آپ کو پتا ہے رشنا کی شادی ہو رہی ہے اور مجھے اس کے ساتھ شاپنگ کے لیے جانا ہے۔'' ردا نے ماں کے قریب آ کر جلدی سے کہا۔

''ہاں تو چلی جاؤ بلکہ یوں کرتی ہوں، میں بھی چلتی ہوں۔ اس کی مما کو مبارک دے آتی ہوں...... آج طبیعت کچھ ٹھیک لگ رہی ہے۔'' خدیجہ نے کہا تبھی فہام فیکٹری جانے کے لیے تیار ہو کر کمرے سے نکلا تھا۔

''ارے واہ...... آج تو میری سوئٹ ڈول بہت کیوٹ لگ رہی ہے۔'' فہام نے مسکرا کر ردا کو اپنے ساتھ لگاتے ہوئے کہا تو شمیلہ نے دونوں کو اس طرح دیکھ کر دوسری طرف منہ پھیر لیا۔

''فہام بھائی...... رشنا کی شادی ہو رہی ہے۔ میں اس کی طرف جا رہی ہوں۔ آج ہم دونوں کا شاپنگ کا ارادہ ہے۔'' ردا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''رشنا کی شادی ہو رہی ہے، تم نے بتایا ہی نہیں...... چلو اس کی چوائس کے اچھے، اچھے گفٹس لے لینا۔ وہ ہمیں تمہاری طرح ہی عزیز ہے۔'' فہام نے مسکرا کر کہا اور اپنی جیب سے والٹ نکالا اور اس میں سے ہزار ہزار کے نوٹ نکال کر ردا کو دینے لگا۔

''یہ رکھو اور اگر کم ہوں گے تو مجھے بتا دینا......'' فہام نے مسکراتے ہوئے کہا تو شمیلہ نے گھور کر دونوں کو دیکھا۔

''نہیں...... نہیں، فہام بھائی میرے پاس پیسے ہیں۔'' ردا مسکراتے ہوئے بولی۔

''وہ تو ہیں لیکن یہ میری طرف سے...... رکھو شاباش۔'' فہام مسکراتے ہوئے بولا تو ردا نے مسکراتے ہوئے انہیں اپنے بیگ میں رکھ لیا۔

''آؤ میں، تمہیں ڈراپ کر دیتا ہوں۔'' فہام نے جاتے ہوئے کہا۔

''نہیں، نہیں میں مما کے ساتھ جا رہی ہوں۔'' ردا جلدی سے بولی۔

''تو شمیلہ کو بھی ساتھ لے جاؤ۔'' فہام نے مسکراتے ہوئے شمیلہ کی طرف دیکھ کر کہا تو شمیلہ نے پھر دونوں کو خفگی سے دیکھا۔

''ہاں، ہاں...... شمیلہ آپی آپ بھی چلیں۔ بہت مزہ آئے گا۔'' ردا نے مسکرا کر شمیلہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''ارے نہیں، تم اور خالہ جان جاؤ۔ آج میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے، سر میں درد ہے، میں پھر کبھی چلی جاؤں گی۔'' شمیلہ نے اس کے قریب آ کر زبردستی مسکراتے ہوئے کہا۔

''کیوں...... کیا ہوا؟'' فہام نے پریشانی سے پوچھا۔

''سر میں درد ہے۔ ٹھیک ہو جائے گا ابھی ٹیبلٹ لے کر ریسٹ کرتی ہوں۔'' شمیلہ نے منہ بنا کر کہا۔

''او کے، اپنا خیال رکھنا اور اگر کوئی پرابلم ہو تو فون کر دینا...... اچھا بھئی خدا حافظ۔'' فہام نے اس کی طرف دیکھ کر کہا اور وہاں سے چلا گیا۔

☆☆☆

خدیجہ، نجمہ کے ہمراہ ڈرائنگ روم میں صوفے پر بیٹھی تھیں۔ ٹیبل پر چائے کے ساتھ بہت لوازمات رکھے تھے اور نجمہ بہت محبت سے پلیٹیں اٹھا اٹھا کر اُن کے آگے کر رہی تھیں مگر خدیجہ مسکرا مسکرا کر انکار کیے جا رہی تھیں۔

''میں کئی روز سے آپ کی طرف آنا چاہ رہی

www.paksociety.com

تھی کہ آپ اور رشنا کا شکریہ ادا کر کے آؤں۔ رشنا نے فہام کی شادی میں ردا کے ساتھ بہت کام کیا۔'' انہوں نے نجمہ کی طرف دیکھ کر کہا۔

''ارے شکریے کی کوئی بات نہیں...... دونوں بہنوں کی طرح ہیں۔'' نجمہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''اب ماشاء اللہ رشنا کی بھی شادی ہو رہی ہے۔ بہت مبارک ہو آپ کو۔'' خدیجہ نے دل سے مبارک باد دی۔

''جی...... بہت شکریہ، بس جلدی میں رکھنا پڑی۔'' نجمہ مسکراتے ہوئے بولیں۔

''آنٹی، رشنا کہاں ہے؟ آج ہمارا شاپنگ کا پروگرام ہے۔'' ردا نے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے کہا۔

''واش روم میں ہے...... بس تیار ہو کر ابھی آتی ہے۔ وہ بھی ناراض ہو رہی تھی کہ میں اس کی اتنی جلدی شادی کیوں کر رہی ہوں لیکن ڈاکومینٹس کا مسئلہ ہے، فراز بس ایک ویک کے لیے پاکستان آ رہا ہے۔'' نجمہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''پھر تو واقعی آپ کو بہت جلدی میں تیاری کرنا پڑ رہی ہے۔'' خدیجہ نے فکر مند لہجے میں کہا۔

''ہاں، بس کر رہی ہوں۔ اللہ اس کا نصیب اچھا کرے...... اتنی دور چلی جائے گی میری بیٹی...... یہ سوچ کر دُکھی ہو جاتی ہوں۔'' نجمہ نے ایک دم ٹھنڈی آہ بھر کر کہا۔

''رشنا! شادی کے بعد انشاء اللہ کینیڈا چلی جائے گی پھر تو آپ بہت تنہا ہو جائیں گی۔'' خدیجہ نے ہمدردانہ انداز میں کہا۔

''ہاں، سوچا تھا کہ رشنا کے ساتھ توقیر کی شادی کر دوں گی کہ رشنا کی کمی محسوس نہیں ہو گی مگر اب توقیر ہے کہ شادی کے لیے مان ہی نہیں رہا۔'' نجمہ نے مایوسی سے کہا۔

''کیوں......؟'' خدیجہ یک دم چونک کر پوچھنے لگیں۔

''وہ آسٹریلیا جا رہا ہے۔'' نجمہ نے انہیں بتایا۔

''ارے...... تو آپ اسے شادی کر کے بھیج دیں، وہاں جا کر اگر کسی میم سے شادی کر لی تو پھر ساری زندگی اس کی شکل کو ہی ترسیں گی۔ میں تو کہتی ہوں اگر کوئی لڑکی نظر میں ہے تو فوراً اس کی بھی شادی کر دیں۔'' خدیجہ نے انہیں اپنی طرف سے مخلصانہ مشورہ دیا۔

''ارے...... میری تو اپنی بھتیجی گھر میں موجود ہے مگر توقیر شادی کے لیے ہی نہیں مان رہا، کہتا ہے وہاں جا کر کیا حالات ہوں، وہ کیوں اسے بھی پریشان کرے۔'' نجمہ نے ان کی بات پر بتایا۔

''ہاں، کہتا تو وہ ٹھیک ہے...... بچہ تو آپ کا کافی سمجھدار ہے۔'' نجمہ نے کہا۔

''ہاں...... نہ جانے کس منحوس کی اس کو نظر لگ گئی ہے کہ وہ تو شادی کے لیے مان ہی نہیں رہا۔'' نجمہ آہ بھر کر بولیں تو ردا نے یک دم چونک کر انہیں دیکھا۔

''اوہ...... تو یہ بات ہے۔'' خدیجہ آہ بھر کر بولیں۔

''معلوم نہیں...... اللہ ہی بہتر جانتا ہے لیکن جس نے بھی اس کے ساتھ برا کیا ہے میں اسے بددعا دیتی ہوں کہ وہ بھی کبھی سکون سے نہ رہے۔'' نجمہ کے یہ کہنے پر ردا ایک دم بوکھلا گئی اس کے چہرے پر یک دم پریشانی کے تاثرات نمایاں ہونے لگے۔

''آئی ایم سوری ردا تمہیں انتظار کرنا پڑا۔'' رشنا تیار ہو کر آئی اور اس نے ردا کی طرف دیکھ کر کہا۔

''کوئی بات نہیں۔'' ردا نے زبردستی مسکرا کر کہا۔

''اوہ...... آج تو آنٹی بھی آئی ہوئی ہیں۔'' رشنا نے خدیجہ کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا تو وہ دونوں گلے ملنے لگیں۔

''ہمیشہ خوش رہو۔ تمہاری مبارک دینے آئی ہوں۔ اچھا اب تم لوگ جاؤ، مجھے جانا ہو گا تو ڈرائیور کو بلا لوں گی۔'' خدیجہ بیٹی کی طرف دیکھ کر بولیں۔

''نہیں مما...... میں آپ کے ساتھ ہی چلتی

ہوں۔ رشنا میری طبیعت خراب ہو رہی ہے...... سر میں درد ہونے لگا ہے۔ پتا نہیں ایک دم سے کیا ہونے لگا ہے۔'' ردا نے کچھ پریشانی کے عالم میں اٹھتے ہوئے کہا۔

''لیکن ردا......'' رشنا نے شدید حیرت سے کہا۔

''آئی ایم سوری...... پلیز۔'' ردا نے معذرت کی۔

''اوکے......'' رشنا نے زبردستی مسکراتے ہوئے کہا۔

''چلیں مما......'' ردا نے کہا اور خدیجہ کے ساتھ وہاں سے چلی آئی۔

☆☆☆

محسن کی رگ وپے میں اِک درد سا ٹھہر گیا تھا۔ طیبہ کی بے بسی، اس کی ناکام محبت کا قلق، اس کی برستی آنکھیں، اس کا ٹوٹا دل، اس کے کرچی کرچی ہوتے جذبات نے اس کے دل میں درد کی ایسی ٹیسیں پیدا کر دی تھیں کہ وہ خود بھی بے بس ہو کر ماہیِ بے آب کی طرح تڑپنے لگا...... طیبہ کی محبت نے اس کے دل کو اس درد سے آشنا کر دیا تھا۔ یہ محبت کتنا رُلاتی ہے، کتنا دکھ دیتی ہے، کیسے کیسے تڑپاتی ہے، دل کو چھلنی اور روح کو کچوکے لگاتی ہے۔

''دیمنی کاش تم مجھے نہ ملی ہوتیں...... اگر ملی تھیں تو یوں گم نہ ہوئی ہوتیں۔ میں تمہیں کہاں تلاش کروں، کہیں ایسا نہ ہو کہ جب تم مجھے ملو تو مجھے پہچاننے سے انکار کر دو۔ کہیں تم بھی مجھے یونہی انکار نہ کر دو جیسے آج میں نے طیبہ کو کیا ہے۔'' اس کے دل میں وسوسے پیدا ہونے لگے۔

''ایسا نہیں ہو گا۔ میری محبت اتنی کمزور نہیں ہو سکتی۔'' اس نے اپنے دل کو تسلی دی۔

''اگر وہ اس وقت ملے جب وہ کسی اور کی ہو چکی ہو تو پھر...... تم کیا کرو گے؟'' اس کے دل نے سوال کیا۔

''نہیں...... ایسا کبھی نہیں ہو گا۔'' وہ مضطرب

ہو کر اٹھا۔

”ایسا ہو بھی سکتا ہے۔ اس نے تم سے کوئی وعدہ تو نہیں کیا۔“ دل نے پھر سوال کیا۔

”اے خدا! ایسا کچھ نہ کرنا...... ورنہ میں مرجاؤں گا۔“ وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ اُدھر طیبہ اس کے چھن جانے پر رو رہی تھی۔ اور وہ کس لیے رو رہا تھا اس کے نہ ملنے پر...... نہ چھننے پر...... وہ تو شاید محبت کی متوقع ناکامی پر رو رہا تھا اس کے آنسو اس کی آنکھوں سے بہہ بہہ کر اس کے دل کی کسک میں مزید اضافہ کر رہے تھے۔

☆☆☆

طیبہ شادی کے بعد سعودی عرب چلی گئی تھی۔ منگنی کے بعد وہ کبھی محسن رضا کے گھر نہیں آئی۔ محسن رضا نے ایم بی اے میں ٹاپ کیا تھا اور اس نے ہائر اسٹڈیز کے لیے انگلینڈ کا ویزا اپلائی کیا ہوا تھا۔ اسے اسکالرشپ پر باہر بھیجا جا رہا تھا اور اس کی خوشی کی انتہا نہ تھی۔ سمیرا نے بھی میٹرک کرلیا تھا اور اب وہ کالج جاتی تھی۔ حسن اور احسن نویں، دسویں میں تھے۔ محسن جہاں خوش تھا وہاں ہر وقت اسے یہی فکر کھائے جاتی تھی کہ بچوں کے پاس کس کو چھوڑے۔ دن رات اسی ٹینشن میں گزر رہے تھے۔ کبھی وہ سب کو ہاسٹل میں داخل کرانے کا سوچتا...... تو کبھی باہر جا کر پڑھنے کا ارادہ ترک کر دیتا۔ مگر ایسا سنہری موقع روز روز نہیں ملتا، وہ اس بات سے بھی بخوبی واقف تھا کہ جب وہ اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے لوٹے گا تو اچھی نوکریوں کے دروازے کھل جائیں گے...اور اس کے بہن بھائی بھی اعلیٰ تعلیم حاصل کرسکیں گے مگر مسئلہ بچوں کی سرپرستی کا تھا۔ خالہ صابرہ ان کا ہر طرح سے خیال رکھتی تھیں مگر کسی غیر کے سہارے وہ انہیں چھوڑ کر نہیں جا سکتا تھا۔ کوئی سبیل نظر نہیں آ رہی تھی وہ رات رات بھر جاگتا رہتا...... اور اسی سوچ میں گم رہتا۔

چھٹی کے دن وہ صبح سویرے فجر کی نماز کے لیے اٹھا تو اس کا موبائل بجنے لگا۔ اس نے حیرت سے موبائل دیکھا۔

”اس وقت کون ہوسکتا ہے“ اس نے حیرت سے سوچا اور بات کرنے لگا۔

”اوہ......نو......“ وہ بے ساختہ بولا اور موبائل آف کر کے پریشانی سے سمیرا، حسن اور احسن کو اٹھایا۔

”پھپھو حلیمہ کے شوہر فوت ہوگئے ہیں۔ جلدی اٹھو......ہم سب کو حیدرآباد جانا ہے۔“ محسن نے بہن بھائیوں کو جگایا تو وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھے اور جلدی جلدی تیار ہونے لگے۔

کفن، دفن کے بعد محسن پھپھو حلیمہ کے پاس بیٹھ کر تعزیت کرنے لگا۔ پھپھو حلیمہ شوہر کی خدمت کر کر کے کافی کمزور اور بوڑھی ہو چکی تھیں۔ وہ ایک عرصے سے بیمار تھے۔

”پھپھو آپ میرے ساتھ کراچی چلیں...... اب یہاں کس کے سہارے بیٹھی رہیں گی۔“ محسن نے کہا تو وہ سوچ میں پڑ گئیں۔

”مگر عدت تو مجھے یہیں کرنا ہوگی۔“ پھپھو حلیمہ جانے پر رضامند ہوگئیں مگر عدت کا مسئلہ تھا۔

”پھپھو! مجبوری ہے، میں انگلینڈ پڑھنے جا رہا ہوں۔ گھر میں سمیرا، حسن اور احسن اکیلے ہیں۔ آپ ان کے پاس رہیں گی تو میں مطمئن ہو کر جا سکوں گا۔ آپ کراچی چل کر عدت پوری کرلیں۔ اس میں کوئی اعتراض والی بات نہیں۔“ حلیمہ سوچ میں پڑ گئیں۔

”ٹھیک ہے...... جیسا تم کہتے ہو...... اب ایک تم ہی تو میرا آسرا ہو...... سسرال میں کوئی ہے اور نہ میکے میں جو میرا سہارا بنے۔“ وہ روتے ہوئے بولیں۔

”آپ ایسا کیوں کہہ رہی ہیں۔ میں نے ہمیشہ آپ کو اپنی ماں سمجھا ہے۔ ہم چاروں آپ کے بچوں کی طرح ہیں، بس آپ چلنے کی تیاری کریں۔ اگر پھوپا زندہ ہوتے تو شاید میں کبھی آپ کو ساتھ

چلنے کو نہ کہتا...... مگر...... اب نہ تو میں آپ کو اکیلا چھوڑ سکتا ہوں اور نہ ہم آپ کے بغیر رہ سکتے ہیں۔“ محسن نے انہیں اپنے ساتھ لگاتے ہوئے کہا تو وہ رونے لگیں اور اسے دعائیں دینے لگیں۔

پھپھو حلیمہ کے گھر میں آنے سے اس کی بہت بڑی ٹینشن ختم ہوگئی تھی۔ اسے قدرت کی منصوبہ بندی پر رشک آنے لگا۔ وہ انسان کی سوچوں سے بالا فیصلے کرتا ہے۔

پھپھو حلیمہ کے گھر میں آنے سے گھر کے کسی حد تک مکمل ہونے کا احساس نمایاں ہوگیا تھا۔ انہوں نے سمیرا کی ساری ذمے داریاں خود اٹھا لی تھیں۔ محسن ان کی صحت کا خاص خیال رکھتا، ان کا میڈیکل چیک اپ بھی کروایا۔ اس نے پس انداز کی ہوئی رقم میں سے کچھ پھپھو کو اخراجات کے لیے دی اور کچھ اپنے لیے رکھی۔

زندگی کیسے رخ بدلتی ہے، انسان سوچ میں پڑ جاتا ہے، اس نے تو کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ اس کی قسمت کا ستارہ اسے کہاں سے کہاں لے جائے گا۔ اس نے تو کبھی خواب میں بھی انگلینڈ جانے کا نہیں سوچا تھا اور قدرت اسے کہاں پہنچانے والی تھی اور خود بخود اس کے راستے کی الجھنیں اور رکاوٹیں دور ہو رہی تھیں۔ وہ جہاز میں بیٹھا گہری سوچ میں گم تھا اور حیرانی سے زمین و آسمان کے درمیان پرواز کرتے جہاز کی کھڑکی میں سے باہر دیکھ رہا تھا۔ نہ جانے کیوں اسے یمنیٰ بہت یاد آ رہی تھی۔ نہ چاہتے ہوئے بھی اچانک وہ اس کے ساتھ کہیں سے آ کر بیٹھ گئی تھی اور اس کے ساتھ سرگوشیاں کر رہی تھی۔ وہ اسپتال میں یمنیٰ سے ملاقات اور باتوں کا ایک، ایک لمحہ یاد کر رہا تھا۔ اس کا مسکرانا، اسے تسلی دینا، اس کے لیے بھاگ دوڑ کرنا، اس کے بہن بھائیوں کو تسلی دینا، اسپتال کے ڈیوز دینا اور اس کی ہمت افزا باتیں۔

”پلیز...... بی...... اسٹرونگ اینڈ بریو۔ آپ اپنے بہن بھائیوں کے لیے جتنی جدوجہد کر رہے ہیں۔ اِٹس رئیلی امیزنگ...... آپ ہمت نہ ہاریں، جو دوسروں کے لیے زندہ رہتے ہیں اور ان کے لیے کوشش کرتے ہیں ان کو ہمیشہ اسٹرونگ ہونا چاہیے۔“ وہ اس کی باتوں کو بار بار دُہراتا رہا۔ اس کی باتوں سے حوصلہ پاتا رہا۔ اپنی نم آنکھوں سے اس کو تازہ کرتا رہا۔

”کاش! تمہیں کبھی معلوم ہوسکے کہ میں تمہیں کتنا چاہتا ہوں، تم سے کتنی محبت کرتا ہوں اور تمہیں کتنا یاد کرتا ہوں...... کاش میں کسی طرح تمہیں بتا سکتا......“ وہ آہ بھر کر سوچنے لگا۔

وہ محبت کتنی تکلیف دہ ہوتی ہے...جو یک طرفہ ہوتی ہے۔ جس میں دوسرے کو احساس بھی نہیں ہوتا کہ کوئی اس کے لیے کیسے جذبات رکھتا ہے۔ اسے کتنا چاہتا ہے اور وہ اپنی جلائی ہوئی آگ میں لمحہ بہ لمحہ خود ہی سلگتا رہتا ہے۔ خود ہی تڑپتا رہتا ہے اور کسی کو کانوں کان خبر بھی نہیں ہوتی۔

”معلوم نہیں...... ہم تم... کبھی مل پائیں گے بھی یا...... نہیں اگر پروردگار ملانے پر آئے تو کائنات کی کوئی قوت تمہیں مجھ سے ملنے پر روک نہیں سکتی۔ اے میرے رب میں تجھ سے کچھ نہیں مانگتا...... سوائے اپنی محبت کے...... اپنی چاہت کے...... میری محبت کو مجھ سے ملا دے۔“ اس کی آنکھوں سے دو آنسو نکل کر اس کی دعا کی سنجیدگی اور خلوص پر مہر ثبت کرنے لگے۔

☆☆☆

یمنیٰ صحت یاب ہو کر اپنے پاؤں پر چلنے کے قابل ہوگئی تھی اور جمال صاحب کے لیے یہ بات انتہائی خوشی کی تھی۔ اس کی صحت یابی کے سلسلے میں انہوں نے غریبوں میں کھانا تقسیم کیا۔ خیرات کی، دوست احباب کو پارٹی دی لیکن یمنیٰ کے لیے بیماری

کا یہ عرصہ ایک خاص مقصد لیے ہوئے تھا۔ اس عرصے میں اس نے جتنا قدرت کے بارے میں سوچا تھا اتنا ہی انسان کی بے بسی اور محتاجی پر غور وخوض کیا تھا۔ اس کی سوچ کافی حد تک بدل چکی تھی۔ اس کے رویے میں بھی تبدیلی آگئی تھی۔ اس کے اندر کا ضدی پن، کھلنڈرا پن اور سرکشی کافی حد تک کم ہوگئی تھی۔ اسے یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہ کسی خاص سفر سے واپس آئی ہو اور اس سفر کی کٹھن راہوں نے اس کی خاص تربیت کی ہو، اس کے اندر جو تبدیلیاں رونما ہوئی تھیں وہ ڈیڈی اور مما کے ہزار بار سمجھانے کے باوجود بھی رونما نہیں ہوسکی تھیں۔ اب ایمن کو بھی اس سے کوئی شکایت نہیں رہی تھی۔ وہ بغیر کسی بحث وتکرار کے ایمن کی ہر بات مان لیتی۔ ایمن بھی اکثر اس کے رویے پر حیران ہوتیں مگر اسے کسی بھی بات کا احساس نہ دلاتیں۔

جمال نے یمنیٰ کو نئے کالج کا وزٹ کرایا تھا اور یمنیٰ کو کالج پسند آیا تھا۔ اس نے وہاں خوشی، خوشی داخلہ لے لیا تھا۔ کلاس شروع ہونے میں کچھ روز باقی تھے اور اس کا دل ایک بار پھر گاؤں جانے کو چاہنے لگا تھا مگر جمال احمد اور ایمن نے اسے جانے نہ دیا کیونکہ پچھلی بار اسے وہاں بھیجنے سے جو کچھ ہوا تھا اس سے وہ ڈر گئے تھے۔

یمنیٰ فارغ تھی اور ان دنوں اسے کتابیں پڑھنے کا جنون ہوگیا تھا۔ جمال احمد بھی کتابیں پڑھنے کے بہت شوقین تھے اور ان کی اسٹڈی میں ہر طرح کی اور ہر موضوع پر تحقیق شدہ کتب موجود تھیں۔ یمنیٰ کا زیادہ تر وقت جمال کے اسٹڈی روم میں گزرتا۔ تمام ویکلی میگزینز بھی وہیں رکھے ہوتے تھے۔ وہ ایک روز یونہی میگزینز کو کھول کر دیکھنے لگی تھی دو ماہ قبل کے ایک میگزین کا سرورق دیکھ کر چونک گئی۔ اس کے ایک کونے میں ایک جانی پہچانی شخصیت کی تصویر چھپی تھی اور اس کا انٹرویو اندر کے صفحات میں تھا۔ اس نے جلدی سے میگزین کھولا اور اس شخص کی مختلف تصویروں کے پوز دیکھ کر حیران رہ گئی۔ وہ محسن رضا تھا۔ ایم بی میں ٹاپ کرنے پر اس کا انٹرویو شائع ہوا تھا۔ یمنیٰ کی خوشی اور حیرت کی انتہا نہ رہی۔ اسے یوں محسوس ہونے لگا جیسے وہ اس کا کوئی انتہائی قریبی دوست ہو۔ جس کی خوشی اس سے سنبھالی نہیں جارہی تھی۔ اس نے جلدی سے انٹرویو پڑھا۔ ایک جگہ محسن نے اس کے کہے ہوئے الفاظ quote کیے تھے۔

''بی بریو اینڈ اسٹرونگ...... جو دوسروں کے لیے کوشش کرتے ہیں انہیں بہت اسٹرونگ ہونا چاہیے۔''

محسن نے اس کا بلاواسطہ انداز میں ایک مخلص دوست کے حوالے سے ذکر کیا تھا...... اور محسن نے التجا کی تھی کہ اگر اس کا کھویا ہوا دوست اس کا یہ انٹرویو پڑھے تو اس سے ضرور رابطہ کرے۔ یمنیٰ اسے تقریباً بھول چکی تھی۔ اس نے اپنے ایک پرانے موبائل میں اس کا نمبر شاید save کیا تھا۔ اس نے موبائل دیکھا مگر شاید وہ خود ہی اسے delete کرچکی تھی۔ وہ سوچ میں پڑگئی اور پھر میگزین کے آفس فون کرکے بہت مشکل سے محسن رضا کا نمبر لے لیا مگر بار بار فون کرنے پر اس کا موبائل آف ملتا۔

''اس کا موبائل کیوں آف ہے...... کہیں پھر تو کسی نے چھین نہیں لیا...... وہ اپنا موبائل کیسے آف کرسکتا ہے۔ یقیناً کوئی پرابلم ہوئی ہوگی۔'' وہ ہزار باتیں سوچتی مگر اس کا دل بے چین ہونے لگا۔ محسن رضا سے بات کرنے کو تڑپنے لگا۔ وہ سارا وقت اس کا نمبر ٹرائی کرتی رہتی مگر وہ نہ ملا۔ اس نے بڑی دقتوں سے انٹرویو کرنے والے صحافی کے ذریعے پتا کرایا تو معلوم ہوا کہ محسن رضا پڑھنے کے لیے انگلینڈ جاچکا ہے۔ اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔ اسے خوشی بھی تھی کہ محسن کو اس کی محنت کا صلہ...... مل رہا تھا مگر یہ افسوس تھا کہ وہ اسے اس کی کامیابی پر مبارک باد نہیں دے سکی تھی۔ اس کے بعد اس نے رفتہ رفتہ اس کا

خیال ذہن سے نکال دیا۔

یمنیٰ اپنی پرانی فرینڈز کے ساتھ آؤٹنگ پر نکلی تھی۔ ثناء اینا اور فضہ اس کی اسکول فیلوز تھیں۔ تینوں انتہائی خوب صورت اور ماڈ اسکاڈ لڑکیاں تھیں۔ ان سب میں یمنیٰ سب سے زیادہ معمولی شکل. صورت اور اپنی سیاہ رنگت کی وجہ سے بدصورت دکھائی دیتی تھی مگر چاروں میں بہت انڈراسٹینڈنگ تھی۔ یمنیٰ کئی ماہ گھر میں قید رہی تھی اور کہیں باہر نہیں نکل سکی تھی۔ گھر میں اس کی صحت یابی کی خوشی میں دی جانے والی پارٹی میں انہیں انوائٹ نہیں کرپائی تھی اب سب نے مل کر آؤٹنگ کا پروگرام...... بنالیا۔ ان کا پروگرام سارا دن گھومنے اور لنچ وڈنر بھی باہر کرنے کا تھا۔ یمنیٰ ڈرائیونگ کررہی تھی اور تینوں اس کے ساتھ بیٹھی خوب انجوائے کررہی تھیں۔

''یار بہت بھوک لگی ہے...... پہلے لنچ کرتے ہیں۔'' اینا نے کہا۔

''رائٹ...... میم۔'' یمنیٰ نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور چاروں ایک ریسٹورنٹ میں لنچ کرنے چلی گئیں۔

لنچ کے دوران ہی چار پانچ لڑکوں کا ایک ٹولا ریسٹورنٹ میں داخل ہوا۔ سب لڑکے شکل صورت اور وضع قطع سے امیر گھرانوں کے لگ رہے تھے، پانچوں ان سے اگلی ٹیبل پر بیٹھ گئے مگر ان کی نظریں یمنیٰ اور اس کی دوستوں پر تھیں۔ وہ بگڑے ہوئے بد تہذیب رئیس زادے لگ رہے تھے اور انتہائی فضول قسم کی گفتگو کررہے تھے۔

''یار...... ریسٹورنٹ کا ماحول کتنا خوب صورت اور رومینٹک ہے مگر ایک چمگادڑ نے اس کی ساری بیوٹی کو خراب کردیا ہے۔ کم آن یار یہاں سے چلو......'' ایک لڑکے نے قدرے اونچی آواز میں یمنیٰ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ یمنیٰ نوالہ منہ میں ڈالتے ہوئے رکی اور اس نے اس لڑکے کی طرف دیکھا۔ ثناء اینا اور فضہ بھی اس کی بے ہودہ گفتگو سن کر حیران رہ گئیں۔

''اگر...... تم کہتے ہو تو چمگادڑ کو مار بھگاتے ہیں مگر اب ہم یہاں سے نہیں جائیں گے۔'' دوسرے لڑکے نے جواب دیا۔

''اور اگر چمگادڑ نے تمہارے سینے کے ساتھ چمٹ کر تمہارا خون چوس لیا تو تم وہیں مرجاؤ گے۔'' پہلے لڑکے نے ہنستے ہوئے کہا۔ یمنیٰ کو انتہائی غصہ آیا اور کھانا وہیں چھوڑ کر وہ لڑکوں کی طرف گئی اور پہلے لڑکے کو تڑاخ سے زوردار تھپڑ لگایا۔ لڑکے بھونچکے رہ گئے۔ اس لڑکے نے بھی اس کو مارنے کی کوشش کی مگر یمنیٰ نے ایک اور تھپڑ اسے لگایا۔

''اگر سوسائٹی میں موو کرنے کے مینرز نہیں آتے تو گھر سے باہر مت نکلا کرو...... اور چمگادڑ تم کس کو کہہ رہے تھے؟'' یمنیٰ نے اسے کالر سے پکڑ کر غصے سے پوچھا۔

''آپ کو تو نہیں......'' وہ لڑکا اس کے تیور دیکھ کر ہکلانے لگا۔

''بس...... نکل گئی...... تمہاری ہوا...... دفع ہو جاؤ یہاں سے ورنہ ابھی پولیس کو بلواتی ہوں۔'' یمنیٰ نے اسے دھمکی دیتے ہوئے کہا۔

''میڈم...... پلیز چھوڑ دیں...... ریسٹورنٹ کا ماحول ڈسٹرب ہورہا ہے۔ آئی ریکویسٹ یو۔'' ہوٹل کے منیجر نے آکر اس درخواست کی۔

''اور آپ بھی ایسے بے ہودہ لوگوں کی لوز ٹاک خاموشی سے سنتے رہتے ہیں کوئی ایکشن نہیں لیتے۔'' یمنیٰ نے منیجر کو ڈانٹا۔

''سوری...... آئندہ ایسا نہیں ہوگا۔'' منیجر نے کہا۔

''چلو...... اب ہم یہاں نہیں ٹھہریں گے۔'' یمنیٰ نے دوستوں سے کہا اور سب باہر نکل گئیں۔

''بس آج اتنا ہی کافی ہے۔ میرا موڈ خراب ہوگیا ہے پھر کبھی باہر چلیں گے۔ میں تم لوگوں کو

ڈراپ کردیتی ہوں۔'' یمنیٰ نے کہا تو سب خاموشی سے اس کی طرف دیکھنے لگیں۔

گھر آکر وہ بہت مضطرب رہی اور سارا وقت اپنے کمرے میں بند رہی۔ اسے بار بار ان لڑکوں کے کہے ہوئے جملے یاد آتے تو اس کی آنکھیں نم ہونے لگتیں۔

''یا اللہ تو نے مجھے ایسا کیوں بنایا ہے۔ میں جہاں بھی جاتی ہوں لوگ میرا مذاق اڑاتے ہیں۔'' وہ سسکنے لگی اور خدا سے ڈھیروں شکوے کرتی سوگئی۔ اس نے خواب میں اپنے آپ کو گاؤں کی حویلی میں اماں بشیراں کے پاس دیکھا جو اس کے ماتھے کو محبت سے چوم رہی تھیں۔

''بیٹا...... رو کیوں رہی ہو؟ ہم سب تم سے بہت پیار کرتے ہیں۔'' اماں بشیراں کی بات پر وہ مسکرادی اور اچانک اماں بشیراں کو دل کا دورہ پڑا اور وہ وہیں تڑپنے لگیں اور مرگئیں۔ یمنیٰ یک دم گھبرا کر اٹھ گئی۔ اس کا چہرہ پسینے سے شرابور ہورہا تھا۔ اس نے گھڑی دیکھی فجر کا ٹائم ہورہا تھا۔ اذانیں شروع ہوگئی تھیں، لاؤنج میں رکھے فون کی بیل بجنے لگی۔ بیلز مسلسل ہورہی تھیں، یمنیٰ اٹھ کر لاؤنج میں گئی اور ریسیور کان سے لگایا۔

''ہیلو......'' یمنیٰ بہ مشکل بولی۔

''ہیلو...... یمنیٰ بیٹا! جمال احمد کو اور ایمن کو بتادو کہ اماں بشیراں فوت ہوگئی ہے۔ ظہر کے بعد جنازہ ہے۔ جلد گاؤں پہنچ جائیں اور تم بھی ضرور آنا۔ بشیراں مرتے ہوئے تمہیں بہت یاد کررہی تھی۔ کہنے لگی۔ بٹیا کو کہنا...... رونا مت ہم سب تم سے بہت پیار کرتے ہیں۔'' ماں جی نے کہہ کر فون بند کردیا اور یمنیٰ کی آنکھیں حیرت سے کھلی کی کھلی رہ گئیں۔

''یہ...... یہ سب کیا ہے؟ مجھے کیا بتایا جارہا ہے...... مجھ سے کون کون محبت کرتا ہے۔'' وہ سوچنے لگی اس نے ماں، باپ کو خبر سنائی مگر نہ خواب بتایا اور نہ ہی اماں بشیراں کی خواہش...... وہ تو اپنے آپ میں کہیں گم ہوکر بالکل خاموش ہوگئی تھی۔ زندگی کا ایک باب ختم ہونے پر اس کے اندر سوچ کا ایک نیا در کھلا تھا اور محبت کا ایک نیا رنگ اس پر آشکار ہوا تھا۔

☆☆☆

ردا اپنے کمرے میں پریشان کھڑکی کی طرف منہ کرکے کھڑی تھی اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ وہ نم آنکھوں سے آسمان کی طرف دیکھنے لگی۔

''یا خدایا...... مجھے کس بات کی اتنی سزا مل رہی ہے۔ اگر میرا دل اس کی طرف مائل نہیں ہورہا تو میں کیا کروں؟'' ردا نے سسکی بھر کر سوچتے ہوئے کہا۔

''خدا کرے وہ بھی کبھی سکون سے نہ رہے۔''

نجمہ کے الفاظ اس کے کانوں میں گونجنے لگے۔ وہ ہونٹ بھینچ کر سسکنے لگی اور کچھ سوچتے ہوئے توقیر کا نمبر ملایا۔ پھر کال ڈراپ کردی۔

''کیا کروں......؟ مجھے اس سے بات کرنی چاہیے یا نہیں۔'' ردا نے پریشانی سے سوچا اور پھر توقیر کا نمبر ملایا۔

''ردا...... آپ......؟'' توقیر نے حیرت سے پوچھا۔

''آپ مجھے کس بات کی سزا دے رہے ہیں۔ مجھے آپ کی وجہ سے نہ جانے کیا کچھ سننے کو مل رہا ہے۔'' ردا نے سسکی بھر کر ایک دم شکایتی لہجے میں کہا۔

''لیکن...... میں نے تو آپ کے بارے میں کسی کو کچھ نہیں بتایا......'' توقیر چونک کر بولا۔

''مگر سب یہ تو جانتے ہیں کہ آپ کس وجہ سے شادی نہیں کررہے۔'' ردا نے نم آنکھوں سے آہ بھر کر کہا۔

''اب آپ کیا چاہتی ہیں؟'' توقیر نے گہری سانس لے کر کہا۔

''آپ جویریہ سے شادی کرلیں۔'' ردا گہری سانس لے کر بولی۔

''یہ آپ کا حکم ہے یا مشورہ......؟'' توقیر نے افسردگی سے پوچھا۔

''آپ کی مما کی خواہش ہے۔'' ردا نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔

''اور آپ کی خواہش کیا ہے؟'' توقیر نے گہری سانس لیتے ہوئے پوچھا۔

''آپ اپنی مما کی خواہش پوری کردیں۔'' ردا آہ بھر کر بولی۔

''یہ جانے بغیر کہ میری خواہش کیا ہے...... میں آپ کی خواہش کیسے پوری کردوں۔'' توقیر آہ بھر کر بولا۔

''آپ کیوں الجھ رہے ہیں اور مجھے بھی الجھا رہے ہیں۔'' ردا نے جھنجلا کر کہا۔

''جب ہم دونوں ہی الجھ گئے ہیں تو کیوں نہ ایک دوسرے کو سلجھادیں۔ ردا اب بھی وقت ہے آپ اپنے دل کو......'' توقیر نے التجائیہ انداز میں کہا۔

''دل ہی تو نہیں مانتا۔'' ردا نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

''میری کوئی غلطی...... خامی، خطا، گناہ کچھ تو بتائیں۔'' توقیر نے قدرے جذباتی انداز میں کہا۔

''معلوم نہیں...... مگر میرا دل آپ کی طرف مائل نہیں ہوتا۔ تو میں کیا کروں؟'' ردا نے آہ بھر کر شکستہ لہجے میں کہا۔

''پلیز اپنے دل کو سمجھائیں۔'' توقیر نے افسردگی سے زور دے کر کہا۔

''کیا آپ اپنے دل کو کسی اور محبت کے لیے فورس کرسکتے ہیں؟'' ردا گہری سانس لے کر بولی۔

''نہیں......'' توقیر آہ بھر کر بولا۔

''میں بھی نہیں کرسکتی۔'' ردا گہری سانس لے کر بولی۔

''کیا آپ کسی اور سے؟'' توقیر نے چونک کر پوچھا۔

''بالکل بھی نہیں اور پلیز...... مجھے کسی بھی بات کے لیے مجبور مت کریں۔'' ردا گہری سانس لے کر بولی اور موبائل آف کردیا تو توقیر پریشان ہوگیا۔

☆☆☆

حاتم اپنے آفس میں لیپ ٹاپ پر کچھ میلز چیک کرنے میں مصروف تھا۔ اس کے چہرے پر سنجیدگی کے تاثرات تھے۔ اس کے موبائل پر میسج ٹون آئی۔ اس نے چونک کر میسج پڑھا اور اس کے چہرے پر انتہائی غصے کے تاثرات نمایاں ہونے لگے۔ وہ لیپ ٹاپ وہیں چھوڑ کر کھڑا ہوگیا۔ موبائل اس کے ہاتھ میں تھا ایک اور میسج آیا تو اس نے نمبر ری ڈائل کیا مگر اب کے نمبر آف ملا۔ فہام ایک فائل پکڑے اس کے کمرے میں آیا۔ موبائل اس کے ہاتھ میں دیکھ کر چونکا۔

''کیا تم ابھی تک ان میسجز کی وجہ سے پریشان ہورہے ہو؟'' فہام نے حاتم کے قریب آکر گہری سانس لے کر کہا۔

''کیا مجھے پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ وہ جو کوئی بھی ہے، مجھے کیوں میسجز کررہا ہے۔ آپ کو عاصم کو یا پھر کسی اور کو کیوں نہیں کرتا......؟'' حاتم نے غصے سے کہا۔

''اس لیے کہ تم ایموشنل ہو اور جلدی غصے میں آجاتے ہو۔ میں ایسی باتوں کو نوٹس نہیں کرتا اور عاصم lightly لیتا ہے۔ وہ جو کوئی بھی ہے ردا اور تم میں دراڑ ڈال کر ہمارے گھر میں لڑائی جھگڑا ڈالنا چاہتا ہے۔'' فہام گہری سانس لے کر بولا۔

''کیا مطلب......؟'' حاتم نے یک دم چونک کر کہا۔

''ہم سب اپنی بہن سے کتنی محبت کرتے ہیں۔ سارے خاندان کو معلوم ہے...... اس محبت سے کون...... کتنا جیلس ہورہا ہے، ہمیں کیا معلوم۔'' فہام نے گہری سانس لے کر کہا تو حاتم نے اسے چونک کر دیکھا۔

''حاتم! اپنے اندر یقین کو مضبوط کرو...... اپنے

رشتوں اور محبت پر اعتبار کرو...... جب انسان میں یقین کمزور پڑتا ہے تو وہ مٹی کے ذرّے سے بھی ہلکا ہوجاتا ہے پھر کسی پر اعتبار نہیں رہتا۔ نہ اپنے آپ پر، نہ دوسروں پر۔'' فہام نے اس کے قریب آکر اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر سمجھایا تو اس نے گہری سانس لے کر اوکے کہا تو فہام مسکرا دیا۔

خدیجہ بہت پریشان صوفے پر بیٹھی تھیں اور عاصم بھی ان کے ہمراہ دوسرے صوفے پر بیٹھا تھا۔ وہ خاموشی سے ٹی وی دیکھ رہا تھا مگر خدیجہ بار بار عاصم کے چہرے کی طرف دیکھ رہی تھیں۔

''عاصم بیٹا! کیوں اتنے خاموش رہتے ہو...... بیٹا پہلے کی طرح بات چیت کیوں نہیں کرتے......؟'' خدیجہ نے پریشانی سے پوچھا۔

''کوئی بات نہیں مما، میں تو بس یونہی......'' اس نے گہری سانس لے کر کہا۔

اسی وقت فہام سلام کرتا ہوا لاؤنج میں داخل ہوا۔ وہ فیکٹری سے لوٹا تھا۔ اپنا بیگ سائڈ ٹیبل پر رکھ اس نے دونوں کو مسکراتے ہوئے دیکھا۔

''ماں، بیٹے میں کیا باتیں ہورہی ہیں؟'' فہام نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''کچھ نہیں۔'' خدیجہ گہری سانس لے کر بولیں تو عاصم خاموشی سے ٹی وی دیکھنے لگا۔

''عاصم آج تم فیکٹری بھی نہیں آئے...... تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے ناں؟'' فہام نے اس کی طرف بغور دیکھ کر کہا۔

''ہاں......'' اس نے آہستہ آواز میں کہا۔

''لیکن میں آبزرو کررہا ہوں کہ تم کچھ اپ سیٹ ہو...... کیا بات ہے؟'' فہام نے پوچھا۔

''کچھ نہیں......'' عاصم نے ہلکی آواز میں جواب دیا۔ فہام اس کے قریب آکر بیٹھ گیا۔

''جو کچھ تمہارے دل میں ہے، میں اچھی طرح جانتا ہوں۔'' فہام نے اسے اپنے ساتھ لگاتے ہوئے کہا۔ ''تمہاری اس خاموشی کی وجہ بھی مجھے معلوم ہے۔'' فہام نے اس کی طرف دیکھ کر کہا تو وہ نم آنکھوں سے اس کی طرف دیکھنے لگا اور سسکی بھر کر اس کے ساتھ لپٹ کر رونے لگا۔

''ارے میری جان، کیوں رو رہے ہو...... یار میں نے تمہیں باپ کی feeling کے ساتھ پالا ہے۔ کوئی جو کچھ بھی کہے یا مائنڈ کرے، ہمارا رشتہ ہمیشہ مضبوط ہی رہے گا۔ ہم ایک دوسرے سے محبت کرتے رہیں گے۔'' فہام نے اس کا ماتھا چوم کر چپ کرواتے ہوئے کہا تو خدیجہ نے نم آنکھوں سے ان کی طرف دیکھا اور زیرِلب مسکرانے لگیں۔

''فہام بیٹا تم اس گھر اور میرے ان بچوں کے لیے ڈھال ہو، کبھی انہیں کمزور نہ ہونے دینا۔'' خدیجہ مسکراتے ہوئے بولیں۔

''مما یہ آپ کیا بات کررہی ہیں، آپ کے ذہن میں یہ سوچ بھی کیسے آئی، فہام تو صرف زندہ ہی آپ لوگوں کے لیے ہے۔'' اس نے مسکراتے ہوئے ماں کو اپنے ساتھ لگاتے ہوئے کہا... شمیلہ یک دم اپنے کمرے سے باہر نکلی تو اس نے فہام کو ماں اور بھائی کو اپنے ساتھ لگاتے دیکھ کر گہری سانس لی اور معنی خیز انداز میں آنکھیں گھمانے لگی۔

''آئی ایم سوری عاصم...... تم میری وجہ سے ہرٹ ہوئے ہو، پلیز مجھے معاف کردو۔'' شمیلہ نے عاصم کے قریب آکر شرمندگی سے کہا۔

''بھابی! آپ...... میں تو آپ سے بالکل ناراض نہیں۔'' عاصم نے بوکھلا کر جواب دیا۔

''تو پھر جلدی سے مسکرا دو۔ تم مسکراتے ہوئے اچھے لگتے ہو۔'' شمیلہ مسکراتے ہوئے بولی تو عاصم بھی مسکرانے لگا۔ فہام نے مسکرا کر سب کو دیکھا۔

☆☆☆

ردا ابھی رشنا کی شادی سے لوٹی تھی۔ جدید ڈیزائنگ کے خوب صورت جوڑے میں میچنگ جیولری

اور میک اپ کے ساتھ وہ بہت حسین لگ رہی تھی۔ تھکے تھکے انداز میں وہ صوفے پر نیم دراز ہوگئی۔

''آج توقیر نے شادی پر مجھے بالکل avoid کیا جیسے مجھے جانتا ہی نہ ہو۔'' ردا نے سوچا۔

''اس نے وعدہ کیا تھا کہ وہ آئندہ میرے راستے میں نہیں آئے گا۔'' ردا نے سوچا۔

''وہ ہمیشہ مجھ سے بہت اچھے طریقے سے بات کرتا رہا ہے اور میں بھی اس کی عزت کرتی تھی۔ اس نے اچانک محبت کا اظہار کیا تو اس سے ناراض کیوں ہونے لگی۔ شاید میرا دل اس کی محبت کو قبول نہیں کررہا۔ نہ جانے کیوں...... وہ اچھا ہے، ڈیسنٹ ہے، ویل ایجوکیٹڈ ہے پھر بھی...... میرا دل؟'' ردا نے اپنے آپ سے پوچھا وہ جھنجلا کر اٹھی اور ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑی اپنی جیولری اتارنے لگی۔ خدیجہ کمرے میں آہستہ آہستہ چلتے ہوئے داخل ہوئیں۔

''رشنا کی شادی ٹھیک سے ہوگئی بیٹا؟'' خدیجہ نے مسکرا کر اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''ہاں...... بہت اچھی...... دولہا بھی بہت اچھا لگ رہا تھا۔'' ردا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''اللہ رشنا کا نصیب اچھا کرے...... بہت خواہش تھی کہ میں بھی شادی میں جاؤں مگر...... اپنی طبیعت کی وجہ سے ہمت نہ کرپائی۔''

''ہاں...... میں نے آنٹی کو بتادیا تھا کہ آپ گھٹنوں کے درد کی وجہ سے نہیں آسکیں۔'' ردا نے جلدی سے کہا۔

''اچھا بیٹا اب تم آرام کرو۔'' وہ کہتے ہوئے کمرے سے نکل گئیں۔

☆☆☆

فہام اپنے ویل فرنشڈ آفس میں چیئر پر بیٹھا موبائل پر کسی سے بات کرنے میں مصروف تھا۔ حاتم آفس میں داخل ہوا تو فہام نے اشارے سے اپنے سامنے چیئر پر بیٹھنے کو کہا تو وہ خاموشی سے بیٹھ گیا۔

بات کرتے ہوئے فہام، حاتم کو بغور دیکھ رہا تھا۔

''اوکے...... شہزاد صاحب...... میں یہ ساری باتیں آپ سے میٹنگ میں کروں گا، تھینک یو۔'' فہام نے مسکرا کر بات ختم کرتے ہوئے کہا۔

''حاتم میں اس بار بزنس ٹور پر تمہیں جرمنی بھیج رہا ہوں۔'' فہام نے گہری سانس لے کر کہا۔

''مجھے...... کیوں؟'' حاتم نے حیرت سے پوچھا۔

''میں چاہتا ہوں کہ تمہیں بھی بزنس کا زیادہ سے زیادہ معلوم ہو۔'' فہام نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

''لیکن...... میں؟'' حاتم پریشانی سے بولا۔

''میں اچھی طرح جانتا ہوں، تم کیوں اپ سیٹ ہو۔ اس لیے میں چاہتا ہوں کہ تم کچھ روز کے لیے آؤٹ آف دی اسکرین ہوجاؤ، اپنی ساری توجہ بزنس کی طرف دو، وہاں تمہارا موبائل نمبر چینج ہوگا، جو صرف میرے پاس ہوگا۔ اس کے بعد کیا سچویشن بنے گی اسے بعد میں دیکھ لیں گے۔ فی الحال تم جانے کی تیاری کرو۔''

''اوکے......'' حاتم نے گہری سانس لے کر کہا۔

''پُرسکون ذہن کے ساتھ جاؤ۔ میں ہوں ناں تمہارے پیچھے...... گھبرانے کی کوئی بات نہیں...... اور سنو صرف بزنس ہی نہیں کرنا...... وہاں گھومنا پھرنا بھی ہے، اوکے۔'' فہام نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا تو حاتم بھی مسکرانے لگا۔

☆☆☆

ریحانہ کے چہرے پر قدرے سنجیدگی چھائی تھی۔ وہ بہت دنوں بعد بہن کی طرف آئی تھیں اور انہیں دل ہی دل میں ڈر تھا کہ آپا آج ضرور شمیلہ کی شکایتیں کریں گی کیونکہ بیٹی کی حرکتوں سے وہ خود بھی اچھی طرح واقف تھیں۔

''شمیلہ میرا بہت خیال رکھتی ہے۔ اسے ہر وقت میرے کھانے پینے اور دوائیوں کی فکر رہتی

ہے۔'' خدیجہ نے بہو کی طرف دیکھ کر تعریف کرتے ہوئے کہا۔

''آپا...... میں نے تو اسے یہی سمجھا کر بھیجا ہے کہ مجھ سے زیادہ میری آپا کی عزت اور خدمت کرنا۔'' ریحانہ نے مسکرا کر شمیلہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''اور ماشاءاللہ وہ ویسے ہی کر رہی ہے۔ میرا تو دل خوش ہو کر اسے بہت دعائیں دیتا ہے۔'' خدیجہ مسکراتے ہوئے بولیں۔

''آپا! جب بیٹی کی سسرال والے اس کی تعریف کرتے ہیں تو ماں، باپ کا سر فخر سے بلند ہو جاتا ہے۔'' ریحانہ نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

''ریحانہ! کیا تم اس گھر کو شمیلہ کی سسرال سمجھ رہی ہو؟ بھئی یہ تو اس کا اپنا گھر ہے۔'' خدیجہ مصنوعی خفگی سے بولیں تو شمیلہ مسکرادی۔ لاؤنج میں رکھا ٹیلیفون بجنے لگا تو وہ اٹھ کر فون سننے لگی۔

''خالہ جان آپ کا فون ہے...... کوئی مسز احمد آپ سے بات کرنا چاہ رہی ہیں۔'' شمیلہ نے واپس آکر خدیجہ سے کہا۔

''اوہ...... ہاں، مجھے ان کے فون کا انتظار تھا۔ ریحانہ تم چائے پیو...... میں ابھی آتی ہوں۔'' خدیجہ اٹھتے ہوئے بولیں۔

''بیٹا! شکر ہے کہ تم یہاں ایڈجسٹ ہو گئی ہو...... مجھے تمہاری بہت فکر تھی۔ میں کتنی خوش ہو رہی ہوں یہ جان کر کہ تم آپا کی اتنی خدمت کر رہی ہو۔'' ریحانہ نے مسکرا کر شمیلہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''فہام کو اپنی مٹھی میں کرنے کے لیے سب کچھ کرنا پڑ رہا ہے۔'' شمیلہ نے مسکرا کر معنی خیز انداز میں کہا تو ریحانہ نے پریشان ہو کر اس کی طرف دیکھا۔

''تو...... کیا...... تم یہ سب کچھ دل سے نہیں کر رہیں۔'' ریحانہ نے یک دم گھبرا کر کہا تو اس کے چہرے پر طنزیہ مسکراہٹ پھیل گئی۔ خدیجہ فون بند کر کے واپس آچکی تھیں۔

''میں مسز احمد کو بھی بتا رہی تھی کہ میری بہو لاکھوں میں ایک ہے۔ اس نے تو ایسا میرے دل میں گھر کر لیا ہے، کیا بتاؤں۔'' خدیجہ نے بہن کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو ریحانہ گھبرا کر شمیلہ کی طرف دیکھنے لگیں اور ایک گہری سانس لے کر زبردستی مسکرانے لگیں۔ شمیلہ کے چہرے پر معنی خیز مسکراہٹ پھیل گئی اور ریحانہ فکرمندی سے اسے دیکھنے لگیں۔

☆☆☆

بیڈ پر ایک بیگ کھلا پڑا ہوا تھا تو قیر اپنی وارڈ روب کھول کر اس میں سے کپڑے نکال کر اس میں رکھ رہا تھا۔ سائڈ ٹیبل کی دراز سے بھی... اپنی چیزیں نکال کر وہ اس میں رکھنے لگا جبھی نجمہ اس کے کمرے میں داخل ہوئیں۔

''توقیر یہ تم کیا کر رہے ہو؟'' انہوں نے اسے چیزیں رکھتے دیکھ کر حیرت سے پوچھا۔

''جانے کی تیاری......'' توقیر نے گہری سانس لے کر کہا۔

''کیا مطلب...... کب......؟'' نجمہ نے ایک دم گھبرا کر پوچھا۔

''صبح......'' توقیر نے نم آنکھوں سے کہا۔

''اتنی جلدی...... ابھی تو رشنا کی شادی کو چار دن ہوئے ہیں اور تم بھی جا رہے ہو۔ میں گھر میں بالکل اکیلی کیا کروں گی۔'' نجمہ نے گلوگیر لہجے میں کہا۔

''میں نے ڈیڈی سے بات کر لی ہے۔ وہ بہت جلد پاکستان آ رہے ہیں آپ کے پاس...... پھر آپ اکیلی نہیں ہوں گی۔ ویسے بھی رشنا کی شادی اتنی جلدی میں رکھی گئی کہ وہ نہیں آپائے۔'' توقیر نے مسکرا کر ماں کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

''مگر...... تم تو نہیں ہو گے ناں۔'' نجمہ نے سسکی بھر کر اس کے چہرے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

''آپ فکر نہیں کریں، میں جلد آجاؤں گا......'' توقیر نے آہستہ سے کہا۔

''توقیر...... خدا کے لیے مت جاؤ۔ میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکوں گی۔'' نجمہ نے نم آنکھوں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

''میرا جانا ہی بہتر ہے۔'' اس نے انہیں اپنے ساتھ لگا کر تقریباً روتے ہوئے کہا۔

''تم اس کی وجہ سے جا رہے ہو ناں خدا کرے...... وہ کبھی خوش نہ رہے۔'' نجمہ غصے سے چلاتے ہوئے بولیں۔

''نہیں...... مما، کوئی بد دعا نہیں دیں۔ جو لوگ قسمت میں نہ ہوں اس میں اُن کا نہیں بلکہ قسمت کا قصور ہوتا ہے۔ کسی لڑکی کے لیے آپ ایسے مت کہیں، کیا پتا اس کی بھی کوئی مجبوری ہو۔'' اس نے ماں کے منہ پر ہاتھ رکھتے ہوئے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

''تم ......تم اس سے اب بھی......'' نجمہ نے غصے سے کہا۔

''ہاں...... بہت محبت کرتا ہوں اور ہمیشہ کرتا رہوں گا۔'' توقیر نے بات کاٹتے ہوئے زخمی مسکراہٹ سے کہا۔

☆☆☆

ردا ایک گہری نیند لے کر اٹھی تو اس نے اپنا موبائل آن کیا۔ اس میں مس کالز تھیں اور ساتھ ہی میسجز وہ اِن باکس کھول کر پڑھنے لگی۔

''آج میں آسٹریلیا جا رہا ہوں...... تمہاری محبت کا زخم لیے اور شاید کبھی نہ آنے کے لیے...... اپنا بہت خیال رکھنا good bye forever''

ردا کے چہرے پر یک دم اداسی سی چھانے لگی اور دل بھی مضطرب ہونے لگا۔ وہ توقیر کا میسج تھا اور کالز بھی اسی کی تھیں۔ اسے یوں لگا جیسے اس کی کوئی قیمتی چیز اس سے چھن گئی ہو۔ وہ موبائل ہاتھ میں پکڑے میسج کو بغور پڑھتی رہی اور اس کی آنکھیں نم ہونے لگیں۔

''تمہارا اور میرا کیسا رشتہ ہے۔ تمہارے ہونے سے میں irritate ہوتی تھی اور اب جانے سے دُکھی ہو رہی ہوں۔'' ردا نے آہ بھر کر سوچا۔ ''شاید میں نے اسے جھٹلا کر اس کا دل توڑا ہے۔ اس کی محبت کی ناقدری کی ہے لیکن میں نے تو اسے اپنے دل کی بات صاف، صاف بتائی ہے۔ میں نے اس کے ساتھ کوئی دھوکا نہیں کیا۔ کوئی جھوٹ نہیں بولا۔ میں اسے کسی فریب میں نہیں رکھنا چاہتی تھی۔'' وہ آہ بھر کر سوچنے لگی اور سارا دن مضطرب رہی۔ نہ اس سے ڈھنگ سے کھانا کھایا گیا۔ سارا وقت مضطرب اور بے چین رہی۔ رات کو سب کھانا کھانے لگے تو تب بھی وہ بہت خاموش تھی۔

''ردا گڑیا...... کھانا کیوں نہیں کھا رہیں؟ کیا کوئی پرابلم ہے؟'' فہام نے اس کی طرف بغور دیکھ کر پوچھا۔

''نن......نہیں۔'' ردا نے یک دم بوکھلا کر جواب دیا۔

''شاید گھر میں فارغ بیٹھ کر بور ہو رہی ہے۔'' شمیلہ نے معنی خیز انداز میں اس کی طرف دیکھ کر کہا۔

''بچے! اب رزلٹ تک تو انتظار کرنا پڑے گا پھر یونیورسٹی میں ایڈمیشن کرا دوں گا، ٹینشن کی کیا بات ہے؟'' فہام نے مسکرا کر بڑی محبت سے کہا۔

''یار...... عاصم اسے گھماؤ، پھراؤ، انجوائے کراؤ۔ ہاں یاد آیا۔ میرے دوست خاور کی بہن کی کل شادی ہے آپ سب کو بھی جانا ہے۔'' فہام نے سب کی طرف دیکھ کر کہا۔

''نہیں...... میں نہیں۔'' ردا نے گھبرا کر کہا۔

''نو...... ایکسکیوز...... مما، شمیلہ، عاصم آپ سب کو جانا ہے۔ خاور میرا بہت کلوز فرینڈ ہے، اوکے!'' فہام نے مسکراتے ہوئے کہا تو سب مسکرانے لگے لیکن ردا کے چہرے پر پریشانی کے آثار نمایاں ہونے لگے۔

☆☆☆

ردا سفید گھیر دار فراک، چوڑی دار پاجامے ہلکے میک اپ اور جیولری کے ساتھ بہت خوب صورت لگ رہی تھی۔ وہ تیار ہو کر لاؤنج میں آئی تو خدیجہ بھی بہت ڈیسنٹ لگ رہی تھیں۔

''ماشاء اللہ...... میری بیٹی تو آج پری لگ رہی ہے۔'' خدیجہ نے مسکرا کر اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو ردا دھیمے سے مسکرائی پھر یک دم سنجیدہ ہوگئی۔ شمیلہ بھی اپنے کمرے سے تیار ہو کر باہر نکلی اور لاؤنج میں آتے ہوئے... دونوں کی باتیں سننے لگی۔

''کیا بات ہے، تم چہرے سے کچھ اداس لگ رہی ہو۔'' خدیجہ نے چونک کر پوچھا۔

''نہیں...... مما ایسی کوئی بات نہیں۔'' ردا نے ہڑبڑا کر کہا تو شمیلہ معنی خیز انداز میں متجسس ہو کر آنکھیں گھمانے لگی۔

''تمہارے چہرے پر چھائی اداسی مجھے کچھ اور ہی بتا رہی ہے، کیا بات ہے؟'' خدیجہ نے ردا کے قریب آ کر بغور اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''نہیں...... مما ایسی کوئی بات نہیں۔'' ردا زبردستی مسکراتے ہوئے بولی۔

''بھئی، آپ لوگ تیار ہیں نا؟'' فہام نے اندر آتے ہوئے جلدی سے پوچھا۔ وہ تیار ہو کر گاڑی نکالنے باہر گیا تھا۔

''واؤ...... آج تو میری سوئٹ ڈول فیری لگ رہی ہے۔'' فہام نے انتہائی خوشی سے مسکراتے ہوئے کہا اور اسے اپنے ساتھ لگا کر اس کی پیشانی چومنے لگا تو شمیلہ جلدی سے لاؤنج میں داخل ہوگئی۔

''بھئی...... آج تو سب بہت زبردست لگ رہے ہیں لیکن میری ڈول تو سب سے پیاری لگ رہی ہے۔'' فہام نے ردا کی طرف دیکھ کر کہا۔

''ہاں......اس کا ڈریس بہت اچھا ہے ناں۔'' شمیلہ نے زبردستی مسکراتے ہوئے کہا۔

''ڈریس نہیں...... میری ڈول زیادہ کیوٹ ہے۔'' فہام مسکراتے ہوئے بولا۔

''اب چلو بھی...... دیر ہو رہی ہے۔'' خدیجہ نے جلدی سے کہا تو سب باہر نکل گئے۔

☆☆☆

ردا، شمیلہ اور خدیجہ شادی ہال میں بچی چیئرز پر بیٹھی اِدھر اُدھر لوگوں کو دیکھ رہی تھیں۔ فہام، خاور اور دوسرے دوستوں کے ساتھ بزی تھا۔ خاور کی فیملی میں سے کوئی بھی ان کے پاس نہیں آیا تھا اور شمیلہ کو اس بات پر بہت غصہ آ رہا تھا۔ وہ منہ پھلائے کبھی موبائل نکال کر چیک کرنے لگتی تو کبھی اسے آف کر کے اِدھر اُدھر دیکھنے لگتی۔ اس کا موڈ خاصا آف ہو رہا تھا۔

''یہ اچھی شادی ہے۔ جس میں میزبان مہمانوں کو ڈھنگ سے پوچھ بھی نہیں رہے۔ ہم لوگ جب سے آئے ہیں کوئی ایک بھی ہمارے پاس نہیں آیا۔'' شمیلہ نے شکایتی لہجے میں خدیجہ سے کہا۔

''بیٹا! شادی بیاہ میں ایسے ہی ہوتا ہے اور خاص طور پر لڑکی کی شادی پر گھر والوں کو کوئی ہوش نہیں ہوتا۔ ویسے بھی جب ہم آئے تو فوراً ہی بارات آگئی۔'' خدیجہ مسکرا کر بولیں تو ردا کا موبائل بجا اور وہ بات کرنے میں مصروف ہوگئی۔

''خاور کی مما آپ کو پوچھ رہی ہیں۔ آئیں میں آپ کو ان سے ملواتا ہوں۔ ردا بزی ہے اسے یہیں رہنے دیں۔'' فہام نے ان کے قریب آ کر کہا اور شمیلہ، خدیجہ کے ساتھ وہاں سے چلی گئی۔

روحیل اپنی بوڑھی ماں جی کا ہاتھ پکڑے آہستہ آہستہ چلتا ہوا ردا کے قریب والی ٹیبل کے پاس آیا۔ روحیل بلیک پینٹ کوٹ پہنے اپنی سفید رنگت، کلین شیو کے ساتھ انتہائی ہینڈسم اور اسمارٹ لگ رہا تھا۔

''بیٹا! میں یہیں بیٹھ جاتی ہوں۔ اب مجھ سے

www.paksociety.com

زیادہ چلا نہیں جاتا پھر سانس پھولنے لگی ہے۔'' ماں جی نے خالی ٹیبل کو دیکھ کر قدرے کانپتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے، آپ یہاں بیٹھیں...... میں یاور کو دیکھ کر آتا ہوں۔'' روحیل نے مسکراتے ہوئے کہا اور وہاں سے چلا گیا۔ ماں جی ٹیبل پر بیٹھ کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگیں۔ ردا نے فون پر بات کرتے ہوئے قہقہہ لگایا، ماں جی نے اس کی طرف چونک کر دیکھا تو ان کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ ردا کو دیکھ کر نہ جانے انہیں کیوں عجیب سی خوشی محسوس ہونے لگی تھی۔ وہ انہیں بہت پیاری اور اچھی لگ رہی تھی۔ ردا نے موبائل پر بات ختم کی تو ماں جی نے اس کی طرف بغور دیکھا اور مسکرا کر گویا ہوئیں۔

''بیٹا! آپ کی ٹیبل پر پانی کی بوتل ہے، مجھے اس میں سے ایک گلاس پانی تو دینا۔'' ماں جی نے مسکراتے ہوئے ردا سے کہا تو ردا نے مسکراتے ہوئے گلاس میں پانی ڈال کر ان کے سامنے رکھا اور ان کے قریب کھڑی ہوگئی۔

''شکریہ...... بیٹا اللہ آپ کو خوش رکھے۔ کیا نام ہے آپ کا؟'' ماں جی نے پانی پی کر شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا۔

''ردا......'' ردا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ماشاء اللہ بہت پیارا نام ہے تمہاری طرح۔'' ماں جی مسکراتے ہوئے بولیں۔

''آپ کو اور پانی چاہیے؟'' ردا نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''نہیں بیٹا......'' ماں جی مسکراتے ہوئے بولیں۔ ردا وہاں سے جانے لگی تو روحیل وہاں آگیا۔

''آپ......؟'' روحیل نے انتہائی حیرت سے ردا کو بغور دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''بیٹا! مجھے پیاس لگ رہی تھی۔ ان سے پانی مانگا تو مجھے پانی دینے آئی تھیں۔'' ماں جی جلدی سے بولیں۔

''آئی...... ایم سوری، ایکچوئیلی...... ہم اس فیملی فنکشن میں پہلی بار آئے ہیں اور میں اپنے دوست کے علاوہ کسی کو نہیں جانتا۔'' روحیل نے جلدی سے کہا۔

''اور ہم بھی پہلی بار ہی آئے ہیں۔ آئی مین...... میں خاور بھائی کے فرینڈ فہام کی سسٹر ہوں اس لیے میں بھی کسی کو زیادہ نہیں جانتی۔'' ردا نے مسکراتے ہوئے ہوئے جواب دیا۔

''آئی سی پلیز آپ تشریف رکھیں میں ماں جی کو ہی دیکھنے آیا تھا لیکن لگتا ہے ماں جی آپ کے ساتھ بہت comfortable ہیں۔ ماں جی میں یاور کے ساتھ بزی ہوں۔'' روحیل نے مسکراتے ہوئے ماں جی سے کہا اور ان سے اجازت لے کر وہاں سے چلا گیا۔

''بیٹا! اگر تم مائنڈ نہ کرو تو میرے پاس ہی بیٹھ جاؤ، تم مجھے بہت اچھی لگ رہی ہو۔'' ماں جی نے مسکرا کر ردا سے کہا تو وہ مسکراتے ہوئے ان کے پاس بیٹھ گئی اور ماں جی بہت محبت بھرے انداز میں اسے دیکھتے ہوئے باتیں کرنے لگیں۔

☆☆☆

کافی دیر بعد خدیجہ اور شمیلہ، فہام کے ساتھ سب لوگوں سے ملاقات کر کے لوٹیں تو شمیلہ کے چہرے پر اب بھی ناگواری کے تاثرات تھے۔

''یہ لوگ کچھ زیادہ ہی بزی ہیں۔ کسی نے ایک بار بھی ہمیں اسٹیج پر بیٹھنے کو نہیں کہا۔'' شمیلہ نے شکوہ کیا مگر خدیجہ نے کوئی جواب نہیں دیا۔

وہ دونوں چلتی ہوئی اپنی ٹیبل پر آئیں تو ردا کو کسی عورت کے پاس بیٹھے دیکھ کر چونکیں۔

''یہ میری مما...... اور بھابی ہیں۔'' ردا نے ماں جی سے ان کا تعارف کرایا۔

''آپ کی بیٹی بہت اچھی اور پیاری ہے۔'' ماں جی نے خدیجہ کی طرف دیکھ کر کہا اتنے میں روحیل بھی ان کے پاس آگیا۔

''یہ میرا بیٹا روحیل ہے۔'' ماں جی نے اس کا تعارف کراتے ہوئے کہا تو فہام نے بھی اس کے قریب آکر ہاتھ ملایا۔

''میں یاور کا فرینڈ ہوں۔'' روحیل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''اور میں فہام...... یاور کے بڑے بھائی خاور کا فرینڈ۔'' فہام نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''پھر تو حُسنِ اتفاق کہیے کہ دونوں بھائیوں کے فرینڈز آپس میں مل رہے ہیں۔'' روحیل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''nice to meet you'' فہام نے مسکراتے ہوئے کہا تو روحیل نے بھی مسکراتے ہوئے سر ہلایا۔

''اللہ آپ کی بیٹی کا نصیب اتنا ہی اچھا کرے۔ جتنی اچھی وہ خود ہے۔'' ماں جی نے خدیجہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''آمین......'' خدیجہ مسکراتے ہوئے بولیں تو شمیلہ نے بھی زبردستی مسکرا کر ان کی طرف دیکھا اور سب ایک دوسرے کے ساتھ باتوں میں مصروف ہوگئے۔

☆☆☆

رات کافی زیادہ گزر چکی تھی اور بہت دیر سے رخصتی ہوئی۔ لوگ بہت زیادہ تھک گئے تھے اور اکثریت کے چہروں پر تھکاوٹ اور ناگواری کے تاثرات تھے۔ ماں جی کا تھکاوٹ سے برا حال ہو رہا تھا مگر روحیل دوست کی محبت میں مجبور انہیں بار بار بیٹھنے کو کہہ رہا تھا۔ جیسے ہی رخصتی ہوئی وہ ماں جی کو لے کر فوراً گھر آگیا۔ وہ بری طرح تھک چکی تھیں، روحیل انہیں ان کے کمرے میں لے گیا۔

''اُف شادی نے تو بہت ہی تھکا دیا ہے۔'' ماں جی نے منہ بنا کر گھٹنوں کو ہاتھ سے سہلاتے ہوئے کہا۔

''ماں جی...... آپ گھر سے باہر نہیں جاتیں ناں...... اسی لیے بہت تھک جاتی ہیں۔'' روحیل نے مسکراتے ہوئے ان کے کندھے دباتے ہوئے کہا۔

''بیٹا! یہ سانس کا مسئلہ کچھ چین لینے دے تو کہیں جاؤں ناں!'' ماں جی نے منہ بنا کر افسردگی سے کہا۔

''روحیل بیٹا آج شادی پر مجھے وہ لڑکی بہت پسند آئی ہے۔'' ماں جی نے یک دم موڈ بدل کر مسکراتے ہوئے کہا۔ اب وہ اپنے بستر پر آرام سے بیٹھ چکی تھیں۔

''کون سی لڑکی......؟'' روحیل نے چونک کر بھویں اچکاتے ہوئے پوچھا۔

''وہی جس نے مجھے پانی پلایا تھا۔ اور جس کی فیملی سے میں اور تم ملے تھے۔'' ماں جی نے مسکراتے ہوئے کہا تو روحیل کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

''کیوں...... اس میں کیا خاص بات تھی۔ مجھے تو وہ بس ایک عام سی لڑکی لگی تھی۔'' روحیل نے بے پروائی سے کندھے اچکاتے ہوئے کہا۔

''نہیں...... وہ عام نہیں تھی۔ اس میں نہ جانے کیا بات ہے کہ وہ میرے دل میں ہی اتر گئی ہے۔ وہ اتنے پیار سے باتیں کر رہی تھی اور مسکرا رہی تھی کہ مجھے اس پر بہت پیار آیا۔'' ماں جی نے مصنوعی خفگی سے مسکراتے ہوئے کہا۔

''اور یقیناً آپ نے اسے اپنی بہو بنانے کا سوچا ہوگا۔'' روحیل نے مسکراتے ہوئے شرارتی لہجے میں کہا۔

''تمہیں کیسے پتا چلا؟'' ماں جی نے ایک دم خوش ہو کر کہا۔

''بیٹا کس کا ہوں؟ آپ کا اور آپ کیا سوچتی ہیں مجھے فوراً پتا چل جاتا ہے۔'' روحیل نے ایک دم مسکرا کر کہا۔

''ویسے بیٹا تمہارا کیا خیال ہے، کیا میں غلط

سوچ رہی ہوں۔'' ماں جی نے مسکراتے ہوئے اسے اپنے ساتھ لگا کر رازدارانہ انداز میں پوچھا۔

''کچھ ایسا غلط بھی نہیں سوچا۔'' روحیل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''تو پھر میں بات چلاؤں۔'' ماں جی نے خوش ہو کر کہا۔

''آپ کی مرضی ہے لیکن یہ بات اچھی طرح کنفرم کر لیجیے گا کہ وہ واقعی ہی اچھی لڑکی ہے، آئی مین اس کا کسی کے ساتھ کوئی افیئر نہ ہو، مجھے ایسی لڑکیاں ہرگز پسند نہیں۔'' روحیل نے مسکرا کر کہا۔

''فضول باتیں مت کرو، وہ دیکھنے سے ہی اچھی لڑکی لگی ہے۔'' ماں جی نے منہ بنا کر کہا۔

''ٹھیک ہے...... آپ اپنی لڑکی کے بارے میں سوچیں، میں تو سونے جا رہا ہوں۔'' وہ ماں جی کو کمبل اوڑھا کر بیڈ کے تکیے درست کر کے کمرے سے نکل گیا۔

☆☆☆

یمنیٰ کا کالج میں پہلا دن تھا۔ جمال صاحب نے اس کا ایڈمیشن شہر کے سب سے بہترین اور مشہور کالج میں کروایا تھا۔ اس کالج میں ان کا اپنا بھی بہت زیادہ اثر و رسوخ تھا کیونکہ وہ اس کے سب سے بڑے ڈونر تھے۔ یمنیٰ تیار ہو کر ڈائننگ ٹیبل کے پاس آئی۔ جمال صاحب اور ایمن ناشتا کرنے میں مصروف تھے۔ جمال صاحب نے مسکرا کر اس کی طرف دیکھا۔

''آج میرے بیٹے کا کالج میں فرسٹ ڈے ہے۔ آئی وش یو بیسٹ آف لک......'' انہوں نے کھڑے ہو کر محبت سے اس کو اپنے ساتھ لگا کر چومتے ہوئے کہا۔

''تھینک یو ڈیڈی...... آپ ڈرائیور سے کہیں مجھے کالج ڈراپ کر دے۔'' یمنیٰ نے بیگ کندھے پر لٹکاتے ہوئے کہا۔

''ڈرائیور کیوں...... میں اور تمہاری مما خود تمہیں کالج ڈراپ کرنے جائیں گے۔ کیوں ایمن......؟'' جمال صاحب نے بیوی سے پوچھا۔

''ہاں...... ہاں کیوں نہیں۔ ہماری بیٹی کا آج کالج میں پہلا دن ہے۔'' ایمن نے بھی مسکرا کر یمنیٰ کو اپنے ساتھ لگاتے ہوئے محبت سے کہا۔

''ڈیڈی میں ڈرائیور کے ساتھ چلی جاتی ہوں۔ کالج ہی تو جانا ہے۔ یہ کون سی اہم بات ہے۔'' یمنیٰ نے منہ بنا کر جواب دیا۔

''تمہارے لیے نہیں مگر ہمارے لیے یہ بہت اہم اور خوشی کی بات ہے۔'' جمال صاحب نے مسکرا کر کہا اور دونوں اس کو کالج ڈراپ کرنے چلے گئے۔

وہ کالج میں داخل ہوئی تو اس کے لیے سب کچھ بہت عجیب اور نیا تھا...... وہ کلاس روم ڈھونڈتی ہوئی مطلوبہ روم میں داخل ہوگئی۔ وہ بہت اعتماد کے ساتھ دوسری رو میں ایک خالی کرسی پر بیٹھ گئی۔ اس کے ساتھ ایک نقاب پوش لڑکی بیٹھی تھی جس کے ہاتھ اور پاؤں اس قدر سفید تھے کہ یمنیٰ نے ایک دم چونک کر اس کے سفید خوب صورت ہاتھوں کو بھرپور نظروں سے دیکھا۔ تھوڑے فاصلے پر لڑکوں کا ایک گروپ بیٹھا تھا جو بار بار اسے دیکھتے ہوئے مضحکہ خیز انداز میں قہقہے لگا رہے تھے۔ ابھی لیکچر شروع ہونے میں کچھ ٹائم تھا۔ اسٹوڈنٹس کلاس روم تلاش کرتے اِدھر آ رہے تھے کیونکہ سب کا کالج میں فرسٹ ڈے تھا۔ اس لیے چہروں پر خوشی بھی تھی اور آنکھوں میں حیرانی بھی کہ وہ ہر شے اور ہر چہرے کو بغور دیکھ رہے تھے۔ ایک انتہائی خوب صورت، اسمارٹ سرخ و سفید رنگت والا لڑکا اسٹائلش ڈریس پہنے اور برانڈڈ گلاسز لگائے کلاس روم میں داخل ہوا۔ لڑکوں کے گروپ نے ہاتھ ہلا کر اس کا استقبال کرتے ہوئے اسے اپنی طرف متوجہ کیا۔

''ہائے...... آزر "come here"

لڑکوں نے اسے اپنی طرف بلایا۔

آزر نے مسکرا کر ان کی طرف دیکھا اور ان کے ہمراہ بیٹھ گیا۔ اردگرد نظریں دوڑاتے ہوئے اس کی نظر یمنیٰ پر ٹِک گئی۔ وہ قدرے طنزیہ مسکراہٹ سے اس کی طرف دیکھا۔

''یار...... اتنا حسن تو آج تک میں نے پورے ورلڈ میں نہیں دیکھا۔ جو آج اس کلاس روم میں دیکھ رہا ہوں۔ پورا روم چمک رہا ہے۔ میری تو آنکھیں چندھیا رہی ہیں۔'' آزر نے کہا۔

''کہاں ہے حُسن؟'' اس کے ساتھی لڑکے نے اِدھر اُدھر نظریں دوڑاتے ہوئے کہا۔

''یار تمہیں واقعی کچھ دکھائی نہیں دے رہا...... یا پھر تمہاری آنکھوں میں بھی اسے دیکھ کر سیاہی بھر گئی ہے۔'' آزر نے یمنیٰ کی طرف دیکھتے ہوئے جواب دیا۔ یمنیٰ ان کی باتیں سنتی رہی مگر خاموشی سے اپنے موبائل کے ساتھ بزی رہی۔ اس کے ساتھ بیٹھی لڑکی بھی وہ سب باتیں سن رہی تھی۔

''آپ کا نام کیا ہے؟'' نقاب پوش لڑکی نے پوچھا۔

''یمنیٰ جمال......'' وہ کہہ کر خاموش ہوگئی۔

''میں حمنہ عابد ہوں......'' اس نے اپنا تعارف کرایا مگر یمنیٰ نے کوئی جواب نہیں دیا اور اپنے موبائل کے ساتھ بدستور مصروف رہی۔

☆☆☆

بیل بجتے ہی پروفیسر راضیہ کلاس روم میں داخل ہوئیں تو سب اسٹوڈنٹس بہت ڈسپلن سے اپنی چیئرز سے اٹھ کھڑے ہوگئے۔ "Sitdown" کہہ کر تعارف کا مرحلہ طے ہوا پھر وہ ابتدائی لیکچر دینا شروع ہوئیں تو یمنیٰ بہت توجہ سے انہیں سنتی رہی اور اپنی نوٹ بک میں پوائنٹس لکھتی رہی۔ حمنہ بھی لکھتے ہوئے بار بار اس کی طرف دیکھتی رہی۔ وہ بہت روانی سے لکھ رہی تھی... اور اس کی ہینڈ رائٹنگ بہت خوب صورت تھی۔ لیکچر ختم ہوتے ہی سب اسٹوڈنٹس باہر جانا شروع ہوگئے۔ جیسے ہی یمنیٰ باہر جانے کے لیے اپنی سیٹ سے اٹھی اور چند قدم چلی تو آزر نے جان بوجھ کر اپنی ٹانگ اس کے آگے کر دی۔ یمنیٰ بے خیالی میں اس کے ساتھ ٹکراتے ہوئے گرنے لگی۔

''اوہ...... سوری...... اچانک لائٹ آف ہونے سے کچھ دکھائی ہی نہیں دیا۔'' آزر نے مسکرا کر کہا تو سب لڑکے قہقہے لگانے لگے۔

یمنیٰ نے کھینچ کر اسے ایک زور سے تھپڑ لگایا۔

''اب لائٹ آن ہوئی یا نہیں......؟'' یمنیٰ نے غصے سے کہا تو سب حیرت سے اسے دیکھنے لگے۔ آزر کو بھی ایسی توقع نہیں تھی۔

''یو......'' وہ غصے سے چلّایا۔

''شٹ اپ...... مسٹر......'' اس نے اپنی ٹانگ لہرا کر اتنی تیزی کے ساتھ اس کے گھٹنے پر ماری کہ وہ لڑکھڑا کر منہ کے بل گرا۔ اس کے ساتھی لڑکے پریشان ہوگئے۔ یمنیٰ اسے غصے سے گھورتی ہوئی کلاس روم سے باہر چلی گئی اور ہر طرف ایک افراتفری سی پھیل گئی، حمنہ بھی حیرت سے اسے دیکھتی رہ گئی۔ آزر اٹھا اور بے انتہا بے عزتی محسوس کرتے ہوئے کلاس روم سے باہر نکل گیا۔

''آزر نے بھی تو حد کر دی...... کیا ضرورت تھی خوامخواہ اسے اتنا tease کرنے کی۔'' اس کے دوست جواد نے کہا۔

''تم نے اسے پہلے کیوں نہ منع کیا۔ پہلے تو اس کے ساتھ قہقہے لگاتے رہے تھے۔ شکر کرو، تم بچ گئے ہو۔'' فرخ نے جواد سے کہا۔

''یار...... ہم نے اسے خواہ مخواہ underestimate کیا...... چلو اب آزر کو دیکھتے ہیں۔'' واصف نے مشورہ دیتے ہوئے کہا۔

''ہاں...... چلو۔'' اور سب لڑکے باہر نکل گئے۔

☆☆☆

''یمنیٰ بیٹے، آج کالج میں پہلا دن کیسا گزرا؟'' جمال صاحب نے شام کو اس کے پاس بیٹھ کر پوچھا۔

''فائن۔'' اس نے اپنی نوٹ بک پر کچھ لکھتے ہوئے جواب دیا۔

''کوئی پرابلم تو نہیں ہوئی؟'' جمال صاحب نے دوبارہ پوچھا۔

''نہیں۔'' اس نے لکھتے ہوئے جواب دیا۔

''اس کا مطلب ہے تمہیں کالج اچھا لگا ہے۔'' انہوں نے دوبارہ پوچھا۔

''اٹس اوکے......'' اس نے پھر بے پروائی سے جواب دیا۔

''اگر کوئی پرابلم ہو تو مجھے ضرور بتانا۔'' جمال صاحب نے اٹھتے ہوئے کہا۔

''کیوں...... کیا آپ میرا کالج بدل دیں گے؟'' اس نے معنی خیز انداز میں سوال کیا۔

''نہیں...... لیکن میں کالج کا ایک ڈونر ہوں اور مینجمنٹ میری ہر بات مانتی ہے۔'' جمال صاحب نے قدرے فخریہ انداز میں کہا۔

''لیکن مجھے undue favour لینا پسند نہیں۔'' اس نے پُراعتماد لہجے میں باپ کو جواب دیا۔

''I'm proud of you my dear کہ تمہاری ایسی سوچ ہے۔'' جمال صاحب نے مسکرا کر فخریہ انداز میں اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے جواب دیا اور وہ کمرے سے باہر چلے گئے۔

یمنیٰ نوٹ بک پر کچھ لکھتی رہی۔ تھوڑی دیر بعد اس کا موبائل بجنے لگا اس نے موبائل کان سے لگایا تو دوسری جانب ایک لڑکے کی آواز تھی۔ یمنیٰ نے ہیلو کہا تو لڑکے نے فوراً موبائل آف کر دیا۔ وہ چونک کر موبائل کو دیکھنے لگی اور سوچ میں پڑ گئی مگر پھر لکھنے میں مصروف ہو گئی۔

☆☆☆

آزر کا غصہ اپنے عروج پر تھا۔ اسے کسی پل چین نہیں آ رہا تھا۔ کبھی وہ بیٹھتا اور کبھی کھڑا ہوتا...... یمنیٰ کا چہرہ بار بار اس کی آنکھوں کے سامنے گھوم رہا تھا۔ اس کے لگائے ہوئے تھپڑ کی جلن وہ ابھی تک اپنے چہرے پر محسوس کر رہا تھا اور غصے سے کھول رہا تھا۔

''شٹ......؟'' وہ دانت کچکچا کر انتقامی انداز میں اپنے ہونٹ بھینچتا اور اپنی انگلیوں کو مروڑتے ہوئے کبھی ان کا مکا بناتا اور اسے دیوار پر مارتا۔ جواد اور اس کے دوسرے دوست مسلسل اس کی جانب دیکھ رہے تھے۔

''یار اب بھول بھی جاؤ۔'' جواد نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

''کیا بھولوں، اپنی انسلٹ؟ وہ تھپڑ یا پھر اسے؟'' آزر نے غصے سے اس کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

''سب کچھ بعد میں سوچنا، پہلے اپنے مائنڈ کو ریلیکس کرو۔'' فرخ نے گلاس اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا اور اس کے گلاس کے ساتھ اپنا گلاس چیئرز کر کے پینے لگا۔ آزر بھی آہستہ آہستہ ڈرنک کرنے لگا۔ ڈرنک ختم کرنے کے بعد وہ ایک دم ہائپر ہونے لگا اور یمنیٰ اس کی آنکھوں کے سامنے ایک چڑیل بن کر گھومنے لگی۔

''وہ...... وہ چڑیل، بھتنی، ڈریکولا...... میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔'' وہ اسے نہ جانے کتنی گالیاں دیتا رہا اور پھر یک دم جذباتی ہو کر دروازے کی طرف جانے لگا۔

''یار تم اس وقت کہاں جا رہے ہو؟'' جواد نے اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے اسے روکنا چاہا۔

''اس کا مرڈر کرنے۔'' آزر نے لڑکھڑاتے ہوئے کانپتی آواز کے ساتھ جواب دیا۔

''یہ کیا حماقت ہے؟'' فرخ غصے سے بولا۔

''حماقت نہیں انتقام...... میں اسے زندہ نہیں

چھوڑوں گا۔'' وہ انہیں دھکا دے کر اپنی وارڈ روب میں سے کچھ تلاش کرنے لگا۔ ایک خانے سے ریوالور نکال کر اس نے اسے پینٹ کی جیب میں ڈالنا چاہا تو جواد نے آگے بڑھ کر اس سے ریوالور چھیننے کی کوشش کی اور اسی کوشش میں ریوالور سے گولی چل کر اس کے پاؤں میں لگ گئی۔ سب گھبرا گئے۔ آزر بری طرح تڑپنے لگا۔

''جلدی سے اسے اسپتال لے چلو۔'' فرخ نے کہا اور وہ دونوں اسے جلدی سے اٹھا کر فلیٹ سے باہر لے گئے۔

آزر اپنے ماں، باپ کا اکلوتا بیٹا ہونے کی وجہ سے انتہائی خود سر، ضدی اور مغرور تھا۔ ماں ایک معمولی تعلیم یافتہ عورت تھی۔ اور باپ بھی معمولی بزنس سے ہیرا پھیریاں اور دو نمبر کام کر کے اب ایک امیر اور کامیاب بزنس مین بن چکا تھا۔ زندگی کی اچھی روایات اور اخلاقی قدروں کا لحاظ یا کسی قسم کا کوئی تصور بھی ان کے خاندان میں ناپید تھا۔ ماں، باپ کی اپنی دنیا تھی اور آزر کی دنیا میں دخل دینے کا حق اس نے کسی کو نہیں دیا تھا۔ نہ تو اس کی تربیت اخلاقی اقدار پر ہوئی تھی اور نہ ہی مذہبی..... ماں شمیم اختر سے مسز شمی عظیم بن کر قیمتی اور ماڈرن ڈریسز، میک اپ اور جیولری پہنے یا تو پارلرز کے چکر لگاتی یا پھر ایسی پارٹیز میں جاتی جہاں نو دولتی خواتین اپنے ملبوسات اور زیورات کی بھرپور نمود و نمائش کرتیں۔ آزر کیا کرتا ہے، کہاں جاتا اور اس کی کیا سرگرمیاں ہیں۔ نہ ماں کو کچھ علم ہوتا اور نہ ہی باپ کو۔ باپ آئے روز بزنس ٹورز کے سلسلے میں بیرون ممالک کے چکر لگاتا رہتا اور آزر کو کھلے پیسے دے کر اپنے فرائض سے سبکدوش ہو جاتا۔ اب گزشتہ چھ ماہ سے اس کی ماں اپنے بہن بھائیوں کے ساتھ امریکا سیٹلڈ ہو گئی تھی تاکہ وہ آزر کو بھی فیوچر میں امریکا ہی میں سیٹ کر دے۔ آزر ڈیفنس میں اپنا تین کنال کا بنگلا

لفظوں کے موتی

☆ کسی کو بھی معلوم نہیں اس کا اگلا شکار کون ہوگا۔

☆ جب آپ پہلا قدم اٹھا لیتے ہیں، تہیہ کر لیتے ہیں تو پھر واپسی نہیں ہوتی، گھڑا بے شک کچا ہو پھر بھی پار پہنچا دیتا ہے۔

☆ موت ایک بہت بڑے صبر کی مالک ہے اور وہ کبھی بے صبری نہیں ہوتی۔

☆ ہمت بھی عجیب پھولے ہوئے غبارے جیسی ہوتی ہے۔ ذرا ناموافق بات کی سوئی چبھی، شکل ہی نہیں حالت اور حالات تک بدل دیتی ہے۔

☆ یہ دنیا مکافاتِ عمل کا نام ہے آج کسی کی راہ میں تم پتھر رکھو گے تو آنے والا وقت تمہاری راہ میں پہاڑ بن جائے گا۔

☆ خاموشی ایسے پردے کا نام ہے جس کے پیچھے لیاقت بھی ہو سکتی ہے اور حماقت بھی ہو سکتی ہے۔

☆ وہ بات اکثر بہت انمول ہوتی ہے جس میں الفاظ کم اور معانی زیادہ ہوں۔

☆ ادب بہترین کمال اور خیرات افضل ترین عبادت ہے۔

مرسلہ: نوشین اقبال نوشی، گاؤں بدر مرجان

چھوڑ کر ایک فلیٹ کرایہ پر لے کر رہ رہا تھا۔ کیونکہ اس کا باپ اپنی غیر موجودگی میں اس کے دادا کو اس کے پاس چھوڑ کر گیا تھا اور اس کا دادا اکبر علی کافی سخت مزاج انسان تھا۔ اور وہ آزر پر کافی سختی کرتا۔ بہت زیادہ روک ٹوک اور پوچھ گچھ سے آزر کو چڑ ہونے لگی تھی اور دادا سے جھگڑ کر اس نے ایک فلیٹ کرایہ پر لے لیا۔ جہاں وہ اپنے دوستوں کے ہمراہ بھرپور عیش اور مستیاں کرتا۔ رات گئے تک وہ

دوستوں کے ساتھ گھومتا پھرتا رہتا۔ ان کے ساتھ ہوٹلنگ کرتا، ڈرنک کرتا اور بھی بہت کچھ کرتا...... وہ اپنی لائف کو اب خوب انجوائے کر رہا تھا۔ اس کے نزدیک کسی بھی انسان کی نہ تو کوئی عزت تھی اور نہ ہی کوئی احترام ...... جو چیز اسے پسند آتی وہ اسے ہر قیمت پر حاصل کرتا...... چاہے اس کے لیے اسے کسی شخص کو قتل ہی کیوں نہ کرنا پڑتا۔ اس کے اندر سرکشی کے ساتھ بے حسی اور فرعونیت کا عنصر نمایاں ہو رہا تھا۔ بدتمیز، بے باک اور بدلحاظ جوان...... آزر ایک ایسی ولدل میں دھنس رہا تھا، جس کا اسے نہ تو کوئی احساس تھا اور نہ ہی کوئی شعور...... راہ چلتی لڑکیوں سے مذاق کرنا، ان سے بدتمیزی کرنا اس کے لیے بہت عام سا مشغلہ تھا۔ یمنیٰ جمال کو چھیڑنا بھی اس کے لیے ایک عام سی بات تھی مگر اس کے خیال میں بھی نہیں تھا کہ یمنیٰ جیسی معمولی شکل کی لڑکی یوں ری ایکٹ کرے گی۔ اس کے ردِعمل نے اسے یوں مخبوط الحواس کر دیا کہ وہ اٹھتے بیٹھتے نہ صرف ہذیان بکنے لگا بلکہ...... قدرے جنونی بھی ہوگیا تھا اور اب وہ اسپتال میں ایمرجنسی روم میں پڑا تھا۔ اس کے دوست پریشان حال اسپتال میں جمع تھے...... اور اس کے آپریشن کا انتظار کر رہے تھے۔ وہ ڈرتے ہوئے اس کے ماں باپ کو بھی انفارم نہیں کر رہے تھے کہ کہیں ان پر ہی کوئی الزام نہ آجائے۔

☆☆☆

یمنیٰ کیفے ٹیریا میں بیٹھی کولڈ ڈرنک پی رہی تھی کہ حمنہ قدرے پریشان اس کے پاس بھاگتی ہوئی آئی۔

''یمنیٰ کیا آپ کو معلوم ہوا کہ آزر اسپتال میں ایڈمٹ ہے۔'' حمنہ نے گھبراتے ہوئے کہا۔

''کون آزر؟'' یمنیٰ نے بے پروائی سے چپس کا پیکٹ کھولتے ہوئے جواب دیا۔

''وہی آزر جسے کل آپ نے تھپڑ مارا تھا۔'' حمنہ نے بتایا۔

''اوہ...... آئی سی...... تو پھر؟'' اس نے [illegible] خیز انداز میں پوچھا۔

''وہ...... وہ۔'' حمنہ رک رک کر بولی۔

''آئی ایم شیور...... وہ میرے تھپڑ سے اسپتال میں ایڈمٹ نہیں ہوا ہوگا۔ ضرور کوئی اور بات ہوگی۔'' اس نے اسی بے پروائی سے جواب دیا۔

''نہیں، اس کے پاؤں میں گولی لگی ہے۔'' حمنہ نے جلدی سے بتایا۔

''تو اب آپ کیا چاہتی ہیں کیا میں اسپتال اس کی خیریت پوچھنے جاؤں؟'' یمنیٰ نے اس انداز سے سوال کیا کہ حمنہ شرمندہ ہوگئی۔

''میں تو یونہی بتا رہی تھی۔'' حمنہ نے نظریں چراتے ہوئے جواب دیا۔

''اچھا لو چپس کھاؤ۔'' یمنیٰ نے چپس کا پیکٹ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا تو حمنہ نے مسکرا کر اس کی جانب دیکھا اور بیٹھ گئی۔

''آپ کتنی عجیب لڑکی ہیں، میں نے آج تک آپ جیسی لڑکی نہیں دیکھی۔'' حمنہ نے اس سے چپس لیتے ہوئے کہا۔

''کیوں...... کیا میرے سر پر سینگ [illegible] ہوئے ہیں یا دانت ڈریکولا کی طرح باہر ہیں۔ [illegible] عجیب ہے مجھ میں؟'' یمنیٰ نے پُراعتماد لہجے میں مسکرا کر پوچھا۔

''وہ...... وہ آپ۔'' حمنہ کچھ کہتے ہوئے رکی۔

''آپ نہیں تم، تم میں اعتماد کی بہت کمی ہے۔ [illegible] کہنا چاہتی ہو کھل کر کیوں نہیں کہتیں۔'' یمنیٰ نے ٹھوس لہجے میں پوچھا۔

''ہاں...... شاید۔'' حمنہ نے گہری سانس لے کر جواب دیا۔

''میرا خیال ہے تم بہت خوب صورت ہو [illegible] میں کس شے کی کمی ہے، اپنے آپ کو کرسٹل کا شو پیس مت بناؤ...... جس کی خوب صورتی کو دیکھ کر لوگ

صرف خوش ہوں۔ متاثر نہ ہوں......'' اس کی طرف بغور دیکھتے ہوئے یمنیٰ نے ٹھوس لہجے میں اور متاثر کن الفاظ میں کہا تو حمنہ خاموش ہوگئی اور اس کی آنکھوں میں نمی سی تیرنے لگی۔

''کیوں...... کیا ہوا۔ کیا تم میری باتوں سے ہرٹ ہو رہی ہو؟'' یمنیٰ نے اس کی آنکھوں کی طرف بغور دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''محرومیاں انسان کو کبھی پُراعتماد ہونے نہیں دیتیں۔'' حمنہ نے آہ بھر کر جواب دیا۔

''کیسی محرومیاں......؟'' یمنیٰ نے حیرت سے پوچھا۔

''چھوٹی چھوٹی نامکمل خواہشات بڑھتے بڑھتے ایسی محرومیاں اور complexes بن جاتی ہیں جو کسی آسیب کی طرح انسان کے وجود کے ساتھ چمٹی رہتی ہیں اور ہزار کوشش کے باوجود بھی... ان سے چھٹکارا نہیں ملتا...... میں قرآن پاک کی حافظہ ہوں اور اللہ کی ذات پر مکمل یقین بھی رکھتی ہوں اور ایمان بھی۔ اس نے مجھے بہت عطا کیا ہے مگر بہت کچھ چھینا بھی ہے اس کی عطائیں مجھے اتنا خوش نہیں کرتیں جتنا کہ اس کا چھیننا مجھے دکھی کرتا ہے۔'' حمنہ نے صاف گوئی سے اسے بتایا۔

''اس نے تم سے کیا چھینا ہے؟'' یمنیٰ نے کولڈ ڈرنک ختم کرتے ہوئے اس سے پوچھا۔

''میرے ماں، باپ اور دو بہن بھائی بچپن میں ایک حادثے کا شکار ہوگئے اور تب سے اب تک میں اپنے چچا اور چچی کے رحم و کرم پر ہوں۔ انہوں نے میری پرورش اور تربیت بہت اچھی کی ہے مگر وہ خوشی، سکون، اعتبار اور اعتماد نہیں دیا جو شاید تمہارے والدین نے تمہیں دیا ہے۔'' حمنہ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور اس نے اپنا نقاب چہرے سے ہٹا دیا۔ اسے صرف یمنیٰ دیکھ پا رہی تھی۔ وہ ٹشو پیپر سے اپنے چہرے کو صاف کرنے لگی۔ یمنیٰ حیرت سے اس کے حسین چہرے کی طرف دیکھتی رہ گئی۔ وہ اس قدر حسین تھی کہ اس کے چہرے پر سے نظریں نہیں ہٹ رہی تھیں۔ حمنہ سسکیاں بھر رہی تھی اور یمنیٰ حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی۔

''آئی ایم سوری۔'' یمنیٰ نے اپنا کالا سیاہ ہاتھ اس کے سفید مرمریں ہاتھ پر رکھا۔

''بہت کوشش کرتی ہوں مگر ان محرومیوں کو ختم نہیں کرسکتی۔'' حمنہ نے آنسو صاف کرتے ہوئے بتایا۔

''تمہاری اس خامی کو اب میں دور کروں گی۔'' یمنیٰ نے بڑے اعتماد اور خلوص سے کہا تو حمنہ نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

''یہ چپس ختم کرو، میں تمہارے لیے کولڈ ڈرنک لے کر آتی ہوں۔'' یمنیٰ اپنی سیٹ سے اٹھی اور جلدی سے اس کے لیے ایک کولڈ ڈرنک لے کر آگئی۔

''آپ نے کیوں تکلف کیا؟'' حمنہ نے قدرے گھبرا کر کہا۔

''تم جب تک اپنی پرسنلٹی سے خوف ختم نہیں کرو گی، تب تک پُراعتماد نہیں ہوسکتیں۔'' یمنیٰ نے کہا۔

''تو کیا کروں؟'' حمنہ نے چونک کر پوچھا۔

''کہو...... یمنیٰ ایک نہیں دو کولڈ ڈرنکس لے کر آؤ اور اس کے ساتھ برگر بھی کیونکہ مجھے بھوک لگی ہے۔'' یمنیٰ نے اتنے اعتماد سے کہا تو حمنہ کھلکھلا کر ہنسنے لگی۔

''that's good'' یمنیٰ نے مسکرا کر کہا اور کولڈ ڈرنک اس کی جانب بڑھائی۔

''صرف یہ...... برگر کہاں ہے؟'' حمنہ نے جلدی سے کہا تو یمنیٰ نے چونک کر اس کی طرف دیکھا اور اپنی سیٹ سے اٹھی۔

''excellent اب ایک نہیں دو برگر لاؤں گی۔ ایک تمہارے لیے...... اور......''

''دوسرا بھی میرے لیے......'' حمنہ جلدی سے اس

کی بات کاٹتے ہوئے بولی تو دونوں کھلکھلا کر ہنسنے لگیں۔

☆☆☆

آزر کو ہوش آچکا تھا اور آپریشن کر کے اس کے پاؤں سے گولی نکال دی گئی تھی۔ اس کے دوست وہیں تھے۔ وہ سب اس کا دل بہلانے کو اس سے ہنسی مذاق کی باتیں کر رہے تھے مگر آزر کے چہرے پر گہری سنجیدگی چھائی تھی۔

''یار تمہارا آپریشن بالکل ٹھیک ہو چکا ہے اور اب چند دنوں میں چلنے پھرنے کے قابل ہو جاؤ گے...... پھر اداس کیوں ہو رہے ہو؟'' جواد نے اس کا ہاتھ پکڑ کر محبت سے پوچھا۔

''کچھ نہیں......'' آزر نے برا سا منہ بنا کر جواب دیا۔

''اگر تم چاہتے ہو تو تمہارے پیرنٹس کو انفارم کریں؟'' فرخ نے پوچھا۔

''نہیں، وہ کیا کریں گے سوائے بار بار مجھے کال کرنے کے۔'' آزر نے بیزاری سے جواب دیا۔

''پھر تمہارے چہرے پر اتنی افسردگی کیوں چھائی ہوئی ہے۔ کیا وہ یاد آرہی ہے؟'' اسامہ نے مذاق کرتے ہوئے شرارتی لہجے میں کہا۔

''شٹ اپ......'' آزر نے غصے سے اسے ڈانٹتے ہوئے کہا تو سب خاموش ہو گئے اور حیرت سے اس کی طرف دیکھنے لگے۔

''آئی ایم سوری۔'' آزر قدرے توقف کے بعد بولا...... مگر پھر بھی سب خاموش رہے۔

''تم لوگ بار بار اس کا ذکر کر کے مجھے ٹارچر کرنے کی کوشش کرتے ہو اور مجھے اس سے اپنی انسلٹ فیل ہوتی ہے۔'' آزر نے گہری سانس لیتے ہوئے گلوگیر آواز میں کہا۔

''آئی ایم سوری یار...... تم نے تو اس کو بہت سیریسلی لیا ہے۔ just leave it now'' اسامہ نے لائٹ موڈ میں کہا۔

''کاش میں بھی اس بات کو تمہاری طرح بہت لائٹلی لے سکتا۔'' آزر نے غصے سے جواب دیا۔

''تم کب سے اتنے sensitive ہونے لگے؟'' جواد نے حیرت سے پوچھا۔

''جب سے میری انسلٹ ہوئی ہے میرے اندر اِک آگ سی بھڑک رہی ہے۔'' آزر نے اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے جواب دیا۔

''یار اب ہم تمہیں یہ مشورہ تو نہیں دیں گے کہ تم بھی جا کر اسے ایک تھپڑ لگا دو، اس لیے ایسی انتقامی باتیں سوچنے کا کیا فائدہ، پلیز کول ڈاؤن ناؤ۔'' فرخ نے اپنی رائے دی۔

''ہاں...... یار اب چھوڑو بھی اس بات کو...... کیوں سر پر سوار کر کے بیٹھے ہو۔ کبھی موقع ملا تو بدلہ لے لینا۔ be brave'' جواد نے کہا جو اس کا سب سے قریبی دوست تھا۔

''cheer up now'' اسامہ نے کہا...... تو آزر نے زیرلب مسکرا کر سب دوستوں کی طرف دیکھا۔

''یہ ہوئی نا بات......'' فرخ نے کہا اور سب مسکرا کر آزر کی طرف دیکھنے لگے۔

☆☆☆

فہام پینٹ کوٹ میں ملبوس آفس جانے کے لیے تیار ہو کر لاؤنج میں آیا تو خدیجہ صوفے پر بیٹھی موبائل پر کسی سے بات کر رہی تھیں۔ ردا انتہائی خوشی میں کمرے سے بھاگتے ہوئے لاؤنج میں آئی۔

''فہام بھائی! میں پاس ہو گئی اور میرا ''A'' گریڈ آیا ہے۔ میں ابھی ابھی کمپیوٹر پر رزلٹ دیکھ کر آئی ہوں۔'' ردا نے خوشی سے چلاتے ہوئے کہا تو فہام نے خوشی سے اپنے دونوں بازو پھیلا کر اسے اپنے ساتھ لگاتے ہوئے محبت سے چوما۔

''مبارک ہو...... واہ...... آج تو میری گڑیا گریجویٹ ہو گئی۔'' فہام نے خوشی سے کہا تو شمیلہ

فہام کا آفس بیگ لے کر کمرے سے باہر نکلی اور دونوں کو ایک دوسرے کے ساتھ لگے دیکھ کر چونکی۔

''فہام...... آپ آفس سے لیٹ ہو رہے ہیں۔'' شمیلہ نے بیگ پکڑاتے ہوئے کہا۔

''بھئی...... اب تو میں آفس نہیں جا رہا...... میری گڑیا پاس ہوئی ہے۔ آج میں اسے خوب گھماؤں گا، پھراؤں گا...... شاپنگ کراؤں گا اور رات کو ہم سب ڈنر کے لیے باہر جائیں گے۔'' فہام نے ردا کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا تو شمیلہ کے چہرے کے تاثرات بدلنے لگے۔

''رات کو تو ہم نے......؟'' شمیلہ نے آہستہ آواز میں بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

''تمہارے سارے پروگرام کینسل...... آج صرف ردا کی success celebrate ہو گی۔'' فہام نے ایک دم اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا تو شمیلہ نے چونک کر اسے دیکھا اور گہری سانس لے کر ردا کی طرف دیکھنے لگی۔

''ہاں...... ہاں کیوں نہیں...... ردا کی خوشی سے بڑھ کر ہمیں کچھ عزیز نہیں۔'' شمیلہ نے چونک کر اسے دیکھا اور جلدی سے بات بدلتے ہوئے کہا۔

''that's good'' فہام نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''مبارک ہو...... خدا تمہیں ہمیشہ کامیابیاں دے...... اور تمہیں بہت خوش رکھے۔'' خدیجہ نے محبت سے بیٹی کو چومتے ہوئے کہا۔

''آمین......'' فہام نے جلدی سے کہا تو سب مسکرانے لگے۔

☆☆☆

ماں جی لاؤنج میں صوفے پر بیٹھی تسبیح پڑھنے میں مصروف تھیں۔ روحیل آفس سے تھکا ہوا آیا اور ماں جی کے قریب خاموشی سے صوفے پر بیٹھ گیا اور صوفے کی پشت کے ساتھ سر ٹکا دیا کیونکہ ماں جی آنکھیں بند کیے ورد پڑھنے میں مصروف تھیں۔ انہوں نے جیسے ہی آنکھیں کھولیں تو وہ مسکرا دیا۔

''السلام علیکم...... ماں جی!'' روحیل نے قدرے بلند آواز میں کہا۔

''وعلیکم السلام بیٹا!'' ماں جی نے مسکرا کر اسے جواب دیا اور اس کے سر پر اپنے دونوں ہاتھ رکھ کر دعائیں دینے لگیں۔

''اللہ تمہیں لمبی زندگی، خوشیاں اور محبت دے۔'' ماں جی نے روحیل کی طرف دیکھ کر کہا۔ روحیل کے چہرے پر مسکراہٹ پھیلنے لگی۔

''بیٹا کھانا لاؤں؟'' ماں جی نے روحیل کی طرف مسکرا کر دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''نہیں...... ابھی مجھے بھوک نہیں ہے، پہلے فریش ہو جاؤں پھر بعد میں کھاؤں گا۔'' روحیل نے انگڑائی لیتے ہوئے جواب دیا۔

''بیٹا! آج میں نے یاور کی امی کو فون کیا تھا۔'' ماں جی نے مسکراتے ہوئے روحیل سے کہا تو وہ حیرت سے انہیں دیکھنے لگا۔

''کیوں......؟'' روحیل نے یک دم چونک کر پوچھا۔

''وہ اس لڑکی ردا کے لیے۔ تمہیں یاد ہے ناں؟'' ماں جی نے مسکرا کر کہا۔

''ماں جی...... آپ کو کیا ہو گیا ہے، مجھے تو کچھ سمجھ میں نہیں آرہا۔'' روحیل نے حیرت سے کہا۔

''بیٹا! میں نے ان سے کہا ہے...... کہ وہ تمہاری اور ردا کی بات چلائیں۔'' ماں جی نے خوش ہو کر رازدارانہ انداز میں کہا تو وہ چونکا۔

''ماں جی! آپ تو واقعی سیریس ہو گئی ہیں۔'' روحیل نے حیرت سے ماں کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''ہاں...... وہ لڑکی ایسی میرے دل میں سمائی ہے، وہ مجھے بھولتی ہی نہیں۔ دل چاہتا ہے کہ ابھی جا کر تمہارے رشتے کی بات پکی کر آؤں۔'' ماں جی نے مسکراتے ہوئے کہا اور ان کے چہرے پر خوشی

کے رنگ نمایاں ہونے لگے۔

''اوہ...... ماں جی آپ تو حد کررہی ہیں۔ بھلا اتنی جلدی اور وہ بھی لڑکی کو جانچے بغیر۔'' روحیل نے ہنستے ہوئے کہا۔

''میرا دل کہتا ہے کہ وہ بہت اچھی لڑکی ہے۔ اس لیے مجھے اس کے بارے میں کچھ جانچنے کی ضرورت نہیں۔ یاور کی امی کہہ رہی تھیں کہ وہ کل ردا کی امی سے بات کریں گی۔'' ماں جی نے مسکراتے ہوئے کہا تو روحیل اِک گہری سانس لے کر ماں جی کی طرف دیکھتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔

☆☆☆

ساری فیملی ایک چائنیز ریسٹورنٹ میں ڈنر کرنے میں مصروف تھی۔ ردا خاص طور پر تیار ہوئی تھی۔ اس کے سامنے ٹیبل پر کافی زیادہ گفٹس رکھے تھے اور وہ چہرے سے بہت زیادہ خوش دکھائی دے رہی تھی۔

''ہاں...... بھئی فہام بھائی کی گریجویٹ ڈولی! اب کیا ارادے ہیں؟'' عاصم نے مسکرا کر ردا کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''یہ تو فہام بھائی کو ہی پتا ہے کہ میرا کس یونیورسٹی میں ایڈمیشن کرانا ہے۔'' ردا نے مسکراتے ہوئے فہام کی طرف دیکھ کر کہا۔

''ہاں...... میں کل ہی تمام یونیورسٹیز کے بارے میں انفارمیشن لیتا ہوں اور جس سبجیکٹ میں ردا ماسٹرز کرنا چاہے اس میں ایڈمیشن کرادوں گا۔'' فہام نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''میں تو کہتی ہوں...... یہ I.T کا زمانہ ہے کوئی کمپیوٹر کورس کروادیں۔'' شمیلہ نے منہ بنا کر بیزاری سے کہا۔

''نہیں، نہیں میری گڑیا ماسٹرز کرے گی۔ یہ میری خواہش ہے اور ردا کا خواب۔ اور اسے معمولی کورسز کرنے کی ضرورت نہیں اتنا تو وہ جانتی ہے۔'' فہام نے چونک کر اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

''تھینک یو فہام بھائی۔'' ردا نے مسکرا کر فہام کی طرف دیکھ کر کہا۔

''مائی ڈیئر...... تم مجھے تھینکس نہیں صرف آرڈر کیا کرو۔'' فہام مسکراتے ہوئے بولا تو ردا مسکرانے لگی۔ شمیلہ آنکھیں گھما کر اسے دیکھ کر کھانا کھانے لگی۔

''آج ڈنر پر حاتم بھائی کو بہت miss کررہے ہیں۔'' عاصم نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''تم اسے مس نہ کرو...... وہ بھی ہمارے ساتھ شامل ہوجاتا ہے۔'' فہام نے اپنا موبائل نکال کر حاتم کا نمبر ملاتے ہوئے کہا۔

''یار...... حاتم ...... بہت مبارک ہو، آج ہماری سوئٹ ڈول نے بہت اچھے مارکس سے بی اے پاس کرلیا ہے۔'' فہام نے قدرے بلند آواز میں خوش ہوکر کہا۔

''رئیلی...... یہ تو بہت بڑی خبر ہے۔'' حاتم خوش ہوکر بولا۔

''لو...... تم ردا سے بات کرو۔'' فہام نے ردا کو موبائل پکڑاتے ہوئے حاتم سے کہا اور حاتم ردا سے گفٹ کے متعلق پوچھنے لگا۔ وہ چاکلیٹس کی فرمائش کرنے لگی۔

''اچھا ذرا فہام بھائی کو فون دو۔'' حاتم نے ہنستے ہوئے کہا تو ردا نے موبائل فہام کو دے دیا۔

''فہام بھائی...... وہ میسجز پرابلم؟'' حاتم نے رازدارانہ انداز میں فہام سے پوچھا۔

''نہیں...... نہیں یار...... ایسا کوئی مسئلہ نہیں...... سب ٹھیک ہے، تم فکر نہیں کرو۔'' فہام نے مسکرا کر تسلی دیتے ہوئے کہا، خدیجہ نے چونک کر اس کی طرف دیکھا تو فہام اٹھ کر ایک طرف جا کر باتیں کرنے لگا اور خدیجہ کے چہرے پر تشویش کے آثار نمایاں ہونے لگے۔

(باقی آئندہ)

ناولٹ

کہیں دیپ جلے کہیں دل

قیصرحیات

پانچواں حصہ

شمیلہ اپنا موبائل ہاتھ میں پکڑے قدرے بوکھلائی ہوئی کھڑی تھی۔

''آر یو او کے.... کیا ہوا تمہیں......؟'' فہام نے قریب آکر حیرت سے اس سے پوچھا۔

''یہ ردا کے لیے کسی کا sms آیا ہے' میرے سیل پر۔'' شمیلہ نے موبائل اسے دکھاتے ہوئے کہا۔ فہام بری طرح چونکا اور موبائل اس کے ہاتھ سے لے کر میسج پڑھنے لگا۔

’’کیا ردا کا کسی کے ساتھ افیئر ہے؟‘‘ شمیلہ نے حیرت سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

’’اگر اس کا کسی کے ساتھ افیئر ہوتا تو میسج تمہیں نہیں، اسے آتا۔‘‘ فہام قدرے تُرش لہجے میں بولا۔

’’پھر اس کا کیا مطلب ہے بھلا......؟‘‘ شمیلہ نے چونک کر پوچھا۔

’’کوئی جان بوجھ کر ردا کا امیج خراب کرنے کی کوشش کر رہا ہے اور ایسے sms ہمیں پہلے بھی آتے رہے ہیں۔‘‘ فہام نے میسج کو ڈیلیٹ کرتے ہوئے کہا۔

’’مگر کوئی ایسا کیوں کر رہا ہے؟‘‘ شمیلہ نے انتہائی حیرت سے پوچھا۔

’’اسی ’’کیوں‘‘ کا جواب تو نہیں مل رہا۔‘‘ فہام گہری سانس لے کر بولا۔

’’لیکن ہر بات کی کوئی نہ کوئی base تو ہوتی ہے ناں!‘‘ شمیلہ نے معنی خیزی سے کہا۔

’’کیا تم میری بہن پر شک کر رہی ہو؟‘‘ فہام نے خفگی سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔ ’’خبردار...... ایسا سوچنا بھی مت...... میں اپنی بہن کی عزت اور پاکدامنی کا خود سب سے بڑا گواہ ہوں اگر کوئی میرے سامنے آ کر بھی ایسی بات کہے تو میں پھر بھی یقین نہیں کروں گا...... اور پلیز تم بھی اس بات کا ذکر کسی سے نہ کرنا...... اگر میں نے ایسی ویسی کوئی بات سنی تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔‘‘ فہام نے اسے دیکھ کر انگلی کے اشارے سے دھمکی کے انداز میں کہا۔

☆☆☆

صبح فہام بیدار ہوا تو اس کی طبیعت بہت بے چین تھی وہ بہت خاموش تھا۔ شمیلہ سے بھی ٹھیک طرح سے بات نہیں کر رہا تھا وہ آفس کے لیے تیار ہو کر ماں کے کمرے میں آیا۔

’’مما......! آپ کی طبیعت کیسی ہے؟‘‘ فہام نے خدیجہ کے قریب بیٹھ کر سنجیدگی سے پوچھا۔

’’ہاں ویسے تو ٹھیک ہوں بس رات کو ڈنر سے لیٹ آنے کی وجہ سے طبیعت کچھ بوجھل سی ہو رہی ہے۔‘‘ خدیجہ نے اٹھتے ہوئے کہا۔ ’’مگر تم کچھ پریشان سے لگ رہے ہو۔‘‘ خدیجہ نے فہام کی طرف بغور دیکھ کر کہا۔

’’مما...... جس طرح کے میسجز کوئی حاتم کو کرتا تھا ویسا ہی اب شمیلہ کو آیا ہے۔‘‘ فہام نے قدرے توقف کے بعد کہا۔

’’کیا......!‘‘ وہ بری طرح گھبرا کر بولیں۔

’’آپ ذرا سوچیں...... خاندان میں، خاندان سے باہر کوئی ایسا شخص تو نہیں جو ردا کے خلاف ہو اور اس سے کوئی دشمنی کر رہا ہو۔‘‘ فہام نے خدشہ ظاہر کیا۔

’’ردا کا دشمن......؟ مطلب کون ہو سکتا ہے؟‘‘ خدیجہ حیرت سے بولیں۔

’’ہاں...... بات تو ناقابلِ یقین ہے کہ کوئی ردا کا بھی دشمن ہو سکتا ہے مگر مما یہ دنیا ہے، بہت سے لوگ دوستی کی آڑ میں بھی بہت دشمنی پال لیتے ہیں۔ انسان کسی کے بارے میں حتمی طور پر کچھ نہیں کہہ سکتا۔‘‘ فہام نے گہری سانس لے کر کہا۔

’’ہاں تم ٹھیک کہہ رہے ہو لیکن مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا کہ ایسا کون ہو سکتا ہے؟ کیا پتا کسی کو ہمارے پورے گھر والوں سے ہی دشمنی ہو۔‘‘ وہ کافی فکرمند ہو کر بولیں۔ ’’ویسے اگر تم کہو تو میں ردا سے پوچھوں......؟‘‘ خدیجہ نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔

’’ہرگز نہیں...... وہ بہت معصوم اور حساس ہے، کسی ایسی ویسی بات کا اس نے سنجیدگی سے اثر لے لیا تو بیمار پڑ جائے گی اور میں اسے نہ تو پریشان دیکھ سکتا ہوں اور نہ ہی بیمار...... پہلے میں بھی اس بات کو غیر اہم سمجھ رہا تھا لیکن اب مجھے لگ رہا ہے یہ ایک سیریس معاملہ بن جائے گا۔‘‘ فہام بہت سنجیدہ تھا۔

’’یا اللہ خیر! یہ تو ہمیں کس مسئلے میں الجھا رہا

ہے؟‘‘ خدیجہ پریشانی سے کہہ رہی تھیں۔

’’مما......! مسائل انسانوں کے لیے آزمائش ہوتے ہیں، ہمیں ہی انہیں سلجھانا ہوتا ہے۔ آپ فکر نہیں کریں۔‘‘ فہام نے ماں کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا اور وہاں سے چلا گیا مگر خدیجہ کو سوچنے کے لیے بہت کچھ دے گیا۔

☆☆☆

رشنا کی شادی اور فوراً توقیر کا آسٹریلیا جانا...... نجمہ کو کافی پریشان کن صورتِ حال کا سامنا کرنا پڑ گیا تھا۔ وہ کبھی اتنے بڑے گھر میں تنہا نہ رہی تھیں۔ امریکا میں دل نہ لگنے کے باعث وہ دونوں بچوں کے ساتھ اپنے ملک میں ہی مقیم تھیں جبکہ ان کے شوہر ظفر صاحب ہر چھ مہینے بعد چکر لگا لیتے تھے۔ وہاں سیٹ کیے گئے کاروبار سے وہ کافی مطمئن تھے واپس پاکستان آ کر بسنا انہیں خاصا مشکل نظر آ رہا تھا اب جبکہ دونوں بچے بھی اپنے دیس میں نہیں تھے انہوں نے بیوی کی تنہائی کو سنجیدگی سے محسوس کیا اور ان کو مستقل امریکا بلانے پر اصرار کرنے لگے۔ اِدھر رشنا نے بھی ماں کو سمجھایا اور وہ گھر بار پیک کر کے بحالتِ مجبوری امریکا جانے کو تیار ہو گئیں۔ جاتے جاتے بھی وہ اس لڑکی کو کوس رہی تھیں جس کی محبت میں پاگل ہو کر اُن کے بیٹے نے دیس نکالا قبول کیا تھا۔ رشنا نے لاکھ چاہا کہ بھائی سے اگلوا لے کہ وہ کون لڑکی تھی تاکہ وہ خود اس کے گھر جا کر اس سے التجا کر سکے مگر توقیر نے بھی ہر صورت اس کا پردہ رکھا اور جاتے جاتے بھی کچھ نہ بتایا۔ رشنا کو ماں کی طرف سے اب اطمینان ہو گیا تھا کہ کم از کم وہ تنہا نہیں بلکہ پاپا کے پاس جا رہی ہیں۔

☆☆☆

شمیلہ کمرے کا دروازہ اچھی طرح بند کر کے صوفے پر بیٹھی تھی اور قدرے مشکوک انداز میں ماں کا نمبر ملانے لگی۔

’’ہیلو...... مما کیسی ہیں آپ؟‘‘ شمیلہ نے مسکراتے ہوئے اُن کی خیریت پوچھی۔

’’اللہ کا شکر ہے، ٹھیک ہوں۔‘‘ ریحانہ نے گہری سانس لے کر کہا۔

’’مما! آپ کو ایک بہت اہم بات بتانی ہے۔‘‘ شمیلہ نے سرگوشی کے انداز میں کہا اور ماں کو ردا کے بارے میں ساری بات بتانے لگی۔

’’مجھے تو پہلے ہی شک تھا کہ ردا ضرور کوئی گل کھلائے گی، یہ جتنی لاڈلی بیٹیاں ہوتی ہیں اتنی ہی سر چڑھی بھی ہوتی ہیں۔ ماں، باپ کے لاڈ سے ناجائز فائدہ اٹھاتی ہیں۔‘‘ شمیلہ طنزیہ انداز میں کہہ رہی تھی۔

’’شمیلہ کیا فضول باتیں کر رہی ہو، ردا بالکل بھی ایسی نہیں۔‘‘ ماں نے خفگی سے اسے ڈانٹتے ہوئے کہا۔

’’سارے خاندان کو یہی خوش فہمی لے ڈوبے گی، آپ لوگوں کو تو اس دن پتا چلے گا ناں جب وہ کسی دن کسی کا ہاتھ پکڑ کر سب کے سامنے کھڑی ہو جائے گی اور کہے گی یہ ہے میرا محبوب!‘‘ شمیلہ منہ بنا کر طنزیہ بولی۔

’’بکواس مت کرو۔‘‘ انہوں نے غصے سے ڈانٹتے ہوئے کہا۔

’’میں آپ کو اسی لیے کوئی بات نہیں بتاتی کہ آپ نے میری کسی بات کا یقین نہیں کرنا ہوتا۔‘‘ وہ غصے میں ماں سے بولی۔

’’ہاں...... تو کیوں یقین کروں، کیا مجھے نظر نہیں آتا کہ ردا کیسی ہے۔ تمہارا یقین اور ایمان اتنا کمزور کیوں ہے کہ تم فوراً ہی ایسی باتوں پر اندھا دھند اعتماد کر لیتی ہو، تمہیں تو ردا کی ڈھال بننا چاہیے۔‘‘ ریحانہ نے غصے سے اسے ہی ڈانٹا۔

’’اس کا بھائی ہے ناں اس کی ڈھال...... اسے نہ میری ضرورت ہے اور نہ ہی مجھے اس کی۔‘‘

’’تم کیوں...... ردا سے اتنا کینہ رکھتی ہو؟‘‘

ریحانہ نے جھنجلا کر کہا۔

''آپ جو اس سے محبت کرتی ہیں بس یہی کافی ہے۔'' شمیلہ نے غصے سے کہا اور کھٹاک سے فون بند کردیا۔

☆☆☆

روحیل کی ماں جی کو ردا اس قدر پسند آ گئی تھی کہ انہوں نے زیادہ انتظار نہ کیا اور جھٹ سے خاور کی ماں ثروت کے ذریعے خدیجہ بیگم کو پیغام بھجوا دیا۔ وہ تو ردا کے رشتے کی بات سن کر کچھ پریشان ہوگئی تھیں، ان کے خیال میں ابھی تو فہام کی شادی سے فارغ ہوئی تھیں ابھی ردا کی نہیں حاتم کی شادی کرنے کا ارادہ کررہی تھیں مگر ثروت بہن نے کچھ اس انداز سے بات کی کہ خدیجہ بیگم بھی کچھ سوچنے پر مجبور ہوگئیں۔ اس روز بھی جب خاور کی والدہ کا فون آیا تو وہ متذبذب تھیں۔

''وہ تو سب ٹھیک ہے لیکن ابھی تو ردا کا رزلٹ آیا ہے اور وہ یونیورسٹی میں ایڈمیشن لینے کا سوچ رہی ہے۔'' خدیجہ نے ثروت بہن کے بار بار فون آنے پر پریشانی سے کہا۔

''بہن...... لڑکیاں جتنا بھی پڑھ لکھ جائیں...... ایک نہ ایک دن ان کی شادی تو کرنی ہوتی ہے ناں اور روحیل اتنا اچھا لڑکا ہے کہ میں آپ کو کیا بتاؤں۔ کمپیوٹر انجینئر ہے اور ویسے بھی بہت اچھا اور سلجھا ہوا شریف لڑکا ہے۔ گھر میں صرف ماں اور بیٹا ہیں اور آپ کو کیا چاہیے۔ آج کل ایسے رشتے بڑے نصیب سے ملتے ہیں۔'' انہوں نے کہا۔

''کہہ تو آپ ٹھیک رہی ہیں بہن...... مگر اتنی جلدی......؟'' خدیجہ نے پریشان ہوکر کہا۔

''جلدی یا دیر کیا...... آپ بس اچھے رشتے کو دیکھیں...... یاور بھی اس کی بہت تعریف کررہا تھا۔'' ثروت نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے، میں فہام سے بات کرتی ہوں، ردا کا ہر فیصلہ فہام کرتا ہے، وہ اس کے باپ کی جگہ ہے۔'' خدیجہ گہری سانس لے کر بولیں۔

''ٹھیک ہے، میں آپ کے جواب کا انتظار کروں گی۔'' ثروت نے خوش ہوکر کہا اور خدا حافظ کہہ کر فون بند کردیا۔

اسی لمحے فہام لاؤنج میں آیا تو ماں کو فون سیٹ کے قریب بیٹھا کر دیکھ کر اُن کے قریب آ گیا۔

''کیا کسی کا فون آیا تھا، آپ کچھ پریشان لگ رہی ہیں؟'' اس نے ماں کی طرف دیکھ کر حیرت سے پوچھا۔

''خاور کی امی کا فون تھا۔ ردا کے لیے ایک پروپوزل بتا رہی تھیں۔'' انہوں نے فہام کو بتایا۔

''کیا ردا کے لیے پروپوزل؟'' فہام نے انتہائی حیرت سے کہا۔

''نہیں...... نہیں ہم نے ابھی کوئی رشتہ نہیں کرنا۔ ابھی ردا کو بہت پڑھنا ہے۔'' فہام نے ٹھوس لہجے میں کہا۔

''وہ بتا رہی تھیں کہ لڑکا بہت اچھا ہے، یاور کا دوست ہے روحیل...... میرا خیال ہے یہ وہی لڑکا ہے جو اپنی ماں کے ساتھ ہماری ٹیبل پر ہی تھا۔'' خدیجہ نے کچھ یاد کرتے ہوئے بیٹے کو بتایا۔

''ہاں...... لڑکا تو اچھا ہے مگر پھر بھی مما......'' فہام نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

''تو کیا پھر...... میں انہیں انکار کردوں؟'' خدیجہ نے حیرت سے پوچھا تو وہ سوچ میں پڑ گیا۔

''بیٹا...... آج کل اچھے رشتے ملنا بہت مشکل ہے کیا امیر کیا غریب...... شرافت بہت مشکل سے ملتی ہے۔ باقی سب کچھ تو مل جاتا ہے مگر شرافت نہیں۔'' خدیجہ نے اس کی طرف بغور دیکھ کر سمجھاتے ہوئے کہا۔

''آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں...... لیکن ردا ابھی بہت چھوٹی ہے۔ شادی کی بھاری ذمے داری کیسے اٹھا پائے گی؟''

''بیٹا وقت انسان کو سب کچھ سکھا دیتا ہے، تم

بھائی بن کر سوچ رہے ہو اور میں ماں۔'' خدیجہ نے گہری سانس لے کر کہا۔

''پھر آپ کا کیا خیال ہے......؟'' وہ سنجیدگی سے پوچھنے لگا۔

''ہم سوچ سمجھ کر کوئی فیصلہ کریں گے۔'' خدیجہ نے گہری سانس لے کر کہا اور ایک دم کسی سوچ میں ڈوب گئیں۔

''مما میں ابھی کچھ مصروف ہوں۔ پھر آپ سے بات کروں گا۔'' فہام کہہ کر وہاں سے چلا گیا۔

☆☆☆

''بیٹا...... میں نے کچھ دن پہلے یاور کی امی سے رشتے کی بات کی تھی، آج پھر میں نے انہیں فون کیا تھا تو وہ کہہ رہی تھیں کہ لڑکی والوں نے سوچنے کے لیے ٹائم مانگا ہے۔'' ماں جی نے کھانا کھاتے ہوئے روحیل کو آج کی روداد سنائی۔

''ٹھیک ہے جو اُن کی مرضی۔'' روحیل نے آہستہ سے کہا۔

''کیا تمہیں کوئی فرق نہیں پڑے گا، میں اس رشتے سے انکار نہیں سننا چاہتی۔'' ماں جی نے اس کی طرف بغور دیکھ کر کہا۔

''ماں جی...... آپ کیوں اتنا سوچ رہی ہیں، کیا پتا وہ انکار کردیں تو۔'' روحیل نے جھنجلا کر کہا۔

''بس وہ لڑکی میرے دل میں ایسے اتر گئی ہے کہ کیا بتاؤں۔ دل چاہتا ہے کہ اسے بہو بنا کر فوراً اپنے گھر لے آؤں۔'' ماں جی نے خوش ہوکر کہا۔

''یہ تو ان لوگوں کی مرضی ہے کہ وہ رشتہ کریں یا نہ کریں، ہم انہیں مجبور تو نہیں کرسکتے۔'' روحیل قدرے بے پروائی سے بولا۔

''کیوں بیٹا......؟'' وہ فکرمند ہوگئیں۔

''ماں جی ہم اُن کے پیچھے تو نہیں پڑ سکتے ناں...... اب آپ بار بار مت پوچھیے گا۔'' ماں جی حیرت اور فکرمندی کے ملے جلے تاثرات لیے بیٹے کو دیکھنے لگیں۔

☆☆☆

خدیجہ اپنے کمرے میں بیڈ پر آنکھیں بند کیے لیٹی تھیں لیکن ان کا ذہن مسلسل سوچوں میں گم تھا۔ وہ بار بار کروٹیں بدل رہی تھیں۔ کبھی وہ بے تاب ہوکر اٹھ بیٹھتیں اور پریشان ہوکر سوچ میں پڑ جاتیں۔

''کون میری بچی کے پیچھے پڑ گیا ہے جو اس سے اتنی دشمنی کررہا ہے۔'' اچانک ان کے سامنے زہرہ کا چہرہ گھومنے لگا جو ان کی دور کی سسرالی رشتے دار تھیں۔

''خدیجہ...... آج میں اپنے فرحان کے لیے تمہاری ردا کا ہاتھ مانگنے آئی ہوں۔'' زہرہ نہ جانے کہاں سے اتنے عرصے بعد اس روز وارد ہوگئی تھیں۔ خدیجہ کو سب کچھ یاد آنے لگا تھا۔

''ک...... کیا ردا کے لیے؟'' انہوں نے بوکھلا کر کہا تھا۔

''ہاں، فرحان نے ردا کو جب سے دیکھا ہے تب سے اس کا دیوانہ ہوگیا ہے، کہتا ہے شادی کروں گا تو صرف ردا سے۔'' زہرہ نے مسکرا کر رازدارانہ انداز میں کہا۔

''نہیں...... نہیں...... ابھی تو ردا پڑھ رہی ہے۔'' خدیجہ نے بڑی ملائمت سے کہا، وہ زہرہ کا تیکھا مزاج جانتی تھیں۔

''پڑھائی کا شادی سے کیا تعلق بھئی...... ماؤں کو لڑکیوں کی شادی کی فکر کرنی چاہیے...... پڑھائی کی نہیں، میرا فرحان اسے بہت خوش رکھے گا۔'' زہرہ نے اپنے دیدے نچاتے ہوئے کہا۔

''جب شادی کا وقت آئے گا تب دیکھی جائے گی۔ ابھی تو نہ میں نے اس کی شادی کا سوچا ہے اور نہ ہی اس کے بھائیوں نے۔'' خدیجہ نے جتانے والے انداز میں کہا۔

''خدیجہ...... تم میرے ہاں لڑکی نہ دینے کا بہانہ تو نہیں بنا رہیں؟'' زہرہ نے نک چڑھے پن

سے کہا۔

خدیجہ نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا انہیں زہرہ کا یوں رشتہ لے کر آنا سخت ناگوار گزر رہا تھا۔

''بھئی میرا فرحان پڑھا لکھا اور کماؤ ہے۔''

زہرہ نے یک دم موڈ بدل کر نرمی سے کہا۔

''فرحان ...... ردا سے دُگنی عمر کا ہے اور جو کام کاج وہ کرتا ہے سارے خاندان کو پتا ہے۔ زہرہ اگر تم ذرا بھی سمجھدار ہوتیں تو تمہیں تو یہ رشتہ ہمارے گھر لانا ہی نہیں چاہیے تھا۔'' خدیجہ نے کہا۔

''کیوں......؟ کیا ہمارے پاس دولت نہیں۔ ہم کسی طرح تم سے کم نہیں۔'' زہرہ نے اپنی سونے کی درجن بھر چوڑیوں کو کھنکا کر دیکھتے ہوئے کہا۔

''بس مجھے یہ رشتہ نہیں کرنا......'' خدیجہ نے خفگی سے دیکھ کر ٹھوس لہجے میں کہا۔

''تم بڑا پچھتاؤ گی......'' زہرہ غصے سے آنکھیں گھما کر بولیں۔

''کیا تم مجھے دھمکی دے رہی ہو؟'' خدیجہ نے بھی غصے سے کہا۔

''زہرہ کی آج تک کسی نے اتنی بے عزتی نہیں کی ہے اور اس بے عزتی پر میں خاموش ہرگز نہیں رہوں گی۔'' وہ طنزیہ مسکراہٹ سے بولیں۔

''ٹھیک ہے جو چاہو کرلو۔'' خدیجہ نے بھی دو ٹوک انداز سے کہا۔

''تمہیں بڑا مان ہے نا اپنی بیٹوں کی محبت اور ان کی دولت پر...... سب اکڑ نکل جائے گی۔'' زہرہ نے غصے سے کہا اور وہاں سے چلی گئیں اور خدیجہ صرف ہول کر رہ گئی تھیں۔ خدیجہ کو سب کچھ یاد تھا۔ وہ ایک دم گھبرا کر اٹھیں ان کے چہرے پر پریشانی کے آثار تھے۔ بے خیالی میں انہوں نے اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرا تو وہ پسینے سے تر تھا۔

''کہیں زہرہ اور اس کا بیٹا تو......؟'' خدیجہ نے پریشانی سے سوچا اور اپنا چہرہ دوپٹے سے پونچھنے لگیں۔ وہ گھبرائی ہوئی اپنے کمرے سے نکلیں تو فہام اور شمیلہ کو لاؤنج میں بیٹھا پایا۔

''مما! آپ ٹھیک تو ہیں......؟'' فہام نے ماں پر نظر پڑتے ہی ان کی گھبراہٹ کا اندازہ لگا لیا تھا۔

''شمیلہ! تم مما کے لیے جلدی گلوکوز لے آؤ۔ ان کی طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی۔'' فہام نے شمیلہ سے جان بوجھ کر کہا تو وہ ناگواری سے وہاں سے چلی گئی۔

''مما کیا بات ہے؟ آپ بہت گھبرائی ہوئی لگ رہی ہیں۔'' فہام نے ان کا ہاتھ پکڑ کر صوفے پر بٹھاتے ہوئے کہا تو خدیجہ اسے سب بتانے لگی تھیں۔

''کیا آپ کو یقین ہے کہ یہ حرکت زہرہ آنٹی اور فرحان کر سکتے ہیں؟'' وہ حیرت زدہ تھا۔

''مجھے شک ہے بیٹا، یقین نہیں۔'' خدیجہ نے گہری سانس لے کر کہا۔

''کیا رشتے سے انکار پر کوئی اس حد تک گری ہوئی حرکت بھی کر سکتا ہے؟'' فہام نے گہری سانس لے کر کہا۔

''بیٹا...... آج کل کسی کا کوئی اعتبار نہیں...... لوگ اوپر سے کچھ نظر آتے ہیں اور اندر سے کچھ...... اور زہرہ تو پورے خاندان میں کینہ پرور عورت مشہور ہے۔'' خدیجہ فکرمندی سے بولیں۔

''فرحان کی ریپو کون سی اچھی ہے...... اگر یہ حرکت ان دونوں کی ہے تو میں فرحان کو چھوڑوں گا نہیں۔'' فہام نے نہایت غصے سے کہا۔

''بیٹا ہر قدم سوچ سمجھ کر اٹھانا۔'' ماں نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

''آپ بے فکر رہیں۔''

''بیٹا...... بہت سے لوگ تم لوگوں کی آپس میں محبت اور ترقی سے بہت جلتے ہیں۔''

''اور جلنے والے کبھی کامیاب نہیں ہوتے۔'' فہام نے ماں کا جملہ مکمل کیا جو لاؤنج میں آتی شمیلہ کے کان میں بھی پڑ گیا تھا۔

☆☆☆

آزر کی حالت اب کافی بہتر تھی اور وہ اپنے فلیٹ میں شفٹ ہو چکا تھا۔ چند دنوں کے آرام کے بعد اس نے کالج جانا بھی شروع کر دیا۔ جس روز وہ کالج گیا تو جاتے ہی اس کا سامنا یمنیٰ سے ہوا۔ وہ اپنی گاڑی پارک کر کے بیگ اٹھائے اندر داخل ہو رہی تھی۔ آزر بھی اسٹک کے سہارے چلتا ہوا اندر داخل ہو رہا تھا۔ یمنیٰ نے گاگلز لگا رکھی تھیں، اس نے دور سے آزر کی طرف دیکھا اور اسے نظر انداز کرتے ہوئے آگے بڑھ گئی مگر اسے یوں جاتا دیکھ کر آزر کے چہرے کے تاثرات بدلنے لگے جواد نے جو اس کے ہمراہ چل رہا تھا اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے زور سے دبایا اور اسے نارمل رہنے کا اشارہ کیا۔

یمنیٰ کاریڈور میں داخل ہوئی تو حمنہ اس کا انتظار کر رہی تھی۔ چند دنوں میں ہی حمنہ، یمنیٰ کے بہت قریب آ گئی تھی اور دونوں میں بہت گہری دوستی ہو گئی تھی۔ یمنیٰ کی وجہ سے حمنہ میں بھی بہت تبدیلی آئی تھی۔ وہ قدرے پُراعتماد ہو گئی تھی۔ اب وہ یمنیٰ کے سامنے نہ تو اپنی محرومیوں کا زیادہ ذکر کرتی اور نہ ہی کسی سے کوئی گلہ شکوہ۔

یمنیٰ کا شمار کلاس کی ذہین ترین اسٹوڈنٹس میں ہونے لگا تھا وہ ایسے ایسے سوال کرتی کہ اساتذہ بھی اس کی ذہانت کے قائل ہو گئے تھے اور بعض اوقات جواب دیتے ہوئے زِچ ہونے لگتے۔ بہت جلد ہی یمنیٰ کی ذہانت کا ہر طرف چرچا ہونے لگا اور وہ اسٹوڈنٹس میں بہت مقبول ہونے لگی تھی۔ آزر کو اس کے دوستوں نے یمنیٰ کی بڑھتی ہوئی شہرت کے بارے میں کافی بڑھا چڑھا کر بتایا تھا اور وہ حیران ہو کر ان کی باتیں سنتا تھا۔

''لگتا ہے سب لوگوں کی آنکھوں پر پٹی بندھ گئی ہے۔ اس کالی چھچھوندر میں انہیں ایسا کیا خاص دکھائی دینے لگا ہے۔'' آزر طنزیہ لہجے میں کہتا۔

''یار وہ بہت brilliant ہے اور character کی بھی بہت اسٹرونگ ہے۔'' فرخ نے بے حد تعریفی لہجے میں کہا۔

''تم تو خواہ مخواہ ہی لڑکیوں سے امپریس ہو جاتے ہو۔'' آزر نے اس پر طنز کرتے ہوئے کہا۔

''یار صرف میں ہی نہیں کالج کے تمام ٹیچرز بھی اس سے بہت امپریس ہیں۔'' فرخ نے بجھے دل سے کہا۔ اب آزر خود اپنی آنکھوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ جس باوقار انداز میں شانِ بے نیازی سے ایک برقع پوش کے ہمراہ چل رہی تھی کہ آگے چلنے والے خود راستہ دیتے جا رہے تھے گویا وہ کہیں کی مہارانی ہو۔

''مگر اس کے ساتھ کون ہے؟'' آزر نے حمنہ کے گورے ہاتھوں کی جانب بغور دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''ارے حمنہ ہے، ہماری کلاس فیلو...... اس کی کلوز فرینڈ...... دونوں میں آج کل بہت دوستی ہے۔'' جواد نے اسے بتایا۔

''اوہ' چمگادڑ کے ساتھ سفید فاختہ...... کچھ جچ نہیں رہی۔'' حمنہ کے نقاب پوش چہرے پر اس کی آنکھیں، ماتھے کا کچھ حصہ تو ضرور دِکھتا اور پھر دونوں ہاتھ اس کی رنگت کی نشاندہی...... کرتے تھے۔ آزر نے تمسخرانہ انداز میں کہا۔

''یار کسی کو اتنا humiliate مت کرو۔'' جواد خفگی سے بولا۔

''کیوں، تمہیں بھی اس سے محبت ہونے لگی ہے؟'' آزر نے عجیب انداز سے کہا تو جواد سر جھٹک کر رہ گیا۔

''پلیز یار اب مجھے اتنا بھی underestimate نہ کرو۔'' دونوں اسے ڈسکس کرتے ہوئے کلاس روم میں داخل ہو گئے۔ یمنیٰ اگلی صف میں سب سے آگے حمنہ کے ساتھ بیٹھی تھی جبکہ آزر تیسری صف میں جواد کے ہمراہ بیٹھا تھا۔ لیکچرار نے لیکچر شروع کرنے سے

پہلے کالج میں ہونے والے الیکشنز کے بارے میں بتایا اور ساتھ ہی ان کے ڈیپارٹمنٹ کے امید وار کے بارے میں پوچھا تو سارے اسٹوڈنٹس ایک دوسرے کی جانب دیکھ کر بلند آواز میں یمنیٰ جمال، یمنیٰ جمال کہنے لگے۔

”نہیں...... نہیں میم۔“ وہ نفی میں سر ہلاتے ہوئے بولی۔

”کیوں...... مس یمنیٰ؟“ مسز نجیب نے پوچھا۔

”میم...... آئی ایم ناٹ انٹرسٹڈ۔“ اس نے کھڑے ہو کر قطعیت سے کہا۔

”لیکن میرا خیال ہے آپ جیسی ذہین اور آؤٹ اسٹینڈنگ اسٹوڈنٹ کو ضرور آگے آنا چاہیے۔“ انہوں نے مسکرا کر کہا۔

آزر کے گروپ کے لڑکے جو مسز نجیب اور یمنیٰ کی گفتگو بغور سن رہے تھے بلند آواز سے آزر عظیم آزر عظیم کی صدائیں لگانے لگے۔

”میم! آزر عظیم ہمارا candidate ہوگا۔“ جواد نے اپنی نشست سے کھڑے ہو کر کہا۔ مسز نجیب نے چونک کر جواد کی طرف دیکھا۔ آزر خود بھی حیران تھا۔

”کون...... آزر عظیم......؟“ مسز نجیب نے حیرت سے پوچھا تو اس لمحے آزر دوستوں کے اصرار پر کھڑا ہو گیا۔

”آئی سی...... آئی تھنک میں آپ کو بہت دنوں بعد کلاس میں دیکھ رہی ہوں۔“ مسز نجیب نے اپنی عینک درست کر کے اسے بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

”یس میم...... I was sick“ آزر نے آہستہ سے بتایا۔

”او کے...... کیا آپ اپنی کلاس کو represent کرنا چاہتے ہیں؟“ مسز نجیب نے پوچھا۔

"we want yumna, only yumna" پوری کلاس کے اسٹوڈنٹس نے یک زبان ہو کر کہا تو آزر کو اپنی توہین محسوس ہونے لگی اور وہ کھسیا کر خاموش بیٹھ گیا۔ اس کے چہرے پر غصے اور شرمندگی کے تاثرات نمایاں ہو رہے تھے۔

”مس یمنیٰ اب آپ کو اس الیکشن میں ضرور participate کرنا ہوگا۔ آپ ساری کلاس کی چوائس ہیں۔“ مسز نجیب نے مسکرا کر کہا تو یمنیٰ کھڑی ہو کر سب اسٹوڈنٹس کی طرف دیکھتے ہوئے انتہائی شُستہ لہجے میں بولی۔

"Dear guys.I think Mr Aazar is very suitable candidate, so please choose him. I am least interested in election.thanks"

آزر اور اس کے دوستوں نے چونک کر یمنیٰ کی طرف دیکھا جبکہ باقی کے کلاس فیلوز اس کی کوئی بات سننے کو تیار نہیں تھے۔

"we want only yumna"

ایک لڑکے نے آخری صف میں سے بلند آواز میں نعرہ لگایا اور سب نے اس کی تائید کی۔ کلاس میں کافی شور مچنے لگا۔ زیادہ اسٹوڈنٹس یمنیٰ کی حمایت میں بول رہے تھے جبکہ چند آزر کے حق میں نعرے لگا رہے تھے۔

"please keep quiet" مسز نجیب نے دونوں ہاتھوں کو ہلا کر قدرے بلند آواز میں سب کو خاموش ہونے کو کہا۔

”میرا خیال ہے آپ دونوں ہی الیکشن کے لیے کھڑے ہو جائیں اور پھر ساتھی اسٹوڈنٹس اپنی اپنی پسند سے جس کو چاہے ووٹ دیں اس طرح اکثریت جس کو ملی وہی آپ کا نمائندہ ہوگا۔“

”ہاں، یہ ٹھیک ہے۔“ سب اسٹوڈنٹس خوشی سے بولے جبکہ وہ دونوں بھی خاموش ہو گئے اور ٹیچر کی رائے کو مان لیا۔

☆☆☆

”یمنیٰ بیٹے تمہاری اسٹڈیز کیسی جا رہی ہیں؟“ رات کھانے کی میز پر جمال صاحب نے اس سے پوچھا۔

”ہاں ٹھیک ہے۔“ یمنیٰ نے کھانا کھاتے ہوئے جواب دیا۔

”کیا تمہارے کالج میں الیکشن وغیرہ ہو رہے ہیں اور تم بھی اس میں participate کر رہی ہو؟“ جمال صاحب نے مسکرا کر پوچھا۔

”ہاں، وہ اسٹوڈنٹس نے مجھے nominate کر دیا ہے ورنہ مجھے اس سب میں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔“ اس نے ناگواری سے کہا۔

”کیوں نہیں بیٹا...... تمہیں ایسی ایکٹی ویٹیز میں ضرور حصہ لینا چاہیے۔“ جمال صاحب نے کہا۔

”کیا ضرورت ہے ان فضول کاموں میں وقت ضائع کرنے کی۔ ویسے بھی لڑکیوں کو ان الیکشنز وغیرہ سے دور ہی رہنا چاہیے۔“ ایمن نے خفگی سے کہا۔

”ایمن تم کیسی باتیں کر رہی ہو۔ آج کل لڑکیاں کس شعبے میں اپنی صلاحیتوں کا لوہا نہیں منوا رہیں؟ اور میں بھی چاہتا ہوں میری بیٹی ہر جگہ نمایاں دکھائی دے۔“ جمال صاحب نے کہا۔

”آپ نے تو اس کا دماغ خراب کر رکھا ہے اور اب مزید خراب کر رہے ہیں۔“ ایمن دبے دبے لہجے میں بولیں تو یمنیٰ نے چونک کر ماں کی طرف دیکھا۔

”مجھے اپنی بیٹی پر فخر ہے۔“ جمال صاحب نے بڑے فخریہ انداز میں یمنیٰ کی طرف دیکھ کر کہا تو وہ زیرِ لب مسکرا دی۔

”جمال آپ بھی ناں......“ ایمن دانت کچکچا کر بولیں۔

”تم خفا کیوں ہو رہی ہو...... مجھے یہ بتاؤ۔ کیا میری بیٹی نے کبھی تمہیں نیچا دکھایا ہے؟ کبھی ہماری محبت سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش کی ہے۔ کیا ایسی بات ہے جو میں اسے ڈانٹوں۔“ انہوں نے حمایت کرتے ہوئے کہا تو ایمن غصے سے انہیں گھورتے ہوئے خاموش ہو گئیں۔

”ہاں...... بتاؤ ناں کس بات پر میں اسے منع کروں؟“ جمال صاحب نے پھر پوچھا۔

”سنیں کیا آپ نے کل کو اس کی شادی نہیں کرنی...... اسے دوسرے گھر نہیں بھیجنا...... ایک تو اس کے سارے شوق مردانہ ہیں، دوسرے اسے اپنی ہر بات منوانے کی عادت ہے کون سے سسرال والے لڑکیوں کے یوں ناز نخرے اٹھاتے ہیں۔ ہیرے جیسی لڑکیوں کو میں نے رُلتے دیکھا ہے۔ مجھے تو ہر وقت یہی فکریں پریشان کرتی ہیں۔“ ایمن نے کھل کر اپنے خدشات کا اظہار کیا تو یمنیٰ نے خفگی سے ماں کی طرف دیکھا اور ڈائننگ ٹیبل سے اٹھ کر جانے لگی تو جمال صاحب نے اسے روکا۔

”یمنیٰ بیٹے...... آپ کھانا ختم کریں۔ ایسے خدشات ہر ماں، باپ کو ہوتے ہیں۔ ایمن بھی ایک ماں ہے، تم ان کے جذبات کو سمجھو اور اسے اتنا سیریس مت لو۔“

”مگر ڈیڈی......“ یمنیٰ نے کچھ کہنا چاہا تو جمال صاحب نے ہاتھ کے اشارے سے اسے روک دیا۔

”میں سمجھتا ہوں بیٹا تمہاری فیلنگز مگر تمہاری ماں بھی کسی حد تک ٹھیک ہے۔“ یہ کہہ کر پھر بیوی سے مخاطب ہوئے۔

”اگر تم یہ چاہتی ہو کہ میں اپنی بیٹی کو گھر میں قید کر کے عام لڑکیوں کی طرح اس کی تربیت کروں گا یا اس پر بے جا پابندیاں لگاؤں تو یہ ناممکن ہے۔ رہی سسرال کی ڈیمانڈز تو کون سے سسرال والے اپنی بہوؤں سے خوش ہوئے ہیں۔ اب تم اپنے کو ہی دیکھ لو بہت سگھڑ اور تعلیم یافتہ تھی ناں لیکن اماں جی کبھی تم سے مطمئن ہوئیں؟“ جمال نے معنی خیزی سے کہا تو ایمن خاموش ہو گئیں۔ بات تو وہ درست کر رہے تھے۔

”اس لیے جو میں کر رہا ہوں، کرنے دو اور جو

یمنیٰ کرنا چاہتی ہے ہمیں اسے فل سپورٹ کرنی چاہیے۔ ہماری ایک ہی تو بیٹی ہے، ہماری تو کل کائنات یہی ہے اور مجھے اپنی اس کائنات کو کہکشاؤں سے بھرنا ہے۔'' جمال صاحب نے قدرے جذباتی انداز میں کہا تو یمن خاموش ہوگئیں۔

''بیٹا! جو کام کرنے کا سوچا ہے بھرپور انداز سے کرنے کی کوشش کرو...... اب جبکہ تم الیکشن میں حصہ لے رہی ہو تو یہ الیکشن تمہیں جیتنا ہے ہر صورت میں، تم اسٹوڈنٹس کی امید ہو، وہ تم پر اعتماد کررہے ہیں ان کے اس بھروسے کو توڑنا نہیں۔ بی کونفیڈینٹ...... میں تمہارے ساتھ ہوں۔ مجھے پرنسپل نے فون کرکے تمہارے بارے میں بتایا تھا اور مجھے خوشی ہوئی تھی کہ تمہیں اسٹوڈنٹس نے نامزد کیا ہے۔'' جمال صاحب نے مسکرا کر کہا۔

''اوکے...... ڈیڈی...... لیکن آپ وعدہ کریں آپ انتظامیہ پر کسی قسم کا پریشر نہیں ڈالیں گے۔ مجھ میں سچویشن ہینڈل کرنے کی کتنی پوٹینشل ہے مجھے اچھی طرح معلوم ہونا چاہیے۔'' یمنیٰ نے اپنا کھانا ختم کرتے ہوئے بڑے ٹھوس لہجے میں کہا۔

''یقیناً...... مائی ڈیر...... میں بھی ہمیشہ اس بات کا قائل رہا ہوں کہ undue فیور سے انسان وقتی کامیابی تو حاصل کرلیتا ہے مگر اس کامیابی میں نہ تو عزت ہوتی ہے اور نہ ہی وقار۔'' جمال صاحب نے کہا تو یمنیٰ مسکرانے لگی۔

☆☆☆

آزر کے سارے دوست اس کے فلیٹ میں جمع تھے اور صورتِ حال پر اپنی، اپنی رائے دے رہے تھے۔ آزر بظاہر ان کی باتیں سن رہا تھا مگر اس کا ذہن کہیں اور تھا۔ وہ سگریٹ کے گہرے کش لگاتے ہوئے دیوار کی جانب دیکھ رہا تھا جہاں یمنیٰ کا چہرہ بار بار نمودار ہورہا تھا۔

''یار آزر...... اس الیکشن کو جیتنا تمہارے لیے ایک بہت بڑا چیلنج ہے...... اسے جیت کر تم یمنیٰ سے اپنی انسلٹ کا بدلہ بھی لے سکتے ہو۔'' فرخ نے مسکرا کر کہا مگر آزر نے کوئی جواب نہ دیا۔

''لیکن یمنیٰ کو ہرانا آسان نہیں...... اس کا پلہ بہت بھاری ہے۔ ہمیں اسے ہرانے کے لیے خاص منصوبہ بندی کرنا ہوگی۔'' جواد نے اپنی رائے دی۔

آزر پھر خاموش رہا۔

''کیا مطلب؟'' اسامہ نے حیرت سے پوچھا۔

''تمام ایسے اقدامات جو آزر کی جیت کو یقینی بنائیں۔'' جواد نے جواب دیا۔

''یار تم کہاں گم ہو، ہم تمہاری جیت کے پروگرام بنا رہے ہیں اور تمہیں کچھ خبر ہی نہیں۔'' فرخ نے آزر کا کندھا ہلاتے ہوئے کہا۔

''ک...... کیا ہوا؟'' آزر نے چونک کر پوچھا۔

''واہ بھئی واہ...... کمالِ بے خبری ہے۔ جناب تم الیکشن لڑنے جارہے ہو اور تمہارا مقابلہ جس لیڈی ڈیانا سے ہے وہ انتہائی sharp minded اور vigilant ہے۔ مقابلہ بہت سخت ہے۔ تمہیں بھی اپنی بھرپور صلاحیتوں کا مظاہرہ کرنا ہوگا۔ یوں سمجھو تمہارے لیے زندگی اور موت کا مسئلہ ہے۔'' فرخ نے اسے قدرے جوش دلاتے ہوئے کہا تو آزر نے چونک کر اسے دیکھا اور قدرے جذباتی انداز میں ادھ پی سگریٹ کو ایش ٹرے میں مسلا اس کے چہرے کے تاثرات بدلنے لگے تھے۔

''یار بے چارے لڑکے کو کیوں جذباتی کررہے ہو...... الیکشن میں زندگی اور موت کا کیا سوال......؟'' جواد نے فرخ کی طرف دیکھ کر خفگی سے کہا۔

''سمجھا کرو ناں یار...... مخالف کوئی اور ہوتا تو شاید میں بھی اتنا جذباتی نہ ہوتا مگر یمنیٰ جمال کو ہرا کر میرے یار نے اپنی انسلٹ کا بدلہ بھی تو لینا

ہے۔ قدرت اسے ایک سنہری موقع دے رہی ہے تو اسے بھرپور فائدہ اٹھانا چاہیے۔'' فرخ نے آزر کا کندھا تھپتھپاتے ہوئے کہا۔

''ہاں...... مجھے یہ الیکشن ہر صورت میں جیتنا ہے۔ چاہے اس کے لیے مجھے کچھ بھی کرنا پڑے۔'' آزر نے قدرے ٹھوس لہجے میں کہا۔

''یار تم لوگ کیوں اسے سیریس ایشو بنا رہے ہو'' جواد نے قدرے سنجیدگی سے کہا

''ہاں، میرے لیے یہ اب زندگی اور موت کا ہی مسئلہ ہے۔'' آزر نے انتقامی لہجے میں جواب دیا۔

''یار یہ تو تمام اسٹوڈنٹس کی چوائس ہوگی وہ تمہیں چنیں یا یمنیٰ کو...... اور ان کی چوائس کو بدلا نہیں جاسکتا۔'' جواد نے کہا۔

''چوائس......؟'' آزر الفاظ چبا چبا کر بولا۔

''ہاں...... ہم کسی کو اس کی پسند اور ناپسند کے لیے مجبور تو نہیں کرسکتے۔'' جواد نے پھر جواب دیا۔

''پسند بدلی جاسکتی ہے اگر کسی کا ذہن بدل دیا جائے تو......؟'' آزر نے معنی خیز انداز میں یوں کہا کہ سب چونک کر اسے دیکھنے لگے پھر آزر نے فرخ اور اسامہ کو اپنے قریب کرکے رازدارانہ انداز میں کچھ کہا تو تینوں ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر مسکرانے لگے جواد کچھ فاصلے پر بیٹھا انہیں بغور دیکھ رہا تھا یکایک اس کے چہرے کے تاثرات غصے میں بدلنے لگے تھے۔

☆☆☆

الیکشن کمپین اپنے عروج پر تھی۔ یمنیٰ، حمنہ اور اس کی پارٹی کے تمام ممبرز کافی جوش وخروش سے سرگرم عمل تھے۔ وہ بھرپور کنویسنگ کررہے تھے۔ پورے کالج میں ہر طرف یمنیٰ کے پوسٹرز دکھائی دیتے تھے اور یوں لگتا تھا کہ یمنیٰ بلا مقابلہ ہی یہ الیکشن جیت لے گی مگر الیکشن کے دن کایا ہی پلٹی ہوئی تھی۔ ہر طرف آزر کے پوسٹرز اور اس کی حمایت میں نعرے لکھے ہوئے تھے۔ جیسے ہی یمنیٰ کالج میں داخل ہوئی تو حمنہ بھاگتے ہوئے قدرے پریشان حالت میں اس کے پاس آئی اور جلدی سے اس کا ہاتھ پکڑ کر ایک کونے میں لے گئی۔

''یار...... آزر بہت دھاندلی کررہا ہے۔'' حمنہ اسے بتانے لگی۔ یمنیٰ کے چہرے کے تاثرات بدلنے لگے۔

''تمہارے پاس اس کا کیا ثبوت ہے؟'' یمنیٰ نے جلدی سے پوچھا۔

''میرے پاس بہت authentic ثبوت ہے۔ تم کالج کی انتظامیہ کو انفارم کرو، میں ثبوت پیش کردوں گی۔'' حمنہ اس کے کان میں سرگوشی کرکے اسے بہت کچھ سمجھانے لگی۔

''ٹھیک ہے تم جاؤ اور جیسے ہی تم مجھے فون کروگی میں فوراً تمہارے پاس پہنچ جاؤں گی۔'' یمنیٰ نے حمنہ سے کہا اور دونوں وہاں سے چلی گئیں۔

☆☆☆

''دیکھو ایک ووٹ کی ہی تو بات ہے۔ تمہارے ایک ووٹ کے بدلے تمہیں ہزاروں روپے مل رہے ہیں پھر تم لوگوں کو کیا پرابلم ہے اور ویسے بھی ہم یہاں اس کالج میں کوئی ساری زندگی کے لیے تو نہیں ہیں ناں...... یہ الیکشن تو ایک fun ہے۔ تم سب اسے انجوائے کرو۔'' یہ سب کہہ کر ان کی ایک ماڈاسکاڈ کلاس فیلو سحرش نے اپنے بیگ کی زپ کھول کر نوٹوں کی گڈیاں انہیں دکھائیں اور کہنے لگی۔ ''آزر کو ووٹ دو...... اور یہ نوٹ لو۔'' سحرش نے مسکرا کر کہا۔ گڈی دیکھ کر کئی لڑکیوں کی آنکھوں میں ہوس اور حرص کی چمک دکھائی دینے لگی۔ وہ کالج کے لان میں کونے میں جمع تھیں اور بڑی رازداری سے باتیں کررہی تھیں۔

''ہاں...... یار ہمیں کیا ضرورت پڑی ہے کہ اپنا قیمتی ووٹ یمنیٰ کو دیں۔'' ایک لڑکی نے کہا اور سب نے اس کی ہاں میں ہاں ملائی۔

''ہاں ٹھیک ہے، ہمیں ایک نہ ایک کو تو ووٹ دینا ہی ہے چلو ہم سب آزر کو ہی ووٹ دیں گی۔'' سب نے یک زبان ہو کر کہا اور جیسے ہی سحرش ان میں روپے بانٹنے لگی تو حمنہ، یمنیٰ اور پرنسپل نے پیچھے سے آکر اس لڑکی سحرش کو رنگے ہاتھوں پکڑلیا۔ تمام لڑکیاں بھی گھبرا گئیں۔

''مس سحرش یہ سب کیا ہو رہا ہے؟ آپ ابھی اور اسی وقت میرے آفس میں آئیں۔'' پرنسپل نے غصے سے اسے کہا تو وہ حیران رہ گئی کہ یہ لوگ کہاں سے آگئے۔

''اور آپ اسٹوڈنٹس سے مجھے یہ امید نہیں تھی کہ ایک کالج ایکٹوٹی کو بھی آپ بزنس بنادیں گی۔ آپ سب کو شرم آنی چاہیے اور اب آپ سب سے ووٹنگ کا رائٹ چھین لیا جائے گا۔ آپ میں سے کوئی لڑکی بھی ووٹ نہیں دے سکے گی۔'' پرنسپل نے سختی سے کہا اور وہاں سے چلے گئے۔

☆☆☆

آزر پرنسپل کے آفس میں پوری انتظامیہ کے سامنے کھڑا تھا۔ اس نے شرمندگی سے سر جھکا رکھا تھا۔

''مسٹر آزر ہم نے تمام انکوائری کے بعد یہ فیصلہ کیا ہے کہ اب آپ الیکشن میں حصہ نہیں لے سکتے اور آپ کو الیکشن کے ساتھ ساتھ کالج سے بھی expel کیا جاتا ہے۔'' پرنسپل نے اپنا فیصلہ سنایا جبکہ آزر ہکا بکا دیکھتا رہ گیا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا۔

☆☆☆

یمنیٰ الیکشن جیت چکی تھی، وہ بہت خوش تھی۔ حمنہ اور اس کے تمام ساتھی اسٹوڈنٹس اس خوشی کو سیلیبریٹ کرنے کے بہت پروگرام بنا رہے تھے مگر یمنیٰ کے لیے یہ کوئی زیادہ خوشی کی بات نہیں تھی اور نہ ہی وہ اسے سیلیبریٹ کرنا چاہتی تھی مگر ساری کلاس اسے ٹریٹ دینے کے لیے فورس کر رہی تھی۔ پرنسپل اور کالج کی تمام انتظامیہ نے بھی جمال صاحب کو فون پر خصوصی مبارک دی تھی۔ وہ خود بھی یمنیٰ کی کامیابی پر بہت خوش تھے اور ایک فائیو اسٹار ہوٹل میں اس سلسلے میں ایک زبردست پارٹی کا پروگرام بنا رہے تھے۔ انہوں نے جب یمنیٰ سے اس کا ذکر کیا تو وہ ناراض ہونے لگی۔

''ڈیڈی، یہ کوئی اتنی بڑی achievement تو نہیں جسے اتنے بڑے پیمانے پر سیلیبریٹ کیا جائے۔'' یمنیٰ نے باپ سے کہا۔

''بھئی چیمبر کے پریزیڈنٹ کی بیٹی نے کالج الیکشن میں کئی candidates کو ہرا کر کامیابی حاصل کی ہے تو کیا یہ کوئی معمولی بات ہے؟'' جمال صاحب نے قدرے فخریہ انداز میں کہا۔

''کئی نہیں صرف ایک candidate آزر عظیم کو...... وہ جسے الیکشن سے پہلے ہی detain کر دیا گیا تھا اور ظاہر ہے اسٹوڈنٹس نے اس صورت میں صرف مجھے ہی choose کرنا تھا۔'' یمنیٰ نے صاف گوئی سے بتایا۔

''کیا...... آزر عظیم کو کالج سے expel کر دیا گیا ہے؟'' جمال صاحب نے پوچھا۔

''ہاں...... لیکن ڈیڈی...... کالج مینجمنٹ نے اس کے ساتھ زیادتی کی ہے۔ اسے ایک موقع تو دینا چاہیے تھا۔ اس کی اسٹڈیز ختم ہو گئیں۔ وہ یقیناً ڈپریشن میں چلا گیا ہو گا۔'' اس نے قدرے فکرمندی سے کہا۔

''پھر تم کیا چاہتی ہو؟'' انہوں نے پوچھا۔

''میرا خیال ہے اسے ایک موقع ملنا چاہیے اور اگر پھر وہ ایسی کوئی حرکت کرتا ہے تو پھر اسے expel کرنا چاہیے۔'' یمنیٰ نے جواب دیا۔

''کیا تمہاری اس کے ساتھ فرینڈ شپ ہے؟'' جمال صاحب نے پوچھا۔

''بالکل بھی نہیں...... اور ویسے بھی بات فرینڈ شپ کی نہیں اصول کی ہے۔'' یمنیٰ نے ٹھوس لہجے

میں کہا۔

''تمہارے خیال میں مجھے مینجمنٹ..... سے اس سلسلے میں بات کرنی چاہیے؟'' جمال صاحب نے استفہامیہ لہجے میں پوچھا۔

''آپ بتائیں اگر تو آپ اس بات کو ٹھیک سمجھتے ہیں تو ضرور بات کیجیے ورنہ نہیں۔'' یمنیٰ نے قطعیت سے کہا تو جمال صاحب اس کی بات سن کر سوچ میں پڑ گئے۔

☆☆☆

ردا لاؤنج میں صوفے پر بیٹھی چاکلیٹس کھاتے ہوئے کارٹون نیٹ ورک دیکھ رہی تھی۔ اس نے اپنے لمبے بالوں کی دو چٹیاں کر رکھی تھیں۔ فہام آفس سے واپس آیا اور ردا کو کارٹونز دیکھتا پا کر مسکراتے ہوئے اس کے قریب ہی بیٹھ گیا۔

''ارے، میں تمہارا یونیورسٹی میں ایڈمیشن کرانے کا سوچ رہا ہوں اور تم ابھی تک کارٹونز کی دنیا سے ہی باہر نہیں نکلیں۔'' فہام نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''فہام بھائی بہت دلچسپ کارٹون ہے...... آپ بھی دیکھیں ناں...... بہت مزہ آتا ہے۔'' ردا نے مسکراتے ہوئے کہا تو فہام محبت سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔ اسی اثنا میں ڈور بیل بجی ملازمہ نے جا کر دروازہ کھولا تو خاور کی امی کسی بڑی بی کے ساتھ آئی تھیں۔ زاہدہ ان دونوں کو لیے لاؤنج میں آئی تو فہام اور ردا انہیں دیکھ کر حیرت سے کھڑے ہو گئے۔

''آنٹی! ارے آپ......!'' دونوں ثروت آنٹی کو اچانک دیکھ کر حیرت زدہ ہو گئے۔

''ارے بیٹا تم اتنی اچھی لگیں کہ میں ثروت بہن کے ساتھ ملنے چلی آئی۔ جلدی میں فون بھی نہ کر پائی۔'' ثروت کے ہمراہ روحیل کی ماں جی تھیں جو کسی خاص غرض سے آئی تھیں۔ انہوں نے اس کی پیشانی چومتے ہوئے کہا۔

''آئیں، آئیں۔ میں مما کو بلاتی ہوں۔'' ردا نے جلدی سے کہا۔

''آپ لوگ تشریف رکھیے۔'' فہام نے ان دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو دونوں مسکراتے ہوئے بیٹھ گئیں۔ اتنے میں ردا ماں کو لیے لاؤنج میں آ گئی۔

''بیٹا زاہدہ سے کہو کہ وہ اچھی سی چائے بنا لائے اور تم پہلے پانی پلا دو۔'' خدیجہ نے ردا کو ہدایت دی اور مسکرا کر مہمانوں کی طرف بڑھیں۔

''ارے تکلف نہ کیجیے۔'' ماں جی نے مسکرا کر کہا اور ردا ''کوئی بات نہیں آنٹی'' کہہ کر پانی لینے چلی گئی۔

''معذرت چاہتی ہوں کہ آپ کے جواب کا انتظار کیے بغیر ہم لوگ آ گئے۔'' ثروت نے کھنکارتے ہوئے اپنے آنے کا مقصد بتایا۔

''اس میں ان کا نہیں میرا ہی قصور ہے۔ میں نے ہی انہیں مجبور کیا۔ دراصل آپ کی بچی میرے دل میں ایسی سمائی کہ کیا بتاؤں...... دل چاہتا ہے کہ فوراً اسے اپنی بہو بنا کر گھر لے آؤں۔'' ماں جی جلدی سے بولیں تو خدیجہ بیٹے کی طرف دیکھنے لگیں۔

''آنٹی...... ہم آپ کی خواہش کا احترام کرتے ہیں مگر ردا کو یونیورسٹی میں پڑھنے کا بہت شوق ہے اور ابھی تک ردا کی ایسی کوئی خواہش نہیں جو میں نے پوری نہ کی ہو۔'' فہام نے بڑی رسانیت سے ان سے کہا۔

''بیٹا...... کیا آپ محض اس کی تعلیم کی وجہ سے سوچ میں پڑے ہیں یا کوئی اور بات ہے؟'' ماں جی نے جلدی سے اس سے پوچھا۔

''جی ہاں...... خاور اور یاور نے بھی مجھ سے آپ کے بیٹے کے بارے میں بات کی تھی۔ دونوں نے اس کی بہت تعریف کی تھی خود مجھے بھی وہ اچھا لگا لیکن پہلے میں ردا کی خواہش پوری کرنا چاہتا ہوں اگر آپ اس کی تعلیم مکمل ہونے تک انتظار کر سکتی ہیں تو ٹھیک ہے۔'' فہام نے ماں کی طرف دیکھ کر کہا۔

''بیٹا میں نے خود ساری زندگی ٹیچنگ کی ہے اور تعلیم کو بہت اہمیت دیتی ہوں۔ ردا شادی کے بعد بھی پڑھ سکتی ہے۔ ہماری طرف سے اس پر ذرا سی بھی پابندی نہیں ہو گی۔ میں خود یونیورسٹی میں اس کا ایڈمیشن کرواؤں گی۔'' ماں جی نے ایک دم خوش ہو کر کہا۔

''بہن...... شادی کے بعد لڑکی بہت سی گھریلو ذمے داریوں میں الجھ کر رہ جاتی ہے ایسے میں تعلیم جاری رکھنا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ آپ تھوڑا انتظار کر لیں۔'' خدیجہ بیگم نے فہام کی طرف دیکھتے ہوئے ان سے کہا۔

''دراصل میں دل کی مریضہ ہوں، اب اس عمر میں اپنے اکلوتے بیٹے کی خوشی دیکھنے کی آس میں ایک، ایک پل گزار رہی ہوں، میری زندگی کا بھی کوئی بھروسا نہیں اگر آپ مہربانی کریں تو......'' ماں جی نے جذباتی انداز میں نم آنکھوں سے کہا تو خدیجہ فکرمندی سے بیٹے کو دیکھنے لگیں۔

''ٹھیک ہے...... میں اپنے دوسرے بیٹوں سے بھی مشورہ کر کے ایک دو روز تک آپ کو بتا دوں گی۔'' خدیجہ مسکراتے ہوئے بولیں۔

''تو کیا میں پُر امید رہوں؟'' ماں جی نے مسکراتے ہوئے پوچھا تو وہ صرف ایک گہری سانس لے کر خاموش ہو گئیں۔

☆☆☆

اس روز خدیجہ بیگم کسی کام سے شمیلہ کے کمرے میں جانے لگیں مگر دروازے پر پہنچ کر رک گئیں اندر سے شمیلہ کے باتیں کرنے کی آواز آ رہی تھی وہ شاید فون پر کسی سے ردا کے بارے میں غلط سلط باتیں کر رہی تھی اور تمام میسجز کی روداد کسی کو سنا رہی تھی۔ وہ کچھ دیر کھڑی رہیں مگر زیادہ دیر نہ سن پائیں اور اپنے کمرے میں آ کر بیٹھ گئیں۔ ان کی سانسیں تیز تیز چل رہی تھیں۔ وہ شدید کرب کا شکار تھیں۔

خدیجہ، شمیلہ کی باتیں سن کر شدید ڈپریشن میں آ گئی تھیں۔ انہیں یقین نہیں آ رہا تھا کہ شمیلہ ان کی بیٹی کے لیے ایسے منفی جذبات دل میں رکھتی ہے وہ تو پورے خاندان میں ردا کی عزت برباد کرنے پر تلی تھی اور اس بات نے خدیجہ کو ایک اہم فیصلہ کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ اس روز انہوں نے فہام اور عاصم کو اپنے کمرے میں بلایا۔

''میں نے ایک فیصلہ کیا ہے اور تم لوگوں کو اس لیے بلایا ہے کہ اس کے بارے میں تمہیں بتا دوں۔'' خدیجہ نے نہایت سنجیدگی سے کہا تو دونوں نے چونک کر ماں کو دیکھا۔

''کیسا فیصلہ......؟'' عاصم نے گھبرا کر پوچھا۔

''میں نے ردا کی شادی فوری کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔'' انہوں نے حتمی انداز میں بتایا۔

''کیا...... ردا کی شادی؟ یہ اچانک بیٹھے بٹھائے آپ کو کیا سوجھی ہے مما...!'' عاصم نے انتہائی حیرت سے تقریباً چلاتے ہوئے کہا۔

''مما! یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں، ردا تو ابھی یونیورسٹی میں ایڈمیشن لے رہی ہے اور......'' فہام نے بھی نہایت حیرت سے ماں کو دیکھ کر کہا۔

''بیٹا...... روحیل کا رشتہ بہت اچھا ہے اور میں اس رشتے کو انکار نہیں کرنا چاہتی۔'' انہوں نے اس کی طرف بغور دیکھ کر کہا۔

''کیا دنیا میں صرف یہی ایک رشتہ ہے...... اگر آپ نے اس سے انکار کر دیا تو کیا ردا کی کہیں اور شادی نہیں ہو گی؟'' عاصم نے خفگی بھرے لہجے میں کہا۔

''بیٹا ممکن ہے کہ اچھا لڑکا مل جائے لیکن روحیل کی ماں جی جتنی محبت اور چاہت سے یہ رشتہ مانگ رہی ہیں...... انہیں انکار کرنے کو میرا دل نہیں چاہ رہا...... اتنی عزت اور قدر کرنے والے لوگ بہت کم ملتے ہیں...... ناقدری، ہیرے جیسی لڑکیوں کو

بھی کنکر بنا دیتی ہے اس لیے میں نے یہ فیصلہ بہت سوچ سمجھ کر کیا ہے۔'' خدیجہ نے دلدوز انداز میں کہا۔

''کیا آپ نے ردا سے پوچھا ہے؟'' عاصم نے حیرت سے پوچھا۔

''میں اسے منالوں گی۔'' خدیجہ نے گہری سانس لے کر کہا۔

''اور حاتم بھائی......؟'' عاصم نے غصے سے کہا۔

''اس کا بھی یہی فیصلہ ہوگا۔'' انہوں نے یقین سے کہا۔

''فہام بھائی کیا آپ مما کے اس فیصلے کو صحیح سمجھتے ہیں؟'' عاصم نے بڑے بھائی کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

''جب مما مجھ سے کچھ ڈسکس کیے بغیر کوئی فیصلہ کرتی ہیں تو اس کے پیچھے کوئی بہت مضبوط reason ہوتا ہے۔ اس لیے مجھے بھی ان کا یہ فیصلہ منظور ہے۔'' فہام نے گہری سانس لے کر ماں کی طرف دیکھ کر کہا۔

''ٹھیک ہے، جو آپ لوگوں کی مرضی...... میں کیا کہہ سکتا ہوں۔'' عاصم نے کندھے اچکا کر کہا اور اٹھ کر کمرے سے چلا گیا۔

''مما! میں آپ سے بحث نہیں کروں گا لیکن مجھے اس فیصلے سے صرف یہ دکھ ہوگا کہ میں ردا کی تعلیم حاصل کرنے کی خواہش پوری نہیں کرسکا۔'' فہام نے ماں کی طرف بغور دیکھ کر کہا۔

''بیٹا...... ایک ماں کے لیے بیٹی کی عزت اس کی ناموس سب سے اہم ہوتی ہے نہ کہ صرف اس کی خواہشات......'' خدیجہ بیگم نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

''کیا مطلب......؟ کیا آپ اس وجہ سے یہ فیصلہ کررہی ہیں۔'' فہام نے چونک کر پوچھا۔

''ہاں...... جب بات ایک زبان سے نکل کر دوسروں تک پہنچنے لگے تو پھر بھڑکتی آگ کی طرح اس پر قابو پانا مشکل ہوجاتا ہے۔ لوگ معصوم بچیوں پر کیچڑ اُچھالتے ہوئے ایک لمحے کے لیے بھی نہیں سوچتے کہ......!'' خدیجہ نے نم آنکھوں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

''کیا آپ نے کسی سے کوئی بات سنی ہے؟'' فہام نے چونک کر پوچھا۔

''نہیں۔ لیکن بات نکلنے میں دیر بھی نہیں لگتی۔ اس لیے پہلے ہی بند باندھنا ضروری ہے۔'' خدیجہ بیگم نے اپنے آپ پر قابو پالیا تھا۔ انہوں نے فوراً ثروت کا نمبر ملایا اور ان سے بات کرنے لگیں۔

☆☆☆

روحیل آفس سے آکر لاؤنج میں صوفے پر بیٹھا تھا کہ ماں جی کچن سے کھانا ٹرے میں رکھ کر آہستہ آہستہ لاؤنج میں چلی آئیں۔ روحیل جلدی سے اٹھا اور ان کے ہاتھ سے ٹرے پکڑنے لگا۔

''ماں جی آپ نے مجھے کیوں نہیں کہا......؟'' اس نے ٹرے ان سے لے کر میز پر رکھ دی۔

''بیٹا...... ابھی تو تم آفس سے آئے ہو، بس منہ ہاتھ دھو کر جلدی سے آجاؤ۔'' وہ جانے لگا تو لاؤنج میں رکھے ٹیلی فون کی بیل بجنے لگی اس نے بڑھ کر جلدی سے فون اٹھالیا۔

''اوہ...... ثروت آنٹی...... کیسی ہیں آپ؟'' روحیل نے مسکراتے ہوئے کہا تو ماں جی ثروت کا نام سن کر چونکیں اور جلدی سے روحیل کے پاس آگئیں۔

''میری بات کرواؤ......'' ماں جی بے صبری سے بولیں تو روحیل نے مسکراتے ہوئے ریسیور انہیں تھما دیا اور خود واش روم چلا گیا۔

''میں آپ کے ہی فون کا انتظار کررہی تھی۔'' ماں جی نے جلدی سے کہا۔

''بہت مبارک ہو...... ردا کے گھر والوں نے ہاں کردی ہے۔'' ثروت نے مسکراتے ہوئے انہیں خوشخبری سنائی۔

''کیا واقعی......؟ ماں جی نے انتہائی خوشی اور حیرت کا اظہار کیا۔

''جی ہاں...... ابھی ردا کی امی کا فون آیا تھا۔ اللہ نے آپ کی بہت بڑی خواہش پوری کردی ہے۔'' ثروت مسکراتے ہوئے بولیں۔

''اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے، میں تو ابھی شکرانے کے نفل پڑھوں گی۔ اب ہم رسم کرنے کب جائیں؟'' ماں جی نے بے صبری سے پوچھا۔

''جب آپ کا دل چاہے۔'' ثروت نے ہنستے ہوئے کہا۔

''میں روحیل سے بات کرکے آپ کو بتاتی ہوں، آپ کے خلوص اور تعاون کا بہت بہت شکریہ......'' ماں جی نے خوش دلی کے ساتھ ان کا شکریہ ادا کیا۔

''بیٹا...... بہت مبارک ہو، ردا کے گھر والوں نے تمہارا رشتہ قبول کرلیا ہے۔ میں ابھی فضیلت کو بتاتی ہوں۔'' ماں جی نے ریسیور رکھ کر روحیل کی طرف دیکھتے ہوئے انتہائی خوش ہوکر کہا۔

''یعنی کہ آپ کی خواہش پوری ہوگئی۔'' روحیل نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

''کیا...... تم خوش نہیں ہوئے؟'' ماں جی نے حیرت سے پوچھا۔

''آپ کو خوش دیکھ کر خوش ہورہا ہوں ورنہ...... اتنی خوشی کی تو کوئی بات نہیں۔'' روحیل نے قدرے بے پروائی سے کہا۔

''روحیل...... تمہیں خوش ہونا چاہیے، تمہیں ہیرے جیسی لڑکی مل رہی ہے۔'' ماں جی نے قدرے حیرت سے کہا۔

''ہاں دیکھیں گے......'' وہ معنی خیزی سے کہہ کر وہاں سے چلا گیا۔

☆☆☆

زاہدہ کچن میں برتن دھونے میں مصروف تھی جبکہ شمیلہ وہیں پھل کاٹ کاٹ کر کھا رہی تھی۔ زاہدہ نے ایک نظر اس کی طرف دیکھا اور پھر برتن دھونے میں مصروف ہوگئی۔

''زاہدہ تم بہت کام کرتی ہو، میں فہام سے کہہ رہی تھی کہ تمہارے ساتھ کوئی اور میڈ بھی ارینج کردے۔'' شمیلہ نے پھل کاٹتے ہوئے کہا۔

''نہیں، نہیں مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں آرام سے سارا کام کرلیتی ہوں اور جب ردا بی بی فارغ ہوتی ہیں تو وہ بھی میری تھوڑی بہت مدد کردیتی ہیں۔'' زاہدہ نے رکھائی سے کہا۔

''ہونہہ...... اس نے کیا کام کرنا ہے۔ اس کے تو نازنخرے ہی نہیں ختم ہوتے...... اب تو ویسے بھی وہ یونیورسٹی جانے والی ہے۔'' شمیلہ نے نفرت سے منہ بنا کر کہا تو زاہدہ کو غصہ آنے لگا۔

''نہیں...... وہ یونیورسٹی تو نہیں جارہیں۔ انہیں تو سسرال بھیجنے کی باتیں ہورہی ہیں۔'' زاہدہ نے گہری سانس لے کر کہا۔

''یہ تم کیا کہہ رہی ہو اور تم سے یہ بات کس نے کہی ہے؟'' شمیلہ انتہائی حیرت سے پھل وہیں چھوڑ کر زاہدہ کے قریب آتے ہوئے پوچھنے لگی۔

''بیگم صاحبہ...... نے مجھے خود بتایا ہے کہ ایک بہت اچھا رشتہ آیا ہے اور وہ بھی جلد از جلد ردا بی بی کی شادی کا سوچ رہی ہیں۔'' اس نے مسکراتے ہوئے کہا تو شمیلہ کے چہرے پر خفگی کے تاثرات نمایاں ہونے لگے۔

''اچھا...... مجھے اور فہام کو اس بات کی کوئی خبر نہیں۔'' شمیلہ نے منہ پھلا کر کہا۔

''نہیں، نہیں...... فہام بھائی اس بات کو جانتے ہیں، وہ اس وقت بیگم صاحبہ کے پاس ہی بیٹھے تھے۔ جب وہ مجھے بتارہی تھیں۔'' زاہدہ نے بتایا تو شمیلہ کو اس پر بہت غصہ آیا اور وہ سب کچھ وہیں چھوڑ کر کچن سے باہر چلی گئی۔ زاہدہ نے برا سامنہ بنا کر اسے

دیکھا اور پھر برتن دھونے لگی۔

☆☆☆

شمیلہ انتہائی جھنجلاہٹ میں اپنے کمرے میں پاؤں پٹختے ہوئے آئی تھی، اس کا چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا۔ زاہدہ کی باتیں سن کر اس کا خون کھول رہا تھا۔ اس نے موبائل لے کر ریحانہ کا نمبر ملایا اور غصے سے ہیلو کہا۔

''شمیلہ! سب ٹھیک تو ہے ناں؟'' ریحانہ نے گھبرا کر پوچھا۔

''مما! آپ ہر بات میں مجھے جھوٹا کہتی ہیں اور مجھے ہی کمپرومائز کرنے کو کہتی ہیں لیکن اس گھر کے لوگ مجھے کیا سمجھتے ہیں یہ مجھے آج پتا چل گیا ہے۔'' اس نے روہانسی ہو کر ریحانہ سے کہا۔

''شمیلہ تم یہ کیا باتیں کر رہی ہو...... کیا ہوا ہے؟'' ریحانہ نے انتہائی حیرت سے پوچھا۔

''اس گھر میں میری حیثیت ایک ملازمہ جتنی بھی نہیں۔'' شمیلہ انتہائی غصے سے کہہ کر سسکیاں بھرنے لگی۔

''کیا اول فول بک رہی ہو؟'' ریحانہ نے خفگی سے کہا۔

''گھر میں ردا کی شادی کی باتیں ہو رہی ہیں اور مجھے کسی نے بتانا تک گوارا نہیں کیا۔ مجھے یہ بات ملازمہ نے بتائی ہے کہ خالہ جان نے یہ باتیں اس سے کی ہیں مگر مجھ سے نہیں۔'' شمیلہ خفگی سے بولی۔

''اچھا...... ردا کا رشتہ طے ہو رہا ہے؟ آپا نے مجھ سے بھی ذکر نہیں کیا۔'' ریحانہ نے حیرت سے کہا۔

''دیکھا آپ نے.... ہماری یہ اوقات ہے......'' شمیلہ نے آگ بگولہ ہوتے ہوئے کہا۔

''بیٹا! اس میں ضرور کوئی بات ہوگی، وہ بتا دیں گی تمہیں۔ تم گھر کی بہو ہو، تمہیں بتائے بغیر وہ کیسے رشتہ طے کر سکتی ہیں۔'' انہوں نے گہری سانس لے کر اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

''ہاں، آپ نے تو ہمیشہ ان کی ہی سائڈ لی ہے۔'' وہ غصے سے بڑبڑائی اور موبائل آف کر دیا۔ وہ شدید غصے کے عالم میں تھی کہ کمرے کا دروازہ کھلا اور فہام اندر داخل ہوا۔ شمیلہ کا موڈ آف دیکھ کر چونکا اور اس کے پاس ہی آ بیٹھا۔

''تم ٹھیک تو ہو ناں؟'' فہام نے شمیلہ کی طرف بغور دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''آپ کو اس سے کیا؟'' وہ نخوت سے بولی۔

''یہ تم کس لہجے میں بات کر رہی ہو؟'' فہام نے حیرت سے پوچھا۔

''نہیں...... میں تو یونہی کہہ رہی تھی۔'' شمیلہ ایک دم نارمل ہونے کی کوشش کرنے لگی۔

''چلو مما کے پاس...... ردا کا رشتہ آیا ہے، مما تم سے رائے لینا چاہتی ہیں۔'' فہام نے ذرا لہجہ سخت کر کے کہا۔

''مجھ سے کیوں......؟'' شمیلہ نے بیزاری ظاہر کی۔

''تم اس گھر کی بہو ہو اگر مما تمہیں اہمیت دے رہی ہیں تو تم... تم بھی ان کی عزت کرو، بحث مت کرو اور ہاں ان سے کوئی فضول باتیں کرنے کی بھی ضرورت نہیں۔ بس خاموشی سے سننا۔'' فہام نے بغور اسے دیکھ کر ہر لفظ چبا چبا کر ٹھوس لہجے میں کہا تو شمیلہ صرف ماتھے پر بل ڈال کر... رہ گئی، بولی کچھ نہیں اور اس کے ساتھ کمرے سے باہر چلی گئی۔

''خیریت تو ہے آج نیوز پیپر بڑے غور سے پڑھا جا رہا ہے۔'' فہام اپنے کمرے سے نکل کر باہر آیا تو ردا کو بغور اخبار پڑھتے ہوئے دیکھ کر پوچھا۔

''فہام بھائی میں یونیورسٹیز میں ایڈمیشن کے بارے میں ads پڑھ رہی ہوں۔ آپ تو میرے لیے ابھی تک کسی بھی یونیورسٹی کا بروشر نہیں لائے۔'' ردا نے مصنوعی خفگی سے کہا۔ فہام ایک دم خاموش ہو گیا۔

''فہام بھائی...... مجھے اس یونیورسٹی کے

پروگرامز کلک کر رہے ہیں، یہ دیکھیں۔'' ردا نے بھائی کو اخبار دکھاتے ہوئے کہا۔ اس نے ایک نظر اخبار کو دیکھا اور پھر بے دلی سے میز پر رکھ دیا۔

''کیا بات ہے، آپ خاموش کیوں ہیں؟'' ردا نے چونک کر پوچھا۔ اسی وقت خدیجہ بیگم وہاں آ گئیں...... فہام نے ان کی... طرف دیکھا اور خاموشی سے وہاں سے چلا گیا۔

''یہ فہام بھائی کو کیا ہوا...... آج میرے ایڈمیشن میں کوئی انٹرسٹ ہی نہیں لے رہے۔'' ردا نے پریشانی سے ماں کی طرف دیکھ کر کہا۔

''اس لیے...... کہ میں نے تمہاری شادی کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔'' انہوں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر سرگوشی کے سے انداز میں کہا۔

''میری شادی کا فیصلہ...... یہ...... یہ...... آپ کیا کہہ رہی ہیں؟'' ردا انتہائی حیرت زدہ ہو کے روہانسے لہجے میں بولی۔

''روحیل کی ماں جی بہت محبت اور چاہت سے تمہارا رشتہ لائی ہیں، لڑکا بھی بہت اچھا ہے اور اچھے خاندانی لوگ ہیں، اس لیے میں نے سوچا کہ تمہاری شادی روحیل سے کر دوں۔'' انہوں نے مسکراتے ہوئے اس کے سر پر پیار دیتے ہوئے کہا۔

''تو کیا وہ اس لیے ہمارے گھر آئی تھیں؟'' ردا انتہائی حیرت سے بولی۔

''ہاں بیٹا۔'' خدیجہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''لیکن میں ابھی شادی نہیں کروں گی، مجھے ابھی پڑھنا ہے۔'' ردا نے منمناتے ہوئے کہا۔

''روحیل کی ماں جی نے کہا ہے کہ تم شادی کے بعد بھی اپنی تعلیم جاری رکھ سکتی ہو۔'' خدیجہ نے سمجھاتے ہوئے کہا۔

''لیکن...... مما اتنی جلدی شادی...... مجھ کو کچھ سمجھ نہیں آ رہا...... پلیز آپ ابھی انہیں روک دیں ناں......'' ردا نے منہ بسورتے ہوئے کہا۔

''بیٹا...... پروپوزل بہت اچھا ہے، میں نے تمہاری تعلیم کو وجہ بنا کر ٹالنا چاہا تھا مگر انہوں نے خود تمہیں پڑھانے کا کہہ کر مجھے لاجواب کر دیا ہے۔ تمہارے لیے ان کی اتنی محبت اور چاہت نے مجھے یہ فیصلہ کرنے پر مجبور کیا ہے۔'' ماں نے اطمینان دلاتے ہوئے کہا وہ اپنے آنسوؤں پر قابو نہ رکھ سکی۔

''مما! آپ نے اتنی جلدی فیصلہ کیوں کیا...... میں آپ لوگوں کے بغیر کیسے رہ پاؤں گی......؟'' ردا نے سسکی بھر کر کہا۔

''یہ بات میرے لیے بھی مشکل ہے لیکن ایک نہ ایک دن تو تمہیں اپنے گھر بھیجنا ہی ہے، کیوں نہ اس گھر بھیجوں جہاں تمہاری عزت اور قدر ہو......'' خدیجہ نے مسکرا کر اسے سمجھاتے ہوئے کہا تو وہ خاموش ہو گئی۔

''بیٹا...... تم بھی ان کی محبت اور چاہت کی قدر کرنا...... جب محبت کا جواب وفا اور خلوص سے نہیں ملتا تو دل ٹوٹ جاتے ہیں، کسی کے دل کو مت توڑنا...... خدا تمہارا نصیب اچھا کرے۔'' خدیجہ نے ممتا بھرے لہجے میں بیٹی کو دعا دی تو وہ ماں سے لپٹ گئی۔ اس کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز تھیں۔

☆☆☆

رات گہری ہو رہی تھی ہر طرف خاموشی چھائی تھی۔ ردا اپنے کمرے میں صوفے پر گم صم بیٹھی تھی...... اور اس کے چہرے پر پریشانی کے تاثرات تھے۔

''توقیر نے مجھ سے کتنی بار محبت کا اظہار کیا مگر میرے دل نے اس کی محبت کو قبول نہیں کیا اور روحیل!...... ردا نے پریشانی سے سوچا اور اس کی آنکھوں کے سامنے روحیل کا چہرہ گھومنے لگا۔ ''وہ جس شخص سے صرف ایک بار ملاقات ہوئی ہے اسے میرے دل نے کیسے قبول کر لیا۔ شاید وہی میری قسمت میں لکھا ہے۔ اس لیے مما نے بھی فوراً ہاں کہہ دی شاید یہی میرا نصیب ہے۔'' ردا انہی سوچوں میں گم تھی کہ

اس کا موبائل بجا۔

''رشنا کا فون اس وقت......'' وہ نام پڑھ کر خود ہی بولی اور رشنا کا فون جلدی سے ریسیو کیا۔

''ہاں یار...... کیسی ہو اور سناؤ کہاں غائب ہو کوئی خیر خبر نہیں اور کس یونیورسٹی میں ایڈمیشن لے رہی ہو تم نے بتایا ہی نہیں۔'' چھوٹتے ہی اس نے ڈھیروں سوالات کیے۔

''کسی بھی یونیورسٹی میں نہیں۔'' ردا نے آہستہ آواز میں اسے بتایا۔

''کیوں...... کیوں؟'' رشنا نے چونک کر پوچھا۔

''مما...... میری شادی کا پلان کر رہی ہیں۔'' ردا نے بیزاری سے بتایا۔

''تمہاری...... شادی......؟'' وہ حیرت سے چلاتے ہوئے بولی۔

''یہ تو بہت بڑا سرپرائز ہے، تم نے تو کوئی ذکر ہی نہیں کیا تھا۔'' رشنا حیرت زدہ ہوتے ہوئے بولی۔

''مجھے تو خود سمجھ میں نہیں آ رہا...... یہ سب کیا ہو رہا ہے۔'' ردا سہیلی کو تفصیل بتانے لگی اور وہ بہت متجسس ہو کر سننے لگی۔

''اس کا مطلب ہے لڑکے سے زیادہ اس کی ماں کا دل تم پر آیا ہے۔ یار اگر ماں کی محبت کو دیکھ کر شادی کرنی تھی تو میری مما بھی تمہیں بہت پسند کرتی تھیں...... اچھا، اچھا...... مذاق کر رہی ہوں، اللہ تمہیں بہت خوش رکھے۔'' رشنا نے قہقہہ لگا کر کہا تو ردا ایک دم بوکھلا گئی۔

''فضول باتیں مت کرو۔'' ردا نے پریشان ہو کر کہا۔

''میں مما اور توقیر بھائی کو بتاؤں گی تو وہ بھی بہت خوش ہوں گے۔'' رشنا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''نہیں...... نہیں...... انہیں پلیز مت بتانا۔'' ردا نے بوکھلا کر جلدی سے کہا۔

''کیوں...... تم کیوں چھپانا چاہ رہی ہو؟'' رشنا نے ایک دم چونک کر پوچھا۔

''کچھ نہیں بس ایسے ہی...... اچھا پھر بات کروں گی۔'' ردا نے گھبرا کر کہا اور فون بند کر دیا۔

☆☆☆

ردا ملازمہ کے ہمراہ ڈائننگ ٹیبل سیٹ کرنے میں مصروف تھی جبھی خدیجہ اس سے مخاطب ہوئیں۔

''بیٹا...... فہام وغیرہ ابھی تک نہیں آئے۔ خدا خیر کرے بہت دیر لگا دی۔''

''مما فہام بھائی کا فون آیا ہے۔ وہ لوگ بس پہنچنے والے ہیں، ائرپورٹ سے آتے ہوئے ٹائم تو لگتا ہے ناں۔'' ردا نے مسکراتے ہوئے کہا تو عاصم گنگناتا ہوا اپنے کمرے سے باہر نکلا اور ڈائننگ ٹیبل کو دیکھنے لگا۔

''واہ...... بھئی آج ٹیبل بھری ہوئی ہے۔ کیا تمہارے کوئی خاص مہمان آ رہے ہیں؟'' اس نے معنی خیز انداز میں ردا سے پوچھا۔

''جی نہیں...... آپ کے بھائی...... حاتم کے لیے یہ اہتمام ہوا ہے۔'' ردا اسے چڑا کر بولی۔

''کیا وہ کوئی میم، شیم لا رہے ہیں؟'' عاصم نے سرگوشی کے سے انداز میں پوچھا۔

''ارے نہیں...... بیٹا! وہ اتنے دنوں بعد گھر آ رہا ہے اس نے تو باہر ڈھنگ سے کھانا بھی نہیں کھایا ہوگا، میں نے اسی لیے یہ کھانے بنوائے ہیں۔'' انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''مما! آپ جیسی گریٹ اینڈ لونگ مدر پوری دنیا میں نہیں ہوگی۔'' عاصم نے مسکرا کر ماں کے گلے میں بازو ڈالتے ہوئے محبت سے کہا اسی وقت فہام کی گاڑی کا ہارن سنائی دیا۔

''وہ لوگ آ گئے۔'' ردا خوش ہو کر دروازے کی طرف بڑھی جبھی دونوں مسکراتے ہوئے اندر داخل ہوئے۔

''میرا بیٹا کتنا کمزور لگ رہا ہے۔'' خدیجہ نے

بڑھ کر حاتم کی پیشانی چومتے ہوئے کہا۔

''مما! یہ بڑی محنت کر کے آیا ہے۔ ماشاء اللہ بہت شاندار ڈیل کر کے آ رہا ہے۔'' فہام نے مسکراتے ہوئے ماں کو بتایا۔

''ماشاء اللہ...... اللہ نظرِ بد سے بچائے۔'' انہوں نے مسکراتے ہوئے اسے گلے سے لگایا۔

''جلدی سے فریش ہو کر آئیں، مجھے بہت بھوک لگی ہے۔ باتیں بعد میں کریں گے۔'' عاصم نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''یار! تم لوگ کھاؤ، مجھے ابھی بھوک نہیں۔'' حاتم نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور ردا سے مخاطب ہوا۔

''تمہارے لیے میں بہت گفٹ لایا ہوں۔'' حاتم نے بیگ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''اب وہ سارے اس کے جہیز میں دے دیجیے گا۔'' عاصم نے مسکرا کر کہا تو حاتم چونک پڑا۔

''حاتم بھائی آپ کو پتا ہے اس کی شادی ہو رہی ہے، مجھے اور آپ کو چھوڑ کر دیکھیں مما کتنی زیادتی کر رہی ہیں۔'' عاصم نے مسکراتے ہوئے کہا تو حاتم نے چونک کر ماں کی طرف دیکھا تو وہ خاموشی سے اسے دیکھنے لگیں۔ حاتم نے فہام کی طرف دیکھا وہ بھی خاموش رہا۔

''حاتم بھائی...... آپ نے کچھ نہیں کہا۔ میں تو سوچ رہا تھا کہ آپ آ کر احتجاج کریں گے تو میں آپ کا پورا ساتھ دوں گا مگر آپ تو یوں خاموش ہو گئے جیسے آپ کو پہلے ہی سے معلوم ہو۔'' عاصم نے ہنستے ہوئے کہا۔

''نہیں، وہ...... میں اچانک سن کر چونک گیا ہوں۔'' حاتم نے بوکھلا کر جواب دیا۔

''یہ ردا نے ہمارا پتا ہی کاٹ دیا ہے۔'' عاصم نے مسکرا کر بہن کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو ردا مسکرا کر سر جھکائے وہاں سے چلی گئی۔ عاصم کا موبائل بجا اور وہ بھی بات کرتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔

''مما! یہ سب کیا ہے؟ اتنا اچانک فیصلہ.....اس کی وجہ کیا ہے؟'' حاتم نے حیرت سے ماں سے پوچھا۔

''وجہ تم بھی جانتے ہو۔'' وہ گہری سانس لے کر بولیں۔

''کیا وہ بات اس حد تک پہنچ چکی ہے۔فہام بھائی آپ نے بھی مجھے کچھ نہیں بتایا۔'' حاتم نے انتہائی حیرت سے پوچھا۔

''یہ مما کا فیصلہ ہے۔'' فہام نے گہری سانس لے کر کہا۔

''شاید.....قدرت یہی چاہتی ہے۔کبھی کبھی وہ ایسے حالات بنا دیتی ہے کہ انسان کو نہ چاہتے ہوئے بھی ایسے فیصلے کرنے پڑتے ہیں اور ہم انسانوں کا فائدہ اس کی رضا کو ماننے میں ہی ہوتا ہے۔'' انہوں نے گہری سانس لے کر جواب دیا تو حاتم اک ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہوگیا اور اس کے چہرے پر پریشانی کے تاثرات نمایاں ہونے لگے۔ خدیجہ اور فہام فکرمندی سے اسے دیکھنے لگے۔

☆☆☆

ماں جی نے ردا کے لیے کافی شاپنگ کرلی تھی اور وہ اچھے اچھے کامدار سوٹ اور زیور نکال کر روحیل کو دکھانے لگیں۔

''روحیل..... یہ دیکھو یہ میری شادی کا زیور ہے جو میں نے اپنی بہو کے لیے سنبھال کر رکھا تھا۔ ردا اسے پہن کر بہت خوب صورت لگے گی۔'' ماں جی نے انتہائی خوش ہو کر اسے زیور دکھاتے ہوئے کہا تو روحیل نے ایک نظر اسے دیکھا اور ایک گہری سانس لی۔

''ہاں، اچھا ہے۔'' اس نے زیور کو دیکھ کر ایک طرف رکھ دیا۔

''بیٹا! کیا بات ہے..... تم مجھے اتنے خوش دکھائی نہیں دے رہے۔ جتنا کہ لڑکے اپنی شادی کی باتوں پر ہوتے ہیں۔'' ماں جی کے چہرے پر فکر مندی تھی۔

''مما! جس طرح کی زندگی آپ نے پاپا کے ساتھ گزاری ہے۔ اس زندگی نے مجھے اندر سے خوفزدہ کردیا ہے۔آپ نے بھی تو پاپا کا ہر طرح سے ساتھ دیا اور آخر میں کیا ہوا طلاق......!'' روحیل نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔

''ہاں...... ہماری زندگی بہت اچھی جا رہی تھی اگر وہ عورت ان کی زندگی میں نہ آتی۔'' ماں جی نے ماضی کو یاد کرتے ہوئے کہا۔

''اور اس عورت کی وجہ سے انہوں نے آپ کو چھوڑ دیا۔'' روحیل نے تاسف بھرے لہجے میں کہا۔

''شاید میری قسمت میں یہی لکھا تھا بیٹا۔'' ماں جی نم آنکھوں سے اسے دیکھتے ہوئے بولیں۔

''پاپا...... کسی اور میں انوالو نہ ہوتے تو شاید آپ کی قسمت اچھی ہوتی۔'' اس کی بات پر ماں جی نے چونک کر اسے دیکھا۔

''اسی لیے مجھے اس رشتے کی وفاداری پر یقین نہیں، ایک کی محبت بدل جائے تو دوسرے کی زندگی برباد ہوجاتی ہے۔ مجھے اس رشتے سے بہت خوف آتا ہے۔نہ جانے ردا کیسی ہوگی۔'' روحیل نے خوفزدہ ہوتے ہوئے کہا تو وہ اسے دیکھتی رہ گئیں۔

''بیٹا اپنے ذہن سے سارے خوف اور وسوسے نکال دو، ردا بہت اچھی لڑکی ہے، مجھے امید ہے تم دونوں بہت خوش رہو گے۔'' ماں جی نے مسکرا کر پُرامید انداز سے کہا۔

''معلوم نہیں۔'' روحیل نے ایک گہری سانس لی۔

''فضول باتیں مت سوچو...... اور خوشی کے جو لمحے ملیں انہیں انجوائے کرنا سیکھو۔'' ماں جی نے مصنوعی خفگی سے ڈانٹتے ہوئے کہا اور اسے سمجھانے لگیں۔

☆☆☆

منگنی کی رسم بہت سادگی سے ادا کی گئی تھی خدیجہ نے بیٹوں کو زیادہ ہنگامہ اور نمود و نمائش سے منع

سے یہ کہہ کر منع کر دیا تھا کہ سارے ارمان شادی پر پورے کرنا۔ روحیل اپنی ماں جی اور اپنے پرانے گھریلو ملازم فضیلت اور عبید کے ساتھ آیا، وہ ان کے گھر کے فرد جیسے تھے۔ روحیل بہت ہینڈسم اور خوبرو لگ رہا تھا۔ شمیلہ کی تو آنکھیں حیرت سے کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ فہام بھی بہت وجیہہ تھا اور وہ اپنی اور فہام کی جوڑی کا۔ کر بہت اترا کر فخریہ انداز میں کیا کرتی تھی کہ ان جیسا خوب صورت کپل پورے خاندان میں نہیں لیکن اب ردا اور روحیل کو دیکھ کر سب ان کی بلائیں لے رہے تھے۔ ریحانہ بھی بہت خوش تھیں جبکہ شمیلہ اندر ہی اندر کڑھ رہی تھی۔ تینوں بھائی بہت خوش بھی تھے اور اداس بھی...... ردا، روحیل کے پہلو میں بیٹھی بہت خوب صورت لگ رہی تھی۔ ردا نے روحیل کو اور روحیل نے ردا کو رنگز پہنائیں تو سب خوشی سے ایک دوسرے کو مبارک باد دینے لگے۔ منگنی کی یہ رسم بہت اچھے انداز سے اختتام کو پہنچی۔ سب ہی بہت خوش تھے۔

☆☆☆

''تم نے میری توقعات سے زیادہ بزنس ڈیلز کی ہیں۔ اس کا مطلب ہے تمہیں بزنس tacts آگئے ہیں۔ بہت مبارک ہو۔'' فہام نے مسکراتے ہوئے کہا تو حاتم بھی مسکرانے لگا۔ فہام، حاتم سے اس کے ٹرپ کی تفصیلات لے رہا تھا اور بھائی کی کامیابی پر بہت خوش تھا، حاتم بھی بہت خوش تھا میسج کی بیپ پر اپنا موبائل چیک کرنے لگا۔ میسج پڑھ کر اس کے چہرے کے تاثرات بدلنے لگے۔ فہام اسی کی جانب دیکھ رہا تھا۔

''کیا ہوا......؟'' فہام نے جلدی سے پوچھا تو حاتم نے موبائل اس کی جانب بڑھایا۔

''ردا...... تم صرف میری ہو، کسی اور کی کبھی نہیں ہوسکتیں...... اگر تم نے کسی اور سے شادی کی تو انجام کیا ہوگا۔ یہ اچھی طرح سوچ لینا۔'' فہام نے میسج پڑھا۔

''اچھا تو اب وہ دھمکیوں پر اُتر آیا ہے۔'' فہام نے خفگی سے اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

''فہام بھائی یہ سب کیا ہے اور کب تک یونہی چلتا رہے گا۔ اس طرح تو ردا کی زندگی برباد ہوجائے گی۔'' حاتم نے پریشانی سے کہا۔

''آج ہی میں کچھ کرتا ہوں۔ تم فکر نہیں کرو۔'' فہام نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

''اوکے۔'' حاتم نے گہری سانس لے کر کہا اور وہاں سے چلا گیا۔

☆☆☆

خدیجہ لاؤنج میں صوفے پر بیٹھ کر نماز پڑھنے میں مصروف تھیں۔ ردا ٹرے میں چائے کے دو کپ رکھ کر لائی اور ٹیبل پر خدیجہ کے قریب رکھی۔

''بیٹا تم اپنی منگنی سے خوش تو ہونا۔ روحیل تمہیں اچھا لگا؟'' خدیجہ نے بیٹی سے مسکراتے ہوئے پوچھا تو ردا شرم سے سر جھکا کر مسکرانے لگی۔ وہ ماں کے پاس بیٹھی چائے پی رہی تھی۔

''اللہ تمہیں بہت خوش رکھے۔ روحیل بہت اچھا ہے اور اس کی ماں بھی۔ بیٹا، ان کی بہت عزت اور قدر کرنا۔'' خدیجہ نے مسکراتے ہوئے اس کے سر پر پیار دیتے ہوئے کہا۔

وہ سب رشتے داروں میں مٹھائی بھجوا کر شکرانے کے دو نفل ادا کرکے ابھی ابھی بیٹھی تھیں۔ زاہدہ سب جگہ ڈرائیور کے ہمراہ مٹھائی دے کر لوٹی تھی اور وہ ایک ڈبا لیے اندر لاؤنج... میں داخل ہوئی۔

''بیگم صاحبہ سب رشتے داروں کو مٹھائی دے آئی ہوں مگر زہرہ آپا نے مٹھائی نہیں لی۔ یہ ڈبا انہوں نے واپس کردیا ہے۔'' زاہدہ نے خدیجہ کو بتایا تو ردا نے ایک دم چونک کر اسے دیکھا۔

''اچھا، کوئی بات نہیں۔ ردا بیٹے یہ چائے

ٹھنڈی ہوگئی ہے تم ذرا گرم کرلاؤ۔" خدیجہ نے بوکھلا کر جلدی سے ردا کی طرف دیکھ کر کہا تو ردا نے ماں کی طرف حیرت سے دیکھا اور کپ ٹرے سمیت لے کر وہاں سے چلی گئی۔

"زہرہ نے کیا کہا؟" خدیجہ نے جلدی سے سرگوشی کے انداز میں زاہدہ سے پوچھا۔

"بہت فضول باتیں کررہی تھیں۔" زاہدہ منہ بنا کر بولی۔

"ک......کیسی باتیں؟" خدیجہ نے گھبرا کر پوچھا۔

"انہوں نے ڈبا اٹھا کر زور سے پھینکا اور کہنے لگیں کہ......" زاہدہ نے نظریں چُراتے ہوئے ایک دم خدیجہ کی طرف دیکھا۔

"کیا......کہا اس نے؟" خدیجہ نے جلدی سے پوچھا۔

"بس ردا بی بی کو بددعائیں دینے لگیں۔ مجھے تو غصہ آ گیا اور میں ڈبا اٹھا کر چلی آئی۔" زاہدہ نے انہیں سب بتایا اور اسی وقت ردا چائے لے کر آئی۔

"ردا کے سامنے کوئی بات نہ کرنا۔" خدیجہ نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔ ردا نے چائے لا کر ٹیبل پر رکھی اور ملازمہ کی طرف بغور دیکھنے لگی۔

"میں ذرا کچن دیکھ لوں۔" زاہدہ نے وہاں سے جاتے ہوئے کہا تو خدیجہ خاموشی سے چائے پینے لگیں۔

"مما، زہرہ آنٹی نے مٹھائی کیوں واپس کردی؟" ردا نے پریشانی سے پوچھا۔

"معلوم نہیں، اس کی مرضی تم کچھ مت سوچو۔" خدیجہ نے ایک دم بوکھلا کر کہا تو ردا خاموش ہوگئی اور ٹیبل پر پڑے ہوئے ڈبے کو دیکھنے لگی۔

"تم زاہدہ کے ساتھ کچن میں جاؤ اور اس کی مدد کرو۔ روحیل کے گھر میں ملازمہ نہیں سب کام تمہیں ہی کرنے ہیں۔ گھبرانا مت۔" خدیجہ نے مسکرا کر کہا تو وہ مسکراتی ہوئی چلی گئی مگر خدیجہ پریشان ہونے لگیں۔

☆☆☆

"تم بے فکر رہو اور مجھے اس کا ایڈریس [illegible] میں اپنے طور پر کارروائی کرتا ہوں۔ جیسے ہی [illegible] خبر ملے گی تمہیں مطلع کردوں گا۔ آج کل جان [illegible] کر دوسروں کو تنگ کرنے کے لیے یا پھر کوئی [illegible] وغیرہ لینے کے لیے لوگ ایسی گھٹیا حرکتیں کرتے [illegible] مگر یہ بہت گھٹیا بات ہے۔" حیدر، فہام کو سمجھا [illegible] تھا۔ فہام نے اس صورتِ حال سے تنگ آ کر [illegible] پولیس ڈیپارٹمنٹ میں اپنے دوست حیدر علی [illegible] رابطہ کیا اور ساری بات سے آگاہ کیا اور اب وہ فہ[illegible] کو تسلی دے رہا تھا۔

"ایسے لوگوں کو احساس تک نہیں ہوتا کہ وہ معصو[illegible] بچیوں پر کتنا بڑا بہتان باندھتے ہیں اور ان کی زندگ[illegible] برباد کرتے ہیں۔" فہام نے افسردگی سے کہا۔

"ہمارے معاشرے میں شعور اور احساس کی کمی ہی تو ہے۔ اگر دوسروں کی عزت کا کچھ لحاظ ہو تو کوئی بھی ایسا نہ کرے، یہ جہالت ہی تو ہے۔ بہرحال تم [illegible] نہ کرو۔ میں اپنی ہر ممکن کوشش کرتا ہوں۔" حیدر نے اسے اپنے ہر ممکن تعاون کا یقین دلایا۔

"تھینک یو یار۔" فہام نے اس کا [illegible] شکریہ ادا کیا اور قدرے مطمئن ہوگیا۔

☆☆☆

ردا اپنے کمرے میں بیٹھی منگنی کی تصویریں دیکھ رہی تھی۔ اس کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیلی [illegible] اور کچھ سوچتے ہوئے اس کی مسکراہٹ اور گہری ہونے لگی۔ اسی اثنا میں سائڈ ٹیبل پر پڑا اس [illegible] موبائل بجنے لگا تو ردا نے بڑھ کر فون اٹھالیا۔ دوسری جانب روحیل تھا۔

"میں......روحیل۔" روحیل مسکرا کر بولا تو [illegible] کے چہرے پر مسکراہٹ پھیلنے لگی۔

"اوہ......آپ!" ردا شرما کر بولی۔

"اب قسمت نے ہمیں ایک دوسرے کے ساتھ ملایا ہے تو میرے خیال میں اگر ہم شادی سے پہلے ایک دوسرے کو اچھی طرح جان لیں تو اچھا ہوگا۔" روحیل نے مسکراتے ہوئے کہا تو وہ بھی مسکرانے لگی مگر بولی کچھ نہیں۔

"آپ خاموش کیوں ہیں؟" روحیل نے چونک کر پوچھا۔

"کیا کہوں؟" ردا نے آہستہ آواز میں کہا۔

"ہاں جی کو آپ کی باتیں بہت اچھی لگیں مگر آپ مجھ سے تو کوئی بات نہیں کررہیں۔" روحیل نے معنی خیز مسکراہٹ سے پوچھا۔

"آپ نے مجھ سے کوئی بات کی ہی نہیں تو میں کیا بات کروں۔" ردا نے معصومیت سے جواب دیا۔

"اچھا تو باتیں بھی میں ہی شروع کروں۔ ٹھیک ہے بھئی یہ تو بتائیں کہ اب تک زندگی کیسی گزری، سنا ہے کہ آپ کے بھائی آپ سے بہت محبت کرتے ہیں؟" روحیل نے ہنستے ہوئے کہا۔

"میرے فہام بھائی ابھی تک مجھے doll ہی کہتے ہیں۔ مجھ سے اتنی......اتنی محبت کرتے ہیں کہ بتا نہیں سکتی۔ حاتم بھائی اور عاصم بھائی بھی بہت محبت کرتے ہیں۔" ردا نے ایک دم خوش ہو کر بچوں کی طرح بتایا۔

"اور میری محبت کو آپ کس طرح ویلیو کریں گی ان سے پہلے یا بعد میں؟" روحیل نے موڈ بدل کر معنی خیز انداز میں پوچھا تو وہ سن سی رہ گئی۔

"میں سمجھی نہیں؟"

"بہت جلد سمجھ جائیں گی۔" روحیل نے ہلکے سے کہا تو وہ کچھ سوچ میں پڑ گئی۔

"اچھا میں روز اسی وقت آپ کو فون کرلیا کروں اگر آپ کو ناگوار نہ گزرے تو؟"

روحیل نے اس سے پوچھا تو وہ صرف "جی ہاں۔" کہہ کے رہ گئی اور روحیل سے باقاعدہ گفتگو کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ اسے روحیل کافی سلجھا ہوا لگا تھا اس لیے کہ وہ ہر بات بڑے آرام سے کرتا تھا اور ردا کی بات کو بھی بغور سنتا تھا۔

اقوالِ زریں

1۔ غصے سے بچو کیونکہ اس کی ابتدا دیوانگی اور انتہا پچھتاوا ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ

2۔ قرض سے بچے رہو اس لیے دن ہو تو ذلت و رسوائی کا سبب اور رات ہو تو غم کا ساماں اور دنیا و آخرت میں واجب الادا ہے مرجائے تو اولاد ادا کرے۔

3۔ اچھا بولیں اور اچھا سوچیں کیونکہ بدگمانی اور بدزبانی دو ایسے عیب ہیں جو انسان کے ہر کمال کو زوال میں بدل دیتے ہیں۔

رانیہ جمال، کراچی

☆☆☆

رشنا، ردا کے کمرے میں اس کے بیڈ پر بیٹھی تصویریں دیکھ رہی تھی۔ ردا اسے اپنی منگنی کی البم دکھا رہی تھی۔ دونوں بہت خوشگوار موڈ میں ہنس ہنس کر باتیں کررہی تھیں۔

"یار......واہ، بڑا ہینڈسم ہسبینڈ مل رہا ہے تمہیں۔" رشنا نے روحیل کی تصویر دیکھ کر تعریفی لہجے میں کہا۔

"کیا فہام بھائی سے بھی زیادہ ہینڈسم ہے؟" ردا نے ہنستے ہوئے جان بوجھ کر پوچھا۔

"وہ اپنی جگہ......یہ اپنی جگہ۔ میں دونوں کو مکس نہیں کرنا چاہتی۔" رشنا نے بھویں چڑھا کر کہا۔

"اور فراز بھائی؟" ردا نے ہنستے ہوئے پوچھا۔

"یار اسے تو دل میں زبردستی جگہ دینی پڑی ہے آخر وہ اب میرا شوہر جو ہے۔" رشنا نے قہقہہ لگا کر کہا تو ردا حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔

"ارے ویسے ہی کہہ رہی ہوں۔ اچھا تم فراز

کو چھوڑو یہ بتاؤ کیا روحیل بھائی تم سے امپریس ہوئے؟'' رشنا نے ہنستے ہوئے رازدارانہ انداز میں رداسے پوچھا۔

''ہاں۔'' ردا نے شرماتے ہوئے کہا اسی وقت شمیلہ ردا کے کمرے کے پاس سے گزری تو دونوں کو قہقہے لگاتے سن کر چونکی اور ادھ کھلے دروازے کے قریب آکر رک گئی۔

''اچھا یہ بتاؤ روحیل بھائی تم سے کتنی محبت کرتے ہیں؟'' رشنا نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''بہت زیادہ۔'' ردا نے خوش ہوکر کہا۔

''کیا تمہارے بھائیوں سے بھی زیادہ؟'' رشنا نے کہا۔

''معلوم نہیں لیکن بہت زیادہ۔'' ردا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''اچھا یہ بتاؤ کیا کہتے ہیں؟'' رشنا نے معنی خیز مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

''کس کے بارے میں؟'' ردا نے چونک کر کہا۔

''تم سے محبت کے بارے میں؟'' رشنا نے ہنس کر کہا تو ردا نے آہستہ آواز میں کچھ کہا جو شمیلہ کو سنائی نہیں دیا، اس نے دروازے کے ساتھ کان لگایا اور اس کے چہرے کے تاثرات بدلنے لگے۔

''یار تم محبت کے بارے میں بہت لکی ہو۔ پہلے فیملی پھر فرینڈز اور اب سسرال کی محبت۔ تمہاری ساس بھی تمہارے نام کا کلمہ پڑھتی ہیں اور روحیل بھائی......ان کا کیا کہنا۔ جناب نے کیا ڈائیلاگ مارا ہے، ذرا پھر سے بتاؤ۔'' رشنا نے قدرے بلند آواز میں کہا۔

''دل چاہتا ہے دنیا کی ساری محبتیں سمیٹ کر اُن سے تمہارا دامن بھردوں۔'' ردا نے مسکراتے ہوئے کہا تو رشنا نے قہقہہ لگایا۔

''واہ، زبردست۔ چھاگئے جناب روحیل صاحب۔ ویسے فراز کو کبھی توفیق نہیں ہوئی یہ ڈائیلاگ مارنے کی۔'' رشنا نے کہا تو شمیلہ کے چہرے کے تاثرات بدلنے لگے اور وہ غصے سے پیر پٹختی ہوئی وہاں سے چلی گئی۔

☆☆☆

جس روز سے اسے کالج سے expel کیا گیا تھا۔ وہ شدید ڈپریشن میں تھا اور وہ بہت زیادہ نشہ کرنے لگا تھا۔ جس وقت بھی وہ نارمل ہوتا تو یمنیٰ کو گالیاں بکتا اور اس کو جان سے مارنے کے انتقامی منصوبے بناتا رہتا۔ وہ تو اس سے پہلی انسلٹ کا بدلہ لینا چاہتا تھا لیکن اب کی بار اسے پہلے سے بھی زیادہ ذلت اٹھانا پڑی تھی۔ الیکشن ہارنے کا اسے شاید اتنا زیادہ دکھ نہ ہوتا جتنا زیادہ دکھ اسے اپنی اس بے عزتی کا ہوا تھا۔ وہ مینجمنٹ کے سامنے بہت گڑگڑایا تھا کہ اسے کالج سے expel نہ کیا جائے مگر پرنسپل نے انتہائی سخت لہجے میں اسے کہا تھا۔

''ہمارے کالج کو آپ جیسے بے ضمیر اسٹوڈنٹ کی ضرورت نہیں۔ مجھے تو یہی افسوس ہورہا ہے کہ میں نے آپ جیسے اسٹوڈنٹ کو ایڈمیشن کیوں دیا۔ اب میں کسی صورت بھی آپ کو اپنے کالج میں نہیں رکھ سکتا۔'' پرنسپل نے غصے سے کہا تو آزر کے قدموں تلے سے زمین نکل گئی تھی۔

''سر پلیز مجھے ایک موقع دیں۔ میں آئندہ ایسی کوئی حرکت نہیں کروں گا۔'' آزر نے نم آنکھوں سے گڑگڑا کر التجا کی۔

''میں تم پر بھروسا نہیں کرسکتا۔ تم با اعتبار شخص نہیں ہو۔'' پرنسپل نے ٹھوس لہجے میں کہہ کر اسے باہر جانے کو کہا۔ آزر کے لیے یہ بہت بڑی شکست تھی۔ ایسی شکست جس نے اسے اندر سے بری طرح توڑ دیا تھا۔ اس کی ہیجانی کیفیت پر دوستوں نے بھی اسے چھوڑ دیا تھا۔ سوائے جواد کے اس کے پاس اب کوئی نہیں آتا جاتا تھا۔ جواد اسے بہت سمجھانے کی کوشش کرتا مگر وہ اس کی بھی کوئی بات سننے کو تیار نہ ہوتا۔

☆☆☆

جمال صاحب، پرنسپل کے آفس میں بیٹھے ان کی بات غور سے سن رہے تھے۔ کالج کی مینجمنٹ کے دوسرے ممبرز بھی وہاں موجود تھے اور جمال صاحب انہیں کنونس کرنے کی پوری کوشش کررہے تھے۔

''یہ ایک نوجوان کے کیریئر کا معاملہ ہے۔ الیکشن کو ایشو بنا کر آپ اس کی تعلیم کیسے ختم کرسکتے ہیں؟'' جمال صاحب نے نہایت سنجیدگی سے کہا۔

''بات الیکشن ایشو کی نہیں، اس کی بے ایمانی کی ہے۔ جسے اپنا کر اس نے الیکشن میں کامیابی حاصل کرنے کی کوشش کی اور حیرت ہے آپ کی بیٹی جتنی نیک اور ایماندار ہیں آپ اس کی فیور میں تو ایک لفظ بھی نہیں بول رہے اور ایک خراب اسٹوڈنٹ کی حمایت کررہے ہیں۔ وہ اسٹوڈنٹ جس نے کالج کے پہلے دن ہی آپ کی بیٹی کے ساتھ اتنی بدتمیزی کی تھی کہ اسے آزر کی پٹائی کرنا پڑی۔'' پرنسپل نے کہا تو جمال صاحب چونک کر اُن کی طرف دیکھنے لگے۔

''لیکن یمنیٰ نے تو مجھے کبھی ایسی کوئی بات نہیں بتائی۔'' جمال صاحب کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔

''یہ تو اس کے ظرف کی بات ہے اور اسی لیے ہمیں بھی آپ پر حیرانی ہورہی ہے کہ آپ یمنیٰ کے مخالف کی کس طرح حمایت کررہے ہیں۔'' پرنسپل نے کہا۔

''حقیقت تو یہ ہے کہ میں اور یمنیٰ ہم دونوں چاہتے ہیں کہ اس اسٹوڈنٹ کو صرف ایک اور موقع دیا جائے تاکہ وہ اپنی اصلاح کرسکے۔'' جمال صاحب نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔

''آپ کتنی ناممکن بات کررہے ہیں۔ میں اسے کالج سے expel کرچکا ہوں۔'' پرنسپل نے منہ بنا کر کہا۔

''پلیز آپ اسے اپنی انا کا مسئلہ مت بنائیں اگر یہ میری بیٹی کا معاملہ ہوتا تو شاید میں آپ کے پاس کبھی نہ آتا مگر یہ ایک نوجوان کے مستقبل کا مسئلہ ہے۔ وہ ڈس ہارٹ ہوکر اپنی تعلیم بھی ادھوری چھوڑ سکتا ہے اور غلط راہ پر بھی چل سکتا ہے۔ اس لیے آپ اسے ایک موقع ضرور دیں۔'' جمال صاحب نے تمام ممبرز کی طرف دیکھ کر سنجیدگی سے کہا۔

''آپ بہت مشکل کام کرنے کو کہہ رہے ہیں۔'' پرنسپل نے کہا۔

''دنیا میں کچھ بھی مشکل نہیں۔ اگر اللہ ربُ العزت بڑے بڑے گناہ گاروں کو معاف کرسکتا ہے تو ہم تو انسان اس کے حقیر بندے ہیں۔ کل کو آپ سے بھی ایسا گناہ یا غلطی ہوسکتی ہے جس سے آپ کا سب کچھ برباد ہونے کا ڈر ہو تو پھر آپ کیا کریں گے؟'' جمال صاحب نے کہا تو پرنسپل صاحب خاموش ہوگئے۔

''ٹھیک ہے اسٹوڈنٹ کے کیریئر کا معاملہ ہے تو ایک موقع دینے میں کوئی حرج نہیں۔'' مینجمنٹ کے ایک رکن نے کہا تو باقی سب نے بھی اس کی ہاں میں ہاں ملائی۔

''آپ کے خلوص کو دیکھتے ہوئے میں اسے ایک موقع دیتا ہوں۔'' پرنسپل نے کہا۔

''تھینک یو ویری مچ۔'' جمال صاحب نے اٹھتے ہوئے کہا اور ان سے ہاتھ ملا کر آفس سے باہر نکل گئے۔

☆☆☆

آزر اپنی ریوالور نکال کر اس میں گولیاں چیک کررہا تھا۔ انہیں چیک کرتے ہوئے اس کی آنکھوں میں خون اترا ہوا تھا۔ اس کے ہونٹوں میں سگریٹ دبی تھی اور وہ مسلسل اس کے کش لگا رہا تھا۔ وہ سگریٹ ایش ٹرے میں مسل کر کمرے سے باہر جانے لگا تو اسی لمحے جواد کمرے میں داخل ہوا۔

''یار پرنسپل اور کالج مینجمنٹ نے تمہیں expel کرنے کا فیصلہ واپس لے لیا ہے۔ اب تم

کالج جاسکتے ہو۔کل تمہیں لیٹرمل جائے گا۔مسز نجیب نے مجھ سے کہا تھا کہ تمہیں انفارم کردوں۔'' جواد نے قدرے خوش ہوکر پُرجوش انداز میں کہا تو آزر نے چونک کراس کی طرف دیکھا۔

''مجھے اب اس سے کوئی کنسرن نہیں ۔میں اب اس کالج میں کبھی نہیں جاؤں گا۔'' آزر نے غصے سے کہا۔

''یار پلیز اب غصے کو چھوڑو اور یوں جذباتی ہوکر اپنے فیصلے مت کرو۔ان فیصلوں سے تم صرف اپنا نقصان ہی کرتے ہو۔میں پہلے بھی تمہیں un fair means استعمال کرنے سے منع کرتا رہا مگر تم نے میری ایک نہیں سنی اور اس کا نتیجہ دیکھ لیا۔خدا کے لیے اب تو عقل و ہوش سے کام لو اور نارمل انداز میں اپنی لائف گزارو۔تم نے اپنا بہت وقت اور انرجی ضائع کی ہے اور ماں باپ کا پیسہ بھی۔'' جواد نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

''مجھے تمہاری نصیحتوں کی ضرورت نہیں اور پیسہ میرے ماں باپ کا ضائع ہوا تمہارے ماں باپ کا نہیں جو تمہیں اتنی تکلیف ہورہی ہے۔'' آزر نے ریوالور اپنی پینٹ کی جیب میں رکھتے ہوئے غصے سے کہا۔

''یار......یار تم سمجھتے کیوں نہیں۔ اِدھر بیٹھو میرے پاس اور پلیز سمجھنے کی کوشش کرو۔میں تمہارا دوست ہوں دشمن نہیں ۔تم ایک ٹیلنٹڈ انسان ہو۔ دل لگا کر پڑھائی کرکے تم بہت آگے جاسکتے ہو اور کسی بھی فیلڈ میں اپنا نام پیدا کرسکتے ہو۔کیوں اپنا ٹیلنٹ ضائع کرنے پر تلے ہو۔تم بھی یمنیٰ کی طرح......'' جواد نے کچھ کہنا چاہا تو آزر غصے سے بھڑک اٹھا۔

''مت نام لو اس کا منحوس کسی چڑیل کی طرح میرے پیچھے پڑگئی ہے۔اس کی وجہ سے میری بار بار انسلٹ ہورہی ہے۔'' آزر نے غصے سے کہا۔

''انسلٹ اس کی وجہ سے نہیں تمہاری اپنی وجہ سے ہورہی ہے۔پہلی بار بھی تم نے جان بوجھ کر اس کے ساتھ بدتمیزی کی۔یمنیٰ کی جگہ کوئی بھی با[...] لڑکی ہوتی تو وہ یونہی ری ایکٹ کرتی۔اس نے تمہیں کچھ نہیں کہا تھا پہل تم نے کی تھی اور پھر جو ہوا اس کا ذمے دار تم اسے کیوں ٹھہرا رہے ہو۔ دوسری بار بھی تم نے اسے ہرانے کے لیے ہتھکنڈے استعمال کیے اس پر تم پکڑے گئے تو اس میں یمنیٰ کا کیا قصور۔ ہر بار غلطی تم کرتے ہو اور الزام اس بے چاری کو دیتے ہو۔'' جواد نے یمنیٰ کا دفاع کرنے کی کوشش کی تو آزر چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔

''ہاں، بتاؤ مجھے اس نے کہاں تمہارے ساتھ زیادتی کی ہے۔اگر وہ پورے کالج میں پاپولر ہے اپنے اچھے رویے کی وجہ سے۔وہ بہت اچھی، ڈیسنٹ اور گروملڈ لڑکی ہے پلیز اسے دیکھنے کا اینگل بدلو۔'' جواد نے اسے دلائل سے سمجھانے کی کوشش کی تو آزر خاموش ہوگیا۔

''پلیز آزر ٹھنڈے دل سے سوچو اور اپنے مستقبل کی فکر کرو۔ایسا نہ ہو کہ تمہارا یہ وقتی جوش تمہاری ساری زندگی کو تباہ کردے اور تمہارے پاس سوائے پچھتاوؤں کے کچھ باقی نہ رہے۔دیکھ لو تمہارے دوست بھی ایسے میں تمہیں چھوڑ گئے۔'' جواد نے کہا اور خاموش ہوگیا۔آزر اس کی باتیں سن کر گہری سوچ میں ڈوب گیا۔

''پلیز اب کل سے کالج جانا شروع کردو لیکن اپنے آپ کو بالکل بدل کر ایک مختلف انسان بن کر کالج آنا۔'' جواد نے اٹھتے ہوئے کہا اور کمرے سے باہر چلا گیا۔آزر اس کی طرف خاموشی سے دیکھتا رہ گیا۔جواد کی باتوں نے کافی حد تک اس پر اثر کیا تھا۔وہ ساری رات ان کے بارے میں سوچتا رہا۔

(باقی آئندہ)

ناولٹ

کہیں دیپ جلے کہیں دل

قیصرحیات

چھٹا حصہ

اگلے روز وہ کالج پہنچا تو سب سے پہلے وہ پرنسپل آفس میں گیا۔ پرنسپل کے چہرے پر قدرے خفگی کے تاثرات تھے مگر انہوں نے اپنے آپ کو نارمل رکھتے ہوئے اسے بیٹھنے کو کہا اور اس کی جانب بغور دیکھتے ہوئے کہنے لگے۔

''کالج مینجمنٹ نے بہت سوچنے اور آپس میں ڈسکشن کے بعد یہ فیصلہ کیا ہے کہ آپ کو ایک چانس دیا جائے اور ایک چانس کا مطلب ہے صرف ایک

چانس...... اب یہ آپ پر ہے کہ آپ اس چانس کو کیسے avail کرتے ہیں۔ زندگی انسان کو اس لیے نہیں ملتی کہ اسے تجربوں اور چانسز میں گزار دے بلکہ زندگی گزارنے کے لیے کسی حتمی ٹارگٹ کا ہونا ضروری ہے۔ والدین کے پیسے پر عیش کرنا بہت آسان ہے مگر ...... یہ سوچا کہ اس طرح کی عیاشی کتنے دن ساتھ دے سکتی ہے؟ جو لوگ زندگی کے بارے میں سنجیدگی سے سوچ سمجھ کر اسے گزارتے ہیں صرف وہی کامیاب ہوتے۔ آپ نے اپنے باپ کے پیسے سے کامیابی حاصل کرنا چاہی تو نتیجہ دیکھ لیا۔ دوسروں کے سہاروں پر چلنے والا انسان کبھی بھی ایسا لڑکھڑا کر گرتا ہے کہ اس کے اپنے قدم بھی اس کا بوجھ نہیں اٹھا پاتے۔ آپ اپنے ذہن کو بدلیں۔ آپ کے مقابلے میں مس یمنیٰ چیمبر کے پریذیڈنٹ کی بیٹی ہیں جو اس کالج کے سب سے بڑے ڈونرز بھی ہیں لیکن مس یمنیٰ نے اپنے فادر سے کسی بھی قسم کا فیور لینے سے انکار کر دیا اور اس لڑکی میں اتنا پوٹینشل ہے کہ وہ ہر مشکل کا سامنا بہ آسانی کر سکتی ہے۔ وہ ایک لڑکی ہو کر اتنی پرعزم اور مضبوط ہے تو آپ مرد ہو کر اتنے کمزور کیوں...... بی اسٹرونگ۔'' پرنسپل نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

''او کے، سر...... آئندہ میں آپ کو شکایت کا موقع نہیں دوں گا۔'' آذر نے شرمندگی سے سر جھکاتے ہوئے کہا۔

''گڈ...... مجھے امید ہے کہ آپ ایک اچھے اور کوآپریٹو اسٹوڈنٹ ثابت ہوں گے۔'' پرنسپل نے اسے ہمت دلاتے ہوئے کہا۔

''آف کورس سر۔'' آذر نے اٹھتے ہوئے کہا۔

''گڈ لک۔'' پرنسپل نے مسکرا کر کہا۔

''تھینک یو ویری مچ سر۔'' آذر نے شکریہ ادا کیا اور آفس سے باہر نکل آیا۔ جواد آفس کے باہر کھڑا اس کا انتظار کر رہا تھا۔

''پرنسپل نے کیا کہا؟'' جواد نے بے صبری سے پوچھا۔

''وہی جو ایسے موقع پر کہا جاتا ہے کہ آئندہ یہ نہیں کرنا، وہ نہیں کرنا۔'' وہ بے پروائی سے بولا۔

''ہاں یار...... اب تمہیں کوئی ایسی ویسی حرکت نہیں کرنی چاہیے۔ تم اپنا attitude چینج کر کے سب کے ساتھ اچھا پیش آنے کی کوشش کرو۔ بی فرینڈلی۔'' جواد نے کہا۔

''یمنیٰ کے ساتھ بھی؟'' آذر نے معنی خیز انداز میں پوچھا۔

''ہاں، اس کے ساتھ بھی۔ اس نے تمہارے ساتھ کیا برا کیا ہے بلکہ ہو سکے تو اس سے معافی مانگ لینا۔'' جواد نے کہا۔

''معافی......!'' آذر نے تعجب سے پوچھا۔

''ہاں...... معافی، کسی کی نظرِ کرم حاصل کرنے کا پہلا اسٹیپ ہے۔ انسان جب کسی کے سامنے سرنڈر کرتا ہے تو پھر وہ اس کے دل میں پہلا قدم رکھتا ہے اور پھر اس پر عنایتوں کے دروازے کھل جاتے ہیں۔'' جواد نے مسکرا کر کہا تو آذر نے منہ بنا کر اسے دیکھا۔

''یار...... پلیز۔'' جواد نے اس کے کندھے کو دباتے ہوئے کہا۔ وہ دونوں کلاس روم کی طرف جانے لگے۔ حمنہ اور یمنیٰ دوسری جانب سے باتیں کرتی ہوئی آ رہی تھیں۔ یمنیٰ نے بلیو جینز کے ساتھ سفید پرنٹڈ کرتہ پہن رکھا تھا اور اس میں اس کی سیاہ رنگت مزید سیاہ لگ رہی تھی۔ دونوں نے چونک کر آذر کی طرف دیکھا۔

''یمنیٰ کو سوری بول دو۔'' جواد نے آذر کے قریب ہو کر سرگوشی کی۔ آذر نے غصے سے جواد کو گھورا اور خاموشی سے یمنیٰ کی طرف دیکھتے ہوئے چلتا رہا۔

''یار، بول دو سوری۔'' جواد نے پھر کہا اور جیسے ہی وہ کلاس روم کے قریب پہنچے تو آذر نے یمنیٰ کی طرف بغور دیکھا اور اپنے گلاسز اتارتے ہوئے

بے ساختہ اس کے منہ سے نکلا۔

''آئی ایم سوری مس یمنیٰ۔'' آذر نے جلدی سے کہا تو جواد مسکرا دیا۔ یمنیٰ نے چونک کر اس کی طرف اور پھر حمنہ کی طرف دیکھا۔ آذر نے اپنا ہاتھ آگے بڑھا دیا تو یمنیٰ نے کچھ سوچتے ہوئے مسکرا کر اس سے ہاتھ ملا لیا تو حمنہ اور جواد بھی مسکرا دیے۔

☆☆☆

روحیل اپنے کمرے میں صوفے پر نیم دراز موبائل پر باتیں کرنے میں مصروف تھا اور اس کے چہرے پر مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ ماں جی اس کے کمرے میں آئیں تو روحیل نے ہڑبڑا کر موبائل آف کر دیا۔

''میں آپ کو بعد میں کال کرتا ہوں۔'' روحیل نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا اور ماں کی طرف دیکھ کر نظریں چرانے لگا۔

''کیا تم ردا سے بات کر رہے تھے؟'' ماں جی نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''جی ماں۔'' روحیل نے آہستہ آواز میں جواب دیا۔

''کیسی لگی وہ؟'' ماں جی نے اس کے پاس بیٹھ کر رازدارانہ انداز میں پوچھا۔

''ہاں، اچھی ہے۔'' اس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

''اچھی نہیں بلکہ بہت اچھی ہے۔'' انہوں نے مسکرا کر کہا۔

''آپ کا انتخاب ہے ناں، اسی لیے کہہ رہی ہیں۔'' روحیل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''اور میرا انتخاب لاجواب ہے۔'' ماں جی خوش ہو کر بولیں۔ ''مجھے پوری امید ہے کہ ردا مجھے کبھی مایوس نہیں کرے گی۔ وفا، سچائی اور خلوص نیت جن لڑکیوں میں ہوتی ہے وہ بہت اچھی طرح تمام رشتے نبھاتی ہیں۔'' ماں جی نے خوش ہو کر کہا۔

''مما، آپ کی زندگی دیکھ کر تو میں بہت ہی مایوس ہو گیا تھا۔ میاں، بیوی کے رشتے پر میرا اعتبار ہی نہیں رہا تھا۔ میں شادی صرف آپ کی خواہش پوری کرنے کے لیے کرنا چاہتا تھا۔ ورنہ مجھے اس میں کوئی انٹرسٹ نہیں رہا تھا۔'' روحیل ماں کو دل کی بات بتا رہا تھا۔

''بیٹا دنیا کے ایک انسان کی قسمت کبھی دوسرے جیسی نہیں ہوتی۔ اس لیے مفروضوں پر یقین کر کے اپنی زندگی خراب نہیں کرنی چاہیے۔ ردا بہت اچھی لڑکی ہے اسے بھرپور محبت اور اعتبار دینا۔ اس کی محبت میں کسی اور کو شامل مت کرنا تو زندگی اچھی گزرے گی۔'' ماں جی نے نرمی سے سمجھاتے ہوئے کہا۔

''خدا کرے ایسا ہی ہو۔'' روحیل نے بھی دل سے دعا کی۔

''بیٹا دوستی سے لے کر شادی تک ہر رشتہ اعتبار اور خلوص سے چلتا ہے۔ ردا پر اپنے اعتبار کو کبھی کم نہ ہونے دینا اور وہ ہے ہی اتنی معصوم اور پیاری کہ اس پر آنکھیں بند کر کے اعتبار کرنے کو دل چاہتا ہے۔'' ماں جی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ماں جی، آپ کو تو بس ہر طرف ردا ہی دکھائی دیتی ہے۔'' وہ مسکراتے ہوئے ماں سے کہنے لگا۔

''کیا تمہارے ساتھ ایسا نہیں ہوتا؟'' ماں جی نے ہنستے ہوئے پوچھا۔

''ماں جی۔'' روحیل نے شرماتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

''بس اسی طرح خوش رہو اور مسکراتے رہو۔'' ماں جی نے دعائیہ انداز میں کہا اور وہ دونوں مسکرانے لگے۔

☆☆☆

زاہدہ کچن میں ٹرالی پر چائے کے ساتھ لوازمات رکھ رہی تھی۔ اس نے ٹرالی بہت اہتمام

سے سجا رکھی تھی۔ شمیلہ کچن میں داخل ہوئی اور چونک کر زاہدہ کی طرف دیکھنے لگی۔

''یہ کس کے لیے اتنے اہتمام سے چائے لے کر جا رہی ہو؟'' شمیلہ نے جان بوجھ کر پوچھا۔

''ردا بی بی کی دوست کے لیے۔'' زاہدہ نے آہستہ سے بتایا۔

''اتنا اہتمام کرنے کی کیا ضرورت ہے۔'' شمیلہ نے مٹھائی کی پلیٹ سے گلاب جامن اٹھا کر کھاتے ہوئے کہا تو زاہدہ نے خفگی سے اسے دیکھا اور بس منہ بنا کر رہ گئی۔

''زاہدہ، تم ابھی تک چائے لے کر نہیں گئیں۔ ردا کی دوست کیا کہے گی اتنی دیر سے بیٹھی ہے اور ابھی تک چائے پینے کو نہیں ملی۔'' خدیجہ نے کچن میں آ کر زاہدہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''ابھی جا رہی ہوں۔'' زاہدہ نے ٹرالی لے کر جاتے ہوئے کہا تو شمیلہ کے چہرہ پر خفگی کے تاثرات نمایاں ہونے لگے۔

''چلو، بیٹا، تم بھی اُن کے ساتھ بیٹھ کر چائے پی لو۔'' خدیجہ نے بہو کی طرف مسکراتے ہوئے دیکھ کر کہا۔

''مجھے کوئی شوق نہیں۔۔ کباب میں ہڈی بننے کا۔ ویسے بھی اس گھر میں میری جو حیثیت ہے، میں اچھی طرح جانتی ہوں۔'' شمیلہ نے خفگی سے ناک چڑھا کر کہا۔

''یہ تم کیسی باتیں کر رہی ہو؟'' خدیجہ ایک دم چونک کر بولیں۔

''کیا آپ کو کچھ بھی نہیں پتا۔ فہام کی ذات سے لے کر اس گھر کی ہر شے پر تو آپ کا اور ردا کا قبضہ ہے، میں تو کہیں ہوں ہی نہیں۔'' شمیلہ نے نہایت درشتگی سے کہا تو خدیجہ ہکا بکا اسے دیکھتی رہ گئیں۔

''تم اس گھر کی بڑی بہو ہو۔ سب کچھ تمہارا ہی تو ہے۔'' وہ بری طرح بوکھلا کر رہ گئیں۔

''ہونہہ...... بہو صرف نام کی۔'' وہ طنزیہ مسکراہٹ سے ساس کو دیکھتے ہوئے بولی اور کچن سے چلی گئی اور خدیجہ پریشان پھٹی پھٹی نگاہوں سے اسے دیکھتی رہ گئیں۔

☆☆☆

خدیجہ کا بی پی ایک دم بہت ہائی ہو گیا تھا۔ وہ بیڈ پر بے سُدھ لیٹی تھیں۔ تینوں بیٹے انتہائی پریشان حالت میں ان کے پاس بیٹھے تھے۔ شمیلہ ایک جانب خاموش کھڑی تھی جبکہ ردا ماں کے سرہانے بیٹھی مسلسل خاموشی سے آنسو بہا رہی تھی۔ فہام بی پی آپریٹس پر خدیجہ کا بی پی چیک کر رہا تھا اور سب پریشانی سے اسے دیکھ رہے تھے۔

''بی پی بہت زیادہ ہائی ہے۔'' فہام بی پی چیک کرنے کے بعد بڑبڑایا۔

''مما کو ابھی اسپتال لے جاتے ہیں۔ اتنا ہائی بی پی بہت خطرناک بھی ہو سکتا ہے۔'' حاتم نے قدرے فکرمندی سے کہا۔

''عاصم، ایمبولینس کو کال کرو۔'' فہام نے عاصم کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''جی فہام بھائی۔'' عاصم نے جلدی سے کمرے سے جاتے ہوئے کہا۔

''مما، آپ کو کیا ہو گیا ہے۔ آپ تو بالکل ٹھیک تھیں۔'' ردا نے روتے ہوئے ماں کے ہاتھ کو پکڑ کر کہا۔

''آج گھر میں کوئی ٹینشن کی بات تو نہیں ہوئی؟ مما کا اتنا ہائی بی پی پہلے کبھی نہیں ہوا۔'' فہام نے فکرمندی سے پوچھا تو شمیلہ نے آنکھیں گھما کر خاموشی سے منہ دوسری جانب پھیر لیا۔

''آج رشنا آئی تھی اور مما بہت زیادہ خوش تھیں۔ اس کے جانے کے بعد ایک دم ان کی طبیعت خراب ہو گئی اور وہ سونے کے لیے اپنے کمرے میں

آ گئیں۔ بات تو کچھ بھی نہیں ہوئی۔'' ردا اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے بولی۔ زاہدہ کمرے میں ردا کا بجتا ہوا موبائل لے کر داخل ہوئی۔

''ردا بی بی، آپ کا فون بہت دیر سے بج رہا ہے۔'' ردا نے موبائل پر نمبر دیکھا اور بوکھلا کر جلدی سے کال ریجکٹ کر کے موبائل ہی آف کر دیا۔ حاتم اور فہام نے چونک کر اسے دیکھا مگر خاموش رہے۔

''ایمبولینس آ رہی ہے۔'' عاصم نے جلدی سے آ کر بتایا تو ردا پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

''ردا، پلیز ہمت کرو میری جان۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ بس مما کے لیے دعا کرو۔'' فہام نے محبت سے اسے چپ کرواتے ہوئے کہا تو شمیلہ ہونٹ سکوڑ کر منہ بناتی ہوئی اُس کے قریب آئی۔

''خالہ جان ٹھیک ہو جائیں گی ردا۔ پلیز حوصلہ کرو۔'' شمیلہ نے بھی ہمدردی جتائی۔

☆☆☆

روحیل اپنے کمرے میں موبائل پکڑے قدرے خفگی سے چکر لگا رہا تھا اور تھوڑی تھوڑی دیر بعد ردا کا نمبر ڈائل کیے جا رہا تھا۔

''ردا، میری کال کیوں نہیں لے رہی!'' وہ خفگی سے بڑبڑایا اور پریشانی سے پھر اس کا نمبر ملانے لگا تو کافی بیلز کے بعد ردا نے اس کی کال ریجکٹ کر دی۔

''ردا نے میری کال ریجکٹ کر دی...... میری کال۔'' روحیل نے ایک دم غصے سے چلّاتے ہوئے کہا اور طیش میں آ کر موبائل زور سے بیڈ پر پھینکا اور کمرے سے باہر چلا گیا۔

وہ ہمیشہ سے ہی بہت پوزیسو رہا تھا۔ وہ ردا کے بارے میں بھی آہستہ آہستہ بہت پوزیسو ہوتا جا رہا تھا۔ اس کے خیال میں ردا کو ہمیشہ اس کی کال اٹینڈ کرنی چاہیے۔ چاہے حالات کچھ بھی ہوں۔ وہ اس کی ذرا سی بے اعتنائی بھی برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ اس لیے آپے سے باہر ہو رہا تھا۔

☆☆☆

فراز چلا گیا تھا پر رشنا ابھی سسرال میں ہی تھی۔ نجمہ بیگم کے جانے سے وہ خود کو تنہا محسوس کر رہی تھی۔ کبھی کبھی ردا کے گھر چلی جاتی تھی۔ اس روز بھی وہ اداس لیٹی ہوئی تھی جبھی اس کا فون بجا۔ اس نے فون ریسیو کیا۔

''ہائے توقیر بھائی، آپ...... کیسے ہیں؟'' رشنا نے قدرے پُرجوش انداز میں کہا۔

''آئی ایم فائن، بھئی تم کہاں گم ہو۔ شادی کے بعد تم بہت بدل گئی ہو۔'' توقیر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''فراز عجیب دھانسو قسم کا بندہ ہے۔ جتنے دن رہا مجھے کسی سے بھی بات نہیں کرنے دیتا تھا۔ اب وہ چلا گیا ہے تو میں فری ہوں۔ اب ہم ہر روز بات کریں گے۔'' رشنا بھائی کی آواز سن کر بہت خوش ہوئی۔

''حیرت ہے تم فراز کے رعب میں آ گئیں؟'' توقیر نے ہنستے ہوئے اُسے چھیڑا۔

''کیا کروں شوہر جو ہے اور وہ بھی نیا، نیا۔ اسے اپنے ناز نخرے اٹھوانے کا بہت شوق ہے۔ میں بھی خاموش رہی کہ چلو چند دنوں کی بات ہے۔'' رشنا نے ہنستے ہوئے کہا تو توقیر نے بے ساختہ قہقہہ لگایا۔

''آج آپ بہت دنوں بعد یوں ہنس رہے ہیں۔'' رشنا نے خوش ہو کر پوچھا۔

''تم باتیں ہی ایسی کر رہی ہو اور سناؤ سب لوگ کیسے ہیں۔ آئی مین تمہاری فرینڈز وغیرہ؟'' توقیر نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''ہاں، توقیر بھائی آپ کو ایک نیوز بتانا تو میں بھول ہی گئی۔ پتا ہے ردا کی انگیج منٹ ہو گئی ہے۔'' رشنا نے خوش ہو کر کہا۔ توقیر کو ایک دم جھٹکا سا لگا۔ اسے یوں لگا جیسے اس کا دل بند ہو رہا ہو۔

"ردا......کی......انگیج......منٹ......ک...... کب؟......کس کے ساتھ؟" توقیر نے بوکھلا کر رک رک کر پوچھا۔

"روحیل کے ساتھ۔ بہت ہینڈسم اور اسمارٹ لڑکا ہے۔" رشنا نے مسکرا کر کہا۔

"ک......کون ہے وہ؟" توقیر نے آہ بھر کر پوچھا۔

"فہام بھائی کے فرینڈ کا فرینڈ۔ روحیل کی ماں جی نے ردا کو ایک شادی پر دیکھا اور بس فدا ہو گئیں اور ردا کو بہو بنا کر ہی چین لیا۔"

"کیا......ردا خوش ہے؟" توقیر نے متجسس ہو کر پوچھا۔

"ہاں......بہت زیادہ۔" رشنا نے مسکراتے ہوئے کہا تو توقیر نے بغیر کچھ کہے فون رکھ دیا۔

"شاید کال ڈراپ ہو گئی۔" رشنا ہیلو ہیلو کرتی رہ گئی۔

☆☆☆

سب لوگ آئی سی یو کے باہر انتہائی پریشان کھڑے تھے۔ ردا فہام کے ساتھ لگی مسلسل رو رہی تھی۔

"پلیز ردا، اب خدا کے لیے رونا بند کرو اور اللہ سے دعا کرو۔ خالہ جان ٹھیک ہو جائیں گی۔" شمیلہ نے ردا کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔

"بھابی، مما کب سے آئی سی یو میں ہیں اور ڈاکٹر بھی کچھ نہیں بتا رہا۔" ردا نے روتے ہوئے شمیلہ سے کہا۔

"پلیز فہام بھائی آپ اندر جا کر پتا کریں میری مما......" ردا نے بھائی کی طرف دیکھ کر کہا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

"مما کو کچھ نہیں ہوگا۔ حوصلہ رکھو۔" اس نے محبت سے ردا کو اپنے ساتھ لگایا۔

"میں خود مما کو دیکھ کر آتی ہوں۔" وہ گھبرا کر اپنا آپ چھڑا کر آئی سی یو کی طرف جاتے ہوئے بولی۔

"تم......تم......رکو میں دیکھتا ہوں۔" فہام نے اس کا ہاتھ پکڑ کر روکتے ہوئے کہا۔

"تم لوگ ردا کا خیال رکھو۔ میں اندر جا کر مما کو دیکھتا ہوں۔" وہ آئی سی یو میں جانے لگا کہ ایک ڈاکٹر اندر سے باہر آیا۔

"ڈاکٹر صاحب، ہماری مما کی طبیعت اب کیسی ہے؟" فہام نے گھبرا کر پوچھا۔

"تھینکس گاڈ، اب وہ بہت بہتر ہیں۔ شکر ہے کہ آپ انہیں ٹائم پر لے آئے اور ان کا بی پی کنٹرول ہو گیا ورنہ برین ہیمرج بھی ہو سکتا تھا۔" ڈاکٹر نے انہیں تسلی دیتے ہوئے کہا۔

"کیا......؟" فہام نے گھبرا کر کہا۔

"لیکن اب گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔" ڈاکٹر نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا اور واپس اندر چلا گیا۔

"اللہ نے تمہاری دعائیں سن لی ہیں۔ مما ٹھیک ہیں، عاصم تم، شمیلہ اور ردا کو گھر لے جاؤ۔ میں اور حاتم مما کے پاس ہی ٹھہرتے ہیں۔" فہام نے ان کی طرف دیکھ کر کہا۔

"نہیں......میں نہیں جاؤں گی۔" ردا اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے بولی۔

"تم بہت تھک گئی ہو گی۔ جاؤ گھر جا کر ریسٹ کرو۔ شمیلہ اسے گھر لے جاؤ۔" فہام نے محبت سے سمجھاتے ہوئے ردا سے کہا تو شمیلہ اس کا بازو تھام کر عاصم کے ہمراہ اسے وہاں سے لے کر چلی گئی۔

ردا سارا راستہ روتی رہی۔

☆☆☆

رات کافی گزر چکی تھی۔ ردا انتہائی تھکی ہوئی اپنے کمرے میں داخل ہوئی۔ رونے سے اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں اور سوجن کی وجہ سے بہ مشکل کھل رہی تھیں۔ اس نے کمرے کا دروازہ بند کر کے جلدی سے اپنا موبائل آن کیا اور روحیل کا نمبر ملانے لگی۔ بہت زیادہ بیلز کے بعد بھی روحیل

نے اس کی کال اٹینڈ نہیں کی۔ ردا کے چہرے پر پریشانی کے تاثرات نمایاں ہونے لگے۔

"روحیل فون نہیں اٹھا رہے۔ شاید ناراض ہو گئے ہیں۔" ردا گھبرا کر خود سے بولی۔

"روحیل، پلیز مجھ سے بات کریں۔ میں بہت پریشان ہو رہی ہوں۔" اس نے میسج لکھا اور وہ میسج سینڈ کرنے کے بعد پھر روحیل کا نمبر ملانے لگی۔

دوسری جانب روحیل بیڈ پر نیم دراز تھا۔ ردا کی کالز پر کالز آ رہی تھیں مگر وہ ایک نظر دیکھ کر رہ جاتا۔ اس کے چہرے پر انتہائی غصے کے تاثرات تھے۔ بیلز کے بعد ردا کا میسج آیا تو میسج پڑھ کر اس نے ایک گہری سانس لی اور پھر موبائل فون رکھ دیا۔ دوبارہ ردا کی کال آئی تو روحیل نے اب کی بار اس کی کال ریسیو کی۔

"ہیلو......!" ردا قدرے ڈرے ہوئے دھیمے لہجے میں بولی۔

"ردا آئندہ آپ نے میری کال ریجیکٹ کی تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔" روحیل نے قدرے غصے سے ڈانٹتے ہوئے دھمکی آمیز انداز میں کہا۔

"کیا......؟" ردا بری طرح بوکھلائی۔ روحیل کی بات سن کر اسے ایک دم جھٹکا لگا تھا اور اس کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے اور روحیل اس کے سسکنے کی آواز سن کر چونکا۔

"کیا آپ رو رہی ہیں؟" روحیل نے قدرے گھبرا کر پوچھا۔ جواب میں ردا نے سسکی بھری تو روحیل اور زیادہ پریشان ہو گیا۔

"پلیز ردا......اسٹاپ ویپنگ۔ میرا ہرگز یہ مطلب نہیں تھا۔ ایکچوئلی میں آپ سے بہت محبت کرنے لگا ہوں اور اپنی محبت میں کسی بھی قسم کی بے اعتنائی اور اگنورنس ...... برداشت نہیں کر سکتا۔" روحیل خود کو نارمل کرتے ہوئے بولا۔

"میں نے آپ کی کال جان بوجھ کر تو ریجیکٹ نہیں کی تھی۔ اس وقت مما کی طبیعت بہت خراب تھی اور بھائی انہیں اسپتال لے کر جا رہے تھے۔" ردا نے سسکی بھر کر معصومیت سے جواب دیا۔

"کیا......آنٹی بیمار ہیں؟" روحیل نے ایک دم چونک کر پوچھا۔

"ہاں، وہ اسپتال میں ایڈمٹ ہیں اور میں بھی ابھی اسپتال ہی سے آ رہی ہوں۔" ردا نے سسکی بھرتے ہوئے بتایا۔

"اوہ......آئی ایم سوری۔ میں نہیں جانتا تھا کہ آپ نے اس لیے کال ریجیکٹ کی لیکن آپ مجھے میسج تو کر سکتی تھیں۔" روحیل نے شرمندہ ہو کر ذرا نرم لہجے میں کہا۔

"کیسے کرتی، اس وقت ہم سب بہت پریشان تھے۔" ردا نے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا۔

"اب آنٹی کیسی ہیں؟" روحیل نے پوچھا۔

"کچھ بہتر ہیں لیکن اسپتال میں ہی ہیں۔" ردا نے رنجیدہ لہجے میں بتایا۔

"آئی ایم سوری، میں اچانک ہائپر ہو گیا۔ آپ نے مائنڈ تو نہیں کیا؟" اس نے رک رک کر پوچھا۔

"نہیں کیونکہ آپ اصل بات جانتے نہیں تھے ناں۔"

"دیٹس گڈ۔ آپ سچوئشن کو بہت اچھی طرح سمجھ جاتی ہیں اور یہ آپ کا پلس پوائنٹ ہے۔" روحیل نے مسکراتے ہوئے کہا تو وہ بھی مسکرانے لگی۔

"آپ پریشان ہیں؟" روحیل سرگوشی میں بولا۔

"میں......مما کی وجہ سے بہت اپ سیٹ ہوں۔" ردا کی آواز بھرا گئی۔

"آئی سی، آپ بہت تھکی ہوئی ہوں گی۔ اب آپ ریسٹ کریں اور اپنا بہت خیال رکھیے گا۔ آئی لو یو ڈارلنگ پلیز ٹیک کیئر۔ میں صبح ہی اسپتال جاؤں

گا۔'' روحیل نے خوش دلی کے ساتھ اس سے کہا تو ردا نے بھی خدا حافظ کہہ کر فون بند کر دیا۔

''روحیل میری محبت میں اتنے زیادہ ایموشنل اور پوزیسو ہونے لگے ہیں، یقین نہیں آ رہا۔'' ردا نے حیرت سے سوچا اور ایک مسکراہٹ اس کے چہرے پر پھیلنے لگی اور وہ یونہی آنکھیں بند کر کے بیڈ پر لیٹ گئی۔

☆☆☆

خدیجہ کی طبیعت اب قدرے بہتر تھی مگر ابھی اسپتال میں ہی تھیں۔ تینوں بیٹے باری باری ان کی تیمارداری کرتے۔ اس وقت فہام انہیں سیب کاٹ کر کھلا رہا تھا اور حاتم آہستہ آہستہ اُن کا سر دبا رہا تھا۔ جبھی روحیل ہاتھ میں خوب صورت گلدستہ پکڑے اندر داخل ہوا۔

''السلام علیکم آنٹی، اب آپ کیسی ہیں؟'' روحیل نے خدیجہ کے قریب ٹیبل پر گلدستہ رکھتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہوں بیٹا۔ تم نے کیوں تکلیف کی؟'' خدیجہ ایک دم خوش ہو کر اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولیں۔

''تکلیف کیسی؟ ماں جی کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی ورنہ وہ بھی میرے ساتھ آنے کو تیار تھیں۔'' روحیل نے مسکراتے ہوئے بتایا۔

''ارے بیٹا، اب میں ٹھیک ہوں۔''

''ہاں، ڈاکٹر نے ڈسچارج کر دیا ہے۔ ابھی تھوڑی دیر تک ہم گھر جا رہے ہیں۔'' فہام نے مسکراتے ہوئے اسے بتایا۔

''تھینک گاڈ، آنٹی آپ صحت یاب ہو گئی ہیں۔'' روحیل نے خوش ہو کر کہا۔

''ہاں، اللہ کا شکر ہے۔ بی پی نارمل ہو گیا ورنہ ہم لوگ بہت اپ سیٹ تھے۔'' حاتم نے کہا۔

''ہاں...... ردا بتا رہی تھی۔'' روحیل نے بے ساختہ کہا تو دونوں بھائیوں نے اسے چونک کر دیکھا مگر خاموش رہے۔

''اب میں چلتا ہوں۔ آفس کے لیے لیٹ ہو رہا ہوں۔'' روحیل نے مسکرا کر رِسٹ واچ دیکھتے ہوئے کہا۔

''خوش رہو، آباد رہو۔'' خدیجہ اس کے سر پر پیار دیتے ہوئے بولیں۔ وہ سب کو خدا حافظ کر کے چلا گیا۔

''روحیل بہت نائس ہے۔'' فہام مسکراتے ہوئے بولا۔

''ہاں...... پرسنالٹی بھی بہت اچھی ہے۔'' حاتم نے تعریفی انداز میں کہا۔

''ہاں، مجھے بھی بہت اچھا لگا ہے۔ اس لیے انکار کرنے کو دل نہیں چاہا۔ اب اللہ ان دونوں کے نصیب اچھے کرے۔'' خدیجہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''الٰہی آمین۔'' دونوں بھائیوں نے ایک ساتھ کہا۔

''میں نے تو ردا کو ہی سمجھایا ہے کہ روحیل اور اس کی ماں کی محبتوں کی قدر کرے۔ بیٹا جب بہو سسرال اور شوہر کی محبت اور چاہت کی قدر نہیں کرتی تو دل کتنا ٹوٹتا ہے بتا نہیں سکتی۔'' خدیجہ نے نم آنکھوں سے کہا تو دونوں نے چونک کر ماں کو دیکھا۔

''کیا مطلب........ اور آپ اس بات پر اتنی سیریس کیوں ہو گئیں؟'' فہام نے چونک کر پوچھا۔

''بس یونہی بیٹا، آج کل ہر طرف یہی کچھ ہو رہا ہے۔ ردا کو سمجھانا میرا ہی فرض ہے ناں اس لیے اسے سمجھاتی رہتی ہوں۔'' خدیجہ نے بات سنبھالتے ہوئے کہا اور زبردستی مسکرانے لگیں تو دونوں بیٹے بھی مسکرانے لگے۔

☆☆☆

توقیر اپنے کمرے میں بیڈ پر بیٹھا ایک پرانی البم دیکھنے میں مصروف تھا اور اس البم میں رشنا کے

ساتھ ردا کی کچھ تصویریں بھی تھیں۔ ان تصویروں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے توقیر کی آنکھیں نم ہونے لگیں۔

''تمہاری اپنی کوئی چوائس نہیں تھی اور تم نے ارینج میرج ہی کرنی تھی تو میرے بارے میں کیوں نہیں سوچا۔'' توقیر نے ایک سرد آہ بھر کر سوچا۔

''میرے دل میں آپ کے لیے..... محبت پیدا نہیں ہو رہی تو میں اپنے دل کو کیسے مجبور کروں۔'' توقیر کے کانوں میں ردا کے الفاظ گونجنے لگے۔

''ہاں، اگر میں تمہارے نصیب میں ہوتا تو تمہارا دل مجھے ضرور قبول کرتا۔'' وہ بہت دل گرفتہ ہو رہا تھا اس کا فون مسلسل بج رہا تھا مگر اسے شاید سنائی نہیں دے رہا تھا۔

☆☆☆

خدیجہ اسپتال سے آچکی تھیں۔ تینوں بیٹے اور بیٹی ردا ماں کا ہر ممکن خیال کر رہے تھے۔ شمیلہ بھی فہام کی وجہ سے ساس کی خدمت کرنے پر مجبور تھی۔

''خالہ جان جوس پی لیں۔'' شمیلہ اُن کے لیے تازہ پھلوں کا جوس نکال کر لائی تھی۔

''مما کچھ تو بتائیں کہ آپ نے کس بات کی اتنی ٹینشن لی کہ آپ کا بی پی اتنا شوٹ کر گیا اور آپ کو اسپتال جانا پڑا؟'' فہام جو ماں کی طبیعت کے باعث زیادہ تر گھر پر رہتا تھا آج ماں سے پوچھ بیٹھا۔ شمیلہ نے ایک دم گھبرا کر ساس کی طرف دیکھا۔

''یقیناً ردا کی ٹینشن لی ہوگی کہ وہ ان سے جدا ہونے والی ہے۔'' شمیلہ جلدی سے بولی تو وہ اسے ہکا بکا دیکھتی رہ گئیں۔

''لیکن ابھی تو صرف ردا کی منگنی ہوئی ہے۔ وہ کیسے جدا ہو رہی ہے۔'' فہام نے چونک کر کہا۔

''رشتہ طے ہوتے ہی بیٹیاں پرائی ہو جاتی ہیں اور ماؤں کو اندر ہی اندر جدائی کی فکر لگنے لگتی ہے۔'' شمیلہ نے بڑے بوڑھوں کے انداز میں کہا تو خدیجہ نے حیرت سے اسے دیکھا۔

''مما کیا آپ نے واقعی اسی بات کی ٹینشن لی ہے؟'' فہام نے محبت سے پوچھا۔

''ہاں۔'' خدیجہ نے آہستہ آواز میں کہا۔

''اس میں ٹینشن والی کیا بات ہے، اسے ایک نہ ایک دن تو اپنے گھر جانا ہے۔'' اس نے مسکرا کر محبت سے کہا۔

''ہاں۔'' انہوں نے آہ بھر کر سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

''مما آپ ٹھیک طرح سے بات کیوں نہیں کر رہیں۔ یوں لگتا ہے کہ وہ ٹینشن اب بھی آپ کے اندر ہے؟'' فہام نے حیرت سے پوچھا۔

''فہام آپ خالہ جان کو کیوں تنگ کر رہے ہیں۔ ڈاکٹر نے انہیں آرام کرنے کو کہا ہے۔'' شمیلہ جلدی سے بولی اور سائڈ ٹیبل کی دراز سے میڈیسنز نکالنے لگی۔

''خالہ جان، آپ یہ دوا کھالیں اور آرام کریں۔ فہام آپ بھی چلیں، خالہ جان کو سونے دیں۔'' شمیلہ نے خدیجہ کو دوا دیتے ہوئے کہا اور فہام کے ساتھ وہاں سے چلی گئی۔

☆☆☆

یمنیٰ اور آذر میں رفتہ رفتہ دوستی ہونے لگی تھی۔ آذر نے اپنے آپ کو ایک دم بدل دیا تھا۔ اس میں یہ چینج دیکھ کر اس کے دوست بہت حیران تھے۔ فرخ اور اسامہ کو تو بالکل یقین نہیں آ رہا تھا اور وہ اسے اس کا کوئی نیا روپ کہتے مگر جواد بہت کونفیڈنٹ تھا، اس کے خیال میں اس نے آذر کا برین واش کیا تھا اور آذر نے اس کی باتوں کا اثر لیا تھا۔ اس لیے اس نے اپنے آپ کو بدلا تھا اور حمنہ کے خیال میں یمنیٰ کے اچھے رویے نے اسے بدلا تھا اور یمنیٰ کا خیال تھا کہ کالج میں اسے دوبارہ چانس ملا تھا اسی لیے اس نے اپنے آپ کو سدھارا تھا۔ جو بھی تھا سب اس تبدیلی پر خوش تھے۔ آذر نے اپنے آپ کو بہت ریزرو کر لیا

تھا۔ وہ ہر اک سے نہ تو زیادہ باتیں کرتا اور نہ ہی کسی پر کمنٹس پاس کرتا۔ اپنی پڑھائی کے بارے میں بھی قدرے سیریس ہو گیا تھا۔ وہ یمنیٰ اور حمنہ سے اکثر اسٹڈیز کے بارے میں ڈسکشن کرتا۔ یمنیٰ کو دیکھ کر اس کے چہرے پر فوراً مسکراہٹ سی پھیل جاتی اور حمنہ اس کی اس مسکراہٹ کو کوئی نام دیتی تو یمنیٰ چونک کر حیرت سے اس کی طرف دیکھتی رہ جاتی۔

''یار، یہ تمہارا ذہن کیسی کیسی باتیں سوچتا ہے۔ ایک بات سے کتنی باتیں نکال لیتی ہو۔ تمہاری منگنی کیا ہوئی سب کی منگنیاں کروانا چاہتی ہو۔ اچھا یہ بتاؤ کہ تمہارے کزن ہائر اسٹڈیز سے کب لوٹیں گے؟''

''ہاں اسٹڈیز تو مکمل ہو جائیں۔'' حمنہ نے آنکھوں میں ڈھیروں خواب لے کر اسے بتایا۔

''یار، عمر کی کوئی تصویر تو دکھاؤ۔'' یمنیٰ نے اس سے کہا تو اس نے جھٹ اپنے بیگ میں سے ایک چھوٹی سی البم نکالی اور اسے دکھانے لگی۔ وہ بھی حمنہ کی طرح بے حد خوب صورت اور اسمارٹ تھا۔

''تم بہت لکی ہو، عمر بہت اسمارٹ لڑکا ہے۔'' یمنیٰ نے رشک بھرے لہجے میں اس کی تعریف کرتے ہوئے کہا۔

''ہاں...... وہ تو میں ہوں۔ عمر واقعی بہت اچھا انسان ہے اور بہت محبت کرنے والا بھی۔ یمنیٰ میری دعا ہے کہ خدا تمہیں بھی عمر جیسا ہسبینڈ دے۔ وہ اس قدر لونگ اور کیئرنگ ہے، کیا بتاؤں۔'' حمنہ کی آنکھیں عمر کے ذکر سے چمکنے لگیں اور قدرے جذباتی ہو کر اس نے اپنا نقاب نیچے کر لیا۔ اس کے گال خوشی سے سرخ ہو رہے تھے۔ یمنیٰ نے چونک کر اس کی جانب دیکھا۔

''لگتا ہے تم عمر سے بے انتہا محبت کرتی ہو؟'' یمنیٰ نے مسکرا کر کہا۔

''ہاں...... ہاں، بہت زیادہ اور وہ ہے ہی محبت کے قابل۔'' حمنہ نے لہجے میں ڈھیر سارا پیار سمویا۔

''کون...... کس قابل ہوتا ہے۔ یہ ہم کیسے decide کر سکتے ہیں؟'' یمنیٰ نے معنی خیز انداز میں سوال کیا۔

''جب کوئی اپنی ذات کی نفی کر کے کسی دوسرے کے لیے بہت کچھ کرنے کی کوشش کرتا ہے تو وہ خود اپنے آپ کو اس قابل بنا دیتا ہے کہ اس سے محبت کی جائے۔ میں تمہیں بتا نہیں سکتی کہ عمر نے کس کس موقع پر میرے لیے sacrifice کیا۔ اس نے ہمیشہ اپنی اچھی چیزیں مجھ سے شیئر کیں۔ ہر موقع پر میری طرف داری کی۔ تم ہی بتاؤ کیا میں اس شخص سے بے پناہ محبت نہ کروں؟'' حمنہ نے قدرے جذباتی انداز میں اس سے پوچھا۔

''ہاں بھئی، وہ تمہاری پر خلوص محبت ڈیزرو کرتا ہے۔'' یمنیٰ نے مسکرا کر جواب دیا اور دونوں باتیں کرتی ہوئی کیفے ٹیریا چلی گئیں۔ جہاں پر آذر اور جواد پہلے سے ہی موجود تھے۔ ان دونوں کو دیکھ کر آذر نے ہاتھ ہلایا تو یمنیٰ مسکراتی ہوئی ان کی ٹیبل پر جا بیٹھی۔ حمنہ اکثر جواد اور آذر کے ساتھ بیٹھنے سے ہچکچاتی تھی۔ حمنہ لڑکیوں کی ایک ٹیبل پر بیٹھ گئی۔

''یار یمنیٰ، یہ تمہاری دوست کو ہم سے کیا پردہ ہے؟ مجھے اور آذر کو دیکھتے ہی فوراً پیچھے ہٹ جاتی ہے۔ اب ہم اتنے برے بھی نہیں۔'' جواد نے منہ بنا کر کہا۔

''جواد جو اپنے لیے اچھا سمجھتا ہے وہ وہی کرتا ہے اور ہم کسی کو فورس تو نہیں کر سکتے کہ وہ ہماری مرضی سے act کرے۔ وہ تم لوگوں کے ساتھ بیٹھنا مناسب نہیں سمجھتی تو یقیناً اس کی کوئی وجہ ہو گی۔ ویسے بھی اس کا تعلق ایک انتہائی religious فیملی سے ہے۔'' یمنیٰ نے کہا۔

''اگر وہ اتنی religious ہے تو پھر کو ایجوکیشن میں پڑھنے کی کیا ضرورت ہے؟'' جواد نے

قدرے خفگی سے کہا۔

''اس کا تو میں ایڈمیشن اس نے اپنے منگیتر کی خواہش اور کوشش پر لیا ہے۔ اس نے حمنہ کے گھر والوں کو راضی کیا تھا۔'' یمنیٰ نے بتایا۔

''منگیتر!'' جواد انتہائی حیرت سے بولا۔

''ہاں، وہ یو کے گیا ہوا ہے، ہائر اسٹڈیز کے لیے۔ وہ دونوں ایک دوسرے سے بے پناہ محبت کرتے ہیں۔'' یمنیٰ نے اپنی ہی لے میں بتایا تو جواد کے چہرے کے تاثرات بدلنے لگے۔

''یار تمہیں کیوں اتنا دکھ ہو رہا ہے۔ کیا اس کی تمہارے ساتھ کوئی کمٹمنٹ تھی؟'' آذر نے معنی خیز انداز میں ہنستے ہوئے کہا۔

''نہیں یار، مجھے وہ بہت اچھی لگتی ہے۔'' جواد نے سادگی سے بتایا۔

''او...... و...... ہ......!'' آذر نے قدرے اونچی آواز میں شرارتی لہجے میں کہا تو وہ بھی ہنسنے لگی۔

''یہ ہنسنے کا نہیں رونے کا مقام ہے۔ میں جس بھی لڑکی کی طرف محبت سے ہاتھ بڑھانے کی کوشش کرتا ہوں۔ اس کے ساتھ کوئی نہ کوئی مسئلہ نکل آتا ہے'' جواد نے بے چارگی کے ساتھ کہا۔

''واقعی یہ تو بڑے افسوس کی بات ہے لیکن کیا کیا جائے شاید تمہاری قسمت میں ہی کوئی گڑبڑ ہے۔'' آذر نے ہنستے ہوئے کہا۔

''اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہیں ان کاموں میں انوالو ہونے کے بجائے اپنی اسٹڈیز میں سیریس ہونا چاہیے۔'' یمنیٰ نے اسے مشورہ دیا۔

''ہماری ساری قوم کے پاس دوسروں کے لیے بہت مفت مشورے ہیں لیکن کسی کے لیے کرنے کو کچھ نہیں۔'' جواد نے خفگی سے کہا اور وہاں سے اٹھ کر چلا گیا۔

''اوہ...... اس نے تو مائنڈ ہی کر لیا۔'' یمنیٰ نے قدرے پریشانی سے کہا۔

''جانے دو، تھوڑی دیر بعد خود ہی آ جائے گا۔'' آذر نے مسکرا کر کہا۔ ''کیا کھاؤ گی، میں تمہارے لیے کچھ لے کر آتا ہوں۔'' آذر اٹھتے ہوئے بولا۔

''کولڈ ڈرنکس کے ساتھ کچھ بھی۔'' یمنیٰ نے جواب دیا۔

''کیا میری پسند چلے گی؟'' آذر نے معنی خیز انداز میں پوچھا۔

''چلے گی۔'' یمنیٰ نے بھی مسکرا کر آنکھیں جھپکاتے ہوئے جواب دیا۔ آذر وہاں سے چلا گیا تو یمنیٰ اٹھ کر حمنہ کے پاس آئی۔ حمنہ ایک لڑکی کے ساتھ مسکرا کر باتیں کر رہی تھی۔

''یمنیٰ، ان سے ملو یہ کومل رانا ہیں۔ اسٹیٹس سے آئی ہیں۔ انہوں نے آج ہی ہمارا کالج جوائن کیا ہے۔'' حمنہ نے کافی خوب صورت، قدرے صحت مند گول چہرے والی لڑکی سے تعارف کروایا جو بار بار آنکھیں جھپکا رہی تھی۔

''ہیلو، آئی ایم یمنیٰ جمال۔'' یمنیٰ نے اپنا ہاتھ آگے بڑھا کر اس سے مصافحہ کیا۔ کومل نے بھی مسکرا کر جواب دیا۔ اتنی دیر میں آذر اس کے لیے کولڈ ڈرنکس، سینڈوچز اور فرنچ فرائز لے آیا اور اپنی ٹیبل پر رکھ کر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ یمنیٰ کو حمنہ سے باتیں کرتے دیکھ کر اس نے سیٹی بجائی تو یمنیٰ نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ یمنیٰ نے اسے ہاتھ ہلا کر رکنے کا اشارہ کیا اور کومل کے ساتھ باتیں کرنے لگی۔ آذر جھنجلاتا ہوا اس کی جانب آیا۔

''یار میں کب سے انتظار کر رہا ہوں۔'' آذر نے مصنوعی خفگی سے کہا۔

''آذر، یہ مس کومل رانا ہیں، ہماری کلاس میں نیو ایڈمیشن۔'' یمنیٰ نے آذر کا کومل سے تعارف کروایا۔

''ہائے۔'' آذر نے قدرے روکھے لہجے میں کہا۔ کومل نے چونک کر اس کی طرف دیکھا اور

مسکرادی۔

''اب چلیں۔'' آذر نے منہ بنا کر یمنیٰ سے کہا تو وہ اس کے ساتھ چل دی۔ ٹیبل پر اتنی زیادہ کھانے کی چیزیں دیکھ کر وہ حیران رہ گئی۔

''اتنی زیادہ چیزیں......کیا میں یہ سب کھاؤں گی؟'' یمنیٰ نے حیرت سے آنکھیں پھیلاتے ہوئے کہا۔

''نہیں، میں بھی تمہارے ساتھ۔'' آذر نے مسکرا کر جواب دیا تو یمنیٰ بھی مسکرادی اور اس کے ساتھ بیٹھ کر کھانے لگی۔ فرنچ فرائز کھاتے ہوئے آذر اس کی طرف معنی خیز انداز میں دیکھ رہا ہوں۔

''نہ جانے کیوں، تم اب مجھے بہت اچھی لگنے لگی ہو۔ دل چاہتا ہے کہ تم ہر وقت میرے سامنے رہو اور میں تمہیں دیکھتا رہوں۔'' آذر نے محبت بھرے لہجے میں سرگوشی کرتے ہوئے کہا۔

''کیوں، کیا اب میرا کالا رنگ تمہیں دکھائی نہیں دیتا؟'' یمنیٰ نے مسکرا کر طنزیہ انداز میں پوچھا۔

''کم آن یار ڈونٹ ریمائنڈ می، پلیز فارگیٹ ایوری تھنگ۔'' آذر نے شرمندگی سے کہا۔

''میں تو یونہی بات کررہی تھی۔'' یمنیٰ نے سینڈوچ کھاتے ہوئے جواب دیا۔

''سچ بتاؤں۔ اب مجھے نہ تم skiny لگتی ہو اور نہ ہی black۔'' آذر نے مسکرا کر جواب دیا۔

''کیوں؟'' یمنیٰ نے مسکرا کر سوال کیا۔

''شاید میری آنکھوں کو اب تم صرف اچھی لگنے لگی ہو۔ جیسے مجنوں کو لیلیٰ کبھی کالی دکھائی نہیں دیتی تھی۔'' آذر نے مسکرا کر کہا۔

''وہ دونوں تو ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے۔'' یمنیٰ نے معنی خیز انداز میں کہا۔

''کیا......تمہیں میری آنکھوں میں اپنے لیے کچھ دکھائی نہیں دیتا؟'' آذر نے کولڈ ڈرنک کا سپ لیتے ہوئے پوچھا۔

''نہیں......کچھ خاص دکھائی نہیں دے رہا۔'' یمنیٰ نے جان بوجھ کر اس کی آنکھوں کو بغور دیکھتے ہوئے انجان بننے کی ایکٹنگ کی۔

''اس کا مطلب ہے مجھے تمہیں کسی آئی سرجن کے پاس لے کر جانا چاہیے جو تمہاری آنکھوں کا علاج کرے اور تمہیں سامنے بیٹھے ہوئے شخص کی آنکھوں میں صاف صاف کچھ دکھائی دینے لگے۔'' آذر نے مسکرا کر کہا۔

''میرا خیال ہے اب ہمیں چلنا چاہیے۔ کلاس کا ٹائم ہورہا ہے۔'' یمنیٰ نے اپنی رسٹ واچ دیکھتے ہوئے کہا اور بیگ کندھے پر ڈال کر کھڑی ہوگئی۔

''اوہ یار......میتھس کی اس کلاس سے میری جان نکلتی ہے۔ مجھے یہ بہت مشکل سبجیکٹ لگتا ہے۔'' آذر نے ناگواری سے کہا۔

''کیا مطلب، تم کلاس میں نہیں جاؤ گے؟'' یمنیٰ نے پوچھا۔

''نہیں، میرا موڈ نہیں۔'' اس نے منہ بنایا۔

''کیا تم کلاس بنک کرو گے، اٹس ویری بیڈ۔ چلو اٹھو آئندہ کبھی کلاس بنک کرنے کا سوچنا بھی نہیں ورنہ......'' یمنیٰ نے معنی خیز انداز میں اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

''ورنہ کیا؟''

''پھر میں تم سے کبھی بات نہیں......'' اس نے جان بوجھ کر جملہ ادھورا چھوڑا۔

''نہیں......نہیں، تم ایسا کچھ مت کرنا۔ میں کلاس میں جارہا ہوں۔'' آذر جلدی سے اٹھتے ہوئے بولا تو یمنیٰ کھلکھلا کر ہنسنے لگی اور اس کے سفید دانت، کالے چہرے پر عجیب طرح سے نمایاں ہونے لگے۔ اس کی آنکھوں میں پھیلا سیاہ کاجل آنکھیں نم ہونے سے اردگرد پھیلنے لگا۔ آذر اس کی طرف دیکھتا رہ گیا اور وہ دونوں مسکراتے ہوئے کیفے ٹیریا سے باہر چلے گئے۔

☆☆☆

جمال احمد فیکٹری میں بہت زیادہ مصروف تھے۔ انہوں نے ایک بہت بڑی شپ منٹ جرمنی بھیجنی تھی۔ وہ دن رات مال تیار کروانے کی فکر میں تھے۔ نہ انہیں کھانے کا ہوش تھا اور نہ پینے کا۔ یمنیٰ کی بھی کئی روز سے باپ سے ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ آرڈر تیار کروا کر وہ رات کے تین بجے گھر آئے تو بہت زیادہ تھکے ہوئے تھے۔ یمنیٰ گہری نیند سو رہی تھی۔ وہ بار بار ایک خواب دیکھ کر بڑبڑا رہی تھی پھر وہ ایک دم ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔ اس کا چہرہ پسینے سے تر ہورہا تھا۔ وہ بھاگتی ہوئی باپ کے کمرے میں گئی۔ وہ ابھی چینج کرکے واش روم سے باہر نکلے تھے۔ ایمن گہری نیند سو رہی تھیں۔ یمنیٰ گھبرا کر جمال احمد کے ساتھ لگ کر بولی۔

''ڈیڈی......ڈیڈی۔'' یمنیٰ نے گھبرا کر کہا۔

''ہاں......ہاں بولو بیٹا، کیا بات ہے؟'' جمال احمد نے بھی گھبرا کر پوچھا۔

''ڈیڈی......آپ یہ شپ منٹ مت بھیجیں۔ میں نے بہت برا خواب دیکھا ہے۔'' یمنیٰ نے گھبرا کر کہا۔

''کیا مطلب......یہ کیا کہہ رہی ہو۔ میں کئی ماہ سے اس پروجیکٹ پر کام کررہا ہوں۔ کروڑوں کا پروجیکٹ کیسے میں خود اپنے ہاتھوں سے برباد کردوں؟'' جمال احمد نے پریشانی سے کہا۔

''ڈیڈی......کیا آپ کے کسٹمر کا نام ایس سے شروع ہوتا ہے؟'' یمنیٰ نے پوچھا۔

''نہیں ایم سے وہ maxon آرنلڈ ہے۔'' جمال احمد نے جواب دیا۔

''نہیں ڈیڈی، آپ investigate کروائیں۔ اس کا نام ایس سے شروع ہوتا ہے اور وہ ٹھیک آدمی نہیں۔ وہ آپ کو بہت نقصان پہنچا سکتا ہے۔ پلیز آپ اسے شپ منٹ مت بھیجیں۔'' یمنیٰ نے فکرمندی سے کہا تو جمال صاحب گہری سوچ میں پڑ گئے۔

"ٹھیک ہے، تم جا کر سو جاؤ۔ میں کچھ سوچتا ہوں۔" انہوں نے یمنیٰ کو تسلی دیتے ہوئے اس کے کمرے میں بھیج دیا مگر خود پریشان ہو کر کمرے میں ٹہلنے لگے۔

☆☆☆

رشنا اپنے کمرے میں بیڈ پر بیٹھی لیپ ٹاپ کے ساتھ بزی تھی۔ اسکائپ پر نجمہ آن لائن تھیں اور بہت پریشان دکھائی دے رہی تھیں۔

"جی مما کیسی ہیں آپ؟" رشنا اسکائپ پر ماں سے بات کر رہی تھی، بیٹی کی آواز سن کر نجمہ بری طرح سسکنے لگیں۔

"مما کیا ہوا، آپ کیوں رو رہی ہیں؟" رشنا نے گھبرا کر پوچھا۔

"توقیر بہت بیمار رہا ہے۔ اسپتال میں ایڈمٹ تھا۔" نجمہ نے سسکی بھر کر کہا۔

"ک...کب؟ کچھ روز پہلے تو میری ان سے بات ہوئی تھی۔ وہ تو بہت خوش تھے۔ انہیں کیا ہوا ہے؟" رشنا نے گھبرا کر پوچھا۔

"ہارٹ اٹیک۔" نجمہ روتے ہوئے بولیں۔

"کیا...ہارٹ اٹیک۔ اوہ...نو۔" رشنا نے بری طرح گھبرا کر کہا۔

"اس نے ہمیں نہیں بتایا تھا، میں جب بھی فون کرتی تھی اس کا موبائل آف مل رہا تھا۔ تمہارے ڈیڈی نے آسٹریلیا میں اپنے ایک دوست کو اس کا ایڈریس دیا تو انہوں نے یہ سب بتایا۔" نجمہ نے ہچکی بھرتے ہوئے کہا۔

"اب توقیر بھائی کیسے ہیں اور کہاں ہیں؟" رشنا نے پریشانی سے پوچھا۔

"اپنے فلیٹ میں ہے مگر زیادہ بات نہیں کر رہا۔" ماں نے رنجیدہ ہو کر کہا تو رشنا کی آنکھیں بھی ڈبڈبا گئیں۔

"نہ جانے توقیر بھائی نے اپنے دل کو کیا روگ لگا لیا ہے۔" رشنا تقریباً روتے ہوئے بولی۔

"روگ تو اس لڑکی نے اسے لگایا ہے۔" نجمہ نے دلدوز انداز میں کہا۔ "اگر میرے توقیر کو کچھ ہو گیا تو میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔" انہوں نے قدرے جذباتی ہو کر کہا۔

"مما، آپ کیا کر سکیں گی۔ بس آپ توقیر بھائی کی صحت کے لیے دعا کریں۔" اس نے ماں کو تسلی دی۔

"میں توقیر کے پاس آسٹریلیا جا رہی ہوں۔" نجمہ نے اپنا پروگرام بتایا۔

"ک...کیوں؟" رشنا نے ایک دم چونک کر پوچھا۔

"میں اسے دیکھے بغیر نہیں رہ سکتی۔ نہ جانے میرا بیٹا کس حال میں ہوگا؟" وہ سخت پریشان تھیں۔

"مما، آپ جا کر کسی نہ کسی طرح انہیں شادی پر راضی کر لیں۔ کم از کم ان کی دیکھ بھال کے لیے بیوی تو پاس ہوگی ناں۔" رشنا نے ماں کو سمجھایا۔

"ہاں، کچھ کرتی ہوں۔ تم بھائی کے لیے بہت دعا کرنا۔ بہنوں کی دعائیں بھائیوں کو ضرور لگتی ہیں۔"

"مما آپ پریشان نہ ہوں۔ بھائی بالکل ٹھیک ہو جائیں گے میرا رواں رواں ان کے لیے دعا گو رہتا ہے۔" رشنا نے گلوگیر ہو کر ماں کو تسلی دی۔

☆☆☆

خدیجہ بیگم جب سے گھر آئی تھیں کسی فکر میں الجھی ہوئی تھیں۔ اب بھی وہ کسی سوچ میں تھیں کہ ردا ان کے کمرے میں پھلوں کی ٹوکری لے کر آئی اور ان کے پاس بیٹھ کر پھل کاٹنے لگی۔

"نہ جانے اب کیا ہونا ہے؟" خدیجہ بیگم اسے دیکھ کر مایوسی سے کہنے لگیں۔

"یہ آپ اتنی مایوسی کی باتیں کیوں کر رہی ہیں۔ اگر آپ نے ایسی باتیں کیں تو میں آپ سے ناراض ہو جاؤں گی۔" ردا نے منہ بنا کر کہا۔

"اچھا نہیں کرتی۔ چلو تم ایک کام تو کرو بیٹا یہ

الماری کھولو اور اس کی دراز میں گھر کی ساری چابیاں ہیں، وہ میرے پاس لے آؤ۔" خدیجہ نے زبردستی مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیوں مما؟" ردا نے حیرت سے پوچھا۔

"میں سوچ رہی ہوں کہ میری طبیعت اب ٹھیک نہیں رہتی تو میں گھر کا سارا انتظام اور ذمے داری شمیلہ کو سونپ دوں۔" شمیلہ جو کسی کام کا پوچھنے ان کے کمرے میں آ رہی تھی اپنا نام سن کر وہیں دروازے پر رک گئی۔

"مگر کیوں مما؟" ردا نے چونک کر پوچھا۔

"وہ اس گھر کی بڑی بہو ہے اور اس کا یہ حق بنتا ہے کہ میں سب کچھ اس کے حوالے کر دوں۔" خدیجہ بڑے سنجیدہ لہجے میں بولیں تو یہ سن کر شمیلہ کی آنکھیں خوشی سے چمکنے لگیں۔

"اور کل کو حاتم بھائی اور عاصم بھائی کی بیویاں آ گئیں تو پھر آپ کیا کریں گی۔ کیا تب بھی سارا اختیار شمیلہ بھابی کے ہاتھ میں رہے گا؟" ردا نے حیرت سے پوچھا تو باہر شمیلہ کے چہرے پر خفگی کے تاثرات نمایاں ہونے لگے۔

"ان دونوں کے لیے میں پہلے علیحدہ گھر بنواؤں گی پھر شادیاں کروں گی، ہر کوئی اپنے گھر کی مالکن ہوگی۔" خدیجہ نے مسکراتے ہوئے کہا تو وہ خاموش ہو گئی۔ شمیلہ مسکراتی ہوئی وہاں سے چلی گئی۔ ردا نے چابیاں نکال کر ماں کو دے دیں۔

شمیلہ اپنے کمرے میں مسکراتی ہوئی آئی اور دروازہ بند کر کے خوشی سے بازو پھیلا کر کمرے میں گھومنے لگی۔

"اب سب کچھ میرا ہوگا۔ میں ہی اس گھر کی مالکن ہوں گی۔ میں جو چاہوں گی وہی ہوگا۔ ہاں...سب کچھ میرا ہوگا، صرف میرا۔" شمیلہ چھت کی طرف دیکھ کر بڑبڑا رہی تھی۔ اتنے میں دروازے پر دستک ہوئی اور اس نے ایک دم چونک کر دروازے کی طرف دیکھا پھر آگے بڑھ کر دروازہ کھول کر باہر جھانکا تو زاہدہ کھڑی نظر آئی۔

"کیا بات ہے زاہدہ؟" شمیلہ نے خود کو نارمل کرتے ہوئے جلدی سے پوچھا۔

"بیگم صاحبہ آپ کو بلا رہی ہیں۔"

"تم چلو میں آ رہی ہوں۔" شمیلہ جلدی سے بولی اور اس کے جانے کے بعد وہ مسکراتی ہوئی ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑی ہو گئی۔

"اوہ...شمیلہ بیگم، اس گھر کی مالکن۔" شمیلہ نے اپنے آپ کو دیکھ کر کہا اور قہقہہ لگا کر کمرے سے نکل گئی۔

☆☆☆

فہام، ماں کے پاس کرسی پر بیٹھا فون پر کسی سے بات کر رہا جبکہ ردا بیڈ پر بیٹھی چابیوں کے گچھے سے کھیل رہی تھی۔ شمیلہ کمرے میں داخل ہوئی تو فہام نے موبائل آف کر دیا۔

"آؤ شمیلہ بیٹے، یہاں بیٹھو میرے پاس۔" خدیجہ نے بہو کی طرف دیکھ کر کہا تو وہ اندر کی خوشی چھپا کر قدرے سنجیدہ موڈ میں ان کے پاس بیٹھ گئی۔

"بیٹا، آج سے اس گھر کی مالکن تم ہو۔ اب ساری ذمے داریاں تمہیں ہی نبھانی ہیں۔ یہ لو اس گھر کی چابیاں۔" خدیجہ نے چابیاں اس کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔

"مما یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں؟" فہام نے ایک دم چونک کر کہا۔

"بیٹا، میری طبیعت بہت خراب رہنے لگی ہے۔ زندگی کا کچھ پتا نہیں، اس لیے میں اپنی زندگی میں ہی سب کچھ شمیلہ کو سونپنا چاہتی ہوں۔" انہوں نے رسانیت بھرے لہجے میں بیٹے کو دیکھ کر کہا۔

"مگر میری زندگی میں یہ ناممکن ہے۔ جب کوئی ماں اپنے اختیارات بچوں کو سونپتی ہے تو اس گھر کا شیرازہ بکھر جاتا ہے اور ماں کی حیثیت گھر میں

پڑی پرانی چیز سے زیادہ نہیں رہتی۔'' فہام نے چابیاں انہیں واپس کرتے ہوئے کہا تو شمیلہ نے بھی ایک دم چونک کر شوہر کی طرف دیکھا اور جلدی سے موڈ بدل کر فہام کے ہاتھ سے چابیاں لے کر انہیں واپس کردیں۔

''فہام بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں خالہ جان۔ اس گھر کی مالکن آپ ہیں اور آپ ہی رہیں گی۔ میں اس قابل کہاں کہ اتنی بڑی ذمے داری نبھا سکوں۔'' شمیلہ نے مسکراتے ہوئے کہا تو خدیجہ نے ایک دم چونک کر اسے دیکھا۔

''مما، شمیلہ ٹھیک کہہ رہی ہے۔'' فہام نے شمیلہ کی طرف دیکھ کر کہا۔

''خالہ جان! اللہ آپ کا سایہ ہمارے سر پر سلامت رکھے، آپ کو زندگی اور صحت دے، آپ ہی گھر کی ذمے داریوں کو نبھائیں۔'' شمیلہ نے مسکرا کر خدیجہ کا ہاتھ دباتے ہوئے کہا تو خدیجہ نے بے یقینی سے بہو کی طرف دیکھا اور خاموش ہوگئیں۔

''مما! آپ کی بہو کتنی سعادت مند ہے، مجھ سے زیادہ اسے آپ کا خیال ہے، اسے ان باتوں سے کوئی غرض نہیں۔ شمیلہ میں تم سے بہت خوش ہوں۔'' فہام نے اس کی طرف دیکھ کر تعریفی انداز میں کہا تو خدیجہ کی آنکھیں حیرت سے کھلی کی کھلی رہ گئیں۔

''میں ان کی بہو نہیں، ان کی بیٹی ہوں اور ماں کا خیال بیٹیاں ہی رکھتی ہیں۔'' شمیلہ نے خدیجہ کے ساتھ لگ کر ان کے کندھے پر بازو پھیلاتے ہوئے کہا تو خدیجہ نے پھر حیرت سے اس کی طرف دیکھا اور زبردستی مسکرا کر اپنا ہاتھ اس کے سر پر رکھ دیا۔ فہام نے مسکرا کر دونوں کی طرف دیکھا۔ ردا حیرت سے کبھی بھاوج اور کبھی ماں کی طرف دیکھنے لگی۔

اسے شمیلہ کی باتوں پر یقین نہیں آرہا تھا جو شوہر کے سامنے انتہائی میٹھی زبان میں باتیں کررہی تھی مگر اکثر ردا کے ساتھ ساس کے بارے میں کتنے تلخ الفاظ استعمال کرچکی تھی۔ شمیلہ کے اس بدلتے ہوئے روپ کو دیکھ ردا بری طرح چونکی تھی مگر اِک ٹھنڈی سانس بھر کر خاموشی سے اسے دیکھنے لگی۔ خدیجہ بھی بے بسی سے شمیلہ کی طرف دیکھ رہی تھیں مگر فہام مسکرا مسکرا کر بیوی کو دیکھ رہا تھا اور وہ اسی بات سے بہت خوش ہورہی تھی کہ وہ فہام کے دل میں گھر کررہی ہے۔

☆☆☆

ایک جونیئر افسر نے مکمل انکوائری کے بعد حیدر کو فرحان کے بارے میں تمام رپورٹ لا کر دے دی۔ حیدر نے فائل کا مطالعہ بغور کیا اور پھر فہام کو فون ملایا۔ فہام اپنے آفس میں تھا۔ حیدر کی کال دیکھ کر اس نے جلدی سے اٹینڈ کی۔

''حیدر! کیسے ہو یار......؟'' فہام نے اس کا حال احوال پوچھا۔

''فائن...... تمہیں ایک گڈ نیوز سنانی تھی، تمہیں جس پر شک تھا وہی اصل مجرم ہے۔'' حیدر نے اسے بتایا۔

''رئیلی...... کیا وہ پکڑا گیا ہے؟'' فہام چونک کر پوچھنے لگا۔

''نہیں...... اس نے بہت ہوشیاری سے یہ کام کیا ہے کہ کسی کو اس پر شک نہ ہو۔'' حیدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''کیا...... مطلب؟'' فہام چونک کر بولا۔

''وہ ایک انٹرنیٹ کیفے کا مالک ہے اور اس میں کام کرنے والی مختلف لڑکیوں سے وہ میسجز کرواتا تھا۔ موبائل سروسز کمپنیوں سے جب ان لڑکیوں کا ڈیٹا مانگا تو وہ سب مختلف علاقوں کی تھیں۔ پھر میں نے اپنے سپاہی اس کام پر لگائے، انہوں نے فرحان کو ٹریس آؤٹ کیا اور ان سب لڑکیوں کے نام اور ایڈریس نوٹ کیے گئے۔ میں بہت جلد اسے اریسٹ کرلوں گا۔'' حیدر نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

''یار...... کیا وہ مان جائے گا کہ اس نے ہی یہ گھٹیا حرکت کی ہے؟'' فہام نے فکرمندی سے پوچھا۔

''نہیں...... میں اسے اس کیس میں اریسٹ نہیں کروں گا۔ ایکچوئیلی اس کی انکوائری کرنے پر پتا چلا کہ وہ ایک ڈرگ مافیا کے ساتھ بھی کام کرتا ہے۔ اس جیسے کسی کیس میں انوالو کرکے اس سے سارا کچھ اگلواؤں گا، تم بے فکر رہو۔ تمہاری عزت میری عزت ہے یار...... ٹرسٹ می......'' حیدر اسے تسلی دیتے ہوئے بولا۔

''تھینک یو ویری مچ۔'' فہام نے خوش ہوکر کہا۔

''یاروں کو تھینکس نہیں بولتے......'' حیدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''او کے...... سر۔'' فہام ہنسنے لگا۔

''لیکن فی الحال تم اس بات کا ذکر کسی سے نہ کرنا...... جب تک وہ اریسٹ نہ ہوجائے۔'' حیدر نے کہا۔

''او کے......'' فہام نے مسکرا کر جواب دیا۔

''اب تم بالکل فکر نہ کرنا، تم لوگوں کو کوئی میسجز نہیں آئیں گے اور نہ ہی کوئی بلیک میل کرسکے گا۔'' حیدر نے وثوق سے کہا۔

''مجھے افسوس ہورہا ہے کہ میں نے تم سے پہلے کونٹیکٹ کیوں نہیں کیا۔'' فہام نے پچھتاوا ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

''بات یہ ہے...... لوگ پولیس پر ٹرسٹ ہی نہیں کرتے، اٹس اے بگ ٹریجڈی...... او کے یار...... میں تھوڑا بزی ہوں پھر بات ہوگی، بائے۔'' حیدر نے موبائل آف کرتے ہوئے کہا۔

''شکر ہے یہ ٹینشن تو ختم ہوئی۔ اب مجھے مما کو راضی کرنا چاہیے کہ وہ ردا کو یونیورسٹی میں پڑھنے دیں...... بعد میں اس کی شادی کریں۔ اب مجھے اس کی اسٹڈیز کے لیے اسٹینڈ لینا چاہیے۔'' فہام نے کچھ سوچا اور مطمئن ہوگیا۔

خدیجہ لاؤنج میں ماں جی اور فضیلت کے ہمراہ بیٹھی باتیں کررہی تھی نزدیک ہی شمیلہ بھی بیٹھی تھی۔ زاہدہ ٹیبل پر چائے کے ساتھ مختلف لوازمات رکھ رہی تھی۔

''ردا کہاں ہے؟'' خدیجہ نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''میں نے انہیں بتایا ہے بس وہ آرہی ہیں۔'' زاہدہ نے جلدی سے جواب دیا۔ اسی لمحے ردا وہاں آگئی اور نزدیک جا کر ماں جی سے ملی۔ ماں جی نے انتہائی محبت سے اس کا سر، چہرہ اور ہاتھوں کو چوم کر صوفے پر بٹھایا۔ ماں جی کے چہرے پر انتہائی خوشی کے تاثرات تھے۔ وہ بار بار ردا کو اپنے ساتھ لگا رہی تھیں۔ شمیلہ زبردستی مسکرا کر مگر اندر سے حسرت بھری نگاہوں سے ماں جی اور ردا کی طرف دیکھ رہی تھی۔ فضیلت بھی ردا کو پیار کررہی تھی۔

''بہن...... آپ کی طبیعت بھی ٹھیک نہیں رہتی اور میری بھی...... اس لیے میں چاہتی ہوں کہ جلد از جلد ردا کو بہو بنا کر اپنے گھر لے جاؤں۔ میں آج شادی کی تاریخ لینے آئی ہوں۔'' ماں جی نے مسکراتے ہوئے خدیجہ بیگم کی طرف دیکھ کر کہا تو ردا شرما کر وہاں سے چلی گئی۔

''وہ تو سب ٹھیک ہے لیکن میں اپنے بیٹوں سے مشورہ کیے بغیر کیسے تاریخ دے دوں۔'' خدیجہ نے ایک دم چونک کر کہا۔

''ہاں تو آپ ان سے مشورہ کرلیں۔'' ماں جی نے مسکراتے ہوئے کہا جبھی فہام لاؤنج میں داخل ہوا۔

''لیجیے...... فہام بیٹا تو آگیا ہے۔'' ماں جی نے مسکرا کر کہا تو فہام بھی مسکرا کر سب سے سلام دعا کرنے لگا اور ان کے پاس ہی بیٹھ گیا۔

''شمیلہ بیٹے! حاتم اور عاصم گھر میں ہیں تو انہیں بھی بلالاؤ۔'' خدیجہ نے شمیلہ سے کہا۔

''جی...... خالہ جان!'' وہ سعادت مندی سے کہتی ہوئی اٹھ گئی۔

''روحیل کی ماں جی...... شادی کی ڈیٹ فکس کرنے آئی ہیں۔'' خدیجہ نے فہام کی طرف دیکھ کر کہا۔

''کیا اتنی جلدی......؟'' فہام نے ایک دم ہڑبڑا کر کہا اسی لمحے چھوٹے دونوں بھائی بھی وہاں آگئے۔

''بیٹا...... آپ سب لوگ یہاں جمع ہیں، میں اس ماہ ردا کی اور روحیل کی شادی کرنا چاہ رہی ہوں، ڈیٹ آپ لوگ بتا دیجیے۔'' ماں جی نے سب کو مسکرا کر دیکھتے ہوئے کہا، وہ لوگ چونک کر ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔

''آنٹی...... کیا ایسا نہیں ہوسکتا کہ آپ کچھ وقت دے دیں، اصل میں میری خواہش ہے کہ ردا یونیورسٹی میں پڑھ لے۔'' فہام کے کہنے پر خدیجہ سمیت سب لوگوں نے چونک کر اسے دیکھا۔

''بیٹا! اس بات پر تو بات ہوچکی ہے۔ ردا شادی کے بعد یونیورسٹی میں ایڈمیشن لے لے گی۔'' ماں نے یقین سے کہا۔

''بہن ہمیں تھوڑا سا ٹائم تو دیں...... شادی کی تیاری میں وقت بھی چاہیے۔'' خدیجہ ملتجیانہ انداز میں بولیں۔

''نہیں بھئی' میں جہیز تو بالکل نہیں لوں گی۔'' ماں جی نے ٹھوس لہجے میں کہا۔

''شکریہ...... لیکن ردا ہماری اکلوتی بیٹی ہے، میں اسے خالی ہاتھ نہیں بھیج سکتی...... اپنے سارے ارمان پورے کر کے اسے رخصت کروں گی۔'' خدیجہ نے مسکراتے ہوئے انہیں کہا مگر شمیلہ کے چہرے پر خفگی کے تاثرات نمایاں ہونے لگے۔ اسے اپنی شادی کا وقت یاد آگیا۔ اس نے گھور کر ساس کو دیکھا اور بہانے سے ٹرے میں برتن رکھ کر وہاں سے چلی گئی۔

''لیکن؟'' ماں جی نے کہا۔

''پلیز...... ہمیں اس بات سے نہ روکیں......'' خدیجہ نے ایک دم بات کاٹتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے جیسے آپ کی مرضی...... لیکن اب ڈیٹ میری مرضی کی ہوگی، اس ماہ کی پچیس تاریخ کیسی رہے گی۔'' ماں جی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے، جیسے آپ کی مرضی......'' فہام نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

''سب کو مبارک ہو۔'' ماں جی مسکراتے ہوئے بولیں تو سب مسکرانے لگے۔ شمیلہ انتہائی غصے میں اپنے کمرے میں آگئی اور زور سے دروازہ بند کر کے انتہائی غصے میں ماں کو فون ملانے لگی مگر بہت زیادہ بیلز کے بعد بھی ریحانہ نے فون نہیں اٹھایا۔

''اب مما! بھی میرا فون نہیں اٹھا رہیں۔ ایک بار فون اٹھائیں تو میں انہیں اُن کی بہن کے کرتوت بتاؤں، جو کہتی کچھ ہیں اور کرتی کچھ ہیں۔'' شمیلہ نہایت غصے سے بڑبڑائی۔ فون کا جواب نہ پا کر اس نے طیش میں آکر موبائل اٹھا کر بیڈ پر پھینک دیا۔

☆☆☆

وہ اپنے کمرے میں تھکے ہوئے انداز میں بیڈ پر بیٹھی تھیں اور آہستہ آہستہ اپنے پیروں کو بیڈ پر سیدھا کر رہی تھیں اور ساتھ ہی درد سے کراہنے لگیں۔ فہام ماں کے کمرے میں آیا...... انہیں دیکھ کر وہ جلدی سے آگے بڑھ کر کرسی پر بیٹھ کر ان کے گھٹنوں کو دبانے لگا۔

''بیٹا! بس کرو، یہ درد یوں دبانے سے کہاں کم ہوگا۔'' خدیجہ نے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

''لیکن کچھ تو آرام ملے گا ناں۔'' وہ گھٹنے دباتے ہوئے بولا تو خدیجہ آہستہ سے مسکرا کر اس کی طرف دیکھنے لگیں۔

''مما! آپ ردا کی شادی میں کچھ زیادہ عجلت نہیں کر رہیں؟'' فہام نے بالآخر ماں سے کہہ دیا، اس کا دل ردا کی اتنی جلدی شادی کو قبول نہیں کر رہا تھا۔

''میں خود بھی نہیں چاہتی تھی لیکن شاید خدا کو یہی منظور ہے۔ اس نے حالات ہی ایسے بنا دیے

ہیں۔'' خدیجہ نے جیسے ہارتے ہوئے کہا۔

''مما جس وجہ سے آپ شادی میں جلدی کر رہی تھیں، اب وہ وجہ بھی نہیں رہے گی۔'' فہام نے ماں کی طرف بغور دیکھ کر کہا تو خدیجہ نے فہام کو چونک کر دیکھا۔

''کیا مطلب......؟'' انہیں بات سمجھ نہ آئی۔

''مما! فرحان کو بہت جلد پولیس اریسٹ کرے گی...... ہماری اس ساری پریشانی کا ذمے دار وہی ہے۔ بہت ہی خبیث انسان ہے وہ۔'' فہام دانت پیس کر بولا۔

''کیا واقعی...... فرحان نے ہی یہ سب کچھ کیا ہے؟'' خدیجہ نے انتہائی حیرت سے آنکھیں پھیلا کر کہا۔

''ہاں...... اور پولیس کے پاس اس کا ثبوت بھی ہے۔'' فہام نے ماں کو بتایا۔

''یقین نہیں آرہا کہ اپنے ہی رشتے دار اتنی گری ہوئی حرکت بھی کر سکتے ہیں۔ میری معصوم بچی کے کردار پر حملہ کرتے ہوئے اسے ذرا بھی تو شرم نہ آئی۔'' خدیجہ اپنے سر پر ہاتھ رکھ کر پریشانی سے بولیں۔

''دل تو چاہتا ہے کہ اسے جا کر وہ سبق سکھاؤں کہ ساری زندگی یاد رکھے لیکن صرف یہ سوچ کر خاموش رہ جاتا ہوں کہ جب بات کھلے گی تو اس میں ردا کا بھی ذکر آئے گا اور میری بہن کا نام کوئی غلط انداز سے لے' میں کبھی برداشت نہیں کرسکوں گا۔'' فہام نے دانت پیس کر کہا۔

''بس بیٹا! شاید یہی واقعہ ردا کی شادی کا باعث بننا تھا۔ اللہ کی حکمتیں وہی جانتا ہے۔'' خدیجہ نے بیٹے کو تسلی دی۔

☆☆☆

جمال صاحب نے خپ منٹ روک دی تھی...... فیکٹری کے سب لوگ حیران بھی ہو رہے تھے اور پریشان بھی...... کروڑوں کا پروجیکٹ جمال صاحب نے بغیر کسی وجہ کے کیوں روک رکھا تھا۔ وہ خود بھی شش و پنج کا شکار تھے کہ انہوں نے جو کچھ بھی کیا تھا وہ ٹھیک تھا یا نہیں...... مگر ایک بات کا انہیں پکا یقین تھا کہ یمنیٰ انہیں جب بھی کسی بات سے روکتی تھی اس کے پیچھے ضرور کوئی اہم وجہ ہوتی تھی...... اور ایسا اس کے بچپن سے ہی ہوتا آرہا تھا۔ کبھی کبھی وہ کھیل، کھیل میں ہی اچانک کوئی ایسی بات کہتی جو فوراً پوری ہوجاتی...... اور جمال صاحب گھنٹوں اس سے پوچھتے رہتے تھے کہ اس نے وہ بات کیوں کہی تھی...... یمنیٰ کو اس بات کی کوئی خبر ہی نہیں ہوتی اور وہ مکمل لاعلمی کا اظہار کرتی...... یمنیٰ نے پانچ سال کی عمر سے ایسی باتیں کرنا شروع کی تھیں اور تب سے جمال صاحب اس نتیجے پر پہنچے تھے کہ یمنیٰ کے ساتھ ضرور کوئی غیر معمولی ماورائی قوت تھی اور اس کا اظہار انہوں نے اپنے ایک روحانی بزرگ سے بھی کیا تھا۔ انہوں نے چونک کر جمال کی طرف دیکھا اور کہنے لگے۔

''ایسے بچے نصیب والوں کو ملتے ہیں کیونکہ انہیں خدا اپنی خاص عطاؤں سے نوازتا ہے، آپ خوش قسمت ہیں کہ آپ کے گھر ایسی بچی نے جنم لیا ہے، آپ اس کا بہت خیال رکھا کریں۔'' بزرگ نے کہا تو جمال صاحب نے چونک کر انہیں دیکھا۔ جمال صاحب کے لیے تو وہ پہلے ہی بہت بڑی نعمت تھی کیونکہ تین مُردہ بچوں کے بعد وہی تو زندہ سلامت بچی تھی۔ بزرگ کے کہنے پر وہ کچھ اور زیادہ اس کا خیال رکھنے لگے۔ اس کا کہا کبھی نہیں ٹالتے تھے۔ ویسے بے جا ضد وہ بھی نہیں کرتی تھی۔

اس کے اندر بچپن سے ہی قناعت پسندی اور دوسروں کے لیے بہت زیادہ ہمدردی تھی۔ اکثر اپنی قیمتی چیزیں ملازموں کو دے دیتی تھی۔ جس پر ایمن بیگم اکثر اس سے ناراض بھی ہوتی تھیں مگر جمال صاحب نے ایمن کو کبھی اسے ڈانٹنے کا حق نہیں دیا تھا۔ وہ اس کی آنکھوں میں آنسو تو کیا ذرا سی نمی بھی برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ اس کی عادات بچپن سے

ہی بہت اچھی تھیں۔ اس کی سیاہ کالی رنگت کے باوجود اس میں خاص کشش تھی۔ جس کی وجہ سے لوگ اس کی طرف ضرور متوجہ ہوتے تھے۔ یہ جمال صاحب کا ہی کمال تھا کہ انہوں نے اس کی سیاہ رنگت کو اس کا کمپلیکس نہیں بننے دیا تھا۔ اس میں اتنا اعتماد پیدا کر دیا تھا کہ انتہائی خوب صورت لوگ بھی اس کے سامنے سرنڈر کر دیتے تھے اور یہ بات اندر ہی اندر اسے تقویت بھی دیتی۔ جمال صاحب خوش تھے کہ ان کی بیٹی خوب صورت نہ سہی مگر ایک اچھی اور طاقتور انسان تھی۔ جسے زمانہ آسانی سے کبھی شکست نہیں دے سکے گا۔ یمنیٰ کا ظاہر و باطن ایک کھلی کتاب کی طرح ان کے سامنے تھا۔ انہیں یہ اچھی طرح معلوم تھا کہ جھوٹ اور دھوکا بازی سے اسے کتنی نفرت تھی۔ آفس میں بیٹھے گھنٹوں وہ اس سوچ میں گم رہے کہ وہ اس پروجیکٹ کا کیا کریں۔ فیکٹری کا ایک، ایک ملازم انہیں آکر سمجھانے کی کوشش کرتا کہ تیار مال کو یوں روک کے رکھنا بہت بڑی حماقت ہے۔ وہ خاموشی سے سب کچھ سنتے رہے اور کوئی جواب نہ دیا۔ فیکٹری میں جب ان کے بارے میں چہ مگوئیاں ہونے لگیں تو انہوں نے یمنیٰ سے تفصیل سے بات جاننے کی کوشش کی۔ ایک رات یمنیٰ اپنے کمرے میں کمپیوٹر کے سامنے بیٹھی کچھ نوٹس تیار کرنے میں مصروف تھی۔ جب وہ اس کے کمرے میں داخل ہوئے اور اس کے قریب بیٹھ کر اِدھر اُدھر کی باتیں کرنے لگے۔ باتیں کرتے ہوئے وہ ایک دم رکے اور چونک کر اسے دیکھنے لگے۔

''یمنیٰ بیٹے آپ نے وہ کیا خواب دیکھا تھا۔ میری شپ منٹ کے بارے میں؟'' انہوں نے اچانک سوال کیا۔

''ڈیڈی میں نے آپ کو فیکٹری میں آپ کے بہت زیادہ سامان کے ساتھ دیکھا اور پھر دیکھا کہ اچانک آپ کے سامان کو آگ لگ گئی ہے اور ایک بہت بڑے بورڈ پر s لکھا دکھائی دیا اور کہیں سے آواز آئی کہ اس شخص کو سامان نہیں بھیجیں۔'' یمنیٰ یہ کہہ کر خاموش ہوگئی اور وہ گہری سوچ میں ڈوب گئے۔

''ڈیڈی آپ کیا سوچ رہے ہیں؟'' یمنیٰ نے ان کی جانب بغور دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''اس شخص کے بارے میں جو ہمارا کسٹمر ہے، میں اس کے بارے میں پہلے ہی کچھ مشکوک تھا کیونکہ وہ جن ٹرمز اور کنڈیشنز پر ہمارے ساتھ بزنس کر رہا تھا وہ بہت unusual تھیں مگر اس کا نام بہت کنفیوز کر رہا تھا کیونکہ s نام کا کوئی بھی کسٹمر فی الحال ہماری بزنس لسٹ میں نہیں۔'' جمال صاحب قدرے تشویش سے بولے۔

''ڈیڈی آپ کسی سے اس شخص کے بارے میں انویسٹیگیشن کیوں نہیں کروالیتے؟'' یمنیٰ نے رائے دی۔

''کس سے کراؤں کچھ سمجھ میں نہیں آرہا۔'' وہ بولے۔

''یہ کون سا مشکل کام ہے، کسی جرمن detective سے...... contact کریں آپ کو فوراً ساری انفارمیشن مل جائے گی۔'' یمنیٰ نے کہا تو انہوں نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

''یس یو آر رائٹ...... تمہارا یہ پوائنٹ مجھے click کر رہا ہے۔ میں آج ہی کسی سے contact کرتا ہوں۔'' وہ مسکرا کر یوں بولے جیسے ان کے سر سے کوئی بھاری بوجھ اتر گیا ہو۔

''نیٹ پر آپ کو بہت سے detectives مل جائیں گے۔ اگر آپ چاہیں تو میں آپ کی مدد کر سکتی ہوں۔'' یمنیٰ نے مسکرا کر کہا۔

"no thanks dear, I dont wantodistrub you more"

انہوں نے مسکرا کر کہا اور کمرے سے باہر چلے گئے اور یمنیٰ اپنے کام میں مصروف ہوگئی۔

☆☆☆

کومل رانا جب سے کلاس میں آئی تھی۔ کلاس کی فضا کافی خوشگوار ہوگئی تھی۔ وہ لڑکے لڑکیوں سب کے ساتھ چھیڑ چھاڑ اور مذاق کرنے سے باز نہیں آتی تھی۔ اس کے مذاق ہمیشہ برجستہ اور ہنسا دینے والے ہوتے تھے۔ جن پر سب اکثر کھلکھلا کر ہنستے اور کوئی اس کی باتوں کو مائنڈ بھی نہیں کرتا۔ حمنہ اور یمنیٰ کے ساتھ اس کی دوستی روز بروز گہری ہوتی جارہی تھی اور لڑکوں میں سب سے زیادہ وہ آزر سے متاثر تھی۔ آزر اسے قدرے مغرور لگتا جو یمنیٰ کے علاوہ کم ہی کسی لڑکی کو لفٹ کراتا تھا۔ وہ جتنا خوب صورت تھا۔ یمنیٰ اس کے بالکل برعکس تھی۔ دونوں میں دوستی تھی یا محبت اسے کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔ وہ اکثر یمنیٰ سے مذاق میں پوچھتی تو وہ ہنس کر ٹال دیتی۔

''یار یمنیٰ یہ راکٹ تمہارے ارد گرد بہت منڈلاتا رہتا ہے۔ عقیدت میں تمہارا طواف کرتا ہے یا پھر محبت میں کوئی چکر بازیاں لگاتا ہے؟'' کومل نے قدرے شوخ لہجے میں پوچھا۔

''کم آن یار...... تم کیسی باتیں کر رہی ہو، ہم سب فرینڈز ہیں اور کچھ نہیں۔'' یمنیٰ نے منہ بنا کر اسے ٹالنے کے انداز میں کہا۔

''اگر یہ بات ہے تو ٹھیک ہے، میں راکٹ سے خود ہی پوچھ لیتی ہوں۔ آج تو راکٹ ویسے بھی پھٹنے کے موڈ میں آیا ہے۔'' کومل نے ہنس کر آزر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ جو ریڈ کلر کی شرٹ پہنے، بالوں کا خاص اسٹائل بنائے اور گلاسز لگائے کلاس روم میں داخل ہوا تھا۔ کومل ہمیشہ مذاق میں آزر کو راکٹ کہہ کر بلاتی تھی اور اکثر آزر کے سامنے بھی وہ ایسا کہتی تو اسے کچھ سمجھ میں نہ آتا مگر باقی سب ہنستے رہتے۔ کلاس شروع ہونے میں ابھی کچھ دیر باقی تھی۔ آزر مسکراتا ہوا ان کے پاس آیا۔

"hello guys!" آزر نے مسکرا کر کہا۔

''آزر...... یار بہت عجیب سی پرابلم میں ہم پھنس گئے ہیں۔'' کومل نے آنکھیں گھما کر معنی خیز انداز میں اس سے پوچھا۔

''کیسی پرابلم......؟'' اس نے حیرت سے سوال کیا۔

''کوئی کسی کی طرف جب گہری نظروں سے دیکھتا ہے تو اس کے پیچھے کیا بات ہوتی ہے محبت یا دوستی؟'' کومل نے مسکرا کر پوچھا۔

''ایک نظر دیکھا جائے تو دوستی...... بار بار دیکھا جائے تو محبت۔'' آزر نے کہا۔

سب نے مسکرا کر یمنیٰ کی طرف دیکھا۔ آزر اسی کی طرف مسلسل دیکھ رہا تھا۔ یمنیٰ ایک دم جھینپ گئی اور پہلی بار سب نے اسے کنفیوز ہوتے دیکھا۔

''یار یمنیٰ...... تم کیوں اتنی کنفیوز ہو رہی ہو...... یوں لگ رہا ہے جیسے کوئی راکٹ سیدھا تمہیں لگا ہو۔'' کومل نے ہنستے ہوئے کہا تو آزر چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔

''یہ اچانک راکٹ کہاں سے آگیا؟'' اس نے حیرت سے پوچھا۔

''راکٹ...... راکٹ...... راکٹ...... کہیں سے بھی آسکتا ہے۔'' کومل نے قہقہہ لگا کر کہا تو وہ حیرت سے اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ اچانک پروفیسر شبیر حسین کلاس روم میں داخل ہوئے تو سب لوگ اپنی اپنی چیئرز پر بیٹھ گئے مگر کومل بار بار یمنیٰ کی طرف دیکھ کر معنی خیز انداز میں مسکراتی رہی۔ اسے مسکراتا دیکھ کر یمنیٰ کے چہرے پر بھی مسکراہٹ پھیل گئی۔

☆☆☆

جمال صاحب اپنے آفس میں بیٹھے کسی سے فون پر بات کر رہے تھے اور ان کے چہرے کے تاثرات مسلسل بدل رہے تھے۔ بات ختم کر کے انہوں نے اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرا اور گہری سانس لیتے ہوئے دونوں ہاتھ جوڑ کر دل ہی دل میں اللہ کا

شکرادا کرنے لگے۔
''یا اللہ تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے۔تو نے مجھے اتنے بڑے نقصان سے بچالیا۔'' اسی لمحے ان کے اسسٹنٹ منیجر فدا حسین آفس میں داخل ہوئے۔
''سر آپ نے مجھے بلایا؟'' فدا حسین نے ان کے سامنے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔
''ہاں...... Mr.maxon کے بارے میں latest انفارمیشن ملی ہیں وہ یہ کہ وہ ہمارے ایک رائیول (رقیب) جان اسمتھ کے behalf پر ہم سے یہ شپ منٹ منگوا رہا تھا اور مسٹر اسمتھ کے ساتھ ہمارے بزنس ٹرمز ماضی میں کیسے رہے ہیں یہ آپ اچھی طرح جانتے ہیں۔اس شخص نے ہمیں پہلے بھی نقصان پہنچانے کی کوشش کی تھی مگر کامیاب نہیں ہوسکا تھا اور اب maxon کے ذریعے اس نے جس consignment کے سلسلے میں deal کرنے کی کوشش کی تھی اگر وہ اس میں کامیاب ہوجاتا...... تو یقین مانو ہمیں اتنا بھاری نقصان ہوتا کہ شاید یہ فیکٹری ہی بند کرنی پڑجاتی۔'' جمال صاحب نے ہاتھ کا اشارہ کرتے ہوئے آفس کے درودیوار کی طرف دیکھ کر کہا۔
''سر آپ اللہ کا کروڑ دفعہ شکرادا کریں کہ اس نے آپ کو اتنے بڑے نقصان سے بچالیا ہے۔'' منیجر نے خوش ہوکر کہا۔
''ہاں...... میں اللہ کا بہت شکر گزار ہوں۔ اس نے مجھ پر بہت کرم کیا ہے۔'' جمال صاحب نے متشکرانہ لہجے میں کہا۔
''اور یہ بھی صرف آپ کی نیک نیتی اور غریبوں سے رحم دلی کی وجہ سے ہے کہ وہ آپ کو آنے والے خطرات سے پہلے ہی آگاہ کردیتا ہے۔ وہ بہت مہربان ہے جو اپنے بندوں کی ہر موقع پر مدد کرتا ہے۔'' منیجر فدا حسین نے کہا۔
''ہاں...... یہ اس کی کرم نوازی ہے کہ اس نے اتنی بہت بڑی نعمت سے مجھے نوازا ہے۔'' ان کی آنکھوں کے سامنے یمنیٰ کا چہرہ گھومنے لگا۔
''سر آپ کو اس کی بہت مبارک ہو، اب میں جاؤں؟'' فدا حسین نے جانے کی اجازت طلب کرتے ہوئے کہا۔
''ہاں...... اور Mr.maxon کو mail send کردیں کہ اب ہم ان کے ساتھ کوئی بزنس deal نہیں کریں گے۔'' جمال صاحب نے گہری سانس لیتے ہوئے ٹھوس لہجے میں کہا۔
''رائٹ سر۔'' وہ کہہ کر آفس سے باہر چلا گیا اور جمال صاحب کے چہرے پر مسکراہٹ پھیلنے لگی۔ انہوں نے فوراً یمنیٰ کا نمبر ملایا...... وہ کار ڈرائیو کررہی تھی اور اس کے ساتھ آزر تھا۔
''ہیلو یمنیٰ بیٹے...... تم کہاں ہو، تمہیں ایک گڈ نیوز سنانی ہے۔ Mr.maxon کے بارے میں انفارمیشن ملی ہے اور تمہارا خواب بالکل سچ نکلا ہے۔'' جمال صاحب نے خوش ہوکر بتایا۔
''اوہ...... ریئلی ڈیڈی!'' وہ حیرت سے چلّاتے ہوئے بولی۔
''یس مائی ڈیئر...... اینڈ تھینکس اے لاٹ...... میں بہت بڑے نقصان سے بچ گیا۔'' انہوں نے خوش ہوکر کہا۔
''یو مسٹ بی تھینک فل ٹو گاڈ۔'' یمنیٰ نے مسکرا کر کہا۔
''یس آف کورس بیٹا۔'' وہ مسکرا کر بولے تو یمنیٰ بھی مسکرانے لگی اور خدا حافظ کہہ کر اس نے موبائل آف کردیا۔
آزر ان کی باتیں غور سے سن رہا تھا۔
''کیا تم اپنے ڈیڈ سے بہت اٹیچڈ ہو؟'' آزر نے پوچھا۔
''ہاں...... کیا تم اپنے ڈیڈ سے نہیں؟'' یمنیٰ نے حیرت سے پوچھا۔

''ویری فارمل...... میرے مما، پاپا دونوں ہی اپنی اپنی دنیا میں بزی رہتے ہیں، میرے لیے ان کے پاس بہت تھوڑا ٹائم ہوتا ہے۔ اور جو ٹائم ہم اکٹھے spend کرتے ہیں، وہ زیادہ تر ایک دوسرے کو criticise کرنے میں ہی گزر جاتا ہے۔
I am sick of them and never like to be with them!"
آزر نے ناگواری سے کہا۔
''یہ کتنا عجیب relationship ہے کہ تم اپنے parents کے بارے میں ایسی باتیں کررہے ہو۔'' یمنیٰ نے حیرت سے کہا۔
''تمہارے اور میرے parents میں بہت فرق ہے۔'' آزر نے عجیب انداز میں کہا۔
''کیسا فرق......؟'' یمنیٰ نے حیرت سے پوچھا۔
''بہت سی باتوں کا اور میں ابھی انہیں ڈسکس نہیں کرنا چاہتا۔'' وہ ناگواری سے بولا۔
''اوکے، اپنا موڈ مت آف کرو۔'' یمنیٰ نے کہا تو آزر زبردستی مسکرا کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔
''اب بتاؤ...... کہاں جانے کا موڈ ہے؟'' یمنیٰ نے پوچھا۔
''مجھے میرے فلیٹ ڈراپ کردو۔'' وہ بیزاری سے بولا۔
''ایک بات بتاؤ...... کیا تم شروع سے ہی فلیٹ میں رہتے ہو؟ آئی مین...... اپنے پیرنٹس کے ساتھ بھی؟'' یمنیٰ نے حیرت سے پوچھا۔
''نہیں...... ڈیفنس میں ہمارا گھر ہے...... مگر مما، پاپا آج کل امریکا گئے ہوئے ہیں تو گاؤں سے گرینڈ پا کو میرے پاس چھوڑ گئے اور وہ اتنے سخت انسان ہیں، ہر بات میں مجھ سے الجھنے لگے تھے۔ میں انہیں وہیں چھوڑ کر فلیٹ میں شفٹ ہوگیا۔'' آزر بتانے لگا تو وہ حیرت سے اسے دیکھتی رہی۔
''اٹس امیزنگ...... گرینڈ پا کی وجہ سے تم نے گھر چھوڑ دیا۔'' یمنیٰ نے شدید حیرت کا اظہار کیا۔
''ہاں...... میں اپنی لائف میں کسی کی بھی انٹر فیرنس برداشت نہیں کرسکتا۔''
''چاہے وہ تمہاری وائف ہی کیوں نہ ہو؟'' یمنیٰ نے مسکرا کر پوچھا۔
''یس آف کورس......'' اس نے قطعیت سے جواب دیا۔
''پھر تو تم بھی بہت ریجڈ ہسبنڈ ہوگے۔'' یمنیٰ نے ٹرن لیتے ہوئے کہا۔
''ہاں...... مگر میں بدل بھی سکتا ہوں اگر اس میں اتنی پوٹینشل ہوئی تو۔'' وہ اس کی طرف معنی خیز انداز میں دیکھتے ہوئے بولا۔
''کیا مطلب......؟'' اس نے جان بوجھ کر پوچھا۔
''اب تمہاری وجہ سے میں کالج میں بھی تو چینج ہوگیا ہوں ناں اگر وہ بھی تم جیسی ہوئی تو پاسبل ہے۔'' آزر نے مسکرا کر کہا تو یمنیٰ بھی مسکرانے لگی۔
''یمنیٰ...... یو آر ویری نائس پرسن۔ تم میں بہت زیادہ گٹس ہیں۔'' آزر نے کہا۔
''ریئلی...... مجھے تو پتا ہی نہیں تھا۔'' یمنیٰ نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔
''مذاق نہیں کررہا...... اٹس ٹرو...... بالکل سچ کہہ رہا ہوں۔'' آزر نے اسے یقین دلاتے ہوئے کہا۔
''اوکے...... اگر تم کہتے ہو تو مان لیتی ہوں۔'' اس نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔
''تم میرا گھر دیکھنا چاہوگی؟''
''کہاں ڈیفنس میں؟'' یمنیٰ نے پوچھا۔
''ہاں...... اگر تم چاہو تو؟'' آزر نے کہا۔
''اوکے......'' یمنیٰ نے ڈرائیونگ کرتے ہوئے اپنی رسٹ واچ دیکھ کر کہا۔ ''بائی داوے، تم

مجھے اپنا گھر کیوں دکھانا چاہتے ہو؟'' یمنیٰ نے حیرت سے پوچھا۔
''بس ...... یونہی...... دل چاہ رہا ہے۔'' اس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ وہ اسے راستہ بتانے لگا اور وہ ان راستوں پر گاڑی چلاتے ہوئے ایک بہت عالیشان اور خوب صورت کوٹھی کے سامنے آرکی۔
''کیا یہ تمہارا گھر ہے؟'' یمنیٰ نے حیرت سے پوچھا۔
''ہاں...... تم نیچے اترو، میں تمہیں لیے چلتا ہوں۔'' آزر نے کہا تو یمنیٰ گاڑی سے نکل کر اس کے ہمراہ گھر کے اندر داخل ہوگئی۔ ایک موٹا سا، بڑی بڑی مونچھوں والا چوکیدار گیٹ پر بیٹھا تھا۔ اس نے جلدی سے آزر کو سلام کیا مگر آزر نے اس کے سلام کا کوئی جواب نہیں دیا۔
''دادا ابا کہاں ہیں؟'' آزر نے چوکیدار سے پوچھا۔
''وہ تو گاؤں چلے گئے۔'' چوکیدار نے جواب دیا۔
''کب؟''
''پچھلے ہفتے...... گاؤں میں کوئی بیمار ہوگیا تھا۔ فون آیا تو فوراً چلے گئے۔ شاید واپس آجائیں اور شاید نہ آئیں۔'' چوکیدار بہت سی باتیں کرنے کے موڈ میں تھا مگر آزر اس کی باتوں کو نظر انداز کرتے ہوئے یمنیٰ کے ہمراہ پورچ کی طرف جانے لگا......
پورچ کے دونوں اطراف میں انتہائی وسیع، سرسبز و شاداب، خوب صورت لان تھا۔ کوٹھی کی اندرونی اور بیرونی آرائش قابلِ دید تھی۔ ماربل ٹائلز اور انتہائی خوب صورت وڈ ورک سے ہی مکین کی امارت کا پتا چل رہا تھا۔ یمنیٰ کا اپنا گھر بھی بہت خوب صورت تھا اور دو کنال پر محیط پُرآسائش گھر ڈیفنس میں تھا...... مگر اس کے ڈیڈی پیسے کے زیاں کو ناپسند کرتے تھے...... پیسہ انسان کی ضرورت کے لیے ایک نعمت ہے مگر بے جا خرچ کرنا اور وہ بھی نمود و نمائش کے لیے کہ جن کے بغیر بھی انسان کا گزارہ ہوسکتا ہو انہیں اچھا نہیں لگتا تھا۔ ایمن کی طبیعت میں بھی زیادہ نمود و نمائش نہیں تھی اور یمنیٰ کو تو ویسے ہی ان چیزوں سے کوئی زیادہ لگاؤ نہیں تھا۔ اس نے اپنے لیے کبھی بے تحاشا چیزیں نہیں خریدی تھیں۔ اسے ان آرائشی چیزوں سے کیسے دلچسپی ہوسکتی تھی مگر وہ آزر کے گھر کو بغور دیکھ رہی تھی۔ ہر، ہر چیز...... عام اور معمولی شے سے لے کر بڑی تک سب امپورٹڈ تھیں۔ ڈیکوریشن پیسز، کرٹنز، کارپٹس اور کرسٹل کے vases اور ان میں لگے فلاورز اور بیلیں تک سب امپورٹڈ تھے اور ان سب میں taste اور میچنگ کا زبردست خیال رکھا گیا تھا۔
''ویری بیوٹی فل ہوم...... کیا تمہاری مما نے اسے ڈیکوریٹ کیا ہے؟'' یمنیٰ نے پہلی بار کسی گھر سے اتنا مرعوب ہوتے ہوئے پوچھا۔
''نہیں...... مما کا اتنا taste کہاں...... یہ تو انٹیریئر والوں کا کمال ہے۔ پاپا نے پانچ کروڑ میں یہ گھر ڈیکوریٹ کروایا ہے۔'' آزر نے بتایا۔
''رئیلی...... ! اٹس امیزنگ یار...... میرے ڈیڈی تو کبھی ایسے پیسہ ضائع نہیں کریں۔'' یمنیٰ نے ہونٹ سکوڑتے ہوئے کہا۔
''کیوں......؟'' آزر نے چونک کر پوچھا۔
''he is very contended (قناعت پسند) man'' یمنیٰ نے جواب دیا۔
''اور میرے پیرنٹس تو ہر سال گھر کا انٹیریئر چینج کراتے ہیں۔''
''کیوں......؟'' یمنیٰ نے تعجب بھرے لہجے میں پوچھا۔
''اپنے کمپلیکسز چھپانے کے لیے۔'' آزر نے صاف گوئی سے اسے بتایا۔
''کیسے کمپلیکسز......؟'' یمنیٰ نے حیرت سے

پوچھا۔

''اپنی اپنی کلاس کو چھپانے کے...... دونوں نے غربت سے امارت کا جو سفر کیا ہے مگر نہ ان کے چہروں سے دھبے مٹ سکے نہ ان کی پرسنالٹی سے ماضی کی پرچھائیاں...... دونوں ابھی تک un groomed لگتے ہیں۔'' آزر نے نہایت بدتمیزی سے کہا تو یمنیٰ حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔ اس کی آنکھوں میں اس کے لیے عجیب سی حیرت تھی۔

''کیا ہوا...... تم اتنی حیران کیوں ہو رہی ہو؟'' آزر نے تمسخرانہ انداز میں پوچھا۔

''آزر...... are you sadist؟'' یمنیٰ کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔

''وہاٹ...... sadist'' آزر کے ماتھے پر بل پڑے۔

''ہاں تم ہر کسی کو ناپسند کرتے ہو...... ہر شخص سے خائف ہو۔ اینڈ آئی ایم شیور...... تم دوسروں کو ٹارچر بھی کرتے ہو گے۔'' یمنیٰ نے صاف گوئی سے کہا تو آزر نے بغور اس کی طرف دیکھا اس کے چہرے کے تاثرات بدلنے لگے۔ اسے غصہ آنے لگا مگر اگلے ہی لمحے اس نے اپنے موڈ پر قابو پا کر زبردستی مسکرا کر اسے دیکھا۔

''لیکن...... تمہارے معاملے میں تو میں sadist نہیں...... آؤ میں تمہیں اپنا کمرا دکھاتا ہوں......'' وہ سیڑھیاں پھلانگتا ہوا اسے اپنے کمرے میں لے گیا۔ انتہائی بڑا اور قدرے رومینٹک بیڈ روم تھا جس میں اسٹائلش فرنیچر کے ساتھ کمرے کی ہر چیز ایکسپینسیو اور میچنگ کی تھی۔ تمام دیواروں پر آزر کی بڑی بڑی اسٹائلش تصویریں آویزاں تھیں۔ خوب صورت ویلوٹ کے دبیز پردوں کے نیچے نیٹ کے خوب صورت پرنٹڈ پردے لٹک رہے تھے۔ کمرے میں عجیب طرح کی خاموشی اور گہرا سکوت تھا۔ یمنیٰ نے چونک کر ادھر اُدھر دیکھا۔

''کیا دیکھ رہی ہو......؟'' آزر نے اس کے سامنے کھڑے ہو کر مسکرا کر پوچھا۔

''اوں...... کچھ نہیں......'' وہ ایک دم ہڑبڑا کر بولی۔

''تمہیں کیسا لگا میرا روم......؟'' آزر نے اردگرد دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''اٹس اوکے!'' وہ گہری سانس لیتے ہوئے بولی۔

''کیا مطلب...... تمہیں اچھا نہیں لگا......؟'' آزر نے حیرت سے پوچھا۔

''یہاں مجھے کچھ عجیب سا احساس ہو رہا ہے۔'' یمنیٰ نے ہونٹ سکوڑتے ہوئے کہا۔

''کیسا احساس......؟'' آزر نے چونک کر پوچھا۔

''آئی ڈونٹ نو...... بٹ اٹ از ناٹ...... پلیزنٹ۔'' یمنیٰ نے صاف گوئی سے بتایا۔

اچانک یمنیٰ کا موبائل بجنے لگا۔ اس نے جلدی سے موبائل کان سے لگایا تو دوسری جانب ایمن تھی۔

''بیٹا! تم کہاں ہو، کافی دیر ہو گئی ہے، تم ابھی تک گھر نہیں آئیں؟'' ایمن نے فکرمندی سے کہا۔

''مما! آئی ایم جسٹ کمنگ......'' یمنیٰ نے بات کر کے موبائل آف کر کے آزر کی طرف دیکھا۔

''آزر آئی ایم گوئنگ...... مما ویٹ کر رہی ہیں۔'' یمنیٰ جلدی سے مڑنے لگی۔

''سنو......'' آزر نے اسے پیچھے سے آواز دی تو یمنیٰ نے اسے مڑ کر دیکھا۔ وہ محبت پاش نظروں سے اس کی جانب دیکھ رہا تھا۔

''کیا تم میرے اس گھر میں آنا پسند کرو گی؟'' آزر نے معنی خیز انداز میں پوچھا۔

''کیا مطلب......؟'' یمنیٰ نے حیرت سے پوچھا۔

''تم میرے دل میں تو سما ہی چکی ہو کیا میرے گھر میں بھی؟'' آزر آگے بڑھا اور اس کے کندھوں پر اپنے دونوں ہاتھ رکھ کر ایک جذب کے عالم میں

کہنے لگا۔

''یہ...... یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟'' اس نے اپنا آپ چھڑا.... کر مڑنا چاہا۔

''کیا تمہیں یقین نہیں آ رہا...... سنو...... میرے دل کی دھڑکنوں میں اپنا نام۔'' آزر نے اسے زبردستی اپنے سینے کے ساتھ لگاتے ہوئے کہا تو وہ بری طرح گھبرا گئی۔ آزر اتنا اچانک اس کے ساتھ سب کچھ کر رہا تھا کہ اسے سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔

''let me go now'' اس نے اپنے آپ کو اس سے چھڑاتے ہوئے کہا مگر اس کا جسم بری طرح کانپ رہا تھا۔

''اوکے جاؤ..... مگر میری محبت کے احساس کے ساتھ جانا۔ آئی لو یو سوچ...... یمنیٰ...... اتنی محبت شاید ہی کوئی تم سے کرتا ہو۔'' آزر نے محبت بھرے لہجے اور مست آنکھوں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔ یمنیٰ نے اسے یک ٹک دیکھا وہ مسکرا رہا تھا۔ وہ تیز تیز چلتے ہوئے سیڑھیاں اترتے ہوئے باہر نکل گئی۔ وہ بھی پیچھے پیچھے چلتا باہر تک آیا۔

گاڑی میں بیٹھ کر یمنیٰ نے گہری سانس لی۔ اس کی سانس بری طرح اتھل پتھل ہو رہی تھی۔ وہ بہت بولڈ اور کونفیڈنٹ تھی مگر محبت کا یہ احساس اسے پہلی بار کسی نے دلایا تھا۔ اس کی لڑکوں سے بھی دوستیاں رہی تھیں مگر ایک حد تک مگر آزر نے کیسے خود بخود لمس کر اس کرنے کی کوشش کی تھی۔ وہ تو کسی لڑکے کی ذرا سی بات پر بھڑک اٹھتی تھی اور اس نے آزر کو کتنی آزادی دے دی کہ اس نے نہ صرف کھل کر اس سے اپنی محبت کا اظہار کیا بلکہ اسے اپنے ساتھ بھی لگا لیا اور یمنیٰ نے اسے سب کچھ کرنے دیا..... کیا واقعی وہ بھی اس سے محبت کرنے لگی تھی۔ اس کا جسم ابھی تک کانپ رہا تھا۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھ چہرے پر کچھ دیر کے لیے رکھے اور اپنے آپ کو نارمل کرتے ہوئے گاڑی اسٹارٹ کر کے وہاں سے نکل گئی۔ اسے ابھی تک اپنے آپ آزر کے کلون اور پرفیوم کی خوشبو آ رہی تھی۔ کندھوں پر اس کا لمس محسوس ہو رہا تھا۔

وہ گھر پہنچی تو شام ڈھلنے کو تھی۔ ایمن اور صاحب نے پریشانی سے اسے چونک کر دیکھا۔

''بیٹا! سب ٹھیک تو ہے، تم کچھ بدحواس رہی ہو؟'' جمال صاحب نے اس کے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''آئی ایم فائن ڈیڈی......'' وہ بہ مشکل بولی

''ضرور کوئی سگنل توڑا ہوگا......'' ایمن نے طنزیہ کہا۔

''نہیں، میری طبیعت ٹھیک نہیں...... میں کمرے میں جا رہی ہوں۔'' وہ جلدی سے وہاں جاتے ہوئے بولی۔

''بیٹا...... کیا ہوا؟ میں ابھی ڈاکٹر کو فون کرتا ہوں۔'' جمال صاحب نے فکرمندی سے کہا۔

''نہیں ڈیڈی...... آئی نیڈ ریسٹ......'' جلدی سے کہہ کر اپنے کمرے میں چلی گئی۔ وہ دونوں اسے دیکھتے رہ گئے۔

☆☆☆

وہ رات بھر ٹھیک طرح سے نہ سو سکی تھی۔ بار بار کروٹیں بدل رہی تھی۔ آزر کی محبت بھری سرگوشی اور لمس کا احساس اس کی روح تک میں اتر چکا تھا۔ احساس دلفریب بھی تھا اور عجیب بھی۔ اسے سکون بھی دے رہا تھا اور مضطرب بھی کر رہا تھا۔ وہ اٹھتی پھر بیٹھتی...... کمرے میں چکر لگاتی...... عجیب بے چینی اس کے رگ و پے میں سما گئی تھی۔ آج جو کچھ ہوا تھا وہ کوئی خواب تو نہیں تھا۔

''نہیں...... آزر واقعی مجھ سے محبت کرتا ہے، اس کی آنکھیں جھوٹ نہیں بول سکتیں۔'' آزر کے کہے ہوئے الفاظ ''آئی لو یو سوچ''.... سرگوشیوں کی صورت میں بار بار اس کے کانوں میں گونج رہے

تھے۔ اسے ایک دم آزر سے شدید محبت محسوس ہونے لگی۔ اس کے اندر اس کی طلب بڑھنے لگی۔ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ آزر سے بات کرے...... وہ بار بار موبائل کی طرف ہاتھ بڑھاتی مگر پھر رک جاتی۔

اچانک اس کا موبائل بجنے لگا تو اس نے چونک کر دیکھا۔ آزر کا نام جگمگا رہا تھا۔ اس کا دل یوں بے قابو ہو کر دھڑکنے لگا جیسے پہلی بار آزر سے بات کرنے جا رہی ہو...... وہ کبھی اتنی بدحواس اور نروس نہیں ہوئی تھی۔ اس نے کانپتے ہاتھوں سے بٹن دبایا اور آہستہ آواز میں ہیلو کہا۔

''کیا کر رہی ہو...... ابھی تک سوئی نہیں؟'' آزر نے سرگوشی میں پوچھا۔

''ن...... نہیں...... سونے کی کوشش کر رہی ہوں'' اس نے آہستہ آواز میں جواب دیا۔

''مگر نیند نہیں آ رہی تھی' یمنیٰ میری حالت بھی تمہارے جیسی ہو رہی ہے۔ نہ جانے کیا ہوتا ہے اس محبت میں...... انسان کو کتنا دیوانہ بنا دیتی ہے اور بے چین بھی...... سچ مجھے تو کسی پل چین نہیں آ رہا...... کیسا سحر ہے تم میں...... میرا سب کچھ چھین کر لے گئی ہو، دل بھی' نیند بھی' سکون بھی اور قرار بھی۔'' وہ مدہوش آواز میں بول رہا تھا اور یمنیٰ ہونٹ دانتوں تلے دبا کر اس کی باتیں سن رہی تھی مگر اس کی آنکھیں انجانی خوشی سے چمک رہی تھیں۔ اس کے دل کی دھڑکنیں بہت بے ترتیب ہو رہی تھیں مگر آزر کی باتیں اس کے اندر یوں اتر رہی تھیں جیسے برستی پھوار تپتی ریت میں جذب ہوتی ہے اور ہلکی ہلکی ہوا اس منظر کو مزید خوشگوار بناتی ہو۔ یمنیٰ مسکرا رہی تھی۔ خوش ہو رہی تھی مگر ظاہراً خاموش تھی۔

''تم کچھ بولتی کیوں نہیں...... کیا تم مجھ سے ناراض ہو؟'' آزر نے پوچھا تو یمنیٰ نے ایک دم گھبرا کر موبائل کی طرف دیکھا۔

''بولو یمنیٰ...... بولو...... پلیز کچھ تو کہو...... میری محبت کے جواب میں کچھ تو کہو۔'' آزر نے قدرے جذباتی لہجے میں کہا تو وہ موبائل سیٹ کی طرف دیکھتے ہوئے اپنی ہمت یکجا کرنے لگی۔ گویا آزر اسے نظر آ رہا ہو۔

''پلیز...... یمنیٰ میں کچھ سننا چاہتا ہوں۔'' آزر بولا۔

''کیا......؟'' یمنیٰ نے پوچھا۔

''تمہارے دل کی آواز...... کیا اس تک میری آواز پہنچی ہے یا نہیں؟'' آزر نے دلگیر لہجے میں پوچھا۔ یمنیٰ سوچ میں پڑ گئی اور پھر یک دم کچھ کہنے والی تھی کہ آزر بول اٹھا۔

''ٹھیک ہے اگر تم کچھ نہیں کہہ سکتیں تو میں موبائل بند کرنے لگا ہوں۔'' آزر نے مصنوعی خفگی دکھائی۔ وہ صرف یمنیٰ کو آزما رہا تھا۔

''نہیں...... میں...... وہ۔'' یمنیٰ رک رک کر بولی۔

''ہاں...... کہو، کیا کہنا چاہتی ہو؟'' وہ نرم لہجے میں بولا۔

''آئی لو یو ٹو۔'' وہ سرگوشیانہ انداز میں بول اٹھی۔

''تھینکس، تھینکس...... میں یہی سننا چاہتا تھا۔'' آزر جلدی سے خوش ہو کر بولا...... اور کھلکھلا کر ہنسنے لگا۔

''میں جیت گیا...... آئی ایم دی ونر......'' وہ انتہائی خوش ہو کر پُرجوش انداز میں کہہ رہا تھا۔ یمنیٰ مسکرا رہی تھی۔ آزر اس سے خوش دلی سے باتیں کر رہا تھا اور اس کی باتیں سنتے ہوئے یمنیٰ کے چہرے کے تاثرات مسلسل بدل رہے تھے۔ گو کہ محبت کا یہ اظہار اچانک نہیں ہوا تھا۔ گزشتہ کئی ماہ سے اشاروں، کنایوں میں آزر اپنے دل کا پیغام اس تک پہنچانے کی کوشش کر رہا تھا اور وہ سب کچھ سمجھتے ہوئے بھی مستقل نظر انداز کیے جا رہی تھی۔ اس کی فرینڈز بھی اسے یہ احساس دلاتی رہتیں کہ آزر اس سے محبت کرنے لگا ہے مگر وہ ان کی باتوں کو بھی ٹال جاتی...... آزر محبت کا جواب محبت سے نہ پا کر زچ ہونے لگا تھا اور بالآخر اسے موقع مل گیا کہ جب وہ کوئی مدافعت نہ کر سکی اور اس نے آزر کی محبت کے سامنے ہتھیار ڈال دیے۔ آزر کے لیے یہ بہت بڑی فتح تھی۔ وہ بے حد خوش تھا۔

☆☆☆

جب سے شمیلہ نے ساس سے سنا تھا کہ اپنی حیثیت کے مطابق وہ ردا کو جہیز ضرور دیں گی اس کے تن بدن میں آگ لگی ہوئی تھی، اس وقت بھی وہ ماں سے دل کے پھپھولے پھوڑ رہی تھی جبھی ردا کسی کام سے بھاوج کے کمرے میں آئی مگر یہ باتیں اس کے کان میں پڑیں تو وہ وہیں رک گئیں۔

''میری شادی پر تو خالہ جان نے جہیز لینے سے انکار کر دیا اور اب اپنی بیٹی کی دفعہ اپنے ارمان پورے کرنے کو کہہ رہی ہیں۔ کتنی منافق، چالاک اور مکار عورت ہے آپ کی بہن۔'' شمیلہ غصے سے بولی تو ردا کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ اسے شدید طیش آ گیا۔

''شمیلہ بھابی...... آپ میری مما کے بارے میں کیسی باتیں کر رہی ہیں؟'' ردا نے کمرے میں داخل ہو کر غصے سے چلّاتے ہوئے کہا۔

''میں...... وہ...... وہ؟'' شمیلہ بری طرح بوکھلا گئی تھی اور اسے کچھ سمجھ نہیں آیا کہ وہ کیا کہے۔

''میری مما نے آپ کے ساتھ کیا برا کیا جو آپ یوں؟'' ردا سسکی بھر کر بولی تو شمیلہ خاموشی سے اپنے ہونٹ کاٹنے لگی' ردا روتی ہوئی وہاں سے چلی گئی۔

''بہت برا ہوا۔ خدا جانے اب کیا فساد برپا ہوگا۔'' شمیلہ پریشانی کے عالم میں سر پر ہاتھ مار کر بڑبڑائی تو ریحانہ کا فون آنے لگا۔

''شمیلہ...... تم نے فون کیوں بند کر دیا؟'' وہ پوچھنے لگیں۔

''مما ردا نے میری ساری باتیں سن لی ہیں۔'' شمیلہ نے گھبرا کر کہا۔

''اوہ...... یہ تو بہت برا ہوا...... میں تمہیں اسی لیے منع کرتی تھی۔'' وہ ایک دم پریشان ہو کر بولیں۔

''اب نصیحتیں کر کے مجھے اور پریشان مت کریں۔'' شمیلہ نے غصے سے کہا اور موبائل آف کر دیا۔

☆☆☆

ردا روتی ہوئی شمیلہ کے کمرے سے باہر نکل رہی تھی تو سامنے سے فہام آ رہا تھا۔ اسے روتے دیکھ کر وہ بری طرح گھبرا گیا۔

''ردا تم...... تم رو کیوں رہی ہو...... کیا کسی نے کچھ کہا ہے؟'' فہام نے پریشان ہو کر پوچھا تو ردا نے

نم آنکھوں سے اسے دیکھا اور سسکیاں بھرنے لگیں۔
''ارے میری جان، کچھ تو بتاؤ، کیا ہوا ہے...... کیا کسی نے کچھ کہا ہے؟'' فہام نے پھر پوچھا۔
''نہیں......'' ردا نے نم آنکھوں سے بھائی کی طرف دیکھ کر نفی میں سر ہلایا۔
'' تو پھر تمہاری آنکھوں میں یہ آنسو کیوں ہیں؟'' فہام نے اس کے قریب آ کر اس کا چہرہ اونچا کرتے ہوئے پوچھا۔ اتنے میں شمیلہ اپنے کمرے سے باہر نکلی۔ فہام اور ردا کو باتیں کرتے دیکھ کر وہ بری طرح گھبرا گئی۔
''فہام...... ایکچوئیلی اس کی شادی ہو رہی ہے ناں !'' شمیلہ نے جلدی سے ان کے قریب آ کر ردا کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔
''اسی وجہ سے یہ کچھ اپ سیٹ ہے۔'' اس نے کہا تو ردا نے چونک کر بھاوج کی طرف دیکھا۔
''ارے...... میری گڑیا...... یہ دن تو تمہاری زندگی میں آنا ہی تھا۔ اس میں رونے کی کیا بات ہے۔'' فہام نے بڑے پیار سے بہن کو اپنے ساتھ لگاتے ہوئے کہا تو ردا ہکا بکا دونوں کو دیکھنے لگی۔

☆☆☆

وہ دونوں ڈھیر ساری شاپنگ کر کے ابھی لوٹے تھے۔ روحیل نے تھکے ہوئے انداز میں شاپنگ بیگز لاؤنج میں رکھے اور قدرے ہانپتا ہوا وہیں صوفے پر بیٹھ گیا۔
''کیا تم ابھی سے تھکنے لگے ہو......؟ ابھی تو تمہیں بہت زیادہ کام کرنا ہے۔'' ماں جی نے مسکراتے ہوئے کہا۔
''ہاں ماں جی...... میں بہت زیادہ تھک گیا ہوں۔ اب مجھ سے یہ سب کام اور نہیں ہوگا۔'' روحیل نے پریشان ہو کر دونوں ہاتھ ہلاتے ہوئے کہا۔
''لیکن میں حیران ہوں، آپ بالکل نہیں تھکیں۔'' روحیل نے ماں جی کے مسکراتے ہوئے چہرے کو دیکھ کر حیرت سے کہا۔
''بیٹا! جب انسان دل کی خوشی سے کوئی کام کرتا ہے تو وہ خوشی ہی اسے تھکنے نہیں دیتی۔'' ماں جی نے مسکراتے ہوئے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔
''اور آپ کی خوشی کا اندازہ میں آپ کو شاپنگ کرتے دیکھ کر لگا رہا تھا۔''
''بیٹا...... اتنے عرصے بعد ہمیں خوشی مل رہی ہے تو ہم اسے کیوں نہ انجوائے کریں۔ اچھا یہ بتاؤ کہ تم نے ردا کو رونمائی میں کیا دینا ہے، تم نے کچھ تو سوچا ہوگا۔'' ماں جی نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔
''آپ کا ہیرے جیسا بیٹا اسے مل رہا ہے اسے اور کیا چاہیے۔'' روحیل نے آنکھیں گھما کر شرارتی لہجے میں کہا۔
''ہیرا تو وہ خود ہے، بس تم اس کی قدر کرنا اور ہاں میں نے تو اپنی بہو کے لیے گولڈ کی رِنگ خریدی ہے۔'' ماں جی نے اپنے بیگ میں سے ایک ڈبیا نکال کر اسے دکھاتے ہوئے کہا۔
''واؤ...... ایکسیلنٹ...... بہت اچھی ہے۔'' روحیل رِنگ دیکھ کر تعریفی لہجے میں کہنے لگا۔
''نہیں...... یہ تب اچھی لگے گی۔ جب ردا اسے پہنے گی۔'' ماں جی نے مسکرا کر محبت سے کہا۔
''ماں جی...... آپ ردا سے یوں محبت کرنے لگی ہیں۔ جیسے وہ آپ کی سگی بیٹی ہو۔'' روحیل نے ماں کا ہاتھ پکڑ کر بغور دیکھتے ہوئے کہا اور پھر دونوں مسکرانے لگے۔

☆☆☆

ردا لاؤنج میں بہت اداس اور خاموش بیٹھی تھی۔ خدیجہ اپنے کمرے سے باہر آئیں اور اس کی طرف بغور دیکھ کر اس کے پاس ہی بیٹھ گئیں۔
''بیٹا...... کیا بات ہے، جب سے تمہاری شادی کی ڈیٹ فکس ہوئی ہے تم اداس لگ رہی ہو؟'' خدیجہ نے رازدارانہ انداز میں پوچھا۔
''کچھ نہیں۔'' وہ گہری سانس لے کر بولی اسی وقت شمیلہ کچن سے نکل کر باہر آئی اور دونوں کو باتیں کرتے دیکھ کر بری طرح گھبرا گئی۔
''کہیں ردا خالہ جان کو سب کچھ نہ بتا دے۔'' اس کے دل کو دھڑکا ہوا۔ وہ جلدی سے گھبرا کر ان کی طرف آئی اور ردا کے پاس بیٹھ گئی۔
''خالہ جان! ہم نے ردا کی شاپنگ کب شروع کرنی ہے؟'' اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا تو ردا نے چونک کر اسے دیکھا۔
''بس بیٹا! بہت جلد...... میری طبیعت کچھ ٹھیک نہیں...... اب بھی میں اپنی میڈیسنز لینے آئی تھی۔ یہیں رکھ کر کہیں بھول گئی ہوں۔'' خدیجہ نے بتایا تو شمیلہ جلدی سے اٹھ کر میڈیسنز ڈھونڈنے لگی۔
''یہ یہاں پڑی ہیں۔'' اس نے سائڈ ٹیبل سے میڈیسنز اٹھا کر انہیں دیتے ہوئے کہا اور وہ اپنے کمرے میں چلی گئیں۔
''ردا آئی ایم سو سوری...... اس دن غلطی سے میرے منہ سے بہت غلط باتیں نکلیں...... پلیز...... تم خالہ جان اور فہام کو کچھ نہ بتانا۔ ورنہ فہام مجھ سے بہت ناراض ہوں گے۔'' شمیلہ، ردا کے پاس بیٹھتے ہوئے اس سے معافی مانگ رہی تھی۔
''آپ مما کے بارے میں ایسا کیوں سوچتی ہیں؟'' اس نے نم آنکھوں سے پوچھا۔
''ردا میری بھی بہت خواہش تھی کہ اچھا جہیز لیتی...... اپنی پسند کی چیزیں لیتی...... لیکن خالہ جان نے مجھے کچھ بھی نہیں لینے دیا اور تمہیں وہ سب کچھ دینا چاہ رہی ہیں۔ اب وہ ایسا کیوں کر رہی ہیں اگر تم میری جگہ ہوتیں تو تم کیا سوچتیں۔ بس خالہ جان کے اس رویئے سے مجھے غصہ آ گیا۔'' شمیلہ نے جلدی سے آنکھیں آنسوؤں سے بھر کر کہا۔ ردا نے چونک کر دیکھا اور اسے روتا دیکھ کر اس کا دل نرم پڑنے لگا۔

''پلیز...... آپ مت روئیں......'' ردا جلدی سے بولی۔
''جو کچھ ہوا...... پلیز اسے بھول جاؤ اور کسی کو کچھ مت بتانا۔ میں تمہارے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں۔'' شمیلہ نے دونوں ہاتھ جوڑ کر معافی کے انداز میں کہا۔
''نہیں...... نہیں پلیز آپ ایسے مت کریں، میں، میں کسی سے کچھ نہیں کہوں گی۔'' ردا گھبرا کر بولی۔
''تھینک یو...... ویری مچ......'' شمیلہ نے آنکھیں صاف کرتے ہوئے کہا تو ردا بھی مسکرا کر اسے دیکھنے لگی۔
''لیکن اب میں اپنے سارے ارمان تم پر پورے کروں گی۔ تمہارے لیے اپنی پسند کی چیزیں خریدوں گی۔'' شمیلہ نے اسے چومتے ہوئے کہا۔

☆☆☆

رشنا لان میں چیئر پر بیٹھی ردا کی شادی کا کارڈ دیکھ کر مسکرائی اور ٹیبل پر سے اپنا موبائل اٹھا کر اس کا نمبر ملانے لگی۔ کافی بیلز کے بعد ردا نے فون اٹھایا۔
''یار...... مجھے ابھی تمہاری شادی کا کارڈ ملا ہے۔ تم تو خوب چونکا رہی ہو، پہلے اچانک منگنی کر لی اور اب شادی بھی......'' رشنا مسکراتے ہوئے بولی۔
''میں کیا کہہ سکتی ہوں...... روحیل کی ماں جی کو ہی جلدی ہے۔'' ردا نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔
''تمہیں اور روحیل کو تو بالکل جلدی نہیں ناں!'' رشنا نے مذاق کرتے ہوئے کہا۔
''یار...... میں تو پڑھنا چاہتی تھی...... رشنا سچ بتاؤں...... مجھے شادی سے بہت خوف آتا ہے۔'' ردا نے سنجیدگی سے کہا۔
''کیسا خوف؟'' رشنا چونک کر پوچھنے لگی۔
''یار...... ذمے داریوں سے...... سنا ہے ہسبنڈ کے کام ٹائم پر نہ کیے جائیں تو وہ ناراض ہوتے ہیں۔'' ردا نے معصومیت سے کہا۔

"ہاں......اور مار پٹائی بھی کرتے ہیں۔" رشنا بھرپور قہقہہ لگا کر بولی۔

"رئیلی......؟ کیا فراز بھائی بھی تم سے ناراض ہوتے تھے۔" ردا ایک دم گھبرا کر بولی۔

"ہاں...... بالکل۔" رشنا مسکراتے ہوئے بولی تو ردا پریشانی سے ہونٹ کاٹنے لگی۔

"ارے یار...... ایسا کچھ نہیں ہوتا...... مذاق کررہی ہوں۔ فراز مجھ سے کبھی ناراض نہیں ہوئے مگر روحیل بھائی کا پتا نہیں۔" رشنا نے کہا۔

"وہ بھی بہت اچھے ہیں۔" ردا شرما کر بولی۔

"اچھا جی......" رشنا نے ہنستے ہوئے کہا۔

"تم مہندی کی رسم سے ایک دن پہلے ہی میری طرف آجانا۔" ردا نے جلدی سے کہا۔

"یار...... آتو جاؤں مگر مما آج کل بہت اپ سیٹ ہیں۔ میں مسلسل ان سے رابطے میں رہتی ہوں۔ ان کا دھیان بٹاتی ہوں، ان سے باتیں کرتی ہوں۔" رشنا نے اتنا ہی کہا۔

"کیوں......؟" ردا نے چونک کر پوچھا۔

"توقیر بھائی کو ہارٹ اٹیک ہوا تھا...... وہ اسپتال میں ایڈمٹ رہے اس وجہ سے۔" رشنا نے فکر مندی سے بتایا۔

"ہارٹ اٹیک......کب......؟" ردا نے یک دم گھبرا کر پوچھا۔

"اس روز تو اچھی خاصی باتیں کررہے تھے۔ بہت ہنس رہے تھے، میں تمہاری منگنی کا بتارہی تھی۔ بہت خوشگوار موڈ میں باتیں کررہے تھے پھر کئی روز بعد مما کا فون آیا انہوں نے بتایا کہ توقیر بھائی کو ہارٹ اٹیک ہوگیا ہے۔" رشنا...... اپنی ہی لے میں بولے گئی اور ردا پر کپکپی طاری ہونے لگی۔

"رشنا مجھے مما بلارہی ہیں۔ میں تمہیں بعد میں کال کرتی ہوں۔" ردا ایک دم گھبرا کر بولی تو رشنا نے اچھا کہہ کر فون بند کردیا۔ رشنا سے بات کرکے وہ موبائل آف کرتے ہوئے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

"آئی ایم شیور......توقیر میری وجہ سے بیمار ہوا ہے۔ اگر اسے کچھ ہوگیا تو اس کی ذمے دار میں ہوں گی۔ نہیں، نہیں میں نے کبھی ایسا نہیں چاہا تھا۔ یااللہ توقیر کو ٹھیک کردے۔" ردا نے سسکی بھری اور گڑگڑا کر دعا کرنے لگی تبھی دروازے پر دستک ہوئی اور زاہدہ اندر داخل ہوئی۔ ردا نے جلدی سے اپنے آنسو صاف کیے۔

"ردا بی بی......آپ رو کیوں رہی ہیں۔" زاہدہ نے چونک کر پوچھا۔ "کیا میکا چھوڑنے کا دل نہیں چاہ رہا۔ ایسا ہی ہوتا ہے لیکن پھر بھی سب کچھ چھوڑ کر جانا پڑتا ہے۔" زاہدہ نے اس کے سر پر پیار دیتے ہوئے کہا۔ "اٹھیں...... باہر آپ کو فہام بھائی بلارہے ہیں۔" زاہدہ نے اپنی چادر سے نم آنکھوں کو رگڑتے ہوئے کہا۔

"کیوں......؟" ردا گھبرا کر بولی۔

"خود ہی چل کر پوچھ لیجیے۔" زاہدہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

☆☆☆

شمیلہ اور فہام شاپنگ کرکے لوٹے تھے۔ لاؤنج میں ہر طرف شاپنگ بیگز پڑے تھے۔ ردا اپنی نم آنکھوں کو صاف کرتے ہوئے زاہدہ کے ہمراہ لاؤنج میں آئی۔

"آؤ میری گڑیا...... دیکھو تمہارے لیے کیا کچھ لایا ہوں۔" فہام نے مسکراتے ہوئے ردا کی طرف دیکھ کر کہا تو ردا نے نم آنکھوں سے فہام کی طرف دیکھا اور یک دم پھوٹ پھوٹ کر روتے ہوئے فہام کے گلے لگ گئی۔

"فہام بھائی مجھے شادی نہیں کرنی۔" وہ رو رہی تھی۔ سب ایک دم چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگے۔

(باقی آئندہ)

ناولٹ

کہیں دیپ جلے کہیں دل

قیصرحیات

ساتواں حصہ

''ک...... کیوں شادی نہیں کرنی؟'' فہام نے گھبرا کر اس کی طرف دکھ کر پوچھا۔

''فہام بھائی! مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔'' اس نے سسکی بھر کر کہا۔

''کیسا ڈر......؟'' فہام چونک کر پوچھنے لگا۔

''فہام بھائی...... میں آپ لوگوں کے بغیر کیسے رہ سکوں گی، پلیز ابھی مجھے اپنے آپ سے جدا نہ کریں۔'' ردا نے معصومیت سے کہا اور ماں کے

ساتھ لگ کر رونے لگی۔

''بیٹا اب یہ بچپنا چھوڑو...... اور آئندہ ایسی بات نہیں کرنا۔'' خدیجہ بیگم نے نم آنکھوں سے اس کی پیشانی چومتے ہوئے کہا۔

''آج کل لوگ سیدھی بات کا بھی الٹا مطلب لے لیتے ہیں۔'' وہ سرد آہ بھر کر بولیں تو شمیلہ نے چونک کر ان کی طرف دیکھا۔

''میری گڑیا...... اپنے تمام ڈر، خوف یہاں چھوڑ کر جاؤ، تمہارے یہ آنسو، تمہارے اس بھائی کے خون سے بھی زیادہ قیمتی ہیں۔'' فہام نے ردا کی آنکھوں سے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا تو شمیلہ نے یک دم خفگی سے شوہر کی طرف دیکھا۔

''smile please ...میری گڑیا...... صرف ہنستی مسکراتی ہوئی اچھی لگتی ہے، اب میں ان خوب صورت آنکھوں میں کبھی آنسو نہ دیکھوں۔'' فہام نے بہن کے چہرے کو اپنے ہاتھوں میں تھام کر کہا تو وہ اس کی طرف دیکھ کر مسکرانے لگی۔

''شاباش...... اب اِدھر بیٹھو، دیکھو میں نے اور شمیلہ نے تمہارے لیے کتنی شاپنگ کی ہے جو پسند نہ آئے بتا دینا۔'' فہام نے ہنستے ہوئے کہا۔ شمیلہ نے ہونٹ سکوڑ کر زبردستی مسکرا کر اس کی طرف دیکھا اور اسے شاپنگ دکھانے لگی۔

☆☆☆

فرحان انتہائی بری حالت میں حیدر کے سامنے کھڑا تھا۔ مار پیٹ کی وجہ سے فرحان سے ٹھیک طرح سے کھڑا نہیں ہوا جا رہا تھا۔

''کیا تم اب بھی اعترافِ جرم نہیں کرتے؟'' حیدر نے فرحان کے سر کے بالوں کو کھینچتے ہوئے کہا۔

''نہیں...... میں نے کچھ نہیں کیا۔'' فرحان چِلّاتے ہوئے بولا۔

''اس موبائل میں وہ تمام میسجز موجود ہیں جو تم نے ان لڑکیوں کی مدد سے اس نمبر پر بھیجے اور اس پیپر میں پوری تفصیل موجود ہے۔ تم نے کب اور کس، کس وقت اس نمبر پر میسجز بھیجے اور اس فائل اور اس ٹیپ ریکارڈر میں ان لڑکیوں کے بیانات تک موجود ہیں۔ اب تمہیں جیل جانے سے کوئی نہیں بچا سکتا۔'' حیدر نے سب کچھ اسے دکھاتے ہوئے کہا۔

''تم مجھ سے دشمنی مول لے رہے ہو۔'' فرحان نے غصے سے چلّاتے ہوئے کہا۔

''دشمنی میں لے رہا ہوں کہ تم نے لی ہے گھٹیا انسان، تمہارے ان میسجز کی وجہ سے ان لوگوں پر کیا گزری جن سے تم نے بلاوجہ کی دشمنی کی، اب تمہارا ایسا کیس بنایا جائے گا کہ جیل جا کر ہی تمہاری عقل ٹھکانے آئے گی۔'' وہ شدید غصے میں تھا۔

''جیل......؟'' فرحان گھبرا کر بولا۔

''ہاں، جیل...... بہت جلد کورٹ تمہیں سزا دے کر جیل بھیج دے گی، اب تم اس پیپر پر سائن کرو۔'' حیدر نے غصے سے کہا اور اس کے سامنے ایک پیپر کیا۔

''آفیسر! تم میرے ساتھ اچھا نہیں کر رہے...... میں سائن نہیں کروں گا۔'' فرحان نے غصے سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''سائن کرتے ہو کہ نہیں ورنہ لے جاؤ اسے اور لاک اپ میں بند کر دو۔'' اس نے غصے سے اس کی گردن دبوچتے ہوئے کہا تو فرحان نے ڈر کر سائن کر دیے۔

☆☆☆

یمنیٰ اور آزر میں انڈر اسٹینڈنگ روز بروز بڑھتی جا رہی تھی۔ وہ رات، رات بھر ایک دوسرے کے ساتھ موبائل پر باتیں کرتے رہتے اور صبح سویرے ہی کالج پہنچ جاتے۔ کالج میں بھی دونوں اکثر اکٹھے پھرتے رہتے۔ کومل، حمنہ، جواد اور دوسرے دوست ان کا مذاق اڑاتے...... مگر وہ کسی کی بات مائنڈ نہ کرتے۔ یمنیٰ جو پہلے کومل کی باتوں کو

جھٹلاتی رہتی تھی اب ہر بات پر زیرِ لب مسکرا دیتی۔ سب فرینڈز یمنیٰ میں ایک خاص تبدیلی محسوس کر رہے تھے اور وہ یہ تھی کہ یمنیٰ اپنا بہت خیال رکھنے لگی تھی۔ جو پہلے کبھی کبھی صرف بالوں کی کٹنگ کروانے پارلر جایا کرتی تھی اب ہر ہفتے پارلر جانے لگی تھی۔ فیشل اور بلیچ کروانے کے علاوہ اپنے چہرے کی رنگت کے نکھار کے لیے کریمیں بھی استعمال کرنے لگی تھی۔ اس کے چہرے پر ایک خاص قسم کی کشش پیدا ہونے لگی تھی۔ یہ آزر کی محبت کا اثر تھا یا پھر اپنا بہت خیال کرنے کا نتیجہ...... لیکن جو بھی تھا اس مثبت تبدیلی سے اس کی ماں بہت خوش تھی جو پہلے اسے پارلر جانے کے لیے اصرار کرتی نہ تھکتی تھی اور یمنیٰ ان کی بات کو کوئی توجہ نہیں دیتی تھی۔ اب خود بخود پارلر جانے لگی تو انہوں نے سکون کی سانس لی تھی۔ پارلر کے علاوہ وہ ہر دوسرے دن مختلف بوتیکس میں جاتی اور اپنے لیے اچھے اچھے ڈریسز خریدتی اور جب وہ کوئی نیا ڈریس پہن کر آزر کے سامنے آتی تو وہ مسکرا کر سرگوشی کے انداز میں کہتا۔

''آج بہت اچھی لگ رہی ہو۔'' اور اس ایک جملے کو سن کر اس کے اندر ایسی خوشی بھر جاتی جو اسے مزید اچھا بننے کی ترغیب دیتی۔ یمنیٰ اور آزر کی محبت کے چرچے ہر طرف پھیلنے لگے تھے۔

''میں تو سوچتی تھی ...... دنیا کے سب سے اسٹرونگ love birds میں اور عمر ہیں مگر تمہیں اور آزر کو دیکھ کر لگتا ہے کہ نہیں تم دونوں زیادہ strong birds ہو۔'' حمنہ نے مسکرا کر یمنیٰ سے کہا۔

''نہیں یار...... ایسی کوئی بات نہیں۔'' یمنیٰ نے جھٹلانے کی کوشش کی۔

''یہ، یہ تم میری طرف دیکھ کر بات کرو...... صبح جب تم دونوں کالج آتے ہو تو تم دونوں کے چہروں پر صاف لکھا ہوتا ہے کہ......!'' کومل نے معنی خیز انداز میں جملے کو ادھورا چھوڑا۔

''کہ...... کا کیا مطلب؟'' یمنیٰ نے حیرت سے پوچھا۔

''کہ......'' کا مطلب ہے نہ رات کو چین اور نہ دن کو قرار...... دیکھو تو راکٹ کی کیسے ہوا نکلی ہوئی ہے، اس کا رنگ روپ آج کل اِدھر دکھائی دے رہا ہے۔'' کومل نے یمنیٰ کی طرف دیکھ کر آنکھیں گھما کر کہا تو حمنہ نے زور سے قہقہہ لگایا۔ حمنہ کبھی کبھار ہنستی تھی اور اس کی ہنسی کی آواز اتنی خوب صورت اور کھنک دار ہوتی تھی کہ ارد گرد کے لوگ بھی چونک کر ان کی طرف دیکھنے لگتے مگر نقاب میں چھپی حسینہ اور اس کی ہنسی کسی کو دکھائی نہیں دیتی۔ تینوں باتیں کرتی ہوئی کلاس روم کی طرف جا رہی تھیں کہ جواد تیزی سے ان کی طرف بھاگتا ہوا آیا اور قدرے گھبرائے ہوئے لہجے میں انہیں بتانے لگا۔

''آزر کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے۔''

''ک...... ک...... کیسے؟'' سب سے پہلے یمنیٰ نے ایک دم گھبرا کر پوچھا۔

''رومانس کی کراس ٹرین کے ساتھ۔'' جواد نے ہنس کر کہا تو سب ہنسنے لگے۔ یمنیٰ انتہائی شرمندہ ہو گئی اور منہ بنا کر کلاس روم کی طرف چلی گئی۔ آزر کلاس میں پہلے ہی موجود تھا۔ یمنیٰ کو دیکھ کر وہ مسکرایا۔ وہ خاموشی سے اپنی سیٹ پر بیٹھ گئی۔

''کیوں...... کیا ہوا؟ موڈ کچھ آف لگ رہا ہے۔'' آزر نے اس کے قریب آ کر پوچھا اور اسی لمحے جواد، حمنہ اور کومل کلاس روم میں داخل ہوئے۔ انہیں دیکھ کر وہ بوکھلا گئی۔

''اب دیکھو مریض کی اٹینڈنٹ پہلے ہی پہنچ چکی ہے۔'' جواد نے آنکھیں معنی خیز انداز میں گھما کر ہنستے ہوئے کہا۔

''کون مریض......؟'' آزر نے حیرت سے پوچھا۔

"تم اور کون......!" جواد نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"کیوں......میں......مجھے کیا ہوا؟" اس نے سب کی طرف دیکھتے ہوئے چونک کر پوچھا۔

"ہمیں کیا معلوم......یمنیٰ کچھ بتا رہی تھی کہ تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں۔" جواد نے مسکرا کر یمنیٰ کی طرف مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا......کیا میں نے کب کچھ کہا ہے؟" یمنیٰ نے مصنوعی خفگی سے پوچھا۔

"حسنہ اور کومل ذرا بتانا......سب کچھ......آزر بے چارے کو تو نہ آج کل اپنی کچھ خبر ہے اور نہ ہی ارد گرد کی۔ صرف یمنیٰ ہی ہے جو بے چاری اس کا خیال رکھتی ہے۔" جواد جان بوجھ کر اِدھر اُدھر کی ہانکنے لگا۔

"کم آن یار......فضول باتیں مت کرو......کوئی ڈھنگ کی بات ہے تو بتاؤ...... ورنہ جاؤ۔" آزر نے چٹکی بجاتے ہوئے جواد سے کہا۔

"یار کیا کلاس روم سے باہر چلا جاؤں؟" جواد نے معصوم سی شکل بنا کر کہا۔

"ہیلو ایوری باڈی، کیسے ہو سب؟" فرخ اور اسامہ نے ان سب کو کھڑے دیکھتے ہوئے ان کے پاس آ کر کہا۔

"فائن!" آزر نے روکھے انداز میں جواب دیا۔

تینوں لڑکیاں منہ بنا کر اپنی اپنی چیئرز پر بیٹھ گئیں کیونکہ کوئی بھی فرخ اور اسامہ کو پسند نہیں کرتا تھا۔ دونوں ایک دم فضول باتیں کرنا شروع کر دیتے تھے۔ فرخ بہت دنوں بعد کالج آیا تھا اور اس کی absence میں اسامہ کی دوستی ایک اور لڑکے یاسر سے ہو گئی تھی اس لیے اس کا ملنا آزر سے بہت کم ہو گیا تھا۔ جواد بھی ان کے پاس چلا گیا۔

"یار سنا ہے آج کل لیلیٰ کے چکروں میں مجنوں بنے پھرتے ہو۔" فرخ نے آنکھ دبا کر معنی خیز انداز میں یمنیٰ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"شٹ اپ، ہم کلاس روم میں کھڑے ہیں۔" آزر خفگی سے بولا۔

"دس از یو، یار تمہاری ethics تو واقعی بدل گئی ہیں۔ ویسے یہ بہت حیرانی کی بات ہے کہ لیلیٰ سے نفرت، محبت میں بدل چکی ہے۔" فرخ نے شوخ لہجے میں سرگوشی کرتے ہوئے کہا۔ آزر کو غصہ آ گیا اور وہ اپنی سیٹ پر چلا گیا۔ ویسے بھی کلاس میں لیکچر کا ٹائم ہو رہا تھا۔ فرخ اور اسامہ بھی کندھے اچکا کر اپنی نشستوں پر چلے گئے۔

☆☆☆

یمنیٰ گھر پہنچی تو دیکھا اماں جی گاؤں سے آئی ہوئی ہیں اور اسی کا انتظار کر رہی ہیں۔ یمنیٰ انہیں دیکھ کر بہت خوش ہوئی۔ اماں جی بار بار محبت سے اسے چومتی رہیں۔

"اماں جی آپ اتنے دنوں بعد کیوں آئی ہیں؟" یمنیٰ نے شکایتی لہجے میں پوچھا۔

"بیٹا بس گاؤں میں اتنے کام ہوتے ہیں کہ کیا بتاؤں۔ زمینوں کے ساتھ مزارعوں اور ان کے تمام مسئلوں کو بھی دیکھنا پڑتا ہے۔ بینک میں آج بہت ضروری کام تھا تو آنا پڑا۔ دل بہت اداس ہو رہا تھا۔ سوچا تم سے بھی ملتی جاؤں۔" اماں جی نے اسے محبت سے اپنے ساتھ لگاتے ہوئے کہا۔

"اماں جی، سب لوگ وہاں ٹھیک ہیں ناں؟ اماں بشیراں مجھے بہت یاد آتی ہیں۔ بہت پیار کرنے والی تھیں۔" یمنیٰ نے بشیراں کو یاد کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں، بس وقت، وقت کی بات ہوتی ہے۔ جب قضا کا وقت آ جائے تو کوئی کیا کر سکتا ہے۔ بشیراں واقعی بہت اچھی، جنتی عورت تھی۔" اماں جی نے جواب دیا۔

"جنتی عورت کیسے؟" یمنیٰ نے حیرت سے پوچھا۔

"جو کبھی کسی کا برا نہ سوچے ور جس کا دل اللہ کے بندوں کے لیے محبت سے بھرا ہو......اور وہ محبت کسی غرض کے لیے نہ کرے تو وہ انسان جنتی ہی ہوتا ہے بیٹی۔" اماں جی نے مسکرا کر جواب دیا۔

"اماں جی محبت میں بھلا کیسی غرض ہو سکتی ہے۔ محبت تو صرف محبت ہوتی ہے۔" یمنیٰ نے حیرت سے پوچھا۔

"تم بھی بہت سیدھی ہو۔ جتنی غرضیں اور لالچ محبت میں شامل ہوتی ہیں کسی اور شے میں نہیں۔" اماں جی نے سنجیدگی سے کہا۔

"نہیں اماں جی، انسان دل میں غرض یا لالچ رکھ کر کیسے محبت کر سکتا ہے۔ محبت کرنے سے تو ویسے ہی دل کی ساری رنجشیں اور نفرتیں ختم ہو جاتی ہیں۔" وہ زیر لب مسکرا کر بولی۔

"خدا کرے تم جیسا سوچتی ہو، ویسا ہی ہو مگر بیٹا ہم نے دنیا دیکھی ہے۔ یہاں لوگوں نے چہروں پر کیسے کیسے نقاب چڑھا رکھے ہیں تمہیں کیا خبر؟" اماں جی نے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"بھئی آپ لوگ کب تک باتیں کرتے رہیں گی۔ کھانا تیار ہے۔ چلیں کھانا کھا لیجیے۔" ایمن نے آ کر کہا۔

"مما، مجھے تو بھوک نہیں۔" یمنیٰ نے برا سا منہ بنایا۔

"یہ کیا بات ہوئی۔ اماں جی نے تمہارے لیے کھانا نہیں کھایا اور تم ہو کہ......" ایمن نے خفگی سے کہا۔

"کیا واقعی؟ اماں جی کیا آپ کھانے پر میرا انتظار کر رہی تھیں؟" یمنیٰ نے حیرت سے پوچھا۔

"ہاں اور نہیں تو کیا۔ ایمن کئی بار بلانے آئی مگر میں نے کہا میں اتنے دنوں بعد آئی ہوں۔ جمال اور یمنیٰ کے ساتھ ہی کھانا کھاؤں گی۔" اماں جی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مگر ڈیڈی تو ابھی تک نہیں آئے۔" یمنیٰ نے ماں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"وہ ابھی پہنچنے ہی والے ہیں۔ ان کا فون آیا تھا۔" ایمن نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے، اماں جی میں آپ کو ناراض نہیں کر سکتی، چلیں۔" یمنیٰ نے کہا اور اماں جی کے ساتھ اٹھ کھڑی ہوئی۔ دونوں ایمن کے ہمراہ وسیع و عریض خوب صورت ڈائننگ روم میں داخل ہوئیں تو ٹیبل انواع و اقسام کے کھانوں سے پوری طرح سجی ہوئی تھی۔

"واہ مما، لگتا ہے آج تو ساس کی بڑی خدمت ہونے جا رہی ہے۔ آپ نے خوب کوکنگ کی ہے۔" یمنیٰ نے مسکرا کر کہا۔

"ہاں، اماں جی کبھی کبھار تو ہمارے پاس آتی ہیں اور ویسے بھی یہ سب کچھ تمہیں بھی سکھا رہی ہوں۔ تم بھی اپنی ساس کی یونہی خدمت خاطر کرنا۔" ایمن نے مسکرا کر کہا۔

"کیا......کیا میری ساس؟" یمنیٰ نے انتہائی حیرت سے پوچھا۔

"ہاں کیوں نہیں، کیا ہم نے تمہاری شادی نہیں کرنی۔" اماں جی بھی مسکرا کر بولیں۔

"یہ کس کی شادی کی باتیں ہو رہی ہیں؟" جمال صاحب نے پیچھے سے آ کر کہا تو یمنیٰ ایک دم بوکھلا گئی۔

"آؤ جمال بیٹے، کیا حال ہے؟ ہم سب تمہارا ہی انتظار کر رہے تھے۔" اماں جی نے محبت سے بیٹے کی پیشانی چوم کر انہیں اپنے ساتھ لگاتے ہوئے کہا۔

"کیسی ہیں اماں جی؟ میں بھی آپ کو بہت مس کر رہا تھا اور گاؤں آنے کا سوچ رہا تھا۔ اچھا ہوا آپ خود ہی آ گئیں۔" انہوں نے مسکرا کر کہا۔

"اب باتیں بس کریں اور کھانا شروع کر لیں۔" ایمن نے مصنوعی خفگی سے کہا۔

"ہاں، ہاں چلیں۔" جمال صاحب نے کہا اور

سب بیٹھ کر کھانا کھانے لگے۔ کھانا کھانے کے دوران یمنیٰ کے موبائل پر آزر کا فون آنے لگا اور وہ ایکسکیوزمی کہہ کر وہاں سے اٹھ کر چلی گئی۔

''جمال اور ایمن میں نے تم دونوں سے ایک ضروری بات بھی کرنی ہے۔ جمال بیٹا تمہارے ابا کے دوست ڈپٹی کلکٹر خیراللہ کا بیٹا میرے پاس آیا تھا۔ اس کا بیٹا امریکا میں ڈاکٹر ہے۔ یمنیٰ بیٹی کے لیے وہ رشتے کی بات کرنے آیا تھا۔ تمہارا کیا خیال ہے؟'' اماں جی نے جمال صاحب سے پوچھا۔

''کیا...... یمنیٰ کا رشتہ؟'' انہوں نے نوالہ منہ میں لے جاتے ہوئے رک کر حیرت سے کہا۔

''ہاں بیٹا، خاندان بہت اچھا ہے اور وہ پرانی دوستی کی خاطر یہ رشتہ کرنا چاہتا ہے، ویسے بھی جو لوگ خود چل کر عزت وقدر کے ساتھ رشتہ مانگنے آئیں تو ان کے بارے میں ضرور سوچنا چاہیے۔'' اماں جی نے کہا۔

''لیکن...... اماں جی یمنیٰ ابھی بہت چھوٹی ہے۔ ابھی تو اس نے کالج میں ایڈمیشن لیا ہے۔ میں کم از کم اتنی جلدی اس کی شادی کے لیے رضامند نہیں ہوسکتا۔'' انہوں نے ٹھوس لہجے میں جواب دیا۔

''بیٹا شادی کی بات کون کررہا ہے۔ ابھی تو رشتہ دیکھنے کا مرحلہ ہے۔ دونوں خاندان ایک دوسرے کو دیکھیں، پرکھیں شادی تو تب ہی ہوگی جب لڑکا، لڑکی کے ساتھ گھر والے بھی راضی ہوں گے۔'' اماں جی نے انہیں سمجھانا چاہا۔

''میرا خیال ہے اماں جی ٹھیک کہتی ہیں۔ دیکھ لینے میں کوئی حرج نہیں اور ویسے بھی لڑکی کی شادی جلد ہی ہوجائے تو اچھا ہوتا ہے۔'' ایمن نے بھی اپنی رائے دی تو جمال صاحب بھی سوچ میں پڑگئے۔

''ٹھیک ہے، میں پہلے یمنیٰ سے بات کروں گا پھر اس کے بعد آپ کو کچھ بتاؤں گا۔'' جمال صاحب نے سوچتے ہوئے جواب دیا۔

''ابھی یمنیٰ سے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے۔ پہلے خود دیکھ لو اور تسلی کرلو۔ اگر رشتہ پسند آتا ہے تو پھر یمنیٰ سے بات کرنا۔'' اماں جی نے کہا۔

''اور اگر اس نے بعد میں ری جیکٹ کردیا تو زیادہ بے عزتی کی بات ہوگی۔ اس لیے اس سے پہلے پوچھنا زیادہ ضروری ہے۔'' جمال صاحب نے رائے دی تو دونوں خاموش ہوگئیں۔

''ٹھیک ہے تم اس کی مرضی معلوم کرکے مجھے بتادینا پھر میں ان لوگوں سے بات کرلوں گی۔'' اماں جی نے ٹشو پیپر سے منہ صاف کرتے ہوئے کہا تو وہ خاموش ہوگئے۔

☆☆☆

یمنیٰ رات کو آزر سے موبائل پر باتیں کرنے میں مصروف تھی۔ جب جمال صاحب اس کے کمرے میں داخل ہونے لگے تو انہوں نے تھوڑا سا دروازہ کھول کر اندر جھانکا تو یمنیٰ کسی سے ہنس ہنس کر فون پر باتیں کررہی تھی۔

''بہکے ہوئے تو تم خود ہی ہو۔ میری محبت کو الزام مت دو۔'' وہ قہقہہ لگا کر بولی تو جمال صاحب کے چہرے پر انتہائی حیرت کے تاثرات نمایاں ہونے لگے۔ انہوں نے چونک کر یمنیٰ کی طرف دیکھا۔

''کیا...... کیا ...... کیا کہا؟ میں تمہیں ایکسپلائٹ کررہی ہوں۔ جناب محبت میں exploitation نہیں چلتی اور میں نے تم سے بہت pure محبت کی ہے، اتنی pure شاید romantic legends نے بھی نہیں کی ہوگی۔ ہاں ثبوت دے سکتی ہوں۔ تمہاری خاطر میں اپنی جان بھی دے سکتی ہوں اگر تمہیں چاہیے تو!'' یمنیٰ نے پھر بھرپور قہقہہ لگا کر کہا تو جمال صاحب کا ماتھا ٹھنکا۔ انہوں نے انتہائی بے یقینی سے یمنیٰ کی طرف دیکھا جو بیڈ پر اوندھے منہ لیٹی موبائل کان

سے لگائے باتیں کرنے میں مصروف تھی۔ وہ باتیں کرنے میں اتنی مگن تھی کہ اسے ذرا سی آہٹ کا بھی احساس نہ ہوا۔ انہوں نے کچھ سوچا اور آہستہ سے دروازہ بند کردیا اور بوجھل قدم اٹھاتے ہوئے لاؤنج میں آگئے۔ ایمن صوفے پر بیٹھی ٹی وی دیکھ رہی تھیں ایمن نے چونک کر شوہر کی طرف دیکھا۔

''کیا بات ہے، کیا یمنیٰ نے انکار کردیا ہے؟'' ایمن نے بے صبری سے پوچھا۔

''نہیں۔'' انہوں نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے گہری سانس لے کر کہا۔

''کیا مطلب...... پھر آپ کے چہرے پر اتنی اداسی کیوں چھائی ہوئی ہے؟'' ایمن نے ان کی طرف بغور دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''کچھ نہیں۔'' انہوں نے آہستہ آواز میں جواب دیا۔

''پھر کیا بات ہے۔ اس کے پاس جانے سے پہلے یوں اداس نہیں تھے۔ اب کیا ہوگیا ہے؟'' ایمن نے کریدنے کی کوشش کی۔

''کچھ نہیں۔'' جمال صاحب نے کہا۔

''کیا آپ نے اس سے بات کی؟'' ایمن نے پھر پوچھا۔

''میرا خیال ہے، اب اس کی ضرورت نہیں رہی۔'' جمال صاحب نے کہا۔

''آپ کیوں مجھے الجھا رہے ہیں۔ کھل کر بتائیے ناں آخر بات کیا ہے؟'' ایمن نے قدرے فکرمندی سے پوچھا۔

''میرا خیال ہے اسے ابھی ڈسٹرب نہ کیا جائے تو بہتر ہے، میں کل اماں جی کو فون کرکے منع کردوں گا۔'' جمال صاحب نے اٹھتے ہوئے کہا تو ایمن انہیں دیکھتی رہ گئیں۔

☆☆☆

رات کے تین بج رہے تھے اور یمنیٰ ابھی تک آزر سے باتیں کرنے میں مصروف تھی۔ باتیں کرتے ہوئے وہ جمائیاں لینے لگی۔

''یہ کیا تمہیں ابھی سے نیند آنے لگی۔ ابھی تو آدھی رات باقی ہے۔''

''ہاں، معلوم نہیں کیوں اتنی نیند آنے لگی ہے۔'' یمنیٰ نے کہا۔

''اس کا مطلب ہے تمہارا دل آہستہ آہستہ میری محبت سے بھرنے لگا ہے۔'' آزر نے مصنوعی خفگی سے کہا۔

''ارے نہیں، ایسی کوئی بات نہیں۔ نیند بھی تو ایک major factor ہے ناں اور آج میں کالج سے گھر آکر بالکل بھی نہیں سوئی۔ میری گرینڈ مدر گاؤں سے آئی تھیں۔ ان سے باتیں کرتی رہی۔'' یمنیٰ نے پھر جمائی لی۔

''اچھا اب تم سوجاؤ۔ تمہیں واقعی بہت نیند آرہی ہے۔ کل کالج میں ملیں گے، اوکے لو یو ڈارلنگ اینڈ ٹیک کیئر۔'' آزر نے محبت سے کہا اور یمنیٰ نے مسکراتے ہوئے موبائل آف کردیا اور جلد ہی گہری نیند کی آغوش میں چلی گئی۔ اس نے خواب میں آزر کو دیکھا جو اس کے پیچھے دیوانہ وار بھاگ رہا تھا۔ یمنیٰ آگے بھاگتی چلی جارہی ہے اور بار بار اسے مڑ کر دیکھتے ہوئے ڈرتی ہے اور پھر تیزی سے بھاگنے لگتی ہے۔ آزر اسے پکڑنے کی کوشش کرتا ہے کہ کہیں سے حمنہ اچانک نمودار ہوتی ہے اور آزر، حمنہ کا گلا دبادیتا ہے۔ یمنیٰ پیچھے مڑ کر دیکھتی ہے تو حمنہ کی آنکھیں باہر کو نکلی ہوئی دیکھ کر وہ زور زور سے چلانے لگتی ہے۔ آزر، حمنہ کو چھوڑ کر اس کی طرف لپکتا ہے تو حمنہ نیچے گرجاتی ہے اور تڑپ تڑپ کر مرجاتی ہے۔ یمنیٰ بلند آواز سے رونے لگتی ہے۔ خواب دیکھ کر اس کی بند آنکھوں سے آنسو بہنے لگے وہ نہیں، نہیں کہہ کر چلاتی ہوئی اٹھ بیٹھی اور بیڈ پر بیٹھی بری طرح ہانپنے لگی۔ اس کا چہرہ اور جسم پسینے سے شرابور

ہو رہے تھے۔ اس نے پریشانی سے اپنے چہرے پر دونوں ہاتھ پھیرے اور پھر کسی سوچ میں گم ہوگئی۔

''آذر کے بارے میں یہ مجھے کیسا خواب آیا ہے اور حمنہ کہاں سے آگئی؟'' اس نے اپنا سر گھٹنوں پر رکھ کر سوچا۔ ''یہ میرا کوئی وہم ہے۔ یہ خواب حقیقت نہیں ہوسکتا۔'' اس نے اپنے دل کو تسلی دی اور سائڈ ٹیبل پر رکھے جگ سے گلاس میں پانی انڈیل کر پیا کچھ دیر بعد وہ دوبارہ سونے کی کوشش کرنے لگی۔ جونہی اسے گہری نیند آنے لگی وہ پھر وہی خواب دیکھنے لگی۔ بالکل پہلے جیسا۔ اس میں ذرا سا بھی فرق نہیں تھا۔ وہ پھر یک دم گھبرا کر اٹھ گئی اور پریشانی سے سوچنے لگی۔

''ایک خواب کبھی پہلے یوں ری پیٹ نہیں ہوا۔ ایسا کیوں ہو رہا ہے۔ آذر، حمنہ اور میں ایک ہی خواب بار بار کیوں آرہا ہے۔ اس خواب کا کیا مطلب ہے۔ مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہا۔ یہ خواب کوئی حقیقت تو نہیں...... نہیں، نہیں ایسا نہیں ہوسکتا۔ آذر تو مجھ سے بہت محبت کرتا ہے اور اس کا حمنہ سے کیا تعلق۔ دونوں نے تو کبھی ایک دوسرے کے ساتھ ڈھنگ سے بات تک نہیں کی۔ وہ حمنہ کو کیسے مار سکتا ہے۔ یہ خواب بالکل جھوٹ ہے۔'' اس نے پھر جھٹلایا اور سونے کی کوشش کی مگر پھر اسے نیند نہیں آئی۔ وہ مضطرب سی کروٹیں بدلنے لگی اور سونے کی ناکام کوشش کرتی رہی۔ صبح کو وہ قدرے دیر سے بیدار ہوئی۔ اس کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔ اس کے سر میں شدید درد ہو رہا تھا۔ ملازمہ اسے اٹھانے آئی تب اسے پتا چلا کہ دن کتنا گزر چکا ہے۔

''یمنیٰ بی بی، آج آپ کالج بھی نہیں گئیں۔ آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے؟ بیگم صاحبہ پریشان ہو رہی ہیں۔'' ملازمہ نے کہا۔

''اوہ، ہاں آج میرے سر میں بہت درد ہے۔ وقت کا پتا ہی نہیں چلا۔ میں ابھی آرہی ہوں۔'' اس نے اپنے سر کو دونوں ہاتھوں سے دباتے ہوئے کہا۔ ملازمہ کمرے سے باہر چلی گئی اور اسی لمحے اس کا موبائل بجنے لگا۔ دوسری جانب آذر تھا اور وہ قدرے پریشانی سے پوچھ رہا تھا۔

''یمنیٰ یار، کہاں ہو تم۔ آج کالج کیوں نہیں آئیں۔ تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے ناں؟'' آذر نے پریشانی سے پوچھا۔

''سر میں بہت درد ہے۔'' اس نے منہ بنا کر سر کو دباتے ہوئے کہا۔

''کیوں...... درد کیوں ہونے لگا؟'' آذر نے فکرمندی سے پوچھا۔

''معلوم نہیں شاید رات کو دیر سے سوئی تھی اس لیے۔ حمنہ کہاں ہے؟'' نادانستہ اس کے منہ سے نکلا۔

''مجھے کیا معلوم۔ اپنی فرینڈز کے ساتھ کہیں ہوگی۔'' آذر نے جواب دیا۔

''کیا وہ آج کالج آئی ہے؟'' یمنیٰ نے پوچھا۔

''ہاں، شاید...... میں نے غور نہیں کیا مگر تم مجھ سے اس کے بارے میں کیوں پوچھ رہی ہو؟'' آذر نے چونک کر پوچھا۔

''نہیں، میں تو یونہی پوچھ رہی ہوں۔'' یمنیٰ نے بوکھلا کر جواب دیا۔

''اچھا یہ بتاؤ تم کالج ٹائم کے بعد مجھ سے ملنے آرہی ہو کہ نہیں؟'' آذر نے پوچھا۔

''نہیں، آج میری طبیعت ٹھیک نہیں۔ ریسٹ کرنا چاہتی ہوں۔'' یمنیٰ نے جواب دیا۔

''لیکن میں تمہیں دیکھے بغیر ریسٹ نہیں کرسکتا۔'' آذر نے جواب دیا۔

''کیوں؟'' یمنیٰ نے معنی خیز انداز میں پوچھا۔

''میرا خیال ہے محبت کرنے والوں کو کچھ بتانے کی ضرورت نہیں ہونی چاہیے۔'' آذر نے مسکرا کر جواب دیا۔

''ٹھیک ہے، میں شام میں آؤں گی مگر تم کہاں

ملوگے؟'' یمنیٰ نے پوچھا۔

''اپنے فلیٹ میں۔'' آذر نے جواب دیا۔

''اوکے سی یو۔'' یمنیٰ نے جواب دیا اور فون بند کردیا۔

☆☆☆

وہ یمنیٰ کا انتظار کر رہا تھا کہ اس کے ڈیڈ۔۔ عظیم احمد کی کال آگئی۔ وہ اسے امریکا آنے پر اصرار کر رہے تھے جبکہ آذر ان سے بڑی بے دلی سے بات کر رہا تھا وہ انہیں مسلسل انکار کر رہا تھا جبھی اس کی مام نے فون لے لیا۔

''آذر بیٹا، میری جان ہم تمہارے بغیر بہت اداس ہیں۔ تم جلدی سے یہاں آجاؤ۔ میں تمہارے ابو کے دوست کی بیٹی سے تمہاری شادی کا سوچ رہی ہوں۔ بڑی ہی خوب صورت اور پیاری لڑکی ہے۔ امریکا میں ہی پلی بڑھی ہے۔ وہ تمہیں ضرور پسند آئے گی۔'' اس کی مام نے اسے لڑکی کا لالچ دیا تو اس نے انہیں کوئی جواب دیے بغیر ہی فون بند کردیا اور غصے سے پیر پٹخنے لگا۔

''مجھے وہاں بلانے کے لیے لڑکی کا ڈراما کر رہی ہیں۔''

تھوڑی دیر بعد یمنیٰ اس کے فلیٹ کے دروازے پر تھی۔ آذر نے بیل بجتے ہی دروازہ کھولا اور ایک دم اپنا موڈ صحیح کرنے لگا۔

''تھینکس فار کمنگ۔ میں سوچ رہا تھا شاید تم نہ آؤ۔'' آذر مسکرا کر اسے دیکھتے ہوئے بولا۔

''آئی ایم ویری کمیٹڈ پرسن۔'' یمنیٰ نے گہری سانس لیتے ہوئے جواب دیا اور اندر آکر صوفے پر بیٹھ گئی۔

''تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی۔'' آذر نے بغور اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

''ہاں، تم نے بہت insist کیا تھا اس لیے میں تم سے ملنے آئی ورنہ۔'' یمنیٰ نے صوفے کی پشت سے ٹیک لگاتے ہوئے کہا۔

''تھینکس یار مجھے معلوم نہیں تھا کہ تم مجھ سے اتنی محبت کرتی ہو۔'' آذر نے مسکرا کر کہا۔

''what do you mean? کیا تمہیں میری محبت پر یقین نہیں؟'' یمنیٰ نے چونک کر پوچھا۔

''ہے اور بہت زیادہ۔ شاید اپنے آپ سے بھی زیادہ۔'' یہ کہتے ہوئے وہ فریج کی طرف بڑھا اور اس کے لیے جوس نکالنے لگا، دو گلاس میں جوس ڈال کر ایک گلاس یمنیٰ کی جانب بڑھایا اور محبت پاش نظروں سے دیکھنے لگا۔

''آئی تھنک اب ہمیں ایک دوسرے کو یقین دہانی کی اسٹیج سے باہر نکلنا چاہیے۔ ہماری محبت اتنی کمزور نہیں ہونی چاہیے کہ ایک دوسرے کو بار بار یقین دلائیں۔'' یمنیٰ نے جوس کا گلاس ہاتھ میں لیتے ہوئے ٹھوس لہجے میں جواب دیا۔

''سوری، اب دوبارہ نہیں پوچھوں گا۔ آئی ٹرسٹ یو ٹو مچ۔'' آذر نے مسکرا کر اس کے کندھوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا تو یمنیٰ بھی مسکرادی۔

''آج تمہارے سب فرینڈز کہاں ہیں؟ یہاں کوئی دکھائی نہیں دے رہا۔'' یمنیٰ نے اردگرد دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''تمہارے آنے سے پہلے سب کو بھیج دیا ہے۔'' آذر نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

''کیوں؟'' یمنیٰ نے حیرت سے پوچھا۔

''آج میں تم سے اپنے دل کی بہت سی باتیں کرنا چاہتا ہوں۔'' آذر نے معنی خیز انداز میں کہا۔

''کیسی باتیں؟'' یمنیٰ نے چونک کر پوچھا اور جوس پی کر گلاس ٹیبل پر رکھ دیا۔

''وہ ساری باتیں جو کبھی میرا کمپلیکس تھیں اور مجھے بہت پریشان کرتی تھیں ان میں سے اب بھی کچھ ایسی ہیں جو مجھے ڈسٹرب رکھتی ہیں۔ میں وہ سب تم سے شیئر کرنا چاہتا ہوں۔ کبھی کبھی مجھے لگتا ہے

میں نارمل انسان نہیں ہوں اور فرینڈز مجھے ایموشنلی بلیک میل کرتے رہے۔ کوئی ویسے ایکسپلائٹ کرنا چاہتا ہے اور کوئی محبت کے نام پر مجھ سے ٹرک کھیلنے کی کوشش کرتا ہے۔'' آذر نے قدرے جذباتی ہوکر اپنی آنکھوں کو نم کرتے ہوئے کہا تو یمنیٰ حیرت سے اس کی طرف دیکھنے لگی۔ اسے سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ آذر اس سے کیا کہنا چاہ رہا تھا اور وہ کیوں پریشان ہورہا تھا۔

''آئی ایم ویری مچ ڈسٹرب۔ صرف تم ہی مجھے اس اسٹریس سے نکال سکتی ہو۔'' آذر نے قدرے جذباتی ہوکر کہا۔

''کیسے...... آخر تم کہنا کیا چاہتے ہو۔ مجھے کچھ سمجھ میں نہیں آرہا؟'' یمنیٰ نے جھنجلا کر کہا۔

''کومل مجھے ایکسپلائٹ کرنا چاہ رہی ہے اور تمہارے خلاف میں...... میں تمہیں کیا کچھ بتاؤں۔ جو کچھ کرنے کی وہ کوشش کررہی ہے۔ یہ دیکھو وہ مجھے کتنی کالز کرتی ہے۔'' اس نے اپنا موبائل فون اسے دکھایا۔ جس میں کومل کی بے شمار کالز تھیں۔

''کیا کومل میرے خلاف...... تمہیں بلیک میل کرنے کی کوشش کررہی ہے۔ اوہ مائی گاڈ۔ مجھے تو کچھ سمجھ میں نہیں آرہا۔ کومل ایسا کیوں کررہی ہے۔ وہ تو ہم سب کی بہت اچھی دوست ہے۔'' یمنیٰ نے جھنجلا کر بے یقینی سے پوچھا۔

''کومل مجھ سے محبت کرتی ہے اور وہ تمہیں اپنے راستے سے ہٹانا چاہتی ہے۔'' آذر نے پریشانی سے کہا۔

''کومل...... آئی ڈونٹ بلیو۔'' یمنیٰ نے پریشانی سے کہا۔

''کیا تمہیں مجھ پر ٹرسٹ نہیں ہے؟'' آذر نے اس کی جانب بغور دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''آئی ٹرسٹ یو...... لیکن...... کومل......؟'' یمنیٰ پریشانی سے بڑبڑائی۔

''مجھ پر ایسا یقین رکھو جس میں لیکن کی گنجائش نہ ہو۔ تم بتاؤ میں کیا کروں۔ میں نے کومل کو کئی بار snub کیا ہے۔'' آذر نے قدرے بے بسی سے کہا۔

''مجھے خود سمجھ میں نہیں آرہا۔ کومل ایسا کیوں کررہی ہے جبکہ وہ سب کچھ جانتی بھی ہے اور میری اس کے ساتھ فرینڈ شپ بھی بہت اچھی ہے۔'' یمنیٰ کے چہرے پر انتہائی جھنجلاہٹ کے تاثرات تھے۔

''یہی تو پریشانی کی بات ہے۔ کومل جو دکھائی دیتی ہے اصل میں ہے نہیں۔ اس سے پہلے کہ وہ ہم دونوں کو مزید ایکسپلائٹ کرے ہمیں کچھ فیصلہ کرنا چاہیے۔'' آذر نے ٹھوس لہجے میں کہا۔

''کیسا فیصلہ؟'' یمنیٰ نے چونک کر پوچھا۔

''ہم دونوں کو کومل کا بائیکاٹ کرنا چاہیے تاکہ اسے یہ احساس ہو کہ ہمیں اس کی سب باتوں کی خبر ہے۔'' آذر نے ٹھوس لہجے میں کہا۔

''بائیکاٹ؟'' یمنیٰ نے حیرت سے پوچھا۔

''تم اس سے بات چیت اور ہر طرح کی فرینڈ شپ ختم کردو۔ اگر تم مجھ سے واقعی بہت محبت کرتی ہو تو تمہیں یہ کرنا ہوگا۔'' آذر نے اپنا فیصلہ سنایا تو یمنیٰ حیرت سے اس کی طرف دیکھنے لگی۔ اسے کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اسے کیا کہے وہ بالکل خاموش ہوگئی۔

''کیا سوچ رہی ہو؟'' آذر نے اسے بغور دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''بہت غیر یقینی سی صورتِ حال ہے اور تمہارے کیا کمپلیکس ہیں جن کی وجہ سے لوگ تمہیں ایکسپلائٹ کرتے ہیں۔ کیا کومل بھی کچھ ایسا ہی کررہی ہے؟'' یمنیٰ نے چونک کر پوچھا تو آذر ایک دم بوکھلا گیا۔

''میری محبت ہی میرا سب سے بڑا کمپلیکس ہے۔ جس کی وجہ سے میں ہمیشہ ایکسپلائٹ ہوتا آیا ہوں اور شاید اسی وجہ سے کومل بھی اس سے فائدہ

اٹھانے کی کوشش کررہی ہے۔'' آذر نے کہا۔

''میں کچھ سمجھی نہیں؟'' یمنیٰ نے حیرت سے پوچھا۔ آذر کچھ کہنے لگا تو اسی لمحے یمنیٰ کا موبائل بجنے لگا۔ اس نے کان سے لگایا تو دوسری جانب جمال احمد تھے۔

''یمنیٰ بیٹے، تم کہاں ہو؟ تمہاری ماں بتا رہی تھیں کہ تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں مگر تم گھر سے باہر ہو۔ تمہیں ریسٹ کرنا چاہیے، ویسے بھی میں نے ڈاکٹر سے ٹائم لیا ہے تاکہ تمہارا اچھی طرح چیک اپ کرواؤں۔'' جمال صاحب نے نرمی سے کہا۔

''نہیں ڈیڈی، اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ آئی ایم فائن۔'' اس نے آہستہ آواز میں جواب دیا۔

''میں کچھ نہیں سننا چاہتا تم گھر پہنچو۔ میں ابھی آفس سے آرہا ہوں۔'' انہوں نے تحکمانہ لہجے میں کہا اور موبائل آف کردیا۔

''مجھے ڈیڈی کے ساتھ جانا ہے میں پھر تم سے بات کروں گی۔'' یمنیٰ نے باہر کی طرف جاتے ہوئے کہا۔

''اور میں نے تم سے جو کچھ کہا ہے اس پر اچھی طرح سوچنا اور پھر فیصلہ کرنا کہ تمہیں کیا کرنا ہے۔'' آذر نے کہا تو یمنیٰ نے ایک ٹک بغور اس کی جانب دیکھا اور وہاں سے چلی گئی۔

☆☆☆

اگلے روز وہ کالج پہنچی تو حمنہ اور کومل شدت سے اس کی منتظر تھیں۔ اس کے چہرے پر قدرے سنجیدگی کے تاثرات تھے۔

''یار یمنیٰ، تمہیں کیا ہوگیا ہے۔ تم بیمار کیا ہوئیں کہ یہ گلستان ہی ویران ہوگیا۔ سچ تمہارے بغیر تو ہر شے بہت ادھوری اور ویران لگی۔ یہاں تک کہ راکٹ بھی ٹھس ہوگیا۔'' کومل نے ہنستے ہوئے کہا تو یمنیٰ نے بغور اس کی جانب دیکھا اور گہری سانس لی مگر کوئی جواب نہیں دیا۔

''کیا بات ہے یمنیٰ، تم اتنی خاموش کیوں ہو۔ کیا تمہاری طبیعت ابھی تک خراب ہے؟'' حمنہ نے نرم لہجے میں سنجیدگی سے پوچھا۔

''نہیں، میں سوچ رہی ہوں انسان کس طرح دوسروں کو دھوکا دیتا ہے۔ اپنے چہرے پر نہ جانے اور کتنے چہرے سجا کر پھرتا ہے۔'' یمنیٰ نے کومل کی طرف دیکھ کر معنی خیز انداز میں کہا۔

''یار یہ تم کس کے بارے میں کہہ رہی ہو اور اتنی سنجیدہ گفتگو کا کیا مطلب ہے؟'' کومل نے حیرت سے پوچھا۔

''کیا تمہیں واقعی اس بات کی سمجھ نہیں آرہی یا پھر بننے کی کوشش کررہی ہو؟'' یمنیٰ نے قدرے خفگی سے کہا اور دونوں کو وہیں چھوڑ کر تیز تیز چلتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔ دونوں حیران پریشان اسے دیکھتی رہ گئیں۔

''یہ یمنیٰ کو کیا ہوگیا ہے۔ اس نے پہلے تو کبھی ایسی بات نہیں کی اور اس کا موڈ بھی آف لگ رہا ہے۔'' حمنہ نے پریشانی سے کہا۔

''اور یار وہ کچھ عجیب سے ٹیزنگ وے میں بات کررہی تھی۔ یوں لگ رہا تھا جیسے مجھے کچھ کہہ رہی ہو...... معلوم نہیں اسے کیا ہوگیا ہے؟'' کومل نے حیرانی سے کہا۔

دونوں باتیں کرتی ہوئی کلاس روم کی طرف چلی گئیں۔ یمنیٰ اپنی سیٹ پر بیٹھی تھی مگر اس نے حمنہ اور کومل کو بالکل نظر انداز کردیا۔ سارا وقت یونہی ہوتا رہا۔ یمنیٰ انہیں جہاں بھی بیٹھے دیکھتی وہاں سے اٹھ کر چلی جاتی اور ان کو سامنے سے آتا دیکھ کر راستہ بدل لیتی۔ انہیں یمنیٰ کی کچھ سمجھ نہیں آرہی تھی اور یمنیٰ انہیں کچھ بتانے کے موڈ میں نہیں تھی۔ وہ سارا وقت آذر اور جواد کے ساتھ رہی۔ آذر ساری سچویشن کو آبزرو کررہا تھا اور اندر ہی اندر اسے خوشی ہورہی تھی کہ یمنیٰ نے فوراً اس کی بات مانی ہے۔ جواد موبائل

پر باتیں کرتا ہوا ایک طرف چلا گیا تو آذر نے یمنیٰ کی طرف دیکھتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

''مجھے اب یقین آگیا ہے کہ تم میری محبت میں سب کچھ کر سکتی ہو۔'' آذر نے فاتحانہ انداز میں مسکرا کر کہا تو یمنیٰ بھی مسکرانے لگی۔

سارا دن اسی طرح گزر گیا۔ حمنہ کو اس بات کی بہت زیادہ پریشانی تھی کہ یمنیٰ نے اچانک اپنا رویہ کیوں بدلا ہے۔ گھر آ کر یمنیٰ کھانا کھانے کے بعد گہری نیند سو گئی۔ حمنہ اسے مسلسل فون کرتی رہی تھی مگر اس کا موبائل آف مل رہا تھا۔ شام کو جب اس نے موبائل آن کیا تو فوراً ہی حمنہ کی کال آنے لگی۔

''یار یمنیٰ، تمہیں کیا ہوگیا ہے۔ تم کیوں ایسے بی ہیو کر رہی ہو؟'' حمنہ نے جذباتی انداز میں قدرے خفگی سے پوچھا۔

''کچھ نہیں۔'' اس نے روکھے لہجے میں جواب دیا۔

''نہیں، میں تمہیں پوچھے بغیر نہیں چھوڑوں گی۔ کوئل از ویری نائس پرسن مگر تمہاری باتوں میں اس کے لیے آج بہت طنز تھا۔ ایسا پہلے تو کبھی نہیں ہوا۔ یوں لگتا ہے جیسے کسی نے تمہیں اس کے بارے میں کچھ غلط کہا ہے۔'' حمنہ نے خفگی سے کہا۔

''ہاں یوں ہی سمجھ لو۔'' یمنیٰ نے صاف گوئی سے جواب دیا۔

''اور تم نے کسی دوسرے کی بات پر یقین کر لیا۔ اپنی فرینڈز پر تمہیں کوئی یقین نہیں رہا۔ تمہیں جس نے بھی جو کچھ کہا ہے غلط کہا ہے۔ سب بکواس ہے۔'' حمنہ غصے سے بولی۔

''آذر جھوٹ نہیں بول سکتا۔'' یمنیٰ اسے سب کچھ بتانے لگی۔ اس کی باتیں سن کر حمنہ کی آنکھیں حیرت سے پھیلنے لگیں۔

☆☆☆

گھر کے لان میں ہی فہام نے ردا اور روحیل کی مشترکہ مہندی کا فنکشن ارینج کیا تھا اور پھولوں سے ایسا زبردست اسٹیج تیار کروایا تھا کہ ہر کوئی دیکھ کر حیران ہو رہا تھا۔ سجاوٹ کی خوب تعریفیں کر رہا تھا۔ ردا ییلو لہنگا پہنے پیلے پھولوں سے لدی اسٹیج پر بیٹھی بہت خوب صورت لگ رہی تھی۔ رشنا بھی بجی سنوری پیش پیش تھی۔ خاندان کی سب لڑکیاں اور رشتے دار خواتین سب خوش ہو کر ردا کو مہندی لگا رہی تھیں۔ شمیلہ کامدار لہنگا اور زیورات پہنے ایک کونے میں کھڑی تھی وہ عجیب نظروں سے ردا کو دیکھ رہی تھی۔

روحیل بھی اب اس کے ساتھ اسٹیج پر آ بیٹھا تھا۔ وہ بہت خوب صورت لگ رہے تھے اور شمیلہ بار بار انہیں دیکھے جا رہی تھی۔

''بیٹا، آؤ تم بھی مہندی لگاؤ ناں!'' خدیجہ نے شمیلہ کی طرف دیکھ کر کہا تو وہ زبردستی مسکراتے ہوئے ردا کے پاس بیٹھ گئی اور سامنے پڑے بڑے تھال میں ... جس میں مہندی، مٹھائی، تیل اور موم بتیاں بجی تھیں سے مہندی لے کر وہ ردا کے پاس بیٹھ کر اسے لگانے لگی مگر جان بوجھ کر تھال کو نیچے سے ہاتھ مار کر گرا دیا۔ تھال الٹا تو اس میں بجی موم بتیاں بھی نیچے گر گئیں اور ایک دم ردا کے دوپٹے میں آگ لگ گئی۔ یہ اتنا اچانک ہوا کہ پاس کھڑے سب لوگ گھبرا گئے۔ فہام نے جلدی سے آگے بڑھ کر اس کے جلتے ہوئے دوپٹے کو اپنے ہاتھوں سے مسلا اور آگ بجھا دی۔ سب ہکا بکا دیکھتے رہ گئے۔ فہام کے دونوں ہاتھ آگ کی وجہ سے سرخ ہوگئے تھے۔ ردا ایک دم گھبرا کر اس کے دونوں ہاتھوں کو چوم کر رونے لگی۔

''ارے میری جان میرے ہوتے ہوئے تم کیوں گھبرا رہی ہو۔'' فہام نے مسکراتے ہوئے ردا کو اپنے ساتھ لگا کر کہا۔ ''مجھے کچھ نہیں ہوا۔ تم کہو تو ابھی تم پر جان بھی وار دوں۔'' فہام نے مسکراتے ہوئے کہا اور اسے اپنے ساتھ لگا کر پیار کرنے لگا۔

''خدا کے لیے ایسی باتیں نہ کریں۔'' ردا نے

گھبرا کر فہام کے منہ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا تو روحیل نے حیرت سے ان کی طرف دیکھا۔

''اللہ خیر کرے، کیسی بدشگونی ہوگئی ہے۔'' خدیجہ پریشانی سے بڑبڑائیں۔

''ارے کچھ نہیں ہوتا بیٹا۔ رسم پوری کرو۔ ہم کافی لیٹ ہو رہے ہیں۔'' ماں جی نے ان کی طرف دیکھ کر کہا۔ خدیجہ کے چہرے پر پریشانی کے تاثرات نمایاں ہونے لگے۔ ماں جی، خدیجہ کو سمجھاتی رہیں کہ فکر نہ کریں اور اسے بدشگونی نہ سمجھیں۔ انہوں نے زبردستی مسکرا کر انہیں دیکھا مگر ان کا دل اندر ہی اندر پریشان ہو رہا تھا۔

☆☆☆

توقیر رشنا کی مووی دیکھ رہا تھا۔ ایک سین میں ردا، رشنا کے پاس بیٹھی مسکرا رہی تھی اور مسکراتے ہوئے ردا نے قہقہہ لگایا۔ توقیر کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیلی اور پھر ایک دم آنکھوں میں نمی سی تیرنے لگی۔ وہ ردا کا چہرہ still کر کے دیکھنے لگا۔ نجمہ ٹرے میں توقیر کے لیے پھل رکھ کر لائیں تو توقیر نے جلدی سے ریموٹ اٹھا کر سین چینج کیا۔

''مووی دیکھ کر پرانی یادیں پھر سے تازہ ہو جاتی ہیں۔'' نجمہ نے اس کے پاس بیٹھ کر مووی دیکھتے ہوئے کہا تو رشنا اور ردا پھر اسکرین پر آگئیں۔

''ردا کتنی پیاری لگ رہی ہے۔ بڑی خواہش تھی کہ میں اسے اپنی بہو بنا لیتی مگر توقیر تم نے اس کے لیے بھی ہاں نہیں کی۔'' نجمہ نے آہ بھر کر کہا تو توقیر نے ایک دم چونک کر ماں کی طرف دیکھا۔

''خدا جانے کون تھی وہ جس کے لیے تم نے ردا جیسی لڑکی کو بھی انکار کر دیا۔'' نجمہ نے افسردگی سے کہا تو توقیر نے آہ بھر کر ماں کو دیکھا مگر خاموش رہا۔

''وہ بڑا ہی خوش نصیب شخص ہوگا جسے ردا ملے گی۔ اتنی اچھی، سلجھی ہوئی، معصوم اور پیاری لڑکی۔'' نجمہ نے سیب کاٹتے ہوئے مسکرا کر کہا تو توقیر نے گھبرا کر پہلو بدلا اور مووی آف کر دی۔

''مووی کیوں بند کر دی؟'' نجمہ نے چونک کر پوچھا۔

''میں سونے کے لیے جا رہا ہوں۔'' توقیر نے اٹھتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے، تم جاؤ۔ میں ذرا کچن دیکھ لوں اور سنو اپنی میڈیسنز یاد سے کھا لینا۔'' نجمہ نے کہا۔

''جی اچھا۔'' توقیر آہستہ آواز میں بولا۔

''تم نے میرے دل میں پھر آگ لگا دی ہے۔ بہت کوشش کرتا ہوں تمہیں بھلانے کی مگر تم اتنا ہی زیادہ یاد آتی ہو۔ کیا کروں؟'' توقیر نے کمرے میں چکر لگاتے ہوئے کہا اور اپنے موبائل پر رشنا کا نمبر ملانے لگا۔

''رشنا سے ہی تمہاری خیریت پوچھتا ہوں۔'' توقیر نے نمبر ملاتے ہوئے سوچا مگر اس کا نمبر آف جا رہا تھا۔ اس نے مایوس ہو کر موبائل رکھ دیا۔

☆☆☆

رشنا، ردا کے ہاتھ پر کون مہندی لگا رہی تھی۔

''یار آج تمہارے فہام بھائی بڑے ہیرو بنے ہوئے تھے۔ کیا کمال کی ایکٹنگ کی۔'' رشنا نے مسکراتے ہوئے شرارتی لہجے میں کہا۔

''وہ ایکٹنگ نہیں تھی، وہ سچ میں مجھ سے اتنی ہی محبت کرتے ہیں۔'' ردا منہ بنا کر مصنوعی خفگی سے بولی۔

''اوہ، مجھے یاد ہی نہیں رہا گھر سے آنے سے پہلے مما کی کال آرہی تھی۔'' رشنا نے ایک دم مہندی چھوڑ کر بیگ میں سے موبائل نکال کر کہا۔ ''میں نے موبائل فون آف کر دیا کہیں وہ فون ہی نہ کر رہی ہوں۔'' رشنا نے موبائل آن کرتے ہوئے کہا۔

''کیوں؟'' ردا نے چونک کر پوچھا۔

''مما آج کل توقیر بھائی کے پاس آسٹریلیا گئی ہوئی ہیں اور ہر روز آن لائن ہو کر میں ان دونوں سے بات کرتی ہوں۔'' رشنا نے کہا۔

''اب توقیر بھائی کیسے ہیں؟'' ردا نے یک دم پوچھا۔

''ٹھیک ہیں بے چارے...... جس کے غم میں دل کو روگ لگائے بیٹھے ہیں ان محترمہ کو خبر ہی نہیں۔'' رشنا نے عجیب انداز میں کہا تو ردا نے یک دم گھبرا کر اسے دیکھا۔

''یار، یہ محبت بھی عجیب جذبہ ہے جو اندر ہی اندر انسان کو کھوکھلا کر دیتا ہے۔ پہلے تو میں یقین نہیں کرتی تھی مگر اب توقیر بھائی کی حالت دیکھ کر یقین آ گیا ہے۔'' رشنا نے افسردگی سے کہا۔

''کیا انہوں نے تم سے کچھ کہا ہے؟'' ردا نے حیرت سے پوچھا۔

''یہی تو پرابلم ہے، نہ وہ کچھ بتاتے ہیں اور نہ ہی اپنا دل کھولتے ہیں۔'' رشنا آہ بھر کر بولی تو رشنا کے موبائل پر کال آنے لگی۔

''ردا! دیکھنا تو کس کی کال آ رہی ہے؟'' رشنا نے ردا کی طرف دیکھ کر کہا۔

''کوئی نمبر ہے، شاید نیٹ کا۔'' ردا نے نمبر دیکھتے ہوئے کہا۔

''مما ہوں گی...... تم بات کرلو، انہیں اپنی شادی کا بتاؤ، وہ بہت خوش ہوں گی۔'' رشنا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''میں......؟'' ردا نے بوکھلا کر کہا۔

''ہاں...... میں اب یہ ڈیزائن نہیں چھوڑنا چاہتی ورنہ خراب ہو جائے گا۔'' رشنا جلدی سے بولی تو ردا نے گہری سانس لے کر موبائل کان سے لگایا۔

''ہیلو...... ک...... کون......؟'' ردا نے رک رک کر بولی۔

''میں توقیر ہوں...... ارے، کیا آپ ردا ہیں تو پلیز فون بند مت کیجیے گا۔ آج میں آپ کو بہت شدت سے یاد کر رہا تھا اور خدا نے میرے دل کی سن لی اور آپ سے بات کرنے کا موقع مل گیا۔'' توقیر جلدی سے بولا تو ردا گھبرا گئی۔

''جی......'' ردا نے گھبرا کر رشنا کی طرف دیکھ کر بہ مشکل تھوک نگلتے ہوئے کہا۔

''آپ کو انگیجمنٹ بہت مبارک ہو۔'' توقیر نے گہری سانس لے کر کہا۔ ''کیا آپ خوش ہیں؟'' توقیر نے افسردگی سے پوچھا۔

''جی......'' ردا گھبرا کر بولی۔

''اللہ آپ کو ہمیشہ بہت خوش رکھے۔ آپ میرے نصیب میں نہیں تھیں، اس لیے نہیں ملیں مگر دعا کیجیے کہ جو آپ کے نصیب میں ہے وہ آپ کو اتنی خوشیاں دے کہ آپ کا نصیب بھی چمکنے لگے اور زندگی بھی۔'' توقیر نے آہ بھر کر نم آنکھوں کے ساتھ کہا تو ردا کی آنکھیں بھی نم ہو گئیں۔

''لیکن میں نے اپنے آپ سے عہد کر لیا ہے کہ میں زندگی بھر شادی نہیں کروں گا۔'' توقیر سسکی بھر کر بولا۔

''ک...... ک...... کیوں......؟'' ردا نے بری طرح گھبرا کر پوچھا۔

''محبت آپ سے اور شادی کسی اور سے...... یہ آپ سے وفا تو نہیں ہوئی ناں......؟'' توقیر زخمی مسکراہٹ سے بولا تو ردا کے منہ سے ایک دم ہلکی سی چیخ نکلی...... اور وہ اپنا ہاتھ چھڑا کر واش روم کی طرف بھاگی اور دروازہ بند کر کے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تو رشنا پریشان سی اس کے پیچھے بھاگی۔

''ردا...... ردا کیا بات ہے......؟ دروازہ کھولو؟'' رشنا نے دروازہ بجاتے ہوئے کہا۔

ردا بیسن کے سامنے کھڑی ہو کر رونے لگی اور اپنے ہاتھوں سے مہندی مل مل کر دھونے لگی۔

''میں زندگی بھر شادی نہیں کروں گا، محبت آپ سے اور شادی کسی اور سے...... یہ آپ سے وفا تو نہیں ہوئی ناں......؟'' ردا کے کانوں میں توقیر کے الفاظ گونجنے لگے اور وہ سسکیاں بھرنے لگی۔

''مجھے کس بات کی سزا مل رہی ہے، میں نے کیا

گناہ کیا ہے؟'' ردا سسکتے ہوئے خود کلامی کر رہی تھی۔

''وہ شادی نہ کر کے مجھے سزا دینا چاہ رہا ہے... یاخدا تو نے مجھے کس اذیت میں ڈال دیا ہے۔'' ردا چھت کی طرف دیکھ کر بڑبڑائی۔

''اذیت میں تو وہ بھی ہے جو ساری زندگی کے لیے سنیاس لے رہا ہے۔'' ردا کے اندر سے آواز آئی تو وہ ہونٹ بھینچ کر سسکی بھرنے لگی۔ دروازہ بجنے کی آواز پر ردا نے گھبرا کر زور زور سے اپنے چہرے پر پانی کے چھینٹے مارنے شروع کیے۔

رشنا پریشان واش روم کا دروازہ بجا رہی تھی کہ فہام ایک فائل پکڑے کمرے میں آیا۔

''ردا کہاں ہے اور آپ دروازہ کیوں بجا رہی ہیں؟'' فہام نے رشنا کو دروازہ بجاتے دیکھ کر پریشانی سے پوچھا۔

''ردا روتی ہوئی واش روم میں گئی تھی، کافی دیر ہو گئی ہے دروازہ نہیں کھول رہی۔'' رشنا پریشانی سے بولی۔

''کیوں......؟'' فہام نے پریشانی سے پوچھا۔

''معلوم نہیں......؟'' رشنا نے کہا تو فہام گھبرا کر زور زور سے دروازہ بجانے لگا۔

''ردا...... ردا...... دروازہ کھولو، نہیں تو میں دروازہ توڑ دوں گا۔'' فہام نے کہا تو ردا بھائی کی آواز سن کر گھبرا گئی اور اس نے جلدی سے چہرے پر پانی کے چھینٹے مار کر دروازہ کھولا۔ اس کی آنکھیں رونے سے سرخ ہو رہی تھیں۔

''کیا ہوا...... میری جان...... تم کیوں رو رہی تھیں؟'' فہام نے قدرے پریشان ہو کر پوچھا۔

''ک...... کچھ نہیں۔'' ردا نے سسکی بھر کر نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

''سمجھ گیا...... ہم سے جدائی کا دکھ ہے، دل تو ہمارے بھی تڑپ رہے ہیں مگر......'' فہام نے آبدیدہ ہو کر کہا اور اسے اپنے ساتھ لگا کر سسکی بھرنے لگا تو رشنا نے بہت حیرت سے دونوں کو دیکھا۔

''ڈیڈی نے جو پراپرٹی چھوڑی ہے، اس میں سے تین ایکٹرز زمین میں نے تمہارے نام کر دی ہے، یہ اس کی فائل ہے، سنبھال کر رکھ لو۔ یہ تمہاری امانت ہے۔'' فہام نے اپنی آنکھوں کو صاف کرتے ہوئے فائل اسے دیتے ہوئے کہا۔

''نہیں فہام بھائی، مجھے کچھ نہیں چاہیے۔'' ردا نے جذباتی ہو کر اس کے ساتھ گلے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر روتے ہوئے کہا۔

''میری جان یہ تمہارا حق ہے، میں اپنے پاس سے کچھ نہیں دے رہا۔'' فہام نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''اسے اپنے پاس رکھیے۔'' ردا نے کہا۔

''ٹھیک ہے، فی الحال رکھتا ہوں مگر بعد میں ضرور لے جانا...... اور میری چندا خوش خوش پیا گھر جاؤ، یوں رو کر نہیں......'' فہام نے اس کے سر کو چومتے ہوئے محبت سے کہا تو ردا پھر رونے لگی۔

''بس...... اب اور نہیں...... پلیز اسے رونے مت دیجیے گا۔'' فہام نے آنسو صاف کرتے ہوئے رشنا کی طرف دیکھ کر کہا۔

''جی......'' رشنا نے نم آنکھوں سے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

''خوش رہو...... آباد رہو۔'' فہام نے مسکراتے ہوئے ردا سے کہا اور کمرے سے چلا گیا۔

''ردا...... مجھے سچ سچ بتاؤ، کس کا فون تھا، کیا مما کا ہی فون تھا لیکن انہوں نے تم سے ایسا کیا کہا کہ تم روتے ہوئے واش روم میں چلی گئیں۔'' رشنا نے اس کا ہاتھ پکڑ کر پریشانی سے پوچھا۔

''مجھ سے کچھ مت پوچھو؟'' ردا نے نم آنکھوں سے اسے دیکھ کر کہا۔

''کیوں...... آخر بات کیا ہے؟ ٹھیک ہے میں مما سے پوچھتی ہوں۔'' رشنا نے موبائل پکڑ کر نمبر ملاتے ہوئے کہا مگر ردا نے موبائل اس کے ہاتھ

سے چھین لیا۔

''تمہیں ...... میری قسم ...... آنٹی سے کچھ مت پوچھنا ...... ورنہ میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گی، بس میں ہی جذباتی ہو گئی ...... اس میں کسی کا کیا قصور ......'' ردا نے رشنا کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

''اچھا تو یہ بات ہے۔'' رشنا نے ہاتھ کھینچ کر کہا تو ردا اپنی آنکھوں کو صاف کرنے لگی۔

''یہ کیا ...... تم نے مہندی کیوں دھو ڈالی ...... لاؤ اب میں دوبارہ لگاتی ہوں۔ اب تو ڈیزائن نہیں بلکہ پوری لگانی پڑے گی۔'' رشنا نے چونک کر اس کے ہاتھ دیکھتے ہوئے کہا۔

''نہیں ...... مجھے نہیں لگانی ......'' ردا نے آہ بھر کر کہا۔

''یہ تو شگون ہوتا ہے۔'' رشنا خفگی سے بولی۔

''مجھے کچھ نہیں کرنا ......'' ردا نے سسکی بھر کر کہا اور بیڈ پر لیٹ گئی۔

☆☆☆

ردا سے فون پر بات ختم کر کے وہ بہت اداس ہو گیا تھا اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھری تھیں، نجمہ قدرے جھنجلائی ہوئی اس کے کمرے میں آئی تھیں۔

''نہ جانے آج رشنا کہاں چلی گئی ہے، فون کرتی ہوں تو وہ آف ملتا ہے۔'' آن لائن بھی نہیں، مجھے اس سے ضروری بات کرنی ہے۔'' نجمہ خفگی سے بولیں۔

''کیا بات ہے بیٹا ...... تم اتنے خاموش کیوں ہو؟'' نجمہ نے چونک کر اس کی طرف دیکھ کر کہا۔

''کچھ نہیں ......'' توقیر نے آہستہ سے کہا۔

''خدا کے لیے مجھ پر اور اپنے آپ پر رحم کھاؤ، جانتے ہو تمہیں اس حالت میں دیکھ کر میرا دل کتنا کٹتا ہے۔'' نجمہ اس کی طرف بغور دیکھ کر بولیں۔ ''کیوں ...... ضد کر رہے ہو؟'' نجمہ نے افسردگی سے کہا۔

''کیسی ضد ......؟'' توقیر نے چونک کر پوچھا۔

''میری بات نہ ماننے کی ضد ...... !

''کون سی بات ......؟'' توقیر بالکل غائب دماغی سے بات کر رہا تھا۔

''میں یہاں چند دنوں کے لیے صرف تمہاری خاطر آئی ہوں اور تمہیں اس حالت میں چھوڑ کر جانا بھی نہیں چاہتی۔ تمہارے ڈیڈی کے دوست کی بیٹی مجھے بہت پسند آئی ہے، میں چاہتی ہوں کہ ......'' نجمہ نے بات کرتے ہوئے کہا۔

''مما ......! پلیز اس ٹاپک پر بات مت کریں۔'' توقیر نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

''کیوں ...... نہ کروں ...... کیوں ہم سب کو اذیت دے رہے ہو؟'' نجمہ نے خفگی سے کہا۔

''میں کس کو اذیت دوں گا، میں تو خود ایسی اذیت میں ہوں جس کا اندازہ آپ کو کبھی نہیں ہو سکتا۔'' توقیر نے درشتی سے کہا۔

''جو بات سب کو اذیت دے رہی ہو تو اس کو ختم کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔'' نجمہ نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

''یہ ممکن نہیں۔'' وہ فوراً بولا۔

''خدا کے لیے رحم کرو مجھ پر۔'' نجمہ نے غصے سے چلاتے ہوئے اس کے سامنے ہاتھ جوڑے۔ توقیر نے گھبرا کر ماں کے ہاتھ پکڑ کر اپنی نم آنکھوں سے لگا لیے۔

''پلیز ...... میری اذیت کو اور مت بڑھائیں، اس وقت میں بہت ٹوٹ رہا ہوں، کیا آپ مجھ سے ایک وعدہ کریں گی؟'' توقیر نے اداس لہجے میں کہا۔

''کیا ......؟'' انہوں نے چونک کر پوچھا۔

''آج کے بعد آپ میری شادی کا ذکر نہیں کریں گی، جب میں ذہنی طور پر سیٹ ہو جاؤں گا خود آپ کو بتا دوں گا ...... ابھی میں بہت اپ سیٹ ہوں ...... پلیز، مما ...... بس میرے لیے دعا کریں۔'' توقیر نے التجائیہ انداز میں کہا تو بیٹے کی اس کیفیت پر وہ کڑھ کر رہ گئیں۔

☆☆☆

روحیل مہندی کے فنکشن سے خوش خوش گھر پہنچا تھا وہ اپنے کمرے میں لیٹا ردا کے بارے میں ہی سوچ رہا تھا پھر اس نے وقت کا اندازہ کیے بغیر ردا کو فون ملالیا۔ جواباً اس کی نیند بھری آواز کانوں میں پڑتے ہی اسے وقت کا اندازہ ہوا۔

''کیا آپ سو رہی تھیں؟'' روحیل نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''ہاں...... بس سر میں درد تھا؟'' ردا نے اٹھ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔

''کیوں......؟'' روحیل نے چونک کر پوچھا۔

''یونہی......'' ردا نے آہ بھر کر بولا۔

''کیا آپ خوش نہیں...... آواز سے بہت اداس لگ رہی ہیں۔'' روحیل نے حیرت سے پوچھا۔

''بس شاید تھکن ہوگئی ہے۔'' ردا نے بیزاری سے کہا۔

''کیا آپ مجھ سے کچھ چھپانے کی کوشش کررہی ہیں؟'' روحیل نے مصنوعی خفگی سے کہا۔

''ن...... نن...... نہیں تو؟'' ردا گھبرا کر بولی۔

''پھر بتائیں کیا بات ہے؟'' روحیل نے اصرار کرتے ہوئے کہا۔

''ک...... کچھ بھی تو نہیں۔'' ردا نے یک دم بوکھلا کر کہا۔

''اس کا مطلب ہے، آپ مجھ پر ٹرسٹ نہیں کرتیں۔'' روحیل نے کہا۔

''میں نے کہا ناں...... ایسی کوئی بات نہیں۔'' ردا پریشان ہوکر بولی۔

''پھر آپ کی آواز اور لہجہ اداس کیوں ہے؟'' روحیل بضد تھا۔

''کیا اس موقع پر لڑکیوں کو اداس نہیں ہونا چاہیے۔'' ردا نے اسی سے سوال کر ڈالا۔

''پلیز...... اپنے آپ کو سنبھالیں...... آپ نے تو مجھے بھی پریشان کردیا ہے، میں نے بہت اچھے موڈ میں آپ کو فون کیا تھا، ٹھیک ہے اگر آپ کا موڈ نہیں تو گڈ نائٹ......'' روحیل نے خفگی سے کہا اور فون بند کردیا...... ردا بہت پریشان ہوگئی اور ہیلو، ہیلو کرتی رہ گئی۔

''کیا ہوا......؟'' تم تو سونے لیٹ گئی تھیں؟'' رشنا نے واش روم سے آکر ردا کو پریشان دیکھ کر پوچھا۔

''روحیل کا فون تھا، ناراض ہوگیا ہے۔'' وہ آہستہ آواز میں بولی۔

''کیوں......؟'' رشنا نے چونک کر کہا۔

''اداسی کی وجہ پوچھ رہا تھا...... اب میں اسے کیا بتاتی؟'' ردا نے ہونٹ سکوڑ کر پریشانی سے کہا۔

''کبھی تم نے puppet دیکھا ہے۔'' رشنا نے اس کے قریب بیٹھتے ہوئے کہا۔

''ہاں......'' ردا حیرت سے بولی۔

''شادی کے بعد عورت مرد کے ہاتھوں puppet بن کر رہ جاتی ہے، اس کا کھانا، پینا، ہنسنا، بولنا، ہر بات کا فیصلہ مرد کرتا ہے۔ عورت کی اپنی ساری فیلنگز اور ذاتی لائف ختم ہوکر رہ جاتی ہے۔ اس کا ہسبینڈ خوش تو وہ بھی خوش...... ہسبینڈ ناراض تو وہ بھی پریشان...... جانتی ہو ناں میں کتنے قہقہے لگایا کرتی تھی مگر فراز کو میری یہ عادت سخت ناپسند تھی۔ جب تک وہ یہاں رہا میں قہقہے لگانا ہی بھول گئی۔ جب میں کوئی اچھا ڈریس پہن کر آتی اور اسے اچھا نہیں لگتا تو مجھے وہ فوراً چینج کرنا پڑتا...... ہر، ہر بات میں فراز کو فالو کرنا پڑتا۔'' رشنا اس سے اپنی ازدواجی زندگی کے تجربات شیئر کررہی تھی۔

''کیا شادی کے بعد لائف اتنی ٹف ہوجاتی ہے......؟'' ردا نے حیرت سے آنکھیں پھیلا کر پوچھا۔

''ضروری نہیں کہ ہر ایک کے ساتھ میرے جیسا ہو لیکن تم ذہنی طور پر تیار رہنا...... کیونکہ روحیل مجھے کافی پوزیسو اور غصے والا لگتا ہے۔ اس کے

attit ude سے گھبرانہ جانا۔ جو وہ کہے بس وہی کرنا۔" رشنا زخمی مسکراہٹ لبوں پر سجا کے بولی۔

"لیکن شمیلہ بھابی پر تو فہام بھائی نے کبھی کچھ impose نہیں کیا لیکن وہ پھر بھی خوش نہیں رہتیں۔" ردا نے بتایا۔

"پھر تو وہ بہت ہی لکی ہیں مگر ایسی عورتیں بڑی ناشکری ہوتی ہیں جو اپنی اچھی سسرال اور ایسے شوہر کی قدر نہیں کرتیں۔" رشنا ایک گہری سانس لے کر بولی۔

"ہاں، ان کو تو نہ جانے کس کس سے شکایتیں ہیں۔" ردا نے کہا۔

"اپنا اپنا نصیب ہوتا ہے، تم پریشان مت ہو...... اور روحیل کو سوری کا میسج کر دو۔ اس کا موڈ ٹھیک ہو جائے گا اور اب تم سو جاؤ، پہلے ہی بہت رو چکی ہو۔" رشنا نے محبت سے اس کے چہرے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

"تھینک یو...... رشنا۔" ردا نے مسکراتے ہوئے کہا۔ رشنا شادی تک کے لیے اس کے پاس رکنے آئی ہوئی تھی۔

☆☆☆

فہام لاؤنج میں کھڑا موبائل پر بات کر رہا تھا۔ عاصم اس کے پاس سے گزر کر باہر جانے لگا۔

"اوکے حیدر...... تھینک یو ویری مچ فار یور کنسرن...... میں تم سے بعد میں بات کروں گا......" فہام نے بات ختم کرتے ہوئے کہا۔

"عاصم! بات سنو۔" فہام نے موبائل آف کر کے جلدی سے عاصم کو بلایا تو شمیلہ ایک بڑی ٹرے میں پھول لیے لاؤنج میں رکھی ڈائننگ ٹیبل کے نزدیک آئی۔

"جی...... فہام بھائی!" عاصم نے قریب آ کر کہا۔

"ردا کو پارلر لے کر جانا ہے۔ ڈرائیور کے ساتھ تم چلے جاؤ اور جب تک ردا پارلر میں رہے گی تم ڈرائیور کے ساتھ وہیں گاڑی میں رہو گے۔" فہام نے عاصم کو ہدایت دیتے ہوئے کہا۔

"کیوں فہام بھائی! پارلر میں تو بہت ٹائم لگتا ہے، میں اتنی دیر کیوں......؟" عاصم نے چونک کر پوچھا۔

"میں جو کہہ رہا ہوں، وہی کرو۔" فہام نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا تو شمیلہ نے چونک کر انہیں دیکھا۔

"اوکے......" عاصم نے کہا اور وہاں سے چلا گیا۔

"اس کا مطلب ہے کچھ گڑبڑ ہے۔" شمیلہ نے آنکھیں گھماتے ہوئے سوچا۔ عاصم وہاں سے چلا گیا اتنے میں خدیجہ کمرے سے نکل کر آئیں۔

"فہام بیٹا! عاصم کہاں ہے؟ میں نے اسے ایک کام کہا تھا۔" خدیجہ نے فہام کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

"مما......! وہ ردا کے ساتھ پارلر جا رہا ہے۔"

"ردا کو ڈرائیور کے ساتھ بھیج دیتے۔ رشنا تو ویسے بھی اس کے ساتھ ہو گی۔"

"نہیں ...... یہ حیدر کی انسٹرکشنز تھیں کہ اپنی طرف سے پوری کیئر کی جائے، کوئی کچھ بھی کر سکتا ہے۔" فہام نے کہا۔

"کیا کوئی خطرہ ہے؟" خدیجہ بیگم گھبرا کر بولیں۔

"نہیں...... نہیں پریشان مت ہوں۔" فہام نے انہیں تسلی دیتے ہوئے کہا۔

"حیدر سول کپڑوں میں پولیس بھی بھیج دے گا۔" فہام نے کہا۔

"اس کا مطلب ہے، واقعی کوئی مسئلہ ہے۔" خدیجہ نے گھبرا کر اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا اور انتہائی پریشان ہونے لگیں۔

"ارے نہیں...... مما! ایسی کوئی بات نہیں، پلیز آپ فکر نہ کریں۔" اس نے ماں کے کندھوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے انہیں تسلی دی۔

"اللہ خیر کرے۔" وہ پریشان ہو کر دعائیہ لہجے میں بولیں تو شمیلہ نے آنکھیں گھما کر دونوں کو دیکھا اور اس کے چہرے پر ایک مسکراہٹ پھیلی۔۔ اور وہ

مسکراتے ہوئے وہاں سے چلی گئی۔

☆☆☆

ردا دلہن بنی اور زیورات سے لدی پھندی انتہائی خوب صورت لگ رہی تھی۔ وہ ڈریسنگ روم میں بیٹھی تھی۔ رشنا اس کے پاس ہی بیٹھی تھی۔ خدیجہ ہلکا کامدار سوٹ پہنے اور لائٹ میک اپ کیے وہاں آبیٹھیں اور دلہن بنی بیٹی کو مسکرا کر دیکھتے ہوئے اس کی پیشانی کو چوما۔

''سدا خوش رہو اور سہاگن رہو...... خدا میرے حصے کی زندگی اور خوشیاں بھی تمہیں نصیب کرے، آمین!'' خدیجہ نے دعا دیتے ہوئے کہا تو ردا کی آنکھیں نم ہونے لگیں۔

''ارے آنٹی......اتنی محنت سے میک اپ کرایا ہے، وہ تو خراب نہ کریں۔'' رشنا نے مسکراتے ہوئے کہا تو خدیجہ زبردستی مسکرا کر ردا کی طرف دیکھنے لگیں۔ رشنا کے موبائل پر فون آنے لگا اور وہ کان سے لگا کر وہاں سے چلی گئی۔

''بیٹا......آج تم میکے سے سسرال جارہی ہو، وہ گھر نہ تو اتنا بڑا ہے اور نہ ہی اس میں زیادہ آسائشیں ہیں مگر وہاں روحیل اور اس کی ماں کی محبت ضرور ہوگی۔ تم ان کی محبت کی قدر کرنا اور اونچے نیچے حالات میں ان کی عزت کا بھرم رکھنا۔ تم شمیلہ جیسی بہو نہ بننا جو اپنی چالاکیوں اور مکاریوں سے ہم جیسی سیدھی سادی ماؤں کو بے بس اور مجبور کردیتی ہیں اور ایسی مائیں، بیٹوں کا گھر بسانے کی خاطر سب کچھ دیکھتے ہوئے بھی خاموش رہتی ہیں۔'' خدیجہ نے آہ بھر کر کہا۔

''مما! آپ نے اس سے پہلے تو کبھی یہ باتیں نہیں بتائیں۔'' ردا نے چونک کر ماں کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''آج بتارہی ہوں ناں!''

''کیا شمیلہ بھابی نے آپ کو اتنا مجبور کردیا ہے؟'' ردا نے نم آنکھوں سے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔

''بیٹا! اس کے بارے میں کچھ نہ کہوں تو بہتر ہے لیکن یہ یاد رکھنا......ایسی لڑکیوں کے لیے کبھی دل سے دعائیں نہیں نکلتیں اور جس انسان کی زندگی دعاؤں سے خالی رہے وہ دنیا سے کچھ لے کر نہیں جاتا اور میں چاہتی ہوں تمہارا دامن سب کی دعاؤں سے بھرا رہے۔'' خدیجہ نے سسکی بھر کر اس کے سر پر پیار دیتے ہوئے کہا۔ اسی لمحے تینوں بھائی کمرے میں داخل ہوئے تینوں پینٹ کوٹ میں ملبوس بہت خوش دکھائی دے رہے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں مختلف گفٹس تھے۔

''روحیل اور تمہارے لیے میری طرف سے گاڑی......'' فہام نے ردا کو گاڑی کی چابی دیتے ہوئے کہا۔

''یہ میری طرف سے ڈائمنڈ کا سیٹ......'' حاتم نے مسکراتے ہوئے ردا کو سیٹ دیا......اور عاصم نے اسے گولڈ کے کنگن پہنائے اور سب نے مسکرا کر اسے گلے لگایا۔

''میں کیسے آپ لوگوں کے بغیر رہ پاؤں گی؟'' ردا نے نم آنکھوں سے سب کی طرف دیکھ کر کہا اور رونے لگی۔

''تم وہاں بہت خوش رہو گی اور روحیل تمہیں روز ہم سے ملانے کے لیے بھی لائے گا تو پھر اداسی کس بات کی؟'' فہام نے جلدی سے بہن کو گلے لگاتے ہوئے کہا

''کیا واقعی ایسا ہوگا؟'' ردا نے معصومیت سے پوچھا۔

''ہاں...... روحیل نے مجھ سے وعدہ کیا ہے......'' فہام نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''اور اب تم نے بالکل نہیں رونا...... چلو ہم تمہیں لینے آئے ہیں۔ اسٹیج پر چلو...... تمہارا دولہا

تمہارا انتظار کررہا ہے۔'' حاتم نے شرارتی انداز میں کہا تو سب مسکرانے لگے اور اسے اپنے ساتھ باہر لے گئے۔ اسٹیج پر روحیل کے پہلو میں وہ شرمائی لجائی بیٹھی تھی۔ تمام رسوم کے بعد بھائیوں نے بہت محبت سے اسے روتے ہوئے رخصت کیا۔ ان کی محبت دیکھ کر ہر آنکھ اشکبار تھی اور سب ردا کی قسمت پر رشک بھی کررہے تھے۔

☆☆☆

ماں جی بے انتہا چاؤ سے اسے بیاہ کرلے گئی تھیں گھر کے دروازے پر کھڑے ہوکر تیل ڈال کر اور پیسے وار کر انہوں نے بہو کا استقبال کیا تھا اور بہت محبت سے اسے چومتے ہوئے اندر لاؤنج میں لا کر صوفے پر بٹھایا۔ لاؤنج کے در و دیوار پھولوں سے سجے تھے۔ اسے صوفے پر بٹھا کر ماں جی دونوں کو مٹھائی کھلانے لگیں اور پھر اپنے پرس میں سے انگوٹھی نکال کر اسے پہنائی۔

''خدا نے تمہاری صورت میں میری بہت بڑی خواہش پوری کی ہے۔ تم میری بہو بھی ہو اور بیٹی بھی...... خدا کرے تمہارا آنا ہم سب کے لیے مبارک ہو...... بیٹا میں اور روحیل تمہیں خوش رکھنے کی پوری کوشش کریں گے...... لیکن اگر کہیں کوتاہی ہوجائے تو اس سے اپنا دل برا نہ کرنا...... اپنا غصہ ظاہر کردینا مگر مجھ سے کچھ ہرگز نہ چھپانا، میں بھی تمہاری ماں ہوں اور تم بھی مجھے اپنی ماں ہی سمجھنا۔'' ماں جی نے محبت سے اس کا ہاتھ چومتے ہوئے پیار سے سمجھایا۔

''ارے مما......! میرا پتا تو آپ بالکل ہی... صاف کررہی ہیں۔'' روحیل مسکراتے ہوئے بولا تو ردا منہ نیچے کرکے مسکرانے لگی۔

''بیٹا...... ابھی سے جیلس نہ ہو...... ویسے میری بہو ہے ہی اتنی پیاری کہ تمہارا جیلس ہونا جائز ہے۔'' ماں جی مسکراتے ہوئے روحیل کی طرف دیکھ کر بولیں۔

''آپا...... ماشاء اللہ چاند سورج کی جوڑی لگ رہی ہے، اللہ ان کو نظرِ بد سے بچائے۔'' فضیلت بھی مسکراتے ہوئے بولی۔

''فضیلت! یہ ان دونوں کا صدقہ ہے، صبح کسی کو دے دینا۔'' ماں جی نے دونوں کے سر سے پیسے وار کر فضیلت کو دیتے ہوئے کہا اور سب مسکرا کر ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔

☆☆☆

روحیل کا کمرا بہت خوب صورت انداز میں پھولوں سے سجا ہوا تھا۔ ردا دلہن بنی بیڈ پر بیٹھی تھی اور روحیل اس کے سامنے بیٹھا محبت پاش نظروں سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

''کبھی سوچا نہ تھا کہ آپ یوں اچانک میری زندگی میں شامل ہوکر میری ہم سفر بنیں گی......لیکن آپ کو دیکھ کر اب احساس ہورہا ہے کہ زندگی کا یہ سفر آپ کے ہمراہ بڑی خوب صورتی سے کٹے گا۔'' روحیل نے معنی خیز مسکراہٹ سے کہا تو ردا نے مسکرا کر اس کی طرف دیکھا۔ اس کا محبت سے ہاتھ پکڑ کر سائڈ ٹیبل کی دراز سے گولڈ کے کنگن نکال کر ردا کو پہنائے۔

''محبت کا یہ تحفہ کیسا رہا؟'' روحیل نے بڑے پیار سے اس سے پوچھا۔

''بہت اچھا ہے۔'' ردا نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

''کیا آپ یہی expect کررہی تھیں۔'' روحیل نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''میں تحفے سے زیادہ آپ کی محبت expect کرتی ہوں۔'' ردا نے مسکراتے ہوئے بولی۔

''اور محبت بھی وہ جو دل سے ہو۔'' روحیل نے مسکراتے ہوئے کہا اور اپنی الماری میں سے ایک

گفٹ پیک نکال کر اس کے پاس آیا۔
''اسے کھولیے......'' روحیل نے محبت سے اسے دیتے ہوئے کہا۔ ردا نے اسے آہستہ آہستہ کھولا تو اس میں سے ایک ڈیکوریشن پیس نکلا۔ جس میں کرسٹل کا ہارٹ تھا۔ ردا نے چونک کر اسے دیکھا۔
''یہ ہارٹ میں آپ کو اپنے دل کے تمام نازک جذبات اور شدید محبت کے ساتھ سونپ رہا ہوں۔ میرے پاس میرے دل سے بڑھ کر قیمتی شے اور کوئی نہیں اور میں وہی آپ کو دے رہا ہوں۔'' روحیل نے مسکراتے ہوئے اسے وہ ہارٹ دیتے ہوئے کہا۔
''اور میں آپ کے اس دل کو اپنے دل میں سنبھال کر رکھوں گی۔'' ردا نے مسکرا کر محبت سے ڈیکوریشن پیس پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ روحیل مسکرا کر اس کی طرف دیکھنے لگا اور ردا بھی مسکرانے لگی۔

☆☆☆

سب لوگ بہت اداس لاؤنج میں بیٹھے تھے۔ خدیجہ کی آنکھیں بار بار نم ہو رہی تھیں۔
''مما! آپ کو تو خوش ہونا چاہیے کہ ردا باعزت اور بخیریت اس گھر سے رخصت ہوئی ہے۔'' فہام نے ماں کے کندھے پر اپنا ہاتھ پھیلاتے ہوئے کہا۔
''لیکن میرے گھر کو تو وہ بہت اداس کر گئی ہے۔'' خدیجہ نے سسکی بھر کر کہا۔
''لیکن مما! آپ کی ایک بیٹی گئی ہے، دوسری بیٹی تو آپ کے پاس ہی ہے ناں۔''
''شمیلہ...... مما کو ردا کی کمی کبھی محسوس نہیں ہونے دینا۔'' فہام نے ماں کو تسلی دیتے ہوئے شمیلہ کی طرف دیکھ کر کہا۔
''خالہ جان کو تو میں نے ہمیشہ اپنی مما ہی سمجھا ہے۔'' شمیلہ نے ان کے پاس بیٹھتے ہوئے کہا۔
''شاید خالہ جان مجھے اپنی بیٹی نہیں سمجھتیں جو یوں اداس ہو رہی ہیں۔'' اس نے شکایتی لہجے میں کہا تو خدیجہ نے ایک دم ہڑبڑا کر اس کی طرف دیکھا۔
''ن...... نہیں...... ایسی بات نہیں۔'' خدیجہ گھبرا کر بولیں۔
''مما! اس طرح تو نہیں چلے گا ناں...... آپ شمیلہ کو ردا کی طرح سمجھیں۔'' فہام جلدی سے بولا۔
''میں نے تو کبھی دونوں میں فرق نہیں سمجھا۔'' خدیجہ گہری سانس لے کر بولیں۔
''تو پھر یہ اداسی اور مایوسی کی باتیں کیوں......؟'' حاتم نے مسکراتے ہوئے کہا۔
''اب ہم حاتم بھائی کی دلہن لانے کی بھی تیاری کرتے ہیں تاکہ گھر میں اور زیادہ رونق ہو جائے۔'' شمیلہ جلدی سے بولی تو سب نے یک دم چونک کر شمیلہ کو دیکھا۔
''ارے بھئی مجھے تو معاف رکھیں...... میرا فی الحال ایسا کوئی ارادہ نہیں۔'' حاتم نے مسکراہٹ چھپاتے ہوئے کہا۔
''تو پھر عاصم بھائی کے بارے میں سوچ لیتے ہیں۔'' شمیلہ نے مسکرا کر عاصم کی طرف دیکھ کر کہا۔
''بھابی...... یہ آج آپ کو کیا سوجھ رہی ہے۔'' عاصم نے حیرت سے پوچھا۔
''بھئی میں تم لوگوں کی بڑی بھابی ہوں، اب میں نے ہی تم لوگوں کے بارے میں سوچنا ہے، کیوں فہام؟'' شمیلہ نے مسکراتے ہوئے فہام سے پوچھا۔
''ہاں، ہاں کیوں نہیں، بھئی تمہیں پورا اختیار ہے کہ ان کے بارے میں کچھ سوچو......'' فہام نے جلدی سے کہا تو خدیجہ اس کی طرف دیکھنے لگیں اور شمیلہ کے چہرے پر فاتحانہ مسکراہٹ پھیلنے لگی۔

(باقی آئندہ)

ناولٹ

کہیں دیپ جلے کہیں دل

قیصرہ حیات

آٹھواں حصہ

ماں جی، بیٹا، بہو کے ساتھ ڈائننگ ٹیبل پر ناشتا کرنے میں مصروف تھیں۔ ماں جی بہت محبت سے ردا کی طرف دیکھ رہی تھیں اور چیزیں اٹھا اٹھا کر اس کے آگے کر رہی تھیں۔

”بہو کی خوشی میں ماں جی نے مجھے بھلا دیا ہے، ایک بار بھی کچھ نہیں پوچھ رہیں۔“ روحیل نے مسکرا کر ردا کی طرف دیکھ کر شکایتی لہجے میں کہا۔

”ہاں...... بیٹا یہ تو ہے، اپنی، اپنی اہمیت کی

بات ہوتی ہے اور میری بہو اب میرے لیے تم سے بھی زیادہ اہم ہے۔'' ماں جی نے مسکرا کر جواب دیا۔

''ماں جی......!'' روحیل نے مصنوعی خفگی سے کہا تو تینوں مسکرانے لگے۔

''بیٹا......ابھی تم دونوں ردا کی مما کے گھر چلے جاؤ، ولیمے کے بعد یہ بھی ایک رسم ہوتی ہے اور میں نے ردا کی مما سے وعدہ کیا تھا کہ صبح تم دونوں کو بھیج دوں گی۔'' ماں جی نے روحیل کی طرف دیکھ کر کہا۔

''نہیں......مما...... مجھے یوں جانا پسند نہیں۔'' روحیل نے خفگی سے منہ بنا کر کہا۔

''بیٹا......ان کی خوشی کی خاطر تم آج چلے جاؤ اور کل میں، فضیلت اور عبید کے ساتھ تمہیں لینے آجاؤں گی۔'' ماں جی نے سمجھاتے ہوئے کہا۔

''تو کیا مجھے رہنا بھی پڑے گا اور آپ گھر میں اکیلی......؟ نہیں نہیں...... میں نہیں جاؤں گا، یہ کہاں ہوتا ہے ماں جی؟'' روحیل نے حیرت سے آنکھیں پھیلا کر کہا۔

''فضیلت میرے پاس ہی ہوگی......اور تمہیں ہر حال میں جانا ہوگا۔ یہ میرا حکم ہے۔'' ماں جی نے ٹھوس لہجے میں کہا تو ردا خاموشی سے دونوں کی باتیں سنتی رہی۔

''اگر نہ گیا تو......؟'' روحیل نے منہ بنا کر کہا۔

''پھر میں تم سے ناراض ہو جاؤں گی۔'' ماں جی نے سخت لہجے میں کہا۔

''افوہ...... ماں جی۔'' روحیل نے جھنجلا کر جواب دیا۔

''بیٹا! ان رسموں میں بھی محبت ہوتی ہے، تم جاؤ اور دیکھنا وہاں تم کتنا انجوائے کرو گے۔'' ماں جی نے مسکراتے ہوئے کہا تو روحیل بھویں چڑھانے لگا۔ ماں جی اور ردا اسے دیکھ کر مسکرانے لگیں۔

☆☆☆

بیٹی داماد کے آنے سے وہ سب گھر والے بہت خوش تھے۔ سب لوگ کھانا کھانے میں مصروف تھے۔ ردا نے فینسی سوٹ کے ساتھ جیولری پہن رکھی تھی اور ہلکے میک اپ میں بھی وہ بڑی خوب صورت لگ رہی تھی۔ سب لوگ کھانا کھاتے ہوئے ایک دوسرے سے مذاق کر رہے تھے۔ روحیل نے بار بار مسکراتے ہوئے ردا کو دیکھا تو شمیلہ معنی خیز انداز میں آنکھیں گھما کر انہیں دیکھنے لگی اور اس کے چہرے پر خفگی کے تاثرات نمایاں ہونے لگے۔

''میرے ساتھ تو بہت برا ہوا ہے۔ ردا میرے گھر کیا گئی ہے، میری ماں جی نے تو مجھے بھلا ہی دیا ہے۔ انہیں تو یاد بھی نہیں کہ ان کا کوئی بیٹا بھی ہے۔ بس ہر وقت بہو یاد رہتی ہے۔'' روحیل نے مسکراتے ہوئے کہا تو ردا مسکرانے لگی۔

''ردا خوش قسمت ہے جسے آپ کی ماں جی جیسی ساس ملی ہیں۔'' خدیجہ نے مسکراتے ہوئے کہا تو شمیلہ نے چونک کر سب کو دیکھا۔

''ہم نے ہمیشہ ردا کو ایک سوئٹ ڈول کی طرح ٹریٹ کیا ہے اور میری بہن نے بھی کبھی ہمیں مایوس نہیں کیا......اس جیسی پیاری بہن شاید ہی دنیا میں کوئی ہو۔'' فہام نے مسکراتے ہوئے روحیل کی طرف دیکھ کر کہا۔

''اور اس کا پلس پوائنٹ یہ ہے کہ اس نے ہماری محبت کو کبھی ایکسپلائٹ نہیں کیا۔ she is very humble and down to earth'' عاصم نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ارے، ارے یہ کیا آپ سب میری اتنی تعریفیں کیوں کر رہے ہیں۔'' ردا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''میری گڑیا ہے ہی تعریف کے قابل۔'' فہام نے مسکراتے ہوئے کہا تو سب مسکرانے لگے۔

''شمیلہ......اچھا سا قہوہ تو پلاؤ، ہم لوگ باہر لان میں بیٹھتے ہیں۔ آؤ بھئی روحیل!'' فہام نے

شمیلہ کی طرف دیکھ کر کہا پھر روحیل سے بولا۔

''ہاں بھائی آپ لوگ چلیں میں ہاتھ دھو کر آتا ہوں۔'' روحیل بولا۔ جب وہ واش روم سے باہر نکلا تو شمیلہ قہوے کی ٹرے پکڑے باہر ہی جا رہی تھی۔ زاہدہ نے پہلے سے ہی قہوہ تیار کر لیا تھا۔

''آپ لوگ لکی ہیں، جنہیں ردا ملی ورنہ ہماری ردا کے پروپوزلز بھی بہت تھے اور چاہنے والے بھی بہت!'' معنی خیز انداز میں شمیلہ نے اس سے کہا تو روحیل چونک پڑا۔

''کیا مطلب......؟'' روحیل نے ایک دم مڑ کر شمیلہ کی طرف دیکھ کر کہا تو اسی وقت ردا مسکراتی ہوئی اندر آگئی۔

''ارے، آپ کہاں رہ گئے بھائی بلا رہے ہیں۔'' ردا نے مسکراتے ہوئے روحیل کی طرف دیکھ کر کہا تو شمیلہ معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے وہاں سے چلی گئی۔

روحیل نے چونک کر ردا کی طرف دیکھا تو وہ مسکرا کر اس کی طرف دیکھنے لگی۔ روحیل لان کی طرف چلا گیا تو ردا بھی پیچھے پیچھے چلی گئی۔

سب لوگ لان میں بیٹھے کافی دیر باتیں کرتے رہے اور قہوہ پیتے رہے مگر روحیل ذرا چپ چپ رہا۔

☆☆☆

کافی دیر بعد وہ لوگ اندر آئے۔ روحیل سلیپنگ ڈریس پہن کر واش روم سے باہر نکلا۔ ردا ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے اسٹول پر بیٹھی جیولری اتار کر اپنا میک اپ صاف کر رہی تھی......روحیل کے چہرے پر سنجیدگی چھائی ہوئی تھی۔ وہ آکر بیڈ پر بیٹھ گیا۔ ردا نے ڈریسنگ ٹیبل کے آئینے میں سے اسے دیکھا۔

''کیا بات ہے، آپ کچھ پریشان لگ رہے ہیں، کھانا کھانے کے دوران تو آپ اچھے موڈ میں تھے اور اب......؟'' ردا نے سب کچھ چھوڑ کر اس کے قریب آکر بیٹھتے ہوئے کہا۔

''کچھ نہیں...... بس یونہی......'' روحیل نے گہری سانس لے کر اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

''یونہی......کیا مطلب......؟'' ردا نے چونک کر پوچھا۔

''سب لوگ تم سے کتنی محبت کرتے ہیں، سوچتا ہوں......میں تم سے اتنی محبت کر پاؤں گا یا نہیں۔'' روحیل نے اپنی شرٹ کے بازو فولڈ کرتے ہوئے معنی خیز انداز میں کہا۔

''یہ کیا بات ہوئی......؟ آپ اپنی محبت کا comparison کسی اور سے مت کریں۔ میرے لیے آپ کی محبت اور وں جیسی نہیں۔'' ردا نے مسکرا کر اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔

''کیا مطلب......؟'' روحیل نے چونک کر پوچھا۔

''آپ کی محبت سب سے ڈفرنٹ اور منفرد ہے۔'' ردا مسکراتے ہوئے بولی۔

''کیا مجھ جیسی محبت......زندگی میں آپ سے کسی اور نے کی ہے؟'' روحیل معنی خیز انداز میں پوچھنے لگا۔

''کیا مطلب......؟'' ردا نے ایک دم چونک کر پوچھا۔

''آئی مین کہ سب لوگ آپ سے محبت کرتے ہیں، یہاں تک کہ اجنبی لوگ بھی......اب مما نے بھی تو آپ کو پہلی ملاقات میں پسند کر لیا۔ آئی مین...... میرے علاوہ شاید کوئی اور بھی آپ کی زندگی میں آیا ہوگا۔'' روحیل نے معنی خیز انداز میں پوچھا۔

''یہ......یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟'' ردا نے ایک دم بوکھلا کر حیرت سے کہا۔

''اِٹس نیچرل ...... ہر لڑکی کی زندگی میں شادی سے پہلے کوئی نہ کوئی مرد ضرور ہوتا ہے۔ جسے وہ پسند کرتی ہے۔'' روحیل نے اس کی طرف بغور دیکھ کر کہا۔

''نہیں......میری زندگی میں آنے والے پہلے

مرد صرف آپ ہیں اگر میں کسی کو پسند کرتی تو اس سے ضرور شادی کرتی کیونکہ میرے بھائیوں اور مما نے کبھی .... مجھ پر ایسی کوئی پابندی نہیں لگائی تھی۔" روا نے کہا۔

"ہاں یہ تو ہے۔" روحیل نے چونک کر اسے دیکھا اور گہری سانس لی۔

"لیکن...... آپ کے ذہن میں یہ سب کیوں آیا؟" روا نے قدرے روہانسی ہو کر پوچھا۔

"یونہی...... آپ کے گرد اتنی زیادہ محبتوں کو دیکھ کر ویسے اگر آپ نے مائنڈ کیا ہے تو سوری۔" روحیل نے ایک دم موڈ بدل کر مسکراتے ہوئے اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔

"نہیں...... ایسی کوئی بات نہیں۔" روا نے مسکرا کر کہا۔

☆☆☆

فضیلت لاؤنج میں موجود بکھری چیزوں کو سمیٹ رہی تھی۔ ٹیبل پر پڑا اماں جی کا موبائل بجنے لگا۔

"آپا! روحیل کا فون آ رہا ہے......" فضیلت نے ماں جی کو آواز دیتے ہوئے کہا تو ماں جی جلدی سے لاؤنج میں آئیں۔

"روحیل بیٹا! خیریت تو ہے۔" ماں جی نے موبائل کان سے لگاتے ہوئے کہا۔

"ماں جی میں بہت بور ہو رہا ہوں۔ آپ کب ہمیں لینے آئیں گی؟" روحیل نے منہ بنا کر جھنجلاتے ہوئے پوچھا۔

"کیوں بور ہو رہے ہو...... بیٹا ہم لوگ شام کو آئیں گے۔" ماں جی نے ہنستے ہوئے کہا۔

"کیا...... شام کو......؟ نہیں، نہیں آپ ابھی آئیں۔ میں بہت بور ہو رہا ہوں، ورنہ میں خود آ جاتا ہوں۔" روحیل نے خفگی سے کہا۔

"خبردار جو تم آئے...... کیا ایک دن بھی تم اپنی سسرال میں نہیں رہ سکتے۔ روا کہاں ہے، اس کے ساتھ باتیں کرو۔" ماں جی نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"وہ اپنی مما کے ساتھ بزی ہے۔" روحیل نے بتایا۔

"تو اس کے بھائیوں کے ساتھ گپ شپ کر لو، وہ لوگ کیا کہیں گے۔ عجیب بدتہذیب داماد ہے۔ بیٹا جہاں جاتے ہیں، وہاں کے طور طریقوں کے مطابق ٹائم گزارتے ہیں۔" ماں جی اسے محبت سے سمجھانے لگیں۔

☆☆☆

کومل، یمنیٰ کو بار بار فون کر رہی تھی مگر یمنیٰ جان بوجھ کر اس کی کال نہیں اٹینڈ کر رہی تھی۔ اس نے کئی بار یمنیٰ کو فون کیا، رسپانس نہ ملنے پر اس نے حمنہ کو فون کیا۔

"حمنہ ڈیر! کیسی ہو یار......؟ میں یمنیٰ کو اتنی بار کال کر رہی ہوں مگر وہ میری کال نہیں لے رہی......" کومل نے اس سے شکوہ کرتے ہوئے کہا۔

"وہ بزی ہوگی......" حمنہ نے آہستہ آواز میں بہانہ بناتے ہوئے کہا۔

"راکٹ کے ساتھ...... یار یہ راکٹ بھی کیا چیز ہے...... یمنیٰ جیسی sensible لڑکی کا دماغ ماؤف کر دیا ہے۔" کومل نے ہنستے ہوئے کہا۔

"محبت بھی ایسے ہی پاگل کر کے رکھ دیتی ہے۔ کومل...... کیا تمہیں کسی سے کبھی محبت نہیں ہوئی؟" حمنہ نے جان بوجھ کر اسے کریدنا چاہا۔

"یار...... میں تو باز آئی اس اسٹوپڈ ایکٹوٹی سے...... پہلے اسٹڈیز کمپلیٹ کروں گی پھر سوچوں گی محبت کے بارے میں...... اگر ٹائم ملا تو۔" کومل نے ہنستے ہوئے کہا تو حمنہ کے چہرے پر حیرت کے تاثرات نمودار ہوئے۔

"آزر تمہیں کیسا لگتا ہے؟" اچانک حمنہ نے سوال کیا۔

"کون...... راکٹ......؟ ایک دم اسٹوپڈ یار...... اب پلیز یہ مت کہنا کہ کومل کیا تم اس سے محبت کرتی ہو......! نیور...... ایور...... یار مجھے اس نے

کبھی کلک نہیں کیا اور ویسے بھی وہ یمنیٰ کے ساتھ کمیٹڈ ہے مجھے کیا ضرورت ہے دونوں کے درمیان آنے کی۔" کومل اپنی ہی لے میں قدرے بے پروائی سے بولی تو حمنہ چونکی گویا اسے اپنی سماعت پر یقین نہیں آ رہا ہو۔

"اینی ویز...... میں نے تمہیں اس لیے فون کیا ہے کہ میں آج رات پشاور جا رہی ہوں۔ ڈیڈی کی پوسٹنگ آ گئی ہے اور انہیں وہاں فوراً چارج لینا ہے ویسے بھی کل سے کالج میں بھی چھٹیاں ہو رہی ہیں تو مما نے مجھے بھی ساتھ چلنے کو کہا ہے۔ آئی ایم ناٹ شیور ایگزامز کہاں سے دوں گی...... لیکن ہم سب جا رہے ہیں، یمنیٰ کو میرا سلام دینا...... اس دن اس کا موڈ کچھ آف لگ رہا تھا۔ یار...... اسے کلیئر کرنا...... آئی ایم ویری فیئر پرسن...... او کے ٹیک کیئر......" کومل نے مسکراتے ہوئے فون بند کیا تو حمنہ سوچ میں پڑ گئی۔

"کومل جھوٹ نہیں بولتی۔" وہ بہت تھوڑے ٹائم کے لیے ان کے پاس آ گئی تھی مگر اس نے اپنی اچھی باتوں اور عادتوں سے سب کے دل موہ لیے تھے۔ تمام کلاس فیلوز اور ٹیچرز بھی اسے پسند کرتے تھے۔ وہ لائق اسٹوڈنٹ ہونے کے علاوہ بہت خوش مزاج بھی تھی۔

"کومل نے کبھی غلط بیانی سے کام نہیں لیا۔ وہ یمنیٰ کو ڈاج نہیں کر سکتی اور آزر کے ساتھ بھی کبھی اسے اتنا فرینک ہوتے نہیں دیکھا پھر آزر نے کیوں کومل کے بارے میں اتنی بڑی بات کہہ دی۔" حمنہ کا دماغ سوچ سوچ کر تھک گیا۔ اسے کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ اٹھتے بیٹھتے، کام کرتے، پڑھتے ہوئے اس کا ذہن انہی باتوں میں الجھا رہتا...... اور وہ سوچ سوچ کر پریشان ہو رہی تھی۔

☆☆☆

کومل کا تعلق انتہائی با اثر فیملی سے تھا۔ اس کے فادر آرمی میں جنرل تھے، ایک چچا ڈی آئی جی پولیس اور ایک منسٹر جبکہ ایک ماموں بھی سول سرونٹ تھے۔ اس کے سب کزنز ایجوکیٹڈ اور انتہائی اعلیٰ عہدوں پر فائز تھے۔ اس کے نانا کی اپنی فیکٹری تھی...... اور وہ شہر کے کامیاب بزنس مین سمجھے جاتے تھے۔ کلاس کے اکثر اسٹوڈنٹس اس کے بیک گراؤنڈ سے متاثر تھے اور اس کے بیک گراؤنڈ کے بارے میں بہت باتیں ہوتی رہتی تھیں مگر کومل کو اس بات کا ذرا سا احساسِ برتری نہ تھا۔ وہ بہت نارمل رہتی اور ہر ایک سے اچھی طرح بات چیت کرتی۔ ان کا کالج شہر کا مہنگا ترین کالج تھا۔ اس لیے اس میں پڑھنے والے سب اسٹوڈنٹس زیادہ تر اچھی فیملیز سے آتے تھے۔

حمنہ کو اس کے جانے کا بہت افسوس ہو رہا تھا مگر اس سے زیادہ یہ افسوس تھا کہ آزر نے اس پر الزام لگایا تھا اور کومل اس الزام سے بالکل بے خبر تھی...... اور جاتے ہوئے یمنیٰ نے بھی اس سے بات نہیں کی تھی۔

☆☆☆

کالج میں اینول ایگزامز سے پہلے اسٹوڈنٹس کو پریپ لیو دے دی گئی تھی اور سب پڑھائی کرنے میں مصروف تھے۔ اس لیے ایک دوسرے سے ملاقات بھی کم ہو رہی تھی...... حمنہ کو کچھ نوٹس کی ضرورت تھی تو وہ یمنیٰ کے گھر آئی۔ وہ کچھ بجھی بجھی سی تھی اور آنکھوں میں شکوہ بھی تھا۔ وہ نوٹس لے کر جانے لگی تو یمنیٰ اس کی طرف بغور دیکھنے لگی۔

"تم کچھ خفا خفا سی لگ رہی ہو، کیا بات ہے، طبیعت خراب ہے یا مجھ سے ناراض ہو۔.؟" یمنیٰ نے جان بوجھ کر پوچھا۔

"تم سے ناراض ہوں۔" حمنہ نے صاف گوئی سے بتایا۔

"کیوں......؟" یمنیٰ نے چونک کر پوچھا۔

"تم نے کومل کے ساتھ اچھا نہیں کیا...... وہ

اب ہمیشہ کے لیے یہاں سے چلی گئی ہے اور جانے سے پہلے وہ تمہیں فون کرتی رہی، تم نے اس کی کال ہی نہیں لی۔" حمنہ نے خفگی سے جواب دیا۔

"میں اس سے بات نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اس نے مجھے ڈاج کیا۔" یمنیٰ غصے سے بولی۔

"یہ جھوٹ ہے، اس نے جاتے ہوئے بھی صاف گوئی سے مجھے بتایا کہ اس کا آزر کے ساتھ کوئی افیئر نہیں تھا۔" حمنہ نے بتایا۔

"کیا تم نے اسے ساری بات بتادی۔ جو آزر نے مجھے بتائی تھی؟" یمنیٰ نے حیرت سے پوچھا۔

"نہیں...... میں نے indirectly پوچھا تھا مگر اس نے صاف انکار کردیا اور میرا خیال ہے کومل ٹھیک کہتی ہے۔" حمنہ نے حتمی لہجے میں کہا۔

"تمہارا خیال ہے آزر نے جھوٹ بولا؟" یمنیٰ نے چونک کر پوچھا۔

"ہاں......" حمنہ نے قطعیت سے جواب دیا۔

"آزر مجھ سے جھوٹ نہیں بول سکتا...... میں اس پر اپنے آپ سے بھی زیادہ ٹرسٹ کرتی ہوں۔" یمنیٰ نے محبت بھرے لہجے میں جواب دیا۔

"تم اس کی محبت میں اندھی ہو رہی ہو۔ یمنیٰ اپنی آنکھیں کھولو آزر اتنا reliable بھی نہیں...... کیا تم وہ دن بھول چکی ہو جب آزر تم سے misbehave کرتا تھا۔" حمنہ نے اسے یاد دلایا۔

"اور وہ اس کے لیے مجھ سے کئی بار معافی بھی مانگ چکا ہے۔" یمنیٰ نے کہا۔

"تم آزر پر ٹرسٹ کرسکتی ہو...... میں نہیں۔" حمنہ نے جواب دیا۔

"اس لیے کہ تم کومل پر زیادہ ٹرسٹ کرتی ہو۔" یمنیٰ نے کہا۔

"ہاں اور کیا......" حمنہ نے جواب دیا۔

"اگر میں تمہاری بات پر یقین کر بھی لوں تو ایک لمحے کے لیے یہ سوچو کہ آزر کو کومل پر اتنا بڑا الزام لگانے کی کیا ضرورت تھی؟" یمنیٰ نے پوچھا۔

"اب اس بات کی حقیقت کیا ہے اور آزر ایسا کیوں کررہا ہے۔ میں نہیں جانتی مگر یمنیٰ اس نے ہم فرینڈز میں پھوٹ ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ اگر آج اس نے کومل کے ساتھ کیا ہے کل کو وہ تمہارے ساتھ اور میرے ساتھ بھی ایسا کچھ کرسکتا ہے۔ کیا تم اس کی محبت میں مجھے بھی چھوڑ دوگی......؟ آنکھیں کھولو...... اور اس پر اتنا زیادہ ٹرسٹ مت کرو، مجھے تو آزر پر شدید غصہ آرہا ہے۔" وہ غصے سے دانت کچکچا کر بولی تو یمنیٰ کو ایک دم اپنا خواب یاد آگیا۔

"آزر...... حمنہ...... اور وہ۔" وہ حمنہ کی طرف بغور دیکھنے لگی جیسے کچھ سمجھنے کی کوشش کررہی ہو۔

"اب میں چلتی ہوں لیکن پھر بھی تمہیں کہوں گی کہ آزر پر اتنا اعتبار مت کرو......" حمنہ نے کہا اور وہاں سے چلی گئی۔ یمنیٰ اسے دیکھتی رہ گئی۔

☆☆☆

"جمال احمد، رشتہ بہت اچھا ہے۔ خاندانی لوگ آج کل کہاں ملتے ہیں اور ہم کئی پشتوں سے انہیں جانتے ہیں۔ کیا تم نے یمنیٰ کو سمجھایا نہیں؟" اماں جی نے بیٹے کی طرف بغور دیکھتے ہوئے پوچھا جو اس روز خود گاؤں چلے گئے تھے کہ اماں جی سے مل کر انہیں منع کردیں گے۔

"نہیں...... میں نے یمنیٰ سے اس سلسلے میں بات ہی نہیں کی۔" انہوں نے چائے کا کپ اٹھاتے ہوئے کہا۔

"تم بھی عجیب باتیں کرتے ہو۔ پہلے یمنیٰ سے بات کیے بغیر رشتے کی بات نہیں چلائی اور اب اس سے بات کیے بغیر ہی رشتے کے لیے منع کررہے ہو۔ آخر تمہارا مسئلہ کیا ہے؟" اماں جی نے خفگی سے پوچھا۔

"اماں جی، شاید وہ کسی اور کو پسند کرتی ہے۔ میں نے اسے باتیں کرتے ہوئے سنا تھا۔ ایسے میں

اس سے بات کرنا فضول ہے۔" جمال احمد نے صاف گوئی سے بتایا تو اماں جی نے چونک کر ان کی طرف دیکھا۔

"کیا یمنیٰ کسی اور کو پسند کرتی ہے؟" اماں جی حیرت سے بڑبڑائیں۔

"ہاں اور اس صورتِ حال میں لڑکی کے سامنے کسی بادشاہ کا بھی رشتہ رکھا جائے تو وہ کبھی نہیں کرے گی کیونکہ اس کے دل میں تو کوئی اور ہے اور میں یمنیٰ پر کسی قسم کی زبردستی نہیں کرنا چاہتا۔ یہ زندگی اس کی ہے اور اس کو کیسے گزارنا ہے یہ بھی اس کا ہی فیصلہ ہونا چاہیے۔" جمال احمد نے کہا۔

"تمہارا دماغ تو ٹھیک ہے۔ بچے اتنے سمجھدار کب سے ہونے لگے کہ جو فیصلے کریں گے وہ ٹھیک ہوں گے۔ بیٹا بچے جذباتی ہوتے ہیں۔ ان کے پاس والدین کا تجربہ نہیں ہوتا۔ تم بہت بڑی غلطی کررہے ہو جو یمنیٰ پر اتنا اعتبار کرکے اسے کھلی چھٹی دے رہے ہو۔" اماں جی خفگی سے بولیں۔

"اماں جی، یمنیٰ بہت سمجھدار ہے۔ وہ کبھی کوئی غلط فیصلہ نہیں کرے گی۔" جمال احمد نے ٹھوس لہجے میں کہا۔

"محبت بہت اندھی ہوتی ہے، بڑے بڑوں کی عقلوں پر پردے ڈال دیتی ہے اور تم اتنا اس پر اعتبار مت کرو۔ وہ ابھی بچی ہے اور اسے بچی ہی سمجھو۔" اماں جی نے جمال احمد کو سمجھایا تو وہ خاموش ہوگئے اور گہری سوچ میں ڈوب گئے۔

"بیٹا میں تو کہتی ہوں کہ تم ایک بار اس لڑکے سے ملاقات کرو جسے وہ چاہتی ہے، اس کا خاندان کیسا ہے اور وہ خود کیسا ہے پھر اس کے بارے میں کوئی فیصلہ کرو۔ آج کل کے لڑکے لڑکیوں کا کچھ پتا نہیں چلتا۔ محبت کسی سے کرتے ہیں اور شادی کسی اور سے یہ نہ ہو کہ وہ ہماری بچی کا بھی وقت برباد کررہا ہو۔" اماں جی نے انہیں سمجھایا۔

"ٹھیک ہے، میں اس سے ملنے کی کوشش کرتا ہوں۔" جمال احمد نے جواب دیا۔

"اور میں بھی ابھی اس رشتے سے انکار نہیں کرتی۔ تمہارے جواب کے بعد پھر میں انہیں کوئی جواب دوں گی۔" اماں جی نے کہا تو جمال احمد خاموش ہوگئے۔

☆☆☆

یمنیٰ نے ایگزامز کی تیاری کرنے کے لیے آزر سے بات چیت کافی کم کردی تھی۔ رات بھر وہ زیادہ تر اپنی اسٹڈیز میں بزی رہتی۔ آزر کو یوں لگتا تھا جیسے یمنیٰ اس سے ناراض ہوگئی ہو۔ وہ جب بھی اس سے بات کرتا تو یمنیٰ اِدھر اُدھر کی سرسری سے باتیں کرکے ختم کردیتی اور آزر کو بہت تشنگی سی محسوس ہوتی۔ اسے نہ جانے کیوں یہ محسوس ہونے لگا تھا کہ یمنیٰ اس سے دور جارہی ہے۔ یمنیٰ کے اس رویے کی وجہ سے وہ قدرے aggressive ہونے لگا تھا۔ اسے یہ شک سا ہونے لگا کہ کومل کی وجہ سے یمنیٰ اس پر اعتبار نہیں کررہی اگرچہ یمنیٰ نے اس سے ایسی کوئی بات نہیں کی تھی۔ صرف اسے کومل کے جانے کے بارے میں بتایا تھا اور وہ خاموش ہوگیا تھا۔

رات گہری ہورہی تھی اور آزر کا پڑھنے کو بالکل دل نہیں چاہ رہا تھا۔ وہ بیڈ پر لیٹا یمنیٰ کے بارے میں مسلسل سوچ رہا تھا۔ ایک دم ایک ابال سا اٹھا اور اس نے یمنیٰ کا نمبر ملایا۔ وہ پڑھنے میں مصروف تھی۔

"کیا کررہی ہو؟ میں تمہیں کتنا مس کررہا ہوں۔ تمہیں شاید اس کا اندازہ نہیں۔" آزر نے قدرے جذباتی ہوکر کہا۔

"آزر پلیز ایگزامز ہونے والے ہیں مجھے اسٹڈی کرنے دو۔" یمنیٰ نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

"ایگزامز، ایگزامز...... تم نے کیا پڑھائی کو سر پر سوار کرلیا ہے۔ زندگی میں اسٹڈی ہی سب کچھ نہیں ہوتی۔" آزر نے خفگی سے کہا۔

''لیکن میرے لیے یہ سب کچھ ہے۔'' یمنیٰ نے ٹھوس لہجے میں جواب دیا۔

''میں آبزرو کر رہا ہوں تمہارا رویہ کچھ بدل رہا ہے۔'' آزر نے کریدنا چاہا۔

''نہیں یار ایسی کوئی بات نہیں۔ ایگزامز کے بعد میں تم سے بات کروں گی۔'' یمنیٰ نے کہا۔

''نہیں، مجھے آج اور ابھی تم سے باتیں کرنی ہیں۔ بہت زیادہ باتیں۔'' آزر ضد کرنے لگا۔

''آزر پلیز آج نہیں۔ مجھے نوٹس مکمل کرنے ہیں۔'' یمنیٰ نے کہا۔

''نہیں...... اگر تم مجھ سے محبت کرتی ہو تو آج میں کوئی انکار نہیں سنوں گا۔'' آزر نے اتنے ٹھوس لہجے میں کہا تو یمنیٰ خاموش ہوگئی۔

''اوکے، کیا کہنا چاہتے ہو؟'' یمنیٰ نے کچھ سوچتے ہوئے گہری سانس لے کر پوچھا۔

''مجھے یوں لگ رہا ہے جیسے تم مجھ سے کچھ چھپانے کی کوشش کر رہی ہو اور شاید اسی لیے مجھے avoid بھی کر رہی ہو؟'' آزر نے معنی خیز انداز میں پوچھا۔

''نہیں، ایسی کوئی بات نہیں۔'' یمنیٰ نے جواب دیا۔

''یمنیٰ مجھے صاف، صاف بتاؤ۔ حمنہ نے تمہیں میرے بارے میں کیا کہا ہے؟'' آزر نے کہا۔

''حمنہ نے......؟'' یمنیٰ نے چونک کر انتہائی حیرت سے پوچھا۔

''یس آف کورس۔ حمنہ تمہاری بیسٹ فرینڈ ہے اور تم دونوں ضرور میرے بارے میں ڈسکس کرتی ہوگی۔ آئی ایم شیور حمنہ نے تم سے ایسا ضرور کچھ کہا ہے کہ تمہارے attitude میں اتنا چینج آگیا ہے۔'' آزر نے کہا تو وہ خاموش ہوگئی۔

''یمنیٰ مجھے فرینکلی بتاؤ، بات کیا ہے۔ تمہیں میری محبت کی قسم۔'' آزر نے جذباتی لہجے میں کہا۔

''حمنہ کا خیال ہے کہ کومل نے ایسا کچھ نہیں کیا۔ وہ کومل پر بہت ٹرسٹ کرتی ہے۔'' یمنیٰ نے صاف گوئی سے اسے بتایا۔

''اور تم...... کیا تمہیں مجھ پر اعتبار نہیں۔ کیا میں نے جو کچھ تمہیں بتایا وہ سب جھوٹ ہے؟'' آزر نے انتہائی غصے سے چلا کر کہا۔

''معلوم نہیں، حقیقت کیا ہے۔'' یمنیٰ نے جھنجلا کر جواب دیا۔

''تمہارے خیال میں، میں جھوٹ بول رہا ہوں اور کومل پر الزام لگا رہا ہوں۔ مجھے کیا ضرورت ہے یہ سب کرنے کی۔ میں اتنا گھٹیا اور خبیث انسان نہیں۔'' آزر چیخ چیخ کر اپنی سچائی کا یقین دلانے لگا اور یمنیٰ خاموشی سے اس کی باتیں سنتی رہی۔

''اگر تمہیں میری باتوں پر یقین نہیں آرہا تو میں تمہیں ٹھوس ثبوت دے سکتا ہوں پھر تمہیں یقین آجائے گا کہ کون سچا ہے۔'' آزر نے کہا۔

''کیسے ثبوت؟'' یمنیٰ نے چونک کر پوچھا۔

''وہ ثبوت جنہیں دیکھ کر تمہیں خود بہ خود یقین آجائے گا کہ کون سچا ہے اور کون جھوٹا۔ کل تم میرے ڈیفنس والے گھر میں آنا تو میں تمہیں سب کچھ دکھاؤں گا۔ کومل کیا کچھ کرتی رہی ہے اور اس نے مجھے کس کس طرح ٹریپ کرنے کی کوشش کی ہے اور وہ ثبوت بھی دوں گا جو اس نے تمہارے بارے میں میرے دل میں نفرت ڈالنے کے لیے بھیجے تھے۔ تم سوچ نہیں سکتیں کہ کومل کیا تھی۔ اوہ مائی گاڈ...... تمہیں میں کیسے یقین دلاؤں تم سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھو گی پھر تمہیں یقین آئے گا اور یہ سب کچھ تمہیں ابھی دکھانا بہت ضروری ہے ورنہ ہم دونوں کے درمیان فاصلے بڑھتے جائیں گے۔'' آزر نے کہا تو وہ خاموش ہوگئی۔

''تم آؤ گی یا نہیں؟'' آزر نے اصرار کرتے ہوئے پوچھا۔

''کل بتاؤں گی۔'' یمنیٰ نے جواب دیا۔

''نہیں، تمہیں ہر صورت میں آنا ہوگا۔ اگر تم نہ آئیں تو میں ہمیشہ کے لیے تم سے ناراض ہو جاؤں گا۔'' اس نے کہہ کر فون بند کر دیا۔ یمنیٰ گہری سوچ میں ڈوب گئی۔

☆☆☆

صبح آفس جانے سے پہلے جمال صاحب، یمنیٰ کے کمرے میں آئے تو وہ بیڈ پر بیٹھی پڑھنے میں مصروف تھی۔ انہیں دیکھ کر وہ بری طرح چونکی۔

''ڈیڈی آپ......؟'' اس نے حیرت سے پوچھا۔

''ہاں بیٹا...... اسٹڈیز کیسی جارہی ہیں؟'' انہوں نے پوچھا۔

''الس فائن۔'' اس نے جواب دیا۔

''بیٹا مجھے آپ سے ایک ضروری بات کرنی ہے، دراصل آپ کے لیے ایک پرپوزل آیا ہے۔'' جمال صاحب نے اس کی جانب بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

''پرپوزل......؟'' اس نے انتہائی حیرت سے پوچھا۔

''ہاں...... میں آپ کی رائے جاننا چاہتا ہوں، وہ ابا جان کے دوست کا بیٹا ہے اور امریکا میں ڈاکٹر ہے۔'' انہوں نے نرم لہجے میں اسے بتایا۔

''نہیں...... ڈیڈی میں یہ پرپوزل accept نہیں کر سکتی۔'' یمنیٰ نے جواب دیا۔

''کیوں......؟ اس انکار کی کوئی ٹھوس وجہ بھی ہونی چاہیے۔'' جمال صاحب نے اس کی جانب بغور دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''ہاں...... وہ...... میں؟'' وہ نظریں چراتے ہوئے بولی۔

''کیا تم کسی اور کو پسند کرتی ہو؟'' انہوں نے اس کی جانب بغور دیکھتے ہوئے پوچھا تو یمنیٰ نے ایک دم چونک کر اُن کی طرف دیکھا اور خاموشی سے سر جھکا لیا۔

''کون ہے وہ......؟ کیا نام ہے اس کا...... اور اس کا بیک گراؤنڈ کیا ہے؟'' جمال صاحب نے گہری سانس لے کر سنجیدگی سے پوچھا۔

''آزر عظیم...... میرا کلاس فیلو ہے، اس کے parents امریکا میں سیٹلڈ ہیں، فادر بزنس مین ہیں۔'' یمنیٰ نے آہستہ آہستہ بتانا شروع کیا تو وہ ایک دم چونکے۔

''آزر عظیم...... نام سنا ہوا لگتا ہے، آئی تھنک...... یہ وہی لڑکا ہے ناں جسے الیکشن کمپین میں کالج سے expel کیا گیا تھا؟'' انہوں نے ذہن پر زور دیتے ہوئے کہا تو یمنیٰ ایک دم بوکھلا گئی۔

''ہاں...... آزر وہی ہے...... لیکن پاپا...... اب اس نے اپنے آپ کو بہت چینج کر لیا ہے، now he is a different person وہ اپنے کیے کی مجھ سے کئی بار معافی مانگ چکا ہے۔'' یمنیٰ آزر کے فیور میں اس قدر جذباتی ہو کر بول رہی تھی کہ جمال صاحب نے ایک بار چونک کر اسے گہری نظروں سے دیکھا تو وہ خاموش ہوگئی۔

''ٹھیک ہے، اسے کسی روز گھر پر انوائٹ کرو، میں اس سے ملنا چاہتا ہوں۔'' انہوں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

''ک...... کیوں......؟'' یمنیٰ نے چونک کر پوچھا۔

''اماں جی نے تمہارے لیے جو پرپوزل بتایا ہے، آزر سے ملنے کے بعد میں اس کے بارے میں کوئی فیصلہ کروں گا۔'' جمال صاحب نے کہا۔

''لیکن ڈیڈی...... ابھی تو ہم سب ایگزامز کی تیاری کر رہے ہیں۔'' وہ جلدی سے بولی۔

''ٹھیک ہے ایگزامز کے بعد...... کسی روز انوائٹ کرنا۔'' انہوں نے آہستہ سے کہا اور اٹھ کر کمرے سے باہر چلے گئے لیکن یمنیٰ نے محسوس کیا کہ آزر کے بارے میں سن کر ڈیڈی خوش نہیں ہوئے تھے۔

''لیکن اب ڈیڈی آزر سے مل کر ضرور خوش ہوں گے۔'' اس نے مسکرا کر سوچا اور اپنے دل کو تسلی

دینے لگی۔

☆☆☆

''مما کیا آپ ریڈی ہیں؟ میں آپ کو ائرپورٹ ڈراپ کر دیتا ہوں۔'' توقیر نے ماں کی طرف دیکھ کر کہا جو واپس امریکا جا رہی تھیں۔

''میں بہت کچھ سوچ کر آئی تھی مگر تم مجھے پھر یونہی پریشان اور مایوس بھیج رہے ہو۔'' نجمہ نے نم آنکھوں سے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔

''تھینک یو...... آپ امریکا سے اسپیشلی میرے لیے آئیں۔'' اس نے بڑی محبت سے انہیں تھام کر کہا۔

''تم اپنے اور میرے رشتے کو بہت فارمل لیتے ہو، کاش کبھی تمہیں اندازہ ہو کہ جب اولاد بیمار یا دکھی ہوتی ہے تو ماں کے دل پر کیا گزرتی ہے۔'' نجمہ نے آہ بھر کر اسے اپنے ساتھ لگا کر کہا۔

''آئی ایم سوری...... آپ میری وجہ سے بہت اپ سیٹ رہتی ہیں۔'' توقیر نم آنکھوں سے ان کی طرف دیکھ کر بولا۔

''توقیر...... وہاں امریکا میں میرا دل نہیں لگتا، پلیز بیٹا پاکستان چلو...... ہم دونوں مل کر وہاں رہتے ہیں، اب رشنا بھی کینیڈا جانے والی ہے، اس کے ڈاکومینٹس کمپلیٹ ہو گئے ہیں، ورنہ وہی میرے پاس پاکستان میں رہ جاتی۔'' نجمہ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر التجائیہ انداز میں کہا تو توقیر خاموش ہو گیا۔

''تمہاری اس خاموشی کا میں کیا مطلب سمجھوں؟'' انہوں نے خفگی سے اسے دیکھ کر کہا۔

''میرے پاس آپ کے کسی سوال کا جواب نہیں۔'' توقیر ان کی طرف دیکھے بغیر بولا۔

''پھر ٹھیک ہے آئندہ نہ میں تم سے کوئی بات کروں گی اور نہ ہی کسی بات کے لیے اصرار کروں گی۔'' نجمہ نے غصے سے کہا اور اپنا شولڈر بیگ اور ہینڈ کیری پکڑ کر باہر جانے لگیں۔

''مما پلیز...... یوں ناراض ہو کر نہ جائیں۔'' اس نے پریشان ہو کر ان کے پیچھے بھاگتے ہوئے کہا۔ نجمہ اپنی آنکھوں کو ٹشو پیپر سے صاف کرتے ہوئے آگے بڑھتی چلی گئیں۔

☆☆☆

ردا کمرے میں موجود نہیں تھی۔ روحیل بیڈ کی بیک کے ساتھ ٹیک لگائے ٹی وی چینل پر ایک مووی دیکھنے میں مصروف تھا۔ سائڈ ٹیبل پر پڑا ردا کا موبائل بجنے لگا تو روحیل نے ایک ٹک دیکھ کر اسے اٹھایا unknown نمبر دیکھ کر کان سے لگا کر ہیلو کہا۔

''ہیلو...... آئی تھنک آپ روحیل بھائی ہیں ناں!'' رشنا خوشگوار لہجے میں بولی۔

''جی...... آپ کون؟'' روحیل نے چونک کر سنجیدگی سے پوچھا۔

''میں رشنا...... ردا کی فرینڈ ہوں، آج میں کینیڈا جا رہی ہوں، ردا سے بات کرنا چاہ رہی تھی۔ کہاں ہے وہ؟'' رشنا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''کچن میں۔'' روحیل نے کہا۔

''ردا اور کچن میں؟'' رشنا نے انتہائی حیرت سے پوچھا۔

''ہاں، تو اس میں حیرت کی کیا بات ہے، وہ میرے لیے چائے بنانے گئی ہے۔'' روحیل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''اٹس امیزنگ...... مجھے اس نے کبھی خود سے چائے بنا کر نہیں پلائی مگر آپ کے لیے وہ خود چائے بنانے گئی ہے۔'' رشنا نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''ہاں بھئی، وہ آپ سے محبت بھی تو بہت کرتی ہے، اتنی محبت اپنے بھائیوں کے علاوہ شاید ہی کسی اور سے کرتی ہو۔'' رشنا نے ہنستے ہوئے کہا۔

''یہ آپ کیسے کہہ سکتی ہیں؟'' روحیل نے چونک کر پوچھا۔

''جناب، میں پانچ سالوں سے اس کی

دوست ہوں اور اچھی طرح جانتی ہوں کہ آپ اس کی زندگی میں آنے والے پہلے مرد ہیں، جس سے ردا نے شدید محبت کی ہے، آپ بھی میری فرینڈ کی محبت کی بہت ویلیو کیجیے گا۔ اتنی سوئٹ لڑکی بہت نصیب والوں کو ملتی ہے۔'' رشنا نے مسکراتے ہوئے کہا تو روحیل کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی اسی وقت ردا ٹرے میں چائے کے دو مگ رکھ کر لائی۔

''تمہاری فرینڈ رشنا کی کال ہے۔'' روحیل نے جلدی سے موبائل اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

''اوہ...... رشنا!'' ردا مسکراتے ہوئے بولی اور وہ فون لے کر اس سے باتیں کرنے لگی جبکہ روحیل مسکرا کر اسے دیکھتے ہوئے چائے پینے لگا۔

☆☆☆

فہام لاؤنج میں کھڑا موبائل پر حیدر علی سے بات کرنے میں مصروف تھا۔

''یار، فہام اگر پاسبل ہو تو مجھے اپنے موبائل میں وہ میسج دکھا دو، جو فرحان نے تم لوگوں کو کیے ہیں۔''

''کیوں...... خیریت تو ہے؟'' فہام نے چونک کر پوچھا۔

''ہاں، ہاں خیریت ہی ہے، ایکچو ئیلی فرحان اس بات کو نہیں مانتا کہ اس نے کسی کو رانگ کالز یا میسج کے ذریعے پریشان کیا ہے۔'' حیدر نے اسے بتایا۔

''لیکن یار...... اس سے تو ساری بات کھل جائے گی کہ ہم نے ہی اس کی شکایت کی ہے......'' فہام نے حیرت سے کہا۔

''یار...... اب تم پولیس والوں کو اتنا بے وقوف بھی نہ سمجھو کہ ہم ساری بات اس پر ظاہر کر دیں گے۔ اِن فیکٹ میں ان میسجز کے ذریعے پوری ڈیٹیل لینا چاہتا ہوں، میں اپنی پوری کوشش سے ابھی اس کی ضمانت نہیں ہونے دے رہا...... تم بے فکر رہو کوئی... گڑبڑ نہیں ہونے دوں گا۔'' حیدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''اوکے...... میں آتا ہوں۔'' فہام نے کہ جبکہ حاتم اس کے پیچھے کھڑا تمام باتیں سن رہا تھا فہام مڑا تو حاتم کو سامنے پا کر چونک گیا۔

''اوہ...... حاتم تم......؟'' فہام نے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا تو حاتم نے بغور اس کی جانب دیکھا۔

''مجھے تمہارا وہ موبائل چاہیے...... جس پر تمہیں میسجز آتے رہے ہیں۔''

''کیوں......؟'' حاتم نے چونک کر پوچھا۔

''بس ضرورت ہے۔'' فہام نے کچھ سوچ ہوئے کہا۔

''کس کو......؟'' اس نے حیرت سے پوچھا۔

''جب میں کہہ رہا ہوں تو تمہیں argu e کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ تم مجھے وہ موبائل دو۔'' اب کے فہام خفگی سے بولا۔

''آپ مجھ سے وہ شخص کیوں چھپانا چاہ رہے ہیں، کیا آپ کو مجھ پر اعتبار نہیں؟'' حاتم نے عجیب انداز سے کہا۔

''اعتبار بہت ہے...... مگر مجھے تمہارے غصے اور جذباتی پن سے ڈر لگتا ہے، جس پر تمہیں خود پر کنٹرول نہیں ہوتا...... اس لیے تم مجھے وہ موبائل دے دو اور خاموش رہو۔'' فہام نے گہری سانس لے کر اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ حا خاموش ہو گیا اور اسے موبائل دے دیا۔

فہام پولیس اسٹیشن گیا تو حیدر علی اس کا ہی منتظر تھا۔ فہام نے اسے موبائل دیا اور وہ موبائل لے کر میسجز چیک کرنے لگا اور اس کے چہرے پر خفگی کے تاثرات نمایاں ہونے لگے۔

''فرحان بہت ہی گھٹیا انسان ہے، اس نے بڑی گہری چال چلی ہے اور چال بھی اس انداز سے چلی ہے کہ وہ آسانی سے پکڑا نہ جا سکے۔'' حیدر نے اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

''کیا مطلب؟'' فہام نے چونک کر پوچھا۔

''یہ موبائل تم میرے پاس چھوڑ جاؤ...... بعد میں تمہیں بتاؤں گا جو میں نے سوچ رکھا ہے۔'' حیدر نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

''تھینک یو یار...... تم نے بہت cooperate کیا۔ شادی پر بھی اپنے گارڈ بھیجے......'' فہام نے مسکرا کر اٹھتے ہوئے کہا۔

''تمہاری بہن میری کچھ نہیں لگتی؟'' حیدر مسکراتے ہوئے بولا۔

''آف کورس......'' فہام نے مسکراتے ہوئے کہا تو فہام باہر جانے لگا۔

''چلو اکٹھے چلتے ہیں، مجھے بھی ایک ضروری کام سے باہر جانا ہے۔'' حیدر نے اس کے ساتھ باہر جاتے ہوئے کہا اور دونوں کاریڈور میں سے گزرے۔ وہ باتیں کرتے جا رہے تھے۔ فرحان کو ایک سپاہی ہتھکڑی لگائے دوسری جانب لے کر جا رہا تھا۔ فرحان نے ایک دم چونک کر فہام کو دیکھا اور کچھ سوچتے ہوئے معنی خیز انداز میں آنکھیں گھمانے لگا۔

''اوہ...... تو یہ کارستانی تمہاری ہے۔'' فرحان نے اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے سوچا اور اس نے انتقامی انداز میں فہام کی طرف دیکھا...... سپاہی نے اسے لے جا کر لاک اپ میں بند کر دیا۔

فہام، حیدر علی کے ساتھ باتیں کرتا ہوا باہر چلا گیا اور پھر اس سے ہاتھ ملا کر اپنی گاڑی کی جانب چلا گیا۔ فہام مطمئن تھا کہ حیدر علی فرحان کو ایسی سزا ضرور دے گا جس کا وہ مستحق ہے...... لیکن فہام کو دیکھ کر فرحان کے اندر جو آگ بھڑکی تھی وہ اس کی جلن سے انتہائی مضطرب ہو کر دیوار پر مکے مارنے لگا۔

☆☆☆

''بیگم صاحبہ! ہماری ردا بی بی کتنی خوب صورت لگ رہی ہیں، بالکل پری لگ رہی ہیں۔ اتنی پیاری جیسے چاند کی ملکہ۔'' زاہدہ نے مسکراتے ہوئے تصویریں دیکھ کر خدیجہ بیگم سے کہا۔ وہ دونوں بیٹھی ردا کی شادی کی تصویریں دیکھ رہی تھیں جبھی شمیلہ چائے کا مگ پکڑے لاؤنج میں آ کر بیٹھ گئی۔

''اور روحیل بھائی بھی کتنے خوب صورت لگ رہے تھے۔ شادی پر سب یہی کہہ رہے تھے کہ چاند سورج کی جوڑی لگتی ہے دونوں کی۔'' زاہدہ ان کی طرف دیکھ کر بولی۔

''ہاں...... اللہ نظرِ بد سے بچائے۔'' خدیجہ مسکرا کر دعائیہ لہجے میں کہنے لگیں۔ ''اللہ میری بچی کا نصیب اچھا کرے۔''

''انشاء اللہ اچھا ہی ہوگا۔ ردا بی بی ہیں ہی بڑی نصیب والی۔ جہاں جاتی ہیں محبتیں ہی سمیٹتی ہیں، یہاں تھیں تو سب کی آنکھوں کا تارا تھیں اور اب ساس ملی ہیں کہ بلائیں لیتے نہیں تھکتیں۔ اتنی محبتیں بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتی ہیں۔'' زاہدہ نے اچانک شمیلہ کی طرف دیکھ کر کہا۔

''زاہدہ...... یہ تم مجھے دیکھ کر کیوں بات کر رہی ہو؟'' شمیلہ خفگی سے بولی۔

''ک...... ک...... کب؟'' زاہدہ نے بوکھلا کر کہا۔

''میں اچھی طرح تمہاری باتوں کا مطلب جانتی ہوں۔ آپ ان دو ٹکے کی نوکرانیوں کو اپنے ساتھ ملا کر میرے خلاف محاذ بنا رہی ہیں ناں!'' شمیلہ نے ساس کی طرف دیکھ کر غصے سے کہا۔

''یہ گھر ہے بٹی کوئی میدانِ جنگ نہیں...... جہاں میں محاذ بناؤں گی، تم فضول باتیں سوچنا چھوڑ دو۔'' انہوں نے ایک دم چونک کر خفگی سے کہا۔

''ہاں...... میں بھی فضول اور...... میری باتیں بھی فضول...... سب سے اچھی تو آپ اور آپ کی ردا ہے یا پھر یہ نوکرانیاں......'' شمیلہ طنزیہ لہجے میں بولی۔

''جو کچھ آپ میرے ساتھ کرتی ہیں، اللہ کرے آپ کی ردا کے ساتھ بھی ہو۔ وہ کبھی خوش نہ رہے۔'' شمیلہ نے اٹھتے ہوئے غصے سے کہا۔

''خبردار...... جو ردا کا نام لیا......'' خدیجہ نے

اسے غصے سے ڈانٹتے ہوئے کہا تو وہ وہاں سے چلی گئی۔

''بیگم صاحبہ! میرا تو دل ڈرنے لگا ہے، ان کی حاسد نظریں کہیں ردا بی بی کو......'' زاہدہ نے گھبرا کر ان کی طرف دیکھ کر کہا۔

''اللہ نہ کرے...... یہ لو ردا کا صدقہ نکال دینا...... اللہ میری بچی پر رحم کرے اور حاسدین کی بد نظر سے بچائے۔'' خدیجہ نے گھبرا کر پیسے نکالتے ہوئے کہا اور زاہدہ گھبرا کر اٹھ گئی۔

☆☆☆

ماں جی لاؤنج میں جانماز بچھائے مغرب کی نماز پڑھ رہی تھیں۔ روحیل قدرے تھکے ہوئے انداز میں لاؤنج میں داخل ہوا اور آ کر فریج میں سے پانی کی بوتل نکال کر پانی پینے لگا۔ ماں جی جانماز لپیٹ کر اس کے پاس آ گئیں۔

''روحیل تم دوپہر کو گھر سے گئے تھے اور اب آ رہے ہو، کہاں تھے تم......؟'' ماں جی مصنوعی خفگی سے بولیں۔

''آفس میں۔'' روحیل نے تھکے تھکے انداز میں جواب دیا۔

''کیوں، تم تو چھٹیوں پر ہو۔'' ماں جی نے چونک کر پوچھا۔

''کچھ ڈاکومنٹس کا مسئلہ تھا اور بہت ارجنٹ کام بھی تھا۔'' اس نے کہا۔

''جو بھی تھا، تمہیں ردا کو اکیلے چھوڑ کر نہیں جانا چاہیے تھا۔ بے چاری سارا دن اندر باہر پھرتی رہی۔'' ماں جی نہایت خفگی سے بولیں۔

''تو کیا ہوا؟'' روحیل بے رخی سے بولا۔

''بیٹا، ردا نئی نویلی دلہن ہے، یہ تو اس کے ناز نخرے اٹھانے کے دن ہیں، بہو جب سسرال آتی ہے تو شوہر اور سسرال کی محبت اس کے لیے خوب صورت یادیں بن جاتی ہیں اور یہی یادیں اس کے دل میں شوہر اور سسرال کی قدر پیدا کرتی ہیں۔'' ماں جی نے بیٹے کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

''افوہ...... ماں جی...... آپ کن چکروں میں پڑ گئی ہیں، مجھے یہ ناز نخرے اور چونچلے اٹھانا بالکل پسند نہیں۔'' روحیل نے جھنجلا کر کہا۔

''پسند ہیں یا نہیں...... مگر تمہیں یہ سب نخرے اٹھانے ہیں، میری خاطر......'' ماں جی نے خفگی سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

''اوہ...... گاڈ! اب بتائیے کیا کرنا ہے؟'' وہ سوالیہ انداز میں بولا۔

''فی الحال تو تم بہو کو لے کر باہر جاؤ، اسے گھماؤ پھراؤ، کہیں کھانا کھلاؤ...... لانگ ڈرائیو پر جاؤ، اسے بہت بہت انجوائے کراؤ، شاپنگ کراؤ۔''

ماں جی نے کہا تو روحیل ہنس دیا۔

''آپ کو اکیلے چھوڑ کر......نہیں، نہیں۔'' روحیل فوراً بولا۔

''تم میری فکر نہ کرو، میں پہلے بھی تو گھر میں اکیلی رہتی تھی ناں، تم اسے لے کر جاؤ۔'' ماں جی نے کہا تو ردا اسی وقت اپنے کمرے سے باہر نکلی۔

''ردا! جلدی سے تیار ہو جاؤ، روحیل تمہیں گھمانے کے لیے باہر لے کر جا رہا ہے۔'' ماں جی نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو اس نے چونک کر روحیل کی طرف دیکھا۔

''او کے، جلدی سے تیار ہو جاؤ۔'' روحیل نے ہاتھ ہلاتے ہوئے کہا تو ردا مسکرا کر اندر چلی گئی۔

''بیٹا! ایسی باتوں سے محبت بڑھتی اور مضبوط ہوتی ہے۔'' ماں جی نے مسکراتے ہوئے کہا تو روحیل بھی مسکرانے لگا۔

☆☆☆

ردا اور روحیل ایک ریسٹورنٹ میں کینڈل لائٹ ڈنر کرنے میں مصروف تھے۔ ردا بہت خوب صورت لگ رہی تھی۔ روحیل مسکرا مسکرا کر اس کی

طرف دیکھ رہا تھا اور کھانا کھاتے ہوئے دونوں آہستہ آہستہ باتیں کر رہے تھے۔

''ردا...... میں نے ماں جی کے ساتھ بہت ہارڈ اور ٹف لائف گزاری ہے، سوچتا تھا زندگی یونہی گزر جائے گی مگر تمہارے آنے سے ہمارے گھر میں ایک پلیزنٹ چینج آیا ہے۔'' روحیل مسکراتے ہوئے بولا۔

''کیسا چینج......؟'' ردا مسکراتے ہوئے بولی۔

''ماں جی...... بہت خوش دکھائی دینے لگی ہیں، ورنہ ہر وقت اداس رہتی تھیں۔ میں انہیں خوش رکھنے کی بہت کوشش کرتا تھا مگر کبھی ایسے خوش نہیں کر سکا جیسے تم نے کر دیا ہے۔'' روحیل مسکراتے ہوئے بولا۔

''ماں جی...... ہیں بھی تو بہت اچھی......'' ردا مسکراتے ہوئے بولی۔

''اور...... تم؟'' روحیل نے جان بوجھ کر اسے ستانے کی خاطر پوچھا۔

''یہ تو آپ کو معلوم ہونا چاہیے۔'' ردا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ہاں...... دل تو کچھ اچھا، اچھا ہی بولتا ہے، تمہارے بارے میں۔'' روحیل نے محبت سے اسے دیکھتے ہوئے کہا اور ٹیبل پر پڑے پھولوں میں سے ایک خوب صورت پھول نکال کر ردا کو دیا تو اس نے مسکرا کر پھول پکڑ لیا۔ کچھ فاصلے پر ایک آدمی کولڈ ڈرنک پیتے ہوئے مسلسل ردا کو گھور رہا تھا۔ اچانک روحیل کی نظر اس پر پڑی تو وہ بری طرح چونکا۔

''میرا خیال ہے اب ہمیں چلنا چاہیے۔'' روحیل نے ایک دم موڈ بدل کر سنجیدگی سے کہا۔

''او کے......!'' ردا نے مسکرا کر اٹھتے ہوئے کہا اور وہ اپنا بیگ کندھے پر ڈال کر اس کے ہمراہ باہر نکلی جبکہ روحیل اس آدمی کو مسلسل گھورتا ہوا باہر نکلا۔ اس کے چہرے پر خفگی کے آثار تھے جبکہ ردا اس صورتِ حال سے بے خبر اپنی دھن میں مسکرا رہی تھی۔

روحیل گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا مگر اس کا موڈ کچھ آف تھا۔ ردا اس کے ساتھ فرنٹ سیٹ پر بیٹھی تھی جبھی فہام کا فون آگیا اور ردا ان سے بات کرنے میں مصروف ہوگئی۔

''ارے...... نہیں نہیں فہام بھائی آپ کی سوئٹ ڈول آپ کو بھلا کیسے بھول سکتی ہے۔ یہ آپ نے کیسے سوچ لیا۔'' ردا مسکراتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

''اتنے روز سے نہیں آئی ہو، تمہارے بغیر میں بہت اداس ہو رہا ہوں۔'' فہام نے فرطِ محبت سے کہا۔

''فہام بھائی اور میں بھی آپ کے بغیر بہت، بہت زیادہ اداس ہوں۔'' ردا نے مسکرا کر آنکھیں پھیلا کر بچوں کی طرح کہا تو روحیل نے ناگواری سے اس کی طرف دیکھا۔ اس طرح کی باتیں چاہے وہ اپنے بھائی سے ہی کر رہی ہوتی اسے اچھی نہ لگتیں۔

''اچھا بتاؤ، اس وقت تم کہاں ہو؟'' فہام نے پوچھا۔

''میں اور روحیل باہر ڈنر کے لیے آئے تھے۔ اب گھر واپس جا رہے ہیں۔'' ردا نے مسکرا کر روحیل کی طرف دیکھ کر کہا۔

''تو پھر ہماری طرف سے ہو کر جاؤ ناں...... تمہیں دیکھنے کو میرا دل بہت بے چین ہو رہا ہے۔'' فہام جذباتی انداز میں بولا۔

''اوکے...... ایک منٹ ٹھہریں۔'' ردا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''فہام بھائی مجھ سے ملنا چاہتے ہیں۔ آنے کو کہہ رہے ہیں۔'' ردا نے موبائل سائڈ پر کر کے روحیل سے پوچھا۔

''نہیں، نہیں...... ماں جی گھر پر اکیلی ہیں۔'' روحیل سپاٹ لہجے میں بولا۔

''فہام بھائی! میں آج نہیں آسکتی، ماں جی گھر پر اکیلی ہیں، ویسے بھی کافی دیر ہو چکی ہے۔'' ردا نے بھائی کو بتا دیا۔

''اوکے...... پھر کل آجانا۔'' فہام نے نرمی سے کہا۔

''اچھا۔ میں کوشش کروں گی آپ اپنا خیال رکھیے گا۔'' ردا نے روحیل کی طرف ایک نظر دیکھ کر بھائی سے کہا۔

''ٹھیک ہے، تم بھی اپنا بہت خیال رکھنا...... میری چندا......'' فہام محبت بھرے لہجے میں بولا تو ردا نے مسکراتے ہوئے موبائل آف کر دیا۔

''فہام بھائی میرے بغیر بہت اداس ہو رہے تھے۔'' ردا نے افسردگی سے کہا۔

''ردا! اب تم شادی شدہ ہو اور اب تم میں سے یہ بچپنا ختم ہو جانا چاہیے۔'' روحیل قدرے تنبیہی لہجے میں بولا۔ ''تمہاری فیملی کی تمہارے ساتھ بہت زیادہ اٹیچمنٹ ہے اور ہر منٹ کے بعد ان کی فون کالز آنا...... ان کا تمہیں اور تمہارا ان کو مس کرنا...... یار یہ سب کیا ہے، مجھے بہت آکورڈ لگتا ہے، پلیز اب اپنے لائف اسٹائل میں چینج لاؤ...... اب مجھے اور ماں جی کو تمہاری توجہ کی زیادہ ضرورت ہے۔'' روحیل نے کندھے اچکا کر خفگی سے کہا تو ردا خاموش ہوگئی۔

☆☆☆

سب لوگ ڈائننگ ٹیبل کے گرد بیٹھے کھانا کھا رہے تھے۔ زاہدہ پانی کے گلاس اور سوئٹ ڈش لا کر رکھ رہی تھی۔ فہام بھی موبائل آف کر کے کھانا کھانے لگا۔

''ردا سے بات کر رہا تھا۔ وہ دونوں ڈنر کرنے باہر گئے ہوئے تھے۔'' فہام نے ماں کو بتایا۔

''ہم سے بھی مل کر چلی جاتی...... کئی روز سے اسے دیکھا نہیں تو دل بہت اداس ہو رہا ہے۔'' انہوں نے بیٹی کو یاد کرتے ہوئے کہا۔

''میں نے کہا تو تھا...... مگر روحیل کی ماں جی گھر پر اکیلی تھیں۔ یار عاصم! کوئی آؤٹنگ کا پروگرام ہی بناؤ۔ ردا اور روحیل کے ساتھ انجوائے کریں گے۔'' فہام نے عاصم کی طرف دیکھ کر کہا۔

''کیوں ناں...... beach کا پروگرام بنائیں۔ مزہ آئے گا۔'' عاصم نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

''ہاں، یہ ٹھیک ہے۔'' فہام مسکراتے ہوئے بولا تو شمیلہ انہیں دیکھ کر رہ گئی۔

''شمیلہ! کیا خیال ہے، اس سنڈے کو پروگرام ٹھیک رہے گا؟'' فہام نے شمیلہ کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

''ہاں، ہاں، ایز یو وش...... اچھا ہے، سب مل کر خوب انجوائے کریں گے۔'' وہ زبردستی مسکراتے ہوئے بولی۔

''ہاں۔ تو بس ٹھیک ہے۔ میں سب ارینجمنٹ کرلوں گا۔'' فہام نے کہا اور جلدی سے ردا کا نمبر ملانے لگا۔ وہ دونوں ابھی گھر نہیں پہنچے تھے۔ ردا کے ہاتھ میں پکڑا موبائل پھر بجنے لگا۔ فہام کی کال آرہی تھی، ردا نے روحیل کی طرف دیکھا اور روحیل نے ایک ٹک اس کے موبائل کی طرف دیکھا اور منہ پھیر لیا۔ کافی بیلز کے بعد کال ڈراپ ہوگئی۔ ردا کی آنکھیں نم ہونے لگیں اور اس نے موبائل آف کر کے بیگ میں رکھ لیا اور شیشے سے باہر دیکھنے لگی۔

''ردا کال اٹینڈ نہیں کر رہی...... آئی تھنک بزی ہوگی۔ مما! کل آپ اسے فون کر کے سنڈے کے پروگرام کے بارے میں بتا دیجیے گا اور آپ ان کی ماں جی کو بھی ساتھ چلنے کا کہہ دیجیے گا۔ بہت اچھی خاتون ہیں وہ۔'' فہام نے موبائل آف کر کے ماں کی طرف دیکھ کر کہا۔

''ہاں، کل میں خود اُن سے بات کروں گی۔'' خدیجہ مسکراتے ہوئے کہنے لگیں۔

☆☆☆

ماں جی نماز کی چادر اوڑھے لاؤنج میں آئیں ان کے ہاتھ میں میڈیسنز کا لفافہ تھا۔ وہ فریج میں سے پانی کی بوتل نکال کر وہیں صوفے پر بیٹھ گئیں۔ جبھی ردا اور روحیل قدرے تھکے ہوئے انداز میں لاؤنج میں داخل ہوئے۔ ردا قدرے خاموش لگ رہی تھی۔

''بیٹا! تم لوگ اتنی جلدی آگئے...... میں تو ابھی نماز اور وظائف پڑھ کر فارغ ہوئی ہوں اور تم لوگ آبھی گئے۔'' ماں جی نے دونوں کو دیکھا اور مسکراتے ہوئے کہا۔

''کیا کہیں گھومنے پھرنے نہیں گئے؟'' ماں جی نے ردا کو بغور دیکھتے ہوئے پوچھا تو اس نے گھبرا کر روحیل کی طرف دیکھا۔

''آپ گھر پر اکیلی تھیں، اس لیے ہم صرف کھانا کھا کر آگئے۔'' روحیل جلدی سے بتانے لگا۔

''کیا بات ہے، ردا کا چہرا کیوں اُترا ہوا ہے؟'' ماں جی نے ردا کو دیکھ کر کہا۔

''ک...... کچھ نہیں...... ماں جی! میں تو بالکل ٹھیک ہوں۔'' ردا نے ہڑبڑا کر جلدی سے کہا۔

''جاتے وقت تو تم بہت خوش تھیں۔'' ماں جی اس کی طرف بغور دیکھ کر بولیں۔

''روحیل! کیا تم نے ردا سے کچھ کہا ہے؟'' انہوں نے روحیل سے پوچھا۔

''نہیں...... میں نے کیوں کچھ کہنا تھا، آپ ردا سے خود ہی پوچھ لیں۔'' اس نے جمائی لیتے ہوئے کہا۔

''نہیں...... نہیں، ایسی کوئی بات نہیں۔ بس میں تھک گئی ہوں۔'' ردا جلدی سے بولی۔

''اچھا...... جاؤ، آرام کرو۔'' ماں جی نے ردا کے سر پر پیار دیتے ہوئے کہا تو اس نے زبردستی مسکرا کر ماں جی کو دیکھا اور کمرے میں چلی گئی۔

''بیٹا! بہو کو خوش رکھنے کی کوشش کیا کرو، بہت اچھی لڑکی ہے۔'' انہوں نے بیٹے کی طرف دیکھ کر کہا۔

''کیوں...... اس نے کوئی شکایت کی ہے؟'' روحیل نے چونک کر پوچھا۔

''بالکل بھی نہیں...... مگر نہ جانے کیوں مجھے اس کے چہرے کی اداسی دیکھ کر کچھ محسوس ہو رہا ہے۔'' ماں جی گہری سانس لے کر بولیں۔

''آپ کا وہم ہے، ایسی کوئی بات نہیں۔'' اس نے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

''اچھا...... اللہ تم دونوں کو خوش رکھے۔'' ماں جی دعائیہ لہجے میں بولیں اور اپنے کمرے میں چلی گئیں اور روحیل بھی اپنے کمرے کی جانب چلا گیا۔

☆☆☆

ردا واش روم سے نائٹ ڈریس پہن کر باہر نکلی تھی۔ اس کے ہاتھ میں ٹاول تھا۔ جس سے وہ اپنا چہرہ پونچھ رہی تھی۔ اس کے چہرے پر اب بھی سنجیدگی چھائی تھی۔ وہ کمرے میں داخل ہوا اور اپنا کوٹ اتار کر ہینگر میں لٹکایا۔ ردا خاموشی سے بیڈ پر بیٹھ گئی۔

''ماں جی...... تمہارے چہرے پر چھائی اداسی کو دیکھ کر پریشان ہو رہی تھیں۔'' روحیل گہری سانس لے کر بولا۔

''میں نے تمہیں اپنی فیملی کے ساتھ limited terms رکھنے کو کہا ہے۔ اس میں اتنا اپ سیٹ ہونے کی کیا بات ہے؟'' روحیل نے کہا۔

''کیا آپ نہیں جانتے کہ میرے بھائیوں کی مجھ میں جان ہے۔ وہ میرے ساتھ کتنا اٹیچڈ ہیں۔'' ردا نمناک لہجے میں بولی تھی۔

''یہی تو میں تمہیں سمجھانا چاہ رہا ہوں کہ وہ phase گزر چکا ہے۔ اب تم صرف میری ہو اور میں اپنی محبت میں بہت پوزیسو ہوں۔ میں نہیں چاہتا کہ تمہیں میرے علاوہ کوئی اور دیکھے بھی۔'' روحیل نے اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔

''لیکن...... روحیل......'' ردا اس کی بات کاٹتے ہوئے بولی۔

''تمہیں صرف میں ہی دیکھوں، میں ہی چاہوں اور میں ہی محبت کروں۔'' روحیل نے قدرے پوزیسو انداز میں کہا تو وہ بے بسی سے اس کی طرف دیکھنے لگی۔

''تیسرا کوئی بھی ہو، میں اسے برداشت نہیں کر سکوں گا۔ بس میری اس بات کو اچھی طرح سمجھنے کی کوشش کرو۔'' روحیل نے تحکمانہ انداز میں کہا تو ردا نے ایک ٹھنڈی سانس بھری۔

''میری اتنی شدید اور بھرپور محبت کو تم اپنے لیے اِک انعام سمجھو، اتنی محبت کسی خوش نصیب عورت کو ہی ملتی ہے۔ so cheer up now'' روحیل نے مسکرا کر اس کے کندھوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا تو وہ بھی بھیگی پلکیں اٹھا کر اسے مسکرا کر دیکھنے لگی۔

☆☆☆

حمنہ کھانا کھانے کے بعد اپنے کمرے میں جا کر کتابیں اور نوٹس کھول کر پڑھنے لگی تھی کہ اس کی ملازمہ یمنیٰ کے ہمراہ اچانک کمرے میں داخل ہوئی۔

''بی بی جی...... آپ کی مہمان......'' ملازمہ نے حمنہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''یمنیٰ! تم اور یہاں......؟'' حمنہ نے انتہائی حیرت سے چلاتے ہوئے کہا۔

''ہاں...... میں بہت جلدی میں ہوں، تمہیں لینے آئی ہوں۔'' یمنیٰ نے گاڑی کی چابی گھماتے ہوئے کہا تو وہ حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔

''کہاں......؟'' حمنہ نے حیرت سے پوچھا۔

''بس تم جلدی سے چلو۔ راستے میں بتاؤں گی۔'' یمنیٰ نے جلدی جلدی بولتے ہوئے کہا۔

''یمنیٰ! میں ایگزامز کی تیاری کر رہی ہوں اور میں اپنی اسٹڈیز کو چھوڑ کر کہیں نہیں جا سکتی۔'' حمنہ نے خفگی سے کہا۔

''یار...... ایگزامز میرے بھی ہیں مگر وہ کام اتنا ضروری ہے کہ مجھے بھی اپنی اسٹڈیز چھوڑ کر آنا پڑا ہے۔'' یمنیٰ نے جواب دیا۔

''ایسا بھی کیا ضروری کام ہے؟'' حمنہ نے جھنجلا کر پوچھا۔

''ہے ناں...... بہت ضروری۔'' یمنیٰ نے منہ

بنا کر جواب دیا۔

''وہ تمہارے لیے ضروری ہوگا...... میرے لیے نہیں، سوری میں نہیں جا رہی۔'' حمنہ نے اپنی کتاب پکڑتے ہوئے کہا۔

''وہ تمہارے لیے بھی اہم ہے اگر نہ ہوتا تو میں تمہیں کبھی لینے نہیں آتی۔ حمنہ بس سمجھنے کی کوشش کرو، کیا میں اتنی اسٹوپڈ ہوں کہ کسی فضول اور غیر اہم کام کے لیے تمہیں ڈسٹرب کرنے آتی۔ why don't you understand کیا تم مجھ پر ٹرسٹ نہیں کرتیں؟'' یمنیٰ نے خفگی سے کہا تو حمنہ نے چونک کر اسے دیکھا۔

''اوکے...... میں برقع پہن لوں۔'' حمنہ نے اس کا موڈ آف دیکھتے ہوئے کہا۔

''برقع چھوڑو...... بس دوپٹا اچھی طرح لے لو۔'' یمنیٰ نے اس کا برقع اس سے لیتے ہوئے کہا۔

''نہیں، میں اس کے بغیر کبھی باہر نہیں گئی۔'' حمنہ نے اس کے ہاتھ سے برقع واپس لیا۔

''کم آن یار...... چھوڑو اسے، ہم کون سا پیدل جا رہے ہیں۔ اس کی کوئی ضرورت نہیں۔'' یمنیٰ نے اس کے ہاتھ سے برقع چھینتے ہوئے بیڈ پر پھینکا۔

''اُفوہ...... تم کیا کر رہی ہو یمنیٰ؟ میں برقع پہنے بغیر نہیں جاؤں گی۔'' اس نے سختی سے کہا اور برقع جلدی جلدی پہننے لگی۔ وہ اپنی چچی کو بتا کر گاڑی میں آ بیٹھی۔

''یار...... اب تو بتاؤ، ہم کہاں جا رہے ہیں اور تمہیں اتنی جلدی کیوں ہے؟'' اس نے یمنیٰ کے ساتھ فرنٹ سیٹ پر بیٹھتے ہوئے پوچھا جو انتہائی تیز رفتاری سے گاڑی ڈرائیو کر رہی تھی۔

''آزر کے پاس......!'' یمنیٰ نے کہا۔

''کیا...... آزر کے پاس...... مگر کیوں؟'' حمنہ نے انتہائی حیرت سے پوچھا۔

''وہ ہمیں کومل کے خلاف ثبوت دے گا...... اس نے مجھے بلایا تھا مگر تمہیں اس لیے لے کر جا رہی ہوں کہ تمہیں میری باتوں پر یقین نہیں آئے گا۔ اب تم خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لینا کہ کون سچا ہے اور کون جھوٹا؟'' یمنیٰ نے قدرے جذباتی انداز میں کہا۔

''کم آن یار...... تم کن چکروں میں پڑی ہو، ہمارے ایگزامز ہونے والے ہیں، ہمارا ٹائم کتنا قیمتی ہے اور تم...... آزر سے clarification لینے جا رہی ہو اگر تم مجھے پہلے بتاتیں تو میں کبھی نہیں آتی۔'' حمنہ نہایت خفگی سے بولی۔

''اسی لیے میں نے تمہیں نہیں بتایا۔ آزر بھی بہت اپ سیٹ ہے اور اچھا ہے آج سب کچھ کلیئر ہو جائے گا۔'' یمنیٰ نے کہا تو حمنہ خاموش ہو گئی۔

''یار کیا ضروری تھا، آج ہی جانا...... سچ میرا جانے

کا بالکل دل نہیں چاہ رہا...... اتنا ٹائم ویسٹ ہوجائے گا۔"
حمنہ کچھ دیر کی خاموشی کے بعد پھر سے بولی۔
"ہم جلدی واپس آجائیں گے......" یمنیٰ نے جواب دیا اور گاڑی کی اسپیڈ بڑھادی...... وہ آزر کے گھر سے کچھ فاصلے پر تھی کہ اچانک اس کی گاڑی بند ہوگئی...... وہ پریشان ہوکر اسے بار بار اسٹارٹ کرنے کی کوشش کرنے لگی مگر وہ اسٹارٹ ہونے کا نام نہیں لے رہی تھی۔ یمنیٰ نے باہر نکل کر بونٹ اٹھا کر اس کا انجن چیک کرنے کی کوشش کی مگر اسے کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔
"کیا ہوا؟" حمنہ نے پریشانی سے پوچھا۔
"معلوم نہیں...... اسے کیا ہوگیا ہے، پہلے تو کبھی ایسا نہیں ہوا۔ ٹھہرو میں آزر کو فون کرتی ہوں، وہی آکر اسے دیکھ لے گا۔" یمنیٰ نے اپنے موبائل پر آزر کا نمبر ملا دیا اس پر بیلز جارہی تھیں مگر وہ کال اٹینڈ نہیں کررہا تھا۔
"حمنہ! پلیز تم آزر کو بلا لاؤ، دیکھو وہ سامنے اس کا گھر ہے۔ وہ فون نہیں اٹھا رہا۔ شاید اس کا موبائل سائلنٹ پر ہے۔" یمنیٰ نے اس سے اصرار کیا۔
"میں......؟" حمنہ نے انتہائی حیرت سے پوچھا۔
"ہاں، میں اتنی دیر گاڑی دیکھتی ہوں۔" یمنیٰ نے کہا۔
"نہیں...... نہیں میں اکیلے نہیں جاؤں گی۔" حمنہ نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔
"کم آن یار...... بی کونفیڈنٹ، وہ تمہیں کھا نہیں جائے گا اور میں ادھر ہی ہوں، گاڑی ٹھیک ہوگی تو میں بھی اُدھر ہی آجاؤں گی۔" یمنیٰ نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔
"تم بھی میرے ساتھ چلو۔" حمنہ نے قدرے پریشان ہوکر کہا۔
"یار تمہیں کیا ہوگیا ہے، کیسے بی ہیو کررہی ہو...... بی کونفیڈنٹ...... یو آر میچور اینڈ سینسیبل۔" یمنیٰ نے خفگی سے کہا تو حمنہ آزر کے گھر کی جانب بڑھ گئی۔ اسی لمحے یمنیٰ کے کزن شہیر کا کراچی سے فون آ گیا جو انگلینڈ میں سیٹلڈ ہوچکا تھا اور کراچی آیا ہوا تھا۔ اس نے بہت عرصے کے بعد یمنیٰ کو فون کیا تھا۔ اتنے عرصے بعد شہیر کا فون سن کر وہ بہت ایکسائیٹڈ ہوگئی اور گاڑی میں بیٹھ کر اس سے باتیں کرنے لگی۔

☆☆☆

حمنہ نے ایک وسیع وعریض کوٹھی کے گیٹ کی بیل بجائی تو ایک تحیم شحیم چوکیدار نے گیٹ کھول کر حمنہ کی طرف دیکھا۔
"کیا...... آزر صاحب، گھر پر ہیں؟" حمنہ نے گھبرائے ہوئے پوچھا۔
"ہاں، وہ اوپر اپنے کمرے میں ہیں، آپ اوپر چلی جائیں، وہ آپ کا ہی انتظار کررہے ہیں۔" چوکیدار نے کہا۔
"میرا انتظار......؟" حمنہ نے حیرت سے پوچھا۔
"ہاں...... انہوں نے کہا تھا ایک لڑکی آئے گی اسے اوپر بھیج دینا...... کیا تم وہ لڑکی نہیں ہو؟" چوکیدار نے معنی خیز انداز میں پوچھا۔
"ہاں...... مگر وہ......" حمنہ نے رک رک کر کہا۔ نقاب سے جھانکتی اس کی آنکھیں اس کے اندر کی پریشانی کا پتا دے رہی تھیں۔
"آپ، آپ انہیں یہیں بلا دیں۔" حمنہ نے آہستہ سے کہا۔
"صاحب کا جو حکم ہے وہ آپ کو بتا دیا ہے، کہنا ہے اسے اوپر جاکر کہو۔" چوکیدار نے کہا اور اپنی سیٹ پر جا بیٹھا۔ حمنہ کو کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کرے، وہ قدرے پریشانی سے ہونٹ کاٹتی ہوئی آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی ہوئے گھر میں داخل ہوگئی۔ لاؤنج میں داخل ہوکر اِدھر اُدھر دیکھنے لگی۔ چوکیدار نے اسے اوپر جانے کو کہا تھا لاؤنج میں سے سیڑھیاں اوپر جاتی تھیں۔ وہ آہستہ آہستہ سیڑھیاں چڑھتی

ہوئی اوپر چلی گئی۔ اوپر جاکر وہ اِدھر اُدھر دیکھنے لگی۔ سارے کمروں کے دروازے بند تھے۔ صرف ایک کمرے کا دروازہ تھوڑا سا کھلا تھا۔ اس نے آہستہ آواز میں آزر، آزر پکارا مگر کوئی جواب نہیں ملا۔ وہ کھلے ہوئے دروازے کو مزید کھول کر اندر داخل ہوگئی وہ آزر کا ہی کمرا تھا۔ ہر طرف آزر کے پورٹریٹس آویزاں تھے۔ اس نے چونک کر اِدھر اُدھر دیکھا۔ اس کا دل بری طرح دھڑک رہا تھا۔
"آزر، آزر کہاں ہو؟" حمنہ نے اسے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے پکارا۔ آزر نے ایک دم ڈریسنگ روم سے نکل کر دروازے کو لاک لگایا۔ اس نے نائٹ گاؤن پہن رکھا تھا اور کافی زیادہ ڈرنک کررکھی تھی۔ اس نے پیچھے سے آکر حمنہ کا نقاب زور سے کھینچا۔
"یہ، یہ تم کیا کررہے ہو...... میں، میں حمنہ ہوں۔" حمنہ نے انتہائی گھبرا کر کہا۔ خوف کے مارے اس کے حلق سے آواز نہیں نکل رہی تھی مگر آزر اتنا وحشی ہورہا تھا کہ اس نے اس کی ایک بات نہ سنی۔ وہ چلاتی رہی اسے دھکے دیتی رہی۔ دروازے کی طرف بھاگتی رہی مگر آزر تو اس وقت درندہ بنا ہوا تھا۔ حمنہ نے اپنا موبائل بیگ سے نکال کر یمنیٰ کو فون کرنا چاہا مگر آزر نے موبائل اس کے ہاتھ سے چھین کر پھینک دیا۔ حمنہ اللہ رسول کے واسطے دیتی رہی مگر اس نے اس کی ایک نہ سنی۔ وہ بلند آواز سے چلاتی رہی مگر کسی نے اس کی پکار نہ سنی۔ آزر اتنا aggressive ہورہا تھا کہ وہ یمنیٰ کے تمام بدلے اس سے لینا چاہ رہا تھا۔

☆☆☆

شہیر سے باتیں کرتے ہوئے یمنیٰ کو وقت کا خیال ہی نہیں رہا۔ وہ اس سے اس کے حالات کے بارے میں پوچھتی رہی اور وہ اس سے خوب گپ شپ لگاتا رہا۔ کال ختم کرنے کے بعد اس نے چونک کر ٹائم دیکھا۔

نماز

☆ نماز کب کام آئے گی......؟
☆ فجر۔ مرتے وقت۔
☆ ظہر۔ قبر میں
☆ عصر۔ منکر نکیر کے سوالات کے وقت۔
☆ مغرب۔ حساب کتاب کے وقت۔
☆ عشا۔ پل صراط پر۔

مرسلہ: نفیسہ آرا، یو اے ای

بہترین تحفہ

دنیا کا سب سے اچھا تحفہ وقت ہوتا ہے کیونکہ اگر آپ کسی کو اپنا وقت دیتے ہیں تو آپ اسے اپنی زندگی کا وہ پل دیتے ہیں جو کبھی لوٹ کر نہیں آتا۔

از: ماہ نور قیصر، راول پنڈی

"حمنہ ابھی تک واپس کیوں نہیں آئی؟ اتنی دیر ہوگئی؟" اس نے پریشانی سے سوچا اور گھبرا کر حمنہ کو فون کیا مگر connect نہ ہوسکا۔ اس نے آزر کو بھی فون کیا وہ بھی کال نہیں لے رہا تھا۔ یمنیٰ پریشان ہوکر گاڑی کو لاک کرتے ہوئے اس کے گھر کی طرف گئی اور گیٹ بیل بجائی چوکیدار نے گیٹ کھول کر حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔
"آزر صاحب کہاں ہیں؟" یمنیٰ نے پوچھا۔
"آپ کون ہیں؟" چوکیدار نے حیرت سے پوچھا۔
"ایک لڑکی کچھ دیر پہلے یہاں آئی تھی، وہ کہاں ہے؟" یمنیٰ نے غصے سے پوچھا۔
"یہاں کوئی لڑکی نہیں آئی۔" چوکیدار نے جواب دیا۔
"کیا کہا...... یہاں کوئی لڑکی نہیں آئی۔ وہ یہاں ہی آئی تھی۔ آزر کہاں ہے، میں خود اس سے پوچھتی ہوں۔" یمنیٰ نے اسے پیچھے ہٹاتے ہوئے اندر جانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

''تم، تم اندر نہیں جاسکتیں۔'' چوکیدار نے پھر اسے روکنے کی کوشش کی۔

''کیوں...... تم کون ہوتے ہو مجھے روکنے والے؟'' یمنیٰ نے غصے سے کہا۔

''صاحب کا یہی حکم ہے، کسی کو اندر نہ آنے دیا جائے۔'' بے ساختہ ہی اس کے منہ سے نکلا۔

''کیا آزر نے ایسا کہا ہے مگر کیوں......؟'' یمنیٰ نے چونک کر پوچھا اور اندر جانے لگی۔ چوکیدار نے اسے زبردستی روکنے کی کوشش کی۔

''میں نہیں جانتا مگر آپ اندر نہیں جاسکتیں۔'' چوکیدار نے غصے سے کہا تو یمنیٰ نے کراٹے کرتے ہوئے ٹانگ اس کے پیٹ میں ماری۔ وہ وہیں تڑپنے لگا اور یمنیٰ تیزی سے اوپر چلی گئی۔ آزر کے کمرے کا دروازہ بند تھا۔ اس نے بار بار دستک دی مگر کسی نے دروازہ نہیں کھولا۔ اندر سے چیخنے اور رکراہنے کی آوازیں آرہی تھیں۔ یمنیٰ گھبرا گئی اور اس نے جوڈو کے ٹرکس اختیار کرتے ہوئے دروازے کو دو تین جھٹکے دیے تو دروازہ کھل گیا۔ حمنہ کا برا حال تھا۔ اسے دیکھ کر یمنیٰ کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

''یو چیٹر......'' یمنیٰ نے زور سے تھپڑ آزر کے چہرے پر لگایا تو اس نے گھوم کر یمنیٰ کو دبوچنے کی کوشش کی۔

''آج...... میں تمہیں بھی نہیں چھوڑوں گا، آج تم سے اپنے سارے بدلے لوں گا... چڑیل، کالی چھچھوندر تو نے مجھے ہرانے کی کوشش کی تھی۔ آج تجھے سارا حساب چکانا پڑے گا۔'' آزر نے اس پر جھپٹنا چاہا مگر یمنیٰ نے گھما کر ٹانگ اس کے پیٹ میں ماری وہ گر کر تڑپنے لگا۔ حمنہ بری طرح رو رہی تھی اور چلا رہی تھی۔ یمنیٰ نے اس کا برقع اس کی طرف پھینکا۔

''ہمت کرو، پلیز...... میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔'' یمنیٰ نے حمنہ کو حوصلہ دیتے ہوئے کہا اور آزر کو گریبان سے پکڑ کر مارنے لگی۔

''گھٹیا انسان...... تم نے مجھ سے محبت کا ڈراما رچایا۔ اتنا عرصہ مجھ سے کھیل کھیلتے رہے۔ ایکسپلائٹ کرتے رہے۔'' یمنیٰ نے غصے سے کہا۔

''تم...... اور محبت کے قابل......؟ اپنی شکل دیکھی ہے آئینے میں...... تمہاری کالی شکل کی طرف کوئی دیکھنا تو کیا تھوکنا بھی پسند نہیں کرے۔ چمگادڑ...... کالی چڑیل......'' آزر نے اسے تھپڑ مارنا چاہا تو یمنیٰ نے جوڈو کے ٹرکس کرتے ہوئے ٹانگ اس کے سر پر ماری۔ آزر وہیں گر گیا۔

''حمنہ چلو...... یہاں سے۔'' یمنیٰ نے اسے سہارا دیتے ہوئے اٹھایا۔ آزر بہ مشکل اٹھ کر ان کی طرف لپکا۔

''ابھی میں حمنہ کی وجہ سے جا رہی ہوں مجھے اس کی فکر ہے مگر میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گی۔ یہ مت سمجھنا کہ میں تمہیں چھوڑ دوں گی۔ میں تمہیں مرنے دوں گی نہ جینے دوں گی۔ یاد رکھنا۔'' یمنیٰ نے حمنہ کی طرف دیکھتے ہوئے نم آنکھوں سے کہا۔

''کیا کرلو گی تم...... میں تمہیں یہاں سے جانے دوں گا تو پھر ہے ناں......!'' آزر نے اس کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

''تم......!'' یمنیٰ کی آنکھیں آنسوؤں سے بھرنے لگیں اور اس کی آواز کانپنے لگی۔ اس نے بہ مشکل اپنے آپ کو نارمل رکھتے ہوئے حمنہ کو بازو سے اٹھایا اور تیز تیز چلتی ہوئی باہر نکلنے لگی تو آزر پھر ان کے پیچھے آنے لگا۔ یمنیٰ نے دو تین ٹانگیں گھما کر اس کے پیٹ میں ماریں۔ وہ تڑپنے لگا وہ جلدی سے حمنہ کے ہمراہ گیٹ تک آگئی۔ چوکیدار گیٹ پر نہیں تھا۔ وہ گیٹ کھول کر باہر نکل گئی۔ حمنہ کو گاڑی میں بٹھایا اور ایمبولینس کو کال کیا۔ تھوڑی دیر بعد ایمبولینس آگئی۔ اس نے حمنہ کو ایمبولینس میں بٹھایا اور خود بھی اس کے ہمراہ بیٹھ کر اسے اسپتال لے جانے لگی۔ اسے کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کیا کرے، حمنہ کی حالت بھی ٹھیک نہیں تھی۔ اس کی آنکھوں سے مسلسل آنسو بہ رہے تھے اور وہ انتہائی تکلیف سے کراہ رہی تھی۔

"حوصلہ کرو...... پلیز مجھے معاف کردو۔ میں ہی تمہاری مجرم ہوں۔" یمنیٰ نے حمنہ کا ہاتھ پکڑ کر نم آنکھوں سے کہا تو حمنہ بری طرح سسکنے لگی۔ یمنیٰ بھی رونے لگی۔

"عمر......" وہ بہ مشکل بولی اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ یمنیٰ اسے دلاسا دینے کی کوشش کرتی مگر حمنہ کے آنسو نہیں تھم رہے تھے۔ اس کا نقاب بری طرح بھیگ چکا تھا۔ اچانک ایمبولینس ریلوے پھاٹک کے پاس رکی۔ ٹرین جب قریب پہنچنے والی تھی تو حمنہ نے انتہائی تیزی سے ایمبولینس کا دروازہ کھولا اور سرپٹ بھاگتے ہوئے ٹرین کے سامنے چلی گئی۔ یمنیٰ اس کے پیچھے بھاگی اور وہاں پر موجود لوگوں نے بھی اس کے پیچھے بھاگنا چاہا مگر تب تک حمنہ ٹرین کے نیچے آچکی تھی۔ ٹرین کے جانے کے بعد سب لوگ موقع پر اکٹھے ہوگئے، حمنہ کا نام ونشان تک نہیں تھا۔ اس کے برقع کے چیتھڑے اِدھر اُدھر اڑ رہے تھے۔ ہر طرف خون اور گوشت کے لوتھڑے تھے۔ نہ اس کا جسم باقی بچا تھا نہ اس کا سر اور نہ دھڑ...... یمنیٰ پاگلوں کی طرح چلانے لگی۔ اپنے سر کے بال نوچنے لگی۔ "حمنہ، حمنہ......" کہہ کر چلاتے ہوئے وہ ریلوے ٹریک پر بھاگ رہی تھی۔ لوگوں نے بہ مشکل اس کو ایمبولینس میں بٹھایا اور اسے اسپتال لے گئے۔

☆☆☆

"یمنیٰ...... اور اسپتال میں...... یہ، یہ کیسے ممکن ہے؟" جمال صاحب نے فون پر حیرت سے چلاتے ہوئے کہا۔ جب ایمن نے انہیں روتے ہوئے فون کر کے آفس میں اطلاع دی۔ انہیں یقین نہیں آرہا تھا۔

"مجھے کچھ معلوم نہیں...... اسپتال سے فون آیا ہے، خدا کے لیے مجھے اس کے پاس لے جائیں ورنہ میں مرجاؤں گی۔" ایمن نے سسکتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے، میں ابھی آرہا ہوں۔" جمال صاحب نے کہہ کر فون بند کردیا اور ایمن رونے

آنسو

☆ محبت مسکراہٹ سے شروع ہو کر آنسوؤں پر ختم ہوتی ہے۔

☆ آنسو ہر موسم کے ساتھی ہیں۔

☆ قدرت کے آگے آنسوؤں کا ڈھیر لگاتا جا، کوئی آنسو تو اسے پسند آجائے گا۔

☆ جہنم کی آگ کو وہی آنسو بجھا سکتے ہیں جو وقتِ سحر مومن کی آنکھ سے ٹپکتے ہیں۔

☆ دنیا عاقل کی موت اور جاہل کی زندگی پر ہمیشہ آنسو بہاتی ہے۔

☆ توبہ کرنے والے کا ایک آنسو دوزخ کی آگ کو ٹھنڈا کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔

☆ مصیبت کے وقت آنسو بہانا بہادری نہیں ہے۔

☆ مظلوم کی آنکھوں سے نکلا آنسو ظالم کے لیے سیلاب ثابت ہوسکتا ہے۔

مرسلہ: کرن فیاض...... راول پنڈی

لگیں۔ وہ بے صبری سے ان کا انتظار کرنے لگیں۔ یمنیٰ کا نمبر ملایا مگر موبائل ہی آف تھا۔

ٹیلفون کی بیل بجی تو ایمن نے فوراً ریسیور اٹھایا۔

"ہیلو...... کون......؟" انہوں نے گھبرا کر پوچھا۔

"آپ کیا...... آپ مسز جمال ہیں؟" دوسری جانب کسی عورت نے پوچھا۔

"جی...... جی...... میں بول رہی ہوں۔" ایمن نے دھڑکتے دل کے ساتھ جواب دیا۔

"کیا میں آپ کی بیٹی یمنیٰ سے بات کرسکتی ہوں۔ میں اس کی دوست حمنہ کی چچی بات کررہی ہوں۔" عورت نے کہا۔

"یمنیٰ تو اس وقت اسپتال میں ہے۔" ایمن نے سسکی بھرتے ہوئے کہا۔

"کیا...... لیکن وہ تو دوپہر کو بالکل ٹھیک تھی...... ہمارے گھر آئی اور حمنہ کو ساتھ لے کر چلی گئی۔ اب

رات ہونے کو ہے، حمنہ کبھی اتنی دیر تک گھر سے باہر نہیں رہی۔ اس کے چچا اور میں ہم سب بہت پریشان ہورہے ہیں، پلیز یمنیٰ سے پوچھ کر بتائیں کہ حمنہ کہاں ہے؟" چچی نے فکرمندی سے کہا۔

"میں اور میرے شوہر ابھی اسپتال جارہے ہیں، وہاں سب معلوم کر کے آپ کو انفارم کردوں گی۔" ایمن نے جواب دیا اور فون بند کردیا۔ تھوڑی دیر بعد جمال صاحب آگئے تو وہ ان کے ہمراہ اسپتال پہنچیں۔ یمنیٰ icu میں تھی اور اس کا نروس بریک ڈاؤن ہوا تھا۔ ڈاکٹروں نے اسے نیند کے انجیکشنز دیے تھے۔

"یمنیٰ کو اسپتال کون لایا؟" جمال صاحب نے ڈیوٹی پر موجود ڈاکٹر سے انکوائری کرتے ہوئے پوچھا

"ایمبولینس کا ڈرائیور......" ڈاکٹر نے جواب دیا۔

"وہ اب کہاں ہے؟ میں اس سے ملنا چاہتا ہوں۔" جمال صاحب نے کہا۔ ڈاکٹر نے ایمبولینس کے ڈرائیور کو بلایا۔ وہ ادھیڑ عمر کا آدمی تھا۔

" آپ نے یمنیٰ کو کہاں سے پک کیا اور آپ کو کس نے اطلاع دی۔ کیا یمنیٰ کے ساتھ کوئی حادثہ پیش آیا تھا۔ مجھے ساری بات تفصیل سے بتائیں۔" جمال صاحب نے کہا۔

"بی بی کی دوست کی طبیعت خراب تھی۔ شاید اس کے ساتھ کوئی حادثہ پیش آیا تھا۔ ریلوے پھاٹک پر میں نے گاڑی روکی تاکہ ٹرین گزر جائے مگر ان کی دوست نے ٹرین کے نیچے آکر خودکشی کرلی اور بی بی اس کو دیکھ کر اتنی بدحواس ہوئیں کہ پاگلوں کی طرح بھاگتی رہیں اور پھر گر گئیں۔" ڈرائیور نے بتایا تو جمال صاحب اور ایمن پریشان ہوگئے۔

"کیا...... اس لڑکی نے خودکشی کرلی...... مگر کیوں......؟" ایمن نے گھبرا کر پوچھا۔

"معلوم نہیں...... شاید اسے کوئی حادثہ پیش آیا تھا۔" ڈرائیور نے بتایا۔

"اونو......" جمال صاحب بڑبڑائے اور پھر خاموش ہوگئے۔

"آپ لوگوں نے ان لوگوں کو کہاں سے پک کیا تھا۔" جمال صاحب نے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا۔

"ڈیفنس کے ایک علاقے سے۔ میرے پاس اس کا ایڈریس لکھا ہے۔" ڈرائیور نے اپنی جیب سے ایڈریس نکال کردیا۔

"اور اس لڑکی کی لاش کہاں ہے؟" ایمن نے پریشانی سے پوچھا۔

"لاش کیا سر...... اس کا تو نام ونشان باقی نہیں رہا...... سوائے خون کے...... جو ریل کے پٹڑیوں پر لگا تھا۔ وہ بے چاری تو......" ڈرائیور آہ بھر کر خاموش ہوگیا۔

"یا خدایا...... یہ سب کیا ہوگیا ہے۔" ایمن روتے روتے بولیں اور ان کا موبائل بجنے لگا۔

"میں انہیں کیا جواب دوں......" حمنہ کی چچی کا فون آرہا ہے۔" ایمن نے تاسف سے کہا۔

"کچھ نہ کچھ تو بتانا پڑے گا، تم انہیں اسپتال بلاؤ اور پھر آرام سے سمجھا دینا۔ میں اس جگہ جاتا ہوں۔ جہاں کا ایڈریس اس نے دیا ہے۔" جمال صاحب نے اٹھتے ہوئے کہا اور ایمن پریشانی سے انہیں دیکھنے لگیں۔ ان کا موبائل مسلسل بج رہا تھا۔ انہوں نے پریشانی سے ہونٹ سکوڑتے ہوئے موبائل کی طرف دیکھا اور گہری سانس لے کر بات کرنے لگیں۔

"آپ اسپتال آجائیں۔" ایمن نے آہستہ آواز میں اسپتال کا نام بتادیا۔

"کیا حمنہ اسپتال میں ہے، اسے کیا ہوا ہے؟ وہ ٹھیک تو ہے ناں؟" اس کی چچی بہت بے صبری سے پوچھتی رہیں مگر ایمن کے پاس کہنے کو کچھ نہیں تھا۔ وہ خاموشی سے آنسو بہاتی رہیں اور موبائل آف کردیا۔

(باقی آئندہ)

ناولٹ

کہیں دیپ جلے کہیں دل

قیصر حیات

نواں حصہ

جمال صاحب ایڈریس کی چٹ ہاتھ میں پکڑے ڈیفنس کے ایریا میں گھوم رہے تھے کہ اچانک انہیں یمنیٰ کی گاڑی وہاں کھڑی دکھائی دی۔ انہوں نے اپنی گاڑی سے نکل کر اس کی گاڑی کو دیکھا اور پھر اپنی گاڑی میں بیٹھ کر لکھے ہوئے ایڈریس پر چلے گئے۔ گھر کے باہر آزر عظیم لکھا تھا، وہ دیکھ کر چونکے۔

''آزر عظیم...... کیا یمنیٰ اور حمنہ، آزر سے ملنے

آئی تھیں۔'' وہ حیرت سے بڑبڑائے اور گیٹ بیل بجائی......مگر کوئی گیٹ کھولنے نہیں آیا۔ وہ مسلسل بیل بجاتے رہے مگر کوئی جواب نہیں مل رہا تھا۔ انہوں نے چونک کر گیٹ کو ہلا کر دیکھا تو اندھیرے میں انہیں چھوٹے گیٹ پر بڑا سا لاک لگا دکھائی دیا۔ وہ پریشان ہو کر سوچنے لگے اور برابر والے گھر کی بیل بجائی۔ چوکیدار باہر نکلا تو وہ اس سے آذر کے بارے میں پوچھنے لگے مگر چوکیدار نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ وہ ان کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا تھا۔ جمال صاحب واپس لوٹ آئے۔ انہیں کہیں سے کوئی سراغ نہیں مل رہا تھا۔

☆☆☆

حسنہ کے چچا اور چچی اسپتال میں ایمن کے پاس کھڑے بری طرح رو اور چلا رہے تھے۔ ایمن نے انہیں حسنہ کی موت کے بارے میں بتایا تھا مگر انہیں یقین نہیں آ رہا تھا۔

''ہم کچھ نہیں جانتے...... ہمیں اپنی بیٹی چاہیے۔ آپ کی بیٹی اسے ہمارے گھر سے لے کر گئی تھی۔ ہمیں ہماری حسنہ زندہ سلامت چاہیے۔'' اس کے چچا نے ایمن کو دھمکی دیتے ہوئے کہا تو وہ پریشان ہو کر بے بسی سے اُن کی طرف دیکھنے لگیں۔

''میں آپ کی بیٹی کے خلاف پولیس میں رپورٹ لکھوانے جا رہا ہوں۔'' حسنہ کے چچا نے غصے سے ایمن کو دھمکی دیتے ہوئے کہا۔

''خدا کے لیے آپ ایسا مت کریں، یمنیٰ کا نروس بریک ڈاؤن ہوا ہے، وہ جیسے ہی ہوش میں آتی ہے، میں خود پوری بات پوچھتی ہوں۔'' ایمن نے انہیں تسلی دینے کی کوشش کی مگر وہ دونوں بہت مشتعل ہو رہے تھے کہ جمال صاحب خود وہاں پہنچ گئے۔ ان کے چہرے پر انتہائی پریشانی اور مایوسی کے تاثرات تھے۔

''جمال صاحب آپ......؟'' یمنیٰ کے چچا نے جمال احمد کی طرف دیکھ کر حیرت سے کہا۔

''فواد صاحب آپ یہاں کیسے؟'' جمال احم[د] نے بھی حیرت سے پوچھا۔

''میں حسنہ کا چچا ہوں اور یہ میری بیوی ہیں۔ ہم نے تو حسنہ کو اپنی بیٹی کی طرح پالا ہے۔ وہ ہمیں اپنی اولاد سے بھی زیادہ عزیز ہے۔ غالباً آپ کی بیٹی ہی اسے کہیں لے کر گئی تھی۔'' فواد نے پریشانی سے جتایا۔ اب اس کے لب و لہجے میں واضح فرق تھا۔ اب فواد قدرے نرمی سے بات کر رہا تھا۔

''جمال...... یہ پولیس میں یمنیٰ کے خلاف رپورٹ لکھوانے کا کہہ رہے ہیں...... پلیز یمنیٰ کے ہوش میں آنے تک انہیں روکیں۔''

ایمن نے پریشانی سے جمال احمد کو بتایا۔ جمال احمد نے ان کی طرف بغور دیکھا۔

''جمال صاحب...... اگر بزنس کے سلسلے میں آپ کے مجھ پر احسانات نہ ہوتے تو شاید میں پولیس میں ضرور جاتا مگر اب میں نے آپ کو دیکھ کر اپنا ارا[دہ] بدل دیا ہے۔ پلیز ہماری بیٹی کو تلاش کریں۔'' فو[اد] نے نم آنکھوں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''میں پوری کوشش کر رہا ہوں اور ضرورت پڑی تو میں خود پولیس میں رپورٹ لکھواؤں گا۔ آ[پ] کی بیٹی بھی مجھے اپنی یمنیٰ جیسی عزیز ہے۔ میں آ[پ] کے دکھ میں برابر کا شریک ہوں۔'' جمال احمد [نے] اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر تسلی دیتے ہو[ئے] کہا۔ فواد خاموش ہو گیا۔

''لیکن یہ حسنہ کی ڈیتھ کے بارے میں [کیا] بتا رہی ہیں، کیا یہ سچ ہے؟'' حسنہ کی روتی ہوئی [چچی] نے جمال صاحب سے پوچھا۔

''ابھی حتمی طور پر کچھ نہیں کہا جا سکتا...... [را]ت بہت ہو رہی ہے۔ صبح جائے وقوعہ پر جا [کر] دیکھیں گے۔ پلیز آپ حوصلہ رکھیں۔ اللہ بہتر کر[ے] گا...... آپ لوگ اب گھر جائیں اور جیسے ہی مجھے [کوئی] اطلاع ملتی ہے میں آپ کو انفارم کروں گا۔'' ج[مال]

صاحب نے انہیں تسلی دیتے ہوئے گھر بھیجا۔ وہ لوگ روتے ہوئے چلے گئے۔

''ایمن، یمنیٰ کا موبائل لاؤ...... کہاں ہے وہ؟'' جمال صاحب نے بیوی سے کہا۔

''معلوم نہیں...... میں ڈیوٹی پر موجود سسٹر سے پوچھتی ہوں۔'' ایمن کہہ کر icu میں چلی گئیں اور جمال صاحب وہیں سوچتے رہ گئے۔ تھوڑی دیر بعد ایمن واپس آئیں۔

''سسٹر کہہ رہی ہے کہ یمنیٰ کی کوئی چیز انہیں نہیں ملی۔ اب معلوم نہیں کہ موبائل کہاں کھو گیا ہے۔'' ایمن نے بتایا تو جمال صاحب ان کی طرف پریشانی سے دیکھنے لگے۔

''آپ جہاں گئے تھے کیا وہاں سے کوئی خبر ملی؟'' ایمن نے پوچھا۔

''نہیں۔'' انہوں نے آہ بھر کر جواب دیا۔

☆☆☆

یمنیٰ کو اگلے روز ہوش آیا تو وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے ماں، باپ کی طرف دیکھنے لگی۔

''یمنیٰ بیٹے اب تم کیسی ہو؟'' ایمن نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے محبت سے پوچھا۔

''میں، میں کہاں ہوں؟'' یمنیٰ ایک دم بیڈ پر بیٹھ کر ارد گرد دیکھتے ہوئے زور زور سے چلانے لگی۔

''تم، تم اسپتال میں ہو اور تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے بیٹا۔'' ایمن نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بڑی محبت سے کہا۔

''حسنہ کہاں ہے؟ مجھے حسنہ کے پاس جانا ہے۔'' وہ بیڈ سے اترنے کی کوشش کرنے لگی۔ ایمن اور جمال صاحب نے آگے بڑھ کر اسے روکا۔

''حسنہ بھی آ جائے گی تمہیں ابھی ریسٹ کی ضرورت ہے۔'' جمال صاحب نے اسے محبت سے اپنے ساتھ لگاتے ہوئے کہا۔

''نہیں ڈیڈی......نہیں......اب حسنہ کبھی نہیں

نظم

کسی کی قسمت میں تاریکیاں
کسی کے قدموں تلے چاندنی
کسی کا مقدر اوجِ ثریا
کسی کا نصیبا پھرے دربدر
کوئی طوفاں کی موجوں پہ محوِ سفر
کوئی ڈوب گیا لبِ ساحل پر
کسی کو ملے بے دعا کے ثمر
کسی کی دعائیں رہیں بے اثر

شاعرہ: نجمہ ناز اصغر، کراچی

آئے گی، وہ تو......وہ تو......؟'' یہ کہتے ہوئے وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

''حسنہ کہاں ہے؟ اس کے گھر والے بھی بہت پریشان ہو رہے ہیں۔'' ایمن نے پریشانی سے پوچھا۔

''حسنہ مر گئی ہے۔ اس نے suicide کر لی ہے۔'' یمنیٰ نے روتے ہوئے کہا۔

''suicide مگر کیوں؟'' جمال صاحب نے حیرت سے پوچھا...... اور جواب میں یمنیٰ دھاڑیں مار مار کر رونے لگی۔ وہ اس قدر شدت سے روئی کہ ایمن اور جمال صاحب پریشان ہو گئے۔ سسٹر کی مدد سے اسے زبردستی بیڈ پر لٹایا۔ اسے فوری سکون کا انجیکشن لگا کر سلا دیا گیا۔

☆☆☆

جمال صاحب، فواد اور ایمبولینس ڈرائیور کے ساتھ جائے وقوعہ پر گئے تھے اور وہ اس جگہ کو بار بار دیکھ رہے تھے جہاں پر حسنہ نے خودکشی کی تھی۔ کل وہاں پر خون اور گوشت کے لوتھڑے پڑے تھے مگر اب وہاں پر ان کا بھی نام و نشان نہیں تھا۔ پٹڑیوں کے اندر کہیں کہیں خون کے دھبے تھے۔

''کیا تمہیں یقین ہے کہ یہیں پر بچی ٹرین کے

نیچے آئی تھی؟'' جمال صاحب نے ڈرائیور سے پوچھا۔

''جی ہاں جناب...... یہیں پر اس کا خون تھا اور ٹرین اسے کافی دور تک گھسیٹتی ہوئی لے گئی۔ بے چاری کی ایسی حالت تھی کہ اس وقت ہی پہچانی نہیں جارہی تھی۔'' ڈرائیور نے افسردگی سے بتایا تو جمال صاحب نم آنکھوں سے فواد کی طرف دیکھنے لگے۔

''آپ کو بہت حوصلے اور صبر سے کام لینا ہے۔ بچی کا معاملہ ہے۔ اگر اس سے آپ کی عزت پر حرف نہ آتا تو میں ضرور ابھی میڈیا تک اپروچ کرتا' ابھی مجھے جتنا دکھ ہورہا ہے، میں آپ کو بتا نہیں سکتا۔'' جمال صاحب نے اپنی نم آنکھوں کو اپنے رومال سے صاف کرتے ہوئے کہا تو فواد بری طرح سسکنے لگا۔ ڈرائیور اِدھر اُدھر جھاڑیوں میں کچھ تلاش کرنے کی کوشش کررہا تھا۔ کافی دور سے اسے جھاڑیوں میں حمنہ کی جوتی .... اور برقع کا کپڑا اٹکا ہوا ملا...... اس نے لاکر فواد کے سامنے کرتے ہوئے کہا۔

''یہ اس بی بی کی جوتی اور برقع کا کپڑا ہے۔ کیا آپ اسے پہچانتے ہیں؟'' ڈرائیور نے کہا۔

فواد نے ان چیزوں کو پکڑا اور دیکھ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ جمال صاحب کی آنکھیں بھی برسنے لگیں۔

☆☆☆

''ماں جی آہستہ آہستہ چلتی ہوئی ردا کے ہمراہ لاؤنج میں داخل ہوئیں۔ ردا نے کام دانی کے سفید سوٹ کے ساتھ کامدار دوپٹا اوڑھ رکھا تھا اور بہت خوب صورت لگ رہی تھی۔

''بیٹا...... پانی تو پلاؤ، سانس پھولنے لگی ہے۔'' ماں جی نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

''جی ...... ماں جی ابھی لائی۔'' ردا نے مسکراتے ہوئے کہا اور کچن میں چلی گئی۔ سائڈ ٹیبل پر رکھا ٹیلیفون بجنے لگا تو ماں جی نے بہ مشکل اٹھ کر ریسیور کان سے لگایا۔

''السلام علیکم...... گھر میں خیریت تو ہے، کوئی فون نہیں اٹھا رہا تھا۔ میں گھبرا گئی۔'' خدیجہ بیگم نے قدرے فکرمندی سے پوچھا۔

''ہاں...... ہمسائے میں میلاد پاک کی محفل تھی۔ میں اور ردا وہاں گئے تھے۔'' ماں جی نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

''شاید...... اسی لیے ردا موبائل بھی نہیں اٹھا رہی تھی۔'' خدیجہ بیگم نے کہا۔

''ہاں......'' ماں جی نے کہا۔

''دراصل بچوں نے اتوار کو beach پر پکنک منانے کا پروگرام بنایا ہے۔ خاص طور پر ردا، روحیل اور آپ کے لیے...میں نے آپ لوگوں کو انوائٹ کرنے کے لیے ہی فون کیا ہے۔'' خدیجہ بیگم نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ہاں، ہاں کیوں نہیں۔ ردا اور روحیل تو ضرور آئیں گے لیکن میں ذرا کم ہی باہر نکلتی ہوں۔ کس وقت بی پی اور شوگر ہائی ہوجائے کچھ پتا نہیں چلتا۔'' ماں جی نے کہا۔

''ٹھیک ہے پھر آپ ردا اور روحیل کو بھیج دیجیے گا۔'' خدیجہ بیگم نے کہا اور فون بند کردیا۔ ردا جو ٹرے میں پانی کا جگ اور گلاس رکھ کر فوری لے آئی تھی. ان کی گفتگو سے سمجھ گئی کہ ماں کا فون آیا ہے۔

''بیٹا...... تمہاری مما کا فون تھا۔'' انہوں نے پانی پی کر ردا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اسی لمحے روحیل لاؤنج میں داخل ہوا اور ماں جی کو سلام کرکے وہیں بیٹھ گیا۔

''تمہارے گھر والوں نے اتوار کو کوئی پکنک کا پروگرام بنایا ہے تم اور روحیل چلے جانا۔'' ماں جی نے ردا کو بتاتے ہوئے کہا۔ ردا نے ایک دم چونک کر روحیل کی طرف دیکھا۔

''نہیں...... مجھے اور ردا کو کہیں اور جانا ہے'

اپنے ایک فرینڈ کی طرف۔'' روحیل نے ہلکے سے جواب دیا۔

''فرینڈ کو انکار کردو...... میں نے خدیجہ بہن سے کہا ہے کہ میں تم دونوں کو ضرور بھیجوں گی۔ وہ تو مجھے بھی آنے کا کہہ رہی تھیں۔''

''ماں جی آپ پہلے مجھ سے تو پوچھ لیتیں۔'' روحیل نے خفگی سے کہا۔

''کیوں......؟ یہ کون سی اتنی بڑی بات تھی جو میں تم سے پوچھتی۔ تم لوگوں کو جانا ہے اور بس۔'' ماں جی نے قطعیت سے کہا۔ روحیل غصے سے گہری سانس لے کر وہاں سے چلا گیا اور ردا پریشانی سے ہونٹ کاٹنے لگی۔

''بیٹا...... یوں چھوٹی چھوٹی باتوں سے پریشان نہیں ہوتے۔ شوہر کے مزاج کو سمجھنے میں تھوڑا وقت لگتا ہے۔'' ماں جی نے سمجھاتے ہوئے کہا تو وہ زبردستی مسکرانے لگی۔

''میرے پاس عاصم کا فون آیا تھا اور میں نے اسے آؤٹنگ پر جانے سے منع کردیا تھا...... اس کے باوجود تمہاری مما نے کیوں.... فون کیا؟'' ردا جب کمرے میں روحیل کے لیے چائے لے کر گئی تو وہ سخت ناگواری سے کہنے لگا۔

''روحیل...... میں کچھ نہیں جانتی...... ان لوگوں نے کب اور کیا پروگرام بنایا ہے؟'' ردا نے بے بسی سے کہا۔

''مجھے ان فضول ایکٹی ویٹیز میں کوئی دلچسپی نہیں...... اونہہ...... bonfire ربش...... تم اپنے گھر والوں کو خود ہی سمجھادو تو بہتر ہے۔'' نہایت تلخی سے اس نے کہا۔

''ٹھیک ہے، میں ابھی انہیں منع کردیتی ہوں۔'' ردا نرم لہجے میں بولی۔

''لیکن اب تو جانا پڑے گا ناں...... ماں جی کا حکم جو ہے۔ نہ گئے تو ماں جی خفا ہوں گی اور ان کی ناراضی میں افورڈ نہیں کرسکتا۔'' روحیل نے سر جھٹکتے ہوئے جھنجلا کر کہا اور بڑبڑاتا ہوا اٹھ کر واش روم چلا گیا اور ردا بے بسی سے اسے دیکھتی رہ گئی۔

☆☆☆

روحیل صرف ماں جی کا حکم مانتے ہوئے پکنک پر جانے کے لیے بڑی بے دلی سے تیار ہوا تھا البتہ ردا دل ہی دل میں بہت خوش تھی۔ عاصم کو ایسی تفریح کا بہت شوق تھا سو سارے انتظامات بھی وہی اپنے ذمے لیتا، پانی، جوس، برتن، میٹ، چادر، تولیے، ٹشو پیپر اس کے علاوہ کھانے پینے کا ڈھیروں سامان سب رات سے ہی تیار کرلیا گیا تھا تاکہ کسی قسم کی کوئی... بدمزگی نہ ہو اس کے علاوہ ساحل پر کھیلنے کے لیے فرزبی اور بڑی سی گیند بھی رکھ لی گئی تھی۔ مما نے تو اپنی طبیعت کی وجہ سے جانے سے انکار کردیا تھا البتہ زاہدہ کو شمیلہ کی مدد کے خیال سے ساتھ بھیج دیا تھا۔ ان سب نے بیچ پر پہنچ کر خوب انجوائے کیا۔ مزے کے گیمز کھیلے گئے پھر بیت بازی ہوئی، آپس میں گانوں کا مقابلہ ہوا۔ روحیل نہایت بے دلی سے ان سب چیزوں میں شریک رہا جسے خاص طور پر شمیلہ نے بہت نوٹ کیا۔ اب سب لوگ موج مستی کرنے پانی کی طرف جارہے تھے۔ روحیل آہستہ آہستہ چل رہا تھا جبکہ ردا بھائیوں کے ساتھ آگے بڑھ گئی تھی۔

''کیا بات ہے، آپ انجوائے نہیں کررہے ہیں؟' شمیلہ نے روحیل کو آہستہ آہستہ چلتے ہوئے دیکھا تو جان بوجھ کر رک گئی اور جب روحیل اس کے قریب آیا تو بڑی لگاوٹ سے پوچھا۔

''مجھے ایسی گیدرنگز پسند نہیں۔'' روحیل نے جھٹ منہ بنا کر جواب دیا۔

''ویسے سچ پوچھیں تو مجھے بھی نہیں...... لیکن ان سب کا ساتھ تو دینا پڑتا ہے۔ وہ بھی فہام کی خاطر......'' شمیلہ نے مسکراتے ہوئے کہا تو روحیل خاموش ہوگیا۔ دونوں ساتھ ساتھ چلتے جارہے تھے۔

''شادی کے بعد آپ لائف میں کیسا چینج محسوس کر رہے ہیں؟'' شمیلہ نے مسکرا کر روحیل سے پوچھا۔

''کیسا...... چینج......؟'' روحیل نے چونک کر پوچھا۔

''ردا کی وجہ سے۔'' شمیلہ نے معنی خیز انداز میں کہا۔

''کیا مطلب...... میں سمجھا نہیں؟'' روحیل حیرت سے بولا۔

''ردا جس کی طرف بھی دیکھتی ہے، وہی اس کا اسیر اور دیوانہ ہو جاتا ہے۔ کیا آپ ابھی تک نہیں ہوئے؟ چلیں کوئی بات نہیں ہو جائیں گے محبتیں پانے اور سب کو دیوانہ کرنے کے اس میں بہت گٹس ہیں۔'' شمیلہ نے نہایت مکارانہ انداز میں کہا تو روحیل نے چونک کر اس کی طرف دیکھا اس کے چہرے پر سنجیدگی اور خفگی کے تاثرات نمایاں ہونے لگے۔ شمیلہ معنی خیز انداز میں مسکرا کر تیز تیز چلنے لگی اور روحیل وہیں کھڑا ہو کر مشکوک انداز میں ردا کی طرف دیکھنے لگا جو بھائیوں کے ساتھ ساتھ آگے جا رہی تھی۔

واپسی پر اس کا موڈ آف تھا ردا نے کچھ دیر برداشت کیا مگر بالآخر بول ہی پڑی۔

''آپ کا موڈ کیوں آف ہے؟ کیا سب کے ساتھ انجوائے کرنا آپ کو اچھا نہیں لگا؟''

''کیا انجوائے کرنا تھا۔ ربش ایکٹویٹی اینڈ wastage of time تمہارے بھائی کیا فضول حرکتیں کر رہے تھے۔ بالکل نان سینس لگ رہے تھے۔'' روحیل خفگی سے کہنے لگا۔

''روحیل......'' ردا نے ذرا سختی سے کہا۔

''آئندہ ایسی گیدرنگ میں جانے کے لیے مجھے مت کہنا I hate all'' روحیل نے غصے سے اس کی طرف دیکھ کر کہا تو وہ خاموش ہو گئی۔ گاڑی نے ٹرن لیا اور وہ جونہی ایک مارکیٹ کے پاس سے گزرنے لگے تو ردا کو ایک دم کچھ یاد آیا۔

''صبح ناشتے کے لیے بریڈ اور انڈے لے لیجیے۔ ماں جی نے چلتے ہوئے کہا تھا۔'' ردا آہستہ آواز میں بولی تو وہ خاموشی سے گاڑی مارکیٹ تک لے گیا۔ اس نے ایک بڑے جنرل اسٹور کے باہر گاڑی پارک کی اور اتر کر اندر چلا گیا۔ ردا گاڑی میں ہی تھی۔ وہ بے خیالی میں اِدھر اُدھر دیکھنے لگی پھر اپنا موبائل نکال کر مما سے بات کرنے کے لیے بٹن دبایا اس سے کچھ فاصلے پر ایک بائیک آکر رکی...... اس پر دو آوارہ قسم کے لڑکے تھے۔ وہ ردا کو مسلسل گھور رہے تھے جبکہ ردا ان سے بے خبر ماں سے بات کرنے میں مصروف تھی۔ روحیل شاپر پکڑے اسٹور سے باہر نکلا۔ اسی اثنا میں لڑکے کچھ اس انداز میں ردا کی گاڑی کے پاس سے گزرے جیسے اسے کچھ کہہ رہے ہوں۔ ردا اپنے موبائل میں بزی تھی۔ روحیل نے ان لڑکوں کو دیکھا اور پھر گاڑی کی جانب دیکھا۔ وہ تیز تیز چلتا ہوا گاڑی میں آکر بیٹھ گیا۔ روحیل کو گاڑی کی طرف آتا دیکھ کر وہ لڑکے بھی تیزی سے آگے بڑھ گئے۔

''یہ لڑکے کون تھے؟'' روحیل نے غصے سے ردا سے پوچھا۔ جو اَب ماں کو خدا حافظ کہہ کر فون بند کر رہی تھی۔

''کون...... کون...... ؟'' ردا ہڑبڑا کر بولی اور اس نے ایک دم باہر کی طرف دیکھا تو لڑکے مڑ مڑ کر اسے دیکھ رہے تھے۔

''میں...... انہیں نہیں جانتی۔'' ردا نے گھبرا کر کہا۔

''لیکن وہ تو تمہیں اس طرح دیکھ رہے تھے جیسے وہ تمہیں اور تم انہیں اچھی طرح جانتی ہو۔'' روحیل مشکوک لہجے میں بولا۔

''کیا آپ مجھ پر شک کر رہے ہیں؟'' ردا نے انتہائی حیرت سے چونک کر کہا مگر روحیل صرف اپنے نتھنے پھلا کر اسے دیکھتا رہ گیا۔ ردا کی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی تھی۔

''روحیل پلیز مجھ پر کبھی شک مت کرنا۔'' ردا بے چارگی کے عالم میں بولی تو روحیل نے خفگی سے یوں منہ پھیر لیا جیسے ردا نے کوئی بڑا گناہ کر دیا ہو۔

☆☆☆

ردا کچن میں ناشتا بنانے میں مصروف تھی۔ ماں جی چادر لپیٹے اور تسبیح پکڑے کچن میں آگئیں۔

''ارے...... بیٹا...... تم کیا کر رہی ہو؟'' ماں جی نے ردا کو دیکھ کر حیرت سے پوچھا۔

''آپ کے اور روحیل کے لیے ناشتا بنا رہی ہوں۔'' ردا نے مسکرا کر اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

''رہنے دو...... بیٹا ابھی تم نئی نویلی دلہن ہو...... میں خود بنا لیتی ہوں۔'' ماں جی نے ردا کا ہاتھ پکڑ کر محبت سے کہا۔

''کوئی بات نہیں...... ایک نہ ایک دن تو مجھے یہ سب کام کرنے ہیں تو پھر ابھی کیوں نہیں...... آپ آرام کریں، میں سب کر لیتی ہوں۔'' ردا نے بھی مسکرا کر جواب دیا۔

''پھر بھی بیٹا...... نئی نویلی دلہنوں کے چاؤ تو کرنے چاہئیں ناں۔ خوشیوں بھرے یہی دن تو ہمیشہ یاد رہتے ہیں۔'' ماں جی نے مسکرا کر کہا۔

''آپ مجھے بیٹی سمجھتی ہیں اور مجھ سے بہت محبت کرتی ہیں۔ میرے لیے آپ کا یہی چاؤ کافی ہے۔'' ردا نے مسکرا کر ماں جی کا ہاتھ پکڑ کر محبت سے جواب دیا۔

''سدا خوش رہو...... تمہاری انہی باتوں سے تو میرا دل خوش ہو جاتا ہے۔'' ماں جی نے خوش ہو کر اس کے سر پر پیار دیتے ہوئے کہا۔

''اچھا بیٹی میں ذرا روحیل کے ماتھے پر دعا پڑھ کر دم کر آؤں شاید وہ اٹھ گیا ہو پھر ساتھ ہی ناشتا کر لیں گے۔''

''جی ماں جی۔'' ردا نے مسکرا کر کہا اور ماں جی کچن سے باہر چلی گئیں۔ تھوڑی دیر بعد وہ گھبرائی ہوئی اس کے پاس آئیں۔

''ردا...... بیٹے روحیل کو تو بہت سخت بخار ہے اور وہ کراہ رہا ہے۔''

''کیا......؟'' ردا نے یک دم گھبرا کر پوچھا۔

''کیا تم نہیں جانتیں؟'' ماں جی نے حیرت سے پوچھا۔

''نہیں...... رات کو تو وہ بالکل ٹھیک تھے...... میں ابھی جا کر دیکھتی ہوں۔'' ردا بوکھلا کر بولی اور قدرے گھبرائی ہوئی کمرے کی طرف گئی۔

روحیل بخار سے کانپ رہا تھا۔ اسے کوئی ہوش نہیں تھا۔ ردا نے پریشان ہو کر روحیل کی پیشانی پر ہاتھ رکھا۔

''اوہ...... انہیں تو بہت تیز بخار ہے۔'' ردا ایک دم ہڑبڑا کر بولی۔

''کیا کریں؟'' ردا نے گھبرا کر ماں جی سے پوچھا۔

''میں عبید اور فضیلت کو فون کرتی ہوں۔ وہی آکر روحیل کو کسی ڈاکٹر کے پاس لے جائیں گے بے چارے دو دن کی چھٹی پر گئے تھے گھر اب آنا پڑے گا۔'' ردا نے ان کا نمبر ملایا مگر کسی نے کال نہیں لی۔

''وہ فون نہیں اٹھا رہے۔'' ردا نے پریشانی سے بتایا۔

''بیٹا! ایسا کرو پھر تم اپنے کسی بھائی کو ہی بلا لو۔'' ماں جی پریشانی سے بولیں۔

''ماں جی...... اگر آپ کہیں تو میں انہیں خود ہی اسپتال لے جاؤں؟'' ردا نے کہا۔

''نہیں...... نہیں...... تم نئی نویلی دلہن ہو اور اسپتال میں کئی مسئلے ہو سکتے ہیں۔ کوئی مرد ساتھ ہو تو اچھا ہے اور اتنی صبح کوئی اپنا ہی آ سکتا ہے۔'' ماں جی نے پریشانی سے کہا۔ ردا نے بخار میں کانپتے ہوئے روحیل کی طرف ایک نظر دیکھا اور فہام بھائی کا نمبر ملانے لگی۔

''ہیلو......'' کچھ بیلز جانے کے بعد فہام نے

نیند بھرے لہجے میں کہا۔
''فہام بھائی......!''
''ردا......تم ٹھیک تو ہوناں......!'' وہ ایک دم گھبرا کر بیٹھ گیا۔
''فہام بھائی وہ دراصل روحیل کو بہت تیز بخار ہے، انہیں ڈاکٹر کے پاس لے کر جانا ہے...اور ڈرائیور چھٹی پر ہے۔'' ردا نے پریشان ہو کر کہا۔
''تم......تم پریشان مت ہو......میں ابھی آ رہا ہوں۔ میں خود اسے ڈاکٹر کے پاس لے کر جاتا ہوں۔ میری جان تم فکر نہیں کرو۔'' فہام نے گھبرا کر بیڈ سے اٹھتے ہوئے کہا۔
''فہام بھائی آ رہے ہیں۔'' ردا نے موبائل آف کر کے ماں جی کو تسلی دی۔
''اللہ ان کا بھلا کرے......اور میرے روحیل پر رحم کرے۔'' ماں جی دعائیہ لہجے میں بولیں۔
ڈاکٹر کے کلینک میں روحیل چیکنگ بیڈ پر لیٹا بری طرح کانپ رہا تھا۔
ڈاکٹر اسٹیتھو اسکوپ سے اسے اچھی طرح چیک کرنے کے بعد اس کی آنکھیں کھول کھول کر چیک کر رہا تھا۔
''کیا انہیں ایسا بخار اس سے پہلے بھی کبھی ہوا ہے؟'' ڈاکٹر نے قدرے تشویش سے چیک کرتے ہوئے پوچھا تو فہام نے یک دم ردا کی طرف دیکھا۔
''معلوم نہیں......'' ردا نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔
''ڈاکٹر صاحب کوئی پریشانی کی بات تو نہیں؟'' فہام نے گھبرا کر پوچھا۔
''فی الحال میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ ان کے کمپلیٹ ٹیسٹ کرائیں اور جیسے ہی رپورٹس ملتی ہیں وہ مجھے ضرور دکھائیں۔ اس کے بعد میں فائنلی کچھ بتاؤں گا لیکن ابھی تو یہ میڈیسنز انہیں دے دیں۔ انشاءاللہ ٹھیک ہو جائیں گے۔'' ڈاکٹر نے ایک پیپر پر نسخہ لکھا اور فہام کو پکڑاتے ہوئے کہا۔
''گھبرانے کی کوئی بات نہیں، انشاءاللہ سب ٹھ ہو جائے گا۔''
''انشاءاللہ......'' ردا اور فہام نے بھی ای ساتھ کہا اور ڈاکٹر سے چند ہدایات لے کر وہ لو روحیل کو پکڑ کر گاڑی کی طرف لے جانے لگے۔

☆☆☆

شمیلہ کی آنکھ کھلی تو کمرے میں فہام موجود نہ تھا وہ حیران رہ گئی۔ ''آج مجھ سے پہلے اٹھ کر فہام کہ چلے گئے۔'' وہ لاؤنج میں آئی تو خدیجہ بیگم تسبیح پڑھ ہوئے آہستہ آہستہ ہل رہی تھیں۔
''خالہ جان......فہام کہاں ہیں، صبح صبح ا گئے۔'' شمیلہ نے تشویش زدہ لہجے میں پوچھا۔
''روحیل کی طبیعت ٹھیک نہیں......صبح ردا فون آیا تھا۔ فہام اسے لے کر اسپتال گیا ہے'' خدیجہ پریشانی سے بولی۔
''کیا شادی کے بعد بھی......ردا دُم چھلا بن ہمارے ساتھ رہے گی؟'' شمیلہ ایک دم غصے بھڑک اٹھی۔
''کیا مطلب ہے تمہارا؟'' خدیجہ بیگم کو غصہ آ گیا۔
''اب ردا ذرا ذرا سی باتوں پر بھائیوں کو بل کرے گی۔ شادی ہو گئی ہے اپنے مسئلے خود نمٹائے'' وہ غصے سے بولے جا رہی تھی۔
''تمہیں کیوں پرابلم ہو رہی ہے؟'' خدیجہ غصے سے ذرا بلند آواز میں شمیلہ سے کہا تو اسی وق عاصم اپنے کمرے سے نکل کر لاؤنج میں آیا اور ان باتیں سننے لگا۔
''کیا فہام صرف تمہارا شوہر ہے......مگر یہ یاد رکھو کہ تم سے پہلے وہ ردا کا بھائی اور میرا بیٹا ہے۔'' خدیجہ نہایت غصے سے بولیں۔
''ہاں نہ جانے کب تک یہ عذاب بھگتنا پڑ

گا۔'' وہ طنزیہ لہجے میں بڑبڑائی۔
''شمیلہ بھابی......آپ مما کے ساتھ کس لہجے میں بات کر رہی ہیں؟'' عاصم نے آگے بڑھ کر بہ مشکل اپنے غصے پر قابو پایا۔
''عاصم بیٹا! تم اندر جاؤ۔'' مما نے گھبرا کر عاصم سے کہا۔
''میری سچی باتیں تم لوگوں کو اتنی کڑوی کیوں لگتی ہیں؟'' شمیلہ نے عاصم کو غصے سے دیکھ کر کہا۔
''اس لیے کہ آپ کی کچی باتیں انتہائی واہیات اور گھٹیا ہوتی ہیں۔'' وہ بھی دوبدو بولے گیا۔
''شٹ اپ......'' شمیلہ نے غصے سے ڈانٹتے ہوئے کہا اور پاؤں پٹختے ہوئے اندر چلی گئی۔
''لگتا ہے، یہ پہلے بھی آپ سے یونہی بدتمیزیاں کرتی رہی ہیں۔ کیا آپ نے فہام بھائی کو کبھی کچھ بتایا؟'' عاصم نے ماں کی طرف دیکھ کر پوچھا۔
''نہیں......'' وہ ایک سرد آہ بھر کر رہ گئیں۔
''اب میں ہی انہیں بتاؤں گا۔'' عاصم نہایت غصے سے بولا۔
''نہیں بیٹا، فہام کو کچھ مت بتانا......اگر اسے پتا چل گیا تو بہت گڑبڑ ہو جائے گی اور شمیلہ پھر ہمیں ہی الزام دے گی۔'' انہوں نے بیٹے کے آگے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا۔
''بھابی یہ سب کیوں کر رہی ہیں؟'' وہ حیرت میں تھا۔
''وہ بڑی گہری چال چل رہی ہے۔ بس اللہ ہی ہمیں بچائے۔'' خدیجہ آہ بھر کر رہ گئیں تو عاصم پریشان ہو کر ماں کی طرف دیکھنے لگا۔

☆☆☆

روحیل بیڈ پر آنکھیں بند کیے لیٹا تھا۔ ماں جی اور ردا اس کے پاس ہی بیٹھی تھیں۔ فہام میڈیسنز کا لفافہ پکڑے اندر آیا۔
''یہ میڈیسنز......روحیل کو ٹائم پر دے دینا۔''

ابھی کچھ پھول کِھلنے ہیں

ابھی کچھ اور دیکھو تم
ابھی کچھ اور جانو تم
ابھی موسم بدلنا ہے
ابھی سورج نکلنا ہے
ابھی برف کے تودوں کو
پہاڑوں سے پگھلنا ہے
پگھلنا ہے ابھی چاندنی کو پانی میں
اترنا ہے ابھی سونا کرنوں کی روانی میں
ابھی تو اس جھیل کے اوپر کنول کے پھول کِھلنا ہے
ابھی اس کے کناروں پر
کسی اجنبی دیس کے پنچھیوں کو بھی اترنا ہے
ابھی کچھ پھول کھلنے ہیں
ابھی کچھ زخم سلنے ہیں
ابھی تو منتظر ہیں ہم کسی اچھی نشانی کے
بہت کردار باقی ہیں ابھی اپنی کہانی کے
میری جاں میری مانو تم
کہ جانے کی نہ ٹھانو تم
ابھی کچھ اور جانو تم
ابھی کچھ اور ٹھہرو تم

شاعر: سعد اللہ شاہ
مرسلہ: سامعہ تبسم، ملتان

فہام نے ردا کو میڈیسنز دیتے ہوئے کہا۔ ”ڈاکٹر نے انجیکشنز لگائے ہیں اب ٹمپریچر کچھ کم ہے۔“ فہام نے آگے بڑھ کر روحیل کے ماتھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

”کیا روحیل کو پہلے بھی کبھی ایسا ٹمپریچر ہوا ہے؟“ فہام نے ماں جی سے پوچھا۔

”ہاں، کبھی کبھار ...... کیوں؟“ ماں جی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

”آپ فکر نہیں کریں بس یونہی پوچھ رہا ہوں۔ بہت جلد ٹھیک ہوجائے گا انشاءاللہ...... اب میں چلتا ہوں۔“ فہام نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”بیٹا آپ کا بہت شکریہ...... جو اتنی صبح، صبح آگئے۔“ ماں جی نے تشکرانہ لہجے میں کہا۔

”شکریے کی کوئی بات نہیں.... میری ردا پریشان ہو تو کیا میں سکون سے رہ سکتا ہوں۔ کوئی پرابلم ہو تو مجھے فون کردینا۔“ فہام نے ردا کو اپنے ساتھ لگاتے ہوئے کہا تو اس نے مسکرا کر سر ہلایا اور فہام کو چھوڑنے دروازے تک آئی۔

”تم...... اپنے فہام بھائی کو تھینک یو کہہ رہی ہو...... وری بیڈ...... آئندہ یہ نہیں سنوں گا۔“ فہام مصنوعی خفگی سے بولا تو ردا آہستہ سے مسکرادی۔

”ردا! تم اس گھر میں خوش تو ہوناں؟“ فہام نے ایک دم موڈ بدل کر سنجیدگی سے پوچھا۔

”جی...... جی فہام بھائی۔“ ردا نے بھائی کو تسلی دی۔

”اور...... روحیل کا رویہ تمہارے ساتھ کیسا ہے؟“ فہام نے پوچھا۔

”وہ بھی ٹھیک ہیں۔“ ردا نے نظریں چراتے ہوئے کہا۔

”دیکھو مجھ سے کبھی کچھ مت چھپانا۔“ فہام نے اسے بغور دیکھتے ہوئے کہا، ایک مرتبہ پھر اپنے ساتھ لگا کر سر پر پیار کیا اور خدا حافظ کہہ کر باہر کی جانب قدم بڑھائے۔ ردا گیٹ تک بھائی کو جاتا دیکھتی رہی پھر نمناک آنکھیں لیے واپس آگئی۔

”تمہارے بھائی تم سے کتنی محبت کرتے ہیں۔“ ماں جی نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

”جی ہاں......“ ردا نے مسکرا کر جواب دیا۔

”اللہ انہیں سلامت رکھے۔“ ماں جی نے دعائیہ لہجے میں کہا اور ردا آمین کہتے ہوئے روحیل کے پاس چلی گئی۔

☆☆☆

فہام قدرے تھکے ہوئے انداز میں گھر لوٹا تو شمیلہ کا موڈ بہت آف پایا۔

”شمیلہ...... کیا بات ہے؟“ فہام کے اتنا پوچھنے پر وہ سسکیاں بھرنے لگی۔

”فہام پلیز اس گھر میں میرا اسٹیٹس متعین کریں کہ میں کیا ہوں، جس کا دل چاہتا ہے میری بے عزتی کردیتا ہے۔“ شمیلہ نے بے حد شکایتی لہجے میں کہا۔

”کس نے تمہاری بے عزتی کی ہے؟“ فہام نے پوچھا تو وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی اور کہا۔

”عاصم نے......“

”عاصم نے کیوں؟“ فہام نے استفہامیہ انداز میں پوچھا۔

”آپ کو صبح، صبح کمرے میں نہ پا کر میں نے خالہ جان سے بس یہی پوچھا کہ آپ کہاں گئے ہیں۔ عاصم فوراً بولا آپ کیا فہام بھائی کی جاسوسیاں کرتی رہتی ہیں۔ بس وہ بہت فضول باتیں کرنے لگا۔ فہام اس نے میری بہت انسلٹ کی ہے۔“ شمیلہ نے منہ بنا کر روتے ہوئے کہا۔

”کیا عاصم نے یہ سب کہا ہے؟ میں ابھی اس سے پوچھتا ہوں۔“ فہام فوراً کمرے سے باہر جانے لگا تو شمیلہ آگے بڑھی۔

”فہام...... آپ کو میری قسم...... اس سے کچھ نہیں پوچھنا۔ وہ اور خالہ جان کہیں گے کہ میں نے آپ کو پٹی پڑھائی ہے۔“ وہ فہام کا ہاتھ پکڑتے

ہوئے بولی۔

”اس میں پٹی پڑھانے کی کیا بات ہے۔ ظاہر ہے تم جو کچھ کہہ رہی ہو...... جھوٹ تو نہیں کہہ رہی ہو ناں...... میں ابھی پوچھتا ہوں۔“ فہام نے خفگی سے کہا تو وہ گھبرا کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگی۔

”نہیں...... نہیں چھوڑیں فہام، دفع کریں، عاصم ابھی بچہ ہے۔ آپ یہ بتائیں کہ روحیل کی طبیعت اب کیسی ہے؟“ وہ فہام کا ہاتھ پکڑ کر بات بدلتے ہوئے کہنے لگی۔

”اب کچھ ٹھیک ہے۔“ فہام نے گہری سانس لے کر کہا۔

”آپ مجھے بھی ساتھ لے جاتے۔ ردا بے چاری اکیلی پریشان ہو رہی ہوگی۔“ وہ مصنوعی فکر مندی دکھانے لگی۔

”تم سو رہی تھیں، اس لیے تمہیں اٹھانا مناسب نہیں سمجھا۔“

”اب آپ ریسٹ کریں بہت تھک گئے ہوں گے۔ میں ابھی ردا کو فون کرکے پوچھتی ہوں اور اسے تسلی بھی دیتی ہوں۔“ شمیلہ نے کہا تو وہ تھکے ہوئے انداز میں بیڈ پر لیٹ گیا اور شمیلہ معنی خیزی سے مسکراتی ہوئی کمرے سے باہر چلی گئی۔

☆☆☆

”کیا بات ہے، عاصم آج تم بہت خاموش ہو؟“ رات کے کھانے پر اس قدر خاموشی تھی کہ حاتم کو کچھ عجیب سا لگا اس نے عاصم کو مخاطب کیا۔

”کبھی کبھی خاموش رہنا ہی اچھا ہوتا ہے۔“ عاصم نے خفگی سے کہا تو فہام نے چونک کر اسے دیکھا اور شمیلہ نے فہام کو۔

”لیکن بھائی...... تم خاموش اچھے نہیں لگتے۔“ حاتم مسکراتے ہوئے بولا۔

”خاموشی اچھی ہوتی ہے۔ اس سے کم از کم دوسروں کے ساتھ بدتمیزی کی نوبت تو نہیں آتی۔“ فہام نے سنجیدگی سے کہا۔

”کس نے کس کے ساتھ بدتمیزی کی ہے؟“ عاصم نے ایک دم چونک کر پوچھا۔

”آپ لوگ کھانا کھائیں۔ یہ کس طرح کی ڈسکشن کررہے ہیں۔“ شمیلہ نے گھبرا کر فہام کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو عاصم نے پلٹ کر مما کی طرف دیکھا انہوں نے آنکھوں کے اشارے سے اسے خاموش رہنے کو کہا۔ عاصم کھانا چھوڑ کر اٹھنے لگا۔

”عاصم کہاں جارہے ہو، کھانا تو پورا کھالو۔“ شمیلہ نے عاصم کی پلیٹ کی طرف دیکھ کر نرمی سے کہا۔

”ویسے آپ ٹرکس بہت اچھے کھیلتی ہیں۔“ عاصم نے نہایت طنزیہ انداز میں کہا۔

”شٹ اپ...... عاصم! تمیز سے بات کرو، یہ تمہاری بھابی ہے۔“ فہام نے انتہائی غصے کے عالم میں عاصم کو ڈانٹتے ہوئے کہا تو سب نے حیرت سے فہام کی طرف دیکھا۔ ”لگتا ہے مجھے ہی تمہیں تمیز سکھانی پڑے گی۔“ فہام نے غصے سے کہا۔

”کیا......؟“ عاصم نے حیرت سے آنکھیں پھیلا کر کہا اور اس کی آنکھوں میں نمی سی تیرنے لگی پھر وہ وہاں رکا نہیں۔ خدیجہ بیٹے کو آوازیں دیتی رہ گئیں۔

”عاصم، عاصم کہاں جارہے ہو۔ ”کھانا تو کھالو۔“

”مما...... پلیز عاصم کو کچھ تمیز سکھائیں، بہت... بدتمیز ہورہا ہے۔ بڑوں کی عزت کا ذرا خیال نہیں۔“ فہام نے ماں سے کہا۔

”اس سے پہلے تو تمہیں وہ ایسا کبھی نہیں لگا تھا۔ اب ہی کیوں بدتمیز لگنے لگا ہے؟“ انہوں نے خفگی سے بہو کی طرف دیکھ کر کہا اور وہاں سے اٹھ کر چلی گئیں۔

”فہام میں نے آپ کو اسی لیے بات کرنے سے منع کیا تھا...... اب دیکھ لیا آپ نے...... خالہ جان یہی سمجھ رہی ہیں کہ میں نے ہی آپ کو بھڑکایا ہے۔“ شمیلہ ایک دم آنکھوں میں آنسو بھر کر بولی۔

”افوہ......کیا مصیبت ہے؟“ فہام نے جھنجلا کر اٹھتے ہوئے کہا اور وہاں سے چلا گیا۔

”یہ سب کیا ہو رہا ہے؟“ حاتم نے حیرت سے پوچھا۔

”عاصم، خالہ جان کے ساتھ بدتمیزی کر رہا تھا۔ میں نے اسے سمجھانا چاہا تو الٹا مجھ سے ہی ناراض ہو گیا۔“ شمیلہ شکایتی لہجے میں بولی۔

”کیا عاصم...... مما کے ساتھ بدتمیزی کر رہا تھا...... اس کا دماغ تو میں ابھی درست کرتا ہوں۔“ حاتم نے غصے سے اٹھتے ہوئے کہا۔ شمیلہ بھی گھبرائی ہوئی اس کے پیچھے چلی گئی۔

☆☆☆

عاصم نے اپنے کمرے کا دروازہ بند کر رکھا تھا۔ خدیجہ، عاصم کے کمرے کے باہر کھڑی اس کا دروازہ زور زور سے بجا رہی تھیں۔

”عاصم...... بیٹا...... دروازہ کھولو، بیٹا میری بات تو سنو۔“ وہ بہت پریشان ہونے لگیں اتنے میں حاتم بھی وہاں آ گیا۔

”مما......ایک تو وہ آپ کے ساتھ بدتمیزیاں کرنے لگا ہے اور اب آپ ہی اسے منانے آ گئی ہیں۔“ حاتم خفگی سے کہا تو اسی لمحے عاصم دروازہ کھول کر بھائی کی بات سننے لگا۔

”کیا، کیا...... مما کے ساتھ کون بدتمیزی کرتا ہے؟“ عاصم نے حیرت اور خفگی سے پوچھا۔

”تم ......اور کون ؟“ حاتم نے غصے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔

”نہیں بیٹا...... عاصم نے تو مجھ سے کوئی ایسی بات نہیں کیا......کوئی بدتمیزی نہیں کی۔“ انہوں نے حیرت سے کہا۔

”آپ پردہ مت ڈالیں، میں سب جان گیا ہوں۔“ وہ خفگی سے بولا۔

”آپ کیا جان گئے ہیں ؟“ عاصم نے چونک کر پوچھا تو اسی لمحے شمیلہ قدرے گھبرائی ہوئی وہاں آ گئی اور ان کی باتیں سن کر مزید گھبرا گئی۔

”حاتم پلیز......“ شمیلہ نے حاتم کو روکتے ہوئے کہا۔

”شمیلہ بھابی نے مجھے سب بتایا ہے۔“ حاتم نے اس کی بات نظر انداز کر کے غصے سے کہا۔

”میں نے تو ......وہ......“ شمیلہ نے بری طرح گھبرا کر بہ مشکل تھوک نگلتے ہوئے کہا۔

”اوہ......تو یہ آگ بھی آپ نے لگائی ہے۔“ عاصم نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

”عاصم شرم کرو تم بڑی بھابی سے کس لہجے میں بات کر رہے ہو۔“ حاتم نے غصے اسے ڈانٹتے ہوئے کہا۔

”شرم مجھے نہیں، انہیں کرنی چاہیے۔“ عاصم نے شمیلہ کو دیکھتے ہوئے کہا۔

”شٹ اپ...... عاصم تم حد سے بڑھ رہے ہو۔“ شمیلہ نے ایک دم غصے سے تقریباً چلاّتے ہوئے کہا۔

”حد میں تو آپ نہیں ہیں۔“ وہ مزید غصے سے بولا۔

”عاصم ......اندر جاؤ ورنہ......“ حاتم نے اسے غصے سے ڈانٹتے ہوئے کہا تو اس نے غصے سے حاتم اور شمیلہ کی طرف دیکھا اور زور سے دروازہ بند کر دیا۔

”حاتم بس کرو اب بہت تماشا ہو گیا۔“ حاتم وہاں سے چلا گیا تو خدیجہ بیگم بہو سے مخاطب ہوئیں۔

”تم اپنی حرکتوں سے باز آ جاؤ شمیلہ ورنہ مجھے ریحانہ سے شکایت کرنا پڑے گی۔“ انہوں نے غصے سے شمیلہ کی طرف دیکھ کر کہا۔

”کیا...... آپ مجھے دھمکی دے رہی ہیں؟“ شمیلہ نے نہایت غصے سے کہا۔

”دھمکی...... اور میں......؟ تم تو میرے پر کاٹ کر مجھے کمزور کر رہی ہو...... میں کیا دھمکی دوں گی۔“ خدیجہ نے زخمی مسکراہٹ سے آہ بھر کر کہا تو شمیلہ غصے سے انہیں دیکھتے ہوئے اور پاؤں پٹختے ہوئے وہاں سے چلی گئی۔

☆☆☆

روحیل کی طبیعت اب کافی بہتر تھی۔ اس کی بلڈ رپورٹس بھی نارمل تھیں۔ ماں جی نے خدا کا شکر ادا کیا، وہ روحیل کی بیماری کے سارے عرصے بہت پریشان رہی تھیں ساتھ ہی ساتھ انہوں نے ردا کو روحیل کی دل و جان سے خدمت کرتے دیکھا تو خاصی مطمئن تھیں کہ ان کے بعد ردا، روحیل کا خیال رکھے گی۔ ردا اب دیگر گھریلو امور بھی بڑی مہارت سے انجام دینے لگی تھی۔ ماں جی شکر ادا کرتے نہیں تھکتی تھیں۔

اس روز جب روحیل آفس سے لوٹا تو ماں جی کچھ سوچے بیٹھی تھیں۔ شام کی چائے سے فارغ ہو کر بیٹے کے پاس آ بیٹھیں، ردا کچن میں تھی۔

”تم کچھ روز کے لیے ردا کو ناردرن ایریاز ....گھمانے کے لیے لے جاؤ۔ بیٹا یہی تو خوشیوں کے دن ہوتے ہیں جو ہمیشہ یاد رہتے ہیں۔ ردا تو کچھ کہتی نہیں...... اس لیے اس کی جگہ میں تم سے یہ فرمائش کر رہی ہوں۔“ ماں جی نے مسکرا کر ردا کی طرف دیکھ کر کہا جو اسی وقت لاؤنج میں ان کے قریب آ کر بیٹھی تھی۔

”نہیں ،نہیں میں آپ کو چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤں گا۔“ روحیل جلدی سے بولا۔

”تم میری فکر نہ کرو، میں فضیلت کو مستقل بلا لوں گی لیکن تم دونوں چلے جاؤ۔ مہینے سے زیادہ ہو گیا شادی کو بہو کو کچھ تو گھماؤ پھراؤ...... بے چاری پر آتے ہی گھر کی ذمے داریاں پڑ گئی ہیں۔“ ماں جی نے مصنوعی خفگی سے کہا۔

”آپ جانتی ہیں آپ کے بغیر میں کوئی خوشی انجوائے نہیں کر سکتا۔“

”اور میری خوشی یہی ہے کہ تم دونوں گھومنے پھرنے جاؤ۔ بس اسے میرا حکم سمجھو۔“ ماں جی نے مسکرا کر اس کے سر پر پیار دیتے ہوئے کہا۔

”ماں جی۔ آپ حکم کا کہہ کر مجھے باؤنڈ کر دیتی ہیں۔ ٹھیک ہے پھر کچھ روز کے لیے ہم مری چلے جاتے ہیں۔“

”مری......؟“ ردا، روحیل کی بات پر ایک دم چونک کر بولی۔

”ہاں بھئی، میں صرف مری کا ٹرپ افورڈ کر سکتا ہوں۔ سوئٹزرلینڈ کا نہیں...... حاتم نے جو تمہیں ٹکٹس دیے تھے وہ انہیں واپس کر دینا۔ میں اتنے luxurious ٹرپس افورڈ نہیں کر سکتا۔“ روحیل نے وہاں سے جاتے ہوئے کہا تو ردا بس اسے دیکھتی رہ گئی۔

”بیٹا...... شوہر اپنی کمائی سے بیوی کو جو کچھ کھلائے پلائے اسی میں عزت ہوتی ہے نہ کہ میکے سے کچھ لینے میں...... بیٹا تم اس فرق کو سمجھو...... روحیل ان باتوں کو بالکل پسند نہیں کرتا۔“ ماں جی نے نرمی سے اسے سمجھاتے ہوئے کہا تو ردا نے دھیرے سے مسکرا کر مثبت انداز میں سر ہلایا۔

☆☆☆

شمیلہ قدرے تیزی سے اپنے کمرے میں داخل ہوئی تو فہام فیکٹری جانے کے لیے تیار ہو رہا تھا۔ وہ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑا ہو کر بالوں میں جیل لگا کر برش کر رہا تھا کہ شمیلہ اس کے پاس سے گزر کر وارڈروب کی طرف گئی۔

”آر یو او کے ؟ کیا بات ہے کچھ جلدی میں ہو۔“ فہام نے حیرت سے پوچھا۔

”سنیں آپ مجھے سعدیہ باجی کی طرف ڈراپ کر دیں۔“ شمیلہ نے اٹھلا کر کہا۔

”کیوں بھئی؟ کیا یہ اچانک پروگرام بنا ہے۔“ فہام نے یک دم چونک کر پوچھا۔

”ہاں...... میرا ان سے ملنے کو بہت دل چاہ رہا ہے۔“

”ایز یو وش...... ویسے کوئی اور بات تو نہیں اور تم نے کیا مما سے پوچھ لیا ہے؟“ فہام نے اس سے پوچھا۔

”اب اپنی کزن کے گھر جانے کے لیے بھی مجھے ان سے پوچھنا ہوگا۔“شمیلہ نے خفگی سے کہا۔

”وہ گھر کی بڑی ہیں......انہیں بتانا تو چاہیے ناں!“فہام نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

”بس چھوڑیں مجھے کہیں نہیں جانا۔“شمیلہ نے بیگ بیڈ پر پھینکتے ہوئے کہا۔

”اچھا موڈ آف مت کرو، میں ہی انہیں بتادوں گا۔“ وہ مسکرا کر بولا۔

”چلیں، میں ہی بتا کر آتی ہوں۔“شمیلہ نے کچھ سوچتے ہوئے کہا اور کمرے سے باہر چلی گئی۔

☆☆☆

زاہدہ کچن میں ناشتے کے برتن سمیٹنے میں مصروف تھی...... شمیلہ کچن میں آئی اور اسے کام کرتے دیکھ کر اس کے قریب آگئی۔

”زاہدہ ......آج میں اپنی ایک دوست کی طرف جارہی ہوں۔ایسا کرو، تم خالہ جان کو بتادینا۔“شمیلہ نے کہا۔

”تو آپ خود بتادیں۔“زاہدہ نے چونک کر کہا۔

”دراصل وہ اپنے کمرے میں سورہی ہیں۔“ شمیلہ نے گول مول جواب دیا۔

”نہیں...... وہ تو ابھی لاؤنج میں ہی تھیں۔“ زاہدہ نے کہا۔

”تمہیں جو کہا ہے تم نے سنا نہیں۔“ اب کے وہ غصے سے بولی۔

”سن لیا ہے، بتادوں گی۔“ زاہدہ نے شمیلہ کی طرف غصے سے دیکھ کر کہا۔

”تم بہت زبان چلانے لگی ہو...... بہت بدتمیز ہورہی ہو۔“شمیلہ غصے سے بولی تو زاہدہ نے حیرت سے اسے دیکھا اور دوبارہ کام میں مصروف ہوگئی......اور شمیلہ غصے سے اسے گھورتے ہوئے کچن سے باہر چلی گئی۔

☆☆☆

ردا اپنے کمرے میں وارڈ روب کھولے کھڑی تھی اور اس میں سے کپڑے نکال، نکال کر بیڈ پر رکھے بیگ میں ڈال رہی تھی جبھی روحیل کمرے میں داخل ہوا۔

”یہ تم نے اتنے ڈھیر کپڑے کس لیے نکالے ہیں، بھئی ہم صرف تین چار دن کے لیے مری جارہے ہیں......تم دو تین اپنے اور ایک دو میرے ڈریسز رکھو...... اور کچھ گرم کپڑے لے لو بس۔“ روحیل، ردا کی طرف دیکھ کر حیرت سے بولا۔

”بس......صرف تین، چار دن؟“ ردا حیران رہ گئی۔

”تو کیا تمہارا وہاں ٹھہرنے کا لمبا چوڑا پروگرام ہے؟“ روحیل ماتھے کی تیوری چڑھا کر بولا تو ردا اسے دیکھتی رہ گئی اور اسے یاد آیا کہ کس طرح وہ اسکول، کالج کے زمانے میں اپنی کزنز کے ساتھ ہفتوں رہنے کے لیے مری اور شمالی علاقہ جات جایا کرتی تھی۔اسے کسی سوچ میں ڈوبا دیکھ کر روحیل اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولا۔

”دیکھو...... میں ماں جی کو زیادہ دیر اکیلا نہیں چھوڑ سکتا اور یہ بھی میں ماں جی کے حکم پر تمہیں لے کر جارہا ہوں ورنہ۔“ روحیل نے اس کی طرف بغور دیکھ کر سنجیدگی سے کہا۔

”ورنہ......کیا؟“ ردا نے چونک کر پوچھا۔

”کبھی نہیں لے کر جاتا۔“ وہ گہری سانس لے کر بولا تو ردا بے دلی سے بیگ میں سے زائد کپڑے نکال کر وارڈ روب میں واپس رکھنے لگی۔

”پیکنگ مکمل کرلو۔کل صبح ہی ہماری اسلام آباد کی فلائٹ ہے۔“ روحیل نے اس کی طرف بغور دیکھ کر کہا تو وہ خاموشی سے پیکنگ کرنے لگی۔

☆☆☆

زاہدہ لاؤنج میں ڈسٹنگ میں مصروف تھی۔گھر میں ہر طرف گہری خاموشی چھائی تھی جبھی خدیجہ اپنے کمرے سے نکل کر لاؤنج میں آبیٹھیں۔

”بیگم صاحبہ آپ کیوں بے وقت سورہی تھیں۔طبیعت تو ٹھیک ہے آپ کی؟“ زاہدہ نے خدیجہ کو آتا دیکھ کر فوراً پوچھا۔

”میں کب سو رہی تھی۔“ خدیجہ چونک کر بولیں۔

”وہ شمیلہ بھابی تو کہہ رہی تھیں کہ آپ سورہی ہیں۔“زاہدہ نے دھیرے سے کہا۔

”کیا......؟ میں تو اپنے کمرے میں قرآن پاک پڑھ رہی تھی۔تبھی آکر دیکھ لیتیں۔“ خدیجہ نے کہا۔

”اللہ معاف کرے...... وہ اتنا جھوٹ بولتی ہیں۔“زاہدہ نے حیرت سے چیخ مارتے ہوئے کہا۔

”کیا مطلب...... اس نے تم سے اور کیا کہا ہے؟“خدیجہ پوچھنے لگیں۔

”وہ اپنی دوست کے ہاں گئی ہیں اور مجھ سے کہنے لگیں کہ آپ کو بتادوں۔ میں نے کہا کہ خود ہی بتادیں تو کہنے لگیں کہ آپ سورہی ہیں۔“زاہدہ نے خدیجہ کے قریب آکر کہا۔

”خدا ہی جانے...... یہ لڑکی کیا چیز ہے؟“ وہ گہری سانس لے کر بولیں۔

”شادی سے پہلے وہ بالکل بھی ایسی نہیں تھیں اور اب ایسا روپ بدلا ہے کہ میں حیران ہوکر انہیں دیکھتی رہ جاتی ہوں۔“ زاہدہ نے خفگی سے کہا۔

”شادی سے پہلے تک اس نے بہت ہوشیاری سے اپنے آپ کو چھپائے رکھا اور اب ہم اپنے آپ کو اس سے چھپاتے رہتے ہیں۔“ خدیجہ نے آہ بھر کر افسردگی سے کہا۔

”بیگم صاحبہ...... جب سے وہ اس گھر میں آئی ہیں...... گھر کا سکون، خوشی اور قہقہے کہیں گم ہوگئے ہیں۔“ زاہدہ نے ان کے قریب آکر افسردگی سے کہا۔

”ہاں...... کچھ لوگ ایسے ہی سبز قدم ہوتے ہیں، جہاں جاتے ہیں، وہاں سکون رہتا ہے اور نہ ہی خوشی۔“ خدیجہ نم آنکھوں سے بولیں۔

☆☆☆

شمیلہ ماں کے پاس بیٹھی بری طرح آنسو بہا رہی تھی۔

”خدا کے لیے چپ ہوجاؤ اور مجھے بتاؤ بات کیا ہے۔کیا تمہیں کسی نے کچھ کہا ہے؟“ ریحانہ نے شمیلہ کو چپ کراتے ہوئے کہا۔

”کچھ......؟ مما وہاں تو ہر وقت سب لوگ کچھ نہ کچھ کہتے رہتے ہیں اور سب سے بڑھ کر خالہ جان مجھ پر ایسا ایسا طنز کرتی ہیں کہ کیا بتاؤں۔“شمیلہ نے غصے سے ماں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”کیا......آپا......تم پر طنز کرتی ہیں، مجھے یقین نہیں آرہا۔“ ریحانہ نے انتہائی حیرت سے کہا۔

”آپ کو تو بہن کی محبت نے اندھا کر رکھا ہے۔آپ کو یقین کیوں آئے گا۔“شمیلہ نے خفگی سے منہ بنا کر کہا۔

”آپ بتائیں میں کہاں جاؤں! کس کو بتاؤں کہ ان لوگوں نے میری زندگی کس کس طرح عذاب میں ڈال رکھی ہے۔“شمیلہ نے سسکی بھر کر قدرے جذباتی انداز میں کہا۔

”مگر...... کیوں......؟“ ریحانہ نے پریشان ہوکر اس کی طرف دیکھ کر کہا۔

”مجھے تو یوں لگتا ہے کہ وہ آپ کا کوئی بدلہ مجھ سے لے رہی ہیں۔“شمیلہ نے روتے ہوئے بولی۔

”میرا بدلہ...... کیا مطلب؟“ ریحانہ نے چونک کر کہا۔

”ہاں...... وہ اکثر باتوں باتوں میں مجھے سناتی رہتی ہیں کہ آپ نانا، نانی کی زیادہ لاڈلی تھیں......اور خالہ کی بھی پسند کی چیزیں آپ کو ملا کرتی تھیں......“ شمیلہ غصے سے جانے کیا، کیا کہہ رہی تھی۔

”کیا......آپا ان معمولی باتوں کو ابھی تک لے کر بیٹھی ہیں۔“ وہ انتہائی حیرت سے بولیں۔

''اور وہی معمولی باتیں اب میرے لیے عذاب بنی ہوئی ہیں۔ جب فہام، حاتم اور عاصم ایسی باتیں کرتے ہیں...... اور میں انہیں منع کرتی ہوں تو خالہ جان مجھ پر طنز کرتی ہیں کہ تمہاری ماں بھی یہی کچھ کرتی تھی۔'' شمیلہ بلا کی اداکاری کر رہی تھی۔

''اچھا، میں آپا کو ایسا نہیں سمجھتی تھی...... میں تو اپنی اولاد سے زیادہ ان سے محبت کرتی ہوں اور وہ میرے بارے میں ابھی تک بدگمان ہیں۔'' ریحانہ بڑبڑائیں۔

''میں تو یہی بتانے آئی ہوں کہ آپ ان کی کسی بات پر یقین نہیں کیجیے گا چاہے وہ میرے بارے میں کچھ بھی کہیں، وہ ہم دونوں کو بھی ایک دوسرے سے...... بدگمان کرنا چاہتی ہیں۔'' شمیلہ نے آنکھیں گھما کر نہایت چالاکی سے کہا۔'' اچھا اب میں ذرا سعدیہ باجی کے ہاں جا رہی ہوں۔'' شمیلہ نے اٹھتے ہوئے کہا۔

''کیوں......؟'' انہوں نے ایک دم اسے اٹھتا دیکھ کر پوچھا۔

''ایک ضروری کام ہے، اور ہاں کسی کو مت بتایئے گا کہ میں آپ کے پاس آئی تھی۔'' شمیلہ نے جلدی سے کہا اور باہر چلی گئی۔ وہ حیرت سے اسے دیکھتی رہ گئیں۔ انہیں یقین نہیں آ رہا تھا کہ شمیلہ جو کچھ کہہ کر گئی ہے اس میں کس حد تک صداقت ہے۔

☆☆☆

کیا کھودیا ان راہوں پر
کیا پالیا ان راہوں میں
خون آنکھوں سے ٹپکا ہے
کچھ دل پر بھی زخم آئے ہیں

یمنیٰ اسپتال سے گھر شفٹ ہو چکی تھی مگر اس کی حالت ٹھیک نہیں تھی۔ وہ کومے میں تو نہیں تھی مگر اس کی حالت کومے والی ہی تھی۔ وہ ارد گرد سے بے خبر ٹکٹکی باندھے چھت کو دیکھتی رہتی۔ کسی سے کوئی بات کرتی نہ کسی کی بات کا جواب دیتی۔ یوں سنتی جیسے سنا ہی نہیں ہو۔ کبھی اس کی آنکھوں سے ایک دو
آنسو بہنے لگتے اور کبھی وہ دہاڑیں مار مار کر رونے
لگتی۔ ایمن اور جمال صاحب اس کی وجہ سے بہ
پریشان تھے۔ کئی اسپیشلسٹ سے مشورہ کر رہے تھے
مگر ڈاکٹر بھی بے بس تھے، کوئی بھی اس کی ا
اندرونی کیفیت کو نہیں جان سکتا تھا سوائے اس کے
اور اس کے خدا کے...... ایمن اس کے کھانے پینے او
میڈیسنز کا خیال رکھتیں اس سے مختلف باتیں کرتیں
اور سوالات کرتیں مگر وہ کوئی جواب نہیں دیتی۔ ایمن
تھک ہار کر رہ جاتیں انہیں یوں لگتا جیسے یمنیٰ ایک
زندہ لاش بن گئی ہو۔ دبلی پتلی وہ پہلے ہی تھی مگر اب
مزید ہڈیوں کا ڈھانچا بن گئی تھی۔

''یمنیٰ بیٹے...... اپنی حالت تو دیکھو...... کتنی
کمزور ہو گئی ہو، بالکل ہڈیوں کا ڈھانچہ بنتی جا رہی
ہو...... کچھ تو کھالو میری جان۔'' ایمن جب بھی محبت
سے اسے کچھ کھانے کے لیے کہتیں تو یمنیٰ کے کانوں
میں آزر کے الفاظ گونجتے۔''چھچھوندر، چمگادڑ، کالا
چڑیل تم اور محبت کے قابل؟'' وہ سسکی بھرتی ایمن
اس کی اندرونی کیفیات سے بے خبر اسے بولنے
چالنے پر مجبور کرتی رہتیں اور یمنیٰ کے دل و دماغ میں
حادثے سے پہلے کے تمام واقعات گھومنے لگتے
اپنے حواسوں میں تھی مگر نہ جانے کیوں ظاہری طور پر
بت بنی لیٹی یا بیٹھی رہتی۔ کبھی اسے یک دم ا
آنکھوں کے سامنے نقاب میں لپٹا حمنہ کا خوب
صورت چہرہ دکھائی دیتا...... اور اس کی قابل رحم
حالت...... جب اس نے اسے آزر کے کمرے میں بری
طرح روتے، چلاتے اور ڈرتے ہوئے دیکھا تھا
اس کی آنکھوں میں یمنیٰ کے لیے بے شمار شکوے
تھے۔ وہ بے ضرر اور معصوم سی لڑکی خوامخواہ
آزر کی ہوس کا نشانہ بنی تھی۔ اس کے لیے یمنیٰ
آپ کو ہی قصوروار سمجھتی تھی۔ حمنہ اس کے ساتھ نہیں
جا رہی تھی...... مگر وہ اسے زبردستی اپنے ساتھ لے

گئی۔ حمنہ اسے منع کرتی تھی کہ وہ آزر پر اتنا اعتبار نہ کرے مگر وہ تو اس کی محبت میں اندھی ہو گئی تھی اس نے تو آزر سے انتہائی شدید سچی اور پُرخلوص محبت کی تھی۔ اس لیے وہ اس پر اندھا اعتماد کرتی تھی۔ کسی بھی لمحے کوئی منفی سوچ اس کے ذہن میں نہیں آتی تھی بلکہ حمنہ کے کہنے پر اسے حمنہ پر غصہ آیا تھا مگر آزر پر نہیں...... اب اس کے اندر ایک طوفان برپا تھا۔ آزر کی بے وفائی کا اور حمنہ کی ناحق موت کا...... اور وہ یہ بات کسی سے نہیں کہہ سکتی تھی۔ اس کے پاس اب سوائے پچھتاوؤں اور آنسوؤں کے کچھ باقی نہیں تھا۔ جمال صاحب نے اپنے طور پر آزر کی تلاش جاری رکھی ہوئی تھی مگر اس کا کوئی سراغ نہیں مل رہا تھا۔ حمنہ کے چچا فواد کو انہوں نے بہت منت سماجت کر کے روک رکھا تھا کہ وہ اس بات کو پولیس میں نہیں لے کر جائیں لیکن ان کے پورے خاندان کے لیے حمنہ کی موت ایک سوال بنی ہوئی تھی اور خاص طور پر عمر کو تو کسی پل چین نہیں آ رہا تھا۔ وہ خود پاکستان آ کر معاملے کی تفتیش کرنا چاہ رہا تھا لیکن فواد صاحب نے اسے زبردستی روکا تھا کیونکہ اس کی اسٹڈیز کا فائنل سمسٹر تھا۔ حمنہ کی موت اس کے لیے بھی ایک گہرا صدمہ تھی۔

☆☆☆

جمال صاحب، یمنیٰ کے کمرے میں آئے تو وہ بیڈ پر لیٹی مسلسل چھت کی طرف دیکھ رہی تھی۔ سائڈ ٹیبل پر رکھا کھانا کب کا ٹھنڈا ہو چکا تھا۔ وہ بیڈ پر لیٹی بالکل ہڈیوں کا ڈھانچا معلوم ہو رہی تھی۔ جمال صاحب کی آنکھیں نم ہونے لگیں۔ انہوں نے اس کے پاس بیٹھ کر محبت سے اس کے سر پر ہاتھ رکھا تو وہ چونک کر ان کی طرف دیکھنے لگی۔

''بیٹا، تم کب تک یونہی پڑی رہو گی۔ اٹھو ہمت کرو اور زندگی کو نارمل طریقے سے گزارو۔'' یمنیٰ نے چونک کر ان کی طرف دیکھا۔

''زندگی......؟'' وہ بڑبڑائی اور پھر اس نے زور سے ہچکی لی۔

''مجھے کچھ تو بتاؤ، یوں خاموش رہنے سے مسئلہ حل نہیں ہوگا۔ مجھے بتاؤ، تم حمنہ کو لے کر آزر کے گھر کیوں گئی تھی۔'' انہوں نے کہا تو یمنیٰ نے ایک دم چونک کر ان کی طرف دیکھا۔

''آزر۔'' وہ بڑبڑا کر بولی۔

''ہاں...... آزر...... میں اس سے کونٹیکٹ کرنے کی کوشش کر رہا ہوں مگر اس کا موبائل آف ملتا ہے۔ میں اس کے گھر بھی گیا تھا مگر وہاں سوائے چوکیدار کے کوئی نہیں۔ بیٹا مجھے حقیقت بتاؤ تاکہ میں اس کے مطابق کوئی اسٹیپ لے سکوں۔ حمنہ کے گھر والے بھی بہت پریشان ہیں، وہ بھی یہی سوال کرتے ہیں کہ تم حمنہ کو کہیں لے کر گئی تھیں مگر کیوں لے کر گئی تھیں یہ تم ہی بتا سکتی ہو اور آخر حمنہ نے خودکشی کیوں کی...... ان سب سوالوں کے جواب تمہیں ہی دینے ہوں گے۔'' جمال صاحب نے اس کا ہاتھ پکڑ کر نرمی سے پوچھتے ہوئے کہا۔

''نہیں...... میں کوئی جواب نہیں دے سکتی۔'' وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

''کیوں...... کیا آزر نے کچھ ایسا کیا ہے، جسے تم چھپانے کی کوشش کر رہی ہو۔'' جمال صاحب نے پرتشویش انداز میں پوچھا۔

''میں نہیں بتا سکتی۔'' وہ اپنے دونوں ہاتھ چہرے پر رکھ کر رونے لگی۔

''اس کا مطلب تو یہ ہے کہ ضرور آزر نے کچھ ایسا کیا ہے جسے تم چھپانے کی کوشش کر رہی ہو۔ کیا اس نے حمنہ کے ساتھ؟'' انہوں نے جملہ ادھورا چھوڑ کر یمنیٰ کی طرف دیکھا...... تو وہ دہاڑیں مار مار کر رونے لگی۔ آج وہ کچھ کھل رہی تھی تو جمال صاحب کو بھی حوصلہ ہوا اور وہ اس سے سوال پر سوال کرنے لگے۔

''ہاں...... اس نے حمنہ کا........'' وہ بہ مشکل اتنا ہی بول پائی۔
''کیا......؟'' جمال صاحب ایک دم گھبرا کر اٹھ کھڑے ہوئے۔
''اور... در تم اس وقت کہاں تھیں؟'' یمنیٰ نے ساری بات انہیں تفصیل سے بتائی تو ان کی آنکھیں حیرت سے کھلی کی کھلی رہ گئیں۔
''کیا اس نے صرف تمہیں بلایا تھا؟'' جمال صاحب نے پوچھا۔
''ہاں......'' یمنیٰ نے جواب دیا۔
''اس کا مطلب ہے وہ تمہیں نقصان پہنچانا چاہتا تھا بلکہ اس نے اس کی مکمل پلاننگ کر رکھی تھی مگر بدقسمتی سے حمنہ اس کے ہاتھ لگ گئی۔ وہ کتنا شاطر انسان تھا۔ تمہیں کبھی احساس نہیں ہوا کہ الیکشن ہارنے کے بعد وہ ایک دم تمہارے اتنا قریب کیسے آگیا۔'' انہوں نے حیرت سے پوچھا۔
''اس کے دل میں کیا کچھ تھا مجھے اس کی کیسے خبر ہوتی۔ میں تو صرف اس کی باتوں پر یقین کرتی رہی اور یہی سوچتی رہی کہ الیکشن کی ہار سے اس نے کوئی سبق سیکھ لیا ہے اور اپنے آپ کو بدلنے کی کوشش کر رہا ہے مگر اس نے اپنی محبت کا ایسا سنہری جال بچھایا کہ میں اس میں بری طرح الجھ کر رہ گئی۔ میں حمنہ کی مجرم ہوں ڈیڈی...... کاش مجھے پتا ہوتا کہ آزر اتنی گھٹیا فطرت کا انسان ہے تو میں کبھی حمنہ کو وہاں لے کر نہیں جاتی۔'' وہ بری طرح روتے ہوئے کہہ رہی تھی۔
''آج مجھے بھی اس بات کا افسوس ہو رہا ہے کہ میں نے تمہیں بہت زیادہ لبرٹی کیوں دی، میں تمہیں ہمیشہ بیٹا سمجھ کر ٹریٹ کرتا رہا لیکن یہ بھول گیا کہ بیٹی کی عزت کو کہیں زیادہ حفاظت کی ضرورت ہوتی ہے حالانکہ تمہاری ماں ہمیشہ مجھے منع کرتی تھی...... لیکن میں نے تم پر آنکھیں بند کر کے ٹرسٹ کیا...... یہ تو خدا نے نہ جانے تمہاری کون سی نیکی کی وجہ سے بچالیا ہے ورنہ آج حمنہ کی جگہ تم خودکشی کر چکی ہوتیں۔'' انہوں نے قدرے تاسف سے کہا تو یمنیٰ نے روتے ہوئے ان کی طرف دیکھا۔
''میں آپ کو ہرٹ کرنے کا کبھی سوچ بھی نہیں سکتی۔''
''کیا حمنہ ایسی لڑکی تھی؟''
''نہیں...... وہ تو بہت نیک، معصوم اور بے ضرر سی تھی۔'' اس نے آہ بھر کر جواب دیا اور اس کی آنکھوں سے آنسو ٹپ ٹپ گرنے لگے۔
''بیٹا...... زندگی میں mishaps ہمیشہ اچانک ہوتے ہیں، نیک اور بد کی تمیز کیے بغیر کسی کے ساتھ بھی کچھ اچانک ہوسکتا ہے۔ سوال یہ ہوتا ہے کہ ان mishaps کا انسانوں کی زندگی پر کیا اثر ہوتا ہے۔ مرد کے بجائے عورت کی زندگی پر اس کے اثرات بہت بھیانک ہوتے ہیں۔ لمحوں میں عزت، ذلت میں بدل جاتی ہے اور پھر اس ذلت کو دنیا کی کوئی پاک شے بھی نہیں دھو سکتی۔ مجھے افسوس ہے کہ میں نے تمہیں یہ باتیں پہلے کبھی نہیں سمجھائیں اور اب جبکہ ایک معصوم انسان کی زندگی کسی کی ہوس کی بھینٹ چڑھ چکی ہے تو اب میں تمہیں سمجھا رہا ہوں کہ بیٹیوں کی عزت کتنا نازک مسئلہ ہوتی ہے اور سوسائٹی میں ہر طرف پھرنے والے درندوں سے انہیں بچانا کتنا ضروری ہوتا ہے۔ تم جیسی لڑکیاں محبت کے نام پر کیسے کیسے لوگوں پر اعتبار کر لیتی ہیں اور وہ کتنے ظالم ہوتے ہیں جو ان معصوموں کے نازک جذبات کے ساتھ ساتھ ان کی عزت اور زندگیوں سے بھی کھیلتے ہیں۔'' جمال صاحب نے نہایت دردناک لہجے میں کہا۔
''آئی ایم سوری ڈیڈی...... میں نے بہت بڑا بلنڈر کیا ہے۔'' وہ بری طرح بلک رہی تھی۔
''بلنڈر نہیں گناہ...... تمہاری وجہ سے ایک

معصوم انسان کی جان ناحق چلی گئی ہے، یہ گناہ نہیں تو اور کیا ہے۔'' جمال صاحب نے صاف گوئی سے کہا تو یمنیٰ مزید پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

''ہاں..... میں ہی گنہگار ہوں، اب میں کیا کروں کہ اس گناہ کا بوجھ میرے دل سے ہٹ جائے۔'' یمنیٰ نے سسکتے ہوئے پوچھا۔

''آزر کو تلاش کرو...... میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ اس سے حمنہ کے خون کا حساب لوں گا۔'' انہوں نے غصے سے کہا اور یمنیٰ باپ کو بغور دیکھے گئی۔

☆☆☆

آزر اپنا فلیٹ وغیرہ سب کچھ چھوڑ کر امریکا چلا گیا تھا۔ وہ جو پہلے امریکا جانے کے لیے رضامند نہیں ہوتا تھا اب فوراً ہی انتظامات کر کے اس نے ٹکٹ لیا اور اسلام آباد چلا گیا۔ اسلام آباد جا کر اس نے جواد کو فون کر کے بتایا کہ وہ یوکے جا رہا ہے۔

''یوکے...... کیوں......؟ تمہارے پیرنٹس تو امریکا میں ہیں اور اتنی اچانک تمہیں کیا سوجھی یار ایگزامز کے بعد چلے جانا۔'' جواد نے حیرت سے کہا تھا۔

''میری گرینڈ مدر کی ڈیتھ یوکے میں ہوئی ہے، میں ایمرجنسی میں جا رہا ہوں۔'' آزر نے نہایت صفائی سے جھوٹ بولتے ہوئے جلدی سے کہا۔

''اوہ...... ویری سیڈ...... کیا تم نے یمنیٰ کو بتایا؟'' جواد نے پوچھا۔

''نہیں......اسے کچھ مت بتانا کہ میں کہاں گیا ہوں۔'' آزر جلدی سے بولا۔

''کیوں......؟'' جواد نے حیرت سے پوچھا۔

''ایگزامز ہونے والے ہیں وہ اپ سیٹ ہوگی۔ ایگزامز کے بعد میں خود اسے فون کر کے بتا دوں گا، اوکے بائے۔'' آزر نے جلدی سے کہہ کر فون بند کر دیا اور جواد حیران رہ گیا...... وہ تو یمنیٰ کے علم میں لائے بغیر کوئی کام نہیں کرتا تھا اور اب یوکے جا رہا ہے اور کہتا ہے کہ یمنیٰ کو خبر نہیں ہونے پائے عجیب سی صورتِ حال تھی۔

ایگزامز گزر گئے۔ حمنہ نے ایگزامز دیے اور نہ ہی یمنیٰ نے جواد بہت حیران تھا۔ وہ یمنیٰ کو فون کرتا تو موبائل آف ملتا...... حمنہ کو فون کرتا تو اس کا موبائل بھی آف ہوتا...... کومل پہلے ہی جا چکی تھی۔ اس عجیب صورتِ حال سے ساری کلاس پریشان تھی۔ پیپرز دینے کے بعد سب ان کے بارے میں سوالات کرتے رہتے۔ آزر کے بارے میں سب کو بتا کر مطمئن کر دیتا مگر حمنہ اور یمنیٰ کے بارے میں کسی کو کوئی خبر نہیں تھی۔

آخر کار ایک روز کسی کو حمنہ کی ڈیتھ کی خبر ملی۔ کوئی کہتا کہ حمنہ کا کسی نے مرڈر کر دیا ہے کوئی کہتا اسے برین ہیمبرج ہوا تھا، کوئی کہتا اس نے خودکشی کر لی تھی۔ اتنی باتیں سن کر جواد کا سر گھوم گیا۔ حمنہ اسے بہت اچھی لگتی تھی اور اگر حمنہ انگیجڈ نہ ہوتی تو ضرور اس کے ساتھ شادی کرتا۔ حمنہ کی موت کا سن کر اسے نہ جانے کیا ہوا تھا۔ اس کا دل بجھ سا گیا تھا۔ وہ شدید ڈپریشن کا شکار ہو گیا۔ وہ یمنیٰ سے ملنا چاہتا تھا اور اصل حقیقت جاننا چاہتا تھا مگر یمنیٰ سے کسی طرح رابطہ ہی نہیں ہو پا رہا تھا۔

☆☆☆

آزر کے ماں، باپ انتہائی خوش تھے کہ آزر امریکا آ گیا تھا۔ اس کے رویے میں بھی کچھ تبدیلی تھی، وہ پہلے کی طرح ماں، باپ کے ساتھ کوئی بدتمیزی نہیں کرتا تھا۔ اس کی ماں بہت خوش تھی اور فوراً ہی نیشا کا ذکر لے بیٹھی...... اس کی اتنی تعریفیں کرنے لگی کہ آزر کو گمان ہونے لگا جیسے وہ امریکا کی نہیں کسی پرستان کی کوئی شہزادی ہو۔

''وہ لوگ کئی نسلوں سے یہاں رہ رہے ہیں صرف نام کے ہی مسلمان ہیں ورنہ پورے انگریز ہیں۔'' اس کی ماں کھلکھلا کر ہنستے ہوئے بولی تو آزر نے چونک کر ماں کی طرف دیکھا۔

''کیا مطلب......؟'' آزر نے حیرت سے پوچھا۔
''خود چل کر دیکھ لینا، کتنے پکے امریکی ہیں وہ......''اس کی ماں نے مسکرا کر جواب دیا۔
''ہاں...... بیٹا...بہت امیر لوگ ہیں وہ۔''اس کے باپ نے بھی تائید کی۔
''کیا آپ ان لوگوں کی دولت سے متاثر ہوئے ہیں یا کسی اور بات سے؟'' آزر نے حیرت سے پوچھا۔
''بھلا دولت کے علاوہ کوئی اور شے بھی کسی کو متاثر کر سکتی ہے۔ دنیا کی اتنی ساری ترقی کا راز دولت ہی میں تو ہے جو جتنا زیادہ مالدار، اتنا ہی زیادہ طاقتور......''اس کے باپ نے بھی مسکرا کر کہا تو آزر خاموش ہو گیا۔
''ٹھہرو میں ابھی نیشا کے ڈیڈ سے فون پر بات کرتا ہوں اور انہیں تمہارے آنے کے بارے میں بتاتا ہوں ویسے تمہاری تصویریں انہیں میں نے کمپیوٹر اور موبائل میں دکھا دی تھیں۔ وہ بہت خوش ہوئے تھے انہوں نے تو فوراً اسی وقت ہاں کہہ دی تھی...... بس تم ہی کچھ گڑبڑ کر رہے تھے۔ اب لگتا ہے تم بھی ٹھیک ہو گئے ہو...... ویسے تمہارا ذہن کیسے بدلا......؟ کہاں تو تم امریکا آنے کا نام نہیں لے رہے تھے۔'' اس کے باپ نے حیرت سے پوچھا۔
''ہاں...... وہ کالج میں چھٹیاں ہوئیں تو میں نے سوچا کچھ روز کے لیے آپ لوگوں کے پاس چلا جاؤں۔ پڑھائی کر کر کے دماغ تھک گیا تھا۔'' آزر نے بہانہ بنایا۔
''بہت اچھا کیا......'' اس کے باپ نے کہا اور مسکرا کر موبائل پر نمبر ملانے لگا اور باتیں کرتا ہوا ایک کونے میں چلا گیا۔
''تم بہت کمزور لگ رہے ہو؟'' اس کی ماں نے محبت سے پوچھا۔
''نہیں...... میں تو بالکل ٹھیک ہوں۔'' اس نے گھبرا کر جواب دیا۔
''اور...... وہ جو تمہارے پاؤں میں مسئلہ ہوا تھا۔ اب ٹھیک ہے ناں؟'' ماں نے پوچھا
''ہاں، ہاں بالکل ٹھیک ہے۔'' اس نے جلدی سے جواب دیا۔
''کل شام کو انہوں نے ہمیں چائے پر بلایا ہے۔ وہ بہت خوش ہو رہے تھے اور حیران بھی کہ آزر نے اچانک آ کر سرپرائز دیا ہے۔'' اس کے باپ نے قریب آ کر ہنستے ہوئے کہا تو آزر خاموش ہو گیا۔

☆☆☆

یمنیٰ کی طبیعت جیسے ہی سنبھلی تو باپ کے کہنے کے مطابق اس نے آزر کی تلاش شروع کر دی۔ اس نے جواد کو فون کیا تو وہ اس کی کال دیکھ کر انتہائی حیرت سے بولا۔
''یار...... یمنیٰ ......تم، تم کہاں غائب ہو گئی تھیں، کوئی خیریت ہی نہیں اور آج اچانک میں کہاں سے یاد آ گیا؟'' جواد شکوہ کرنے لگا۔
''آزر کہاں ہے؟'' یمنیٰ نے سپاٹ لہجے میں کہا۔
''کیا اس نے تمہیں فون نہیں کیا؟'' جواد نے پوچھا۔
''میں پوچھ رہی ہوں، وہ کہاں ہے...... جواد مجھے سچ بتانا۔'' یمنیٰ نے قدرے درشت لہجے میں کہا۔
''وہ یو کے گیا ہے، مجھے تو اس نے یہی بتایا تھا لیکن حیرت ہے اس نے تمہیں کیوں نہیں بتایا۔'' جواد نے حیرت سے کہا۔
''جواد اسے میری طرف سے کہہ دینا کہ تم دنیا کے جس کونے میں بھی چلے جاؤ، میرا سایہ تمہارے تعاقب میں رہے گا۔'' یمنیٰ نے یہ کہہ کر فون بند کر دیا اور جواد حیرت میں رہ گیا، اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یمنیٰ نے ایسا کیوں کہا اور اس کا لہجہ اتنا سخت کیوں تھا۔ کیا دونوں میں کوئی ناراضی چل رہی تھی...... اس نے یمنیٰ کو کال کی تو موبائل آف جا رہا تھا۔ یمنیٰ کافی اپ سیٹ اپنے کمرے میں بیٹھی تھی جب جمال

صاحب اس کے کمرے میں داخل ہوئے۔ یمنیٰ کے چہرے پر پریشانی کے تاثرات تھے۔

''کیا بات ہے، تم کچھ اپ سیٹ لگ رہی ہو...... کیا آزر کی کوئی خبر ملی؟'' انہوں نے اس کے چہرے کی طرف بغور دیکھ کر پوچھا۔

''ڈیڈی! وہ یوکے چلا گیا ہے۔'' یمنیٰ نے انہیں بتایا۔

''تمہیں...... کس نے بتایا؟'' جمال صاحب نے پوچھا۔

''جواد نے...... اس کا کلوز فرینڈ ہے۔'' یمنیٰ نے آہستہ آواز میں جواب دیا تو وہ کسی گہری سوچ میں ڈوب گئے۔

''یمنیٰ ...... جب بھی میرے لیے کوئی چیز نقصان دہ ہونے والی ہوتی تھی تو تمہیں فوراً خواب آجاتا تھا، کیا آزر کے بارے میں تمہیں کبھی کوئی خواب نہیں آیا تھا؟'' جمال صاحب نے اس کی جانب بغور دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''آیا تھا؟ اور بار بار آیا تھا...... میں نے اسے خواب میں حمنہ کا گلا دباتے ہوئے دیکھا تھا اور حمنہ مرگئی تھی مگر میں نے اس خواب پر یقین نہیں کیا...... کیونکہ مجھے سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ آزر کس طرح حمنہ کا دشمن ہوسکتا ہے، دونوں میں کبھی کوئی بات چیت بھی نہیں ہوئی تھی...... اور ویسا ہی ہوا...... جیسا میں نے خواب دیکھا تھا مگر میں نے ہی یقین نہیں کیا۔'' یمنیٰ سسکنے لگی۔

''خدا تم پر ہمیشہ مہربان رہا ہے...... اس نے تمہیں بھی بچانے کی کوشش کی۔ اسی لیے تمہیں خواب کے ذریعے خبردار کیا مگر تم نے جان بوجھ کر اس سے چشم پوشی کی...... ہمارا رب تو ہمیں بچانا چاہتا ہے مگر ہم خود ہی نہیں بچنا چاہتے...... خدا تمہاری دعائیں بھی سنتا ہے، دعا کرو کہ وہ آزر کو کبھی معاف نہیں کرے...... اس نے بہت ظلم کیا ہے...... بہت بڑا گناہ کیا ہے۔'' جمال صاحب نے کہا تو یمنیٰ کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے...... وہ جب بھی حمنہ کے بارے میں بات کرتی یا سوچتی تو اس کے سامنے وہ منظر گھوم جاتا جب حمنہ بے بسی سے آزر کے کمرے میں چلا رہی تھی۔

''اور ڈیڈی...... میرا گناہ......؟ میں بھی تو گنہگار ہوں ناں...... جو حمنہ کو وہاں لے کر گئی...... حمنہ یہی سمجھتی ہوگی میں پلاننگ کے ساتھ اسے وہاں لے کر گئی تھی...... کیا خدا مجھے معاف کردے گا؟'' یمنیٰ نے پریشانی سے پوچھا۔

''ہاں، تم بھی گنہگار ہو...... خدا سے معافی مانگو...... شاید وہ معاف کردے۔'' جمال صاحب نے آہ بھر کر کہا، اسی لمحے ایمن کمرے میں داخل ہوئیں تو دونوں خاموش ہوگئے۔ ایمن نے باری باری ان کی جانب دیکھا۔

''آپ لوگ خاموش کیوں ہوگئے ہیں، کیا مجھے دیکھ کر؟'' ایمن نے پوچھا۔

''نہیں......'' جمال صاحب نے جواب دیا۔

''میں نے کھانا لگوا دیا ہے۔ آکر کھا لیجیے، چلو بیٹا......'' ایمن نے دونوں سے کہا یمنیٰ اب قدرے بہتر ہوگئی تھی اور چلنے پھرنے بھی لگی تھی۔

''نہیں، مجھے بھوک نہیں......'' یمنیٰ نے جواب دیا۔

''کب تک یونہی بھوکی رہوگی؟'' ایمن نے حیرت سے پوچھا۔

''جب تک وہ......'' یمنیٰ کہہ کر رکی تو ایمن نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ جمال صاحب بھی اس کی بات سن کر چونکے اور اس کی طرف دیکھنے لگے۔

''لگتا ہے اس کے دماغ پر صدمے کا ابھی تک اثر ہے۔'' ایمن نے کہا۔

''تم چلو...... ہم آتے ہیں، اٹھو بیٹا......'' جمال صاحب نے تحکمانہ لہجے میں کہا تو یمنیٰ ان کے ساتھ اٹھ کر خاموشی سے باہر چلی گئی۔

☆☆☆

آزر اپنے والدین کے ہمراہ نیشا کے گھر گیا...... نیشا انتہائی خوب صورت دبلی پتلی، نیلی آنکھوں اور انتہائی سفید رنگت والی لڑکی تھی۔ اس کے سیاہ گھنگھرالے بالوں کی لٹیں اس کے سرخ و سفید گول چہرے کے گرد ہالہ بنائے ہوئے بہت اچھی لگ رہی تھیں۔ اس کے نقوش بھی بہت خوب صورت تھے۔ اس نے منی اسکرٹ کے ساتھ سلیولیس بلاؤز پہن رکھا تھا۔ وہ لوگ انتہائی ماڈرن تھے۔ اس کا باپ نعیم اکمل گزشتہ چالیس برسوں سے امریکا میں مقیم تھا۔ اس کا اپنا ایک اسٹور تھا اور پاکستان میں بھی بزنس کے علاوہ بہت زیادہ پراپرٹی تھی جو اس نے رینٹ پر دے رکھی تھی۔ اس کی بیوی نوشابہ بھی امریکن ہی لگتی تھی گوکہ اس کا تعلق راول پنڈی سے تھا۔ نیشا کی ایک چھوٹی بہن اور ایک بڑا بھائی تھا، وہ بھی اسٹور میں جاب کرتا تھا۔ ان کے گھر کا ماحول واقعی امریکن لگتا تھا۔ لاؤنج کے ایک کونے میں باقاعدہ ایک بار کاؤنٹر تھا اور انہوں نے ان لوگوں کو بھی آفر کی تھی۔

عظیم احمد نے جلدی سے انکار کردیا گوکہ وہ بھی ڈرنک کرتا تھا مگر آزر کے سامنے نہیں...... اور آزر بھی ڈرنک کرتا تھا مگر باپ کے سامنے نہیں۔

''کافی ہی ٹھیک ہے۔'' عظیم احمد نے کہا تو نوشابہ کافی کے ساتھ مختلف لوازمات لے آئی۔

''آزر بیٹا...... تم نیشا سے گپ شپ کرو۔''

پھر وہ اپنی بیٹی سے مخاطب ہوئی۔

''نیشا تم اسے اپنے کمرے میں لے جاؤ۔''

نعیم اکمل نے نیشا سے کہا تو اس نے مسکرا کر آزر کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ آزر ایک لمحے کو چونکا پھر اس کا ہاتھ تھام کر چلا گیا۔ آزر نے جینز کے ساتھ بلیو ویلوٹ کا کوٹ پہن رکھا تھا اور اس کی سرخ و سفید رنگت بھی بہت نکھری نکھری لگ رہی تھی۔ اس نے اپنے لیے نیشا کی آنکھوں میں پسندیدگی دیکھ لی تھی۔ وہ مسکرا مسکرا کر اس کے ساتھ باتیں کررہی تھی...... اس کا روم بہت خوب صورتی سے سجا ہوا تھا۔ نیشا بہت جلد باتوں ہی باتوں میں اس سے فرینک ہوگئی...... اسے اپنے بے شمار پاکستانی اور امریکن فرینڈز کے بارے میں بتانے لگی۔

''کیا تم نے کسی سے محبت کی ہے؟'' اچانک آزر نے پوچھا تو نیشا نے اپنی خوب صورت نیلی آنکھیں جھپکا کر حیرت سے دیکھا۔ اسے اپنی ماں نوشابہ کی بات یاد آنے لگی۔

''پاکستانی مرد بہت conservative ہوتے ہیں۔ ان کے سامنے اپنے افیئرز اور بوائے فرینڈز کو openly ڈسکس نہ کرنا۔''

''نو...... نو...... کوئی لو افیئر نہیں...... صرف فرینڈشپ......'' نیشا نے جلدی سے بات بدلی۔

''آر یو شیور......؟'' آزر نے اس کی طرف بغور دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"are you narrow minded?" (کیا تم تنگ ذہن انسان ہو؟) نیشا نے حیرت سے پوچھا۔

''نو، نو میں یونہی پوچھ رہا تھا۔'' آزر ایک دم بوکھلا کر بولا۔

''میں کسی narrow minded انسان سے شادی نہیں کرسکتی...... سوری...... you can go'' نیشا نے منہ بنا کر خفگی سے کہا تو آزر کو دھچکا سا لگا۔

''آئی ایم سوری...... آئی نیور مین اِٹ (میرا یہ مطلب نہیں) ایکچوئیلی امریکن لائف اسٹائل بہت لبرل ہے اسی لیے پوچھا۔'' آزر نے وضاحت دی۔

''اگر تمہیں یہ لائف اسٹائل پسند نہیں تو تم امریکا کیوں آئے۔ پاکستان میں ہی شادی کرو...... وہاں بھی خوب صورت لڑکیاں ہیں ناں......'' نیشا

نے ہونٹ سکوڑتے ہوئے کہا تو آزر کی آنکھوں کے سامنے اچانک یمنیٰ گھوم گئی۔ اس نے آگے بڑھ کر اس کے دونوں کندھوں پر ہاتھ رکھے اور مسکراتے ہوئے اسے دیکھ کر کہنے لگا۔

''ہاں وہاں بھی لڑکیاں ہیں مگر تمہاری جیسی خوب صورت نہیں...... مجھے تو تم اچھی لگی ہو۔'' آزر کے کہنے پر نیشا کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

''میرے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟'' آزر نے مسکرا کر پوچھا تو نیشا مسکرانے لگی۔

''ناٹ بیڈ...... (برا نہیں) اگر تم زیادہ کو ئچن نہ کرو...... تو زیادہ اچھا ہے۔'' نیشا نے کہا تو آزر کھلکھلا کر ہنسنے لگا۔

''اوکے......'' اس نے مسکرا کر جواب دیا اور دونوں کمرے سے باہر آگئے۔ آزر اور نیشا کے گھر والے باتیں کرنے میں مصروف تھے۔ آزر اور نیشا کو مسکراتے دیکھ کر سب مطمئن ہوگئے۔

''نیشا شادی کر کے امریکا سے باہر نہیں جانا چاہتی۔ اسے یہ ملک بہت پسند ہے۔ خوش قسمتی سے آپ لوگ مل گئے جنہیں امریکن لڑکی چاہیے تھی۔ اب آپ سے ریکوئسٹ ہے کہ نیشا کو پاکستان جانے کے لیے مت کہیے گا۔'' نوشابہ نے مسکرا کر آزر کی ماں سے کہا تو اس نے چونک کر اپنے شوہر کی طرف دیکھا۔

''مگر ہمارے تو رشتے دار...... آزر کے گرینڈ فادر اور میری فیملی تو پاکستان میں ہی ہیں، آزر ہمارا اکلوتا بیٹا ہے، رشتے داروں کو تو شادی کے ایک فنکشن پر انوائٹ کرنا ہوگا...... ایک بار تو اسے جانے دیجیے گا۔'' عظیم احمد نے کہا تو نعیم اکمل نے بیوی کی طرف دیکھا اور پھر بیٹی کی طرف دیکھ کر پوچھنے لگے۔

''نیشا...... کیا تم ایک بار پاکستان جا سکتی ہو؟''

''اوکے...... لیکن زیادہ دنوں کے لیے نہیں۔'' نیشا نے صاف گوئی سے کہا۔

''نہیں...... نہیں زیادہ دنوں کے لیے کیوں...... بس فنکشن کے بعد تم واپس آجانا۔'' آزر کی ماں جلدی سے بولی۔

''بس ٹھیک ہے پھر شادی کا پلان کرتے ہیں......'' عظیم احمد نے مسکرا کر کہا اور سب کے باہمی مشورے سے ایک ہفتے کے بعد شادی کی ڈیٹ فکس کی گئی۔

☆☆☆

مری کا موسم خاصا ٹھنڈا تھا اور خاص طور پر رات کو کچھ زیادہ ہی ٹھنڈا اور رومینٹک لگتا تھا۔ ردا لانگ کوٹ اور گرم کیپ پہنے روحیل کے ہمراہ گھوم پھر کر ہوٹل کے کمرے میں داخل ہوئی تھی روحیل نے بھی گرم کیپ اور جیکٹ پہن رکھی تھی۔ ردا قدرے تھکے ہوئے انداز میں صوفے پر گر گئی۔

''کیا تم ابھی سے تھک گئیں؟'' روحیل نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''ہاں...... اتنے سفر کے بعد...... اتنی لمبی واک...... کیا مجھے تھکنا نہیں چاہیے؟'' ردا نے مسکراتے ہوئے الٹا اسی سے سوال کر ڈالا۔

''نہیں، کم از کم میرے ساتھ تو تمہیں نہیں تھکنا چاہیے۔'' روحیل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''کیوں......؟'' ردا نے کوٹ اتار کر مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''محبت اور خوشی کبھی انسان کو تھکنے نہیں دیتی اور جس کمپنی سے یہ دونوں چیزیں ملیں پھر تو بالکل بھی نہیں۔'' روحیل نے مسکراتے ہوئے معنی خیز انداز میں کہا۔

''کیا تم نے آج کا دن میرے ساتھ انجوائے کیا ہے؟'' روحیل نے پیار سے اسے اپنے ساتھ لگاتے ہوئے پوچھا۔

''جی...... ہاں، بہت زیادہ......'' ردا نے شرما کر جواب دیا۔

''زندگی کیسے روپ بدلتی ہے کہ انسان خود ہی چونک جاتا ہے۔'' روحیل نے مسکرا کر اس کی طرف دیکھ کر کہا۔

''کیا مطلب......؟'' ردا نے چونک کر پوچھا۔

''میں پہلے بھی کئی بار دوستوں کے ساتھ مری آیا ہوں مگر تمہارے ساتھ آج جو کچھ میں نے فیل کیا ہے، وہ پہلے کبھی نہیں کیا۔'' روحیل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''کیا......؟'' ردا نے مسکراہٹ چھپاتے ہوئے اشتیاق بھرے لہجے میں پوچھا۔

''بہت pleasant and sweet'' روحیل نے محبت پاش نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

''میری بھی کچھ ایسی ہی فیلنگز ہیں۔'' ردا نے مسکرا کر سرگوشی میں کہا تو روحیل کی جیب میں پڑا موبائل بجنے لگا اور اس نے چونک کر موبائل آن کیا۔

''عبید ماموں کا فون اور وہ بھی اس وقت!'' روحیل حیرت سے کال دیکھ کر بڑبڑایا تو ردا بھی پریشان ہوگئی۔ روحیل نے عبید کا نمبر ملایا مگر اب کال نہیں مل رہی تھی روحیل پریشان ہو کر بار بار ٹرائی کرنے لگا مگر سگنلز نہ ہونے کی وجہ سے کال بار بار ڈراپ ہو رہی تھی۔ روحیل پریشانی سے کمرے میں چکر لگا رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد عبید کا فون آیا۔

''روحیل بیٹا...... تمہاری ماں جی واش روم میں گر گئی ہیں اور ان کی ٹانگ میں فریکچر ہوگیا ہے۔''

''کیا...... کب...... کیسے؟'' روحیل نے پریشانی سے چلا کر پوچھا مگر کال ڈراپ ہو چکی تھی۔

''ماں جی گر گئی ہیں ہمیں ابھی اور اسی وقت واپس جانا ہوگا۔'' روحیل نے ردا کی طرف دیکھ کر کہا۔

''کیا......؟'' ردا نے پریشان ہو کر کہا۔

''اپنی پیکنگ کر لو۔'' روحیل جلدی سے بولا۔

''کیا ہم اسی وقت واپس جائیں گے۔ روحیل

پرہیز

لڑکی نے نمازِ حاجت پڑھی اور شادی کے لیے دعا مانگنے لگی تو شرم آگئی، کہنے لگی۔

''یا اللہ میں اپنے لیے کچھ نہیں مانگتی۔ بس میری امی کو ایک خوب صورت داماد دے دے۔''

دعا قبول ہوئی اور اس کی چھوٹی بہن کی شادی ہوگئی۔

سبق ☜ دعاؤں میں اوور ایکٹنگ سے پرہیز کریں۔

گھر کا طوفان

سسرال میں داماد کی زیادہ عزت کیوں کی جاتی ہے؟ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ یہ وہی عظیم انسان ہے جس نے ہمارے گھر کا طوفان اپنے سر لے لیا ہے۔

مرسلہ: مصباح رضا سعید، فیصل آباد

اگر ہم صبح چلے جائیں تو......'' ردا نے رک رک کر کہا۔

''ہرگز نہیں...... میری ماں وہاں بیمار ہے اور میں یہاں سیر سپاٹے کروں۔'' روحیل نے ایک دم غصے سے آنکھیں نکال کر کہا۔

''نہیں...... میں نے یہ تو نہیں کہا......'' ردا نے گھبرا کر کہا۔

''پھر جو کچھ میں نے کہا ہے وہ کرو۔ میں گاڑی کا ارینج کر کے آتا ہوں۔'' روحیل نے خفگی سے دیکھ کر کہا اور وہاں سے چلا گیا۔ ردا پریشان ہو کر مایوسی سے چیزیں سمیٹنے لگی۔

☆☆☆

فہام اپنے کمرے میں بیڈ پر بیٹھا ٹی وی دیکھ رہا تھا اور اس کے ہاتھ میں ایک فائل بھی تھی۔ ٹی وی دیکھتے ہوئے وہ فائل بھی چیک کر رہا تھا۔ شمیلہ کمرے

میں داخل ہوئی اس کے ہاتھ میں چائے کے دو مگو تھے مگر چہرے پر سنجیدگی چھائی تھی۔ فہام کے قریب چائے رکھ کر خود خاموشی سے صوفے پر بیٹھ گئی۔

"بہت خاموش لگ رہی ہو۔ سب ٹھیک تو ہے ناں۔" فہام نے چائے کا مگ منہ سے لگاتے ہوئے کہا۔

"ہاں...... میرے علاوہ اس گھر میں سب کچھ ٹھیک ہے۔" شمیلہ نے تک چڑھے انداز میں جواب دیا۔

"کیا مطلب......؟" فہام نے ایک دم چونک کر پوچھا۔

"فہام...... خالہ جان مجھ سے کیوں خفا رہتی ہیں اور اتنا غصہ کرتی ہیں کہ ملازموں کے سامنے بھی میری انسلٹ کر دیتی ہیں۔" شمیلہ نے مصنوعی بے بسی دکھائی۔

"کیا مما نے......؟ مگر انہوں نے تو کبھی کسی ملازم کی انسلٹ نہیں کی تو تمہاری کیسے؟" فہام نے انتہائی حیرت سے پوچھا۔

"آپ کے خیال میں کیا میں جھوٹ بول رہی ہوں؟" شمیلہ نے آنکھوں میں آنسو بھر کر کہا تو فہام بری طرح گھبرا گیا۔

"سمجھ میں نہیں آ رہا سب کیا ہو رہا ہے۔" فہام بڑبڑایا۔

"شادی سے پہلے میں بھی سوچتی تھی کہ میں بھی ایک آئیڈیل گھر میں جا رہی ہوں۔ جس کے ہر فرد کا دل محبت سے بھرا ہوا ہے لیکن یہاں آ کر پتا چلا کہ وہ میری خوش فہمی تھی۔" شمیلہ نے سسکی بھرتے ہوئے کہا۔

"لیکن بات کیا ہوئی ہے؟" فہام نے چونک کر پوچھا۔

"فہام اس گھر میں یا تو میں رہوں گی یا زاہدہ......؟" شمیلہ نے سسکی بھر کر کہا۔

"یار...... زاہدہ سے تمہیں کیا پرابلم ہے، وہ تو محض ایک ملازمہ ہے اور بہت عرصے سے ہمارے ہاں ملازمت کر رہی ہے۔" فہام نے ایک دم چونک کر کہا۔

"اسی لیے تو کہہ رہی ہوں۔" شمیلہ نے خفگی سے کہا۔

"مگر کیوں......؟" فہام نے چونک کر پوچھا۔

"جب گھر کے ملازم گھر کے افراد سے زیادہ اہم ہونے لگیں تو وہ گھر خطرے میں پڑ جاتا ہے۔ گھر کے سکون کو بچانے کے لیے ایسے ملازموں کو نکال دینا ہی بہتر ہوتا ہے۔" اس نے خفگی سے کہا۔

"ٹھیک ہے، کچھ سوچتا ہوں۔" فہام نے آہستہ سے کہا اور فائل پر جھک گیا۔

"سوچنے سے نہیں...... کرنے سے کام بنتے ہیں، بس اسے فوراً نکال دیں۔" شمیلہ جلدی سے بولی تو فہام نے اس کی طرف دیکھ کر ایک گہری سانس لی اور کسی سوچ میں پڑ گیا۔

☆☆☆

ماں جی اسپتال روم میں بیڈ پر لیٹی تھیں ان کی ٹانگ پر پلاسٹر چڑھا ہوا تھا وہ درد سے آہستہ آہستہ کراہ رہی تھیں...... عبید اور فضیلت ان کے پاس ہی کھڑے تھے۔

"آپا...... اب درد زیادہ تو نہیں ہو رہا۔" فضیلت نے پریشانی سے ماں جی کا ہاتھ پکڑ کر پوچھا۔

"بہت تکلیف ہو رہی ہے۔" ماں جی نے کراہتے ہوئے جواب دیا تو عبید کا موبائل بجنے لگا۔

"کیا...... تم؟ کہاں ہو بھئی......؟ کیا پہنچ بھی گئے۔ ہاں ہم روم نمبر بیس میں ہیں۔" عبید نے بتایا۔

"روحیل اور ردا پہنچ بھی گئے ہیں۔" عبید نے ماں جی سے کہا۔

"انہیں کیسے پتا چلا......؟" ماں جی نے گھبرا کر پوچھا۔

"میں نے ہی بتایا تھا۔" عبید نے نظریں چرا کر کہا۔

"کیوں بتایا...... ٹانگ ہی ٹوٹی تھی...... کوئی اور مسئلہ تو نہیں ہوا تھا۔ اتنی مشکل سے تو میں نے

انہیں بھیجا تھا۔ بے چارے دو دن بھی نہیں رہے اور واپس آ گئے ہیں...... عبید تم نے بہت برا کیا۔" ماں جی نے خفگی سے کہا تو عبید پریشان ہو گیا۔ اسی اثنا میں روحیل، ردا کے ہمراہ تھکے ہوئے انداز میں کمرے میں داخل ہوا۔ سفر کی تھکاوٹ سے ردا کا برا حال ہو رہا تھا۔

"ماں جی...... آپ کو کیا ہو گیا ہے؟" روحیل نے گھبرا کر ماں جی کے قریب آ کر پوچھا۔

"رات کو واش روم میں پاؤں پھسلا، بے چاری کیسے گر گئیں۔ سمجھ میں ہی نہیں آیا...... وہ تو ان کے رونے چلانے پر ہم بھاگتے ہوئے گئے تو یہ گری پڑی تھیں۔" فضیلت نے پریشانی سے بتایا۔

"لیکن بیٹا تم لوگ کیوں آ گئے۔ یہ دونوں تو تھے ناں میرے پاس۔" ماں جی ردا کی طرف دیکھ کر کہا۔

"آپ تکلیف میں ہوں تو کیا میں کہیں سکون سے رہ سکتا ہوں، ہرگز نہیں۔" روحیل نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے اب تم لوگ گھر جاؤ، بہت تھکے ہوئے لگ رہے ہو۔" ماں جی نے حکمیہ انداز میں کہا۔

"نہیں، ہم یہیں رہیں گے۔" روحیل نے ردا کی طرف دیکھ کر کہا۔

"ضد نہ کرو اور ردا کو گھر لے جاؤ اور آرام کرو۔" وہ روحیل کو سمجھاتے ہوئے بولیں۔

"نہیں، ردا یہیں رہے گی۔" روحیل ٹھوس لہجے میں بولا۔

دونوں کچھ دیر ماں جی کے پاس بیٹھے رہے پھر وہ ردا کو وہیں اسپتال میں چھوڑ کر گھر سامان رکھنے چلا گیا۔

☆☆☆

خدیجہ اور حاتم کھانا کھانے بیٹھے تھے۔ زاہدہ گرم گرم روٹیاں لا کر ٹیبل پر رکھے ہاٹ پاٹ میں رکھ رہی تھی۔ جبھی شمیلہ اور فہام بھی اپنے کمرے سے باہر نکلے اور ڈائننگ چیئرز پر آ کر بیٹھ گئے۔ شمیلہ مسکراتی ہوئی حاتم کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھ گئی۔

"زاہدہ...... یہ روٹیاں تو ٹھنڈی ہو رہی ہیں۔ گرم روٹیاں لے کر آؤ۔" شمیلہ نے منہ بنا کر زاہدہ کو آواز دیتے ہوئے کہا۔

"ابھی تو دو منٹ پہلے اس نے گرم روٹیاں رکھی ہیں۔" خدیجہ نے خفگی سے کہا۔

"جی بھابی......!" زاہدہ کچن سے بھاگتے ہوئے آئی اور شمیلہ کی طرف دیکھ کر کہا۔

"جاؤ...... جلدی سے گرم روٹیاں لے کر آؤ......" شمیلہ نے غصے سے کہا۔

"بھابی...... ابھی تو میں نے گرم روٹیاں رکھی ہیں۔" زاہدہ گھبرا کر بولی۔

"زاہدہ تم بہت بحث کرنے لگی ہو۔ ایک بات کہی جائے تو فوراً سنا کرو۔" اب کے فہام خفگی سے کہنے لگا۔

"فہام بھائی...... میں نے کبھی کسی کا کہا نہیں ٹالا......" زاہدہ نے پریشان ہو کر سب کی طرف دیکھ کر کہا۔

"تمہیں فہام نے بحث نہ کرنے کو کہا ہے اور تم پھر بھی بحث کر رہی ہو، فہام دیکھ لیا آپ نے۔" شمیلہ نے شوہر کی طرف دیکھ کر شکایتی لہجے میں کہا۔

"اگر تمہیں میری باتوں کی سمجھ نہیں آ رہی تو بوریا بستر لپیٹو اور یہاں سے چلتی بنو۔" فہام نے غصے سے زاہدہ کی طرف دیکھ کر کہا تو وہ روہانسی سی ہو گئی اور ہکا بکا خدیجہ کی طرف دیکھنے لگی۔

"فہام...... یہ تم کب سے ایسی باتیں کرنے لگے ہو؟" خدیجہ ذرا خفا ہو کر بولیں تو فہام ایک دم شرمندہ ہو گیا۔

"مما...... آپ نے بھی ان لوگوں کو بہت آزادی دے رکھی ہے، کسی کی بات ہی نہیں سنتے۔" فہام نے ماں کی طرف دیکھ کر کہا۔

"پندرہ سالوں میں آج تمہیں زاہدہ میں کیڑے نظر آنے لگے ہیں۔" خدیجہ نے بیٹے کی طرف دیکھ کر خفگی سے کہا۔

”ہاں ......اب اس کا الزام بھی مجھے دے دیں۔“ شمیلہ غصے سے بولی اور پاؤں پٹختے ہوئے وہاں سے اٹھ کر چلی گئی۔

”اُف......مما......آپ بھی تھوڑا سا صبر دکھایا کریں۔“ فہام نے قدرے پریشان ہو کر سر تھامتے ہوئے کہا تو وہ ہکا بکا اسے دیکھنے لگیں اور پھر فہام بھی اٹھ کر وہاں سے چلا گیا۔

☆☆☆

”ردا......تم ابھی تک یہیں بیٹھی ہو......فضیلت میں نے تمہیں کہا بھی تھا کہ اسے گھر لے جاؤ۔“ ماں جی نے ردا کی طرف دیکھ کر فضیلت سے کہا۔

”نہیں...... ماں جی...... روحیل ناراض ہوں گے۔“ ردا گھبرا کر بولی۔

”روحیل کا تو دماغ خراب ہو گیا ہے۔ اتنے لمبے سفر کے بعد آ کر تم کب سے یہاں بیٹھی ہو اور روحیل بھی واپس نہیں آیا۔ جاؤ......اسے گھر چھوڑ کر آؤ۔“ ماں جی نے خفگی سے کہا۔

”نہیں، ماں جی......میں ٹھیک ہوں۔“ ردا نے گھبرا کر کہا۔

”میں جانتی ہوں تم روحیل کی وجہ سے نہیں جا رہیں۔ میں اسے بتا دوں گی، جاؤ بیٹا......گھر جا کر آرام کرو۔ فضیلت اسے لے جاؤ۔“ ماں جی نے خفگی سے کہا تو ردا نے پریشانی اور بے بسی سے ماں جی کی طرف دیکھا اور پھر فضیلت کی طرف۔

”ہاں بیٹا......آپا ٹھیک کہہ رہی ہیں۔ گھر جا کر تھوڑا آرام کر لو پھر فریش ہو کر آ جانا۔“ فضیلت نے ردا کی طرف دیکھ کر کہا۔

”تم روحیل کی فکر نہیں کرو اور نہ ہی میری...... یہاں میرے پاس نرس ہیں۔“ ماں جی نے کہا تو ردا فضیلت کے ہمراہ وہاں سے چلی گئی۔

☆☆☆

خدیجہ اپنے کمرے میں کرسی پر بیٹھی تھیں اور زاہدہ ان کے پاس کارپٹ پر بیٹھی بری طرح رو رہی تھی۔ خدیجہ کی آنکھیں بھی نم ہو رہی تھیں۔

”بیگم صاحبہ......اب میں نے سوچ لیا ہے۔ میں یہاں نہیں رہوں گی۔“ زاہدہ سسکی بھر کر بولی۔

”یہ تم کیا کہہ رہی ہو......؟“ خدیجہ نے گھبرا کر اس کی طرف دیکھ کر کہا۔

”فہام بھائی نے آج تک مجھ سے کبھی اونچی آواز میں بات نہیں کی تھی اور آج ان کا رویہ اتنا تلخ ہو گیا ہے کہ انہوں نے میرا ذرا بھی لحاظ نہیں کیا...... اور مجھے صاف صاف جانے کو کہہ دیا۔“ زاہدہ نے چادر سے اپنی آنکھوں کو رگڑتے ہوئے کہا۔

”زاہدہ تم سب کچھ جانتے ہوئے بھی جانے کو کہہ رہی ہو۔“ خدیجہ نے آہ بھر کر بے بسی سے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔

”آج انہوں نے مجھے جانے کو کہا ہے، کیا آپ چاہتی ہیں کہ کل کو وہ مجھے دھکے دے کر گھر سے باہر نکال دیں۔“ زاہدہ نے نم آنکھوں سے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔

”اللہ نہ کرے......تم کیسی باتیں کر رہی ہو۔“ خدیجہ گھبرا کر بولیں۔

”میں غریب ضرور ہوں لیکن مجھے اپنی عزت بہت پیاری ہے۔“ زاہدہ نے سسکی بھر کر کہا۔

”نہیں......فہام ایسا کبھی نہیں کرے گا۔ وہ اس وقت نہ جانے کیوں غصے میں آ گیا تھا۔“ خدیجہ پُراعتماد لہجے میں بولیں۔

”مجھے جو کچھ نظر آ رہا ہے، وہ آپ جان بوجھ کر نہیں دیکھنا چاہیں تو دوسری بات ہے۔ انہیں اب صرف شمیلہ بھابی کی باتوں میں سچائی نظر آتی ہے اور کسی کی نہیں۔“ زاہدہ نے زخمی مسکراہٹ کے ساتھ کہا اور سسکی بھر کر اپنے ہونٹ کاٹنے لگی۔

(باقی آئندہ)

ناولٹ

کہیں دیپ جلے کہیں دل

قیصر حیات

دسواں حصہ

یمنیٰ کو جب سے آزر کے جانے کی خبر ملی تھی وہ بہت زیادہ پریشان تھی۔ کاش...... وہ اسے ایک بار یہاں مل جاتا تو وہ اسے کبھی زندہ نہیں چھوڑتی۔ وہ تو اسے اسی وقت ختم کرنا چاہتی تھی مگر حمنہ کی حالت دیکھ کر وہ حواس باختہ ہوگئی۔ اب بھی بیٹھے بیٹھے اس کا خون کھولنے لگتا تھا۔ اس کا بس نہیں چلتا تھا کہ وہ کہیں سے آزر کو ڈھونڈ کر لائے اور اس کا وہ حشر کرے کہ نشانِ عبرت بنادے۔ آزر کی بے اعتبار

محبت سے اس کا دل تو جو ٹوٹا تھا...... حمنہ کی موت نے اسے اندر سے بے انتہا مضطرب کر رکھا تھا۔ جمال احمد کے ساتھ یہ سب شیئر کرنے سے اس کا بوجھ تو کم ہوا تھا مگر ڈپریشن بہت بڑھ گیا گو کہ انہوں نے بھی نہایت صاف گوئی سے اسے گنہگار ٹھہرایا تھا...... وہ اپنے آپ کو بہت بے بس محسوس کرتی تھی...... کوئی کام کرنے کو دل نہیں چاہتا تھا...... ہر وقت حمنہ اس کی آنکھوں کے سامنے رہتی...... یا پھر آزر...... آزر نے کومل کو مہرہ کیوں بنایا......؟ اس نے اس پر الزام کیوں لگایا...... اور اب تو اسے یقین ہونے لگا تھا کہ کومل بے گناہ تھی...... اس کا کوئی قصور نہیں تھا...... یہ آزر کے شاطر ذہن کی پلاننگ تھی...... اس نے کتنی آسانی سے یمنیٰ کو بے وقوف بنایا اور وہ کومل سے متنفر ہوگئی...... حمنہ اسے منع بھی کرتی تھی...... مگر وہ حمنہ کی کسی بات پر یقین ہی نہیں کرتی تھی...... وہ صرف آزر کو سچا سمجھتی تھی...... اس کی خواہشات نے اس کی آنکھوں پر کیسے پردہ ڈال دیا تھا کہ آزر کے علاوہ ساری دنیا اسے جھوٹی لگتی تھی کیونکہ اس کا دل آزر کی محبت سے سرشار تھا اور آزر کے خلاف کوئی بات سننا نہیں چاہتا تھا...... اور اب وہ آزر کی ہر بات، ہر حرکت کے بارے میں سوچنے بیٹھتی تو اسے یقین آنے لگا کہ آزر اسے دھوکا دیتا رہا تھا...... مگر تب وہ ایسا سوچنے کو تیار ہی نہیں تھی...... اور اب دھوکا کھا چکنے کے بعد اسے یقین آ رہا تھا لیکن اب اس یقین کا کیا فائدہ تھا...... وہ بھی ایک عام سی لڑکی نکلی...... جس نے محبت کے ہاتھوں بہت بری شکست کھائی تھی...... جس محبت پر آنکھیں بند کر کے اعتبار کیا اس نے ہی اسے ڈس لیا...... وہ سسکنے لگی۔

''خدا کرے، آزر تمہیں کبھی سچی محبت نہ ملے...... تم محبت کو ترسو...... پھر تمہیں احساس ہو کہ تم نے کسی کی محبت کو ڈھال بنا کر کیسے اسے دھوکا دینے کی کوشش کی تھی...... تمہاری ہر محبت ناکام ہو......'' وہ گڑگڑا کر اللہ سے دعا کرنے لگی اور سسکنے لگی اور یونہی روتے روتے سوگئی۔ اس نے خواب میں دیکھا کہ اس کے قاری صاحب احرام پہنے بیت اللہ کا طواف کرنے میں مصروف ہیں۔ اچانک وہ گرنے لگتے ہیں تو ایک حبشی نوجوان ہاتھ بڑھا کر انہیں پکڑنے کی کوشش کرتا ہے اور پھر وہ اپنا طواف مکمل کرتے ہیں...... خواب کے دوسرے حصے میں اس نے دیکھا کہ قاری صاحب ایک لفافے میں کھجوروں کے ساتھ ایک سنہرے رنگ کی تسبیح اسے دے رہے ہیں۔ یمنیٰ ان کے سامنے بیٹھی رو رہی ہے اور قاری صاحب اٹھ کر اس کے سر پر پیار دیتے ہیں۔ یمنیٰ کی آنکھ کھل جاتی ہے۔ اس وقت فجر کی اذانیں ہو رہی تھیں۔ یمنیٰ چونک کر اٹھ بیٹھی...... اور حیرت سے سوچنے لگی کہ قاری صاحب اچانک اس کے خواب میں کیسے آگئے۔ وہ تو بچپن میں ان سے قرآن پاک پڑھا کرتی تھی...... اور پھر وہ کبھی کبھار ان کے گھر آیا کرتے تھے...... اور اب تو عرصہ ہی گزر چکا تھا۔ وہ کبھی نہیں آئے تھے...... یمنیٰ ان کے بارے میں حیرت سے سوچتی رہی...... اور پھر سوگئی۔ صبح وہ دیر تک سوتی رہی...... بارہ بج رہے تھے...... جب ایمن اس کے کمرے میں آئیں...... اور اسے جگانے لگیں۔

''اٹھو بیٹا...... کافی دیر ہوگئی ہے...... تم کب تک سوتی رہو گی، میں نے تمہارے لیے خود ناشتا تیار کیا ہے...... فریش ہو کر آؤ اور ناشتا کرلو۔'' ایمن نے محبت سے کہا تو اس نے اٹھ کر جمائی لی۔

''ٹھیک ہے مما...... میں ابھی تھوڑی دیر میں آتی ہوں۔'' اور وہ اٹھ کر واش روم میں چلی گئی۔

ایمن جا کر ڈائننگ ٹیبل پر اس کے لیے ناشتا لگانے لگیں تو ڈور بیل بجی۔ تھوڑی دیر بعد چوکیدار نے انہیں آ کر کہا کہ قاری صاحب ان سے ملنے آئے ہیں۔

''انہیں ڈرائنگ روم میں بٹھاؤ، میں ابھی آتی ہوں۔'' ایمن ایک دم خوش ہوگئیں۔ چوکیدار 'جی بہتر'

کہہ کر وہاں سے چلا گیا۔

ایمن نے ناشتا لگوا دیا تھا۔ وہ ڈرائنگ روم میں قاری صاحب سے ملنے چلی گئیں اور ملازمہ کو ہدایات کر دیں کہ یمنیٰ کو ناشتا کروا کے اندر بھیج دینا۔

''کیا کوئی مہمان آیا ہے اور مما کہاں ہیں؟'' یمنیٰ نے پوچھا۔

''بیگم صاحبہ ڈرائنگ روم میں ہیں...... آپ کے قاری صاحب آئے ہیں، ناشتا کرنے کے بعد آپ بھی وہاں چلی جایئے گا۔'' بیگم صاحبہ کا حکم ہے۔'' یمنیٰ نے نیچے آ کر قاری صاحب کی بات سنی تو اس کا منہ حیرت سے کھلے کا کھلا رہ گیا۔

''قاری صاحب؟'' وہ زیرِ لب بڑبڑائی اور رات کو دیکھا خواب اسے یاد آنے لگا۔ اس نے ناشتا ادھورا چھوڑا اور سر پر دوپٹا لے کر ڈرائنگ روم کی طرف چلی گئی۔ یمنیٰ نے آگے بڑھ کر انہیں سلام کیا تو انہوں نے اٹھ کر محبت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

''جیتی رہو...... خوش رہو۔'' قاری صاحب نے اسے دعا دی اور یمنیٰ ان کے سامنے والے صوفے پر بیٹھ گئی۔

''ماشاء اللہ، قاری صاحب عمرہ کر کے آئے ہیں۔'' ایمن نے مسکرا کر اسے بتایا۔

''اور میرے لیے کھجوروں کے ساتھ گولڈن تسبیح بھی لائے ہیں۔'' یمنیٰ نے مسکرا کر کہا تو قاری صاحب نے چونک کر اس کی طرف دیکھا اور کھجوروں کا لفافہ اور تسبیح نکال کر اسے دی تو وہ گولڈن کلر کی ہی تھی۔ ایمن بھی حیران رہ گئیں۔

''بیٹا، آپ...... آپ کو کیسے پتا چلا کہ میں آپ کے لیے گولڈن کلر کی تسبیح لایا ہوں؟'' قاری صاحب نے حیران ہو کر پوچھا۔

''میں نے آج رات آپ کو خواب میں دیکھا تھا۔'' یمنیٰ نے صاف گوئی سے بتایا تو قاری صاحب کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔

''ماشاء اللہ، ماشاء اللہ...... الحمد للہ اتنا سچا خواب۔ میری بیٹی نے اور کیا دیکھا؟'' قاری صاحب نے تجسس ہو کر پوچھا۔

''میں نے آپ کو احرام باندھے خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے دیکھا۔ اچانک آپ گرنے لگے تو ایک حبشی لڑکے نے ہاتھ بڑھا کر آپ کو اٹھایا۔'' یمنیٰ نے بتایا تو قاری صاحب کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔

''یہ...... یہ تو واقعی میرے ساتھ ہوا تھا۔ میں گرنے لگا تھا کہ مجھے حبشی نوجوان نے ہاتھ پکڑ کر اٹھایا۔ رش اتنا زیادہ نہیں تھا اس لیے میں جلد ہی اٹھ گیا۔ اگر رش زیادہ ہو تو کون کسی کو اٹھاتا ہے۔ اکثر لوگ پاؤں تلے آ کر کچلے جاتے ہیں لیکن میں تو حیران ہو رہا ہوں کہ تمہیں اتنے سچے خواب آتے ہیں۔ کیا اس سے پہلے بھی کبھی ایسے خواب آتے ہیں جو سچ ثابت ہوئے ہوں؟'' قاری صاحب نے حیرت سے پوچھا۔

''جی ہاں، اکثر مجھے ایسے خواب آتے ہیں۔'' یمنیٰ نے جواب دیا۔

''ماشاء اللہ، ماشاء اللہ، اللہ کا میری بیٹی پر بہت کرم ہے۔ اتنے سچے خواب حقیقت میں ایسی بشارتیں ہوتی ہیں جن سے اللہ پر ایمان اور زیادہ پختہ ہوتا ہے۔ یقیناً تم اللہ کے بہت قریب ہو اور وہ تم سے بہت محبت کرتا ہے۔'' قاری صاحب نے خوش ہو کر کہا۔

''محبت۔'' وہ زیرِ لب بڑبڑائی اور پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع ہوگئی۔ قاری صاحب ایک دم پریشان ہوگئے۔ انہوں نے اٹھ کر اپنے دونوں ہاتھ اس کے سر پر رکھے اور محبت اور نرمی سے اسے دلاسا دینے لگے۔

''بیٹا یہ رونے کی نہیں خوش ہونے کی بات ہے کہ اللہ کا تم پر اتنا کرم ہے۔ تم اچھی اور نیک بچی

ہو۔'' قاری صاحب نے خوش ہو کر کہا۔

''نہیں، میں نیک نہیں ہوں۔ میں اچھی نہیں ہوں۔ میں تو...... میں تو......'' وہ ہونٹ بھینچ کر سسکنے لگی۔

''تم جیسے لوگ تو جن کے لیے بھی دعا کریں وہ ضرور قبول ہوتی ہے کیونکہ جن کے دل پاک صاف ہوتے ہیں اللہ صرف انہیں ہی اپنی نشانیاں دکھاتا ہے اور انہیں اپنی محبت سے نوازتا ہے۔ تم ہمارے لیے دعا کیا کرو۔ تمہاری دعائیں ضرور پوری ہوں گی۔'' قاری صاحب نے مسکرا کر کہا۔

''اور بددعا؟'' یمنیٰ نے اچانک پوچھا۔

''ہاں، شاید وہ دعا سے پہلے ہی پوری ہو جائے گی مگر بیٹا کوشش کرنا کسی کو بددعا نہ دینا۔ ہم اس نبیﷺ کے اُمتی ہیں جنہوں نے بہت تکلیفوں کے باوجود بھی صرف دعائیں دیں۔'' قاری صاحب نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔

''کیا اس شخص کو بھی بددعائیں نہیں دینی چاہیے جو کسی انسان پر انتہائی ظلم کرے اور پھر دنیا سے چھپنے کی کوشش کرے۔ جس تک نہ قانون پہنچ سکے اور نہ ہی مظلوم؟'' یمنیٰ نے معنی خیز انداز میں پوچھا۔

''اسی لیے تو فرمایا گیا ہے کہ مظلوم کی بددعا سے بچو کیونکہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی پردہ حائل نہیں ہوتا۔ بیٹا ایک عام مظلوم انسان کی بددعا میں جب اتنا اثر ہوتا ہے تو نیک لوگوں کی بددعا میں کتنا اثر ہوگا۔ یہ تو اللہ ہی جانتا ہے۔ اللہ ہم سب پر رحم فرمائے۔'' قاری صاحب نے اسے نرمی سے سمجھایا۔

''یمنیٰ بی بی، آپ کا فون آیا ہے۔ میں نے ہولڈ رکھا ہے۔'' ساجدہ نے جلدی سے ڈرائنگ روم میں آکر اسے کہا تو وہ چونک گئی اور قاری صاحب سے اجازت لے کر باہر چلی گئی۔

''ماشاء اللہ، آپ کی بیٹی آپ کے لیے بہت بڑی رحمت ہے۔ اللہ آپ پر اور اس گھر پر خاص کرم فرمائے۔ اب میں اجازت چاہتا ہوں کچھ اور عزیزوں سے بھی ملاقات کرنی ہے۔'' قاری صاحب نے اپنا تھیلا اٹھا کر ایمن سے اجازت طلب کی اور ڈرائنگ روم سے باہر نکل گئے۔ ایمن کے چہرے پر عجیب سی سرشاری اور اطمینان پھیلنے لگا۔

☆☆☆

یمنیٰ لاؤنج میں کھڑی ٹیلی فون پر باتیں کر رہی تھی اور اس کے چہرے پر انتہائی پریشانی کے تاثرات نمایاں تھے۔

''آپ کیا سمجھتی ہیں کہ حمنہ کا کوئی وارث نہیں جو آپ نے اسے یوں موت کے منہ میں دھکیل دیا۔ آپ مجھے حقیقت بتائیں، بات کیا ہے ورنہ میں پاکستان آکر سب سے پہلے آپ کو ہی شوٹ کروں گا۔'' عمر نے اسے دھمکی دیتے ہوئے کہا۔

''کیا مجھے شوٹ کرنے سے حمنہ واپس آجائے گی اگر ایسا ممکن ہوتا تو میں سب سے پہلے اپنے آپ کو شوٹ کرتی۔ میں جانتی ہوں کہ حمنہ کی ڈیتھ کا آپ کو بہت بڑا شاک لگا ہے لیکن مجھے تو آپ سے بھی زیادہ شاک لگا ہے کیونکہ میں نے حمنہ کو اپنی آنکھوں کے سامنے خودکشی کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ میں اسے ایک لمحے کے لیے نہیں بھول سکتی۔'' یمنیٰ نے سسکی بھرتے ہوئے کہا۔

''میں یہی تو جاننا چاہتا ہوں کہ اس نے خودکشی کیوں کی؟'' عمر نے اپنا لہجہ نرم کرتے ہوئے کہا۔

''میں نہیں جانتی۔'' یمنیٰ نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

''آپ سب کچھ جانتی ہیں۔ آپ ہی اسے گھر سے لے کر کہیں گئی تھیں۔'' عمر نے خفگی سے کہا۔

''میرے پاس آپ کے کسی سوال کا کوئی جواب نہیں۔ آپ مجھے جو سزا دینا چاہتے ہیں، میں اس کے لیے تیار ہوں۔'' یمنیٰ نے پُراعتماد لہجے میں کہا اور فون بند کر دیا۔

ایمن اس کے پیچھے کھڑی اس کی باتیں سن رہی تھیں۔ یمنیٰ مڑی تو اس نے ماں کی طرف دیکھتے ہوئے فوراً نظریں چرا لیں۔

''کس کا فون تھا، تم اتنی......'' ایمن اس سے پوچھ ہی رہی تھیں اور وہ انہیں کوئی جواب دیے بغیر ہی چلی گئی۔ ایمن حیرت سے اسے دیکھتی رہ گئیں۔

☆☆☆

آزر بہت خوش تھا۔ چند روز میں اس کی شادی ہونے والی تھی اور وہ شادی کی تیاریوں میں بہت زیادہ مصروف تھا۔ وہ اکثر نیشا کے ساتھ جا کر شاپنگ کرتا۔ اس کے ماں باپ بھی بہت زیادہ خوش تھے۔ آزر یہ خوشی کی خبر جواد کو سنانا چاہتا تھا۔ اس نے کبھی اسے اپنے موبائل سے کال نہیں کی تھی۔ ہمیشہ نیٹ سے کرتا تھا۔ رات کافی گہری ہو گئی تھی۔ جب وہ اس کا نمبر ملا رہا تھا۔ کافی بیلز کے بعد جواد نے فون اٹھایا تو آزر کی آواز سن کر انتہائی خوش ہونے لگا۔

''یار آزر، تم کہاں چلے گئے ہو کب واپس آؤ گے۔ میں تمہیں بہت مس کرتا ہوں۔ سچ ہمارے گروپ کو تو کسی کی نظر ہی لگ گئی ہے۔ بہت ہی عجیب و غریب باتیں سننے میں آرہی ہیں۔'' جواد فون ریسیو کرتے ہی آزر سے شروع ہو گیا۔

''کیوں، کیا مطلب؟'' اس نے حیرت سے پوچھا۔

''یار حمنہ کے بارے میں بہت عجیب و غریب باتیں سننے میں آرہی ہیں۔ کوئی کہتا ہے اس کا مرڈر ہو گیا ہے کوئی کہتا ہے اس نے خودکشی کرلی ہے لیکن یہ بالکل confirmed ہے کہ حمنہ اس دنیا میں نہیں رہی۔'' جواد نے دکھ بھرے لہجے میں بتایا۔

''کیا......؟'' آزر نے حیرت سے چلاتے ہوئے کہا۔

''یار وہ اتنی اچھی لڑکی تھی۔ اتنی معصوم اور پاک باز...... کون اس کا مرڈر کر سکتا ہے۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا۔ مجھے تو اس بات کا یقین ہی نہیں آرہا اور رہی خودکشی کی بات تو وہ خودکشی کیوں کرتی۔ اسے تو کوئی پرابلم، کوئی ڈپریشن نہیں تھا۔ وہ اپنی منگنی سے بھی خوش تھی۔ اسٹڈیز میں بھی ٹھیک تھی۔ معلوم نہیں اس کے ساتھ کیا ہوا ہے۔ اس نے ایگزامز دیے اور نہ ہی یمنیٰ نے...... ایگزامز کے بعد ہمیں پتا چلا کہ حمنہ کی ڈیتھ ہو گئی ہے۔ یقین مانو ساری کلاس اس کے غم میں روتی رہی۔ میں تو دو دن نہیں سو سکا۔'' جواد نے گلوگیر آواز میں کہا تو آزر ایک دم خاموش ہو گیا۔

''تمہیں بھی دکھ ہو رہا ہے ناں اس لیے تم بھی خاموش ہو گئے ہو۔'' جواد نے کہا تو وہ ایک دم چونکا۔

''آں...... ہاں...... ہاں۔''

''ہاں یار، ایک بات یاد آئی۔ یمنیٰ کا فون آیا تھا، وہ تمہارے بارے میں پوچھ رہی تھی۔ میں نے اسے بتایا کہ تم یوکے چلے گئے ہو تو اس نے تمہارے لیے ایک پیغام دیا ہے کہ آزر سے کہنا کہ تم دنیا کے کسی کونے میں بھی چلے جاؤ میرا سایہ تمہارے تعاقب میں رہے گا۔'' جواد نے کہا تو وہ بری طرح بوکھلا گیا۔

''کیا......؟'' اور پھر ایک دم وہ خاموش ہو گیا۔

''یار، تم نے اسے فون کیوں نہیں کیا۔ وہ تم سے بہت محبت کرتی ہے اسی لیے اس نے یہ کہا ہے کہ تم جہاں کہیں بھی جاؤ گے وہ تمہارے ساتھ ساتھ رہے گی۔'' جواد اپنی ہی لے میں بولتا چلا گیا اور آزر سے اس کی باتیں سننا محال ہو گیا۔ اس نے ایک دم فون بند کر دیا اور اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرنے لگا۔ جواد ہیلو...... ہیلو کرتا رہ گیا مگر کال ڈراپ ہو چکی تھی۔

☆☆☆

رات آدھی سے زیادہ گزر چکی تھی مگر یمنیٰ کو ایک لمحے کے لیے بھی نیند نہیں آرہی تھی۔ وہ انتہائی مضطرب ہو کر کروٹیں بدل رہی تھی اور ہر کروٹ پر اسے آزر کی تلخ یاد آتی۔ اس کے ساتھ گزارے ہوئے وہ خوشگوار لمحے جنہیں وہ محبت سمجھتی تھی اور تب وہ اسے بہت مسرور رکھتے تھے۔ اب وہی خوب صورت یادیں

اسے خون کے آنسو رُلا رہی تھیں۔ وہ بلک بلک کر رونے لگی۔ اس وقت اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کا دل پھٹنے کو بے تاب ہو۔ اس کے اندر ایک آتش فشاں پھٹ رہا تھا۔ جس کا لاوا اس کے آنسوؤں کی صورت میں بہہ رہا تھا اسے اب بھی یقین نہیں آتا تھا کہ آزر نے اسے محبت کے نام پر دھوکا دیا ہے اگر وہ سب کچھ خود اپنی آنکھوں سے نہ دیکھتی تو شاید کبھی یقین نہیں کرتی مگر اس نے تو سب کچھ دیکھا بھی تھا اور سنا بھی تھا اور اپنے لیے اس کی آنکھوں میں انتہائی نفرت بھی دیکھی تھی۔ وہ مضطرب ہو کر اٹھی اس کی آنکھیں رو رو کر سرخ ہو رہی تھیں۔ اسے قاری صاحب کے الفاظ یاد آنے لگے۔

''بیٹا، تم ہمارے لیے دعا کیا کرو۔ تم جیسے لوگوں کی دعائیں بہت جلدی قبول ہوتی ہیں۔''

''اور بددعائیں؟'' اس نے پوچھا تھا۔

''شاید وہ دعا سے بھی پہلے لیکن تم کسی کو بددعا نہ دینا۔'' قاری صاحب نے اسے نصیحت کی تھی۔

''نہیں، آج میرا دل پھٹ رہا ہے، مجھے حمنہ بھی بہت یاد آ رہی ہے اور اپنی تذلیل بھی، یااللہ...... وہ گنہگار شخص ہم دونوں کی زندگیوں میں زہر بھر کر کتنی آسانی سے چلا گیا اور اسے رتی بھر احساس نہیں کہ اس نے ہمارے ساتھ کیا، کیا ہے۔ حمنہ کے منگیتر عمر کی آہیں اور سسکیاں مجھ سے نہیں سنی جاتیں اور خود میرے اندر جو طوفان برپا ہے وہ اس سے بھی لاتعلق ہے۔ اسے احساس ہی نہیں کہ اس نے میرے ساتھ کیا، کیا ہے؟ میں ایک زندہ لاش بن گئی ہوں۔ اب شاید زندگی بھر کسی سے محبت نہیں کر سکوں گی۔ اس نے میرے اندر کے اعتبار اور یقین کو کرچی کرچی کیا ہے۔ یااللہ آج میں رات کے اس پہر اس شخص کے لیے دل کی گہرائی سے بددعا کرتی ہوں کہ اسے زندگی بھر چین نہ ملے۔ وہ محبت مانگے تو اسے محبت نہ ملے۔ وہ سکون مانگے تو اسے سکون نہ ملے۔ تو اس کی زندگی کو کانٹوں کی ایسی سیج بنا دے کہ اسے ایک لمحے کو چین نہ آئے۔ اسے ہر ہر لمحہ میں اور حمنہ یاد آئیں پھر اسے یہ احساس ہو کہ اس نے کتنا بڑا گناہ کیا ہے۔ حمنہ کو موت کے منہ میں دھکیل کر اور مجھ سے زندگی کے سب رنگ چھین کر...... مجھے چلتی پھرتی لاش بنا کر۔ کاش وہ بھی ایسی لاش بن کر پھرے کاش......!'' وہ سسک سسک کر رونے لگی۔ وہ دونوں ہاتھ بلند کر کے اتنی شدت سے روئی کہ شاید زندگی میں اتنی شدت سے نہیں روئی تھی۔ وہ رو رہی تھی اور اب اس کے اندر کا آتش فشاں آہستہ آہستہ ٹھنڈا پڑنے لگا تھا اور آنسوؤں کی روانی میں بھی کچھ کمی آنے لگی تھی یا پھر آنکھیں آنسو بہا بہا کر تھک چکی تھیں اور اب ان میں مزید سکت باقی نہیں رہی تھی کہ وہ اس کے اندر کے جذبات کا ساتھ دے سکیں۔

☆☆☆

یہ یمنیٰ کی بددعاؤں کا اثر تھا یا آزر کے اپنے کرتوت سامنے آئے تھے کہ شادی کی پہلی رات ہی اس کی بے انتہا فیشن ایبل اور امریکن معاشرے کی پروردہ نیشا نے جب اپنے ہوش سے لے کر آج تک کے تمام لوافیئرز آزر کو سنانے شروع کیے کہ جس میں ہر قسم کے تعلقات کی حدیں پار کی جا چکی تھیں۔ وہ مزے لے کر اپنے قصے سناتی رہی اور آزر کی نگاہوں میں یمنیٰ اور حمنہ کی شکلیں گھومنے لگیں اور پھر جواد کی زبانی یمنیٰ کی بات کہ ''تم دنیا کے جس کونے میں بھی جاؤ گے میرا سایہ تمہارا تعاقب میں رہے گا۔'' اس کا دماغ چکرانے لگا اور اس نے غصے سے نیشا کی طرف دیکھا وہ مسکرا مسکرا کر اسے اپنی باتیں سنا رہی تھی۔

''تم نے مجھ سے جھوٹ بولا۔ میں تم سے تمہاری محبت اور relationship کی باتیں پوچھتا رہا تم مجھے narrow minded اور rigid کہتی رہیں۔ تم نے مجھے اتنا بڑا دھوکا دیا۔

میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گا۔'' آزر نے انتہائی غصے سے اس کے چہرے پر دو تین تھپڑ لگائے۔

''تم نے مجھے مارا۔ مجھے تھپڑ لگایا مجھے...... میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گی۔'' نیشا نے غصے سے چلاتے ہوئے اتنا شور مچایا کہ آزر بھی گھبرا گیا۔ اس نے کمرے کی تمام سجاوٹ تہس نہس کر دی اور دیگر چیزیں اٹھا اٹھا کر کارپٹ پر پھینکنے لگی پھر اس نے روتے ہوئے اپنا موبائل ہاتھ میں لیا۔

''میں ابھی پولیس کو کال کرتی ہوں۔'' اس کے نمبر ملانے پر آزر بری طرح گھبرا گیا۔ اس نے نیشا کے ہاتھ سے موبائل چھیننے کی کوشش کی اور اسی کوشش میں نیشا کا ہاتھ مڑ گیا۔ وہ اور زور سے چیخنے چلانے لگی اور باہر جانے کے لیے دروازہ کھولنے لگی۔ آزر نے اسے پیچھے سے کھینچا اور اسے روکنے کی کوشش کی مگر نیشا انتہائی غصے میں تھی۔ اس نے آزر کو زور سے دھکا دیا اور دوبارہ باہر جانے لگی تو آزر نے گھبرا کر سائڈ ٹیبل پر پڑا میٹل کا ایک ڈیکوریشن پیس اس کی طرف پھینکا جو قدرے بھاری تھا۔ وہ اس کی کمر میں جا لگا۔ وہ وہیں لڑکھڑا کر گر پڑی اور زور زور سے چلانے لگی۔ آزر اس کا موبائل لے کر کمرے سے باہر نکل گیا اور جلدی سے دروازے کو لاک لگا دیا۔ وہ بھاگتا ہوا اپنے ماں باپ کے پاس آیا۔ دونوں اسے گھبرایا ہوا دیکھ کر بہت پریشان ہوئے۔ آزر نے انہیں ساری بات بتائی تو وہ دونوں بھی بہت پریشان ہو گئے۔

''یہ...... یہ تو بہت برا ہوا...... اگر نیشا اور اس کے گھر والوں نے پولیس میں رپورٹ لکھوا دی تو تمہیں جیل جانا پڑے گا اور یہاں پر تو سزائیں بھی بہت سخت ہیں۔ ہمیں یہ گھر بار چھوڑ کر کہیں اور چلے جانا چاہیے۔ ورنہ نیشا کے گھر والے ہمیں نہیں چھوڑیں گے۔ ایک بار ہم پھنس گئے تو پاکستان واپس جانا بھی ممکن نہیں ہوگا۔'' مسز عظیم کو یہی بات سوجھی۔

''ہاں، یہی بہتر ہے۔ ہمارے پاس سوچنے کا زیادہ وقت نہیں۔ اگر وہ لوگ آ گئے تو بہت مشکل ہوگی۔ یہاں سے بھاگنے کی جلدی کرو۔'' عظیم احمد نے کہا اور تینوں ضروری سامان لے کر گاڑی میں بیٹھ کر نہ جانے کہاں کے لیے روانہ ہو گئے۔

☆☆☆

یمنیٰ صبح بیدار ہوئی تو اس کی طبیعت بہت بوجھل تھی اور آنکھیں بری طرح سوجی ہوئی تھیں۔ جمال احمد آفس جانے سے پہلے ہمیشہ اس کے کمرے میں ضرور جاتے تھے۔ وہ اس کے کمرے میں آئے تو یمنیٰ کے چہرے کی طرف دیکھ کر حیران رہ گئے۔

''کیا تم رات بھر نہیں سوئیں؟'' انہوں نے حیرت سے پوچھا پر وہ خاموش رہی۔

''دیکھو بیٹا کب تک ایسا چلے گا۔ اب تمہیں اپنے آپ کو کمپوز کرنا چاہیے۔ اب نارمل لائف گزارنے کی کوشش کرو۔ تم اپنی اسٹڈیز اور دیگر ایکٹویٹیز دوبارہ شروع کرو۔ یوں ہر وقت کمرے میں بند رہ کر سوچتے رہنے سے تم بیمار ہو جاؤ گی۔'' جمال احمد نے اسے سمجھانے کی کوشش کی تو وہ خاموشی سے ان کی باتیں سنتی رہی اور کوئی جواب نہ دیا۔

''کیا بات ہے تم اتنی خاموش کیوں ہو؟'' انہوں نے بغور اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''کچھ نہیں۔'' اس نے آہستہ آواز میں جواب دیا۔

''پھر اس خاموشی کی وجہ؟''

''میرے پاس کہنے کو کچھ نہیں رہا۔'' اس نے بھرائی ہوئی آواز میں جواب دیا۔

''بیٹا یہی تو میں تمہیں سمجھانے کی کوشش کر رہا ہوں کہ زندگی یونہی صرف سوچ بچار میں نہیں گزر سکتی۔ زندگی میں کرائسز آتے رہتے ہیں اور یہ کرائسز انسان کو ہمیشہ کچھ نہ کچھ پازیٹو دے کر جاتے ہیں۔ ممکن ہے اسی میں سے تمہاری زندگی کے لیے کوئی بہتر راہ نکل آئے۔'' جمال احمد نے اسے

ایک راہ دکھائی۔

''اتنا سب کچھ ختم ہوجانے کے باوجود بھی آپ بہتری کا سوچ رہے ہیں۔ اب یہ ناممکن ہے۔'' یمنیٰ نے مایوسی سے جواب دیا۔

''تو کیا تم اب ساری زندگی یونہی اس کمرے میں گزاردو گی؟''

''معلوم نہیں، میں کچھ نہیں جانتی۔'' جمال صاحب اس کی بات پر پریشانی سے اس کی طرف دیکھنے لگے۔

''اگر تم چاہو تو اماں جی نے جس پروپوزل کے لیے بات کی تھی تو کیا میں اسی سلسلے میں ان سے بات کروں؟'' انہوں نے آہستہ آواز میں پوچھا تو وہ ایک دم ہڑبڑا گئی۔

''شادی...... It's impossible no never۔'' وہ ایک دم ہائپر ہوگئی پھر باپ سے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

''میں کبھی کسی مرد پر اعتبار نہیں کرسکتی۔'' وہ روتے ہوئے بڑبڑانے لگی تو جمال صاحب گھبرا گئے اور انہوں نے محبت سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

''ریلیکس مائی ڈیئر، میں تو تمہیں لائف میں بزی دیکھنا چاہتا ہوں۔ اس لیے اس آپشن کے بارے میں سوچا۔'' جمال صاحب نے فکرمندی سے کہا تو یمنیٰ پھوٹ پھوٹ کر روتی رہی۔ اور وہ اسے محبت سے چپ کراتے رہے مگر یمنیٰ کے دل کو سکون نہیں مل رہا تھا۔

☆☆☆

نیشا کی کئی گھنٹے کی بے ہوشی نے عظیم احمد کو فرار کا موقع دے دیا تھا۔ وہ پہلی فلائٹ لے کر دبئی آگئے تھے۔

☆☆☆

یمنیٰ نے پھر ایک خواب دیکھا تھا اور اس کی وجہ سے وہ بہت زیادہ مضطرب ہوگئی تھی۔ اسے سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اس خواب کی تعبیر کیا ہوسکتی ہے۔

وہ پریشانی کے عالم میں سوچ رہی تھی کہ کس سے ذکر کرے...... بہت سوچنے کے بعد اسے قاری صاحب کا خیال آیا اور اس نے ان سے رابطہ کرکے اپنے خواب کے بارے میں بتایا۔ وہ بھی سوچ میں پڑ گئے تھے پھر کافی دیر سوچنے کے بعد گویا ہوئے۔

''بیٹا میرا خیال ہے اللہ آپ سے کوئی خاص کام لینا چاہ رہا ہے اور اس کے لیے وہ آپ کو تیار کررہا ہے۔ میرا خیال ہے کہ آپ گاؤں چلی جائیں اور اپنی دادی سے اس خواب کا ذکر کریں، مجھے امید ہے وہ آپ کے لیے کوئی بہتر راہ نکالیں گی۔'' قاری صاحب نے اسے سمجھایا۔

''مگر قاری صاحب یہ کیسے ممکن ہے...... میں تو اس کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتی مجھے تو یوں لگ رہا ہے جیسے یہ خواب میرا کوئی واہمہ ہو۔'' یمنیٰ نے بے یقینی سے کہا۔

''نہیں بیٹا...... میرے خیال میں یہ اللہ رب العزت کی طرف سے کوئی اہم اشارہ ہے۔ آپ اپنے والدین سے بات کریں اور گاؤں چلی جائیں۔'' قاری صاحب نے اس سے کہا تو وہ خاموش ہوگئی۔ وہ سارا دن بہت پریشان رہی...... کبھی خواب کے بارے میں سوچتی تو کبھی قاری صاحب کی تجویز کے بارے میں وہ عجیب الجھن میں مبتلا ہوگئی تھی۔ رات کو جمال احمد اس کے کمرے میں آئے تو اس نے ان سے اپنے خواب کے بارے میں ذکر کیا تو وہ بھی چونک گئے۔

''بیٹا تم اپنے اس خواب کا ذکر اپنی ماں سے نہ کرنا...... کل میں اور تم گاؤں چلیں گے اور اماں جی سے بات کریں گے۔'' جمال احمد نے کچھ دیر سوچنے کے بعد اپنی رائے دی۔

''ڈیڈی یہ کیسے ممکن ہے کہ میں......؟''

''بیٹا...... زندگی ناممکنات کے سفر کا نام ہے...... اگر انسان کسی چیز کو ناممکن سمجھ کر چھوڑ دے تو

وہ کبھی ممکن نہیں بنتی اور ممکن کام تو عام انسان بھی کرسکتے ہیں...... مگر ناممکن کاموں کے لیے اللہ اپنے خاص بندوں کا انتخاب کرتا ہے...... اس لیے میں... پُرامید ہوں کہ تمہارے اس خواب کا کوئی نہ کوئی مطلب ہے...... اور اللہ تم سے جو بھی کام لینا چاہے گا اس کے لیے خودبخود راستے بنادے گا...... اور تمہیں مدد بھی فراہم کرے گا...... لیکن بیٹا ایک بات یاد رکھنا...... ہر ناممکن کام کو صرف ایک چیز ممکن بناتی ہے اور وہ ہے انسان کا 'یقینِ کامل' اپنے آپ پر اور اللہ پر کامل یقین...... ایسا یقین جس میں رتی برابر شک کی گنجائش نہیں ہو۔'' جمال احمد نے اسے سمجھایا تو وہ سر ہلا کر رہ گئی۔

اگلے روز وہ دونوں گاؤں جانے لگے تو ایمن حیران رہ گئیں وہ شوہر سے بھی جانے کی وجہ پوچھتی رہیں مگر وہ انہیں ٹالتے رہے۔ یمنیٰ نے بھی کوئی تسلی بخش جواب نہیں دیا۔ ایمن کے دل میں کھٹکا سا پیدا ہوا اور انہیں یقین ہوگیا کہ کوئی نہ کوئی اہم بات ضرور ہے جسے اُن سے چھپانے کی کوشش کی جارہی ہے...... انہیں یہ بھی افسوس ہورہا تھا کہ جمال احمد اور یمنیٰ ان پر اعتبار نہیں کررہے تھے گوکہ جمال احمد نے انہیں یہ کہہ کر مطمئن کرنے کی کوشش کی تھی کہ وہ ماحول کی تبدیلی کے لیے یمنیٰ کو اماں جی سے ملوانے لے جارہے ہیں...... لیکن اتنی اچانک انہیں کیا سوجھی......؟ یقیناً یمنیٰ کے رشتے کے لیے اماں جی نے اسے بلایا ہوگا...... شاید اماں جی اسے لڑکے والوں کو دکھانا چاہتی ہیں اگر شادی کی بھی بات ہے تو ماں سے چھپانے کی کیا ضرورت ہے...... وہ سارا دن بیٹھی سوچتی رہیں اور خیالات کا تانا بانا بنتی رہیں مگر انہیں کوئی سرا نہیں مل رہا تھا۔

☆☆☆

یمنیٰ اور جمال احمد اماں جی کے سامنے بیٹھے تھے۔ وہ بھی انہیں اچانک دیکھ کر حیران بھی ہوئیں اور بہت خوش بھی...... انہوں نے جلدی سے ان لوگوں کے لیے کھانا لگوایا تھا۔ کھانے سے فارغ ہو کر جمال احمد نے اماں جی کو یمنیٰ کے خواب کے بارے میں بتایا تو وہ بھی حیران رہ گئیں اور کافی دیر خاموشی سے کچھ سوچتی رہیں۔

''یہ کوئی معمولی بات نہیں...... بہت بھاری منزل ہے اور اس کے لیے بہت محنت اور کوشش کی بھی ضرورت ہے...... جمال احمد تم اسے کس کام میں ڈالنا چاہتے ہو...... اس کی شادی کرواور یہ اپنا گھر بسائے۔ لڑکیوں کے لیے تو یہی ضروری ہوتا ہے کہ وہ اپنے گھروں کو آباد کریں۔'' اماں جی نے رائے دی۔

''اماں جی...... یہ محض میری اور آپ کی سوچ تو ہوسکتی ہے مگر اس رب العزت کی نہیں جس نے ہم انسانوں سے مختلف کام لینے ہوتے ہیں۔'' جمال احمد نے کہا۔

''تم...... صرف اس کا ایک خواب سن کر اسے اس راہ پر ڈال رہے ہو...... ہر خواب حقیقت تو نہیں ہوتا ناں......!'' اماں جی نے انہیں سمجھانے والے انداز میں کہا۔

''اماں جی...... یمنیٰ کے بیشتر خواب حقیقت ہوتے ہیں، اس پر مجھے پورا یقین ہے۔'' جمال احمد نے بیٹی کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

''اچھا...... یہ اتنی اللہ والی کب سے ہوگئی؟ پہناتے تم اسے پینٹ اور شرٹیں رہے ہو اور باتیں تم بڑی بڑی، اللہ والی کررہے ہو...... مجھے تو تم باپ بیٹی کی سمجھ نہیں آرہی...... آخر تم لوگ چاہتے کیا ہو؟'' اماں جی گہری سانس لیتے ہوئے بولیں۔

''اماں جی...... انسان کے لباس کا اس کی روح کے ساتھ وہ تعلق نہیں جو آپ سوچ رہی ہیں۔ انسان کی روح کا تعلق تو اس کے پاک دل اور اس کی سوچ سے ہوسکتا ہے۔'' جمال احمد نے رائے دی۔

"کیالباس کے بارے میں اللہ نے احکامات نہیں دیے؟" اماں نے سوال کیا۔

"ہاں...... بے شک لیکن لباسِ تقویٰ پر زیادہ زور دیا ہے اور جب انسان کی روح اس کے رنگ میں رنگ جاتی ہے تو جسم خود بخود ایسے لباس پہننا چھوڑ دیتا ہے جس میں اسے کراہیت محسوس ہوتی ہے...... میں نے یمنیٰ پر کبھی اپنی مرضی مسلط نہیں کی...... نہ اسے مجبور کیا ہے کہ وہ سر پر دوپٹا اوڑھ لے...... لیکن مجھے یقین ہے یمنیٰ جب خود اپنی مرضی سے کچھ سمجھ کر سر پر دوپٹا لے گی تو پھر وہ کبھی اس کے سر سے نہیں اترے گا۔" جمال صاحب نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو وہ اماں جی کی باتیں سن کر کچھ شرمندہ ہونے لگی اور اس نے اپنا سر جھکا لیا۔

"ٹھیک ہے اگر تم دونوں اس بات پر متفق ہو اور یمنیٰ سنجیدگی سے کچھ کرنا چاہتی ہے تو میں ہر ممکن تعاون کرنے کو تیار ہوں...... کیوں یمنیٰ بیٹے کیا خیال ہے...... کیا تم اس بارے میں سنجیدہ ہو......؟" اماں جی نے اس سے پوچھا۔

"اماں جی...... میں تو کچھ بھی نہیں جانتی...... مجھے کیا معلوم کیا کرنا ہے...... کیا نہیں......؟" یمنیٰ نے معصومیت سے کہا تو اماں جی نے چونک کر جمال احمد کی طرف دیکھا تو وہ بوکھلا گئے۔

"اماں جی...... یہ تو بچی ہے...... راستہ تو ہم نے اسے دکھانا ہے......" جمال احمد جلدی سے بولے۔

"جمال...... جمال...... جو بھی کرنا ہے اسے ہی کرنا ہے...... اگر ہم اتنی جدوجہد کریں اور اس کا دل اکتا جائے...... اور یہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر واپس چلی جائے تو میں اور تم کیا کر سکیں گے۔ سارے کیے پر پانی پھر جائے گا ناں......" اماں جی نے قدرے رعب دار انداز میں کہا۔

"یمنیٰ بیٹے...... تم اِدھر کچھ روز رہو۔" پھر وہ ماں سے مخاطب ہوئے۔

"اماں جی آپ اس کی کچھ تربیت کریں اور پھر دیکھیں کہ یہ کس حد تک اس کام کو سنبھال سکتی ہے...... پھر ہم آگے کے لیے کچھ سوچیں گے۔" جمال احمد نے کہا تو اماں جی نے گہری سانس لی۔

"ٹھیک ہے...... تم اسے میرے پاس چھوڑ جاؤ...... میں شام کو ہی مولوی رحمت اللہ کو بلاتی ہوں اور ان سے تفصیل سے بات کرتی ہوں۔" اماں جی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا تو جمال صاحب خاموش ہوگئے...... اور یمنیٰ کو وہیں چھوڑ کر چلے گئے۔

شام کو وہ گھر پہنچے تو ایمن شدت سے ان کی منتظر تھیں اور وہ اپنے ہی طور پر یمنیٰ کی منگنی اور شادی کے بارے میں منصوبے بنا رہی تھیں۔ جمال احمد کو اکیلے دیکھ کر وہ بہت حیران ہوئیں۔

"آپ...... آپ یمنیٰ کو کہاں چھوڑ آئے ہیں؟"

"وہ کچھ روز اماں جی کے پاس ہی رہے گی۔" جمال احمد نے جواب دیا۔

"کیوں...... کیا کوئی رشتے کی بات چل رہی ہے؟" ایمن نے کریدنا چاہا۔

"رشتے کی بات......؟ ارے نہیں...... نہیں، تم کیسی باتیں کر رہی ہو۔" جمال احمد کو شدید حیرت ہوئی۔

"تو پھر آپ مجھ سے کیا چھپانے کی کوشش کر رہے ہیں؟" ایمن نے غصے سے پوچھا۔

"ک...... کچھ بھی نہیں...... تم یمنیٰ کی حالت دیکھ رہی ہو ناں...... وہ ہر وقت اپنے کمرے میں بند رہتی ہے اور میں چاہتا ہوں کہ وہ زندگی کی طرف دوبارہ لوٹ آئے...... ہنسے، بولے، کھائے، پیے...... یہاں میں اور تم اسے سمجھا سمجھا کر تھک گئے ہیں مگر وہ کچھ سنتی ہی نہیں...... حویلی میں اماں جی کے پاس بہت سی لڑکیاں آتی جاتی رہتی ہیں اور پھر اماں جی کے ساتھ اس کی دوستی بھی ہے...... اسی لیے اسے وہاں چھوڑ آیا ہوں وہ اب کچھ دن وہیں رہے گی۔" جمال احمد نے قدرے وضاحت کی مگر ایمن کے دل

میں جو شک پیدا ہو چکا تھا وہ اتنی آسانی سے دور نہیں ہو سکتا تھا۔ وہ خاموش رہیں اور وہاں سے اٹھ کر چلی گئیں۔ جمال احمد بھی سوچ میں پڑ گئے کہ جو کچھ وہ کرنے جا رہے تھے وہ ٹھیک تھا یا نہیں......؟

☆☆☆

خدیجہ بیگم تیار ہو کر لاؤنج میں آئیں۔ وہ ردا کی ساس کو دیکھنے جا رہی تھیں۔ فہام نے سنا تو شدید حیران ہوا کہ ردا اور روحیل دو دن پہلے تو مری کے لیے نکلے تھے...... اور اب واپس بھی آگئے...... یہ سنتے ہی شمیلہ کے چہرے پر مکارانہ مسکراہٹ پھیل گئی۔

"مما میں تو آفس جا رہا ہوں، آپ شمیلہ کو ساتھ لے جائیں اور ڈرائیور آپ دونوں کو لے جائے گا۔" فہام نے ماں کی طرف دیکھ کر کہا اور وہاں سے چلا گیا۔ خدیجہ بیگم بیٹے کو دیکھتی رہ گئیں۔

ماں جی بیڈ پر لیٹی تھیں...... خدیجہ اور شمیلہ بیڈ کے پاس کرسیوں پر بیٹھی تھیں۔ شمیلہ معنی خیز انداز میں آنکھیں گھما گھما کر کمرے کو دیکھ رہی تھی...... ردا مسلے ہوئے کپڑوں اور بکھرے ہوئے بالوں کے ساتھ چائے کی ٹرالی لے کر اندر داخل ہوئی تو خدیجہ نے ایک ٹک اس کی طرف دیکھا۔

"بیٹا...... یہ تم نے اپنی کیا حالت بنا رکھی ہے؟" خدیجہ نے آہستہ سے کہا۔

"بے چاری سارا دن مجھے سنبھالنے میں ہی مصروف رہتی ہے......" ماں جی شرمندہ، شرمندہ لہجے میں بولیں۔

"وہ تو سب ٹھیک ہے لیکن...... ردا تمہیں اپنا بھی خیال رکھنا چاہیے۔ تمہاری شادی کو دن ہی کتنے ہوئے ہیں نہ چہرے کی وہ رنگت رہی...... اور نہ ہی صحت......" شمیلہ نے تاسف سے منہ بنا کر کہا تو ردا نے ایک دم گھبرا کر ماں جی کی طرف دیکھا۔

"آپ لوگ چائے لیں ناں۔" ردا جلدی سے بولی تو اسی لمحے روحیل دوائیوں کا لفافہ پکڑے

کمرے میں داخل ہوا۔

”آؤ روحیل بیٹا...... کیسے ہو؟“ خدیجہ بیگم نے مسکرا کر اس کی طرف دیکھ کر کہا۔

”ٹھیک ہوں۔“ اس نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا اور باہر جانے لگا۔ شاید اس نے شمیلہ کے جملے سن لیے تھے۔

”روحیل کہاں جا رہے ہو...... سب کے ساتھ بیٹھ کر چائے پیو......“ ماں جی نے گھبرا کر کہا تو وہ خاموشی سے ایک کرسی پر آ کر بیٹھ گیا۔

”روحیل بھائی...... زندگی کا سفر کیسا جا رہا ہے؟“ شمیلہ نے معنی خیز انداز میں پوچھا۔

”یہ تو آپ ردا سے پوچھیں۔“ روحیل نے قدرے تلخی سے جواب دیا۔

”ردا کو تو نہ جانے کیا ہوگیا ہے...... بہت اداس اور مرجھائی ہوئی لگ رہی ہے۔“ خدیجہ بیگم نے آہ بھر کر کہا۔

”آپ کا مطلب ہے کہ میں اس کا خیال نہیں رکھتا یا وہ اس گھر میں خوش نہیں...... اگر ایسی بات ہے تو آپ ردا کو اپنے ساتھ لے جائیں۔ آپ کے گھر تو وہ بہت خوش تھی ناں !“ روحیل نے ایک دم غصے سے بھڑک کر جواب دیا۔

”یہ تم کیسی باتیں کر رہے ہو بیٹا...... میرا ہرگز یہ مطلب نہیں تھا۔“ خدیجہ نے بری طرح گھبرا کر کہا۔

”روحیل...... بات کو مت بڑھاؤ۔ تھکے ہوئے ہو تو جاؤ یہاں سے۔“ ماں جی نے غصے سے ڈانٹتے ہوئے کہا تو روحیل تیزی سے اٹھ کر وہاں سے چلا گیا۔

”معافی چاہتی ہوں...... میری بیماری نے روحیل کو چڑچڑا بنا دیا ہے۔“ ماں جی نے شرمندگی سے سمدھن کی طرف دیکھ کر کہا۔ خدیجہ بیگم کچھ دیر بے دلی...... سے وہاں بیٹھ کر اٹھ آئیں۔

خدیجہ بیگم گھر آ کر لاؤنج میں صوفے پر بیٹھی زار و قطار رو رہی تھیں۔ زاہدہ ان کے پاس ہی کارپٹ پر بیٹھی انہیں تسلیاں دے رہی تھی جبکہ شمیلہ دوسرے صوفے پر منہ پھلائے بیٹھی تھی۔

”میری پھول سی بچی جس کی آنکھ میں، میں نے کبھی آنسو آنے نہیں دیا تھا...... بے بسی سے میری طرف دیکھ رہی تھی...... میں نے ہی برا کیا جو بغیر دیکھے بھالے اس کی اتنی جلدی شادی کردی۔“ خدیجہ بیگم سسکی بھر کر بولیں تو شمیلہ معنی خیزی سے ان کی طرف دیکھنے لگی۔ فہام اور حاتم اندر آئے اور ماں کو روتا دیکھ کر دونوں گھبرا کر ان کے پاس ہی بیٹھ گئے...... زاہدہ جلدی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

”مما...... کیا بات ہے آپ تو ردا کی طرف گئی تھیں۔ کیا بات ہوگئی جو آپ رو رہی ہیں؟“ فہام نے گھبرا کر پوچھا۔

”اپنی بیٹی کی قسمت دیکھ کر......“ خدیجہ بیگم نے سسکی بھر کر بیٹے کو دیکھ کر کہا۔

”کیا...... ہوا...... میری ردا کو......؟“ اس نے گھبرا کر پوچھا۔

”روحیل نے تو ردا کو ملازمہ بنا کر رکھا ہے۔“ شمیلہ بظاہر نند کی ہمدرد بن کر بولی۔ ”ہماری زاہدہ کی حالت ردا سے کہیں اچھی ہے۔“ شمیلہ نے ابرو چڑھا کر زاہدہ کی طرف دیکھ کر کہا۔

”کیا مطلب......؟ روحیل نے اسے نوکر بنا کر رکھا ہے۔“ حاتم نے ایک دم غصے سے بھڑک کر پوچھا۔

”ارے بھئی...... نوکر سے بھی کم تر...... وہ تو ردا کو ابھی ہمارے ساتھ بھیجنے کو تیار تھا...... وہ تو اس کی ماں جی نے روکا۔“ شمیلہ نے مرچ مسالا لگا کر کہا۔

”تو آپ لوگ اسے چھوڑ کر کیوں آئیں؟“ حاتم نے غصے سے کہا۔

”حاتم اتنے جذباتی مت بنو، میرے دل پر کیا گزر رہی ہے تمہیں کیا پتا...... ہمیں ردا کے لیے آسانیاں پیدا کرنی ہیں، اس کا گھر نہیں خراب کرنا۔ اب وہ میریڈ ہے مما اگر ردا پر کام کا برڈن

زیادہ ہے تو آپ اس کے لیے کوئی maid ارینج کردیں۔ اسے pay ہم کردیں گے۔“ فہام نے گہری سانس لے کر ماں کی طرف دیکھ کر کہا۔

”بیگم صاحبہ...... گاؤں میں میرے ماموں کی بیٹی بہت کام کاج ہے۔ آپ اسے ردا بی بی کی طرف بھیج دیں......“ زاہدہ جلدی سے بولی۔

”ہاں...... یہ ٹھیک ہے۔“ فہام نے کہا تو سب خاموش ہوگئے۔

☆☆☆

ماں جی بیڈ پر لیٹی تھیں جبھی ردا دودھ کا گلاس لے کر کمرے میں آئی۔

”ماں جی دودھ پی لیں......“ ردا نے سائڈ ٹیبل پر دودھ کا گلاس رکھتے ہوئے کہا۔

”اوہ...... آپ نے تو شاید ابھی میڈیسنز بھی نہیں لیں۔“ ردا نے جلدی سے پوچھا۔

”خدا تمہیں زندگی کی ساری خوشیاں دے۔“ ماں جی نے محبت سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

”تم جیسی اچھی لڑکی کے ساتھ روحیل کا یہ رویہ دیکھ کر مجھے بہت دکھ ہوتا ہے...... خدا کی قسم وہ پہلے ایسا نہیں تھا...... نہ جانے اسے شادی کے بعد اچانک کیا ہوگیا ہے...... وہ اتنا بدل جائے گا مجھے یقین نہیں آتا۔“ ماں جی نے گلوگیر لہجے میں کہا تو ردا کی آنکھیں بھی نم ہونے لگیں۔

”بیٹی مجھے یوں لگتا ہے جیسے میں تمہاری مجرم ہوں...... مجھے معاف کردو، میں بالکل بے قصور ہوں...... میں نے تمہارے ساتھ کوئی ظلم نہیں کیا۔“ ماں جی نے ردا کا ہاتھ پکڑ کر اپنے دونوں ہاتھوں میں لے کر معافی کے انداز میں کہا۔

”میں صرف آپ کی وجہ سے خاموش ہوں...... کیونکہ آپ نے مجھے بیٹی کہا ہے۔“ ردا نے گھبرا کر ماں جی کے ہاتھوں کو چومتے ہوئے کہا۔

”اور تم بیٹیوں سے بھی زیادہ میری خدمت کر رہی ہو...... اللہ تمہیں اس کا صلہ دے......“ ماں جی نے گہری سانس لے کر کہا تو ردا آنکھیں صاف کرتی ہوئی اٹھی۔

”آپ کوئی ٹینشن نہ لیں بس آرام کریں۔“ ردا نے ماں جی کے اوپر کمبل ٹھیک کرتے ہوئے کہا اور کمرے سے باہر چلی گئی۔ ماں جی اسے دیکھتی رہ گئیں۔

☆☆☆

ردا انتہائی تھکی ہوئی کمرے میں داخل ہوئی...... اور جمائی لے کر بیڈ پر بیٹھ گئی...... اس نے ایک نظر لیپ ٹاپ پر مصروف روحیل کی طرف ڈالی اور پھر منہ پھیر لیا...... روحیل نے انتہائی غصے سے اس کی طرف دیکھا۔

”اگر تم یہاں خوش نہیں ہو تو اپنی ماں کے گھر چلی جاؤ......“ وہ غصے سے لیپ ٹاپ آف کر کے ردا کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔ ردا اسے حیرت سے دیکھتی رہ گئی۔

”تمہاری ماں...... کیا میری انسلٹ کرنے یہاں آئی تھیں...... ضرور تم نے انہیں اپنی دکھ بھری باتیں سنائی ہوں گی۔“ روحیل نے انتہائی درشتی سے کہا۔

”آپ ہر بات کا قصور وار مجھے ہی کیوں ٹھہراتے ہیں۔“ ردا نے خفگی سے روحیل کی طرف دیکھ کر کہا۔

”تم جان بوجھ کر اپنا حلیہ ایسے بنائے رکھتی ہو کہ تمہیں دیکھ کر لوگوں کو ترس آئے...... تم مظلوم دکھائی دو اور میں ظالم......“ روحیل نے اس کی بات کاٹ کر کہا۔

”اگر میں اچھے کپڑے پہن لوں...... تو بھی آپ طنز کرتے ہیں...... آپ نے میری زندگی عذاب میں ڈال رکھی ہے...... کیا کروں...... میں؟“ ردا بھی ایک دم غصے سے چلاتے ہوئے بولی۔

”چھوڑ دو مجھے......“ روحیل نے خفگی سے اسے دیکھ کر کہا۔

''اگر یہی صورت حال رہی تو بہت جلد چھوڑ کر چلی جاؤں گی۔ اب اگر میں اس گھر میں ہوں تو صرف ماں جی کی وجہ سے، انہیں سنبھالنے والا کوئی نہیں اور میں صرف اللہ کے خوف سے ان کی خدمت کر رہی ہوں۔ آپ کی وجہ سے نہیں۔'' ردا نے سختی سے کہا اور تکیہ اٹھا کر غصے سے باہر چلی گئی۔ روحیل ہکا بکا اسے جاتا دیکھتا رہ گیا۔

☆☆☆

صبح ہو چکی تھی ردا لاؤنج میں صوفے پر سو رہی تھی...... کھڑکی سے روشنی اور چڑیوں کے چہچہانے کی آواز آئی تو اس کی آنکھ کھلی اس نے کلاک کی طرف دیکھا۔ جہاں سات بج رہے تھے۔

''اوہ...... ماں جی...... اور روحیل کے لیے ناشتا بھی بنانا ہے۔'' وہ جلدی سے اپنے بکھرے بالوں کا جوڑا بنا کر اٹھ گئی۔ وہ جلدی سے واش روم کی طرف جانے لگی کہ ڈور بیل بجی، باہر جا کر دیکھا تو ایک ادھیڑ عمر شخص ایک نوعمر لڑکی کے ساتھ کھڑا تھا غالباً باپ بیٹی تھے۔

''آپ ردا بی بی ہیں ناں...... میں زاہدہ کا ماموں عبدالشکور ہوں جو فہام صاحب کے گھر کام کرتی ہے اور یہ میری بیٹی زرینہ ہے...... ہم لوگ گاؤں سے آئے ہیں۔'' اس نے جلدی سے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

''آپ اندر آجائیں۔'' ردا حیران تھی کہ وہ یہاں کیوں آئے ہیں۔ اس نے انہیں عزت سے لاؤنج میں بٹھایا۔

''آپ لوگ یہاں کیسے آئے؟'' ردا نے ان کے سامنے بیٹھتے ہوئے پوچھا۔ اسی لمحے روحیل آفس جانے کے لیے تیار ہو کر لاؤنج میں آیا اور ردا کو ان لوگوں کے ساتھ باتیں کرتے دیکھ کر چونکا۔

''کل بڑی بیگم صاحبہ کا فون آیا تھا کہ میں زرینہ کو آپ کے پاس کام کاج کے لیے چھوڑ آؤں...... جبھی گاؤں سے سیدھا یہیں آرہا ہوں۔'' عبدالشکور نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''لیکن انہوں نے مجھے تو کچھ نہیں بتایا۔'' ردا نے ایک دم بوکھلا کر جواب دیا۔

''میرے پاس اتنے فضول پیسے نہیں کہ تمہاری خدمت کے لیے نوکر رکھوں۔'' روحیل نے ان کی باتیں سن کر غصے سے کہا۔

''آپ تنخواہ کی فکر نہ کریں جی...... وہ بڑی بیگم صاحبہ دیا کریں گی۔ یہ بات طے ہو چکی ہے۔ زرینہ یہاں صرف کام کرے گی۔'' عبدالشکور نے جلدی سے وضاحت پیش کی۔

''کیا...... کیا......؟ اب وہ ہم پر ترس کھائیں گی...... مجھے ذلیل کرنے کا ایک اور موقع انہوں نے تلاش کر لیا ہے۔'' روحیل نے ایک دم غصے سے... بھڑک کر کہا۔

''شکور بابا...... آپ جائیں اور یہ زرینہ کو یہیں چھوڑ جائیں۔'' ردا نے گھبرا کر کہا تو شکور سلام کر کے واپس چلا گیا۔

''زرینہ میرے لیے آئی ہے جب میں اس گھر سے جاؤں گی تو زرینہ کو بھی لے جاؤں گی۔'' ردا نے روحیل کی طرف دیکھ کر کہا اور زرینہ کو لے کر کچن میں چلی گئی اور وہ غصے سے اسے دیکھتا ہوا باہر چلا گیا۔

☆☆☆

ردا زرینہ کو سارا گھر دکھا کر کام سمجھا رہی تھی آخر میں وہ اسے اپنے بیڈروم میں لائی۔

''روحیل کو صفائی بہت پسند ہے۔ وہ ذرا سی ڈسٹ بھی برداشت نہیں کرتے اس لیے اس کمرے کی بہت اچھی طرح سے صفائی کرنا...... ماں جی کی بیماری کی وجہ سے مجھے ٹائم ہی نہیں ملا کہ میں اچھی طرح صفائی کرتی۔ ایسا کرو آج میرے کمرے کی خوب اچھی صفائی کردو۔ میں بھی تمہاری مدد کروا دوں گی۔ کہیں تم یہ نہ کہو کہ باجی نے آتے ہی ڈھیر سارا کام کروانا شروع

کردیا۔'' ردا نے مسکرا کر کہا۔

''ارے نہیں باجی...... کام کرنے میں، میں بہت شیر ہوں۔'' اس نے جلدی جلدی چیزوں کو ادھر ادھر کرنا شروع کر دیا۔ ردا وارڈ روب کھول کر کپڑوں کی ترتیب ٹھیک کرنے لگی۔ زرینہ نے میٹرس اٹھایا تو اس کے نیچے سے روحیل کی میڈیکل رپورٹس والی فائل نکلی۔

''باجی کیا اس فائل کو واپس میٹرس کے نیچے ہی رکھنا ہے؟'' زرینہ نے پوچھا تو ردا نے چونک کر اس کے ہاتھ میں پکڑی فائل کو دیکھا اور کھول کر پڑھنے لگی۔ وہ جیسے جیسے فائل پڑھ رہی تھی اس کے چہرے پر حیرت اور پریشانی کے تاثرات نمایاں ہونے لگے۔

''باجی! کیا ہے اس میں...... جو آپ ایک دم پریشان ہو گئی ہیں؟'' زرینہ نے پوچھا۔

''ک...... ک...... کچھ نہیں...... تم ذرا ماں جی کمرے میں جاؤ اور ان سے پوچھ کر آؤ انہیں کسی چیز کی ضرورت تو نہیں۔'' ردا نے اسے زبردستی باہر بھیجنا چاہا۔

''جی...... باجی......'' زرینہ سب کچھ وہیں چھوڑ کر کمرے سے باہر چلی گئی۔

ردا کی آنکھوں میں نمی سی تیرنے لگی اور اس نے فائل کو دوبارہ پڑھنا شروع کیا۔

''تو شاید روحیل...... اسی لیے......'' اس نے آہ بھر کر سوچا۔ اسی لمحے زرینہ کمرے میں داخل ہوئی تو ردا نے اپنے آپ کو نارمل کرنے کی کوشش کی۔

''یہ فائل وہیں رکھ دو جہاں سے نکلی ہے۔''

''ٹھیک ہے...... ہاں ماں جی آپ کو بلا رہی ہیں۔'' زرینہ نے فائل لیتے ہوئے کہا تو ردا کمرے سے باہر نکل گئی۔

''بیٹا...... مجھے میری میڈیسنز دے دو۔'' ماں جی نے اسے دیکھتے ہی کہا۔

''جی...... ماں جی......'' وہ انہیں میڈیسنز کھلا کر خود ان کے قریب صوفے پر بیٹھ گئی۔ اس کے چہرے پر بہت الجھن اور پریشانی تھی جیسے اندر کوئی کشمکش جاری ہو۔ ماں جی نے چونک کر اس کی طرف دیکھا مگر ردا بے خبر رہی۔

''کیا سوچ رہی ہو......؟'' ماں جی نے اس کی طرف بغور دیکھ کر پوچھا۔

''کچھ نہیں......'' ردا ایک دم ہڑبڑا کر بولی۔

''مگر تمہارا چہرہ بتا رہا ہے کہ تم اس وقت بہت پریشان ہو...... کیا بات ہے بیٹا؟'' ماں جی نے ذرا نرمی سے کہا تو ردا نے ماں جی کی طرف دیکھا۔

''مجھے بتاؤ کیا بات......؟'' ماں جی نے پریشان ہو کر محبت سے اس کا ہاتھ پکڑ کر پوچھا۔

''کچھ نہیں......'' اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔

''کیا روحیل نے تمہیں کچھ کہا ہے...... یا پھر کوئی اور مسئلہ ہے؟'' ماں جی نے محبت سے پوچھا تو وہ منہ پر ہاتھ رکھ کر رونے لگی۔

''دیکھو بیٹا...... میاں، بیوی کا رشتہ اس وقت تک بہت خوب صورت ہوتا ہے جب تک دونوں کے دلوں میں ایک دوسرے کے لیے چاہت ہوتی ہے، عزت ہوتی ہے، جب چاہت نہیں رہتی تو پھر رشتہ بھی خوب صورت نہیں رہتا...... کیا تم دونوں میں چاہت کی کمی ہے...... یا پھر کوئی اور بات ہے۔'' ماں جی نے گہری سانس لے کر کہا۔

''معلوم...... نہیں ماں جی......'' ردا نے بھرائے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

''بیٹا...... آخر مسئلہ کیا ہے؟ تم دونوں کا رشتہ اتنی جلدی کیسے کمزور پڑنے لگا ہے۔'' ماں جی نے جھنجلا کر پوچھا۔

''میں نہیں جانتی۔''

''روحیل میں کوئی ایسی خامی یا برائی ہے، جسے تم قبول نہیں کر پا رہیں اور اسی وجہ سے پریشان ہو؟'' ماں جی نے ایک دم رازدارانہ انداز میں پوچھا تو ردا

نے ایک دم سٹپٹا کر انہیں دیکھا۔
''بیٹا...... میاں، بیوی کو اللہ نے ایک دوسرے کا لباس کہا ہے...... جس طرح لباس جسم کی کسی بھی... بدصورتی کو چھپا کر اس پر پردہ ڈالتا ہے...... اس طرح میاں، بیوی بھی ایک دوسرے کی خامیوں پر پردہ ڈال کر...... ایک دوسرے کی عزت اور بھرم رکھتے ہیں۔ تم دونوں اب ایک دوسرے کی عزت ہو۔'' ماں جی نے بغور اسے دیکھ کر کہا۔
''ماں جی اگر بیوی کو شوہر کی کسی ایسی بات کا پتا چلے جو خود اس کے لیے بھی تکلیف دہ ہو اور بیوی کے لیے بھی...... اور شوہر اسے چھپانا چاہے اور بیوی جب سب کچھ جان بھی لے تو وہ کیا کرے؟'' ردا نے ماں جی کی طرف دیکھ کر بڑا عجیب سوال پوچھا۔
''ایسی نیک اور پاکباز عورتوں کا اللہ کے ہاں بڑا درجہ ہوتا ہے جو بہت صبر سے کسی آزمائش سے گزرتی ہیں اور شوہروں کا پردہ رکھتی ہیں اور ان کی دلجوئی بھی کرتی ہیں۔ اللہ ایسی عورتوں کی بہت عزت کرتا ہے اور ان کے درجات بلند کرتا ہے مگر ایسی عورتیں بہت کم ہوتی ہیں آج کل کون کسی کا پردہ رکھتا ہے۔'' ماں جی نے کچھ ناسمجھی کی کیفیت میں ردا کی بات کا جواب دیا۔
''یہ بتاؤ کیا روحیل میں بھی ایسی کوئی بات ہے؟'' ماں جی نے اگلے ہی لمحے اس سے پوچھا۔
''نہیں...... نہیں...... میں تو ایک کتاب پڑھ رہی تھی یونہی ذہن میں خیال آ گیا۔'' ردا نے ایک دم بوکھلا کر جواب دیا۔
''دنیا میں بڑی بڑی عظیم اور پاکباز عورتیں گزری ہیں...... اللہ کی رضا پر صبر کرنے والیاں...... دنیا میں تو وہ بہت آزمائش سے گزرتی ہیں مگر آخرت میں پروردگار انہیں بہت نوازتا ہے۔'' ردا ان کی بات پر خاموش رہی۔
جب سے زرینہ، ردا کے گھر کام میں مدد کرنے آئی تھی روحیل کا موڈ اور خراب ہو گیا تھا۔ وہ بات بات پر اس کے بے عزتی کرتا اور زرینہ، ردا بی بی کی خاطر برداشت کرتی...... ردا یہ سب دیکھ کر کڑھتی رہتی، روحیل کا رویہ ردا سے روز بروز برا ہوتا جا رہا تھا۔

☆☆☆

خدیجہ بیگم ہر نئی فصل کا اناج اور نئے موسم کا پھل غریبوں میں ضرور تقسیم کیا کرتی تھیں سو اس مرتبہ بھی وہ زاہدہ کے ساتھ مل کر الگ، الگ پیکٹس بنا رہی تھیں جبھی شمیلہ وہاں چلی آئی۔
''خالہ جان...... یہ اتنا پھل اور یہ سب کہاں جا رہا ہے؟'' اس نے کڑی تیوریوں کے ساتھ پوچھا۔
''شمیلہ...... آج سے نہیں بلکہ تمہارے خالو کے زمانے سے یہ طریقہ چلا آ رہا ہے جس سے تم لوگ بھی بخوبی واقف تھے۔'' خدیجہ بیگم نے جتاتے ہوئے انداز میں کہا۔
''مگر اب اس گھر کا سارا خرچہ فہام چلاتے ہیں اور میں یہ فضول خرچی نہیں ہونے دوں گی۔ غضب خدا کا مجھے تو کسی بات کا علم ہی نہیں ہوتا اور فہام کا پیسہ کس، کس طرح آپ لٹائے جاتی ہیں۔''
شمیلہ نے یہ اور اس طرح کی کئی تلخ باتیں خدیجہ بیگم کو کہیں اور وہ صرف ٹھنڈی آہیں بھرتی رہ گئیں۔ خدیجہ اپنے کمرے میں بیڈ پر لیٹی تھیں۔ ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ شمیلہ کی باتیں ان کے کانوں میں بازگشت کی صورت میں گونج رہی تھیں۔
''آپ جیسی مائیں تو ویسے ہی بیٹوں کو اتنا قابو میں رکھتی ہیں کہ وہ کبھی بیویوں کے ہو ہی نہیں پاتے۔ ہاں...... مفت کی کمائی ہے ناں...... ایک کمائے دوسرا اجاڑے......'' شمیلہ کے الفاظ کسی نشتر کی طرح ان کے سینے میں پیوست ہو رہے تھے۔ وہ سسکیاں بھرنے لگیں۔
''میں شمیلہ کو کیا سمجھ کر بہو بنا کر لائی اور وہ مجھے کیا سمجھ رہی ہے؟ اپنی دشمن...... اپنی رقیب...... میں

نے تو کبھی اس سے کوئی شکوہ تک نہیں کیا اور اس سے میرا وجود بھی اس گھر میں برداشت نہیں ہو رہا۔'' انہوں نے سسکی بھر کر سوچا جبھی ایک دم دروازہ کھلا اور عاصم اندر آیا۔ خدیجہ بیگم جلدی سے اپنے آنسو صاف کرنے لگیں۔
''مما...... کیا آپ رو رہی ہیں؟'' عاصم ان کے قریب بیٹھ کر پوچھنے لگا۔
''ن...... ن...... نہیں تو۔'' وہ ٹھنڈی سانس بھر کر بولیں۔
''بھلا شمیلہ بھابی کے ہوتے ہوئے اس گھر میں کون خوش رہ سکتا ہے۔ مما...... آپ تو ہمیں ہمت دیتی تھیں اور اب خود ہی ہمت چھوڑنے لگی ہیں۔'' عاصم نے ماں کا ہاتھ پکڑ کر نرمی سے سمجھاتے ہوئے کہا۔
''بیٹا...... میں کبھی تکلیفوں سے نہیں گھبرائی مگر میں اس کی مکاریوں سے ہارنے لگی ہوں۔'' انہوں نے بے بسی سے جواب دیا۔
''آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں...... سامنے سے آنے والے حملہ آور کا ہاتھ تو پکڑا جا سکتا ہے مگر پیٹھ پیچھے چھرا گھونپنے والے کو انسان کیسے پکڑے...... میں بھی ذہنی طور پر بہت اپ سیٹ ہو گیا ہوں۔ ہمارے گھر میں ایک عجیب سی ویرانی چھانے لگی ہے۔'' عاصم نے اردگرد دیکھتے ہوئے کہا۔
''کبھی کبھی صرف ایک انسان سارے خاندان کو ایسا توڑ کر رکھ دیتا ہے کہ وہ پھر کبھی جڑ نہیں پاتا۔'' خدیجہ نے زندگی کا تجربہ بیان کیا۔
''مما...... میں کچھ روز کے لیے اسلام آباد جا رہا ہوں۔ اپنے فرینڈز کے ساتھ...... گھر سے دور رہوں گا تو شاید سب کے لیے بہتر ہوگا اور خود میرے لیے بھی۔'' عاصم نے گہری سانس لے کر کہا۔
''بیٹا جلدی آ جانا...... تمہارے بغیر میں اب بہت تنہائی محسوس کرتی ہوں...... دونوں بڑے بھائی تمہارے تو اس کے قبضے میں آ گئے ہیں، تم ہی ہو میرے دکھ کو سمجھنے والے اور تم بھی جا رہے ہو۔'' وہ گھبرا کر بولیں۔
''آپ حوصلہ رکھیں...... میں جلدی آ جاؤں گا بس آپ نے ہمت نہیں ہارنی۔'' عاصم نے مسکرا کر ماں کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔ ''you are our brave mother'' عاصم نے مسکراتے ہوئے ماں کی پیشانی چومی تو وہ مسکرا دیں۔
''اللہ تم سب کو اپنی امان میں رکھے۔'' انہوں نے زخمی مسکراہٹ سے اس کے سر پر پیار دیتے ہوئے کہا۔

☆☆☆

کمرے میں نیم تاریکی تھی...... ردا اور روحیل دونوں ایک دوسرے کی طرف پشت کیے کروٹ کے بل لیٹے تھے۔ دونوں کی آنکھیں بند تھیں مگر وہ سو نہیں رہے تھے۔ دونوں اپنے آپ سے مسلسل الجھ رہے تھے۔
''روحیل بہت اپ سیٹ ہے، شاید یہی وجہ ہے۔'' ردا نے اپنے طور پر سوچا۔
''مجھے اندازہ نہیں تھا کہ زندگی مجھے یوں ٹریٹ کرے گی۔'' روحیل نے خود سے بے آواز مکالمہ کیا۔
''زندگی نہیں...... شاید قسمت...... یا اللہ میں نے ایسا کون سا گناہ کیا ہے جس کی تو مجھے اتنی بڑی سزا دے رہا ہے۔'' روحیل کے سینے سے جیسے آہ نکلی۔
''شاید روحیل رو رہا ہے۔'' ردا نے گھبرا کر آنکھیں کھولتے ہوئے خود سے کہا اور چہرہ روحیل کی طرف کیا وہ بدستور اس کی طرف پشت کیے لیٹا تھا۔
''ایسی نیک اور پاکباز عورتوں کا اللہ کے ہاں بڑا درجہ ہوتا ہے جو بہت صبر سے کسی آزمائش سے گزرتی ہیں اور شوہروں کا پردہ بھی رکھتی ہیں اور ان کی دلجوئی بھی کرتی ہیں۔'' ردا کے کانوں میں ماں جی کے الفاظ گونجنے لگے...... ردا نے کچھ سوچا اور روحیل کی طرف ہاتھ بڑھانے لگی جبھی روحیل نے کروٹ بدلی۔ ردا نے اس کے قریب بیٹھ کر اس کا

ہاتھ پکڑ لیا۔

''روحیل آپ کس بات سے اتنے ہرٹ ہو رہے ہیں۔'' ردا نے گہری سانس لے کر محبت بھرے لہجے میں اس سے کہا تو روحیل بے بسی اس کی طرف دیکھنے لگا اور پھر کروٹ بدل لی۔

''کیا آپ کو مجھ پر...... اور اپنی محبت پر کوئی اعتبار نہیں رہا...... آپ مجھ سے اپنے دل کی بات شیئر کیوں نہیں کرتے...... اٹھیں اور مجھے بتائیں کہ آپ کو کیا پرابلم ہے۔'' ردا نے اس کا بازو جھنجوڑتے ہوئے کہا تو روحیل نے شکستہ انداز میں اس کی طرف دیکھا اور بیٹھ کر اپنی آنکھیں صاف کرنے لگا۔

''روحیل...... پلیز...... حوصلہ کریں۔ میں آپ کے پاس ہوں ناں...... پھر آپ کیوں پریشان ہو رہے ہیں...... میں زندگی کے ہر مرحلے پر آپ کے ساتھ ہوں گی۔ پلیز مجھ پر ٹرسٹ کریں۔'' ردا نے قدرے جذباتی انداز میں کہا تو روحیل نے...... بے بسی سے اس کی طرف دیکھا...... ردا اس کے آنسوؤں کو اپنے ہاتھوں سے صاف کرنے لگی تو روحیل نے اس کے ہاتھ مضبوطی سے پکڑ لیے۔

''ردا! مجھے کبھی تنہا نہیں چھوڑنا...... ورنہ میں......'' روحیل نے قدرے جذباتی انداز میں کہا۔

''میں ہمیشہ آپ کے ساتھ ہی ہوں گی۔ چاہے کتنا مشکل وقت ہی کیوں نہیں آئے۔'' ردا نے مسکرا کر محبت سے کہا تو روحیل نے زخمی مسکراہٹ سے اس کی طرف دیکھا...... ردا نے محبت سے اس کے کندھے پر سر رکھ دیا۔ روحیل دھیرے دھیرے اس کے بازو تھپتھپانے لگا اور ردا کو یقین آنے لگا کہ روحیل اس پر بھروسا کرنے لگا ہے۔ وہ بہت جلد اپنے دل کی باتیں اسے کہہ دے گا اور اس کا سارا غم اور دل کا بوجھ ہلکا ہو جائے گا۔

☆☆☆

فہام کو بزنس میں کچھ loss ہوا تھا اور یہ بات شمیلہ نے فہام کو فون پر کسی سے بات کرتے سن لی تھی...... اب اس کے ذہن میں کچھ چلنے لگا۔ جس دن سے خدیجہ بیگم نے پھلوں کی پیٹیاں اور اناج کے پیکٹس بنوائے تھے شمیلہ کو یہ سب کچھ بہت کھٹک رہا تھا...... جبھی آج وہ بظاہر فہام کی اور اس کے گھر کی ہمدرد بن کر بات کر رہی تھی۔

''آپ کو بزنس میں loss کب ہوا ہے؟ آپ نے مجھ سے تو کبھی شیئر نہیں کیا؟'' شمیلہ نے اس کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

''میں بزنس میٹرز گھر میں ڈسکس کرنا پسند نہیں کرتا۔'' فہام نے بے پروائی سے کہا۔

''ویسے بھی جس گھر میں شاہ خرچیاں عروج پر ہوں...... وہاں پر ایسے کرائسز تو آتے ہی ہیں ناں۔'' شمیلہ نے منہ بنا کر معنی خیز انداز میں کہا۔

''کیا مطلب...... میں سمجھا نہیں؟'' فہام نے ایک دم چونک کر اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''جس گھر میں ملازموں کو اتنی چھوٹ ملے...... کہ چاہے وہ اناج کی بوریاں اٹھا کر لے جائیں یا پھر پھلوں کے کریٹس...... اور انہیں کوئی پوچھنے والا نہیں ہو تو وہاں قارون کے خزانے بھی ختم ہو جاتے ہیں۔'' شمیلہ، فہام کی ہمدرد بنی کہہ رہی تھی۔

''کیا ہمارے گھر سے کسی ملازم نے یہ سب کیا ہے مگر ہمارے سب ملازم تو بہت اچھے اور ایماندار ہیں۔'' فہام نے چونک کر پوچھا۔

''جو ایمانداری کی آڑ میں مالکوں کی آنکھوں میں دھول جھونکے تو اسے آپ کیا کہیں گے بھلا؟'' اب وہ اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر پوچھ رہی تھی۔

''تم کہنا کیا چاہ رہی ہو......؟ مجھے سمجھ میں نہیں آ رہا۔'' فہام نے جھنجلا کر کہا۔

''یہاں کے سب ملازم آپ لوگوں کو بے وقوف بنا کر لوٹ کھسوٹ میں لگے ہیں۔ بس ان پر نظر رکھیں چور ہیں سب کے سب۔'' شمیلہ نے جیسے

اسے بڑی اہم اطلاع دی۔

''کیا......؟'' وہ انتہائی حیرت سے بولا۔

''میں ناشتا لگا رہی ہوں، آپ جلدی آجائیں......'' وہ یہ کہہ کر کمرے سے چلی گئی اور فہام گہری سوچ میں ڈوب گیا۔

''بیگم صاحبہ پھلوں کی پانچ پیٹیاں ردا بی بی کو بھجوا دی ہیں۔ پڑوس میں بھی دے دی ہیں۔ باقی کے بھی تمام بانٹ دیے ہیں......'' زاہدہ نے آکر خدیجہ بیگم کو اطلاع دی۔

''اتنی پیٹیاں آپ لوگوں میں بانٹ رہی ہیں؟'' فہام نے ایک دم چونک کر ماں سے پوچھا وہ جو آفس جانے کے لیے انہیں خدا حافظ کہنے آیا تھا ملازمہ کی بات پر چونک ہی تو پڑا۔

''ایسا میں پہلی بار تو نہیں کر رہی......تمہارے ڈیڈی کی زندگی میں بھی یہی کرتی تھی......اور تمہاری شادی سے پہلے بھی یہی ہوتا تھا۔'' انہوں نے بیٹے کے پوچھنے پر کہا۔

''تب کی بات اور تھی ......'' فہام نے بات کاٹتے ہوئے کہا۔

''تب تمہارے باپ کی کمائی تھی......اور اب تمہاری ہے ناں، ماں، باپ اولاد پر لاکھوں خرچ کریں...... وہ کبھی حساب نہیں لیتے اور اولاد چند روپے بھی خرچ کرے تو حساب مانگنے لگتی ہے۔'' خدیجہ بیگم نے تیز لہجے میں کہا۔

''مما......میرا یہ مطلب نہیں تھا۔'' فہام بوکھلا گیا۔

''تم وہی فہام ہو جس سے میں لاکھوں روپے لیتی تھی اور وہ کبھی سوال نہیں کرتا تھا اور آج چند پیٹیاں تمہیں کھٹک رہی ہیں۔'' انہوں نے خفگی سے کہا۔

''آئی ایم سوری...... میں......میں ...'' اس نے ماں کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اتنے میں شمیلہ اسے ناشتے کے لیے بلانے آگئی۔ خدیجہ بیگم نے منہ پھیر لیا اور وہ اٹھ کر بیوی کے ساتھ باہر چلا گیا۔

☆☆☆

زرینہ نے جا کر دروازہ کھولا تو خدیجہ بیگم کا ڈرائیور پھلوں کی پیٹیاں لیے موجود تھا۔

''شوکت...... بابا...... آپ......؟'' ردا نے خوش ہو کر کہا۔

''سلام......ردا بی بی...... بڑی بیگم صاحبہ نے آپ کو یہ پھل بھیجے ہیں۔'' ڈرائیور نے مسکراتے ہوئے کہا تو روحیل چائے پیتے ہوئے ایک دم رکا۔

''ہم کوئی بھکاری ہیں جو تمہارے گھر والے آئے روز چیزیں بھیجتے رہتے ہیں۔'' روحیل نے ردا کے قریب آکر انتہائی غصے سے ڈانٹتے ہوئے کہا۔

''صاحب جی...... یہ تو نئے موسم کے پھل ہیں، تحفے میں بھیجے ہیں بیگم صاحبہ نے۔'' ڈرائیور نے گھبرا کر کہا۔

''شٹ اپ......اٹھاؤ یہ سب اور واپس لے جاؤ۔'' روحیل نے غصے سے کہا۔

''لیکن......روحیل؟'' ردا نے گھبرا کر روحیل اور پھر ڈرائیور کو دیکھا۔

''خبردار......تم نے میری اجازت کے بغیر کوئی چیز لی......واپس کر دو یہ سب......ورنہ۔'' وہ غصے سے دانت کچکچا کر بولا۔

''شوکت...... بابا...... آپ یہ سب لے جائیں۔'' ردا نے گھبرا کر ڈرائیور کی طرف دیکھ کر کہا۔

''جی ردا بی بی......'' ڈرائیور نے اس کی طرف دیکھ کر ایک سرد آہ بھری اور وہ پیٹیاں اٹھا کر واپس چلا گیا۔ روحیل ڈائننگ ٹیبل کی طرف بڑھا تو ردا جلدی سے بھاگتی ہوئی ڈرائیور کے پاس پہنچی اور اسے ماں کو کچھ بھی بتانے سے منع کر دیا۔ شوکت بابا سخت تذبذب کی حالت میں گاڑی میں جا بیٹھے۔

''واہ......مولا...... بیٹیوں کے نصیب بھی تُو کیسے بناتا ہے۔ شہزادیوں کی طرح راج کرنے والی بیٹی کیسے خوار ہو رہی ہے۔ معلوم نہیں اسے کیا پریشانی

ہے۔'' شوکت بابا نے نم آنکھوں سے سوچا اور گاڑی اسٹارٹ کر دی۔ ردا وہیں کھڑی پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ واقعی ماں، باپ بیٹوں کو سب آسائشیں دے سکتے ہیں لیکن اچھا نصیب نہیں۔

☆☆☆

''زاہدہ ہم تو تمہیں بہت ایمان دار سمجھتے تھے مگر تم نے بھی بے ایمانی اور چوریاں شروع کر دی ہیں۔'' فہام نے ملازمہ کی طرف دیکھ کر غصے سے کہا۔

''نہیں، نہیں فہام بھائی میں ایسا کیوں کروں گی۔'' زاہدہ نے گھبرا کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

''زاہدہ کبھی چوری نہیں کر سکتی......'' خدیجہ بیگم نے پریشانی سے اس کی طرف دیکھ کر جواب دیا۔

''اگر اس نے چوری نہیں کی تو پوچھیں اس سے کہ اس کے کوارٹر میں اتنے زیادہ پھلوں کے کریٹس کہاں سے آئے ہیں۔ آپ نے تو اسے ایک دیا تھا۔'' شمیلہ طنزیہ انداز میں بولی تو زاہدہ کا رنگ ایک دم فق ہو گیا اور وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے خدیجہ بیگم کی طرف دیکھنے لگی۔

''ہاں زاہدہ بتاؤ وہ سب کہاں سے آئے؟'' خدیجہ بیگم نے حیرت سے پوچھا تو اس نے نظریں جھکا لیں۔

''زاہدہ......خدا کے لیے یہ باتیں بڑی بیگم صاحبہ کو نہیں بتانا۔ ردا بی بی نے رو رو کر درخواست کی تھی۔'' زاہدہ کے کانوں میں شوکت بابا کے الفاظ گونجنے لگے تو وہ آنکھوں میں آنسو لیے خاموش رہی۔

دراصل ردا کے گھر سے واپسی پر شوکت بابا نے وہ کریٹس اس کے پاس رکھوائے تھے کہ بعد میں ہم کہیں بانٹ دیں گے اور یہ ساری بات شمیلہ نے نہ جانے کہاں سے سن لی تھی۔ جبھی باتوں، باتوں میں فہام کو لے کر گھر کے پچھلے حصے کی طرف گئی اور اس کے کوارٹر سے پھلوں کی پیٹیاں دریافت کر لیں۔ زاہدہ مخمصے میں تھی کہ ردا کی بات رکھے یا اپنی نوکری بچائے۔

''ہاں بولو...... جواب دو...... اب خاموش کیوں ہو......اب رنگے ہاتھوں پکڑی گئی ہو......اس لیے جواب نہیں مل رہا۔'' شمیلہ غصے سے چلانے لگی۔

''مجھے یقین نہیں آ رہا...... تم ایسا بھی کر سکتی ہو۔'' خدیجہ بیگم نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔

''میں نے خود اپنی آنکھوں سے سب کچھ دیکھا ہے......کیا آپ کو پھر بھی میرے بتانے پر یقین نہیں آ رہا۔ زاہدہ تم صبح ہوتے ہی یہاں سے چلی جاؤ تو بہتر ہے۔ ورنہ میں تمہیں پولیس کے حوالے کر دوں گا۔'' فہام نے غصے سے اسے دھمکی دیتے ہوئے کہا۔

''نہیں صاحب جی...... خدا کے لیے میرے حال پر رحم کھائیں۔ میں بیوہ کہاں جاؤں گی۔'' زاہدہ نے اس کے آگے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا۔

''اس گھر میں چوروں کے لیے کوئی جگہ نہیں۔'' شمیلہ نے غصے سے اس کی طرف دیکھ کر کہا اور دل ہی دل میں اپنی چالاکی پر خوش ہوئی۔

''بیگم صاحبہ...... آپ میرے حال پر رحم کھائیں۔'' اس نے خدیجہ بیگم کے پاؤں پکڑتے ہوئے کہا۔

''نہیں......مما...... اب یہ یہاں نہیں رہے گی۔'' فہام خفگی سے بولا۔

''زاہدہ......اب تم یہاں سے چلی جاؤ تو بہتر ہے۔'' خدیجہ بیگم نے بہت بے بسی سے زاہدہ کی طرف دیکھ کر کہا اور وہ روتے ہوئے باہر چلی گئی۔ شمیلہ کے چہرے پر فاتحانہ مسکراہٹ پھیلنے لگی۔

☆☆☆

ردا، ماں جی کو میڈیسنز دینے کے بعد ان کی ٹانگوں پر کمبل ٹھیک کر رہی تھی...... وہ چہرے سے بہت خاموش اور اداس لگ رہی تھی۔ ماں جی اسے نم آنکھوں سے دیکھے جا رہی تھیں۔

''ماں جی ایک دو دن میں آپ کی ڈاکٹر کے پاس اپائنٹمنٹ ہے۔'' ردا ایک دم بولی تو ماں جی کو اپنی طرف بغور دیکھتے ہوئے دیکھ کر وہ چونک اٹھی۔

''آپ مجھے ایسے کیوں دیکھ رہی ہیں؟'' اس نے حیرت سے پوچھا۔

''اِدھر آؤ...... میرے پاس بیٹھو۔'' ماں جی نے گہری سانس لے کر اسے اپنے پاس بلاتے ہوئے کہا تو وہ ان کے پاس بیٹھ گئی۔

''تم میں کتنا حوصلہ اور صبر ہے؟'' ماں جی نے اس کے چہرے پر محبت سے ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

''کیا مطلب......؟'' ردا ایک دم حیرت سے بولی۔

''روحیل کی کسی بات کا بھی تم نے مجھ سے آج تک شکوہ نہیں کیا......'' ماں جی افسردہ لہجے میں بولیں۔ ''بیٹا...... وہ تم سے کیوں ایسا کرتا ہے...... پہلے تو وہ تم سے بہت محبت کرتا تھا۔'' ماں جی نے نرمی سے پوچھا تو ردا کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔

''معلوم نہیں...... شاید یہ سب کچھ میرے نصیب میں ہی لکھا ہے۔'' ردا نے بے دلی سے مسکرا کر جواب دیا۔

''لیکن...... وہ ایک دم کیوں بدل گیا۔ اس کی کوئی نہ کوئی وجہ تو ہوگی۔ ایسا مرد تب کرتا ہے جب وہ اپنی کوئی خامی یا برائی چھپانا چاہتا ہے اور عورت پر حاوی ہو کر اسے خاموش کرنے کی کوشش کرتا ہے یا پھر عورت کی...... کسی کمزوری کا اسے پتا چل جاتا ہے۔'' ردا نے ایک دم گھبرا کر ان کی طرف دیکھا۔ وہ کچھ کہتے کہتے رک گئی۔

''کیا روحیل میں بھی ایسی کوئی برائی ہے؟'' ماں جی نے اس کی طرف بغور دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''نہیں...... نہیں...... وہ تو بہت اچھے ہیں...... ہر لحاظ سے۔'' ردا جلدی سے آہستہ آواز میں بولی۔

''پھر جانے کیوں وہ ایسا کر رہا ہے...... کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔'' انہوں نے افسردگی سے کہا تو ردا خاموشی سے اٹھ کر کمرے سے باہر چلی گئی۔

☆☆☆

خدیجہ بیگم لاؤنج میں صوفے پر بہت افسردہ بیٹھی تھیں۔ شوکت ان کے پاس کھڑا تھا۔ اس کے چہرے پر بہت سنجیدگی اور پریشانی چھائی تھی۔ وہ سر جھکا کر خدیجہ بیگم کی باتیں سن رہا تھا۔

''شوکت...... اب ہر کام بہت سوچ سمجھ کر کرنا...... بہتر یہی ہے کہ ہر بات فہام کو بتا دیا کرو۔'' خدیجہ آہ بھر کر بولیں۔

''کیوں بیگم صاحبہ......؟'' شوکت نے چونک کر پوچھا تو زاہدہ چادر اوڑھے اور اپنے سامان کا بیگ اٹھائے اندر داخل ہوئی...... اس کے ہاتھ میں چابیاں تھیں اور اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھری تھیں۔ زاہدہ نے چابیاں لا کر ٹیبل پر رکھیں۔

''بیگم صاحبہ...... میں گاؤں جا رہی ہوں، یہ کوارٹر کی چابیاں ہیں۔'' زاہدہ نے سسکی بھر کر خدیجہ بیگم کی طرف دیکھ کر کہا۔

خدیجہ بیگم کو زاہدہ پر پورا بھروسا تھا...... وہ کسی طور یہ سب ماننے کو تیار نہیں تھیں مگر زاہدہ نے بھی سچ بول کر نہ دیا۔ شوکت بابا نے بھی کچھ نہیں بتایا۔ زاہدہ شوکت کو شمیلہ کی حقیقت بتا کر اس گھر سے رخصت ہوگئی کہ اب وہ بیگم صاحبہ کا خیال رکھے۔ یہ سب شمیلہ کا کیا دھرا تھا۔

☆☆☆

فہام کو...... کچھ ایسے...... بزنس پرابلمز آ رہے تھے جن کی وجہ سے وہ بہت پریشان رہنے لگا تھا۔ اس سے پہلے ایسے...... پرابلمز اسے کبھی نہیں آئے تھے اور وہ دونوں بھائیوں کو ان تمام کاروباری الجھنوں سے دور رکھتا تھا کہ اس کے ہوتے ہوئے ان دونوں کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ اس کی ایک شپمنٹ لیٹ ہوگئی تھی اور اس کے لیے اس نے اپنے تمام ورکرز کو لائن حاضر کرلیا تھا۔ سب جانتے تھے کہ فہام جتنا اچھا اور نیک دل انسان ہے کاروباری معاملات میں اتنا ہی زیادہ اصول پسند اور سخت ہے۔ پوری فیکٹری میں ایک ہلچل سی مچی تھی۔

تمام ورکرز کے ساتھ میٹنگ کے بعد وہ اپنے آفس میں آیا تو خاصا پریشان تھا۔ حاتم اس کے روم میں آیا تو اسے یوں پریشان دیکھ کر وہ بھی مضطرب ہوگیا۔

''فہام بھائی...... آج آپ بہت پریشان لگ رہے ہیں اور فیکٹری میں بھی بہت ہلچل مچی ہے کہ آپ بھی اتنے غصے میں نہیں آئے جتنا آج آپ کو دیکھا گیا ہے۔ اس کی وجہ کیا شپمنٹ کا لیٹ ہونا ہے؟''

''ہاں...... اور اس کے علاوہ بھی بہت سے ریزنز ہیں۔'' فہام نے پریشانی سے کہا۔

''مثلاً...... کیا......؟'' حاتم نے پھر حیرت سے پوچھا۔

''پتا نہیں یار...... دل پر اک عجیب سا بوجھ محسوس کرنے لگا ہوں۔ کچھ اضطراب سا بڑھنے لگا ہے، کچھ سمجھ میں نہیں آرہا۔'' فہام نے مضطرب ہو کر کہا۔ اسی لمحے انٹرکام بجا اور سیکرٹری نے ایک بزنس کلائنٹ سے میٹنگ کے لیے کہا۔

''حاتم...... پلیز تم حیدری گروپ آف انڈسٹریز کے مینجنگ ڈائریکٹر سے میٹنگ کرلو۔ اس وقت میں بہت اپ سیٹ ہوں۔'' فہام نے کہا تو وہ آفس سے باہر چلا گیا۔

فہام کا موبائل بجا تو اس نے بغور نمبر دیکھا پھر ہیلو ہی کہا کہ کال آف ہوگئی پھر موبائل بجا تو فہام نے ہیلو کہا دوسری جانب کسی مردانہ آواز نے جواب دیا اور پھر کال ڈراپ ہوگئی۔ تیسری مرتبہ پھر فون آیا تو فہام غصے سے چلّانے لگا۔

''کون ہو تم...... اور کیوں مجھے بار بار کال کر رہے ہو؟''

''کیوں بے صبرے ہو رہے ہو، بتا دوں گا۔''

اتنا کہہ کر پھر فون بند ہوگیا۔ فہام سوچ میں پڑ گیا اور کافی سوچنے کے بعد اس...... نے حیدر کا نمبر ملایا مگر بار بار نمبر ملانے کے باوجود حیدر سے رابطہ نہ ہوسکا تو اس نے موبائل آف کردیا۔

فہام کے نمبر پر پھر اس نمبر سے کال آنے لگی تھی۔

خود پسندی

شوہر نے کہا۔ ''سنتے آئے ہیں کہ خوب صورت عورتیں عام طور سے کم عقل ہوتی ہیں، چالاک مرد آسانی سے انہیں بے وقوف بنا لیتے ہیں۔''

''بالکل ٹھیک سنا ہے تم نے!'' بیوی نے تیزی سے کہا۔ ''میں کم عقل نہیں ہوتی تو کبھی تمہارے پلّے سے نہ بندھی ہوتی۔''

مرسلہ: سعدیہ سرفراز، کراچی

''کیا پرابلم ہے......؟ اگر تمہیں کوئی مسئلہ ہے تو سامنے آکر بات کرو۔'' فہام نے خفگی سے ڈانٹتے ہوئے کہا۔

''وہ بھی کروں گا...... میں تم سے ڈرنے والا نہیں۔'' جواب میں کہا گیا۔

''تم ہو کون......؟'' اس نے پوچھا مگر فون بند ہو چکا تھا۔ فہام پریشان ہو کر چہرے پر ہاتھ پھیرنے لگا۔

''کون ہوسکتا ہے......؟'' فون کرنے والے کا لب ولہجہ دھمکی آمیز تھا۔ کوئی جان بوجھ کر اسے ہراساں کرنے کی کوشش کررہا تھا۔ ''یا تو کوئی فیکٹری ورکر ہوسکتا ہے...... یا کوئی بزنس کلائنٹ...... یا پھر...... کون......؟'' فہام انتہائی متفکر ہو کر سوچنے لگا مگر اسے کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔ کسی نے بارہا اس کا تعاقب بھی کیا تھا۔ وہ بہت زیادہ الجھنے لگا تھا۔ وہ سوچ سوچ کر پریشان ہونے لگا۔

زاہدہ کے گھر سے جانے کے بعد خدیجہ بیگم بہت زیادہ اداس اور تنہا ہوگئی تھیں۔ زاہدہ کے ساتھ مزاج شناسی کی وجہ سے دونوں میں بہت دوستانہ تعلقات تھے۔ نہ خدیجہ بیگم نے اپنے آپ کو کبھی مالکن سمجھا اور نہ زاہدہ نے اپنے آپ کو ملازمہ...... ردا کے جانے کے بعد زاہدہ نے انہیں بہت حوصلہ اور تسلی دی تھی۔ دونوں شمیلہ کی مکاریوں کو خوب سمجھتی تھیں۔

شمیلہ جب بھی خدیجہ بیگم کو نیچا دکھانے کی کوشش کرتی تو زاہدہ ان کا حوصلہ بڑھاتی۔ وہ اس کی کمی کو بہت شدت سے محسوس کرنے لگی تھیں۔ سارا سارا دن اپنے کمرے میں بند رہتیں کسی سے کوئی بات نہ کرتیں۔ فہام اور حاتم سے بھی بہت ضروری بات کر کے خاموش ہو جاتیں۔ اس دن اچانک ردا کا فون آگیا تو خدیجہ بیگم بے بسی سے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں تو ردا بھی ایک دم پریشان ہوگئی۔

''مما! آپ کیوں رو رہی ہیں، پلیز کچھ تو بتائیں؟'' ردا نے گھبرا کر پوچھا۔

''کچھ نہیں...... بس یونہی...... تمہاری آواز سن کر میرا دل بھر آیا۔ بس میں تمہیں یاد کر کے بہت اداس ہو رہی ہوں۔'' خدیجہ بیگم نے سسکی بھرتے ہوئے کہا۔

''اداس تو میں بھی بہت ہوں مگر ماں جی کی وجہ سے نہیں آسکتی۔'' ردا نے اپنی مجبوری بتائی۔

''ٹھیک ہے بیٹا...... پھر بات کروں گی......'' خدیجہ بیگم نے شکستہ لہجے میں کہہ کر فون رکھ دیا۔

ردا ماں کی آواز سن کر بہت مضطرب ہوگئی تھی۔ ماں جی کے پوچھنے پر اس کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔

''بیٹا...... تم ایسا کرو، جاؤ اپنی مما سے مل آؤ...... کافی دن ہوگئے ہیں۔ زرینہ میرے پاس ہے، اگر ضرورت محسوس ہوئی تو میں فضیلت کو بلالوں گی۔'' ماں جی نے بڑی محبت سے کہا تو ردا ایک دم بچوں کی طرح کھل اٹھی اور ماں جی کا شکریہ ادا کر کے زرینہ کے پاس آئی۔ اسے ماں جی کا خیال رکھنے کو کہا اور تمام ضروری کاموں کی ہدایات دے کر وہ خدیجہ بیگم کے پاس اچانک جا پہنچی۔ خدیجہ بیگم بیٹی کو اچانک دیکھ کر بہت خوش ہوئیں۔

''اچھا کیا تم آگئیں۔ تمہارے بغیر میں کتنی اداس ہوگئی ہوں، بتا نہیں سکتی۔'' انہوں نے ردا کے چہرے کو جذباتی انداز میں چومتے ہوئے کہا۔

''اور میں آپ کے لیے اداس ہونے کے باوجود...... آپ کو یاد کر سکتی ہوں اور نہ ہی آپ کا ذکر......'' ... نے ٹھنڈی آہ بھر کر کہا تو خدیجہ بیگم گھبرا گئیں۔

''کیوں بیٹا، کیا روحیل تم پر سختی کرتا ہے؟''

''وہ سختی کرتا ہے یا ظلم...... میں نے تو سب کچھ ... قسمت سمجھ کر قبول کرلیا ہے۔'' وہ دکھی لہجے میں بولی۔

''تم میں اتنا صبر، اتنا حوصلہ کہاں سے آگیا؟'' انہوں نے بے بسی سے اس کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

''اس خدا نے ہی دیا ہے جس نے روحیل ... میرے نصیب میں لکھا ہے۔''

''میں ہی تمہاری گنہگار ہوں، میں نے ... تمہاری شادی میں جلدی کی...... یہ سوچ کر کہ روحیل تمہیں بہت خوش رکھے گا۔'' وہ یہ کہتے ہوئے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں۔

''خوش...... خوشی تو شاید اس گھر سے رخصت ہوتے ہی مجھ سے روٹھ گئی۔'' ردا نے زخمی مسکراہٹ سے جواب دیا۔

''اور تمہارے جانے کے بعد سے خوشی اور سکون یہاں بھی نہیں رہا۔'' ماں کی اس طرح کی بات پر وہ چونک اٹھی۔

''گھر کا ہر فرد ایک دوسرے سے متنفر ہو چکا ہے، اتنے فاصلے اور دوریاں بڑھ گئی ہیں کہ یوں لگتا ہے جیسے کبھی مل نہیں پائیں گے۔'' وہ افسردگی سے گھر کے حالات بتا رہی تھیں اور ردا حیرت سے سن رہی تھی کہ اس کے جاتے ہی اس کے میکے میں کیا کیا ہو گزرا۔

''شمیلہ بھابی اس حد تک بھی جا سکتی ہیں...... اور فہام بھائی...... کیا انہیں کچھ دکھائی نہیں دے رہا؟''

''جب سچ...... مکارانہ سازشوں کی لپیٹ میں آ ... ہے تو بری طرح دھندلا جاتا ہے بیٹا...... تم بچوں ... سے کسی نے ایسی مکاریاں دیکھی ہیں اور نہ سنی ہیں ... اب تو سب ہی بوکھلا گئے ہیں اور اس کی چالوں ... آگئے ہیں۔'' خدیجہ بیگم نے اپنی بے بسی کا اظہار کیا۔

''اور مما...... آپ سب کچھ جانتے ہوئے بھی......؟'' ردا حیرت سے بولی۔

''بہت بے بس اور مجبور ہوں...... میں تو دیکھتی اور سمجھتی رہتی ہوں...... مگر کچھ کہہ نہیں پاتی...... کچھ کر نہیں پاتی۔'' انہوں نے اس کی بات کاٹ کر افسردگی سے جواب دیا۔

''اس کا مطلب ہے آپ تو مجھ سے بھی زیادہ اذیت میں ہیں۔'' وہ سخت پریشان ہوگئی تھی۔

''اور اس اذیت کو سمجھنے والا بھی کوئی نہیں...... زاہدہ سے میں کچھ کہہ لیتی تھی مگر وہ بھی چلی گئی۔'' وہ بے چارگی سے بولیں۔

''کیوں؟'' ردا نے انتہائی حیرت سے پوچھا۔

''وہ بھی شمیلہ کی چالوں کی نذر ہوگئی۔'' خدیجہ بیگم نے نم آنکھوں کو صاف کرتے ہوئے جواب دیا۔

''مما یہ سب کیا ہو رہا ہے؟'' ردا نے گھبرا کر کہا۔

''گھروں میں جب عذاب آتے ہیں تو ایسے ہی دوری، بے اتفاقی اور نفاق پیدا ہوتا ہے۔ اب خدا ہی ہے کہ وہ ہم پر رحم کرے۔'' خدیجہ بیگم نے سرد آہ بھر کر کہا۔

☆☆☆

شام کو روحیل آفس سے گھر آیا تو گھر میں ایک عجیب سا سناٹا اور خاموشی تھی۔ اس نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ اسے ردا کہیں دکھائی نہیں دی۔ اس نے بیڈ روم کا دروازہ کھول کر دیکھا۔ ردا وہاں بھی نہیں تھی۔ ماں جی کے کمرے میں جھانکا تو وہ بھی سو رہی تھیں۔

''ردا...... کہاں جا سکتی ہے؟'' روحیل نے مضطرب ہو کر سوچا۔ وہ جلدی سے کچن کی طرف گیا مگر وہاں زرینہ کھانا پکانے میں مصروف تھی۔

''ردا کہاں ہے؟'' زرینہ کو دیکھ کر اس کا چہرہ تن گیا۔

''وہ اپنی امی کے گھر گئی ہیں۔'' زرینہ نے جلدی سے بتایا۔

''کیوں...... کب اور کس کی اجازت سے؟'' روحیل نے اسی سے جواب دہی شروع کردی۔

''ان کی امی کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی ماں جی نے جانے کو کہا۔'' زرینہ نے جلدی سے جواب دیا۔

''اور واپس کب آئے گی؟'' روحیل نے اسی دُرشتی سے پوچھا۔

''ویسے شام کو آنے کا کہا تھا۔'' زرینہ نے آہستہ سے کہا اور کام میں مصروف ہوگئی۔

شام ہو چلی تھی اور دونوں ماں، بیٹی کی دکھ سکھ پر مبنی داستان ختم ہونے میں نہیں آرہی تھی۔ وہ ماں ہی کے کمرے میں تھی جبھی شمیلہ وہاں چلی آئی۔

''ارے ردا تم کب سے آئی ہوئی ہو، مجھے بتایا بھی نہیں۔''

''ہاں تمہیں اپنے کمرے سے فرصت ملے تو کسی طرف دیکھو بھی۔'' خدیجہ بیگم نے ناک چڑھا کر کہا۔ اتنے میں دونوں بھائی بھی دفتر سے واپس آگئے تھے۔

''ارے واہ...... ردا آئی ہوئی ہے...... کیسی ہے میری ڈول......؟'' سب سے پہلے فہام آگے بڑھ کر ملا پھر حاتم نے بھی اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر خیریت پوچھی۔ سب خدیجہ بیگم کے کمرے میں ہی بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے۔

''ردا، روحیل نہیں آیا تمہارے ساتھ......؟ اچھا چلو تم ایسا کرو اتنے دن بعد آئی ہو آج...... یہیں رک جاؤ۔'' فہام نے بڑی محبت سے کہا۔

''نہیں بھائی، ماں جی کی وجہ سے میں رک نہیں سکتی اب چلوں گی۔'' ردا نے جلدی سے کہا۔

''اچھا تم کھانا کھا کر چلی جانا۔'' شمیلہ نے بھی لگاوٹ سے کہا۔

ردا کافی فکرمند ہو رہی تھی کہ روحیل بھی آفس سے آگیا ہوگا۔ سب گھر والوں نے ردا کے ساتھ رات کا کھانا کھایا مگر ماحول میں کچھ تناؤ تھا۔ جسے ردا نے کافی شدت سے محسوس کیا۔

''چلو اب سب باہر آئس کریم کھانے چلتے ہیں۔'' فہام نے بہن اور ماں کی طرف دیکھ کر کہا۔

''نن...... نہیں۔'' ردا ایک دم گھبرا کر بولی۔

’’ہاں جاؤ...... بیٹا بھائی کہہ رہا ہے۔‘‘ خدیجہ بیگم نے جلدی سے جواب دیا۔
’’گڈ مما...... آپ بھی چلیں۔‘‘ فہام نے ماں سے اصرار کیا۔
’’نہیں...... میری طبیعت ٹھیک نہیں۔‘‘ انہوں نے جواب دیا۔
’’اچھا......۔ ٹھیک ہے پھر آپ آرام کریں......‘‘ فہام نے کہا اور وہ سب باہر چلے گئے۔

☆☆☆

روحیل، ردا کو گھر میں کافی مس کر رہا تھا......
اور جب زرینہ نے اسے اطلاع دی کہ ردا آج رات شاید اپنے میکے میں ہی رہے گی تو روحیل کو غصہ آ گیا اور وہ ماں جی کے منع کرنے کے باوجود اسے لینے نکل گیا۔ تمام راستہ وہ یہی سوچتا رہا کہ ردا کو کیا کہے گا وہ اسے کیوں لینے آیا ہے۔ کیا وہ اسے بتا پائے گا کہ اس کے بغیر گھر کتنا سونا لگ رہا تھا اور اسے دیکھے بغیر اسے چین نہیں آ رہا تھا۔
’’نہیں، مجھے کچھ ظاہر نہیں کرنا چاہیے۔‘‘ اس نے سوچا۔
گیٹ شوکت بابا نے کھولا تھا۔ وہ لاؤنج کے دروازے سے اندر داخل ہو گیا۔ گھر میں داخل ہوتے ہی وہ قدرے بلند آواز سے ردا کو پکارنے لگا۔
’’یہ تو روحیل کی آواز ہے۔‘‘ خدیجہ بیگم اپنے کمرے میں بیڈ پر لیٹی بڑبڑائیں۔ روحیل نے کمرے کے دروازے پر ہلکی سی دستک دے کر اندر جھانکا۔
’’روحیل بیٹا...... آپ!‘‘ خدیجہ بیگم نے جلدی سے بیڈ سے اٹھتے ہوئے کہا۔
’’ردا کہاں ہے؟ میں اسے لینے آیا ہوں۔‘‘ روحیل نے روکھے سے لہجے میں کہا۔
’’وہ تو اپنے بھائی، بھابی کے ساتھ باہر گئی ہوئی ہے۔ اتنے روز بعد آئی تھی تو وہ اسے گھمانے کے لیے باہر لے گئے ہیں۔‘‘ خدیجہ بیگم نے قدرے نرم لہجے میں کہا۔
’’آپ کا مطلب ہے میں نے اسے قید کر رکھا ہے؟‘‘ روحیل نے خفگی سے کہا۔
’’نہیں...... نہیں، میرا یہ مطلب نہیں۔‘‘ وہ گھبرا گئیں۔
’’مما کی طبیعت بہت خراب ہے اور اسے گھومنے پھرنے سے فرصت نہیں۔‘‘ روحیل نے سخت لہجے میں کہا۔
’’میں ابھی ردا کو فون کرتی ہوں، آپ بیٹھیں بیٹا۔ وہ ابھی آ جاتی ہے۔‘‘
’’اوکے...... اس سے کہیں کہ وہ جلدی آئے...... میرے پاس زیادہ ٹائم نہیں......‘‘ روحیل نے اپنی کلائی پر بندھی گھڑی دیکھتے ہوئے کہا۔
’’میں...... ابھی فون کرتی ہوں۔‘‘ خدیجہ بیگم نے کمرے سے باہر جاتے ہوئے کہا تو روحیل خفگی سے منہ بنا کر کمرے میں ٹہلنے لگا۔ ٹہلتے ٹہلتے وہ بک شیلف کے پاس آ گیا اور اس میں سے کتابیں نکال نکال کر دیکھنے لگا۔ یہ بک شیلف خدیجہ بیگم نے ردا کے کمرے سے اٹھا کر اپنے پاس رکھوا لیا تھا کہ کبھی کبھی کتاب پڑھنے کو دل چاہتا ہے۔ اس نے ایک شاعری کی کتاب نکالی اور اسے کھول کر جونہی پڑھنے لگا تو اس میں سے ایک خوب صورت لفافہ نکلا...... اس نے کمالِ جستجو سے اسے کھول کر دیکھا اور پڑھنے لگا۔ یکایک اس کے چہرے پر انتہائی غصے اور حیرت کے تاثرات نمایاں ہونے لگے۔ وہ غصے سے مٹھیاں بھینچنے لگا، خط کو موڑ کر جیب میں رکھا اور کتاب واپس شیلف میں رکھ دی۔ اسے کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا، وہ کیا کرے۔
’’مکار...... دھوکے باز......‘‘ وہ غصے سے بڑبڑایا اور ہونٹ بھینچتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا اور خدیجہ بیگم کو کچھ بتائے بغیر وہاں سے چلا گیا۔ وہ اسے پکارتی رہ گئیں۔

(باقی آئندہ)

ناولٹ

کہیں دیپ جلے کہیں دل

قیصرحیات

گیارھواں حصہ

خدیجہ بیگم ردا کو فون ملاتی رہیں مگر ردا کا موبائل اس کے بیگ میں Silent mode پر پڑا تھا، وہ اپنی ہی سوچوں میں گم فہام کے ہمراہ فرنٹ سیٹ پر بیٹھی تھی۔ شمیلہ نے ہی زبردستی اسے فہام کے ساتھ بٹھایا تھا اور فہام بہت محبت سے اس کے ساتھ باتیں کر کے اس کا دل بہلانے کی کوشش کر رہا تھا اور وہ دھیمے سے مسکرا کر بھائی کا دل رکھ رہی تھی۔

''ردا...... فون کیوں نہیں اٹھا رہی۔'' خدیجہ

بیگم بڑبڑائیں اور فہام کا نمبر ملانے لگیں۔

’’ہیلو...... مما خیریت تو ہے؟‘‘ فہام نے ڈرائیونگ کرتے ہوئے فون ریسیو کیا۔

’’ہاں بیٹا...... روحیل، ردا کو لینے آیا تھا اس کی ماں جی کی طبیعت ٹھیک نہیں۔‘‘ خدیجہ بیگم نے قدرے گھبرائے ہوئے جواب دیا۔

’’لیکن مما...... ردا تو آج یہاں ہمارے پاس رہے گی۔‘‘ فہام نے حیرت سے کہا۔

’’بحث کرنے کی ضرورت نہیں...... تم لوگ گھر واپس آجاؤ...... روحیل کافی غصے میں تھا۔‘‘ خدیجہ بیگم نے جلدی سے جواب دیا۔

’’اوکے...... ہم آرہے ہیں۔‘‘ فہام نے گہری سانس لے کر کہا۔

’’مما کا فون تھا...... روحیل گھر میں تمہارا انتظار کررہا ہے۔‘‘ فہام نے ردا کی طرف دیکھ کر کہا۔

’’کیا...... روحیل گھر آئے ہیں کیوں؟‘‘ ردا نے گھبرا کر پوچھا۔

’’شاید اس کی ماں جی کی طبیعت ٹھیک نہیں۔ مما گھر آنے کو کہہ رہی ہیں۔‘‘ فہام نے کہا تو ردا خاموش ہوگئی۔

’’یہ کیا بات ہوئی...... ابھی تو ہم لوگ آئے ہیں۔ آئس کریم بھی نہیں کھائی۔‘‘ شمیلہ نے برا سا منہ بنایا۔

’’ردا کیا خیال ہے؟‘‘ فہام نے ردا کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

’’گھر چلتے ہیں۔‘‘ اس نے آہستہ آواز میں کہا۔

’’اوکے۔‘‘ فہام نے کہا اور گاڑی ریورس کرنے لگا جبکہ شمیلہ ’’اونہہ‘‘ کہہ کر رہ گئی۔

☆☆☆

خدیجہ بیگم نے فہام کو فون کرنے کے بعد کافی دیر کچھ سوچا پھر ردا کی سسرال فون کرنے لگیں۔ کافی بیلز کے بعد زرینہ نے فون اٹھالیا۔

’’ہاں زرینہ...... میں خدیجہ بیگم بول رہی ہوں۔ کیا روحیل گھر آگیا ہے؟‘‘ انہوں نے پریشانی سے پوچھا۔

’’نہیں بیگم صاحبہ...... ابھی تو نہیں آئے۔‘‘ زرینہ نے جواب دیا۔

’’کیا اس کی ماں جی کی طبیعت زیادہ خراب ہے؟‘‘ خدیجہ بیگم نے گہری سانس لے کر پوچھا۔

’’نہیں...... وہ تو دوا کھا کر اپنے کمرے میں سو رہی ہیں۔‘‘ زرینہ نے پُرسکون لہجے میں جواب دیا تو وہ اچھا کہہ کر چپ ہوگئیں۔

’’کیا بات ہے...... آپ کچھ پریشان لگ رہی ہیں؟‘‘ زرینہ نے استفہامیہ انداز میں کہا۔

’’ک...... ک...... کچھ نہیں...... تم روحیل کو میرے فون کے بارے میں کچھ نہ بتانا...... اچھا خدا حافظ۔‘‘ خدیجہ بیگم نے ایک دم بوکھلا کر جواب دیا اور فون بند کردیا۔ اسی لمحے فہام کی گاڑی پورچ میں داخل ہوئی۔ سب لوگ گاڑی سے باہر نکلے اور جلدی سے لاؤنج میں داخل ہوئے۔

’’مما...... روحیل کہاں ہیں، باہر تو ان کی گاڑی نہیں ہے؟‘‘ ردا نے دوڑ کر ماں کے قریب آکر پوچھا تو وہ پریشانی سے اس کی طرف دیکھنے لگیں۔ فہام اور شمیلہ بھی ان کے پاس آگئے۔

’’روحیل کہاں ہے مما! ہم لوگ تو آئس کریم کھائے بغیر ہی آگئے۔‘‘ فہام نے ماں سے پوچھا۔

’’وہ تو چلا گیا۔‘‘ خدیجہ بیگم نے آہ بھر کر بتایا۔

’’کیوں؟‘‘ ردا نے گھبرا کر پوچھا۔

’’معلوم نہیں، میں تم لوگوں سے بات کررہی تھی وہ پیچھے سے چلا گیا۔‘‘

’’اگر اسے ردا کو لے جانے کی اتنی جلدی تھی تو پھر انتظار کیوں نہیں کیا؟‘‘ شمیلہ نے اعتراض کیا۔

’’فہام بھائی! آپ مجھے گھر ڈراپ کردیں، ہوسکتا ہے ماں جی کی طبیعت بہت خراب ہوگئی ہو۔‘‘

ردا نے پریشانی سے بھائی کی طرف دیکھ کر کہا۔

’’نہیں...... اگر اسے ضرورت ہوتی تو وہ تمہیں لے کر ہی جاتا۔ بس اب صبح ہی جانا۔‘‘ فہام نے ایک دم غصے سے کہا تو ردا پریشانی سے ماں کی طرف دیکھنے لگی۔

’’فہام ٹھیک کہہ رہا ہے بیٹا۔‘‘ انہوں نے بھی آہستہ سے کہہ دیا۔ فہام سر جھٹک کر اپنے کمرے میں چلا گیا اور شمیلہ بھی عجیب انداز سے ردا کو دیکھتی شوہر کے پیچھے چل دی۔

☆☆☆

روحیل انتہائی ریش ڈرائیونگ کرتا ہوا گھر پہنچا تھا۔ اس کے دل میں آگ سی لگی تھی جس کے شعلے اس کے دماغ تک پہنچ کر اسے بے حال کررہے تھے۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ ردا سامنے ہوتی تو وہ اس کا منہ ہی نوچ ڈالتا۔ وہ پاؤں پٹختا ہوا اپنے کمرے میں چلا گیا۔

’’اس نے مجھے اتنا بڑا دھوکا دیا ہے۔ محبت کسی اور سے کرتی تھی اور شادی مجھ سے کی، اگر میں وہ خط نہ پڑھتا تو نہ جانے وہ کب تک مجھے یونہی دھوکا دیتی رہتی...... مکار...... دھوکے باز...... جھوٹی۔‘‘ روحیل نے کھڑکی کے پاس کھڑے ہوکر سوچا۔ اس کے چہرے پر انتہائی غصے کے آثار تھے۔ وہ اپنے ہاتھ سے دیوار پر مکے مارنے لگا۔

’’میں اسے کبھی معاف نہیں کروں گا۔‘‘ وہ غصے سے بڑبڑا رہا تھا۔ اسی لمحے اس کا موبائل بجنے لگا۔ اس نے اسکرین پر دیکھا جہاں ردا کا نام چمک رہا تھا۔ روحیل نے غصے سے yes کا بٹن دبادیا۔

’’روحیل! آپ گھر کیوں چلے گئے...... میرا انتظار کیوں نہیں کیا؟‘‘ ردا نے جلدی سے پوچھا۔

’’اس کی ضرورت نہیں رہی تھی۔‘‘ اس نے نہایت خفگی سے جواب دیا۔

’’کیوں؟‘‘ ردا نے چونک کر پوچھا۔

’’تم جیسی جھوٹی اور دھوکے باز کی نہ مجھے ضرورت ہے اور نہ ہی میرے گھر کو۔‘‘ روحیل غصے سے بولا اور فون آف کردیا۔

’’یہ...... یہ...... آپ کیا کہہ رہے ہیں؟‘‘ وہ ہیلو، ہیلو کہتی رہی مگر وہ فون آف کرچکا تھا۔ اس نے انتہائی فکرمندی سے روحیل کا نمبر دوبارہ ملایا مگر اب اس کا موبائل آف تھا۔

’’روحیل کو نہ جانے کیا ہوگیا ہے؟ اس سے پہلے تو انہوں نے میرے لیے ایسے برے الفاظ استعمال نہیں کیے۔ خدا معلوم ایسا کیا ہوگیا ہے کہ وہ اتنے غصے میں ہیں۔‘‘ ردا پریشانی کے عالم میں کمرے میں ٹہلنے لگی۔

☆☆☆

زرینہ نے صبح سویرے اٹھ کر روحیل کے لیے ناشتا تیار کردیا تھا مگر وہ تیار ہوکر سیدھا باہر چلا گیا۔ آج ماں جی کا بھی حال نہ پوچھا۔ زرینہ ابھی ناشتے کی چیزیں سمیٹ ہی رہی تھی اسی لمحے ردا قدرے گھبرائی ہوئی لاؤنج میں داخل ہوئی۔

’’روحیل کہاں ہیں؟‘‘ اس نے گھبرا کر اس سے پوچھا۔

’’وہ...... تو آفس چلے گئے ہیں اور وہ بھی ناشتا کیے بغیر۔‘‘ زرینہ شکایتی لہجے میں بولی۔

’’کیوں؟‘‘ ردا نے چونک کر پوچھا۔

’’پتا نہیں...... غصے میں ہی لگ رہے تھے۔‘‘ اس نے ڈرتے ڈرتے بتایا۔

’’کیا انہوں نے تم سے کچھ کہا؟‘‘

’’کہا تو نہیں مگر اُن کے چہرے پر غصہ صاف دکھائی دے رہا تھا...... میں نے ناشتے کے لیے کہا تو جواب دیے بغیر ہی چلے گئے۔‘‘

’’اوہ...... اور...... ماں جی؟‘‘

’’وہ سو رہی ہیں...... میں رات بھر ان کے پاس ہی رہی۔‘‘ زرینہ نے بتایا تو وہ خاموش ہوکر

اپنے کمرے میں چلی گئی تھی۔

☆☆☆

ردا نے گھر آتے ہی پہلے اپنا حلیہ درست کیا پھر ماں جی کے پاس چلی آئی۔ اس نے ماں جی کو خود اپنے ہاتھ سے ناشتا کروایا اور اُن کا لباس تبدیل کیا، بستر ٹھیک کیا اور وہیں ان کے پاس بیٹھ کر خوش دلی سے ان سے باتیں کرنے لگی۔

ماں جی اسے تمام امور انجام کرتا دیکھتی رہیں اور دل ہی دل میں اس کے اور روحیل کے لیے دعائیں کرتی رہیں۔

''ماں جی...... آپ ابھی تک ریڈی نہیں ہوئیں۔ مجھے آپ کو آج اسپتال لے کر جانا ہے۔ آپ کی ٹانگ کا پلاسٹر remove کرانا ہے۔'' روحیل کمرے میں داخل ہوتے ہی بغیر کچھ دیکھے کہنے لگا۔

''بیٹا میں تیار ہوں، ردا بیٹی میری چادر مجھے دے دو۔'' ماں جی نے کہا تو اس نے وارڈ روب سے چادر نکال کر ماں جی کو اوڑھا دی اور انہیں وھیل چیئر پر بٹھانے میں روحیل کی مدد کرنے لگی۔ روحیل نے جلدی سے ردا کا ہاتھ پیچھے ہٹایا تو ردا حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔

''ماں جی...... جلدی کیجیے۔'' روحیل غصے سے منہ پھیر کر بولا۔

''ردا بیٹے تم بھی میرے ساتھ چلو...... تمہاری موجودگی سے مجھے بہت سکون ملتا ہے۔'' ماں جی نے اس کی طرف دیکھ کر محبت سے کہا۔

''کوئی ضرورت نہیں...... میں آپ کے ساتھ ہی ہوں گا۔'' روحیل قطعیت سے بولا۔

''روحیل...... تمہارے لہجے میں اتنا غصہ کیوں ہے...... کیا تم آرام سے بات نہیں کر سکتے؟'' ماں جی نے خفگی سے کہا۔

''آپ کو ہمیشہ میری باتیں اور لہجہ برا لگتا ہے۔ دوسرے منافقت کا لبادہ اوڑھ کر اندر ہی اندر کتنے ہی بڑے گناہ کریں، وہ آپ کو دکھائی نہیں دیتا۔'' روحیل نے نشتر چبھوتی نظروں کے ساتھ ایک تک ردا کی طرف دیکھ کر کہا تو وہ بری طرح چونکی۔

روحیل ماں جی کو وھیل چیئر پر بٹھا کر لے گیا اور ردا حیرت سے اسے جاتا دیکھتی رہی۔

''روحیل کی اس بات کا کیا مطلب ہے اور اس نے یہ بات کس کو کہی ہے؟ شاید مجھے...... لیکن مجھے کیوں......؟'' وہ انتہائی پریشان ہو کر گہری سوچ میں ڈوب گئی۔

☆☆☆

اماں جی نے یمنیٰ کو مولوی رحمت اللہ سے ملوایا تھا اور انہوں نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ اسے چند روز پڑھانے کے بعد ہی وہ کوئی حتمی فیصلہ کریں گے۔ وہ ہر روز سہ پہر کے بعد قرآن پاک ترجمے سے پڑھانے آتے تھے اور وہ بہت توجہ اور دھیان سے ان سے پڑھتی اور انتہائی مشکل اور حیران کن سوالات کرتی کہ مولوی صاحب بھی چونک کر رہ جاتے...... لیکن اندر ہی اندر وہ اس کی ذہانت کے قائل ہو گئے تھے۔ یمنیٰ نے چند دن ان سے پڑھنا کیا شروع کیا کہ اسے ایک دم اپنے اندر عجیب سی تبدیلی محسوس ہونے لگی تھی۔ اس کے اندر پھیلا اضطراب اب کچھ کم ہونے لگا تھا۔ مولوی صاحب کی محنت اور علمی گفتگو نے اس کا ذہن علم دین سیکھنے کی طرف راغب کر دیا تھا۔ اماں جی کے کہے بغیر اس نے اپنے حلیے کو بھی کافی حد تک بدل لیا تھا۔ وہ پہلے بھی جب گاؤں آتی تھی تو ہمیشہ شلوار قمیص پہنتی تھی اور دوپٹے کے بجائے چھوٹا سا اسٹول گلے میں جھولتا رہتا تھا مگر اب کی بار اس نے بڑا سا دوپٹا جو سر پر اوڑھا تو پھر کبھی سر سے اترنے نہ دیا۔ اماں جی بھی اس میں یہ تبدیلی دیکھ کر حیران بھی تھیں اور خوش بھی مگر انہوں نے اس سے کوئی ذکر نہیں کیا۔

''مولوی صاحب! یمنیٰ کے بارے میں آپ

کی جو بھی رائے ہے مجھے واضح طور پر اور صاف، صاف بتا دیں۔'' اماں جی نے ایک دن اس کی عدم موجودگی میں مولوی صاحب سے پوچھا۔

''ماشاء اللہ بچی بہت ذہین ہے اور اس میں سمجھ بوجھ ہمارے گاؤں کی عام لڑکیوں سے کہیں زیادہ ہے اور علم کی جستجو بھی بہت زیادہ ہے۔'' مولوی صاحب نے اپنی رائے دی۔

''آپ کے خیال میں کیا وہ اتنی بھاری ذمے داری اٹھا سکے گی؟ دیکھیں مولوی صاحب یہ کوئی معمولی بات تو ہے نہیں۔ یہ بہت بڑی ذمے داری کا کام ہے۔'' اماں جی نے سنجیدگی سے پوچھا۔

''کسی کے بارے میں کوئی دعویٰ کرنا بہت مشکل ہے لیکن ساری بات تو اللہ کے کرم اور توفیق کی ہے۔ وہ چاہے تو ذرے کو آفتاب بنا دے اور چاہے تو پہاڑوں کو ذرہ ذرہ خاک بنا دے۔ وہ بچی سے کیا کام لینا چاہتا ہے ہم نہیں جانتے۔ اگر وہ اسے کوئی توفیق بخش رہا ہے تو ہم اسے نہیں روک سکتے۔'' مولوی صاحب نے گہری سانس لیتے ہوئے جواب دیا تو اماں جی تائیدی انداز میں سر ہلانے لگیں۔

''سمجھ میں نہیں آرہا کیا کروں اور کہاں سے شروع کروں۔ اتنے بڑے کام کا آغاز کوئی آسان بات تو نہیں ہے ناں۔'' اماں جی نے سوالیہ نظروں سے مولوی صاحب کو دیکھا۔

''آپ اللہ کا نام لے کر کام شروع کریں۔ اس کے مکمل ہونے تک بچی کی تعلیم و تربیت بھی مکمل ہو جائے گی بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ اس کے لیے کوئی ماہر عالم دین مقرر کریں۔ آپ جمال بیٹے سے بات کریں اگر کوئی ایسا عالم انہیں شہر سے مل جاتا ہے تو وہ زیادہ بہتر ہے۔'' مولوی صاحب نے رائے دی۔

''کیوں...... آپ کیوں نہیں۔ میری نظر میں تو آپ ایک قابل استاد ہیں، عالم ہیں۔ کیا آپ اسے تعلیم نہیں دے سکتے؟'' اماں جی نے حیرت سے پوچھا۔

''میں گاؤں کا پڑھا لکھا، ایک سادہ سا انسان ہوں اور بچی کا ذہن ماشاء اللہ بہت متحرک ہے۔ ایک ذہین ذہن کو مطمئن کرنے کے لیے کہیں زیادہ ماہر اور مستعد مربی کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس طرح ہیرے کو ایک جوہری تراش سکتا ہے کوئی لوہار نہیں اسی طرح ذہانت کو بھی کوئی عالم، عاقل ہی جلا بخش سکتا ہے۔ میں اسے ابتدائی تعلیم تو ضرور دوں گا مگر بہتر یہی ہے کہ آپ اس کے لیے کسی عالم دین یا مذہبی اسکالر کو مقرر کریں۔'' مولوی صاحب نے سمجھایا تو اماں جی خاموش ہو گئیں۔

''ٹھیک ہے میں جمال سے بات کرتی ہوں اور پھر اس کام کا آغاز کرتے ہیں۔'' اماں جی نے ٹھوس لہجے میں کہا۔

''میں ہر قدم پر آپ کے ساتھ ہوں گا اور مجھے امید ہے کہ بچی یہ کام بہت اچھے طریقے سے انجام دے گی۔'' مولوی صاحب نے پُر امید لہجے میں کہا اور اماں جی سے اجازت لے کر چلے گئے۔

اماں جی کی آنکھیں بھی امید سے چمکنے لگیں اور انہوں نے کچھ سوچتے ہوئے بیٹے کا نمبر ملایا۔

☆☆☆

آزر کے والدین چند گھنٹوں میں جس طرح دبئی بھاگ گئے تھے وہی جانتے تھے کہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ صرف جان بچانے کی فکر تھی۔ نیشا کا باپ نہ معلوم کس وجہ سے پولیس تک نہیں جا سکا، وہ اپنے ہی ذرائع سے عظیم کا پتا کر رہا تھا۔ اس نے ایک عقل مندی یہ کی کہ پاکستان میں موجود عظیم کے بزنس پارٹنر کو سارا حال کہہ سنایا جو خود بھی عظیم سے نالاں تھا اور اس کے ہاتھوں نقصان اٹھا چکا تھا۔ آزر کے والدین دبئی میں کچھ عرصہ رہنے کے بعد پاکستان اپنے گاؤں واپس آچکے تھے کہ وہی انہیں جائے پناہ نظر آئی تھی جبکہ آزر نے دبئی سے فوری جانے سے انکار کر دیا تھا جب یہ لوگ لٹے پٹے حال میں گاؤں پہنچے تو وہاں موجود آزر

کے دادا اور دیگر رشتے دار ہکا بکا تھے۔ اسی عالم میں ایک مصیبت اور یہ نازل ہوئی کہ نیشا کے والد نے عظیم کے بزنس پارٹنر کے ساتھ مل کر عظیم کے اوپر فراڈ کا مقدمہ کردیا۔ پولیس جب چھان بین کے لیے آئی تو عظیم پتا نہیں کیسے گھر سے فرار ہوگیا اور اب ساری مصیبت آزر کی ماں کے سر آگئی۔ پولیس آئے دن آکر انہیں تنگ کرتی جبھی اس کے سسرال والے بھی بیزار آگئے تھے۔ اٹھتے بیٹھتے وہ لوگ اس پر طنز کرتے اور اتنی باتیں سناتے کہ اسے وہاں رہنا مشکل ہوگیا۔ بات تو خیر سچ تھی کہ شمیم نے اپنے عروج کے دنوں میں کبھی ان لوگوں کو گھاس نہیں ڈالی تھی۔ کبھی کبھار کوئی گاؤں سے اس کے پاس آتا تو اس کے چہرے پر ناگواری کے تاثرات نمایاں ہونے لگتے اور اسے ان سے کراہت محسوس ہوتی تھی۔ اس کے رویے کی وجہ سے سسرال والوں نے اس کے گھر ہی آنا چھوڑ دیا تھا مگر اب حالات نے ایسا پلٹا کھایا تھا کہ اب وہ ان کے در پر بے یارو مددگار پڑی تھی۔ سب آتے جاتے مختلف باتیں سناتے رہتے اور یہی کہتے رہتے کہ اس کا اپنے گھر چلے جانا ہی بہتر ہے۔ وہ آزر کو فون کرکر کے تھک چکی تھی مگر آزر اس کی کوئی بات سننے کو تیار نہیں تھا۔ وہ عجیب مشکل میں پڑ گئی تھی۔ نہ گھر جاسکتی تھی اور نہ وہاں رہنے کو اس کا دل چاہ رہا تھا۔ عظیم کی بھی کوئی خبر نہیں تھی کہ وہ کہاں غائب ہوا تھا۔ وہ دن رات اٹھتی بیٹھتی آہیں بھرتی اور روتی رہتی۔ اس نے تو کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ اس کے حالات یوں ایک دم بدل جائیں گے۔ وہ رات کو آنکھیں بند کیے ایک چارپائی پر خستہ حال کمرے میں لیٹی تھی اور اپنے ماضی اور حال کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں سے آنسو گر گر کر تکیے میں جذب ہورہے تھے۔

مصیبت جب آتی ہے تو جان، مال، عزت، آبرو سب اس کی لپیٹ میں آجاتا ہے ایسا ہی کچھ ان کے خاندان کے ساتھ بھی ہوا۔ عظیم احمد کی ڈیڈ باڈی کسی رشتے دار نے اسپتال میں دیکھی تو گاؤں میں اطلاع کردی گئی۔ کسی کو نہیں معلوم تھا کہ وہ کہاں تھا اور کیا حادثہ اس کے ساتھ پیش آیا۔ عظیم کی ڈیڈ باڈی کو اسپتال سے جب لایا گیا تو اس کا جسم گولیوں سے بری طرح چھلنی ہو چکا تھا۔ اسپتال والوں نے یہی بتایا کہ وہ انتہائی زخمی حالت میں اسپتال لایا گیا تھا اور ابتدائی طبی امداد دینے سے پہلے ہی اس نے دم توڑ دیا لیکن عظیم کو کس نے مارا؟ سب لوگوں کے لیے یہ ایک سوال تھا۔ پولیس کے پاس پہلے ہی اس کے خلاف فراڈ کا مقدمہ درج تھا اور اسے مفرور قرار دیا گیا تھا۔ آزر کو باپ کی موت کی اطلاع دی گئی تو اسے مجبوراً پاکستان آنا پڑا کیونکہ ماں نے اسے رو رو کر پاکستان آنے کو کہا تھا۔ کوئی اور حالات ہوتے تو شاید وہ نہ آتا مگر اب اسے مجبوراً آنا پڑا تھا۔

تدفین کے بعد آزر گاؤں سے جانا چاہتا تھا مگر اس کے دادا اور دادی نے اسے زبردستی روک لیا۔ اس کے لیے گاؤں میں رکنا ایک عذاب تھا مگر ماں کے کہنے پر مشکل سے دو دن ہی رہا اور اپنے شہر والے گھر چلا گیا۔ وہ جیسے ہی گھر میں داخل ہوا سیدھا اپنے کمرے میں گیا۔ ابھی کا دروازہ کھولنا تھا کہ اسے ہر طرف حمنہ کی چیخیں سنائی دینے لگیں۔ اس نے گھبرا کر دیواروں کی طرف دیکھا تو ہر طرف یمنیٰ کی گھورتی ہوئی آنکھیں دکھائی دینے لگیں۔ اس نے گھبرا کر کمرے کا دروازہ بند کردیا اور نیچے لاؤنج میں آگیا۔ اسے کسی بھی کمرے میں جاتے ہوئے انتہائی خوف محسوس ہورہا تھا۔ وہ وہیں لاؤنج میں ہی صوفے پر نیم دراز ہوگیا مگر جونہی اس نے آنکھیں بند کیں تو اسے یمنیٰ کی دھمکی سرگوشیوں میں سنائی دینے لگی۔

"تم دنیا کے جس کونے میں بھی جاؤ گے۔ میرا سایہ تمہارے تعاقب میں رہے گا۔" آزر گھبرا کر اٹھ بیٹھا اور حیرت سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ادھر ادھر

دیکھنے لگا۔

اسے گھر کے در و دیوار سے عجیب طرح کی وحشت اور خوف محسوس ہونے لگا۔ اچانک ڈور بیل بجی تو وہ چونک کر کھڑا ہوگیا اور تھوڑی دیر بعد اسے قدموں کی آواز سنائی دی۔ اس نے دروازہ کھول کر دیکھا تو اس کے باپ کا بزنس پارٹنر ملک شعیب پولیس کے ہمراہ گھر میں داخل ہورہا تھا۔ آزر ہڑبڑا کر انہیں دیکھنے لگا۔

"انکل آپ؟" آزر نے گھبرا کر انہیں دیکھا۔

"خبردار، تم نے مجھے انکل کہا۔ تمہارے گھٹیا اور خبیث باپ نے میرے ساتھ جو کچھ کیا ہے وہ کوئی دشمن بھی اپنے دشمن کے ساتھ نہیں کرتا مگر اس میں تو کوئی انسانیت تھی اور نہ ہی کوئی اخلاقیات...... میرا سب کچھ لوٹ کر اس نے مجھے تباہ کرنے کی کوشش کی۔ اب تمہیں اپنے باپ کے کیے کی سزا بھگتنی پڑے گی۔" ملک شعیب نے اسے دھمکی دیتے ہوئے کہا۔

"میں...... مگر میں نے تو کچھ نہیں کیا۔" آزر گھبرا کر بولا۔

"تم اس کی ہی اولاد ہو ناں جس نے مجھے کوڑی کوڑی کا محتاج کرنے کی کوشش کی اگر میرے پاس ثبوت نہ ہوتے تو آج میں گلیوں میں کوڑا اٹھا رہا ہوتا...... لیکن اب یہ کام تم کرو گے۔ اس گھر پر میرا قبضہ ہے۔ صرف گھر ہی نہیں...... اس گھر کی ہر، ہر شے میری ملکیت ہے تم دفعہ ہو جاؤ یہاں سے۔" ملک شعیب غصے میں نہ جانے کیا، کیا کہہ رہا تھا۔

"نہیں، یہ میرا گھر ہے اور میں آپ کو یہ ہرگز نہیں لینے دوں گا۔" آزر نے بھی غصے سے کہا۔

"یہ کورٹ کا فیصلہ ہے...... مرنے سے پہلے آپ کے والد اپنا سب کچھ ان کے نام کر گئے ہیں، یہ گھر...... اس کی ساری چیزیں، گاڑی، بینک بیلنس اور یہ رہے سرکاری کاغذات۔" ایک پولیس والے نے اسے کاغذات دکھاتے ہوئے کہا تو آزر نے کانپتے ہاتھوں کے ساتھ کاغذات کھول کر دیکھے اور اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا۔

"نہیں...... یہ...... یہ...... نہیں ہوسکتا۔" وہ بڑبڑایا اور عجیب ہونق نظروں سے دیکھنے لگا۔

"اسے دھکے دے کر یہاں سے باہر نکالو پھر اسے یقین آئے گا کہ اس کے ساتھ یہ بھی ہوسکتا ہے۔" ملک شعیب نے انسپکٹر سے کہا تو اس نے آزر کا ہاتھ پکڑ کر باہر نکالنا چاہا جبھی وہ مشتعل ہوگیا اور ملک شعیب کو مارنے کو لپکا۔ ایک پولیس کانسٹیبل نے آگے بڑھ کر اس قدر زور کا تھپڑ لگایا کہ آزر کا دماغ گھوم گیا۔ وہ بے انتہا مشتعل ہوکر اسی انسپکٹر پر چڑھ دوڑا۔

"گھٹیا باپ کی گھٹیا اولاد...... ذلیل۔ تم لوگوں کے خون میں ہی ناپاکی ہے...... دھوکے باز...... فراڈیے۔" ملک شعیب نے بھی اسے دو تین تھپڑ لگائے اور اسے دھکے دیتا ہوا گیٹ تک لے گیا۔ چوکیدار حیرت سے انہیں دیکھنے لگا۔ ملک شعیب نے اسے گیٹ سے باہر زور سے دھکا دیا تو وہ لڑکھڑا کر گر گیا۔ آج اس کا غرور خاک میں ملا تھا۔ کسی کا بدلہ کسی اور نے لیا تھا۔ یہی اللہ کا قانون ہے، اسی دنیا میں اللہ کے بندوں کے ساتھ کی گئی زیادتی کا صلہ مل جاتا ہے مگر انسان realize ہی نہیں کرتا۔ وہ سر اٹھا کر آسمان کی جانب بے بسی سے دیکھ رہا تھا۔

☆☆☆

جمال احمد گاؤں میں ایک بہت بڑے مدرسے کا سنگِ بنیاد رکھنے جارہے تھے اور انہوں نے ایمن کو ساری بات بتا کر ساتھ چلنے کو کہا تو ایمن بری طرح ٹھٹکیں۔ ان کے تو وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ کیا ہونے جارہا تھا۔ وہ تو یہی سمجھتی رہی تھیں کہ یمنیٰ کو گاؤں میں اماں جی نے اپنے پاس اس کے رشتے کے لیے روک رکھا ہے مگر وہاں اس کے رکنے کا اصل مقصد کیا تھا اب انہیں معلوم ہوا تھا، یہ سن کر وہ انتہائی مشتعل ہوگئیں۔

''جمال! آپ جانتے ہیں آپ کیا کرنے جارہے ہیں؟ اسے انگلش میڈیم اسکولوں میں پڑھانے کے بعد اب آپ اسے ملانی بنانا چاہتے ہیں؟ اگر یہی سب کچھ کرنا تھا تو پھر اسے اسکول اور کالج میں بھیجنے کی کیا ضرورت تھی؟''

''ایمن! تمہیں کس بات پر اعتراض ہے۔ کیا اس کے قرآن سیکھنے اور مدرسہ بنانے پر یا پھر اس کا سوشل سیٹ اپ چینج ہونے پر؟'' جمال صاحب نے حیرت سے پوچھا۔

''دونوں باتوں پر۔'' ایمن نے خفگی سے بس اتنا ہی کہا۔

''دیکھو وہ ایک اچھا کام کرنے جارہی ہے اور ہمیں اسے فل سپورٹ کرنا چاہیے۔'' جمال صاحب نے انہیں سمجھاتے ہوئے کہا۔

''کیا آپ اس کے نتائج جانتے ہیں۔ اس طرح کے سیٹ اپ کے بعد کوئی بھی آؤٹ اسٹینڈنگ فیملی اسے قبول نہیں کرے گی۔ آج کل لوگ ماڈرن اور گرومڈ لڑکیوں کو پسند کرتے ہیں۔ مذہبی لڑکیاں کتنی ہی اچھی کیوں نہ ہوں ان سے شادیاں کرتے ہوئے لڑکے بھی ہچکچاتے ہیں اور ان کی فیملیز بھی۔ شکل صورت یمنیٰ کی پہلے ہی نارمل ہے اوپر سے آپ اسے مذہبی وضع قطع دے کر بالکل ہی ناقابلِ برداشت بنا رہے ہیں...... اگر کل کو اس کی شادی نہیں ہوتی تو ہم سب کے لیے وہ ایک آزمائش بن جائے گی۔'' ایمن نے انتہائی مایوس لہجے میں کہا۔

''ایمن! میں نے اتنا عرصہ تم سے اسی لیے یہ بات چھپائے رکھی کہ تم یونہی مایوسی کی باتیں کرو گی۔ اللہ تعالیٰ انسان کا نصیب اس کی شکل صورت دیکھ کر نہیں بناتا۔ اگر ایسا ہو تو کسی خوب صورت عورت کو کبھی طلاق نہ ہو...... لیکن یہ سب قدرت کے فیصلے ہیں اور یمنیٰ کی شکل صورت کو تم معمولی سمجھتی ہو۔ معلوم نہیں خدا کو اسی رنگ روپ اسی حلیے میں وہ کتنی عزیز ہو...... اور ویسے بھی یمنیٰ کا اچھا یا برا نصیب ہمارے ہاتھ میں نہیں اور یمنیٰ جو کچھ کرنے جارہی ہے یہ میرے فیصلے سے نہیں بلکہ اللہ کی مرضی سے سب کچھ ہو رہا ہے۔'' ایمن حیرت سے شوہر کو دیکھ رہی تھیں۔ ''یمنیٰ نے خواب دیکھا تھا کہ وہ اماں جی کے گھر سے نکل کر ایک بہت بڑے مدرسے میں جاکر بچیوں کو قرآن پاک پڑھاتی ہے اور تم تو اس کے خوابوں کے بارے میں جانتی ہو وہ کتنے سچ ثابت ہوتے ہیں اور ان کے پیچھے ہمیشہ کوئی نہ کوئی راز ہوتا ہے اور ان میں ضرور کوئی اشارہ بھی ہوتا ہے۔ یمنیٰ نے قاری صاحب سے بات کی تو انہوں نے اسے فوراً گاؤں جاکر تعلیم حاصل کرنے کو کہا تو اس لیے میں اسے اماں جی کے پاس گاؤں چھوڑ آیا اور وہاں اس نے قرآن و حدیث کی تعلیم حاصل کی ہے۔ میں نے اور اماں جی نے بہت سوچ سمجھ کر اور اس کے اندر ان صلاحیتوں کو دیکھتے ہوئے اس کا ساتھ دینے کا عہد کیا۔ اب ماشاءاللہ وہ کافی حد تک سیکھ بھی چکی ہے اور مدرسہ مکمل ہونے تک وہ ان دینی علوم میں کافی مہارت بھی حاصل کرلے گی اور یوں اس کا خواب بھی پورا ہو جائے گا۔ ایمن ایسے نیک کاموں کی توفیق ہر کسی کو نہیں ملتی۔ یہ بہت سعادت کی بات ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں میں سے کسی کسی کو عطا کرتا ہے۔'' جمال احمد ان پر گویا انکشاف کررہے تھے اور وہ حیرت سے سب کچھ سن رہی تھیں۔

''اور یمنیٰ کے نصیب میں جو کچھ لکھا ہے تم اور میں اسے نہ بڑھا سکتے ہیں اور نہ کم کرسکتے ہیں۔ بات اپنے، اپنے ایمان اور یقین کی ہوتی ہے۔ اس لیے تم اللہ تعالیٰ کی ذات پر یقینِ کامل رکھو وہ اپنے بندے کے لیے جو بہتر سمجھتا ہے اسے عطا کرتا ہے اور جب کسی سے کچھ چھینتا ہے تو اس میں بھی اس کی حکمت ہوتی ہے۔ ہمیں اپنی بیٹی پر فخر ہونا چاہیے نہ کہ یوں پریشان۔'' جمال صاحب نے انہیں نرمی سے سمجھایا

تو ایمن کے چہرے کے تاثرات بدلنے لگے اور وہ اثبات میں سر ہلا کر رہ گئیں۔

''یاد رکھو اولاد کے لیے سب سے بڑی سپورٹ والدین کی ہوتی ہے اور جب والدین اولاد پر یقین کرکے ان کا پورا ساتھ دیتے ہیں تو ایسی اولاد کوئی نہ کوئی اچھا کارنامہ ضرور انجام دیتی ہے۔ یمنیٰ کو بھی ہماری سپورٹ کی ضرورت ہے۔ اب اٹھو اور تیار ہو جاؤ اور خوشی، خوشی اس کے اس نیک کام میں شامل ہونا۔ کوئی ایسی منفی بات نہ کرنا جو اس کی فیلنگز ہرٹ کرے۔'' جمال صاحب نے محبت سے انہیں سمجھایا تو وہ مطمئن ہو گئیں۔

☆☆☆

گاؤں میں حویلی کے قریب ہی ایک بہت بڑی اور کھلی جگہ پر مدرسے کا سنگِ بنیاد رکھا گیا۔ اماں جی، یمنیٰ، جمال احمد، ایمن اور مولوی رحمت اللہ کے علاوہ گاؤں کی بہت سی مذہبی معزز شخصیات وہاں موجود تھیں۔ یمنیٰ نے شلوار قمیص کے اوپر بہت بڑی چادر کے ساتھ اپنا آپ اچھی طرح لپیٹ رکھا تھا۔ ایمن تو اسے دیکھ کر بری طرح چونک گئیں۔ وہ ماڈرن حلیے میں کٹے بالوں کے ساتھ پھر بھی کسی حد تک قابلِ قبول لگتی تھی مگر اب سفید چادر میں اس کی سیاہ رنگت اور بھی نمایاں ہو رہی تھی۔ ایمن کو ایک دم دھچکا لگا مگر وہ خاموش رہیں۔ اماں جی اور جمال صاحب بہت زیادہ خوش تھے مگر ایمن چپ چپ سی تھیں۔ سب نے سنگِ بنیاد رکھنے کے بعد دعائے خیر کی۔ اماں جی نے یمنیٰ کو پھولوں کے ہار پہنا کر مبارک باد دی۔ جمال صاحب بھی بہت زیادہ خوش تھے اور گاؤں کے دیگر لوگ بھی ان کی اور یمنیٰ کی بہت تعریفیں کررہے تھے جو گاؤں میں لڑکیوں کے لیے ایک اعلیٰ معیار کا مدرسہ تعمیر کرنے جارہے تھے۔ اماں جی نے ایمن کو بھی ہار پہنایا اور مبارک باد دی تو انہوں نے خاموشی سے ہار اتار کر اپنے ہاتھ میں پکڑ

لیا۔ دعا کے بعد سب لوگوں میں مٹھائی تقسیم کی گئی اور اس کے بعد سب لوگ خوشی، خوشی واپس آگئے مگر ایمن کی آنکھوں میں عجیب سا اضطراب تھا۔ وہ یمنیٰ کو دیکھتیں اور ایک ٹھنڈی آہ بھر کر رہ جاتیں۔

''ایمن کیا تم یمنیٰ بیٹی کی اس کامیابی پر خوش نہیں ہو؟'' اماں جی نے بالآخر اُن کی طرف دیکھ کر حیرت سے پوچھا۔

''بہت خوش ہوں۔'' انہوں نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا اور اٹھ کر اس جگہ سے چلی گئیں۔ اماں جی نے حیرت سے بیٹے کی طرف دیکھا۔

''ایمن کچھ پریشان لگ رہی ہے جمال، کیا بات ہے؟'' اماں جی نے ان سے پوچھا تو وہ ایک گہری سانس لے کر رہ گئے۔

''دراصل اسے یمنیٰ کے مستقبل کی فکر لگی ہوئی ہے۔''

''کیا تم نے اسے سمجھایا نہیں؟'' اماں جی نے حیرت سے پوچھا۔

''وہ صرف بیٹی کی ماں بن کر سوچ رہی ہے......اور ماؤں کو سب سے بڑی فکر بیٹیوں کے گھر بسانے کی ہوتی ہے۔ میں اسے بہت سمجھا چکا ہوں مگر اس کا خیال ہے کہ ایسی مذہبی لڑکی کا رشتہ کسی اچھے گھرانے میں نہیں ہوگا۔'' جمال صاحب نے بیوی کا خدشہ ان کے سامنے بیان کیا۔

''لو بھلا یہ کیا بات ہوئی...... کسی کے نصیب کا اس کے حلیے اور کپڑوں سے کیا تعلق؟ ایمن اتنی بے وقوف ہوگی یقین نہیں آرہا...... ہر بچے کا نصیب ماں کے پیٹ میں لکھا جاتا ہے تب وہ کہاں کا تعلیم یافتہ یا ماڈرن ہوتا ہے۔ خیر تم اسے چھوڑو...... اس کی اپنی سوچ ہے لیکن میں یمنیٰ سے بہت خوش ہوں۔ یقین مانو...... پہلے تو مجھے بھی اندیشے تھے کہ نہ جانے یمنیٰ کچھ سیکھ بھی پائے گی یا نہیں لیکن مولوی رحمت اللہ نے بہت توجہ سے اسے قرآن پاک کی تعلیم دی ہے۔ بلکہ وہ تو اس کے لیے کوئی ماہر استاد مقرر کرنے کو کہہ رہے تھے۔ میں نے خود بھی یمنیٰ سے قرآن پاک سنا ہے ماشاء اللہ اس میں واقعی خداداد صلاحیت ہے۔ اللہ نے اسے اپنے خاص کرم سے نوازا ہے۔ اس لیے اب میں بہت پُرامید بھی ہوں اور خوش بھی۔'' اماں جی نے کہا تو وہ مسکرا دیے۔

''میں شہر جاتے ہی کسی عالم فاضل استاد کا بندوبست کرتا ہوں اور اس مدرسے کو شہر کے کسی ماڈرن اور جدید آلات سے لیس اعلیٰ اسٹینڈرڈ کے مدرسوں سے کم نہیں بناؤں گا۔'' جمال صاحب نے پُرامید لہجے میں کہا۔

''اللہ تمہیں بھی جزا دے اور میری بچی کو بھی...... کسی ایک کو صحیح معنوں میں تعلیم دینے سے اس کی نسلیں سنور جاتی ہیں اور یہ بہت بڑی نیکی ہے۔'' اماں جی نے مسکرا کر کہا۔

''انشاء اللہ...... میں پوری کوشش کروں گا اور آپ بھی دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے مقصد میں کامیابی عطا فرمائے۔''

''آمین۔'' اماں جی نے بیٹے کی بات پر دل سے دعا دی تو دونوں مسکرا دیے۔

☆☆☆

آزر انتہائی پریشان حال ایک دکان پر کھڑا تھا۔ اس کے کپڑے انتہائی گندے تھے اور شیو بھی بڑھی ہوئی تھی۔ گھر سے دھکے کھا کر نکلنے کے بعد وہ مارا مارا پھر رہا تھا کبھی کسی چھپر ہوٹل میں سو گیا کبھی کہیں...... اتفاق سے اس کا موبائل اس کے پاس ہی تھا اب اس نے وہ مہنگا موبائل بیچ کر سستا سا موبائل لے لیا تھا اور اب جواد کو مسلسل فون ملا رہا تھا مگر اس کا نمبر بند جا رہا تھا۔ اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا۔ جبھی اس نے دکاندار سے اسی کی دکان پر نوکری کی بات کی۔

''پہلے یہ بتاؤ بھائی تم کہاں سے آئے ہو؟ میں دو تین دن سے یہیں گھومتے پھرتے تمہیں دیکھ رہا

ہوں، کیا تمہارا کوئی گھر نہیں ہے؟''

''میں بہت پریشان ہوں، میرا گھر بار سب کچھ ختم ہو چکا ہے۔ اب بس یہی ایک دوست کا آسرا ہے اور اس سے بھی رابطہ نہیں ہو رہا۔'' آزر کی آنکھیں نم ہونے لگیں۔

''پڑھے لکھے لگتے ہو، کہیں اور نوکری کر لو کیونکہ میرے پاس تو گنجائش نہیں، چھوٹی سی دکان ہے۔ ہاں یہاں آگے جا کر ایک فیکٹری ہے، سنا ہے اس کا مالک بہت اچھا آدمی ہے بے روزگار پڑھے لکھے نوجوانوں کی بہت مدد کرتا ہے تم اس کے پاس جا کر دیکھو ممکن ہے وہ تمہاری مدد کر دے۔'' دکاندار نے کہا۔

''مدد......؟'' آزر زیرِ لب بڑبڑایا۔

''ہاں...... تمہیں اب کسی ہمدرد انسان کی مدد کی ہی ضرورت ہے، یوں پریشان ہو کر اِدھر اُدھر پھرنے کے بجائے کیا یہ ٹھیک نہیں کہ تم کوئی نوکری کر لو پھر تمہیں دوست سے مدد لینے کی بھی ضرورت نہیں رہے گی۔'' اس نے کہا تو آزر سوچ میں پڑ گیا۔

''کیا سوچ رہے ہو؟ ڈوبتے ہوئے کے لیے تو تنکے کا سہارا بھی بہت بڑا ہوتا ہے، تم بھی اسے سہارا سمجھ کر اس کے پاس چلے جاؤ۔'' دکاندار نے اسے راستہ سمجھاتے ہوئے کہا تو آزر خاموشی سے وہاں سے بوجھل قدم اٹھاتا ہوا چلا گیا۔ جب اس نے حمنہ کو اپنے انتقام کا نشانہ بنایا تھا اس کے بعد سے مسلسل اس کی اذیتوں میں اضافہ ہو رہا تھا۔ وہ تنہائی میں بھی بیٹھ کر سوچتا تو اسے خود شدید دکھ کا احساس ہوتا کہ اس نے حمنہ جیسی اچھی اور نیک لڑکی کے ساتھ برا کیا۔ وہ تو یمنیٰ سے انتقام لینا چاہتا تھا اور اس نے بہت پلاننگ کے ساتھ یمنیٰ کو گھر بلایا تھا مگر اسے کیا معلوم تھا کہ یمنیٰ اپنی جگہ حمنہ کو بھیج دے گی اور وہ اتنا مدہوش تھا کہ بغیر دیکھے، سمجھے اس نے اپنے انتقام کی آگ حمنہ سے بجھالی۔ حمنہ اس کے آگے ہاتھ جوڑ کر اسے خدا اور رسولؐ کے واسطے دیتی رہی مگر اس وقت تو وہ شیطان بنا ہوا تھا اور آج قدرت اسے اپنے کرشمے دکھا رہی تھی مگر اس صورتِ حال پر وہ خدا سے کوئی شکوہ نہیں کر رہا تھا...... اسے یوں محسوس ہوتا کہ وہ اسی قابل ہے، وہ بہت لوگوں کا گنہگار ہے۔ یمنیٰ، حمنہ، نیشا اور نہ جانے کس، کس کا...... اب اس کی سزا کا عمل شروع ہو چکا تھا اور یہ عمل نہ جانے کتنا طویل ہوگا وہ کچھ نہیں جانتا تھا۔ وہ آہیں بھرتا ہوا فیکٹری کے سامنے جا کھڑا ہوا اور اِک حسرت بھری نگاہ سے عمارت کو دیکھنے لگا کبھی اس کے باپ کی بھی اپنی فیکٹری تھی جو اب دوسروں کے قبضے میں تھی، چوکیدار کو اپنے بارے میں تھوڑا بہت بتا کر وہ اندر چلا گیا۔

فیکٹری کی طرف جانے سے پہلے اس نے اپنا منہ ہاتھ اچھی طرح دھو لیا تھا اور بظاہر اپنا حلیہ قابلِ قبول بنا لیا تھا جبھی چوکیدار نے بھی آگے جانے دیا۔ اتفاق سے فیکٹری کا مالک اسی وقت گاڑی سے اترا تھا اس نے ایک نوجوان کو اس طرح آتے دیکھا تو سیکرٹری سے کہہ کر سیدھا اپنے آفس میں بلوا لیا۔ رانا دلاور حسین انتہائی ڈیسنٹ آدمی تھا۔ وہ ایک ادھیڑ عمر کا متناسب جسم، دراز قد، گرے فرنچ کٹ ڈاڑھی اور سفیدی مائل بالوں کے ساتھ بہت سوبر دکھائی دے رہا تھا۔ اس نے سنہری فریم کی نظر کی عینک لگا رکھی تھی اور بڑے اسٹائل سے پائپ پی رہا تھا۔ اس نے ایک ٹک آزر کی طرف دیکھا اور اسے اپنے سامنے کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

''کیا نام ہے آپ کا؟''

''آ...... آزر عظیم۔'' آزر نے اپنا نام بتاتے ہوئے اس کی طرف دیکھا تو دیکھتا ہی رہ گیا۔ اس کی آنکھوں میں نہ جانے کون سا سحر تھا کہ وہ اس کی نظروں کی تاب نہ لا سکا اور جلدی سے آنکھیں جھکا لیں۔

''آپ کی آنکھیں بتا رہی ہیں کہ آپ کے اندر کسی گلٹ کا احساس ہے، آپ آنکھیں اٹھاتے ہیں

اور فوراً جھکا لیتے ہیں۔ کیا بات ہے؟'' رانا دلاور نے پھر پوچھا تو آزر بری طرح ہڑبڑا گیا۔

''ن...... نن...... نہیں۔'' اس نے بہ مشکل جواب دیا۔

رانا دلاور خاموشی سے بغور اس کے چہرے کی طرف دیکھتا رہا اور پائپ کے گہرے کش لگاتا رہا اور آزر اس کے یوں دیکھنے پر پسینے پسینے ہونے لگا۔ اسے انجانا سا خوف محسوس ہو رہا تھا۔ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ کسی طرح رانا صاحب کے آفس سے بھاگ جائے۔ اسے اس کی طرف دیکھتے ہوئے بھی ڈر لگ رہا تھا۔

''آپ ڈر کیوں رہے ہیں؟ میں کوئی پولیس مین تو نہیں۔'' رانا دلاور بولا تو آزر مزید گھبرا گیا۔

''آپ بہت زیادہ مینٹلی ڈسٹربڈ ہیں... شاید جاب سے زیادہ آپ کو سکون کی ضرورت ہے۔ کسی قسم کی بھی ذہنی اذیت انسان کو کسی پل سکون نہیں لینے دیتی...... سکون تب ہی ملتا ہے جب اندر سے گلٹ کا احساس ختم ہوتا ہے یا پھر......؟'' وہ اتنا کہہ کر رکا اور آزر کی طرف بغور دیکھنے لگا۔ آزر بے انتہا خوفزدہ ہو گیا۔

''پھر...... کیا......؟'' نادانستہ اس کے منہ سے نکلا۔

''پھر...... یہ...... کہ جس کی وجہ سے گلٹ پیدا ہوا ہے اس سے معافی مانگ لی جائے۔'' رانا دلاور نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔

''اور اگر وہ موجود نہیں ہو تو......؟'' نادانستہ آزر کے منہ سے پھر نکلا۔

''تو پھر...... خدا سے معافی مانگنی چاہیے۔''

''خدا ہی تو معاف نہیں کرتا۔'' اس نے بہ مشکل کہا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا...... رانا بغور اس کی جانب دیکھتا رہا اور پھر اس کے قریب آ کر اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔

''گناہ کے مطابق معافی مانگیں، جتنا بڑا گناہ...... اتنی بڑی سزا...... تاوان تو ہر صورت دینا پڑتا ہے اور آپ کا گناہ بھی تو کوئی معمولی نہیں تھا۔'' رانا کی اس بات پر وہ بری طرح سٹپٹا گیا۔

''آپ...... ک...... کیسے؟'' وہ بوکھلا کر بولا۔

''میرا علم بتا رہا ہے۔'' اس نے صاف گوئی سے بتایا۔

ک...... ک...... کیسا علم......؟'' وہ پہلی بار کسی ایسے شخص سے مل رہا تھا جو سیدھا اس کے دل تک پہنچ رہا تھا آزر حیران ہو رہا تھا۔

''کچھ نہیں...... بس فیس ریڈنگ کرتا ہوں۔'' اس نے جلدی سے بات گول کرتے ہوئے مسکرا کر کہا تو آزر حیرت سے دیکھنے لگا لیکن اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ کوئی شخص کس طرح اتنی آسانی سے کسی دوسرے کے دل و دماغ تک پہنچ سکتا ہے۔ آزر بے یقینی سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔

''آپ کل سے جاب پر آ سکتے ہیں۔'' رانا دلاور نے کہا تو وہ حیرت سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔

''کیسی جاب؟'' اس نے انتہائی حیرت سے پوچھا کیونکہ اس نے نہ تو اس کی تعلیم پوچھی تھی اور نہ ہی کسی قسم کا انٹرویو لیا تھا۔

''میرا خیال ہے کہ آپ میرے پاس جاب کے لیے ہی آئے تھے اور میں اس وقت سے آپ کے ساتھ جو باتیں کر رہا ہوں وہ آپ کا انٹرویو ہی تو ہے۔ آپ میرے منیجر سے مل لیں جہاں وہ آپ کو مناسب سمجھیں گے۔ ایڈجسٹ کر دیں گے۔'' اس نے نرمی سے کہا۔

''تھینک یو ویری مچ۔'' وہ آہستہ آواز میں بولا اور اٹھ کر آفس سے باہر جانے لگا تو رانا نے پیچھے سے آواز دی۔

''اپنے آپ کو نارمل رکھنے کی کوشش کریں۔'' اس کے یوں کہنے پر آزر نے ایک ٹک اس کی طرف دیکھا اور خاموشی سے باہر چلا گیا۔

رانا دلاور حسین سے ملنے کے بعد اس کے اندر

ایک عجیب سا اضطراب پیدا ہو گیا تھا۔ اسے جاب ملنے کی خوشی نہیں تھی۔ اسے تو اپنی چوری پکڑے جانے اور گناہ کے احساس نے اتنا پریشان کر دیا تھا کہ اسے کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے...... وہ منیجر سے ملنے کے بجائے فیکٹری سے باہر نکل گیا۔

☆☆☆

یمنیٰ اپنی زندگی میں بہت مصروف ہو گئی تھی۔ جمال صاحب نے اس کے لیے ایک پروفیسر صاحب کو خصوصی طور پر شہر سے بھجوایا تھا جو اسلامی علوم کے ساتھ دیگر علوم میں بھی خاص مہارت رکھتے تھے۔ ان کا اپنی فیلڈ میں بہت زیادہ نام تھا۔ پروفیسر خلیل الرحمٰن قدرے ادھیڑ عمر کے انتہائی شفیق انسان تھے۔ انہوں نے یمنیٰ کو خصوصی توجہ سے پڑھانا شروع کیا تو یمنیٰ کی سوچ میں بھی نمایاں تبدیلی آنے لگی۔ مولوی رحمت اللہ سے جن سوالوں کے جوابات نہ پا کر وہ کچھ مضطرب رہتی تھی...... اب ان کے تسلی بخش جوابات پا کر بہت حد تک مطمئن ہو گئی تھی...... پروفیسر صاحب یمنیٰ جیسی لائق اور ذہین اسٹوڈنٹ کو پڑھا کر بہت خوش ہوتے تھے جو اُن سے ایسے ایسے سوالات کرتی تھی جو اکثر ان کو بھی چونکا دیتے تھے اور ان کے جوابات دینے کے لیے انہیں اکثر کتابوں کا مطالعہ کرنا پڑتا تھا...... اور نیٹ پر ریسرچ بھی کرنی پڑتی تھی...... اور اکثر اس ریسرچ میں وہ یمنیٰ کو بھی شامل کرتے تھے...... اور جب اپنی، اپنی ریسرچ پر ڈسکشن کرتے تو انہیں مزید سوچنے کے لیے پوائنٹس ملتے...... یمنیٰ زیادہ وقت اپنی کتابوں اور ریسرچ میں بزی رہتی۔ تھک ہار کر جب وہ اپنے بستر پر جاتی تو اسے آزر اور حمنہ کا خیال آ جاتا تھا، حمنہ کو یاد کر کر کے اس کی آنکھیں بھرنے لگتیں اور دکھ کا گہرا احساس اسے مضطرب کرنے لگتا۔

''حمنہ تم مت سمجھنا، میں تمہیں کبھی بھول پاؤں گی۔ تم تو ایک سنہری یاد کی طرح میرے اندر زندہ رہو گی میں اس شخص کو ہرگز معاف نہیں کروں گی جس نے تم سے تمہاری عزت اور زندگی چھینی...... خدا کرے وہ کبھی سکون سے نہ رہے، اس کی زندگی کا ایک، ایک لمحہ ایسی اذیت سے پُر ہو جو اسے ہر لمحہ تمہاری یاد دلاتا رہے۔'' وہ بے انتہا افسردہ ہو جاتی۔

☆☆☆

آزر نے اسی دکاندار شاہد کو آ کر اپنی جاب کے بارے میں بتایا تو وہ بھی بہت خوش ہوا مگر آزر کا لہجہ بہت بجھا بجھا سا تھا اور وہ ہر بات کے بعد ایک دم خاموش ہو جاتا...... شاہد اس کی طرف بغور دیکھتا۔

''یار...... اس فیکٹری کے مالک کی ہر طرف دھوم مچی ہے، کہتے ہیں بہت ہی نیک اور پہنچا ہوا انسان ہے سب کے لیے اور بالخصوص نوجوانوں کے لیے بہت ہمدردی رکھتا ہے۔ مجھے کبھی ملنے کا اتفاق نہیں ہوا تمہیں وہ کیسا لگا؟'' اس نے متجسس ہو کر پوچھا۔

''ہاں، لوگ ٹھیک کہتے ہیں۔'' آزر کہہ کر خاموش ہو گیا۔

''سن اب تو کہاں رہے گا؟'' شاہد نے پوچھا۔

''معلوم نہیں۔'' آزر نے مایوسی سے کہا۔

''یہ سڑک کے ساتھ گلی میں ایک کمرا کرایے پر خالی ہے۔ اس کا مالک ابھی تھوڑی دیر پہلے میرے پاس ہی آیا تھا۔ وہ اس کمرے کو کرایہ پر دینا چاہتا ہے، تم وہ لے لو۔'' اس نے اسے رائے دی۔

''ٹھیک ہے۔'' آزر نے کہا تو شاہد اسے لے کر گلی میں چلا گیا اور مالک کے ہمراہ اسے کمرا دکھایا تو آزر بری طرح چونک گیا۔ انتہائی خستہ حال اور سیلن زدہ کمرا تھا جس کی دیواروں سے چونے کے کھرپے اترے ہوئے تھے۔ فرش بھی ٹوٹا پھوٹا اور چھت لکڑی کے شہتیروں سے بنی تھی۔ جن میں چڑیوں نے گھونسلے بنا رکھے تھے۔ آزر ایک دم دیکھ کر پریشان ہو گیا۔

''کمرا تو بہت اچھا ہے۔'' شاہد نے کہا تو آزر نے ایک دم اس کی جانب دیکھا پر خاموش رہا...... مالک بھی کمرے کی تعریفیں کرنے لگا۔

''تمہارا کیا خیال ہے، کمرا ٹھیک ہے ناں؟'' شاہد نے اس سے پوچھا۔

''ہاں ٹھیک ہے۔'' آزر نے آہستہ آواز میں جواب دیا۔

''ٹھیک ہے، آپ میرے دوست کو چار پائی اور بستر بھی دے دیں۔''

''لیکن چار پائی اور بستر کے پیسے علیحدہ ہوں گے۔'' مالک نے قدرے بے رخی سے کہا۔

''ہاں...... ہاں...... کوئی بات نہیں...... اب میرے یار کی نوکری لگ گئی ہے۔ جتنے پیسے کہو گے وہ دے دے گا۔''

''میں ابھی چار پائی لاتا ہوں۔'' مالک کہہ کر کمرے سے باہر نکل گیا۔

''یار تو خوش قسمت ہے، آج نوکری بھی مل گئی اور رہنے کی جگہ بھی ویسے اس علاقے میں گھر ملنا بہت مشکل ہے۔'' شاہد تعریفیں کرنے لگا اور آزر بے بسی سے کمرے کی خستہ حالی دیکھنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد لوہے کی چار پائی اور خستہ حال میلا کچیلا بستر آ گیا۔ مالک نے اسے بچھایا اور آزر کے حوالے کر کے دونوں کمرے سے باہر نکل گئے۔ کمرے میں 60 واٹ کا بلب جل رہا تھا...... ہر طرف سیلن کی بدبو۔ اس پورے کمرے سے تو بڑا اس کا واش روم تھا اور وہ بھی خوب صورت ٹائلوں سے مزین...... اور جدید سامان سے آراستہ۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ بہہ کر تکیے میں جذب ہونے لگے۔ اس نے آنکھیں بند کرنے کی کوشش کی تو حمنہ کی چیخیں سنائی دینے لگیں۔ اس نے گھبرا کر آنکھیں کھولیں اور گھبرا کر اٹھ کر بیٹھ گیا۔ حمنہ کی چیخیں بلند تر ہونے لگیں...... خوف و ہراس سے اس کی آنکھیں باہر نکلنے کو بے تاب تھیں۔ اس کی گھبراہٹ پر مکروہ قہقہے لگانے لگ ہر دیوار پر مکروہ قہقہے لگا کر اس کی طرف دیکھ رہی اور اس کا مذاق اڑا رہی تھی۔ وہ اتنا خوفزدہ ہوا دروازہ کھول کر کمرے سے باہر بھاگا۔ کچے صحن م پڑی اینٹ سے اس کا پاؤں بری طرح ٹکرایا اور منہ کے بل گرا...... دیوار کے ساتھ کھڑا لکڑی کا تختہ ا کے اوپر گرا اور وہ بری طرح چلانے لگا...... اس ک چیخیں سن کر مالک مکان چھت پر سے آیا اور لکڑی تختہ اٹھا کر اسے نیچے سے نکالا...... وہ بری طرح ز ہو گیا تھا، وہ اسے کمرے میں لے جانے لگا تو آ چلانے لگا۔

''نہیں، نہیں...... میں اندر نہیں جاؤں گا... اندر وہ ہے...... اندر......''

''کون...... یہاں کوئی بھی نہیں...... باؤ... خوامخواہ میرے گھر کو بدنام نہ کر۔ چل نکل یہ سے...... ایویں شور مچا رہا ہے۔ تو، تو چلا جائے گا اس گھر میں کوئی نہیں آئے گا۔ جا یہاں بھاگ۔'' مالک نے اسے دھکا دیتے ہوئے کہا۔

رات گہری ہو رہی تھی اور آزر خاموش و سڑک پر اسی دکان کے پھٹے پر بیٹھا رو رہا تھا۔

''گناہ کے مطابق معافی مانگیں...... جتن گناہ...... اتنی بڑی سزا، تاوان تو ہر صورت میں پڑتا ہے اور آپ کا گناہ بھی تو معمولی نہیں تھا۔'' صاحب کے الفاظ اس کے کانوں میں گونجنے لگے وہ گھٹنوں میں سر دیے کر پھوٹ پھوٹ کر رونے اسے بار بار دھکے کھا کر ذلت اور رسوائی کا س کیوں کرنا پڑ رہا تھا۔ اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔

☆☆☆

''وہ...... وہ...... صاحب جی نے ہمیں مار کر گھر سے نکال دیا ہے۔'' زرینہ نے ہچکیاں کر بتایا تو فہام کی آنکھوں میں ایک دم خون اتر آ

''کیوں......؟'' فہام نے غصے سے پو

زرینہ روتے روتے اسے ساری بات سنانے لگی......

فہام غصے سے مٹھیاں بھینچنے لگا وہ غصے سے بے قابو ہو رہا تھا...... وہ ردا کو چھوڑ کر اپنے کمرے میں گیا...... اور اپنی دراز سے فوراً ریوالور نکال کر لاؤنج میں آیا۔

''آج میں روحیل کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ اس گھٹیا انسان نے میری بہن پر ہاتھ اٹھایا ہے۔ اس کی اتنی جرأت...... ہم نے اپنی بہن کو کبھی ڈانٹا تک نہیں اور اس نے اسے مارا ہے۔ میں اسے نہیں چھوڑوں گا۔''

''خدا کے لیے فہام...... اتنے غصے میں مت آؤ۔'' خدیجہ بیگم نے آگے بڑھ کر ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا۔

''مما...... میں...... اسے نہیں چھوڑوں گا۔ اس نے کیا سمجھا ہے کہ ردا کے پیچھے کوئی نہیں۔'' فہام غصے سے چلایا اور گھر سے باہر نکل گیا۔ شمیلہ اور ردا روتے ہوئے اس کے پیچھے بھاگیں مگر وہ اپنے آپ کو چھڑواتا گاڑی میں بیٹھ کر فوراً نکل گیا۔

☆☆☆

روحیل دونوں کو گھر سے باہر نکال کر انتہائی غصے میں پاؤں پٹختا ہوا اماں جی کے کمرے میں آیا۔ اس کا چہرہ اشتعال سے سرخ ہو رہا تھا اور جسم بری طرح کانپ رہا تھا۔ ماں جی نے گھبرا کر اس کی طرف دیکھا۔

''تم ردا کو کہاں لے گئے، کیا کیا اس کے ساتھ......؟'' ماں جی نے نہایت غصے سے اس سے پوچھا۔

''میں نے اسے گھر سے نکال دیا ہے۔'' اس نے اسی غصے کے عالم میں جواب دیا۔

''ک...... ک...... کیا؟ تم نے اپنی بیوی کو گھر سے نکال دیا۔ تمہیں ذرا سا بھی خدا کا خوف نہیں آیا؟'' ماں جی نے انتہائی طیش سے کہا۔ وہ اپنا درد اور تکلیف ایک دم بھول گئیں۔

''خوف مجھے نہیں...... اسے نہیں آیا۔ آپ کو اس حالت میں چھوڑ کر وہ ماں کے گھر چلی گئی تھی۔'' روحیل غصے سے بڑبڑایا۔

''کون سی قیامت آ گئی، تم نے اتنی معمولی سی بات پر اتنا بڑا طوفان کھڑا کر دیا۔'' ماں جی شدید پریشانی کے عالم میں بولیں۔

''اتنی سی بات، آپ کی ٹانگ میں دوبارہ چوٹ آ گئی ہے اور وہ کچن میں کھانے میں مصروف تھی۔''

''میں مر تو نہیں گئی تھی۔ تم نے اس معصوم بچی کے ساتھ اتنی زیادتی کی ہے۔ خدا تمہیں کبھی معاف نہیں کرے گا۔'' ماں جی کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کریں۔

''مجھے اس کی کوئی پروا نہیں۔ مجھے صرف آپ کی فکر ہے۔ میں فضیلت ممانی کو فون کرتا ہوں اور ہم آپ کو لے کر ابھی اسپتال چلتے ہیں۔'' روحیل غصے سے بولتا ہوا کمرے سے باہر چلا گیا۔

''روحیل یہ تم نے کیا کر دیا؟'' ماں جی پھوٹ پھوٹ کر رو دیں۔

☆☆☆

فہام انتہائی غصے کے عالم میں گاڑی ڈرائیو کرتا ہوا گھر سے نکلا ہی تھا کہ ایک سفید گاڑی نے اس کا تعاقب شروع کر دیا۔ وہ گاڑی بار بار اسے خطرناک انداز میں اوورٹیک کر رہی تھی۔ فہام نے پہلے تو کوئی نوٹس نہیں لیا مگر جلد ہی اسے اندازہ ہو گیا کہ گاڑی میں بیٹھے لوگوں کے ارادے ٹھیک نہیں۔ فہام نے جلدی سے اپنا موبائل نکال کر حیدر کا نمبر ملایا۔

''بولو فہام، کیا بات ہے؟'' حیدر نے جلدی سے پوچھا۔

''حیدر ایک گاڑی مسلسل میرا پیچھا کر رہی ہے۔''

''اس وقت تم کس علاقے میں ہو؟'' حیدر نے جلدی سے پوچھا تو فہام اسے بتانے لگا۔

''تم فکر نہیں کرو۔ میں اس علاقے کی پولیس کو الرٹ کر دیتا ہوں۔'' حیدر نے اسے اطمینان دلایا۔

کچھ فاصلے پر جاکر اس کی گاڑی پر فائرنگ ہونے لگی۔ فہام گھبرا گیا اور اپنی ریوالور نکال کر وہ بھی جوابی فائرنگ کرنے لگا۔ ایک دم گاڑی تیزی سے اس کے قریب آئی اس میں چار نقاب پوش آدمی بیٹھے تھے۔ فہام کی گاڑی جب اُن کے پاس سے گزرنے لگی تو اُن سب نے اس پر فائرنگ شروع کردی۔ ایک گولی فہام کے سینے میں لگی اور ایک اس کے سر پر۔ اس کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ اس کے سر اور سینے سے خون انتہائی تیزی سے بہہ رہا تھا۔ فہام کا موبائل بجتے بجتے خاموش ہوگیا تھا۔ پولیس کی گاڑی ایک جانب سے نمودار ہوئی اور اس گاڑی کا پیچھا کرنے لگی جس سے فہام پر فائرنگ ہوئی تھی پھر باقاعدہ پولیس مقابلہ ہوا اور وہ لوگ مارے گئے۔

''سر فرحان نامی مفرور بھی اپنے گینگ کے ساتھ اس مقابلے میں مارا گیا ہے اور......اور فہام صاحب بھی......'' پولیس اہلکار نے وائرلیس پر حیدر کو اطلاع دیتے ہوئے بتایا۔

''اوہ......تو......'' حیدر نے شاک کے عالم میں کہا اور ہڑبڑا کر اٹھا اور اپنے آفس سے باہر نکل گیا۔

☆☆☆

فہام کے گھر سے جانے کے بعد شمیلہ کو ساس اور نند پر چڑھائی کرنے کا بھرپور موقع مل گیا۔

''اگر میرے فہام کو کچھ ہوگیا تو میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گی۔'' شمیلہ نے ردا کی طرف غصے سے دیکھ کر کہا۔

''کیا فہام صرف تمہارا شوہر ہے، ہمارا کچھ نہیں لگتا۔ خبردار جو فضول باتیں کیں۔'' خدیجہ بیگم نے خفگی سے ڈانٹتے ہوئے کہا تو ردا پھوٹ کر رونے لگی۔

''حاتم کو فون کرو، اس سے کہو جلدی سے روحیل کی طرف جائے اور فہام کو جھگڑنے سے روکے۔'' خدیجہ بیگم نے گھبرا کر کہا تو ردا کانپتے ہاتھوں سے بھائی کا نمبر ملانے لگی۔ کافی زیادہ بیلز کے باوجود بھی حاتم نے فون نہیں اٹھایا۔

''مما، حاتم بھائی فون نہیں اٹھا رہے۔'' ردا نے پریشانی سے ماں کی طرف دیکھ کر کہا۔

''یا خدایا! میرے بچوں پر رحم فرما، میں کیا کروں؟'' خدیجہ بیگم دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے لگیں۔ کئی گھنٹے گزر گئے فہام کا کچھ پتا نہیں چل رہا تھا فون بھی بند جا رہا تھا۔

☆☆☆

حیدر علی نے حاتم کو فون کرکے تمام صورتِ حال سے آگاہ کیا۔ حاتم آج ایک شپمنٹ کے سلسلے میں صبح ہی آفس چلا گیا تھا۔ اب حیدر علی، فہام کی ڈیڈ باڈی اسپتال سے کلیئر کروا کر گھر لا رہا تھا۔

ایک دم پورچ میں ایمبولینس اور پولیس جیپ کے سائرن سنائی دیے تو وہ سب قدرے گھبرائی ہوئی سائرن کی آواز سن کر بھاگتی ہوئی پورچ میں لپکیں۔ حاتم کی گاڑی آگے تھی۔ اس کے پیچھے ایمبولینس اور پھر پولیس جیپ جس میں حیدر اپنے پولیس اہلکاروں سمیت بیٹھا تھا۔ گاڑیوں کے رکتے ہی حاتم اور حیدر باہر نکلے اور حاتم، حیدر کے گلے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔

''حاتم' پولیس یہاں کیوں آئی ہے اور فہام کہاں ہے؟'' خدیجہ بیگم نے گھبرا کر پوچھا تو حیدر نے حاتم کی طرف دیکھا اور خاموشی سے سر جھکا لیا۔

''بتاؤ......تم لوگ خاموش کیوں ہو؟'' وہ عجب انداز سے دونوں کو باری باری دیکھتے ہوئے پوچھ رہی تھیں۔

''حاتم، فہام کہاں ہیں؟'' شمیلہ نے حاتم کا بازو جھنجوڑتے ہوئے پوچھا۔

''آپ بتائیں، میرا فہام کہاں ہے؟'' شمیلہ نے حیدر سے پوچھا۔

''آئی ایم سوری۔'' حیدر نے ایک گہری

سانس لے کر شمیلہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اسی لمحے ایمبولینس سے فہام کی ڈیڈ باڈی نکالی گئی۔

''یہ......یہ......کس کی......؟'' خدیجہ بیگم نے گھبرا کر پوچھا۔

''فہام کی......اس کا قتل ہوگیا ہے۔'' حیدر نے سر جھکا کر کہا تو شمیلہ پاگلوں کی طرح بھاگتی ہوئی فہام کے قریب گئی۔

''یہ......یہ......میرا فہام نہیں۔'' شمیلہ نے فہام کے چہرے سے کپڑا ہٹا کر دیکھتے ہوئے کہا تو خدیجہ بیگم کو ہر چیز گھومتی دکھائی دینے لگی۔

''نہیں......نہیں میرا فہام نہیں مر سکتا۔'' وہ بری طرح چیخنے لگیں۔ ردا بھی دہاڑیں مار مار کر روتی ہوئی فہام کی ڈیڈ باڈی کے پاس گئی اور اس کے اوپر گر گئی۔

''میرے فہام بھائی مجھے چھوڑ کر نہیں جاسکتے۔'' وہ پاگلوں کی طرح چیخ رہی تھی۔

''ڈائن، چڑیل تو ہی میرے فہام کو کھا گئی۔ نہ تو آتی نہ فہام گھر سے باہر جاتے۔'' شمیلہ نے غصے سے ردا کا بازو پکڑ کر دھکا دیتے ہوئے کہا۔

''شمیلہ بھابی، ہوش کریں۔'' حاتم نے غصے سے چلّا کر کہا۔

''فہام کو فرحان نے قتل کیا ہے۔'' حیدر نے انہیں بتایا۔

''ک......کون......فرحان؟'' حاتم نے چونک کر پوچھا۔

''وہی جو موبائل پر ردا کے لیے میسجز کرتا تھا۔ میں نے اسے اریسٹ کرلیا تھا مگر وہ جیل سے بھاگ نکلا اور اسی نے فہام کو......'' حیدر نے بتایا تو ردا کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ اس نئے انکشاف پر اس کا سر چکرانے لگا اور وہ ہونقوں کی طرح ان کی طرف دیکھنے لگی۔

''میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔'' حاتم نے جذباتی انداز میں کہا۔

عید کا دن

☆ مومن کے لیے ہر وہ دن عید ہے جس دن وہ گناہ نہ کرے۔

(حضرت علی کرم اللہ وجہہ)

☆ جب تم دوسروں کے عیب کا ذکر نہ کرنا چاہو تو اپنے عیب یاد کرو۔

(حضرت ابن عباسؓ)

مرسلہ: نرگس تسیم، صابہ موہڑہ

''وہ بھی پولیس مقابلے میں مر چکا ہے۔'' حیدر نے مزید بتایا۔

''تو ہی میرے فہام کی قاتلہ ہے۔ وہ تیری وجہ سے ہی قتل ہوا ہے، میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔'' شمیلہ نے غصے سے ردا کو جھنجوڑتے ہوئے اس کا گلا دبانے کی کوشش کی۔

''شمیلہ بھابی اندر چلیں۔'' حاتم نے شمیلہ کا بازو پکڑ کر ردا کو چھڑا لیا۔

''چھوڑو مجھے، میں کسی کو نہیں چھوڑوں گی۔'' اس پر وحشت طاری تھی۔ خدیجہ بیگم حاتم کے اوپر چکرا کر گر گئیں۔

☆☆☆

روحیل کو فہام کے قتل کی اطلاع کسی دوست کے ذریعے مل چکی تھی مگر اس نے ماں جی کو نہیں بتایا اور چپکے سے گھر کا فون اور ماں جی کا موبائل آف کردیا۔

☆☆☆

فہام کی میت کفن اور پھولوں میں لپٹی لاؤنج میں رکھی تھی۔ ہر آنکھ اشک بار تھی۔ فہام جیسا اچھا اور نیک انسان کیسے موت کے منہ میں چلا گیا تھا۔ سب کے لیے یہ سانحہ انتہائی ناقابلِ برداشت تھا۔ شمیلہ کے دماغ پر بہت گہرا اثر ہوا تھا اور اسے مسکن دوائیں دے کر سلا دیا گیا تھا۔

شمیلہ کو جیسے ہی ہوش آیا اور اسے فہام کو دفنانے

کی خبر ملی تو اس نے چلا چلا کر آسمان سر پر اٹھا لیا۔ وہ بھاگ بھاگ کر ردا کی طرف جاتی اور اس کا گلا دبانے کی کوشش کرتی۔ کبھی اسے منحوس کہتی اور کبھی فہام کی قاتلہ، کبھی اسے بددعائیں دینے لگتی تو کبھی اسے جی بھر کر لعن طعن کرتی۔

فہام کے قتل اور چالیسویں تک لوگوں کا آنا جانا لگا رہا۔ روحیل بھی ماں جی کو لے کر آیا تھا مگر ردا سے کوئی بات نہیں ہوئی، وہ ابھی بھائی کے صدمے سے دوچار تھی۔ گھر میں عجیب سی فضا پیدا ہو گئی تھی جس میں دکھ بھی تھا اور انتقام بھی، صدمہ بھی تھا اور حسد و نفرت کے جذبات بھی...... ردا کے گرد زندگی کا دائرہ روز بروز تنگ ہو رہا تھا۔

☆☆☆

ماں جی روحیل سے بہت ناراض تھیں اور کئی روز سے اس سے بات بھی نہیں کر رہی تھیں۔ انہوں نے اسے اس شرط پر معاف کیا تھا کہ وہ ان کے ہمراہ ردا کے گھر اسے لینے جائے گا۔ روحیل بہت مشکل سے وہاں جانے پر رضامند ہوا تھا مگر اس کے دماغ میں کچھ اور ہی منصوبہ تھا۔

چالیسویں کے بعد جب وہ اور ماں جی ردا کے گھر گئے تو ردا پر اسے دیکھ کر جنون طاری ہو گیا۔

''یہی ہے میرے بھائی کا قاتل۔ اسی نے ہمارے گھر کی خوشیوں کو لوٹا ہے۔ اس کو پولیس کے حوالے کردیں۔'' ردا اس کا گریبان پکڑ کر چلاتے ہوئے بولی۔

''چھوڑو مجھے، کیا بکواس کر رہی ہو؟'' روحیل نے اسے دھکا دیتے ہوئے کہا۔

''ردا...... ردا...... ہوش کرو۔'' خدیجہ بیگم نے آگے بڑھ کر اسے سنبھالا۔

''مما اگر یہ شخص مجھے اس دن مار کر گھر سے نہ نکالتا تو فہام بھائی کبھی گھر سے باہر نہ نکلتے اور نہ ہی مارے جاتے۔'' ردا پھر اس پر جھپٹتے ہوئے بولی۔

''شٹ اپ۔'' روحیل نے ردا کو تھپڑ لگاتے ہوئے کہا۔ اسی لمحے حاتم اور عاصم ان کی آواز سن کر اپنے کمروں سے انتہائی غصے کے عالم میں نکلے۔

''تمہاری یہ جرأت کہ ہماری بہن پر ہاتھ اٹھاؤ۔ ذلیل، گھٹیا انسان۔'' حاتم نے بھی روحیل کو زور سے تھپڑ لگاتے ہوئے کہا۔

''ماں جی، میں اسی لیے یہاں نہیں آنا چاہتا تھا۔ یہ گھٹیا عورت اور اس کی فیملی اس قابل ہی نہیں کہ میں یہاں آتا۔'' روحیل چہرے پر ہاتھ رکھ کر ماں جی کی طرف دیکھ کر غصے سے بولا۔

''خدا کے لیے چپ ہو جاؤ۔ ہم یہاں اپنی بہو کے لیے آئے ہیں جھگڑنے نہیں۔'' ماں جی نے آرام سے کہا۔

''آپ مجھے کہہ رہی ہیں۔ اس گھٹیا عورت کو نہیں جو فساد کی جڑ ہے۔ جس نے میری زندگی بھی برباد کی ہے اور اس گھر کو بھی ماتم کدہ بنایا ہے۔'' روحیل اس کی طرف دیکھ کر چلاتے ہوئے بولا۔

''روحیل...... ردا تمہاری بیوی ہے۔'' ماں جی نے آہ بھر کر کہا۔

''نفرت ہے مجھے اس بدچلن، بدکردار اور گھٹیا عورت سے۔'' روحیل غصے سے بولا۔

''یہ...... یہ...... جھوٹ ہے، میں بدکردار ہرگز نہیں۔'' ردا گھبرا کر بولی۔

''خبردار، تم نے جو ہماری پاک دامن بہن پر کوئی الزام لگایا۔'' حاتم بھی غصے سے غرایا۔

''ابھی تمہیں ثبوت دیتا ہوں تمہاری بہن کی پاک دامنی کا۔'' روحیل یہ کہہ کر اپنی جیب سے ایک کاغذ نکالنے لگا۔

''یہ ہے تمہاری بہن کی بدچلنی کا تحریری ثبوت۔'' روحیل نے خط اُن کے سامنے لہرایا۔ ردا پھٹی پھٹی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی۔ روحیل قدرے بلند آواز سے خط پڑھنے لگا۔

''ڈیئر ردا! میں تم سے کتنی محبت کرتا ہوں۔ تم سوچ بھی نہیں سکتیں لیکن آج میں اپنے دل کی ساری باتیں تم سے کہنا چاہتا ہوں۔ تمہاری ہنسی، تمہاری مسکراہٹ، تمہارا وجود اور تمہاری اِک، اِک ادا نے مجھے تمہارا ایسا اسیر بنا رکھا ہے کہ اب اس سے فرار ممکن نہیں۔ تم میری زندگی ہو اور میری زندگی کی آخری سانسوں تک اگر کوئی میرے دل میں بسے گا تو وہ تم ہی ہو گی، آئی لو یو ٹو مچ۔

تمہارا توقیر!''

خط پڑھ کر روحیل نے سب کی طرف غصے سے دیکھا۔ عاصم، حاتم، خدیجہ بیگم اور ردا سمیت سب کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔

''ت...... ت...... توقیر۔'' ردا زیرِ لب بڑبڑائی۔

''یہ ہے تمہاری بہن کی بدکرداری کا تحریری ثبوت۔ محبت کسی اور سے اور شادی مجھ سے۔ نہ جانے اس کے کون سے گناہوں پر پردہ ڈالنے کے لیے تم نے اس کی شادی مجھ سے کردی۔'' روحیل نے غصے سے حاتم کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''یہ...... یہ جھوٹ ہے۔'' ردا بے بسی سے چلائی۔

''اس تحریری ثبوت کے بعد بھی تم اسے جھٹلا رہی ہو۔ جھوٹی، دھوکے باز۔'' روحیل زور سے بولا۔

''اس میں یہ کہاں لکھا ہے کہ میں بھی اس سے محبت کرتی تھی؟'' ردا رک رک کر اپنے دفاع میں بولی۔

''وہ تم سے محبت کرتا تھا تو اس نے یہ خط لکھا ناں!'' روحیل نے اسے جتایا۔

''ہاں، وہ مجھ سے محبت کرتا تھا مگر میں نہیں۔'' ردا نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

''اور اس کا کیا ثبوت ہے کہ تم اس سے محبت نہیں کرتی تھیں؟'' روحیل نے کہا تو ردا ایک دم خاموش ہو گئی۔ سب اس کی طرف دیکھنے لگے۔ ردا کا تمام جسم بری طرح کانپ رہا تھا۔

''اب خاموش کیوں ہو، جواب دو اپنی پارسائی اور پاک دامنی کا ثبوت دو۔ بلاؤ اس شخص کو اور سب کے سامنے پوچھو کے کون کس سے محبت کرتا تھا؟'' روحیل نے کہا تو ردا نے گھبرا کر ماں کی طرف دیکھا۔

''وہ یہاں نہیں آسٹریلیا میں ہے اور میرا اس سے کوئی رابطہ نہیں۔'' ردا نے سسکی لے کر آہستہ آواز میں جواب دیا۔

''اوہ...... رابطہ نہیں مگر سب معلوم ہے کہ وہ کہاں ہے۔'' روحیل نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

''تم نے اپنی بکواس مکمل کرلی ہے تو دفع ہو جاؤ یہاں سے۔'' حاتم نے روحیل کی طرف دیکھ کر غصے سے کہا۔

''جا رہا ہوں مگر تم لوگوں سے اپنا ہر تعلق توڑ کر جاؤں گا۔ میں سب کے سامنے ردا کو طلاق دیتا ہوں۔'' روحیل نے چلاتے ہوئے کہا۔

''خبردار، تم نے اس کے آگے ایک لفظ بھی کہا تو۔'' ماں جی غصے سے چلائیں اور پھر بے حال ہو کر صوفے پر گر گئیں۔

''ط...... طل...... طلاق......'' ردا آہستہ آہستہ زیرِ لب بڑبڑاتی رہی۔ ہر طرف اِک شور سا مچ گیا۔ چہ میگوئیاں ہونے لگیں۔ ردا بے ہوش ہو کر گر گئی۔ خدیجہ بیگم کا برا حال تھا۔ شمیلہ کے دل کو یک گونا سکون ملا تھا۔ دونوں بھائیوں کے دلوں میں ایک دم ردا کے لیے نفرت سی بھر گئی تھی۔ روحیل یہ ڈراما کر کے واپس جا چکا تھا۔

☆☆☆

رات گہری ہو رہی تھی۔ ردا اپنے کمرے میں گہری نیند سو رہی تھی۔ اسے نیند کا انجکشن دے کر سلایا گیا تھا۔ خدیجہ بیگم کی طبیعت بھی بہت خراب تھی۔ عاصم اور حاتم ان کے پاس ہی کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے۔

''ہائے...... میری ردا کہاں ہے؟ وہ کس حال

میں ہے؟'' وہ آہ بھر کر حاتم کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھنے لگیں۔

''رہنے دیں اسے جہاں وہ ہے۔ آج اس نے ہماری عزت خاک میں ملا دی۔'' حاتم غصے سے بولا۔

''حاتم کیا تمہیں اپنی بہن پر یقین نہیں رہا۔'' انہوں نے حیرت سے پوچھا۔

''مما، اتنا بڑا ثبوت ملنے کے باوجود بھی آپ ایسا کہہ رہی ہیں۔'' عاصم نے خفگی سے کہا۔

''اس لیے کہ وہ بے قصور ہے۔ میرا دل کہتا ہے وہ بے گناہ ہے۔''

''بے قصور ہوتی تو اپنی بے گناہی کا کوئی ثبوت دیتی۔ نہ جانے کب سے اس کا توقیر کے ساتھ افیئر تھا۔ اس نے تو ہمارے سر شرم سے جھکا دیے۔ آپ کو معلوم ہے جب تک لڑکی کسی لڑکے کو لفٹ نہیں کرواتے لڑکا اسے گفٹس، خطوط بھیجنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔'' عاصم بھی غصے سے بولا۔

''اور وہ فرحان جو اس کے لیے عجیب، عجیب میسجز بھیجتا تھا۔ مجھے تو لگتا ہے اس کے ساتھ بھی اس کا کوئی چکر تھا۔ فہام بھائی ناحق مارے گئے۔'' دونوں بھائی اپنے خدشات بتا رہے تھے۔

''بس کرو، تم اپنی بہن کے بارے میں اتنے بدگمان ہو گئے ہو۔'' مما نے غصے سے کہا۔

''ہمیں تو اب اسے بہن کہتے ہوئے بھی شرم آتی ہے۔''

''کیا...... تم لوگوں کی محبتیں اتنی کمزور تھیں جو ایک دم بدل گئیں۔ کاش فہام زندہ ہوتا۔'' خدیجہ بیگم سسکنے لگیں۔

☆☆☆

ماں جی مسلسل روحیل کو لعن طعن کر رہی تھیں۔

''تو نے مجھے بہت بڑا دکھ دیا ہے۔ تو نے میری معصوم ردا کو طلاق......'' ماں جی ہونٹ بھینچ کر سسکنے لگیں۔

''روحیل کیا کروں؟ آپا نہ دوا کھا رہی ہیں اور نہ ہی چپ ہو رہی ہیں مسلسل روئے جا رہی ہیں۔'' فضیلت نے روحیل کی طرف دیکھ کر بے بسی سے کہا۔

''مما...... پلیز......'' روحیل نے ماں جی کا ہاتھ پکڑ کر نرمی سے کہا۔

''مر گئی تمہاری ماں۔ کیا تم نے اس وقت ایک بار بھی سوچا کہ تمہاری ماں کے دل پر کیا گزرے گی۔ وہ ردا سے کتنی محبت کرتی ہے اور ردا کو سرِ عام رسوا کر کے تم نے اپنی ماں کو بے عزت کیا ہے۔ میں نے تم جیسے بیٹے کو کیوں جنم دیا جو نہ ماں کی عزت کر سکا نہ بیوی کی۔'' ماں جی نے سسکتے ہوئے کہا۔

''آئی ایم سوری ماں جی، مجھے اس وقت بہت غصہ آ گیا تھا۔'' روحیل نے شرمندگی سے کہا۔

''تم اس قدر کمزور انسان ہو جسے اپنے جذبات پر ذرا سا بھی قابو نہ رہا۔'' عبید ماموں نے بھی خفگی سے کہا۔

''ہاں...... ہاں میں ہی برا ہوں۔'' روحیل ایک دم غصے سے چلانے لگا۔

☆☆☆

دو دن سے ردا نے کچھ بھی نہیں کھایا پیا تھا۔ بس بیڈ پر لیٹی چھت کو گھورتی رہتی اور اس کی کھلی آنکھوں سے آنسو گر گر کر تکیے میں جذب ہوتے رہتے۔ زرینہ ناشتے کی ٹرے رکھے اس سے التجا کرتی کہ وہ تھوڑا سا کچھ کھا لے مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوتی۔ یوں جیسے اس کی کوئی بات ہی نہ سنی ہو وہ اسے کہہ، کہہ کر کمرے سے چلی جاتی۔ زرینہ نے خدیجہ بیگم کو اس کے بارے میں بتایا تو وہ خود اس کے کمرے میں آئیں۔

''اٹھو بیٹا، کچھ کھا لو۔ مجھے تم سے بہت سی باتیں کرنی ہیں۔'' خدیجہ بیگم نے محبت سے اس کے سر پر پیار دیتے ہوئے کہا۔

ردا نے ماں کی طرف دیکھا تو ایک دم اٹھ بیٹھی

اور والہانہ انداز میں ان کا ہاتھ پکڑ کر رونے لگی۔

''مما...... میں بے گناہ ہوں۔ میں نے توقیر سے کبھی محبت نہیں کی۔ پلیز آپ میرا یقین کریں۔'' ردا نے سسکی بھر کر کہا۔

''بات میرے یقین کی نہیں۔ خاندان بھر میں تمہاری رسوائی ہوئی ہے۔ لوگ کیا، کیا باتیں بنا رہے ہیں۔'' خدیجہ بیگم نے آہ بھر کر کہا۔

''مما...... لوگوں کو میں اور میرا کردار دکھائی نہیں دیتا۔ مجھے نہیں معلوم توقیر نے کب وہ خط کتاب میں رکھا تھا اور روحیل کے ہاتھ کیسے لگ گیا۔ میں نے تو اس پرچے کو کبھی دیکھا ہی نہیں تھا۔'' ردا نے روتے ہوئے وضاحت پیش کی۔

تبھی خدیجہ بیگم کو یاد آیا کہ وہ فون کرنے کمرے سے نکل رہی تھیں اور روحیل شیلف کی طرف بڑھا تھا۔

''کس کس کو سمجھاؤں۔ تم نے سب کے سامنے توقیر کی محبت کا اقرار کر کے اپنے بھائیوں کو بھی اپنے خلاف کر لیا ہے۔'' خدیجہ بیگم نے افسردگی سے کہا۔

''مگر...... مما، وہی حقیقت تھی۔ وہ فون پر کہتا تھا مگر میں نے کبھی اس کی حوصلہ افزائی نہیں کی۔'' ردا نے معصومیت سے جواب دیا۔

''آج کل تو دنیا سچ کو دیکھ کر سچ نہیں مانتی۔ تمہارے اتنے کڑوے سچ کو کیسے برداشت کرے گی اور عورت کے کردار پر ذرا سا شک بھی گزر جائے تو ساری دنیا اس کے بارے میں مشکوک ہو جاتی ہے۔'' خدیجہ بیگم نے عمر بھر کا تجربہ بیان کیا۔

''مما...... میں ایسا کیا کروں کہ سب مجھ پر یقین کرنے لگیں۔'' ردا نے نم آنکھوں سے ماں کی طرف دیکھ کر بے بسی سے پوچھا۔

''خدا سے دعا کرو کہ وہ سب کے دلوں کو تمہاری طرف پھیر دے۔ دلوں میں محبت اور نفرت تو وہی پیدا کر سکتا ہے۔'' خدیجہ بیگم نے سسکی بھر کر اس

کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو وہ ماں کے گلے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

''خدا تم پر رحم کرے۔'' انہوں نے محبت سے اسے سہلاتے ہوئے کہا۔

☆☆☆

شمیلہ نے بھی گھر میں خوب ہنگامہ برپا کر رکھا تھا۔ وہ بھی کچھ نہ کھاتی پیتی تھی۔ سارا وقت اپنے کمرے میں بند رہتی تھی باہر نکلتی تو کبھی ردا کو مارنے کو لپکتی کبھی خدیجہ بیگم کے ساتھ جھگڑا کرتی اور کبھی ملازموں کے ساتھ اُلجھتی۔ اس کی صحت بھی چند دنوں میں بہت خراب ہوگئی تھی۔ اس کی ماں ریحانہ اس کے پاس بیٹھی اسے محبت سے سمجھا رہی تھیں اور اس آزمائش پر صبر کرنے کو کہہ رہی تھیں اور وہ حیرت سے صبر، صبر بڑبڑائی مسلسل بول رہی تھی۔

''صبر...... صبر کیا ہوتا ہے؟''

''بیٹا تم بتاؤ، تم عدت کہاں کرنا چاہتی ہو؟ یہاں یا پھر میکے میں؟'' ریحانہ نے اس کی توجہ ہٹانے کے لیے پوچھا۔

''کیوں...... میں کیوں عدت کروں؟'' شمیلہ نے حیرت سے پوچھا۔

''اس لیے کہ اب فہام اس دنیا میں نہیں رہا اور ہر بیوی' شوہر کی وفات کے بعد عدت کرتی ہے۔'' ریحانہ نے اپنے دل پر جبر کرتے ہوئے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

''میں عدت نہیں کروں گی اور کون کہتا ہے میرا فہام مر گیا ہے۔'' وہ غصے سے چلانے لگی۔

ریحانہ اسے اپنے ساتھ لگا کر چپ کروانے لگیں۔ ان کے رونے کی آواز سن کر خدیجہ بیگم اُن کے کمرے میں آگئیں اور دونوں کو روتا دیکھ کر انہوں نے شمیلہ کو اپنے ساتھ لگایا۔

''بیٹا، ہمت کرو۔ آزمائشیں انسانوں کے لیے ہوتی ہیں۔''

''نہیں ہے مجھ میں ہمت۔ آپ لوگ میرے دشمن ہیں، میرے فہام کو کھا گئے ہیں۔'' انہیں دھکا دے کر غصے سے بولی۔

''ریحانہ تم ہی اسے کچھ سمجھاؤ۔ یہ ہمیشہ ہی اپنا دشمن سمجھتی ہے۔'' خدیجہ بیگم نے بہن کی دیکھ کر بے بسی سے کہا۔

''ہاں، تو آپ لوگوں نے اس کے ساتھ سا اچھا سلوک کیا ہے۔ نہ فہام کی زندگی میں سکون لینے دیا اور اب جانے کیا کریں گی۔ اس میں اسے اپنے ساتھ لے کر جا رہی ہوں۔ یہ میکے میں ہی کرے گی۔'' ریحانہ بیگم تیوری چڑھا بہن سے مخاطب تھیں۔

''لیکن عدت تو اسی گھر میں کی جاتی ہے شوہر کی وفات کی خبر ملے۔''

''چاہے اس گھر میں اس کی جان کو خطرہ کیوں نہ ہو؟''

''ریحانہ تم ہمیں اتنا ظالم سمجھتی ہو؟''

''صرف سمجھتی نہیں ...... مجھے پورا یقین ہے۔'' ریحانہ نے غصے سے کہا اور تیزی سے شمیلہ کا سامان اکٹھا کرنے لگیں۔

''نہیں...... میں کہیں نہیں جاؤں گی، یہ میرے کمرا ہے۔'' شمیلہ نے اپنا سامان پھینکنا شروع کر دیا۔

''رہو، مرو یہاں...... پھر مجھ سے کوئی شکوہ نہ کرنا۔'' ریحانہ نے اسے غصے سے ڈانٹتے ہوئے اور وہاں سے چلی گئیں۔

☆☆☆

آزر کبھی کبھی فون پر ماں سے بات کر لیتا اِدھر کئی دنوں سے اس کا رابطہ نہیں ہوا پھر گاؤں اس کے چچا کی کال آگئی کہ اس کی ماں اب دنیا میں نہیں...... وہ دکاندار شاہد سے منتیں کر کے کچھ لے کر گاؤں روانہ ہوگیا، وہ پہنچا تو ماں کی ہو چکی تھی۔ وہ دادا اور چچا سے مل کر خوب رویا مگر

لوگوں نے اسے کتنی باتیں سنائیں، کتنا طنز کیا اسے...... کیسی کیسی ذلت اٹھانی پڑی تھی، خدا کی پناہ...... وہ بہت مشکل سے وہاں ایک ہفتہ رہ سکا لیکن یہ دن بھی انتہائی اذیت میں کٹے...... اس کے لیے تو زندگی کا ہر ہر لمحہ اذیت سے پُر تھا اس کی ہر سانس میں آہیں اور سسکیاں تھیں۔ یہ کیسی اذیت تھی جس سے صرف وہی آشنا تھا...... یہ کیسا الاؤ تھا جس میں صرف وہی جل رہا تھا...... شہر جانے کو تیار ہوا تو دادا نے کچھ رقم اسے تھما دی جسے چپ چاپ لے کر وہ شہر واپس آگیا۔ چچا نے کچھ کپڑوں کا بھی بندوبست کر دیا تھا۔ وہ سیدھا رانا صاحب کی فیکٹری میں چلا گیا۔ اس نے ان کے منیجر سے ملاقات کی تو اس نے بغور اس کی جانب دیکھا۔

''ہاں...... رانا صاحب نے مجھے آپ کے بارے میں بتایا تو تھا...... مگر یہ معلوم نہیں تھا کہ وہ آپ ہی ہیں۔'' اس نے معنی خیز انداز میں کہا۔

''کیا مطلب......؟'' آزر نے حیرت سے پوچھا۔

''کچھ نہیں...... آپ...... آپ اپنی کوالیفکیشن اور انٹرسٹ بتائیے کہ آپ کیسی جاب کر سکتے ہیں۔'' منیجر نے جلدی سے بات گول کی مگر اس کا لب ولہجہ صاف بتا رہا تھا کہ وہ اس سے کچھ چھپا رہا تھا اور اس سے بات کرتے ہوئے وہ کچھ اچھا محسوس نہیں کر رہا تھا...... آزر کے لیے یہ بات بہت تکلیف دہ تھی...... اور اس نے کئی بار یہ محسوس کیا تھا کہ لوگ اس سے بات کرتے ہوئے عجیب طرح کا تاثر دینے لگے تھے جیسے کراہیت یا اضطراب کا تاثر...... حالانکہ وہ بہت خوب صورت تھا، گندے حلیے اور برے حالات میں بھی وہ شکل صورت سے اچھا لگتا تھا مگر نہ جانے کیوں لوگ اس سے بہت بیزاری سے بات کرتے۔ شہر سے گاؤں اور گاؤں سے شہر تک کے سفر کے دوران اس نے اس بات کا بہت اچھی طرح مشاہدہ کیا تھا کہ لوگ اس کے ساتھ بہت برے انداز میں بات کرنے لگے تھے اور یہ بات اسے بہت تکلیف دیتی تھی...... وہ تو ہمیشہ اپنے آپ کو لوگوں سے منفرد اور معزز خیال کرتا تھا...... شاہانہ ٹھاٹ باٹ نے اس کا دماغ مزید خراب کر دیا تھا اپنے آپ کو کبھی کسی عام اور معمولی انسان کے برابر خیال نہیں کیا تھا اور اب اسے یوں محسوس ہوتا تھا کہ اس کی عزت ایک عام اور معمولی انسان سے بھی کم ہو۔ اپنی ذلت کی، ہتک اور تحقیر پر اس کا دل بہت کٹتا تھا...... یہ باتیں شاید دوسروں کے لیے بہت معمولی ہوں مگر اس کے لیے بہت تکلیف دہ تھیں۔

''آپ بتائیے...... آپ کیسی جاب کر سکتے ہیں؟'' منیجر نے اسے سوچوں میں گم دیکھ کر پوچھا۔

''جیسی بھی ہو......'' آزر بہ مشکل بولا۔

''ٹھیک ہے...... آپ باہر بیٹھیے...... میں ابھی آپ کو کال کرتا ہوں۔'' منیجر نے قدرے روکھے لہجے میں کہا تو آزر خاموشی سے اٹھ کر باہر چلا گیا اور پھر ایک بینچ پر بیٹھ کر انتظار کرنے لگا جبھی رانا صاحب ایک خوب صورت، نوجوان لڑکی کے ہمراہ اس کے پاس سے گزرے۔ آزر سر جھکائے بیٹھا تھا۔ اس نے ان کی طرف ایک بار بھی نہیں دیکھا، وہ تو اپنی ہی سوچوں میں گم تھا۔ رانا صاحب چند قدم آگے چلے اور پھر اس کے پاس واپس آئے۔ لڑکی انہیں کوئی بات سنا رہی تھی۔ رانا صاحب کے رکتے ہی وہ لڑکی خاموش ہوگئی۔

''آپ ...... یہاں کیوں بیٹھے ہیں؟'' انہوں نے حیرت سے پوچھا۔

''میں...... وہ......'' آزر ایک دم کھڑا ہوا اور رانا صاحب کی طرف دیکھ کر گھبرا گیا۔ لڑکی نے بھی بغور اس کی جانب دیکھا اور پھر وہ ایک دم حیرت سے چلائی۔ وہ کومل رانا تھی۔

''آ...... آزر ...... تم......؟'' کومل رانا انتہائی حیرت سے چلاتے ہوئے بولی اور اس کے چہرے پر

خوشی وحیرت کے تاثرات نمایاں ہونے لگے۔

''ک......ک......کومل......تم؟'' آزر نے بھی حیرت سے پوچھا۔

''تم اور یہاں...... آئی ڈونٹ بلیو اٹ!'' کومل نے بے یقینی سے کہا۔

''کیا تم دونوں ایک دوسرے کو جانتے ہو؟'' رانا صاحب نے حیرت سے پوچھا۔

''ہاں...... نانا ابا...... ہم دونوں کلاس فیلوز رہ چکے ہیں۔ جب ڈیڈی کی پوسٹنگ یہاں ہوئی تھی اور جس کالج میں، میں نے ایڈمیشن لیا تھا آزر اسی کالج میں تھا۔ ہم سب بہت اچھے فرینڈز تھے۔ باقی سب لوگ کہاں ہیں...... حمنہ، یمنیٰ، جواد؟'' کومل نے مسکرا کر پوچھا تو آزر گھبرا کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔ اس کا مطلب ہے اسے کچھ نہیں معلوم تھا۔

''بھئی تم لوگ یہیں کھڑے کھڑے باتیں کرو گے، چلو میرے آفس میں......'' رانا صاحب نے مسکرا کر کہا۔

''ہاں، ہاں، چلو...... آج خوب ڈھیر ساری باتیں کرتے ہیں، آئی ایم سو ایکسائٹڈ ٹو سی یو ہیئر......او گاڈ...... آزر مجھے تو یقین ہی نہیں آ رہا...... کہ میں تم سے ملاقات کروں گی اور وہ بھی اتنی اچانک......'' وہ مسکرا کر بولی۔ اس نے ایک گہری سانس لی اور خاموشی سے کومل رانا کے ساتھ چلنے لگا۔

☆☆☆

رات کافی گہری ہوگئی تھی...... شمیلہ صوفے پر آنکھیں بند کیے لیٹی تھی۔ وہ ایک دم ہڑبڑا کر اٹھی اور پاگلوں کی طرح اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے فہام، فہام پکارنے لگی۔ فہام اسے مسکراتا ہوا دکھائی دیا تو وہ اس کے پیچھے بھاگتے ہوئے کمرے کے چکر لگانے لگی پھر ایک دم فہام غائب ہوگیا تو وہ اسے اِدھر اُدھر تلاش کرتے ہوئے پکارنے لگی۔

''میرا فہام کہاں گم ہوگیا ہے...... فہام...... میرا فہام......'' وہ صوفے پر بیٹھ کر سسکنے لگی۔ اس کے اندر ایک ابال سا اٹھا اور وہ بھاگتے ہوئے کچن میں کچھ تلاش کرنے لگی۔ اس نے ایک تیز دھار پکڑی اور اسے بغور دیکھتے ہوئے وہ کچن سے با

ردا اپنے کمرے میں نیند کی دوا کھا کر تھی۔ شمیلہ چھری پکڑ کر ردا کے کمرے میں ہوئی اور اسے مزے سے سوتا دیکھ کر اس کے پر انتہائی غصے کے تاثرات نمایاں ہونے لگے کی آنکھیں غصے سے شعلے برسا رہی تھیں۔

''آج میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گی، تم میرے فہام کو مجھ سے چھینا ہے...... میں تم سے زندگی...... تمہارا سب کچھ چھین لوں گی......'' بڑاتے ہوئے آگے بڑھی ہی تھی کہ اسی لمحے کسی کے ہاتھ کو پیچھے سے مضبوطی سے پکڑا۔ شمیلہ نے کر دیکھا تو زرینہ تھی جو ابھی ابھی واش روم سے

''ردا...... بی بی...... جلدی اٹھیں۔'' زور سے چلائی تو ردا ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی اور شمی ہاتھ میں چھری دیکھ کر وہ گھبرا کر کانپنے لگی۔

''مجھے چھوڑ دو...... میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔ اس نے مجھ سے میرا فہام چھینا ہے۔'' شمیلہ اپنے آپ کو چھڑانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

''حاتم بھائی، بیگم صاحبہ...... جلدی اندر آئیں'' زرینہ چیخ، چیخ کر سب کو آوازیں دینے لگی وہ بالکل نہیں تھی وہ پوری طاقت سے شمیلہ کا ہاتھ پکڑے کمرے سے باہر لے جانے کی کوشش کر رہی تھی۔

''یہ، یہ سب کیا ہو رہا ہے؟'' خدیجہ اندر آ کر گھبرا کر پوچھا۔

''یہ...... ردا باجی کی گردن پر چھری چلا تھیں۔'' اس نے شمیلہ کے مڑے ہوئے سے چھری چھین کر خدیجہ بیگم کو دیتے ہوئے بتا

''کیا......؟'' چھری پکڑ کر ان کی حیرت اور خوف سے پھیل گئیں۔

(باقی)

ناولٹ

کہیں دیپ جلے کہیں دل

قیصرہ حیات

بارھواں حصہ

شمیلہ انتہائی جنونی اور پاگل ہو رہی تھی۔ وہ بار بار ردا پر جھپٹنے کی کوشش کرتی۔ ردا خوفزدہ کھڑی بری طرح کانپ رہی تھی۔ شمیلہ کے سر پر خون سوار تھا۔
''تم سب میرے فہام کے قاتل ہو، میں کسی کو زندہ نہیں چھوڑوں گی۔'' شمیلہ ان دونوں ماں بیٹی کی طرف دیکھ کر چلائی۔ زرینہ نے اس کے بازوؤں کو پیچھے سے جکڑ رکھا تھا اور وہ اپنے آپ کو چھڑانے کی بھرپور کوشش کر رہی تھی۔

”کیا میں اپنے بیٹے اور ردا اپنے بھائی کو قتل کرے گی؟ کچھ تو خدا کا خوف کرو۔“ خدیجہ بیگم نے غصے سے ڈانٹتے ہوئے کہا۔

”ہاں، ہاں تم سب اس کے قاتل ہو۔“ شمیلہ نے زرینہ کے ہاتھوں کی گرفت ڈھیلی جان کر اپنے آپ کو جھٹکے سے چھڑایا اور خدیجہ بیگم کے گریبان کی طرف اپنے دونوں ہاتھ بڑھائے۔ انہوں نے اسے زوردار تھپڑ لگایا تو وہ بلند آواز سے رونے چلانے لگی۔

”آپ نے مجھے مارا...... مجھے مارا...... فہام کے بعد اب آپ مجھے مارنے بھی لگی ہیں۔“ وہ گلا پھاڑ کر غصے سے ...... بولی تو اس کی آواز سن کر حاتم لاؤنج سے بھاگتا ہوا اندر آیا اور ان سب کی طرف حیرت سے دیکھنے لگا۔

”یہ...... یہ سب کیا ہو رہا ہے؟“ اس نے حیرت سے پوچھا۔

”انہوں نے مجھے مارا ہے، یہ دیکھو تھپڑ مارا ہے۔“ شمیلہ نے اپنا گال اسے دکھاتے ہوئے کہا تو حاتم کی آنکھوں سے حیرت جھلکنے لگی۔

”مما! کیا آپ اتنی ظالم ہوگئی ہیں کہ فہام بھائی کے جاتے ہی آپ بھابی پر ظلم کرنے لگی ہیں۔“ حاتم نے غصے سے ماں کی طرف دیکھا۔

”یہ...... یہ جھوٹ بول رہی ہے بیٹا......“ خدیجہ بیگم نے بے خیالی میں دوسرے ہاتھ میں پکڑی چھری سے شمیلہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

”چھری اپنے ہاتھ میں پکڑ کر آپ شمیلہ بھابی پر الزام لگا رہی ہیں بہت خوب...... !“ حاتم نے غصے سے کہا تو خدیجہ بیگم ایک دم حیرت زدہ رہ گئیں۔ پہلے بھی ایسے کتنے مواقع آئے تھے جب حاتم نے شمیلہ کی زیادتی نہ دیکھی اور ماں، بہن کو الزام دے دیا۔

”حاتم بھائی یہ تو شمیلہ بھابی خود کچن سے لائی ہیں ردا بی بی کو مارنے کے لیے۔“ زرینہ آگے بڑھ کر جلدی سے بولی۔

”یہ...... یہ سب جھوٹ بول رہی ہیں، یہ سب تو مجھے مارنا چاہتی ہیں...... ہاں فہام کے بعد مجھے بھی......“ وہ سسکی بھر کر بولی تو حاتم غصے سے اُن کی طرف دیکھنے لگا۔

”میں اچھی طرح جان گیا ہوں، یہاں کون کس کے خلاف کیا گیم کھیل رہا ہے؟“ حاتم نے غصے سے کہا اور شمیلہ کا ہاتھ پکڑ کر وہاں سے چلا گیا۔ وہ تینوں حیرت سے اسے دیکھتی رہ گئیں۔

شمیلہ کو اس کے کمرے میں چھوڑ کر حاتم چھوٹے بھائی عاصم کے پاس آیا۔ عاصم، فہام کو یاد کر کے بری طرح رو رہا تھا۔ وہ اس کے پاس صوفے پر بیٹھ گیا۔

”ہماری مما...... اتنی جلدی بدل جائیں گی، یقین نہیں آ رہا۔“ حاتم نے افسردگی سے کہا۔

”ک...... کیا مطلب......؟“ عاصم نے چونک کر پوچھا۔

”مما...... شمیلہ بھابی پر بہت ظلم کرنے لگی ہیں، آج انہوں نے بھابی کو مارا بھی ہے۔“ اس نے افسردہ لہجے میں بتایا۔

”رئیلی......؟“ عاصم نے انتہائی حیرت سے کہا۔

”ہاں...... اگر میں موقع پر نہ پہنچتا تو شاید یقین نہ کرتا...... مما، ردا کو defend کرنے کے لیے شمیلہ بھابی کو ٹارچر کرنے لگی ہیں۔“

”اوہ...... نو...... مما اس حد تک بھی جا سکتی ہیں، آئی ڈونٹ بلیو اٹ۔“ عاصم کو افسوس ہوا۔

”عاصم...... ہمیں فہام بھائی کی خاطر شمیلہ بھابی کا خیال کرنا چاہیے۔ مجھے لگتا ہے اب ان کا یہاں رہنا مناسب نہیں...... مما اور ردا نے ان کے خلاف باقاعدہ محاذ بنا لیا ہے اوپر سے وہ نوکرانی زرینہ...... ہم کل ہی انہیں خالہ کے گھر چھوڑ آتے ہیں۔“ حاتم نے رائے دی تو عاصم عجیب نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔

”یقین نہیں آ رہا...... مما کیسے اتنا بدل گئی ہیں۔“

”اس کی وجہ ردا ہے...... ردا کی وجہ سے انہوں نے مجھ پر بھی ہاتھ اٹھایا تھا اور اب شمیلہ بھابی پر...... اب وہ صرف ردا کی مما ہیں۔“ وہ پُرتاسف لہجے میں بولا۔

”ہاں پھر تو ان حالات میں ان کا یہاں سے چلے جانا ہی ٹھیک ہے۔“ عاصم نے بھی اس کی تائید کی تو حاتم خاموشی سے اٹھ کر وہاں سے چلا گیا۔

☆☆☆

روحیل ماں جی کے کمرے میں آیا تو وہ بیڈ پر بیٹھی سسکیاں بھر رہی تھیں۔ وہ ان کے پاس ہی بیٹھ گیا۔

”کیا آپ مجھ سے ابھی تک خفا ہیں؟ آپ مجھے ہی قصوروار سمجھتی ہیں۔ کیا ردا آپ کی نظر میں بالکل بے قصور ہے؟“ روحیل نے خفگی سے پوچھا مگر انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔

☆☆☆

رات کافی گہری ہوگئی تھی ہر طرف ہو کا عالم تھا۔ ردا اپنے کمرے میں جانماز پر بیٹھی اپنے رب کے حضور ہاتھ بلند کیے دعا مانگنے میں مصروف تھی۔ وہ بری طرح بلک رہی تھی۔ گھر کے حالات اور ان کے رویوں نے اسے خاصا توڑ پھوڑ ڈالا تھا۔ وہ نہایت دل برداشتہ ہو رہی تھی اور بس خدا کے حضور گڑگڑا کر دعا کر رہی تھی۔

”یا اللہ...... !تو جانتا ہے، میں نے روحیل کے علاوہ کسی اور سے محبت نہیں کی۔ میں گنہگار نہیں ہوں تو، تو لوگوں کے عیبوں پر پردہ ڈالنے والا ہے، مجھ بے قصور کو سب کے سامنے رسوا کیوں کر ڈالا۔ تو میرے دامن پر لگے اس دھبے کو دور کر دے اور میری مدد کر، مجھ سے میرے اپنوں کی بے رخی اور نفرت برداشت نہیں ہو رہی۔ میرے اپنوں کا غم مجھے مار ڈالے گا...... مجھے مار ڈالے گا۔“ ردا دعا مانگتے مانگتے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ کافی دیر تو وہ اپنے رب کے حضور جھکی رہی پھر جانماز سے اٹھی اور اپنے بستر پر تسبیح ہاتھ میں لیے آ بیٹھی۔ جبھی اس کا سیل فون بجا، اس نے دیکھا کوئی اوورسیز کال تھی اس نے بڑھ کر فون اٹھا لیا۔ دوسری طرف رشنا تھی۔

”ہیلو ردا! کیسی ہو......؟ نہ جانے آج کیوں تم مجھے بہت یاد آ رہی تھیں۔ سوری اس وقت میں نے تمہیں ڈسٹرب کیا، ہاں بھئی یہاں تو شام ہو رہی ہے ناں...... مجھے ابھی ٹائم ملا تو تمہیں فوراً فون کر ڈالا اور سناؤ، تمہارے فہام بھائی کیسے ہیں، مجھے بہت یاد آتے ہیں۔“ رشنا تیزی سے بات کرنے لگی تو ردا کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگے، وہ ہچکیاں بھرنے لگی اور موبائل آف کر دیا۔ رشنا پریشان ہوگئی۔ اس نے دوبارہ ردا کا نمبر ملایا مگر اس کا فون اب بند جا رہا تھا۔ اس نے پریشان ہو کر ماں کو فون کیا۔ وہ امریکا میں تھیں اور پاکستان واپسی کی تیاری کر رہی تھیں۔ وہ واپس پاکستان جا رہی تھی اس امید پر کہ تو قیر وطن تو واپس آ سکتا ہے مگر امریکا نہیں، ان کے شوہر نے انہیں بہت سمجھایا مگر نجمہ بیٹے کی وجہ سے بہت پریشان تھیں۔

”رشنا...... تمہیں کیسے خبر ہوگئی کہ میں پاکستان جا رہی ہوں؟“ انہوں نے مسکرا کر بیٹی سے پوچھا۔

”کب...... ؟ مگر میں نے تو یونہی فون کیا ہے...... میں ردا کے بارے میں بہت اپ سیٹ ہو رہی ہوں۔“ رشنا نے پریشانی سے کہا۔

”کیوں...... سب ٹھیک تو ہے ناں، کیا ہوا اسے؟“ نجمہ نے فکرمندی سے پوچھا۔

”معلوم نہیں، ابھی میں نے اسے فون کیا تھا تو وہ بات کم اور رو زیادہ رہی تھی۔ مما آپ پاکستان جاتے ہی ردا کے گھر جائیں...... میرا دل اس کے لیے بہت پریشان ہو رہا ہے۔“ رشنا نے کافی فکرمندی سے کہا۔

”ٹھیک ہے، میں پہلی فرصت میں ہی اس کی طرف جاؤں گی، تم فکر نہ کرو۔“ انہوں نے اسے تسلی دی۔

☆☆☆

ردا صبح دیر سے بیدار ہوئی تو اس کے سر میں

شدید درد ہورہا تھا۔ رات بھر رونے سے اس کی آنکھیں سوجی ہوئی تھیں۔ وہ بہ مشکل اٹھی تو اس کے سر میں ٹیسیں اٹھنے لگیں۔ وہ سر کو انگلیوں کی پوروں سے دباتی ہوئی لاؤنج میں آئی اور اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے زرینہ کو آوازیں دینے لگی مگر وہ کہیں دکھائی نہیں دی۔ جبھی خود ہی کچن میں چلی گئی چولھا جلا کر اس پر کیتلی رکھی اور آگ کی طرف بغور دیکھنے لگی۔ اسے آگ میں اپنا عکس دکھائی دیا اور اسے یوں محسوس ہونے لگا جیسے وہ بھی اسی آگ میں جل رہی ہو...... اس کا پورا وجود آگ کے شعلوں کی لپیٹ میں ہو۔ اسی لمحے شمیلہ قدرے بلند آواز میں بولتی ہوئی کچن کی طرف آئی۔ ردا کی پشت اس کی جانب تھی۔

''زرینہ مجھے ایک کپ چائے بنا کر دو۔'' اس نے کچن میں آ کر کہا تو ردا نے مڑ کر دیکھا۔

''میں چائے بنا رہی ہوں بھابی، آپ کے لیے بھی بنا دیتی ہوں۔''

''خبردار...... جو تم نے مجھ سے کوئی بات کی، میری زندگی کو برباد کر کے اب بھی تمہیں چین نہیں آرہا۔ منحوس کہیں کی۔'' شمیلہ ایک دم غصے سے بولی تو ردا پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس کی طرف دیکھے گئی۔

''خدا کے لیے مجھے فہام بھائی کی موت کا ذمے دار مت ٹھہرائیں۔ میں بھی اتنی ہی دکھی ہوں جتنی کہ آپ......'' اس نے روتے ہوئے کہا۔

''تمہارا تو ایک بھائی مرا ہے مگر دو تو تمہارے پاس ہیں، میرا تو سب کچھ فہام تھا۔'' وہ غصے اور غم کی ملی جلی کیفیت میں بولی۔

''میری محبت...... میری چاہت اور میرا ہم سفر...... دنیا کا کوئی دوسرا انسان فہام کی طرح نہیں ہوسکتا ہے، اب بتاؤ کس کا زیادہ نقصان ہوا ہے، میرا یا تمہارا......؟'' شمیلہ اس دم بہت بے چارگی کے عالم میں پوچھ رہی تھی۔

''خدا کے لیے مجھے معاف کردیں...... میں بے گناہ ہوں۔'' ردا نے شمیلہ کے آگے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا۔

''میں تمہیں ہرگز معاف نہیں کروں گی۔ تم میرے سامنے آتی ہو تو میرے تن بدن میں آگ لگ جاتی ہے۔'' اس نے غصے سے ردا کے ہاتھ جھٹکتے ہوئے کہا تو اسی لمحے خدیجہ بیگم کچن میں آگئیں۔

''یہ کیا ہورہا ہے؟'' وہ کافی پریشانی سے پوچھنے لگیں۔

''ڈراما...... جو آپ دونوں کرنے میں ماہر ہیں۔'' شمیلہ نے نہایت غصے سے نتھنے پھلا کر کہا۔

''بکواس بند کرو اور جاؤ یہاں سے۔'' خدیجہ بیگم سرتاپا کانپ رہی تھیں۔

''حاتم...... حاتم باہر آؤ...... خدا کے لیے کوئی تو مجھے بچائے۔'' شمیلہ نے کچن میں ہی کھڑے ہو کر بڑی بلند آواز میں کہا تو وہ دونوں پریشان ہو کر اسے دیکھنے لگیں۔

''کیوں...... جھوٹ بول رہی ہو...... کچھ تو خدا کا خوف کرو......'' خدیجہ بیگم نے شمیلہ کا ہاتھ پکڑ کر کہا تو اسی لمحے حاتم اور عاصم اپنے کمروں سے باہر نکل آئے...... شمیلہ اور بلند آواز سے رونے لگی۔

''حاتم اب تم اپنی آنکھوں سے دیکھ لو...... خالہ جان مجھے کس کس طرح ٹارچر کررہی ہیں۔ یہ دونوں مجھے چائے کا ایک کپ نہیں لینے دے رہیں، اب اس گھر پر میرا اتنا حق بھی نہیں رہا۔'' شمیلہ نے نہایت چالاکی سے ان دونوں کی طرف دیکھ کر حاتم سے کہا۔

''مما...... آپ اتنی ظالم اور بے رحم بھی ہوسکتی ہیں۔ یقین نہیں آرہا......'' وہ ماں کی طرف دیکھ کر بولا۔

''یہ...... یہ جھوٹ بول رہی ہے بیٹا۔'' ماں کی بات پر وہ غصے سے آگے بڑھا۔

''میرا خیال ہے اب شمیلہ بھابی کا یہاں رہنا مناسب نہیں...... عاصم چلو ہم دونوں انہیں ابھی خالہ جان کی طرف چھوڑ کر آتے ہیں۔''

''تم ایسا نہیں کرسکتے...... تم جانتے ہو اس سے خاندان بھر میں ہماری کتنی بدنامی ہوگی۔'' خدیجہ بیگم نے ایک دم غصے سے بیٹے کو ڈانٹا۔

''آپ کی عزت سے زیادہ بھابی کی جان اہم ہے...... اور اب ان کی جان کو خطرہ ہے۔'' اس نے غصے سے ماں کی طرف دیکھ کر کہا۔

''حاتم...... کچھ شرم کرو، اپنی ماں کے بارے میں یہ کہہ رہے ہو۔'' وہ بلند آواز سے چلاتے ہوئے بولیں۔

''ہاں...... آپ کا یہ روپ دیکھ کر میں یہ کہنے پر مجبور ہوگیا ہوں۔'' اس نے غصے سے جواب دیا اور شمیلہ کا ہاتھ پکڑ کر وہاں سے باہر لے گیا۔

☆☆☆

''آنٹی...... آپ......؟'' ردا نجمہ آنٹی کو دیکھ کر چونکی تو نجمہ اسے اپنے ساتھ لگا کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں...... ردا بھی سسکیاں بھرنے لگی۔

''میں کل ہی امریکا سے آئی ہوں، رشنا تمہارے بارے میں بہت پریشان ہورہی تھی...... لیکن تمہیں دیکھ کر لگ رہا ہے کہ اس کا پریشان ہونا بجا تھا...... اب تمہاری مما نے فہام کی ڈیتھ کے بارے میں بتایا ہے تو یقین نہیں آرہا۔'' انہوں نے آہ بھر کر کہا۔

''بس اللہ کی طرف سے اس کا وقت آگیا تھا۔'' خدیجہ بیگم نے آہ بھر کر افسردگی سے جواب دیا۔

''مما! آپ یہ کیوں نہیں کہتیں کہ ان کی موت کی ذمے دار میں ہوں۔'' وہ سسکی بھر کر بولی تو نجمہ نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

''بیٹا...... یہ تم کیا کہہ رہی ہو...... فہام تو تم پر جان چھڑکتا تھا۔'' انہوں نے حیرت سے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔

''اور میں کتنی منحوس ہوں، جس نے اتنے پیار کرنے والے بھائی کی جان لے لی۔ خدا مجھ جیسی بہن کسی بھائی کو نہ دے۔'' ردا نے سسکی بھر کر کہا۔

''بیٹا...... ایسی باتیں کیوں کررہی ہو؟'' نجمہ آنٹی کافی دکھی ہو کر پوچھنے لگیں۔

''اس لیے کہ روحیل اس دن اگر مجھے گھر سے نہ نکالتا تو فہام بھائی گھر سے نہ جاتے اور نہ ہی ان کا مرڈر ہوتا۔'' ردا نے سسکی بھر کر جواب دیا۔

''کیا...... روحیل نے تمہیں......؟'' انہوں نے انتہائی حیرت سے چیختے ہوئے پوچھا۔

''ہاں...... اب اس نے مجھے طلاق دے دی ہے۔'' ردا نے نجمہ کی بات کاٹ کر جواب دیا۔

''کیا...... طلاق؟'' نجمہ انتہائی پریشانی سے بولی تھیں۔

''ہاں...... ابھی ایک طلاق ہوئی ہے۔'' خدیجہ بیگم نے جلدی سے کہا۔

''اُف میرا تو بی پی ہائی ہونے لگا ہے۔'' نجمہ نے اپنے سر کو پکڑتے ہوئے کہا۔ ''ردا کو طلاق...... نہیں نہیں۔'' وہ سخت صدمے کی کیفیت سے دوچار تھیں۔

نجمہ بیگم نے گھر جا کر رشنا کو ردا کے تمام حالات بتائے، وہ بھی شدید صدمے کی کیفیت میں آگئی تھی۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ فوراً روحیل سے بات کرے جس نے اس کی اتنی پیاری دوست کی یہ حالت کردی تھی۔ رات بھر سوچنے کے بعد اس نے ماں کو صبح سویرے ہی فون کیا اور انہیں روحیل کے گھر جانے کو کہا۔ رشنا کے بے حد اصرار پر ہی وہ روحیل کے گھر گئیں۔

''میں ردا کی دوست رشنا کی ممی ہوں'' انہوں نے مسکرا کر روحیل اور اس کی ماں سے اپنا تعارف کرایا۔

''اوہ......'' روحیل ایک دم چونک پڑا۔

''میں آپ دونوں سے کچھ باتیں کرنے آئی ہوں۔'' نجمہ نے جلدی سے کہا۔

''کیا آپ کو ردا اور اس کی فیملی نے یہاں بھیجا ہے؟'' روحیل نے معنی خیز انداز میں پوچھا۔

''نہیں، ان لوگوں کو تو اس کی خبر بھی نہیں کہ

میں یہاں آئی ہوں، میں نے ردا اور اس کی مما کو پریشان دیکھا تو پھر آپ سے ملنے کا از خود فیصلہ کیا۔“

”آپ ہمارے معاملے میں انٹرفیئر نہ کریں تو بہتر ہے۔“ روحیل نے جلدی سے ان کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

”بیٹا...... اگر بڑے نیک نیتی سے بچوں کے مسائل سلجھانے کی کوشش کریں تو ان کی بات ضرور سننی چاہیے۔“

”کوئی کسی کے لیے اچھا کرنے کی کوشش کرے تو اس کی عزت اور قدر کرنی چاہیے۔ ہاں بہن فرمائیں۔ آپ کیا کہنا چاہتی ہیں؟“ اب کی دفعہ ماں جی نجمہ بیگم سے مخاطب تھیں۔

”آخر آپ لوگوں کا آپس میں کیا مسئلہ ہے؟“ نجمہ نے گہری سانس لے کر پوچھا۔

”بے اعتباری اور بے یقینی کا...... جو عورت اپنے شوہر کے ساتھ فیئر نہ ہو اور دوسروں کے ساتھ اس کے چکر ہوں تو کیا اس کے ساتھ زندگی گزاری جاسکتی ہے؟“ ان کی بات پر روحیل غصے سے بولا۔

”نہیں، نہیں ردا ایسی نہیں ہوسکتی...... وہ تو بہت معصوم اور نیک لڑکی ہے۔“ نجمہ نے ایک دم گھبرا کر کہا۔

”آپ نے وہ محبت نامہ نہیں دیکھا ناں جو توقیر نامی لڑکے نے ردا کو لکھا تھا۔“ روحیل نے غصے سے کہا۔

”ک...... کس نے؟“ نجمہ نے ایک دم انتہائی حیرت سے چلا کر کہا۔

”میں اسے نہیں جانتا...... مگر توقیر نامی لڑکا اس سے محبت کرتا تھا اور اس نے ہی ردا کو وہ لو لیٹر لکھا تھا۔ میرا تو دل چاہتا ہے کہ وہ میرے سامنے آئے تو میں اسے گولی سے اُڑا دوں مگر کم بخت آسٹریلیا چلا گیا۔“ روحیل نے غصے سے کہا تو نجمہ ایک دم گھبرا کر اٹھ کھڑی ہوئیں۔

”آئی ایم سوری...... میرا بی پی ہائی ہو رہا ہے، میں پھر آؤں گی۔“ وہ جلدی سے بولیں اور وہاں سے چلی آئیں گھر آ کر انہوں نے ساری بات رشنا کو بتائی تو وہ ہکا بکا رہ گئی۔

”ک...... ک کیا مطلب......؟“ رشنا انتہائی حیرت سے بولی۔

”توقیر کا کوئی لو لیٹر جو اس نے ردا کو لکھا تھا اسی سے سارا فساد کھڑا ہوا ہے، روحیل اس کے اس افیئر کو معاف کرنے کو تیار نہیں۔“

”اوہ...... نو۔ توقیر بھائی ایسا بھی کرسکتے ہیں، یقین نہیں آرہا۔“

”اگر توقیر...... ردا سے محبت کرتا تھا تو مجھے صرف ایک بار بتا تو دیتا...... میں خود اس کی ردا سے شادی کروا دیتی۔“ وہ نہایت افسردگی کے عالم میں کہہ رہی تھیں۔

”اب جو ہونا تھا وہ ہو چکا...... اب یہ سوچیں کہ ردا کا گھر کیسے بچانا ہے مما، اگر ہم کچھ نہیں کرسکے تو ہم ردا کے مجرم ہوں گے۔“ رشنا پریشانی سے بولی۔

”کیا کروں...... کچھ سمجھ میں نہیں آرہا۔“ نجمہ سخت پریشان تھیں۔

”اب آپ نہیں...... میں ہی کچھ کرتی ہوں۔“ رشنا نے کچھ سوچتے ہوئے کہا اور موبائل آف کر دیا۔

☆☆☆

رشنا نے بہت سوچ سمجھ کر بھائی کو فون لگایا جو اس نے کافی دیر بعد اٹھایا۔

”کیا ہوا بھائی، کہاں تھے؟“ رشنا نے ایک دم پوچھا۔

”بس کچھ طبیعت ٹھیک نہیں رہتی، لگتا ہے آسٹریلیا کا موسم اور آب و ہوا شاید مجھے سوٹ نہیں کر رہے، ہر وقت ڈسٹرب رہتا ہوں۔“ توقیر نے بیزاری سے کہا۔

”موسموں کے علاوہ اور بھی بہت سے

reasons ہوتے ہیں جو انسان کو ڈسٹرب رکھتے ہیں۔“ رشنا نے معنی خیز انداز میں کہا۔

”کیا مطلب......؟“ توقیر نے چونک کر پوچھا۔

”کیا آپ ردا سے محبت کرتے تھے اور اسے کوئی لو لیٹر بھی لکھا تھا؟“ رشنا نے بغیر کسی تمہید کے توقیر سے پوچھا۔

”ک...... ک...... کیا مطلب......؟“

”آپ کے اس لیٹر کی وجہ سے ردا اور روحیل کی میرڈ لائف ڈسٹرب ہوگئی ہے اور نوبت طلاق تک پہنچ گئی ہے۔“ رشنا نے گویا انکشاف کیا۔

”اوہ...... نو...... یہ، یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟“ توقیر نے ایک دم گھبرا کر کہا۔

”اگر آپ نے اس سے محبت کی تھی تو پھر شادی بھی کر لیتے۔ خالی رومانس کرنے کی کیا ضرورت تھی۔“ رشنا نے خفگی سے کہا۔

”ہاں...... میں نے اس سے سچی محبت کی ہے...... کھیل سمجھ کر ہرگز نہیں...... اور میں اس کے ساتھ سیریس بھی تھا۔“ توقیر نے اقرار کیا۔

”تو پھر آپ نے اسے کیوں چھوڑ دیا؟“ رشنا نے خفگی سے پوچھا۔

”اس نے میری محبت کو رد کر دیا تھا۔“ توقیر نے صاف صاف بتایا۔

”کیوں......؟“ رشنا نے چونک کر پوچھا۔

”اس کا دل میری محبت کو قبول نہیں کرتا تھا اور یہ بات مجھے اس نے خود صاف، صاف بتا دی تھی۔“ توقیر نے افسردگی سے کہا۔

”مگر کیوں بھائی......؟“ رشنا نے جھنجلا کر کہا۔

”معلوم نہیں...... مگر یہی حقیقت ہے۔“

”تو کیا وہ لیٹر آپ نے اس کے انکار سے پہلے لکھا تھا؟“ رشنا نے حیرت سے پوچھا۔

”نہیں بعد میں...... جب میں...... برتھ ڈے کا گفٹ دینے گیا تھا تو شاعری کی ایک کتاب میں وہ لیٹر رکھ دیا تھا یہ سوچ کر کہ شاید اس کے دل میں میرے لیے نرم گوشہ پیدا ہو جائے لیکن مجھے کیا معلوم تھا کہ میری اس لمحے کی خواہش اس کی زندگی پر یوں اثر انداز ہوگی۔“ توقیر نے افسردہ لہجے میں جواب دیا۔

”لیکن...... اب آپ کو کچھ ایسا کرنا چاہیے کہ ردا کا گھر ٹوٹنے سے بچ جائے۔“ رشنا نے گہری سانس لے کر کہا۔

”تم بتاؤ...... کیا کروں؟“ توقیر نے چونک کر پوچھا۔

”آپ روحیل سے بات کریں اور اسے سمجھانے کی کوشش کریں۔ مما بھی گئی تھیں مگر وہ شدید غلط فہمی کا شکار ہے۔ کچھ سننے کو تیار نہیں۔“ رشنا نے تفصیل سے بتایا۔

”تو پھر وہ میری بات کیسے سنے گا؟“

”کوشش کرنے میں کوئی حرج نہیں اگر آپ یوں خاموش رہے اور ردا کو طلاق ہوگئی تو کیا آپ یہ برداشت کرسکیں گے؟“

”نہیں...... شاید یہ گلٹ میری جان لے لے گا۔“ توقیر نے برجستہ کہا۔

”میں آپ کو روحیل بھائی کا نمبر سینڈ کرتی ہوں۔ پلیز آپ ان سے ایک مرتبہ ضرور بات کریں۔“ رشنا نے بے حد اصرار سے بھائی سے کہا اور توقیر ٹھیک ہے کہہ کر رہ گیا۔

☆☆☆

کومل، آزر کے ساتھ رانا صاحب کے آفس میں بیٹھی باتیں کر رہی تھی۔ رانا صاحب آفس میں موجود نہیں تھے اور آزر چہرے سے ہی بہت گھبرایا ہوا اور پریشان لگ رہا تھا۔ کومل اس کے حلیے اور چہرے کا بغور جائزہ لے رہی تھی۔

”مجھے یقین نہیں آرہا...... آزر یہ تم ہی ہو؟“

”میں بہت کرائسز سے گزر رہا ہوں کومل۔“

”تمہارا حلیہ اور تمہارا چہرہ مجھے سب کچھ بتا رہا

ہے لیکن یہ سب کیسے ہوگیا۔ تمہارا بیک گراؤنڈ تو بہت اسٹرونگ تھا۔'' کومل نے افسردگی سے پوچھا تو آزر نے ایک سرد آہ بھر کر اس کی طرف دیکھا۔

''انسان کے ساتھ کیا کچھ ہوجاتا ہے، اسے خود بھی سمجھ نہیں آتی۔ میرے ساتھ بھی جو کچھ ہوا ہے مجھے نہ اس کی سمجھ آرہی ہے اور نہ ہی یقین...... آزر نے شکستہ لہجے میں کہا۔

''تمہارے پیرنٹس کہاں ہیں؟''

''دونوں کی ڈیتھ ہوچکی ہے...... اور میرا سب کچھ ختم ہوچکا ہے، یہاں جاب کے لیے آیا ہوں۔'' آزر نے تھکے تھکے انداز میں کہا۔

''اور تمہاری اسٹڈیز؟''

''وہ بھی incomplete رہ گئی۔'' اس نے مایوسی سے کہا۔

''اور یمنیٰ...... کہاں ہے...... کیا اسے تمہارے حالات کے بارے میں کچھ پتا نہیں؟ یہ کیسے ممکن ہے، وہ تو تم سے بہت محبت کرتی تھی وہ تمہیں کبھی اس سچویشن میں نہ رہنے دیتی۔'' کومل اپنی ہی لے میں بولے چلی گئی۔ آزر خاموشی سے اسے دیکھتا رہا اور سر جھکا لیا۔

''آزر...... کیا بات ہے، کیا یمنیٰ اور تم میں کوئی ناراضی چل رہی ہے؟'' کومل نے متجسس لہجے میں پوچھا۔

''ہاں......'' اتنا کہہ کر وہ خاموش ہوگیا۔

''یہ، یہ...... کیسے ممکن ہے، وہ تو تمہاری وجہ سے ہم سے ناراض ہوجاتی تھی، تم سے کیسے ناراض ہوگئی؟'' کومل نے نہایت حیرت سے پوچھا۔

''معلوم نہیں......'' آزر یہ کہہ کر خاموش ہوگیا۔

کومل اس کی طرف بغور دیکھتی رہی اور آزر کے چہرے پر آنے والے اتار چڑھاؤ کا جائزہ لیتی رہی، وہ کچھ چھپانے کی کوشش کررہا تھا اور اس سے نظریں چرا رہا تھا۔

''کیا جواد سے بات ہوتی ہے؟'' کومل نے قدرے توقف کے بعد پوچھا۔

''نہیں...... کئی بار فون کیا مگر اس کا موبائل ہی آف ملتا ہے۔'' آزر نے جواب دیا۔

''کیا تم اس کا ایڈریس نہیں جانتے کہ اس کے گھر چلے جاتے؟''

''ایڈریس تو جانتا ہوں مگر گیا نہیں۔'' اس نے بے دلی سے جواب دیا۔

''اب تم کہاں رہ رہے ہو؟'' کومل نے پھر پوچھا۔

''کوئی مستقل ٹھکانا نہیں۔''

''میں نانا ابا سے کہہ کر تمہارے رہنے کا بندوبست کرتی ہوں۔ چلو اٹھو ابھی چلتے ہیں۔'' کومل نے اٹھتے ہوئے کہا۔

''کہاں......؟'' وہ حیرت زدہ تھا۔

''جواد سے ملنے......'' کومل نے مسکرا کر کہا۔

''ن...... نن نہیں۔'' آزر نے گھبرا کر جواب دیا۔

''کیوں...... تم اتنا گھبرا کیوں رہے ہو؟ کیا جواد سے بھی کوئی ناراضی چل رہی ہے؟'' کومل نے معنی خیز انداز میں پوچھا۔

''نہیں......'' آزر نے جواب دیا۔

''تو پھر چلو...... میرے ساتھ۔'' کومل نے کہا تو آزر خاموش ہوگیا۔ اسی لمحے رانا صاحب آفس میں داخل ہوئے۔

''کیا آپ لوگ کہیں جارہے ہیں؟'' رانا صاحب نے کومل کے ہاتھ میں گاڑی کی چابی دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''نانا ابا...... ہم دونوں اپنے ایک کلاس فیلو سے ملنے جارہے ہیں۔''

''ٹھیک ہے بیٹا ضرور جاؤ...... مگر رات کو ڈنر پر ضرور آجانا ورنہ تمہاری نانی اماں مجھ سے ناراض ہوجائیں گی۔'' انہوں نے مسکرا کر کہا۔

''رائٹ گرینڈ پا...... آزر بھی میرے ساتھ ہوگا...... اور ہاں آزر کے stay کے لیے بھی کوئی

ارینجمنٹ کردیں۔'' کومل نے ایک دم کہا تو آزر نے چونک کر اسے دیکھا اور بوکھلا گیا مگر خاموش رہا۔

''او کے بیٹا...... میں انیکسی میں ان کے رہنے کا بندوبست کروا دیتا ہوں۔'' رانا صاحب نے آزر کی طرف دیکھ کر کہا تو کومل مسکرا دی۔

''تھینک یو...... نانا ابا...... اب ہم چلتے ہیں، چلو آزر......'' کومل نے آزر سے کہا تو وہ اس کے ہمراہ خاموشی سے چلا گیا اور رانا صاحب دونوں کو جاتے ہوئے دیکھنے لگے۔

☆☆☆

آزر...... سارا راستہ زیادہ تر خاموش رہا...... کومل جو بات پوچھتی تو وہ اس کا جواب دے دیتا۔ کومل نے نوٹ کیا تھا وہ جب بھی یمنیٰ کا حمنہ کا ذکر کرتی تو آزر مضطرب ہوجاتا۔ خاص طور پر حمنہ کے نام پر اس کے چہرے کے تاثرات بدلنے لگتے اور وہ اس سے نظریں چرانے لگتا...... کومل کو کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا وہ پھر موضوع بدل کر اِدھر اُدھر کی باتیں کرنے لگی...... سارا راستہ یونہی کٹا جب وہ جواد کے ہاں پہنچے تو وہ ان دونوں کو اکٹھے دیکھ کر انتہائی حیران ہوا۔ وہ بار بار آزر اور کومل کو ناقابلِ یقین انداز سے دیکھتا رہا۔

''آزر...... یار...... تم کہاں رہے ہو اتنا عرصہ...... پورے چار سال بعد ہم مل رہے ہیں، مجھ سے کوئی کانٹیکٹ بھی نہیں رکھا۔ مجھے تو یقین ہوگیا تھا کہ تم مجھے بھول گئے ہو۔'' جواد نے آزر سے شکوہ کیا۔

''میں نے کئی بار تمہیں فون کیا مگر تمہارا نمبر ہی آف ملتا تھا۔'' آزر نے آہستہ آواز میں جواب دیا۔

''اوہ...... آئی سی...... میرا وہ والا نمبر تو آف ہی رہتا ہے۔ دراصل موبائل کھو گیا تھا تو میں نے سم نکلوا کر بس ریچارج نہیں کی۔ لیکن یار تم مجھ سے میرے گھر آکر تو مل سکتے تھے جیسا کہ اب آئے ہو۔''

''اسے تو میں یہاں لائی ہوں۔'' کومل نے کہا۔

''لیکن تم اور کومل یہاں کیسے...... تمہارے ساتھ تو یمنیٰ کو ہونا چاہیے تھا؟'' جواد نے مسکرا کر آزر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو وہ ایک دم بوکھلا گیا۔

''ویسے جواد، یمنیٰ کہاں ہے؟'' کومل نے ایک دم پوچھا۔

''میرا خیال ہے یہ تم آزر سے پوچھو تو زیادہ بہتر جواب دے سکتا ہے۔'' جواد نے مسکرا کر کومل سے کہا۔

''میرا کئی سالوں سے اس سے کوئی رابطہ نہیں۔'' آزر نے آہستہ آواز میں جواب دیا۔

''کیا کہا...... کئی سالوں سے تمہارا کوئی رابطہ نہیں...... تم اور یمنیٰ تو ایک دوسرے کے بغیر ایک منٹ نہیں رہتے تھے اور اب کئی سالوں سے اٹس امیزنگ یار...... جب تم یو کے گئے تھے تب یمنیٰ کا فون ایک دوبار آیا تھا...... تب وہ تم سے کچھ خفا خفا لگتی تھی...... پھر اس کے بعد میں نے ایک دوبار اس کا نمبر ٹرائی کیا مگر وہ آف ملتا تھا۔'' جواد نے اسے بتایا۔

''تو تم حمنہ سے اس کے بارے میں پوچھ لیتے؟'' کومل نے کہا۔

''اس بے چاری کے ساتھ تو کوئی مس ہیپ ہو گیا تھا۔ سننے میں آیا کہ کسی نے اس کا مرڈر کر دیا تھا یا پھر اس نے خودکشی کر لی تھی۔ مختلف افواہیں تھیں۔'' جواد نے کومل کے سامنے حیرت انگیز انکشاف کیا۔

''کیا...... کیا حمنہ کی ڈیتھ ہو چکی ہے؟'' کومل نے انتہائی حیرت سے تقریباً چلاتے ہوئے کہا۔

''ہاں...... شاید پھر ایگزامز کے بعد میں بھی آؤٹ آف کنٹری چلا گیا اور ابھی ایک سال پہلے یہاں آ کر میں نے اپنا گاڑیوں کا شوروم کھولا ہے۔ میں بزنس کو اسٹیبلش کرنے میں اتنا بزی رہا کہ کسی سے رابطہ ہی نہیں کر سکا۔'' جواد نے تفصیلاً بتایا تو آزر کے چہرے کے تاثرات بدلنے لگے اور اس نے سر جھکا لیا۔

''جواد...... میں کچھ نہیں جانتی تم یمنیٰ کو تلاش کرو...... میں اس سے ملنا چاہتی ہوں۔ حمنہ کی ڈیتھ کا سن کر مجھے بہت شاک لگا ہے، مجھے تو یقین نہیں آ رہا کہ حمنہ جیسی اچھی اور نیک لڑکی کا کوئی مرڈر بھی کر سکتا ہے یا وہ خودکشی کر سکتی ہے اٹس امپاسبل'' کومل نے اپنی نم آنکھوں کو صاف کرتے ہوئے پُرنم لہجے میں کہا تو آزر کے اندر احساسِ جرم بڑھنے لگا...... وہ ایک دم پریشان ہو کر اٹھا۔

''مجھے کچھ کام ہے، کومل تم یہیں جواد کے پاس بیٹھو...... مجھے ضروری کام سے جانا ہے۔'' آزر کہہ کر وہاں سے چلا گیا اور وہ دونوں اسے حیرت سے دیکھتے رہ گئے۔

''یار...... اسے کیا ہو گیا ہے...... آزر تو بالکل ہی بدل چکا ہے۔'' جواد نے حیرت سے کومل سے کہا۔

''ہاں...... اس کے حالات بھی بہت بدل چکے ہیں اور خیالات بھی...... آئی ایم شیور...... یمنیٰ اور اس میں کوئی جھگڑا ہوا ہے، جس کے بارے میں یہ ہمیں نہیں بتانا چاہتا۔ جواد کیوں نہ ہم ان دونوں کی صلح کرا دیں۔ دو محبت کرنے والوں کے درمیان اگر کوئی غلط فہمی پیدا ہو جائے تو اسے دور کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔'' کومل نے سادگی سے کہا تو جواد بھی اثبات میں سر ہلانے لگا۔

''ہاں...... مگر اس کا کوئی کانٹیکٹ نمبر بھی تو ہو۔''

''اس کے والد اس شہر کے بہت بڑے بزنس مین ہیں، تم ان سے رابطہ کرنے کی کوشش کرو، یوں کرتے ہیں ہم دونوں اس کے گھر چلتے ہیں اور اس کے پیرنٹس سے اس کے بارے میں پوچھتے ہیں۔'' کومل نے رائے دی۔

''ٹھیک ہے...... میں یمنیٰ کے والد کے بارے میں انفارمیشن لینے کی کوشش کرتا ہوں، میرا خیال ہے ان کا نام جمال احمد تھا۔'' جواد نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

''ہاں...... اور شاید وہ چیمبر میں کسی آؤٹ اسٹینڈنگ پوسٹ پر بھی تھے۔''

''ہاں، مجھے ان کے بارے میں انفارمیشن لینے دو پھر میں تمہیں کال کر کے بتاؤں گا۔''

''او کے...... میں اب چلتی ہوں۔'' کومل نے اٹھتے ہوئے کہا۔

''کومل...... تم نے اپنے بارے میں تو کچھ بتایا ہی نہیں...... اتنا عرصہ کہاں رہی ہو، اچانک تم غائب ہو گئیں اور اب اچانک تم آئی ہو تو تمہیں یمنیٰ کی فکر زیادہ لگی ہے۔'' جواد نے مسکرا کر پوچھا۔

''ڈیڈی کی پوسٹنگ پشاور ہو گئی تھی تو میں پشاور چلی گئی...... اس کے بعد ڈیپوٹیشن پر وہ یو کے چلے گئے، وہاں سے میں نے ایم بی اے کیا اور ابھی recently ہم پاکستان واپس آئے ہیں۔ ڈیڈی اور ممی لاہور میں ہیں اور میں نانا ابو سے ملنے یہاں آئی تھی۔ ان کی فیکٹری میں ان کے ساتھ کام کر کے کچھ بزنس experience کرنا چاہتی ہوں۔'' کومل نے اسے بتایا۔

''اس کا مطلب ہے، تم ابھی یہیں رہو گی؟'' جواد نے پوچھا۔

''لیکن تم یمنیٰ کا نمبر جلدی تلاش کرنے کی کوشش کرنا......'' کومل نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا اور خدا حافظ کہہ کر باہر نکل آئی۔

☆☆☆

یمنیٰ کے مدرسے کا کام کافی جلدی مکمل ہو چکا تھا اور اس کی اپنی تعلیم بھی تقریباً مکمل ہو چکی تھی۔ اب اس نے اپنی تعلیم کے ساتھ ساتھ گاؤں کی بچیوں کو بھی قرآن پاک پڑھانا شروع کر دیا تھا اور وہ پہلے سے بھی زیادہ مصروف ہو گئی تھی۔ جمال احمد اور ایمن گاہے بگاہے اسے ملنے گاؤں آتے تھے مگر وہ خود بہت کم شہر جاتی تھی...... کسی عید تہوار پر اماں جی کے ساتھ جاتی اور پھر جلدی واپس آ جاتی...... اب وہاں اس کا دل نہیں لگتا تھا۔ اور اب عرصہ دراز سے وہ شہر بھی نہیں گئی تھی۔ ایمن اسے بہت زیادہ مس کرتیں اور جمال صاحب سے ہر وقت شکوے شکایت کرتی رہتیں۔ رفتہ رفتہ وہ خود بھی نفسیاتی طور پر شدید دباؤ کا شکار رہنے لگی تھیں۔ ایک طرف انہیں یمنیٰ کے حلیے کی فکر رہتی اور دوسری طرف اس کی شادی کے بارے میں سوچ، سوچ کر پریشان رہتیں۔

کافی دنوں کی کوشش کے بعد جواد کو جمال صاحب کا کانٹیکٹ نمبر ملا تو اس نے ان سے فون کر کے ملاقات کا ٹائم لیا اور وہ فوراً ہی کومل کو بھی انفارم کر دیا...... کومل یہ جان کر بہت خوش ہوئی۔

''کیا تم آزر کو بھی ساتھ لاؤ گی؟'' جواد نے پوچھا۔

''نہیں...... ابھی فی الحال میں اسے کچھ نہیں بتانا چاہتی...... پہلے میں یمنیٰ سے مل کر ناراضی کی وجہ جاننا چاہتی ہوں پھر آزر کو بتاؤں گی۔'' کومل نے گہری سانس لیتے ہوئے جواب دیا۔

''ٹھیک ہے تم کل شام پانچ بجے میرے شوروم میں آ جانا تو پھر یمنیٰ کی طرف چلیں گے۔'' جواد اسے اپنے شوروم کا ایڈریس بتانے لگا۔

☆☆☆

جمال صاحب مہمانوں کی آمد کے منتظر تھے اور بار بار اپنی گھڑی کو دیکھ رہے تھے...... انہوں نے ایمن کو خصوصی طور پر چائے اور لوازمات تیار کرنے کو کہا تھا۔ ایمن بار بار ان سے مہمانوں کے بارے میں پوچھ رہی تھیں مگر وہ ہر بار خاموش ہو جاتے...... کومل اور جواد جب ان کے گھر پہنچے تو جمال صاحب نے ان کا پُرتپاک استقبال کیا۔ کومل نے جینز کے ساتھ اسٹائلش کُرتہ پہن رکھا تھا اور انتہائی ماڈرن گیٹ اپ میں وہ بہت خوب صورت لگ رہی تھی اور جواد بھی پینٹ کوٹ میں ملبوس بہت ڈیسنٹ لگ رہا تھا۔ جمال صاحب نے جب ایمن کو ان سے ملوایا تو ایمن کے چہرے کے تاثرات ایک

دم مایوسی میں بدلنے لگے اور ان کی آنکھیں نم ہونے لگیں اور ایسا ہمیشہ ہی ہوتا تھا۔ جب بھی یمنیٰ کے کوئی فرینڈز اس سے ملنے آتے تو ایمن کو شدید ڈپریشن ہونے لگتا۔ انہیں ماڈرن گیٹ اپ میں دیکھ کر اُن کے اندر مایوسی بڑھنے لگتی اور انہیں اپنی بیٹی پر افسوس سا ہونے لگتا...... اسی لیے جمال صاحب نے انہیں کومل اور جواد کی آمد کے بارے میں نہیں بتایا تھا کہ وہ وقت سے پہلے انہیں ڈپریس نہیں کرنا چاہتے تھے۔ وہ بار بار کومل کی طرف حسرت بھری نگاہوں سے دیکھ رہی تھیں۔

''انکل...... یمنیٰ کہاں ہے، ہم تو اس سے ملنے آئے ہیں؟'' کومل نے مسکرا کر ان سے پوچھا۔

''بیٹا وہ تو گاؤں میں رہتی ہے اپنی گرینڈ مدر کے ساتھ۔'' جمال صاحب نے جواب دیا تو ایمن کے چہرے کے تاثرات بدلنے لگے۔

''کیوں...... کیا وہ وہاں کوئی سوشل ورک کر رہی ہے؟'' جواد نے مسکرا کر پوچھا۔

''ہاں، یونہی سمجھو......!'' جمال صاحب نے مسکرا کر کہا۔

''واہ، یہ تو بہت اچھا ہے۔'' کومل نے تعریفی انداز میں کہا۔

''کوئی سوشل ورک نہیں...... وہ تو وہاں مُلّانی بنی بیٹھی ہے، بچوں کو قرآن پاک پڑھاتی ہے۔'' ایمن نے خفگی سے منہ بنا کر کہا۔

''کیا...... یمنیٰ اور قرآن پاک......'' کومل نے انتہائی حیرت سے کہا۔

''ہاں...... واقعی...... یہ تو بہت ہی عجیب سی بات ہے۔ یمنیٰ جیسی ماڈرن لڑکی اور قرآن پاک کی تعلیم......؟'' جواد نے انتہائی حیرت سے کہا۔

''بیٹا اس میں حیرانی کی کیا بات ہے...... کیا ماڈرن لوگ مسلمان نہیں ہوتے۔ کیا وہ قرآن نہیں پڑھتے؟'' جمال صاحب نے نہایت سنجیدگی سے پوچھا تو جواد شرمندہ ہوگیا۔

''نہیں انکل...... میں تو یونہی بات کر رہا تھا۔ ایکچویلی یمنیٰ بہت مختلف لڑکی تھی...... آئی مین...... religion کے بارے میں وہ اتنی strict نہیں تھی کہ ہم اس سے یہ توقع کرتے...... البتہ حمنہ کے بارے میں یہ کہا جاسکتا تھا۔'' جواد نے جلدی سے کہا تو جمال صاحب ایک دم خاموش ہوگئے۔

''انکل ہم یمنیٰ سے ملنا چاہتے ہیں۔ آپ پلیز ہمیں اس کا کانٹیکٹ نمبر دے دیں۔'' کومل نے بے حد اصرار سے کہا۔

''اوکے بیٹا۔'' جمال صاحب نے ایک کارڈ پر ایڈریس اور فون نمبر لکھ کر اس کی طرف بڑھایا۔

''کیا تمہاری شادی ہوگئی ہے؟'' ایمن نے ایک دم کومل سے پوچھا تو جمال صاحب نے چونک کر بیوی کی طرف خفگی سے دیکھا۔

''نہیں...... آنٹی ابھی تو میری اسٹڈیز کمپلیٹ ہوئی ہیں اور میں اپنا بزنس اسٹیبلش کرنے جارہی ہوں۔ اس کے بعد شادی کے بارے میں کچھ سوچوں گی۔'' کومل نے جواب دیا تو ایمن نے گہری سانس لی۔

''بیٹا...... بہت اچھا سوچا ہے، ہر ایک کو پہلے اپنا کیریئر اسٹیبلش کرنا چاہیے پھر اپنی لائف......'' جمال صاحب نے سنجیدگی سے کہا تو ایمن نے ایک ٹک ان کی جانب دیکھا اور خاموش ہوگئیں۔

''اوکے آنٹی، اب ہم چلتے ہیں۔'' کومل نے اٹھتے ہوئے کہا۔

''نہیں بیٹا...... آپ چائے پیے بغیر کیسے جاسکتی ہیں۔ آپ میری بیٹی یمنیٰ کے فرینڈز ہیں اور پہلی بار ہمارے گھر آئے ہیں، چائے تو ضرور ہوگی۔'' ایمن نے مسکرا کر پُر اصرار لہجے میں کہا تو سب مسکرانے لگے۔ ایمن چائے کا اہتمام کرنے چلی گئیں۔

☆☆☆

آزر ایجنسی میں شفٹ ہوچکا تھا گو کہ اس نے بہت حیلے بہانے بنائے تھے لیکن کومل کے اصرار پر رانا صاحب نے اس کی ایک نہ سنی اور اسے ایجنسی میں شفٹ کردیا تھا۔ وہاں ہر طرح کا سکون تھا مگر آزر وہاں شفٹ ہوکر اور زیادہ مضطرب ہوگیا...... اٹھتے بیٹھتے اسے حمنہ کی چیخیں اور یمنیٰ کی سرگوشیاں سنائی دیتی تھیں اور پھر وہ خوفزدہ ہوکر در و دیوار کو دیکھتا ہوا کمرے سے باہر چلا جاتا...... اور یہی اس کے ساتھ مسلسل ہو رہا تھا۔ نہ سونے کے باعث دن بھر اس کی طبیعت بوجھل رہتی...... اور مزاج میں چڑچڑا پن پیدا ہونے لگا تھا۔ رانا صاحب نے اسے جاب بھی کوئی سخت قسم کی نہیں دلوائی تھی...... لیکن پھر بھی اسے جاب کرنے کا کوئی سلیقہ نہیں آرہا تھا۔ رانا صاحب کے منیجر نے ان سے شکایت کی تو وہ کچھ دیر کے لیے خاموش ہوگئے اور سوچ میں پڑ گئے۔

''آپ ایسا کریں کہ انہیں ریسپشن کی جاب دے دیں جب ان کی لوگوں سے کمیونیکشن بہتر ہوجائے گی تو پھر میں انہیں کوئی اور جاب دے دوں گا۔'' رانا صاحب نے قدرے توقف کے بعد کہا تھا۔

ریسپشنسٹ کی جاب آزر کے لیے ہتک آمیز تھی کچھ نہ ہونے کے باوجود بھی اس کی اکڑ ختم نہ ہوئی تو رانا صاحب نے کومل کے اصرار پر اسے اکاؤنٹس میں ایڈجسٹ کرلیا تھا۔ اسے اس جاب کا بھی کچھ زیادہ تجربہ نہیں تھا مگر اسے ایک سینئر اکاؤنٹنٹ کے ساتھ ایڈجسٹ کیا گیا تھا۔ وہ اپنے اوپر ان نوازشات کی وجہ اچھی طرح جانتا تھا۔ اسے جو کچھ بھی مل رہا تھا وہ کومل کی وجہ سے تھا مگر اس کا مسئلہ جاب سے زیادہ گمبھیر تھا۔ جس شخص کے اندر ہر وقت اضطراب سا رہتا ہو اور احساسِ گناہ کی وجہ سے شدید ڈپریشن رہتا ہو تو وہ کس طرح مطمئن ہوکر جاب کرسکتا ہے۔ یہی آزر کے ساتھ بھی ہو رہا تھا۔ وہ ایک اچھا اور ذہین اسٹوڈنٹ رہا تھا مگر اب وہ ہر کام میں زیرو تھا۔ بعض اوقات باتیں کرتے ہوئے اس کا ذہن کہیں اور ہوتا اور وہ بات کچھ اور کر رہا ہوتا پوری فیکٹری میں اس کے بارے میں چہ مگوئیاں ہو رہی تھیں کوئی بھی اسے پسند نہیں کرتا تھا۔ نہ جانے اس کے چہرے کو کیا ہوگیا تھا۔ ہر کوئی دیکھنے والا نفرت سے منہ پھیر لیتا...... اور اس سے کراہیت محسوس کرتا۔ اندر کے حالات اور باہر کے واقعات نے اسے اتنا توڑ کر رکھ دیا تھا کہ وہ اپنا کرب کسی کو نہیں بتا سکتا تھا۔ وہ اندر ہی اندر گیلی لکڑی کے مانند سلگتا رہتا...... اور اس سے اٹھنے والے دھوئیں سے ہر وقت اس کی آنکھیں نم رہتیں...... عجیب سا درد اور کسک تھی جو اسے مضطرب رکھنے کے ساتھ ساتھ کچوکے بھی لگاتی رہتی تھی۔ کومل اس کے آفس میں آئی تو وہ کمپیوٹر پر کام کرنے میں مصروف تھا۔

''ہیلو...... کیسے ہو؟'' کومل نے مسکرا کر پوچھا۔

''معلوم نہیں......'' اس نے اس کی طرف دیکھے بغیر جواب دیا۔

''کیا جاب میں دل لگ گیا......؟'' کومل نے پوچھا۔

''نہیں۔'' اس نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

''شروع، شروع میں ہر جاب میں پرابلم آتی ہیں پھر سب ٹھیک ہوجاتا ہے۔'' کومل نے اسے encourage کرتے ہوئے کہا۔

''شاید......'' وہ کہہ کر خاموش ہوگیا۔

''کیوں...... اپ سیٹ ہو...... کیا یمنیٰ بہت یاد آتی ہے؟'' کومل نے جان بوجھ کر اس کی توجہ ہٹانے کے لیے کہا۔

''stop it please ہر وقت یمنیٰ...... یمنیٰ تم مجھے بار بار اس کے بارے میں یاد دلا کر کیا ثابت کرنا چاہتی ہو۔ I hate her'' وہ انتہائی غصے سے چلّایا کہ کومل ہکّا بکّا اسے دیکھتی رہ گئی۔

☆☆☆

کومل رات بھر مضطرب رہی اور آزر کے

بارے میں سوچتی رہی۔ اسے سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ آزر اور یمنیٰ میں کیا چل رہا تھا۔ آزر اس کا ذکر سن کر اس قدر ہائیپر ہوجائے گا اس کے لیے یہ بہت حیران کن تھا۔ کالج کے زمانے میں آزر ایک شائننگ اسٹار سمجھا جاتا تھا، اس کی بات چیت، چلنے پھرنے اور ڈریسنگ میں اِک ادا ہوتی تھی...... لڑکیاں اس پر مرتی تھیں اور وہ خود بھی آزر سے بہت متاثر تھی مگر آزر تو صرف یمنیٰ پر مرتا تھا اور اب ایسا کیا ہوگیا تھا کہ وہ یمنیٰ کا ذکر سننا بھی پسند نہیں کرتا...... اس نے اگلے روز اٹھتے ہی جواد کو فون کیا۔

''جواد...... کیوں ناں آج یمنیٰ سے ملنے چلیں؟'' کومل نے پوچھا۔

''نہیں...... یار مجھے ایک ارجنٹ ڈیل کے سلسلے میں اسلام آباد جانا پڑ رہا ہے، چار پانچ روز کے بعد آؤں گا تو پھر چلیں گے۔'' جواد نے کہا۔

''نہیں، مجھے آج ہی اس سے ملنا ہے۔'' کومل نے کہا۔

''کیا تم چار پانچ روز نہیں رک سکتیں؟'' جواد نے پوچھا۔

''نہیں۔'' کومل نے ٹھوس لہجے میں کہا۔

''ایسی بھی کیا ایمرجنسی ہے؟'' جواد نے حیرت سے پوچھا۔

''بس ہے ناں...... میں آج اس سے ملنے جارہی ہوں اور جب تم فارغ ہوجاؤ تو پھر تم چلے جانا۔'' کومل نے کہہ کر فون بند کردیا اور جواد حیرت سے سوچتا رہ گیا۔

☆☆☆

ظہر کی اذان ہوچکی تھی کچھ بچیاں حویلی کے صحن میں رکھے بڑے سے تخت پر بیٹھی قرآن پاک پڑھنے میں مصروف تھیں۔ مدرسے کی تعمیر ابھی مکمل نہیں ہوئی تھی۔ اس لیے یمنیٰ نے انہیں حویلی میں ہی پڑھانا شروع کردیا تھا۔ یمنیٰ نماز پڑھ کر کمرے سے باہر آئی تو ملازمہ بلقیس نے اسے کسی مہمان کی آمد کی اطلاع دی۔

''کون ہے؟'' یمنیٰ نے حیرت سے پوچھا۔

''نام نہیں بتایا...... مگر حلیے سے وہ شہر کی لگ رہی ہیں۔'' بلقیس نے اسے بتایا۔

''اچھا، انہیں ڈرائنگ روم میں بٹھاؤ میں آتی ہوں۔''

کومل ڈرائنگ روم میں صوفے پر بیٹھی حیرت سے اردگرد دیکھ رہی تھی۔ انتہائی وسیع کمرے میں قدیم طرز کا قیمتی فرنیچر اور قالین بچھا تھا۔ کمرے کی آرائش گو کہ پرانی تھی مگر ہر شے میں حسن اور لطافت تھی۔ کومل بہت متاثر کن انداز میں پینٹنگ اور ڈیکوریشن پیسز دیکھ رہی تھی جبھی یمنیٰ ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی تو حیرت سے اسے دیکھتی رہ گئی۔

''ک...... ک...... کومل...... تم؟'' یمنیٰ انتہائی حیرت سے چلاتے ہوئے بولی۔ کومل نے اس کی طرف دیکھا تو دیکھتی ہی رہ گئی...... کیا وہ واقعی یمنیٰ تھی...... وہ حیرت سے آنکھیں پھاڑے اسے سر سے پاؤں تک دیکھ رہی تھی۔ کاٹن کے ہلکے فیروزی سوٹ کے اوپر اس نے سفید بڑی سی چادر سر سے پاؤں تک لے رکھی تھی۔ وہ اس یمنیٰ سے بالکل مختلف لگ رہی تھی جسے کومل جانتی تھی۔ اس نے تو اسے ہمیشہ جینز، سلیولیس شرٹس، میں دیکھا تھا اور دوپٹا تو اس نے کبھی اوڑھا ہی نہیں تھا اور اب یمنیٰ جس حلیے میں کھڑی تھی اسے دیکھ کر کومل حیران بھی ہوگئی تھی اور پریشان بھی۔

''تم...... یمنیٰ؟'' کومل بہ مشکل بولی۔

''ہاں...... تم کیسی ہو؟'' یمنیٰ بہ مشکل اپنی حیرت پر قابو پاتے ہوئے بولی۔

''ہاں...... یقیناً تمہیں حیرت ہورہی ہوگی۔'' کومل نے کہا۔

''حیرت ہو بھی رہی ہے اور نہیں بھی۔'' یمنیٰ نے جواب دیا۔

''حیرت کیوں نہیں ہورہی؟'' کومل نے پوچھا۔

''اس لیے کہ زندگی میں سب کچھ ممکن ہے یہ تو ہے ہی ناممکنات کا سفر۔'' یمنیٰ نے کہا تو کومل نے پھر چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ وہ واقعی بہت زیادہ بدل چکی تھی۔

''کیسے آنا ہوا؟'' یمنیٰ نے اسے صوفے پر بٹھاتے ہوئے پوچھا۔

''یونہی......'' کومل کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کیسے اور کس طرح بات شروع کرے...... وہ شش و پنج میں مبتلا اپنا نچلا ہونٹ کاٹنے لگی۔ یمنیٰ کو احساس تو تھا کہ وہ کسی خاص مقصد کے تحت آئی ہے مگر کچھ کہہ نہیں پارہی۔

''کھانا کھاؤ گی......؟'' یمنیٰ نے پوچھا۔

''نہیں......'' کومل نے جواب دیا۔

''یہ کیسے ممکن ہے...... کھانے کا ٹائم ہو اور تمہیں بھوک نہیں۔'' یمنیٰ نے قدرے مسکرا کر کہا تو کومل خاموش ہوگئی۔ یمنیٰ باہر چلی گئی اور کومل حیرتوں کے جزیرے میں ڈوب گئی۔ یمنیٰ کو دیکھ کر وہ شدید حیران تھی۔

''کیا یہ یمنیٰ، آزر کے قابل ہے، لگتا ہے آزر نے اسے اس حلیے میں نہیں دیکھا ماڈرن حلیے میں تو وہ پھر بھی قابلِ قبول تھی اور اب تو عام دیہاتی عورت سے بھی کمتر محسوس ہوتی ہے اور آزر پہلے سے بھی زیادہ خوب صورت اور اسمارٹ ہوگیا ہے۔ اس یمنیٰ کو دیکھ کر کیا اس کا فیصلہ پہلے والا ہی ہوگا۔ کیا وہ اس سے ویسی ہی محبت کرپائے گا جو اس سے کرتا تھا۔'' وہ انہی سوچوں میں گم تھی کہ یمنیٰ واپس آگئی۔

''آؤ پہلے کھانا کھاتے ہیں۔'' یمنیٰ اسے لے کر حویلی کے اندر چلی گئی۔ ٹیبل پر دو تین سالن کے ڈونگے، چاول، روٹیاں اور سلاد رکھا تھا۔

''اماں جی...... یہ میری کالج کی دوست ہے کومل رانا...... مجھ سے ملنے آئی ہے۔'' یمنیٰ نے کومل کا تعارف کرایا۔

''ماشاء اللہ، ماشاء اللہ بسم اللہ بیٹی...... ہمیں تو خوشی ہوتی ہے جب ہماری بیٹی کا کوئی مہمان اس سے ملنے آتا ہے، ہمارے سر آنکھوں پر۔'' اماں جی نے کومل کو محبت سے اپنے ساتھ لگایا اور اس کا ماتھا چوما۔

''آپ سے مل کر بہت خوشی ہورہی ہے۔'' کومل نے محبت سے کہا۔

''آؤ بیٹی کھانا کھالو۔ بلقیس پہلے بیٹی کے ہاتھ دھلاؤ۔'' اماں جی نے ملازمہ کو آواز دے کر بلایا۔

کھانے کے دوران اماں جی کومل سے اس کے اور اس کے گھر والوں کے بارے میں تفصیلات جانتی رہیں۔ کومل کو بھی ان سے گفتگو کرنا اچھا لگا۔ اس دوران اس نے یمنیٰ سے بہت کم باتیں کیں، کھانے سے فارغ ہو کر یمنیٰ، کومل کو اپنے کمرے میں لے آئی۔

''اب آرام سے باتیں کرتے ہیں۔'' یمنیٰ نے اس سے کہا۔

''ہاں۔'' کومل نے آہستہ سے جواب دیا۔

''تم کچھ پریشان لگ رہی ہو، کیا بات ہے، کیسے آنا ہوا؟'' یمنیٰ نے اسے اضطرابی کیفیت میں ڈوبا دیکھ کر دریافت کیا۔

''حمنہ کی ڈیتھ کا سن کر مجھے بہت شاک لگا، میں انگلینڈ میں تھی تین سال بعد اب واپس آئی۔ اب دل چاہا کہ تم سے ملاقات کی جائے۔'' کومل نے گول مول انداز میں بات کی۔

''آئی سی...... حمنہ کی ڈیتھ کا سب سے زیادہ شاک مجھے لگا۔ شاید اس کے گھر والے بھی اتنے ڈسٹرب نہیں ہوئے ہوں گے جتنا کہ میں ہوئی...... وہ میرے......'' یمنیٰ کی آواز بھرا گئی اور اس کی آنکھوں سے آنسو رواں ہوگئے اور اگلے ہی لمحے وہ سسکیاں بھرنے لگی۔

''تم...... نے واقعی اس کی ڈیتھ کا اب تک بہت اثر لے رکھا ہے، حمنہ تھی ہی ایسی...... بہت اچھی...... بہت محبت کرنے والی۔'' کومل افسردہ ہوکر بولی۔

''ہاں......'' یمنیٰ نے سرد آہ بھر کر کہا۔

''یمنیٰ ایک بات پوچھوں......؟'' کومل نے

استفہامیہ لہجے میں اجازت طلب کی۔

''ہاں۔'' یمنیٰ نے اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا۔

''مجھے آزر ملا تھا۔'' کومل رک رک کر بولی تو یمنیٰ کو ایک دم جھٹکا سا لگا اور اس نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔

''پھر......؟'' یمنیٰ ایک دم تلخ ہوگئی۔

''وہ بہت ڈسٹرب تھا۔ دیوانگی کی حد تک مضطرب......'' کومل نے اسے بتایا۔

''اسے ہونا بھی چاہیے۔'' اس نے تلخی سے جواب دیا۔

''کیا تم جانتی ہو کہ وہ تم سے اب بھی پاگلوں کی حد تک محبت کرتا ہے، میں نے خود اسے تمہارے لیے روتے دیکھا ہے۔ میں نے آج تک کسی مرد کو کسی عورت کی محبت میں یوں تڑپتے نہیں دیکھا۔ وہ......وہ اس قدر جذباتی حد تک تم سے محبت کرتا ہے کہ مجھے تم پر رشک آنے لگا ہے۔'' کومل کی باتوں پر اسے انتہائی حیرت ہونے لگی۔

''کیا یہ تمہیں اس نے خود بتایا؟'' یمنیٰ نے پوچھا۔

''یونہی سمجھو......'' کومل نے کہا۔

''لیکن میں جانتی ہوں اس کے اضطراب کی حقیقت کیا ہے۔'' یمنیٰ نے مطمئن انداز میں جواب دیا۔

''تم شاید کچھ نہیں جانتیں......تم اس سے آخری بار کب ملی تھیں؟'' کومل نے تفصیلی انداز سے پوچھا۔

''پانچ سال پہلے......'' یمنیٰ نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

''کاش تم ایک بار اب اس سے ملو......اور پھر تمہیں معلوم ہوگا کہ وہ تمہاری محبت میں کس قدر دیوانہ ہو رہا ہے۔ میں تم سے یہی کہنے آئی ہوں کہ پلیز اسے معاف کردو اور اس کی محبت کو مت جھٹلاؤ......زندگی میں اکثر بدگمانیاں پیدا ہوجاتی ہیں مگر محض بدگمانیوں کی وجہ سے کسی محبت کرنے والے کی انتہائی چاہت اور جذباتیت کو جھٹلانا بہت نادانی ہوتی ہے۔ وہ بہت اذیت اور تکلیف میں ہے۔ پلیز اس کی اذیت کم کردو۔'' کومل نے بہت جذباتی انداز میں کہا۔

''کیا حمنہ کو بھول جاؤں......؟'' بے ساختہ اس کے منہ سے نکلا۔

''حمنہ کا آزر سے کیا تعلق؟'' کومل نے حیرت سے پوچھا تو یمنیٰ ایک دم سنبھل گئی جیسے اسے بھی کچھ یاد آگیا ہو۔ اس نے لاشعوری طور پر جو کچھ کہا تھا وہ اس پر نادم ہونے لگی۔

''ہاں......اس سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔'' وہ خود ہی بولی۔

''یمنیٰ......زندگی میں محبت بار بار نہیں ملتی اور آزر جیسی محبت تم سے کبھی کوئی نہیں کرسکے گا۔ وہ تمہاری خاطر سب کچھ کرسکتا ہے۔ جان سے بھی جا سکتا ہے۔ یہ اس نے نہیں کہا مگر میں نے اس کی اضطراری کیفیت دیکھ کر اندازہ لگایا ہے۔'' کومل نے اپنے تئیں اسے سمجھایا۔

''کومل......تم حقیقت نہیں جانتیں......'' یمنیٰ بلاواسطہ انداز میں بولی۔

''کیسی حقیقت......؟ ٹھیک ہے میں مان لیتی ہوں کہ میں حقیقت نہیں جانتی......لیکن میں نے جب تمہارا ذکر کیا تو تمہارے نام پر اس کی جو کیفیت ہوئی وہ صرف اس شخص کی ہوسکتی ہے جو کسی سے ٹوٹ کر محبت کرتا ہے اور اس کے ذکر پر اس کے دل کی دھڑکنیں بے ترتیب ہونے لگتی ہیں۔ میں صرف اتنا جانتی ہوں کہ اگر تم اسے نہ ملیں تو وہ......وہ مرجائے گا۔'' کومل نے عجیب جذباتی انداز میں کہا تو یمنیٰ کے دل میں بھی اضطراب پیدا ہونے لگا۔ اسے بھی اپنے دل کی دھڑکنیں بے ترتیب محسوس ہونے لگیں۔ اس کے اندر بھی ہیجانی کیفیت پیدا ہونے لگی۔ اس کے دماغ میں سوالات کی بھرمار ہونے لگی۔

''وہ کیسے مجھ سے محبت کرسکتا ہے جبکہ اس نے خود اس بات سے انکار کیا تھا اور اس کا ذکر کس قدر تحقیرانہ انداز میں کیا تھا۔ اس کے کیا، کیا نام ڈالے تھے......اور اب وہی شخص مجھ سے محبت کرے گا اور وہ بھی دیوانگی کی حد تک......کومل کو دھوکا ہوا ہے، یہ اس بات کی حقیقت نہیں جانتی...... کہ وہ کیوں مضطرب ہے۔ اس نے اسے نہیں بتایا اور وہ اپنی زبان سے کیسے اسے اپنی حقیقت بتاتا۔ کومل نے سب کچھ خود ہی assume کیا ہے یہ اس کے فریب میں آگئی ہے، وہ بہت شاطر ہے۔ آزر نے اسے اپنی باتوں کے جال میں پھنسایا ہے اور کومل سیدھی سادی لڑکی ہے جو اس مکار انسان کے دھوکے میں آگئی ہے مگر میں اس کے فریب میں نہیں آؤں گی۔'' وہ کسی گہری سوچ میں ڈوب گئی۔

''تم اس سے کہاں ملیں؟'' یمنیٰ نے ایک دم پوچھا۔

''وہ نانا ابو کے پاس ملازمت کرتا ہے، اس کا سب کچھ ختم ہوچکا ہے اور تم سوچ بھی نہیں سکتیں وہ کہاں رہتا رہا ہے۔ کچی بستی کے ایک گندے سے کمرے میں خستہ حال چارپائی پر سوتا تھا، اب وہ فیکٹری کے ساتھ انیکسی میں شفٹ ہوا ہے۔'' کومل نے اسے بتایا۔

''کیا تم نے اسے یہ بتایا کہ تم یہاں مجھ سے ملنے آرہی ہو؟'' یمنیٰ نے پوچھا۔

''نہیں، وہ بالکل نہیں جانتا اور شاید وہ مجھ سے خفا بھی ہوجائے اگر اسے یہ معلوم ہو کہ میں ادھر آئی تھی......میں تین چار روز قبل اس کے ساتھ جواد کے پاس گئی تو جواد نے تمہارا ذکر کیا اور اسی سے تمہارا ایڈریس لیا۔'' کومل نے صاف گوئی سے اسے بتایا۔

''کومل......میرا اور اس کا ملاپ ناممکن ہے اور جسے تم محبت سمجھ رہی ہو اس کی حقیقت کچھ اور ہے۔'' یمنیٰ نے اسے ٹالنے کے انداز میں سمجھایا۔

''نہیں یمنیٰ......وہ تم سے اور صرف تم سے محبت کرتا ہے دیکھیں میں نہ تو بے وقوف ہوں اور نہ ہی امیچور کہ محبت اور اس کی حقیقت کو نہ سمجھ پاؤں۔ جب کسی کے ذکر پر آنکھیں چمکتی ہیں تو اس کی حقیقت کچھ اور ہوتی ہے اور جب کسی کے غم میں آنکھیں چھلکتی ہیں تو ان کے پیچھے چھپا اور رو اور ہوتا ہے اور جب کسی اضطراب اور پچھتاوؤں میں آنکھیں دکھی ہوتی ہیں تو اس دکھ کے رنگ کی حقیقت بھی اور ہوتی ہے۔ اس لیے مجھ سے یہ بحث مت کرو کہ وہ تم سے محبت نہیں کرتا......میں تم سے شرط لگانے کو تیار ہوں کہ وہ آج بھی تم سے بے انتہا محبت کرتا ہے اگر تم اس کی محبت کو جھٹلاتی ہو تو یہ تمہاری خام خیالی ہے اور اس وقت تمہاری آنکھوں میں یقین اور بے یقینی کا رنگ نمایاں ہے۔ تم شک میں مبتلا ہو کہ وہ تم سے محبت نہیں کرسکتا۔'' کومل نے منطقی انداز میں کہا تو یمنیٰ حیرت سے اس کی طرف دیکھنے لگی اور خاموش ہوگئی۔

''اب میں چلتی ہوں مگر تم سے رابطے میں رہوں گی......لیکن پلیز تم آزر کے بارے میں پازیٹو ہوکر سوچو۔ میں نہیں جانتی کہ تم دونوں میں کس بات پر ناراضی ہوئی ہے مگر صرف اتنا کہوں گی کہ تم خوش قسمت ہو جسے آزر بہت چاہتا ہے۔ اپنی خوش قسمتی کو پچھتاوؤں میں نہ بدلنا ورنہ ساری زندگی مضطرب رہوگی۔'' کومل نے اسے کہا اور اس کا جواب سنے بغیر باہر نکل آئی۔ یمنیٰ پر حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے تھے۔

''آزر کیسے مجھ سے محبت کرسکتا ہے، کومل کو بہت بڑی غلط فہمی ہوئی ہے، اُف خدایا! یہ کیسا انکشاف ہے جسے میں نے کبھی دل کی اتھاہ گہرائیوں سے چاہا تھا جس کے ملنے کی آرزو میں کتنا تڑپی تھی۔ اس کے لیے کیسے کیسے مضطرب رہی تھی۔ اس سے ملن کے لیے کتنی دعا گو رہتی تھی۔ کیا وہ اب میرے لیے

مضطرب ہورہا ہے، کیا وہ میری محبت میں گرفتار ہوگیا ہے۔ کیا واقعی مجھے چاہنے لگا ہے۔ اس کے دل میں میرے لیے نرم گوشہ پیدا ہونے لگا۔'' لیکن اگلے ہی لمحے ذہن نے اس کی ساری جذباتیت کو جھٹلا دیا۔

''یہ محض کومل کی غلط فہمی اور قیاس آرائی ہے اسے حقیقت کا علم نہیں، آزر نے جو گناہ کیا ہے اس کا اسے احساس اتنا شدید ہوگا جو اسے کسی پل سکون نہیں لینے دے رہا اور کومل اس کے اضطراب کو غلط رنگ دے رہی ہے...... وہ اس کے اندر کے اضطراب کو محبت کا نام دے رہی ہے۔ کومل کو کیا معلوم کہ حقیقت کیا ہے...... وہ تو پچھتاوؤں کی آگ میں جل رہا ہے۔ میں نے جو اس سے کہا تھا کہ میں مرتے دم تک تمہیں ہر روز، ہر ہر لمحہ بد دعائیں دیتی رہوں گی ...... تم موت مانگو گے تو موت بھی نہیں آئے گی اور اب جو قدرت اس سے انتقام لے رہی ہے تو اس سے برداشت کرنا مشکل ہورہا ہے اور کومل اسے دیکھ کر پریشان ہوگئی۔'' وہ اپنے آپ کو یہ سارے جواز دے کر مطمئن کرنے کی کوشش کرتی مگر اگلے ہی لمحے کومل کا دعویٰ آڑے آتا۔

''تم مجھ سے یہ بحث مت کرو کہ وہ تم سے محبت نہیں کرتا، میں اس کے لیے شرط لگانے کو تیار ہوں۔''

''کومل نے ایسا کیا دیکھا اور محسوس کیا...... کہ وہ بہت پُراعتماد ہوکر شرط لگانے کو تیار ہوگئی تھی یقیناً آزر نے اس سے کچھ نہ کچھ تو ایسا کہا ہوگا کہ وہ اتنی پُراعتماد ہوکر اس کی خاطر مجھے کنونس کرنے آگئی۔ جب تک کوئی کسی کو کچھ نہ کہے وہ کیسے خود ہی اتنی بڑی بات سوچ سکتا ہے۔ یہ مجھے کیا ہوگیا ہے، میں کس طرف جارہی ہوں میں جو اسے تباہ و برباد ہوتے دیکھنے کی تمنا دل میں لیے بیٹھی ہوں اور منتظر ہوں کہ کب اس کی کربناک موت واقع ہو اور کب میرے دل کو سکون آئے۔ کب حسنہ کی روح کو قرار آئے۔''

☆☆☆

شمیلہ جب سے میکے آئی تھی ہر وقت ریحانہ کے پاس بیٹھ کر ردا کو بد دعائیں دیتی۔ کبھی خالہ کو کوستی اور کبھی فہام کو یاد کر کے بری طرح رونے چلانے لگتی۔ ریحانہ کبھی اسے سمجھاتیں تو کبھی اس کے ساتھ مل کر بڑی بہن کے خلاف بولنے لگتیں۔ اس کی بھاوج دونوں کے شکوے، شکایت سن کر بیزاری محسوس کرتی اور سلمان سے اس کی شکایت کرتی۔ سلمان بھی شمیلہ کے اس رویے سے تنگ آگیا تھا مگر وہ خاموش رہتا۔ جب بھی موقع ملتا تو ماں کو سمجھانے کی کوشش کرتا کہ شمیلہ کا سسرال میں عدت گزارنا ٹھیک تھا، وہ اس کی باتیں سن کر خاموش رہتیں مگر شمیلہ جیسے ہی کوئی بات سنتی تو ایک دم بھڑک اٹھتی اور بھائی کی خوب بے عزتی کرتی۔ وہ اس سے سخت خائف رہنے لگا تھا۔ بھائی، بھاوج اس کا سامنا کرنے سے گریز کرتے۔ وہ جیسے ہی دکھائی دیتی دونوں منہ بنا کر وہاں سے چلے جاتے اور شمیلہ ماں کو ان کے خلاف خوب بھڑکانے لگتی۔ آئے دن کے جھگڑوں سے ریحانہ خود پریشان ہوگئی تھیں۔

☆☆☆

توقیر انتہائی پریشان حالت میں اپنے کمرے میں چکر لگا رہا تھا۔ موبائل اس کے ہاتھ میں تھا وہ روحیل کا نمبر ملاتا پھر کال آف کردیتا۔ اسے سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔ وہ روحیل سے کیسے بات کرے۔ رشنا کی باتوں نے اسے روحیل کے مزاج کا اندازہ ہوگیا تھا اور اب وہ کال بھی رشنا کے اصرار پر کررہا تھا۔

''میں...... روحیل سے کیا بات کروں اور کیسے......؟'' توقیر نے پریشانی سے سوچا۔

''اب آپ کو کچھ ایسا کرنا چاہیے کہ ردا کا گھر ٹوٹنے سے بچ جائے۔'' توقیر کے کانوں میں رشنا کے الفاظ گونجنے لگے اس نے گہری سانس لی اور پھر نمبر ملانے لگا۔

''کون......؟'' روحیل نے پوچھا۔

''میں...... ت...... توقیر...... آسٹریلیا سے۔''
توقیر نے گھبرا کر ہونٹوں پر زبان پھیر کر بہ مشکل کہا۔

''تم...... تمہاری جرأت کیسے ہوئی مجھے فون کرنے کی۔'' روحیل ایک دم غصے سے بولا۔

''پلیز آپ میری بات سنیں۔'' روحیل نے التجائیہ انداز میں کہا۔

''شٹ اپ...... میں تمہاری کوئی بات نہیں سننا چاہتا۔'' روحیل نے غصے سے جواب دیا۔

''آپ سب کچھ غلط سمجھ رہے ہیں...... ردا بالکل بے قصور ہے۔'' توقیر نے نرمی سے کہا۔

''بکواس بند کرو، کیا تم مجھے بے وقوف بنانے کی کوشش کررہے ہو۔ تمہارا ہی لکھا ہوا خط مجھے ملا ہے، کیا اس سے انکار کرتے ہو؟'' روحیل نے غصے میں جواب دیا۔

''ہاں...... وہ میں نے ہی لکھا تھا مگر......''
توقیر نے آہ بھر کر نرم لہجے میں کہا۔

''انتہائی بے غیرت انسان ہو، تم نے میری زندگی برباد کردی ہے...... تم ایک بار میرے سامنے آجاؤ پھر دیکھو میں تمہارا کیا حشر کرتا ہوں۔'' روحیل غصے سے چلایا اور موبائل آف کردیا۔ توقیر سخت سپٹا گیا۔

''اتنی انسلٹ...... اتنی توہین...... کیا سچی محبت یہی صلہ دیتی ہے۔ ردا ہم دونوں suffer کررہے ہیں، کاش تم مجھ پر اور میری محبت پر اعتبار کرتیں تو آج یہ دن نہ دیکھنا پڑتا۔'' توقیر نے آہ بھر کر سوچا۔

☆☆☆

خدیجہ بیگم فجر کی نماز سے فارغ ہوکر لاؤنج میں بیٹھی قرآن پاک پڑھنے میں مصروف تھیں جب سلمان لاؤنج میں داخل ہوا تو وہ اسے دیکھ کر حیرت سے چونکیں۔ سلمان شاذ و نادر ہی ان کے گھر آتا تھا۔ شمیلہ کی موجودگی میں وہ ایک بار بھی نہیں آیا تھا اور اب اچانک آگیا تو وہ حیران رہ گئیں۔

''السلام علیکم...... خالہ جان......'' سلمان نے ان کے قریب بیٹھ کر ادب سے کہا تو خدیجہ نے اسے سر پر پیار دیا اور مسکرانے لگیں۔

''بیٹا...... آج تم صبح، صبح کیسے آگئے۔ گھر میں سب ٹھیک تو ہے ناں؟'' خدیجہ بیگم نے محبت سے پوچھا۔

''خالہ جان میں ساری رات سو نہیں سکا۔ شمیلہ رات بھر چیختی چلاتی رہی اور فہام کو یاد کرتی رہی۔'' سلمان نے خدیجہ بیگم کو بتایا۔

''ہاں...... بیٹا...... اس کا دکھ ہی اتنا گہرا ہے کہ وہ بیچاری روئے، چلائے نہ تو اور کیا کرے؟'' انہوں نے ایک دم آہ بھر کر نم آنکھوں سے کہا۔

''وہ تو سب ٹھیک ہے لیکن اسے اب یہ حقیقت قبول کرلینی چاہیے اور آپ نے اسے عدت میں ہماری طرف کیوں بھیج دیا؟'' سلمان نے خالہ کی طرف بغور دیکھ کر شکایتی لہجے میں کہا۔

''بیٹا وہ خود گئی ہے...... میں نے اسے نہیں بھیجا۔'' انہوں نے چونک کر اس کی طرف دیکھ کر جواب دیا۔

''لیکن...... مما تو یہی کہہ رہی تھیں کہ آپ نے اسے بھیجا ہے......'' سلمان نے حیرت سے کہا تو خدیجہ بیگم خاموش ہوگئیں۔

''کیا بات ہے خالہ جان؟'' آپ خاموش کیوں ہوگئی ہیں؟'' سلمان نے ان کی طرف بغور دیکھ کر پوچھا۔

''جب کہنے کو کچھ نہ رہے تو خاموشی ہی بہتر ہوتی ہے۔''

''اگر شمیلہ ایسی سچویشن میں رہی تو مجھے ڈر ہے وہ اپنا ذہنی توازن کھودے گی۔''

''اللہ...... اس پر اپنا کرم کرے۔'' خدیجہ بیگم نے جلدی سے کہا۔

''خالہ جان...... میں آپ سے ایک بات کرنا چاہتا ہوں۔'' سلمان ہچکچاتے ہوئے بولا۔

''کیا......؟'' خدیجہ نے پوچھا۔

''شمیلہ کو فہام اور اس گھر سے بہت محبت ہے تو کیوں ناں کچھ ایسا کیا جائے کہ شمیلہ اس گھر میں ہی رہے۔''

''کیا مطلب......؟'' خدیجہ بیگم سلمان کی بات پر ایک دم چونک کر بولیں۔

''شمیلہ کی عدت کے بعد اگر حاتم سے اس کا نکاح کر دیا جائے تو......؟'' سلمان نے نظریں جھکا کر بہ مشکل کہا۔ وہ بری طرح بپھر گئیں۔

''یہ...... یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟''

''خالہ جان میری اس بات پر ٹھنڈے دل سے سوچیے...... اسی میں دونوں گھروں کی بھلائی ہے۔'' سلمان نے نرمی سے کہا تو خدیجہ بیگم خاموش ہو گئیں۔

''کیا آپ نہیں چاہتیں کہ آپ کے بیٹے کی نشانی اسی گھر میں رہے؟'' سلمان نے ان کی طرف بغور دیکھ کر پوچھا تو وہ خاموشی سے اس کی طرف دیکھنے لگیں۔

''کیا بات ہے؟ آپ خاموش کیوں ہیں، کیا آپ نہیں چاہتیں کہ شمیلہ دوبارہ اس گھر میں آئے؟'' سلمان نے اپنی بات پر پھر اصرار کیا تو اسی لمحے زرینہ گھبرائی ہوئی وہاں آئی۔

''بیگم صاحبہ...... ردا بی بی کو بہت تیز بخار ہے۔ انہیں کوئی ہوش نہیں۔''

''کیا ہوا ردا کو......؟'' سلمان نے گھبرا کر اٹھتے ہوئے کہا تو خدیجہ بیگم گھبراتی ہوئی ردا کے کمرے کی طرف بڑھ گئیں۔

خدیجہ بیگم، سلمان کی گاڑی میں ردا کو اسپتال لے کر آ گئی تھیں سلمان انہیں چھوڑ کر آفس کے لیے روانہ ہو گیا تھا۔ اب خدیجہ بیگم سخت پریشانی کے عالم میں تھیں۔

لیڈی ڈاکٹر نے ردا کے بارے میں بتایا تو ان کے چہرے پر خوشی اور پریشانی کے ملے جلے تاثرات نمایاں ہونے لگے۔

''کیا بات ہے، آپ یہ خوشخبری سن کر پریشان کیوں ہو گئی ہیں؟'' لیڈی ڈاکٹر نے نہایت حیرت سے ان سے پوچھا۔

''اس لیے کہ میری بیٹی اور داماد میں کچھ اختلافات چل رہے ہیں اور اس صورتِ حال میں اس کا کیا ردِ عمل ہوگا...... میں کچھ نہیں جانتی۔'' انہوں نے جھجکتے ہوئے اپنی دلی کیفیت بتائی۔

''تو آپ فوراً یہ گڈ نیوز اپنے داماد کو سنائیں۔ آئی ایم شیور...... تمام رنجشیں دور ہو جائیں گی۔'' ڈاکٹر نے مسکرا کر کہا تو خدیجہ بیگم بے یقینی سے اس کی طرف دیکھتی رہیں انہیں تسلی دے کر ڈاکٹر دوسرے مریض میں مصروف ہو گئی۔

خدیجہ بیگم، ردا کو لے کر لاؤنج میں داخل ہوئیں تو کمزوری کے باعث اس سے چلا نہیں جا رہا تھا۔ حاتم ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھا ناشتا کرنے میں مصروف تھا۔ اس نے انہیں دیکھا اور خفگی سے منہ پھیر لیا۔ خدیجہ اسے کمرے میں بیڈ پر لٹا کر واپس آئیں اور غصے سے حاتم کی طرف دیکھنے لگیں۔

''تم لوگ اتنے پتھر دل ہو جاؤ گے، مجھے یقین نہیں آ رہا، یہ وہی بہن ہے ناں...... جسے کانٹا چبھتا تھا تو تم لوگ تڑپ اٹھتے تھے اب وہ اتنی بری ہو گئی ہے کہ تم لوگ اسے دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتے۔'' خدیجہ نے نہایت خفگی سے کہا۔

''کسی کے دل میں محبت اور نفرت پیدا کرنے کا ذمے دار انسان کا رویہ ہوتا ہے۔ ردا نے ہمارے بھروسے اور اعتبار کو دھوکا دیا ہے۔ اب ہم اس پر کیسے یقین کریں۔ اب وہ ہماری محبت کے قابل نہیں رہی۔'' عاصم نے بڑھ کر غصے سے کہا۔

''یہ بہن، بھائی کی محبت اتنی کمزور نہیں ہوتی ہے کہ بظاہر کوئی بات سامنے آنے پر ٹوٹ جائے۔

سچی محبت کو نہ اعتبار کی ضرورت ہوتی ہے اور نہ ہی آزمائش میں جانچنے کی۔ تم لوگوں کی محبت اتنی کھوکھلی نکلی کہ لمحوں میں بدل گئی۔'' وہ نہایت یاس سے بیٹوں سے کہہ رہی تھیں۔

''آپ اس سے محبت کر رہی ہیں ناں...... یہی کافی ہے۔'' عاصم نے غصے سے کہا اور ناشتا چھوڑ کر وہاں سے چلا گیا۔

''میں تو ماں ہوں، مر کر بھی اس سے محبت کروں گی اور تم سب سے بھی۔'' خدیجہ بیگم نے سسکی بھر کر کہا اور چہرے پر ہاتھ رکھ کر پھوٹ پھوٹ کر رو دیں۔

☆☆☆

شمیلہ جب سے میکے آئی تھی ہر وقت ریحانہ کے پاس بیٹھ کر روتی رہتی۔

''شمیلہ خدا کے لیے اب یہ رونا دھونا بند کرو اور فہام کی موت کو ایک تلخ حقیقت سمجھ کر قبول کرو...... تمہارے بھائی، بھابی کو تمہارا یہ ہر وقت کا رونا پسند نہیں۔'' ریحانہ بیگم نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

''کیا میں اب اپنی مرضی سے رو بھی نہیں سکتی؟''

''نہیں...... یہ زمانہ صرف ہنسنے والوں کا ساتھ دیتا ہے۔ رونے والوں کا نہیں...... تم کوشش کیا کرو سلمان کے سامنے نہ رویا کرو۔'' ماں نے اسے سمجھایا تو اس کے چہرے پر تناؤ نمایاں ہونے لگا۔ اسی لمحے سلمان لاؤنج میں داخل ہوا اور ماں کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔

''مما! کیا آپ نے خالہ جان کو فون کیا تھا؟ صبح ردا کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔ میں صبح خالہ جان کی طرف گیا تھا۔''

''میرے اس گھر میں ہوتے ہوئے تو آپ ایک بار بھی نہیں آئے تھے۔ اب کیا لینے گئے تھے؟'' شمیلہ نے غصے سے بھائی کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

''مما دیکھ رہی ہیں آپ...... اتنا بڑا حادثہ ہو جانے پر بھی اس کی باتوں میں فرق آیا ہے اور نہ مزاج میں۔'' سلمان نے غصے سے اس کی طرف دیکھ کر ماں سے شکایتی لہجے میں کہا۔

''اچھا تو اب آپ مجھ پر طنز کرنے لگے ہیں۔'' شمیلہ نے غصے سے کہا۔

''تمہارے اس مزاج کی وجہ سے ہی...... خالہ جان۔'' سلمان نے غصے سے جملہ ادھورا چھوڑا۔

''کیا کہا ہے خالہ جان نے...... لگتا ہے اب وہ نئی چال چلنے کی کوشش کر رہی ہیں۔'' شمیلہ نے غصے سے چلاتے ہوئے کہا۔

''شٹ اپ...... خالہ جان کے بارے میں خبردار کوئی فضول بات کہی تو۔'' سلمان غصے سے کہہ کر وہاں سے چلا گیا۔

''دیکھا آپ نے...... انہیں آپ کے اور میرے خلاف بھڑکا کر خالہ جان ہم سے بدلہ لینا چاہتی ہیں۔'' شمیلہ نے ماں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''آپا سے مجھے یہ امید نہیں تھی۔'' ریحانہ بیگم نہایت پریشانی سے بولیں۔

☆☆☆

ردا کی طبیعت کچھ سنبھلی تو خدیجہ بیگم اس کے پاس بیٹھ کر محبت سے باتیں کرنے لگیں۔

''بیٹا...... ڈاکٹر بتا رہی تھی کہ تم......'' خدیجہ بیگم نے ایک دم ردا کی طرف دیکھتے ہوئے اتنا کہا اور خاموش ہو گئیں۔

''ک...... کیا......؟'' ردا نے چونک کر پوچھا۔

''یہی کہ تم...... ماں بننے والی ہو۔'' انہوں نے خوشی سے کہا۔

''کیا......؟'' وہ انتہائی حیرت سے چلائی۔

''بیٹا...... یہ تو اللہ کے فیصلے ہیں اور اس کی رضا...... ممکن ہے رو حیل یہ خبر سن کر ہی اپنا فیصلہ بدل دے۔'' خدیجہ بیگم نے بڑی امید سے کہا۔

''نہیں......خدا کے لیے آپ روحیل کو یہ خبر مت سنائیں۔وہ......'' ردا نے گھبرا کر کہا اور خاموش ہوگئی۔
''کیوں......؟ایسی خوشی کی خبر سن کر تو پتھر دل بھی موم ہوجاتے ہیں۔ہوسکتا ہے روحیل کا دل بھی بدل جائے اور وہ تمہیں اپنے گھر لے جائے۔''
''جس گھر کی دیواروں میں اتنی دراڑیں پڑ چکی ہوں کیا وہ محفوظ رہ سکتا ہے؟'' ردا نے تاسف سے کہا۔
''بیٹا......گھر، گھر ہی ہوتا ہے، چاہے وہ تنکوں کا آشیانہ ہی کیوں نہ ہو...اور عورت شادی کے بعد اپنے گھر ہی محفوظ ہوتی ہے۔''
''کیا مطلب......؟''
''یہ گھر اب تمہاری بے بس اور کمزور ماں کا ہے۔جو نہ تمہیں زمانے کی باتوں سے بچا سکتی ہے اور نہ ہی تمہارے بھائیوں کی نفرت سے......میں چاہتی ہوں روحیل تمہیں اپنے ساتھ گھر لے جائے......اس خوشخبری نے مجھے پُرامید بنا دیا ہے۔میں ابھی اس کی ماں جی کو فون کرتی ہوں۔'' خدیجہ بیگم نے اٹھتے ہوئے کہا۔
''نہیں...... پلیز......'' ردا نے ان کا ہاتھ پکڑتے ہوئے التجائیہ انداز میں کہا۔
''مگر......کیوں بیٹا؟'' انہوں نے حیرت سے پوچھا تو ردا نے کوئی جواب نہیں دیا تو خدیجہ بیگم اور پریشانی کے عالم میں اس کی طرف دیکھتی ہوئی باہر نکل آئیں۔وہ اپنے کمرے میں آکر سوچنے لگیں کہ وہ کیا کریں اور کس سے مشورہ کریں۔انہیں اس لمحے فہام بہت یاد آرہا تھا۔جس کے ساتھ وہ چھوٹی چھوٹی باتیں بھی اور بڑے بڑے مسئلے مسائل بھی ڈسکس کرتی تھی۔سائڈ ٹیبل سے فہام کی تصویر ہاتھ میں لے کر وہ اسے دیکھنے لگیں اور سسکیاں بھرنے لگیں۔
''تم میری بہت مضبوط ڈھال تھے اور آج میں بہت بے آسرا اور کمزور ہوگئی ہوں۔'' تصویر کو اپنے ساتھ لگا کر وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں
اسی لمحے زرینہ کمرے میں داخل ہوئی۔
''یہ کیا بیگم صاحبہ، آپ فہام بھائی کو یاد کر کے رو رہی ہیں؟'' زرینہ نے ان کے قریب بیٹھ کر نرمی سے پوچھا۔
''ہاں......اس کی کمی مجھے بہت رُلا رہی ہے وہ ہر دکھ سکھ میں میرا ساتھی تھا۔اب کس سے راز و نیاز کروں؟'' خدیجہ بیگم نے اس کی تصویر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔
''آپ مجھ سے اپنے دل کی بات کہہ کر اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرسکتی ہیں۔'' زرینہ نے نرم لہجے میں کہا تو خدیجہ نے چونک کر اس کی طرف بغور دیکھا۔
''ردا ماں بننے والی ہے مگر وہ اصرار کررہی ہے کہ میں روحیل اور اس کی ماں جی کو یہ خبر نہ سناؤں مجھے سمجھ میں نہیں آرہا کہ میں کیا کروں۔'' خدیجہ بیگم نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔
''کیا واقعی......! یہ تو بڑی خوشی کی خبر ہے مگر ردا بی بی اسے کیوں چھپانا چاہ رہی ہیں؟'' زرینہ نے حیرت سے پوچھا۔
''شاید......روحیل سے وہ بہت مایوس ہوچکی ہے۔'' وہ دکھ سے بولیں۔
''میرا خیال ہے کہ آپ انہیں یہ خبر سنا دیں۔ہوسکتا ہے کہ یہ خوشی کی خبر سن کر وہ خود انہیں منانے آجائیں۔'' زرینہ نے مسکرا کر کہا۔
''اور اگر ردا ناراض ہوگئی تو؟'' انہیں بھی ایک دھڑکا لگا تھا۔
''ابھی آپ انہیں مت بتائیں جب روحیل بھائی انہیں لینے آجائیں گے تو خود بخود ان کی ناراضی ختم ہوجائے گی۔'' زرینہ نے اپنے طور پر رائے دی۔
''اور روحیل کو دیکھ کر اگر حاتم اور عاصم بگڑ گئے تو......؟''
''آپ فکر نہیں کریں......بس آپ ردا بی بی کی ساس کو فون کرکے یہ خوشخبری سنا دیں۔انشاء اللہ سب ٹھیک ہوجائے گا۔'' زرینہ پُرامید لہجے میں بولی تو وہ بھی مطمئن ہوگئیں۔زرینہ کمرے سے باہر نکل گئی تو خدیجہ بیگم نے ردا کی ساس کا نمبر ملایا اور انہیں یہ خوشخبری سنائی۔
''کیا واقعی......؟ آپ سچ کہہ رہی ہیں......مجھے تو یقین نہیں آرہا......کل ہی اسپتال سے گھر آئی ہوں، اتنی بڑی خوشخبری سنا کر آپ نے مجھے پھر سے زندہ کردیا ہے میں اور روحیل جلد ہی ردا کو لینے آئیں گے۔'' ماں جی خوشی سے پھولی نہیں سما رہی تھیں۔
''ضرور......ضرور آپ کی امانت ہے جب چاہیں آکر لے جائیں۔'' خدیجہ بیگم نے مسکرا کر کہا۔
''انشاء اللہ ہم جلد حاضر ہوں گے۔'' ماں جی نے مسکرا کر کہا اور فون بند کردیا۔جلدی سے روحیل کا نمبر ملایا اور اسے جلدی گھر پہنچنے کو کہا۔
''بیٹا...... ردا کی مما کا فون آیا تھا......اور انہوں نے یہ خوشخبری سنائی ہے کہ تم باپ اور میں دادی بننے والی ہوں۔'' روحیل گھر لوٹا تو ماں جی انتہائی خوش ہو کر بے تابی سے بتایا۔
''یہ جھوٹ ہے...... بکواس ہے...... وہ لوگ مجھے ٹریپ کرنے کی کوشش کررہے ہیں......'' روحیل یکایک غصے سے چلایا۔
''کیا بکواس کررہے ہو......اولاد کی اتنی بڑی نعمت اور خوشی ملنے پر بھی خوش نہیں ہورہے۔'' ماں نے غصے سے کہا۔
''اونہہ...... اولاد...... نہ جانے وہ کس کا گناہ میرے سر تھوپ رہی ہے۔'' روحیل پھر طیش سے چلایا۔
''خبردار......تم نے جو اس نیک لڑکی پر الزام لگایا......دفع ہوجاؤ یہاں سے۔'' ماں جی نے غصے سے کہا اور روحیل پاؤں پٹختا ہوا وہاں سے چلا گیا۔

☆☆☆

خدیجہ بیگم نے دونوں بیٹوں کو لاؤنج میں بیٹھے دیکھا تو قریب آکر بولیں۔
''ردا...... امید سے ہے۔'' انہوں نے بتایا تو دونوں نے ایک دوسرے کی طرف حیرت سے دیکھا۔
''میں نے ردا کی ساس کو فون کرکے یہ خوشخبری سنا دی ہے وہ اور روحیل ردا کو لینے آئیں گے تو تم لوگ......'' خدیجہ نے کچھ کہنا چاہا۔
''اگر روحیل یہاں آیا تو میں اس کی ٹانگیں توڑ دوں گا۔'' حاتم نے غصے سے ان کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔
''اب صورتِ حال کو سمجھو اور خبردار تم میں سے کسی نے کوئی بات کی۔'' خدیجہ بیگم نے ڈانٹتے ہوئے کہا۔
''میں اس شخص کی شکل بھی دیکھنا نہیں چاہتا۔اس لیے آپ خود ہی اسے ٹریٹ کرلیں۔'' حاتم غصے سے کہہ کر وہاں سے چلا گیا۔
''اور میں بھی اس بدتمیز انسان کو برداشت نہیں کرسکتا۔'' عاصم نے غصے سے کہا اور وہاں سے چلا گیا۔خدیجہ پریشان ہو کر انہیں دیکھنے لگیں۔
''ردا اپنے کمرے میں بیٹھی کسی سوچ میں گم تھی کہ

میتھی سے علاج

حضرت محمد ﷺ کا فرمان ہے کہ میتھی ایک سبزی ہے اسے کھایا کرو اگر یہ سونے کے بھاؤ بھی ملے۔اگر جوڑوں میں ٹھنڈ پڑ جائے یا بیٹھ جائے تو اس کا تیز تر علاج یہ ہے کہ ایک مٹھی بھر میتھی اور ایک مٹھی انجیر خشک لے کر دونوں کو پانی میں بھگو دو اور کسی صاف برتن میں پکالو پھر اسے پُن (چھان) لو اور ٹھنڈا کرلو ایک دن چھوڑ کر پی لو کم از کم ایک پیالہ ان دنوں میں ضرور ختم ہو۔اس کے فوائد لاتعداد محسوس کرو گے۔ٹھنڈ اور درد ختم ہوجائے گا اس علاج سے قولنج، کمر کا درد اور جسم کے دوسرے درد بھی ختم ہوجائیں گے۔یہاں تک کہ ریح کا درد بھی ختم ہوجائے گا۔

مرسلہ: جبیں ہاشمی، بھیرہ

اس کا موبائل بجنے لگا اس نے چونک کر اسکرین دیکھی تو کوئی اجنبی نمبر تھا، ردا نے ہچکچاتے ہوئے فون ریسیو کرلیا۔

''ہیلو...... ردا...... میں توقیر بات کررہا ہوں، رشنا نے مجھے آپ کے حالات کے بارے میں بتایا۔ آئی ایم سوری، آپ میری وجہ سے اتنا suffer کررہی ہیں۔ میں نہیں جانتا تھا کہ میری ایک لمحے کی خواہش اور جذباتی سوچ آپ کی زندگی کو یوں اذیت ناک بنادے گی۔'' توقیر نے آہستہ آواز میں کہا۔

''آپ نے میرے ساتھ بہت برا کیا۔'' ردا سسکی بھرتے ہوئے بولی۔

''آئی...... ایم سوسوری۔ میں ایسا کیا کروں کہ آپ دونوں کے درمیان یہ غلط فہمی دور ہوجائے۔ میں نے تو روحیل کو بھی فون کیا تھا...... مگر......'' توقیر نے بتایا تو ردا ایک دم بھڑک اٹھی۔

''کیا آپ نے روحیل کو فون کیا تھا؟ آپ میری زندگی کو جہنم بنانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑ رہے۔'' وہ غصے سے کہہ رہی تھی۔

''میں آپ کی وجہ سے بہت پریشان رہتا ہوں۔ ہر وقت میرے اندر ایک آگ سی بھڑکتی رہتی ہے۔'' توقیر نے افسردگی سے کہا۔

''یہ آگ بھی آپ نے لگائی ہے جسے روحیل نے بھڑکا دیا ہے اور اس میں میں جل رہی ہوں...... اب آپ دونوں میرا تماشا دیکھیں۔'' ردا نے غصے سے کہہ کر فون بند کردیا اس کی آنکھیں گرم پانیوں سے بھرنے لگیں وہ ہاتھ مسل رہی تھی۔ خدیجہ بیگم کمرے میں داخل ہوئیں اور اسے روتا دیکھ کر محبت سے اس کے آنسو پونچھنے لگیں۔

''کیوں...... رو رہی ہو میری جان؟'' وہ دکھ بھرے لہجے میں پوچھ رہی تھیں۔

''اپنی قسمت پر آنسو بہا رہی ہوں۔'' ردا نے سسکی بھر کر جواب دیا۔

''آنسو کبھی قسمت نہیں بدلتے بس دعا کر[illegible] ہوسکتا ہے اس سے تمہاری تقدیر بدل جائے...... [illegible] نے تمہاری ماں جی کو فون کرکے خوشخبری سنائی [illegible] خدیجہ بیگم نے ایک دم بات بدلتے ہوئے کہا [illegible] نے چونک کر ان کی طرف دیکھا۔

''یہ...... یہ...... آپ نے کیا کیا......؟'' ایک دم بوکھلا کر بولی۔

''بیٹا اس بات کو چھپانے سے تمہارے [illegible] اور بھی مسئلے پیدا ہوسکتے تھے اس لیے انہیں [illegible] ضروری تھا۔ ماں جی بہت خوش ہوئیں وہ جلد ر[illegible] کے ساتھ تمہیں لینے آئیں گی۔ اپنے آپ میں ہ[illegible] اور حوصلہ پیدا کرو۔ اپنا حلیہ ٹھیک کرو، اللہ سب ٹھ[illegible] کرے گا۔'' خدیجہ بیگم نے محبت سے اسے ا[illegible] ساتھ لگا کر چومتے ہوئے کہا تو ردا بے یقینی س[illegible] کی طرف دیکھنے لگی۔

☆☆☆

اگلے روز شام کو ماں جی نے ردا کی طر[illegible] جانے کا پروگرام بنایا۔ فضیلت نے روحیل کو [illegible] میں ہی بتادیا تھا اور اب دونوں تیار ہوکر اس کا ا[illegible] کررہی تھیں۔ وہ روحیل کو بار بار فون کررہی تھیں [illegible] وہ فون نہیں اٹھا رہا تھا۔

اُدھر دفتر میں روحیل شش و پنج میں مبتلا [illegible] ماں جی کے بار بار فون کرنے پر اس نے موبائل آ[illegible] کردیا تھا پھر اچانک اسے نہ جانے کیا سوجی کہ ا[illegible] نے ردا کا نمبر ملالیا۔

ردا نے کافی بیلز کے بعد موبائل کان سے لگ[illegible] اور قدرے گھبرائے ہوئے انداز میں ہیلو کہا تو روحی[illegible] انتہائی طیش کے عالم میں اس پر چلانے لگا۔

''تم انتہائی مکار اور گھٹیا عورت ہو، مجھے ٹر[illegible] کرنے کے لیے کیسی کیسی چالیں چل رہی ہو...... لیکن [illegible] میں تمہاری ہر چال ناکام بناؤں گا۔''

''یہ...... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟'' ردا [illegible]

ہکلاتے ہوئے کہا۔
"تم لوگوں نے یہ کیا نیا شوشا چھوڑا ہے کہ میں باپ بننے والا ہوں، مجھے دھوکا دینے کے لیے تمہیں نیا ہتھکنڈا سوجھا ہے۔" روحیل نے بری طرح چلاتے ہوئے کہا۔
"یہ میں نہیں...... میری میڈیکل رپورٹس کہہ رہی ہیں۔" ردا نے آہستہ سے کہا۔
"اور میری میڈیکل رپورٹس بتاتی ہیں کہ میں باپ نہیں بن سکتا۔ تم نہ جانے کس کا گناہ میرے سر تھوپنے کی کوشش کررہی ہو...... جس کے ساتھ منہ کالا کیا ہے اسی کو ٹریپ کرو تو اچھا ہے۔" وہ نہایت بدتمیزی سے بولا۔
"شٹ اپ روحیل...... اگر آپ نے ایک لفظ بھی کہا تو......" وہ غصے سے کانپتے ہوئے چلائی۔
"یوں چلا کر تم حقیقت نہیں بدل سکتیں۔ سوچو میں جب اپنی میڈیکل رپورٹس تمہارے بھائیوں کے سامنے رکھوں گا تو تم کیا کہو گی...... پہلے تو ضرور تمہاری بے عزتی ہوئی ہے اب کی بار ایسی رسوائی ہوگی کہ کہیں منہ دکھانے کے قابل نہیں رہو گی۔"
روحیل نے غصے میں کہہ کر موبائل آف کردیا اور ردا اس کی باتیں سن کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ روحیل کی باتیں اس کے سینے میں نشتر چبھونے لگیں۔ اسے یوں محسوس ہونے لگا جیسے اس کی سانس بند ہو رہی ہو۔ اس کا سر چکرانے لگا۔
"گھٹیا، مکار عورت......!" روحیل کے الفاظ اس کے کانوں میں گونج رہے تھے۔ اس نے اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرا۔
"میں...... میں نے کیا گناہ کیا ہے، جس کی مجھے اتنی بڑی سزا مل رہی ہے، میں کسی کے اعتبار کے قابل نہیں رہی...... نہ شوہر کے اور نہ ہی بھائیوں کے...... مجھے اتنی رسوائی اور بے عزتی کے بعد زندہ نہیں رہنا چاہیے، مجھے مرجانا چاہیے۔" وہ سسکیاں بھرنے لگی۔ ایک دم سے اس کے سر میں شدید درد اٹھا اسے اردگرد کی ہر شے گھومتی ہوئی دکھائی دینے لگی۔ اس نے قدم اٹھانا چاہا مگر وہ ایسی چکرائی کہ اوندھے منہ فرش پر گر گئی۔ اس کے گرنے سے قریب رکھی کرسی لڑکھڑائی اور اس کے اوپر گر گئی۔ گرنے کی آواز سن کر خدیجہ بیگم اور زرینہ دونوں بھاگتی ہوئی ردا کے کمرے کی طرف بڑھیں۔ خدیجہ اسے اس حالت میں دیکھ کر چلانے لگیں۔ جیسے تیسے ڈرائیور کے ساتھ دونوں اسے اٹھا کر اسپتال پہنچیں۔ آئی سی یو کے باہر چکر لگاتے ہوئے وہ بار بار بیٹوں کا نمبر ملا رہی تھیں مگر کوئی بھی ان کی کال نہیں لے رہا تھا۔ لیڈی ڈاکٹر روم سے باہر نکلی تو خدیجہ بیگم نے گھبرا کر اس کی طرف دیکھا۔
"ڈاکٹر صاحبہ میری بیٹی......"
"ان کا مس کیرج ہوگیا ہے اور ان کا بی پی اب بھی بہت ہائی ہے۔" ڈاکٹر نے بتایا تو وہ لرز کر رہ گئیں۔
"آپ دعا کریں...... انشاء اللہ سب ٹھیک ہوجائے گا۔" ڈاکٹر نے انہیں تسلی دی اور وہاں سے چلی گئی۔ خدیجہ بری طرح سسکنے لگیں۔
"بیگم صاحبہ...... ہمت کریں۔" زرینہ نے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا تو خدیجہ بیگم نے بے یقینی سے اس کی طرف دیکھا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں۔

☆☆☆

رات کافی گہری ہوگئی تھی جب روحیل قدرے تھکے ہوئے انداز میں ماں جی کے کمرے میں داخل ہوا تو ماں جی نے اسے دیکھ کر منہ پھیر لیا۔
"ماں جی...... وہ۔" روحیل رک رک کر بولا۔
"مجھ سے بات مت کرو۔" ماں جی نے غصے سے جواب دیا۔
"پلیز...... ماں جی...... سمجھنے کی کوشش کریں، میرے لیے ردا کے گھر جانا پاسبل نہیں۔" روحیل نے شکستہ لہجے میں کہا۔

''کیوں......؟'' انہوں نے خفگی سے پوچھا۔

''اب میں آپ کو کیا بتاؤں؟'' نادانستہ اس کے منہ سے نکلا۔

''کیا مطلب...... کیا تم مجھ سے کچھ چھپانا چاہ رہے ہو؟'' ماں جی نے بغور دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''ک...... کچھ نہیں۔'' روحیل نے گھبرا کر جلدی سے جواب دیا۔

''اِدھر بیٹھو...... میرے پاس۔'' ماں جی نے اسے تحکمانہ لہجے میں کہا تو روحیل خاموشی سے ان کے پاس بیٹھ گیا۔ ماں جی نے اس کا ہاتھ اپنے سر پر رکھا۔ روحیل نے حیرت سے ان کی طرف دیکھا۔

''تمہیں میرے سر کی قسم...... تم آج مجھے صاف صاف بتاؤ کہ تم ردا کے ساتھ یہ سب کیوں کر رہے ہو؟'' ماں جی نے کہا تو روحیل نے گھبرا کر ماں جی کی طرف دیکھا اور جلدی سے اٹھ کر وہاں سے جانے لگا۔

''روحیل...... آج تم نے مجھے حقیقت نہ بتائی تو میں تم سے کبھی بات نہیں کروں گی۔'' ماں جی نے قدرے درشت لہجے میں کہا تو روحیل نے گھبرا کر ماں جی کی طرف دیکھا اور بوجھل قدموں سے کمرے سے باہر نکل گیا۔ ماں جی پریشان ہو کر اسے دیکھتی رہ گئیں۔

روحیل اپنے کمرے میں گیا اور میٹرس کے نیچے سے فائل نکال کر سوچ میں پڑ گیا۔

''آج وقت آ گیا ہے کہ مجھے ماں جی کو یہ کڑوا سچ بتانا پڑے گا۔ اس کے بعد وہ خود فیصلہ کریں گی کہ کون سچا ہے اور کون جھوٹا!'' وہ یہی سوچ کر کمرے سے باہر چلا گیا اور ماں جی کے سامنے فائل رکھی۔

''یہ کیا ہے......؟'' ماں جی نے حیرت سے پوچھا۔

''میری میڈیکل رپورٹ جس کے مطابق میں کبھی باپ نہیں بن سکتا۔'' روحیل نے کہا تو ماں جی کی آنکھیں حیرت سے پھیلنے لگیں۔

''ک...... کیا......!'' وہ حیرت سے بڑبڑائیں۔

''اب یہ پڑھ کر آپ خود فیصلہ کریں کہ جھوٹ بول رہا ہے، میں یا ردا؟'' روحیل نے سانس لیتے ہوئے ماں جی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''ردا کبھی جھوٹ نہیں بول سکتی، وہ بہت اور پاکباز بچی ہے، اس کے بارے میں کسی غلط کا سوچنا گناہ ہے اور ایسی بات کا کہنا اس پر تہمت ہوگی۔'' ماں جی نے پُروثوق لہجے میں کہا۔

''کیا آپ کے خیال میں...... میں جھوٹ بول رہا ہوں؟'' روحیل بھڑک گیا۔

''یہ رپورٹس غلط بھی ہو سکتی ہیں بیٹا! آج کل لیب میں بھی بہت گھپلے ہو رہے ہیں، لوگوں کی رپورٹس میں...... وہ...... وہ بیماریاں سامنے آتی ہیں جو اُن میں کبھی ہوتی ہی نہیں...... تم دوبارہ اپنا ٹیسٹ کراؤ...... میری ردا جھوٹ نہیں بول سکتی۔'' ماں جی نے پُریقین لہجے میں کہا تو روحیل نے چونک کر ماں جی کی طرف دیکھا اور خاموش ہو گیا۔

''کیا تم نے اپنے اس عیب کو چھپانے کے لیے ردا کے ساتھ یہ رویّہ اپنایا؟'' ماں جی نے استفہامیہ انداز میں پوچھا تو روحیل نے خاموشی سے سر جھکا دیا۔

''اگر تم نے ایسا کیا ہے تو تم بہت ہی کم ظرف انسان نکلے جس نے اپنے عیب چھپانے کے لیے ایک نیک اور معصوم لڑکی کو رسوا بھی کیا اور اسے ذہنی اذیت بھی دی۔ روحیل خدا تمہیں کبھی معاف نہیں کرے گا۔'' ماں جی نے کہا تو روحیل نے سر اٹھا کر ماں جی کی طرف دیکھا اور پریشان ہو کر کمرے سے باہر چلا گیا۔ ماں جی پُرتاسف نظروں سے اسے دیکھنے لگیں۔

☆☆☆

میکے میں آ کر بھی شمیلہ کے رنگ ڈھنگ وہی تھے۔ جس انسان کی سرشت ہی میں شر ہو وہ کسی ماحول یا کسی بھی حالات میں نہ خود خوش رہتا ہے نہ دوسروں کو خوش دیکھ سکتا ہے۔ شادی سے پہلے تو شمیلہ کو بھائی کا رویّہ کھٹکتا تھا، شادی کے بعد سسرال والوں سے شکایتیں تھیں اور بیوگی کے بعد میکے میں نئے ہتھکنڈے شروع کر دیے تھے۔ ماں بھی جائز ناجائز اسی کی طرف داری کرتیں۔ گھر میں موجود بھائی بھاوج کا جینا دوبھر کر دیا تھا ہر وقت اسے کوئی نہ کوئی مسئلہ ہی رہتا تھا۔ شمیلہ چونکہ اپنے آپ کو ہی حق پر سمجھتی تھی اس لیے اسے اپنی کسی زیادتی کا احساس ہی نہ ہوتا تھا...... دیوروں کا فون آتا تو ان سے ہمدردیاں بٹورنے کی بھرپور کوشش کرتی۔

''کیا بات ہے عاصم...... تم کچھ پریشان لگ رہے ہو؟'' حاتم نے اسے بغور دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''میں نے شمیلہ بھابی کو فون کیا تھا...... وہ بہت اپ سیٹ ہیں، لگتا ہے انہیں خالہ جان کے گھر میں بھی کوئی پرابلم ہے۔'' عاصم نے بھاوج کی ہمدردی میں کہا۔

''وہاں کیا پرابلم ہو سکتی ہے وہاں ان کی مما اور بھائی، بھابی ہیں۔'' حاتم نے کہا۔

''ہو سکتا ہے بھائی، بھابی دونوں کے ٹرمز اچھے نہ ہوں۔'' عاصم نے جواب دیا۔

''یار! یہ عورتیں بھی بہت فساد ڈالتی ہیں، اب دیکھو ردا کی وجہ سے ہماری اپنی فیملی کتنی بکھر گئی ہے، مجھے تو عورت ذات سے ہی نفرت ہونے لگی ہے۔'' حاتم خفگی سے منہ بنا کر بولا۔

''میرا خیال ہے ہمیں شمیلہ بھابی کے لیے کچھ کرنا چاہیے۔ جس عورت کے پاس پیسہ اور پیچھے سپورٹ ہو تو لوگ خود بخود اس کی عزت کرنے لگتے ہیں۔ آج شام کو ہم ان کی طرف جائیں گے تاکہ ان کی فیملی کو اندازہ ہو کہ وہ تنہا اور بے آسرا نہیں ہم ان کے پیچھے ہیں۔'' عاصم گہری سانس لے کر بولا تو حاتم بھی اس کی طرف دیکھ کر خاموش ہو گیا۔

شام کو دونوں خالہ کے گھر گئے۔ شمیلہ کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔ وہ اپنے کمرے سے باہر نہ نکلی، ویسے بھی وہ برائے نام عدت میں تھی۔ جب دل چاہتا کسی اجنبی کے سامنے آ جاتی اور جب مرضی نہ ہوتی تو عدت کا بہانہ

بنا کر کمرے میں بند رہتی۔

''خالہ جان یہ دو لاکھ روپے ہیں، شمیلہ بھابی کے اخراجات کے لیے۔'' حاتم نے ایک لفافہ خالہ کو پکڑاتے ہوئے کہا تو نفیسہ نے ایک دم چونک کر میاں کی طرف دیکھا۔

''نہیں بیٹا اس کی کوئی ضرورت نہیں۔'' انہوں نے لفافہ واپس کرتے ہوئے کہا۔

''مما...... شمیلہ پر ان لوگوں کا پورا حق ہے اگر یہ لوگ اس کا خیال رکھ رہے ہیں تو انہیں رکھنے دیں، وہ عدت تک ہمارے پاس ان کی امانت ہے۔ اس کے بعد یہ اس کے بارے میں جو بھی فیصلہ کریں گے وہ ہمیں قبول ہوگا۔'' سلمان نے معنی خیز انداز میں کہا تو حاتم اور عاصم نے چونک کر اسے دیکھا۔ ریحانہ نے خاموشی سے لفافہ پکڑ لیا۔ شمیلہ اپنے کمرے میں تھی جب ریحانہ لفافہ پکڑے کمرے میں داخل ہوئیں۔

''بیٹا...... حاتم اور عاصم آئے تھے۔ تمہارے لیے یہ دو لاکھ روپے دے کر گئے ہیں۔'' ریحانہ نے وہ لفافہ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

''کیوں......؟ وہ کون ہوتے ہیں میرا خیال رکھنے والے، میرا کسی سے کوئی تعلق نہیں...... میں ابھی انہیں فون کر کے بتاتی ہوں۔'' شمیلہ غصے سے بھڑک کر بولی۔

''یہ کیا حماقت ہے، تم ذرا ذرا سی بات پر اتنی جذباتی کیوں ہو جاتی ہو، شکر نہیں کرتیں کہ تمہارے اس مشکل وقت میں وہ تمہارا ساتھ دے رہے ہیں، ورنہ بھائی کے مرنے کے بعد بھابیوں کو کون پوچھتا ہے۔'' ماں نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

''کیا وہ مجھ پر ترس کھا رہے ہیں؟'' اس نے غصے سے کہا۔

''نہیں...... خدا کے لیے غلط مت سوچو۔ سب تمہیں بہت چاہتے ہیں۔'' وہ اسے سمجھانے لگیں۔

''سب میرے دشمن ہیں، میں کسی پر ٹرسٹ نہیں کر سکتی۔ ان سب نے میرے فہام کو مجھ سے چھینا ہے اور اب مجھے بے آسرا کر کے میرا تماشا دیکھنا چاہتے ہیں۔''

”کوئی تمہارا دشمن نہیں، فہام کی زندگی ہی اتنی لکھی تھی اور انسان کی زندگی اور موت تو خدا ہی لکھتا ہے۔“ ریحانہ نے آہ بھر کر نم آنکھوں سے کہا۔

”تو کیا...... خدا میرا دشمن ہے، اس نے مجھ سے کس بات کا بدلہ لیا ہے۔ آپ پوچھیں اس سے؟“ وہ انتہائی غصے سے ہائپر ہو کر چلّانے لگی تو ریحانہ توبہ توبہ کرتے ہوئے جلدی جلدی نیند کی گولی نکال کر اسے کھلانے لگیں۔ اس پر یکا یک غنودگی طاری ہونے لگی تھی۔

☆☆☆

ردا جب سے اسپتال سے گھر آئی تھی، حاتم اور عاصم ایک بار بھی اس کی خیریت پوچھنے اس کے کمرے تک بھی نہیں آئے تھے اور اسے اس بات کا بہت افسوس ہوتا۔ وہ بار بار مما اور زرینہ سے ان کے بارے میں پوچھتی تو وہ دونوں بہانے بنا کر اسے مطمئن کرنے کی کوشش کرتیں مگر وہ سب سمجھتی تھی۔ رات کو خدیجہ بیگم، ردا کے کمرے سے باہر نکلیں تو حاتم اور عاصم لاؤنج میں داخل ہوئے انہیں دیکھ کر انہوں نے منہ پھیر لیا۔

”مما کیا بات ہے، آپ کچھ ناراض لگ رہی ہیں۔“ عاصم نے خدیجہ بیگم کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”تم لوگوں کو میری کیا پروا ہے اگر پروا ہوتی تو میری خاطر ہی تم بہن کو دیکھنے اسپتال ضرور آتے لیکن تم لوگوں کے خون ہی سفید ہو گئے ہیں۔“ انہوں نے خفگی سے کہا۔

”پلیز مما......! آپ اس کا ذکر مت کیا کریں۔“ حاتم غصے سے بولا۔

”کیوں نہ کروں، ماں ہوں اس کی...... کیا خاموشی سے اس کی بے بسی اور اذیت کا تماشا دیکھتی رہوں اگر آج مجھے کچھ ہو جائے تو کیا تم لوگ اسے یونہی بے سہارا چھوڑ دو گے؟“ خدیجہ نے سسکی بھر کر کہا۔

”آپ بار بار اسے ڈسکس نہ کیا کریں تو بہتر ہے۔ اس کی وجہ سے آج ہمارے گھر کا یہ حال ہوا ہے۔“ حاتم غصے سے کہہ کر وہاں سے چلا گیا۔

”مما...... آپ حاتم بھائی کو زِچ نہ کیا کریں [...] لوگ پہلے ہی شمیلہ بھابی کی وجہ سے بہت اپ [...] ہیں۔“ عاصم کے منہ سے بے ساختہ نکلا تو خدیجہ بیگم [...] چونک کر اسے دیکھا۔

”کیوں...... اب اسے وہاں کیا پر[...] ہے...... یہاں تو میں اسے چین سے نہیں رہنے [...] رہی تھی۔ اب ماں کے گھر میں بھی اسے سکون نہیں [...] رہا؟“ خدیجہ بیگم نے جل کر پوچھا۔

”کیا آپ ان کے دکھ کو نہیں سمجھ رہیں جو [...] بات کہہ رہی ہیں۔“

”بہت اچھی طرح سمجھتی ہوں لیکن افسوس تو [...] ہے کہ تم لوگوں کو بھابی کا دکھ تو دکھائی دیتا ہے لیکن [...] بہن کی تکلیف نہیں۔“

”مما...... آپ ہر بات کو گھما پھرا کر ردا [...] کیوں لے آتی ہیں۔“

”کیونکہ مجھے تم لوگوں کی بے حسی اور ردا کی [...] بسی بہت رُلاتی ہے۔ تم لوگوں کے رویّے کی وجہ سے [...] جس اذیت میں ہوں یہ میں ہی جانتی ہوں۔“

”افوہ...... آپ کے پاس تو بیٹھنا ہی فضول [...] ہے، ہر وقت ایسی ہی باتیں کرتی رہتی ہیں۔“ عا[صم] غصے سے کہہ کر وہاں سے چلا گیا اور خدیجہ بیگم بیٹو[ں] کے اس انداز پر تڑپ کر رہ گئیں۔

☆☆☆

ماں جی لاؤنج میں آہستہ آہستہ ٹہلتی ہوئی [...] پڑھ رہی تھیں اور تسبیح پڑھتے ہوئے وہ ایک دم چھت [...] کی طرف دیکھ کر دعا کرنے لگتیں پھر چلنے لگتیں۔ [...] روحیل اپنی میڈیکل رپورٹس کی فائل پکڑے لاؤ[نج] میں داخل ہوا۔

”ماں جی...... ماں جی میری سب رپورٹس [...] نارمل ہیں۔“ روحیل نے قدرے جذباتی انداز [...] خوش ہو کر کہا۔

(باقی آئندہ)

ناولٹ

کہیں دیپ جلے کہیں دل

قیصر حیات

تیرھواں حصہ

''کیا واقعی ......؟'' ماں جی نے انتہائی خوش ہو کر پوچھا۔

''ہاں ...... میری پہلی رپورٹس کسی اور کے ساتھ بدل گئی تھیں۔ وہ لیب والوں کی غلطی تھی۔ میں نے ان سے خوب جھگڑا کیا۔''

''میں کہتی تھی ناں میری روا جھوٹ نہیں بول سکتی۔ وہ بہت نیک اور پاکباز بچی ہے۔'' ماں جی نے جلدی سے کہا۔

''اور میں جس ذہنی اذیت سے گزرا ہوں یہ میں ہی جانتا ہوں۔'' روحیل نے آہ بھر کر کہا۔

''مگر تم نے اپنی اذیت کا بدلہ اس معصوم بچی سے لیا۔'' ماں جی نے نہایت خفگی سے کہا۔

''میں اس سے کوئی بدلہ نہیں لینا چاہتا تھا مگر نہ جانے کیوں اسے دیکھتے ہی میں غصے سے بے قابو ہونے لگتا تھا۔'' روحیل نے افسردگی سے جواب دیا۔

''اس لیے کہ تم اس سے محبت کرتے تھے اور ڈرتے تھے کہ تمہارے اس عیب کی وجہ سے وہ تم سے نفرت نہ کرنے لگے اور تمہیں چھوڑ کر نہ چلی جائے۔'' ماں جی نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے بتایا۔

''ہاں، شاید...... یہی ڈر اور خوف میرے اندر موجود تھا۔'' روحیل نے شرمندگی سے جواب دیا۔

''اور اب تم کیا چاہتے ہو؟'' انہوں نے استفہامیہ انداز میں پوچھا۔

''وہی جو آپ چاہتی ہیں۔'' روحیل نے آہستہ آواز میں سر جھکا کر کہا۔

''ٹھیک ہے، میں ابھی ردا کی مما کو فون کرتی ہوں اور ہم جا کر ردا کو واپس گھر لے آتے ہیں۔ شکر ہے پروردگار نے ہماری عزتوں کا بھرم رکھ لیا۔'' ماں جی نے ایک ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے کہا اور ردا کا نمبر ملانے لگیں مگر اس نے فون نہ اٹھایا۔ انہوں نے گھر کا نمبر ڈائل کیا تو خدیجہ بہت بجھے، بجھے لہجے میں بات کرنے لگیں۔

''میں معذرت چاہتی ہوں، اس روز میں اور روحیل نہیں آسکے۔'' ماں جی شرمندہ سے لہجے میں بولیں۔

''اچھا ہی کیا...... آ کر بھی کیا کرتے۔'' خدیجہ بیگم مایوسی سے بولیں۔

''کیا مطلب...... ردا بیٹی ٹھیک تو ہے؟'' ماں نے قدرے گھبرا کر پوچھا۔

''نہیں......'' خدیجہ بیگم نے بھرائے لہجے میں جواب دیا۔

''کیا ہوا اسے...... سب ٹھیک تو ہے ناں؟'' ماں جی نے جلدی سے پوچھا۔

''سب کچھ ختم ہوگیا ہے، ردا کی امید اور خوشخبری بھی۔ اس کا مس کیرج ہوگیا ہے۔'' اتنا کہہ کر وہ رونے لگیں۔

''ک...... ک...... کب؟'' ماں جی نے گھبرا کر پوچھا تو روحیل چونک کر انہیں دیکھنے لگا۔

''اسی روز جب آپ نے آنا تھا...... ردا کو چکر آیا اور وہ واش روم میں گر گئی...... اور...... پھر۔'' خدیجہ سسکنے لگیں۔

ماں جی کی آنکھوں سے بھی آنسو گرنے لگے اور انہوں نے فون بند کر دیا۔

''ماں جی...... کیا ہوا...... آپ رو کیوں رہی ہیں؟'' روحیل نے گھبرا کر پوچھا۔

''ردا کا مس کیرج ہوگیا ہے۔'' انہوں نے سپاٹ لہجے میں بتایا۔

''کیا......؟ یہ جھوٹ ہے، ایسا نہیں ہوسکتا۔'' روحیل نے ایک دم غصے سے کہا۔

''یہ سچ ہے، ردا کی مما یہی بتا رہی تھیں۔'' ماں جی نہایت افسردہ تھیں۔

''وہ لوگ ہمیں بے وقوف بنا رہے ہیں، ہمارے ساتھ ڈراما کھیلنے کی کوشش کر رہے ہیں، پہلے گڈ نیوز بتا کر ہمیں ٹریپ کرنے کی کوشش کی اور اب ہم اسے لینے جا رہے ہیں تو بات ہی ختم ہوگئی۔ میں تو کہتا ہوں وہ ہمیں الو بنانے کی کوشش کر رہے ہیں۔'' روحیل غصے سے بے تکان بولے گیا۔

''روحیل ...... بس کرو، میں پہلے ہی بہت پریشان ہوں اور تمہاری فضول باتیں مجھے مزید پریشان کر رہی ہیں کیا تمہاری ریورنس تمہارے پاس ثبوت نہیں کہ ردا نے کوئی جھوٹ نہیں بولا۔'' ماں جی نے غصے سے کہا۔

''مجھے اب کسی پر یقین نہیں رہا...... انہوں نے puppet سمجھ رکھا ہے، میرے ساتھ وہ جیسا چاہیں تماشا کریں۔'' روحیل نے غصے سے کہا۔

''بس کرو...... کیوں فضول بکواس کر رہے ہو۔'' ماں جی نے غصے سے ڈانٹتے ہوئے کہا۔

''اور اب آپ بھی غور سے سن لیں ماں جی...... میں اب ردا کو لینے کبھی نہیں جاؤں گا۔ آپ ان لوگوں کے ہاتھوں بے وقوف بن سکتی ہیں مگر میں نہیں۔'' روحیل نے طیش کے عالم میں کہا اور وہاں سے باہر چلا گیا۔ ماں جی حیران پریشان ہو کر اسے دیکھنے لگیں۔

☆☆☆

رشنا نے ردا کو فون کیا اور اس کے حالات جان کر وہ بہت پریشان ہوگئی۔ اسے یوں محسوس ہونے لگا تھا جیسے ردا کے سارے مسائل کا ذمے دار توقیر ہے۔ اس نے توقیر کو فون کیا۔ وہ بھی ردا کے حالات کے بارے میں جان کر بہت پریشان ہوگیا تھا۔

''توقیر بھائی...... اب آپ کو ہی ردا کے لیے کچھ کرنا ہوگا۔'' رشنا نے فون کر کے بھائی سے کہا۔

''کیا کروں...... میں نے اسے بھی فون کیا اور روحیل کو بھی...... مگر دونوں ہی میری بات سننے کو تیار نہیں...... میں خود اپنے آپ کو قصوروار سمجھتا ہوں اور اس بات کا میرے دل اور دماغ پر بہت گہرا اثر ہوا ہے۔ میری طبیعت اب ٹھیک نہیں رہتی رشنا!'' توقیر نے اسے حالِ دل سنایا۔

''بہتر یہی ہے کہ آپ پاکستان چلے جائیں اور سامنے بیٹھ کر دونوں کو سمجھانے کی کوشش کریں...... ممکن ہے حالات میں کوئی بہتری پیدا ہو جائے اور آپ کے اندر سے بھی گلٹ کا احساس کم ہو جائے۔'' رشنا نے اپنے تئیں رائے دی۔

''اوکے...... کچھ سوچتا ہوں لیکن یہاں جاب کا بھی مسئلہ ہے۔''

''اس وقت سب سے اہم ردا کی زندگی اور خوشیاں ہیں، پلیز آپ اس کی زندگی کو بہتر بنانے کی کوشش کریں۔'' رشنا نے نہایت گلوگیر آواز میں کہا تو توقیر مزید شرمندگی میں ڈوب گیا۔

☆☆☆

شمیلہ کا موڈ کافی دنوں کے بعد کچھ بہتر ہوا تھا اور وہ ریحانہ کی گود میں سر رکھے لیٹی تھی۔ ریحانہ محبت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اس کے ساتھ باتیں کر رہی تھیں اور باتوں ہی باتوں میں اسے سمجھانے کی کوشش کر رہی تھیں۔

''بیٹا...... میں جانتی ہوں تم فہام سے بہت محبت کرتی تھیں مگر بیٹا اب وہ اس دنیا سے چلا گیا ہے یہ حقیقت تسلیم کرو، جانے والے تو چلے جاتے ہیں مگر پیچھے رہنے والوں کو تو زندہ رہنا پڑتا ہے۔ اپنی خاطر اور دوسروں کی خاطر...... تم بھی۔'' ریحانہ کہتے ہوئے رکیں۔

''آپ رک کیوں گئیں، کیا کہنا چاہتی ہیں؟'' شمیلہ نے بیٹھ کر ماں سے پوچھا۔

''تم جوان ہو اور زندگی کا سفر بہت لمبا ہے۔ تنہا عورت کے لیے تو یہ سفر ہے ہی تکلیف دہ...... مگر عورت جب بیوہ یا مطلقہ ہو تو یہ سفر مزید اذیت ناک بن جاتا ہے۔ لوگ چیل کوؤں کی طرح اس پر جھپٹنے کی کوشش کرتے ہیں اس لیے بیٹا سلمان نے تمہارے بارے میں جو سوچا ہے تم بھی سنجیدگی سے اس کے بارے میں سوچو۔'' ریحانہ نے اسے سمجھاتے ہوئے۔

''ک...... کیا مطلب......؟'' شمیلہ نے گھبرا کر پوچھا۔

''حاتم کے بارے میں......'' ریحانہ نے بہ مشکل کہا۔

''آپ نے پھر حاتم کا نام لیا...... میں نے آپ کو منع بھی کیا تھا...... میں اس کا نام سننا بھی پسند نہیں کرتی اور آپ......'' شمیلہ اب غصے سے بولی۔

اسی لمحے سلمان کمرے میں داخل ہوا تو شمیلہ اسے غصے سے گھورنے لگی۔
''کیا بات ہے، تم مجھے اتنے غصے سے کیوں گھور رہی ہو؟'' سلمان نے حیرت سے پوچھا۔
''اس لیے کہ آپ ہی میری زندگی میں آگ لگانے کی کوشش کررہے ہیں۔''
''شمیلہ...... یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟'' ریحانہ نے گھبرا کر کہا۔
''ان کا بس نہیں چل رہا کہ کس طرح مجھ سے چھٹکارا پائیں۔'' وہ غصے سے چلائی۔
''شمیلہ...... فضول باتیں مت کرو، تم ہمیشہ میرے بارے میں بدگمان رہتی ہو۔ کبھی مجھے بڑا بھائی ہی نہیں سمجھا، کبھی اپنا ہمدرد نہ جانا۔'' سلمان نے شکایتی لہجے میں کہا۔
''کیونکہ آپ اس قابل ہی نہیں۔'' شمیلہ نے قدرے بدتمیزی سے کہا۔
''کیا......؟'' شمیلہ کی بات پر وہ حیرت زدہ رہ گیا۔
''آپ نے آج تک بھائی ہونے کا کون سا حق ادا کیا ہے جو میں آپ کو بھائی سمجھوں۔'' وہ غصے سے اتنا کہہ کر کمرے سے باہر چلی گئی۔
''مما...... کیا میں واقعی اس قابل نہیں کہ شمیلہ؟'' سلمان نے دل برداشتہ ہوکر ماں سے پوچھا۔
''نہیں...... نہیں تم اس کی باتوں کو دل پر نہ لو۔ وہ بہت زیادہ پریشان ہے۔ اسی لیے یہ سب کچھ......'' ریحانہ نے اسے سمجھانا چاہا مگر وہ تیوریوں پر بل لیے وہاں سے چلا گیا۔

☆☆☆

شمیلہ کی بدتمیزیاں بھائی بھاوج سے بڑھتی جارہی تھیں یہاں تک کہ ایک دن نفیسہ نند کی زیادتیوں اور زبان درازی سے تنگ آکر گھر چھوڑنے کا فیصلہ کر بیٹھی۔ شمیلہ دل ہی دل میں خوش تھی کہ بھاوج کا پتا صاف ہوجائے گا جبھی ریحانہ بیگم کو بیٹے کا گھر اجڑنے کا خدشہ لاحق ہوگیا تو انہوں نے فوری فیصلہ کرلیا۔
''تم...... تم کہیں نہیں جاؤ گی، یہ تمہارا گھر ہے اور تم یہیں رہوگی۔ یہاں سے جائے گی تو شمیلہ۔''
اس روز کے بے انتہا جھگڑے کے بعد ریحانہ نے ٹھوس لہجے میں کہا تو نفیسہ ساس کی طرف دیکھتی رہ گئی۔ ریحانہ اپنے کمرے میں آکر کافی دیر سوچنے کے بعد حاتم کا نمبر ملانے لگیں۔
''حاتم بیٹا......! مجھے تم سے ایک ضروری بات کرنی ہے۔'' کافی دیر بعد اس نے فون اٹھایا تو ریحانہ نے جلدی سے کہا، اسی لمحے شمیلہ ان کے کمرے میں داخل ہوئی مگر ماں کو حاتم سے باتیں کرتا سن کر وہیں ٹھٹک کر ماں کی بات سننے لگی۔
''حاتم بیٹا...... میں شمیلہ کی وجہ سے بہت پریشان ہوں۔'' انہوں نے گلوگیر لہجے میں کہا۔
''ہاں، ان کے ساتھ حادثہ بھی تو بہت بڑا ہوا ہے ناں!'' حاتم نے نہایت افسردگی سے جواب دیا۔
''وہ دکھ اپنی جگہ پر ہے لیکن تم لوگوں کو شمیلہ کو یہاں نہیں لانا چاہیے تھا۔'' ریحانہ نے شکایتی لہجے میں کہا تو یہ سن کر شمیلہ کا چہرہ غصے سے سرخ ہونے لگا۔
''کیا مطلب...... میں سمجھا نہیں خالہ؟'' حاتم نے حیرت سے پوچھا۔
''بیٹی غیر شادی شدہ...... ہو تو اس کی میکے میں اور حیثیت ہوتی ہے مگر جب وہ بیوہ ہوکر یا طلاق لے کر آتی ہے تو اس کی حیثیت یکسر بدل جاتی ہے۔ وہ ایسا بوجھ بن جاتی ہے جسے کوئی بھی خوشی سے اٹھانے کو تیار نہیں ہوتا۔'' وہ افسردگی کے عالم میں بولے جارہی تھی۔
''لیکن ہم تو پوری کوشش کررہے ہیں کہ بھابی آپ پر بوجھ نہ بنیں۔ گھر میں حالات سازگار نہیں تھے اس لیے ہم انہیں آپ کے پاس چھوڑ گئے تھے۔''

حاتم نے وضاحت دی۔
''لیکن وہ یہاں اپنے بھائی بھاوج کے لیے مسئلہ بنی ہوئی ہے بیٹا...... فہام تو اب زندہ نہیں، ایسے میں تم ہی میری امید ہو جو شمیلہ کے دکھ کو کم کرسکتے ہو۔'' ریحانہ نے معنی خیز انداز میں کہا تو شمیلہ یکبارگی چونکی۔
''ہاں...... ہاں...... خالہ جان میں بھی آپ کا بیٹا ہوں، آپ فکر نہ کریں۔'' حاتم نے تسلی دی۔
''جیتے رہو...... خدا تمہیں لمبی زندگی دے، شمیلہ کی عدت ختم ہورہی ہے، میں جلد ہی تم سے ملنے آؤں گی۔'' ریحانہ نے کہا اور اسے دعائیں دینے لگیں اور شمیلہ کا پارہ ہائی ہونے لگا اور وہ پاؤں پٹختی ہوئی وہاں سے چلی گئی۔

☆☆☆

رات کافی گہری ہورہی تھی۔ ردا اپنے کمرے میں بیڈ پر سو رہی تھی، وہ چہرے سے بہت کمزور اور مرجھائی ہوئی دکھائی دے رہی تھی۔ آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے کافی گہرے ہورہے تھے۔ وہ ایک دم اٹھی اور اپنے چہرے اور گلے پر ہاتھ پھیرنے لگی اسے سخت پیاس محسوس ہورہی تھی۔ سائڈ ٹیبل پر پانی کی بوتل خالی پڑی تھی۔ نیند اور کمزوری کی وجہ سے اس سے چلا نہیں جارہا تھا۔ وہ چیزوں کو پکڑ کر آہستہ، آہستہ لاؤنج میں آئی۔ عاصم بھی اسی وقت کمرے سے باہر نکلا تھا وہ ردا کو دیکھ کر چونکا۔ ردا نے ڈائننگ ٹیبل کی چیئر پر ہاتھ رکھا تو بری طرح لڑکھڑانے لگی۔ عاصم نے جلدی سے آگے بڑھ کر اسے تھاما تو ردا نے انتہائی حیرت سے اس کی طرف دیکھا اور محبت سے اس کے ہاتھ چومنے لگی۔
''تھینک یو...... ان ہاتھوں نے ہمیشہ مجھے گرنے سے بچایا ہے۔'' ردا نے سسکی بھر کر کہا۔
''تم...... تم کمرے سے باہر کیوں آئی ہو؟'' عاصم نے بوکھلا کر اپنا ہاتھ اس کے ہاتھوں سے نکالتے ہوئے کہا۔
''پانی...... پینے...... پیاس لگ رہی تھی۔'' ردا نے کہا تو عاصم نے اسے کرسی پر بٹھایا اور گلاس میں پانی ڈال کر اسے دیا۔
''تھینک یو......'' ردا نے گلاس پکڑتے ہوئے کہا اور پانی پینے لگی۔
''عاصم بھائی...... کیا آپ کے دل میں واقعی میرے لیے اب محبت نہیں رہی؟'' ردا نے سسکی بھر کر پوچھا۔
''رات کافی ہوچکی ہے تم اپنے کمرے میں جاکر آرام کرو۔'' عاصم نے منہ پھیر کر کہا۔
''کیا...... میں آپ کی نظر میں بھی مجرم ہوں؟ کیا آپ کو اپنی ردا پر ذرا سا بھی بھروسا، اعتبار اور یقین نہیں رہا؟'' ردا نے نم آنکھوں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا تو وہ کوئی جواب دیے بغیر وہاں سے جانے لگا مگر ردا ایک دم اس کے سامنے آکھڑی ہوئی اور اس کے بازوؤں کو پکڑ کر پوچھنے لگی۔
''پلیز ایک بار میری طرف دیکھ کر کہیں کہ آپ مجھے قصوروار سمجھتے ہیں پھر ساری زندگی کچھ نہیں پوچھوں گی۔'' ردا نے روتے ہوئے کہا۔
''میں کیا سارا زمانہ تمہیں قصوروار سمجھتا ہے۔'' عاصم نے نہایت بے رخی سے جواب دیا۔
''میں زمانے کی نہیں...... آپ کی بات کررہی ہوں بھائی۔ زمانہ کبھی مجھ سے اتنی محبت نہیں کرتا تھا جتنی محبت آپ کرتے تھے۔'' وہ روتے ہوئے بولی۔
''تمہارے ساتھ جو کچھ بھی ہورہا ہے اس کی ذمے دار تم خود ہو۔'' وہ درشتی سے بولا۔
''کیا...... میں خود......؟'' ردا نے حیرت سے پوچھا تو وہ اس سے اپنا بازو چھڑا کر واپس کمرے میں چلا گیا اور ردا کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگے۔
''اس کا مطلب ہے آپ مجھے ہی قصوروار سمجھتے ہیں۔'' وہ بڑبڑاتے ہوئے رونے لگی اور روتی ہوئی اپنے کمرے کی طرف چلی گئی۔

☆☆☆

جونہی فجر کی اذانیں بلند ہونے لگیں۔ سائڈ ٹیبل پر پڑے شمیلہ کے موبائل پر الارم بجا، شمیلہ... ہڑبڑا کر اٹھی اور واش روم سے منہ ہاتھ دھو کر باہر نکلی اس نے چادر لپیٹی اور بیڈ کے نیچے سے اپنا پہلے سے تیار شدہ بیگ نکال کر دبے قدموں لاؤنج میں آگئی۔ رات میں حاتم سے ماں کی گفتگو سن کر اس نے ایک فیصلہ کر لیا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی لاؤنج سے باہر نکل گئی۔ باہر ابھی کافی اندھیرا ہو رہا تھا۔ سڑک پر اِکا دُکا لوگ دکھائی دے رہے تھے۔ شمیلہ اپنے چہرے کو چادر سے اچھی طرح لپیٹے بیگ ہاتھ میں پکڑے سڑک پر جا رہی تھی۔ جیسے ہی وہ مین روڈ پر آئی تو سامنے سے پولیس کی گاڑی گشت کرتی ہوئی آ رہی تھی۔ جونہی گاڑی کی ہیڈ لائٹس شمیلہ پر پڑیں تو فرنٹ سیٹ پر بیٹھے پولیس مین نے چونک کر اسے دیکھا اور ڈرائیور کو گاڑی روکنے کو کہا۔

''اس عورت کے پاس گاڑی روکو۔ اس وقت تنہا عورت کیوں گھر سے نکلی ہے، معلوم بھی ہے شہر کے حالات کتنے خراب ہیں۔ ان لوگوں کی بھی کچھ سمجھ نہیں آتی۔'' پولیس مین نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

''کوئی مجرم ہوگی۔'' ڈرائیور نے اس کے قریب گاڑی روکتے ہوئے کہا۔ شمیلہ نے گھبرا کر اپنا چہرہ مزید ڈھانپنے کی کوشش کی۔ پولیس مین گاڑی سے نیچے اترا۔

''بی بی...... کون ہو تم...... اور اس وقت کہاں جا رہی ہو؟'' پولیس مین نے پوچھا۔

''وہ ...... میں ...... میں۔'' شمیلہ گھبرا کر ہکلاتے ہوئے بولی۔

''گھبرا تو تم اس طرح رہی ہو جیسے چوری کر کے بھاگی ہو۔'' پولیس مین نے معنی خیز انداز میں گھور کر اس سے پوچھا۔

''چ...... چ...... چوری۔'' شمیلہ مزید گھبرا کر بولی اور اپنے بیگ کی طرف دیکھا۔

''یہ کس کا ہے؟'' اس نے شمیلہ کا بیگ چھینتے ہوئے پوچھا۔

''م...... م...... میرا۔'' اس نے رک رک کر جواب دیا۔

''اگر یہ بیگ تمہارا ہے تو گھبرا کیوں رہی ہو، چلو پولیس اسٹیشن...... وہیں چل کر تفتیش ہوگی۔'' پولیس مین نے کہا تو وہ گھبرا کر رونے لگی۔

''پلیز ...... مجھے پولیس اسٹیشن لے کر مت جاؤ۔'' شمیلہ نے روتے ہوئے التجا کی۔

''چلو ...... گاڑی میں بیٹھو...... ورنہ......'' پولیس مین نے آنکھیں نکالتے ہوئے کہا تو شمیلہ ڈر کر گاڑی میں بیٹھ گئی اور رونے لگی۔

☆☆☆

ریحانہ وضو کر کے شمیلہ کے کمرے کی طرف آئیں اور دروازے پر دستک دیتے ہوئے بولیں۔

''شمیلہ ...... اٹھو، نماز کا ٹائم ہو رہا ہے۔'' مگر کمرے سے آواز نہ آئی تو وہ دروازہ کھول کر اندر چلی گئیں۔ شمیلہ کمرے میں نہیں تھی۔ انہوں نے واش روم دیکھا وہ بھی خالی تھا۔ وہ گھبرا کر اسے آوازیں دیتی ہوئی لاؤنج میں آ گئیں ۔ لاؤنج کا بیرونی دروازہ کھلا ہوا تھا۔ ان کے کانوں میں شمیلہ کے الفاظ گونجنے لگے۔

''میں یہ گھر چھوڑ کر دارالامان چلی جاؤں گی۔ یہاں نہیں رہوں گی۔'' ریحانہ کے چہرے پر ایک دم پریشانی کے تاثرات نمایاں ہونے لگے اور وہ گھبرا کر سلمان کے کمرے کے دروازے کو زور، زور سے بجانے لگیں۔ سلمان اور اس کی بیوی آنکھیں ملتے ہوئے کمرے سے باہر آ گئے۔

''مما...... کیا ہوا...... آپ اتنی گھبرائی ہوئی کیوں ہیں؟''

''شمیلہ گھر پر نہیں...... وہ...... وہ گھر چھوڑ کر

چلی گئی ہے۔'' انہوں نے روتے ہوئے بتایا۔

''یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں۔ ہو سکتا ہے وہ خالہ جان کی طرف گئی ہو۔'' سلمان نے کہا۔

''نہیں...... وہ دارالامان جانے کو کہہ رہی تھی۔'' ریحانہ نے سسکتے ہوئے کہا۔

''کیا...... دارالامان ......؟'' سلمان حیرت سے چلایا۔

''ہماری عزت خاک میں ملانے میں وہ کوئی کسر نہیں چھوڑے گی۔'' نفیسہ غصے سے بولی۔

''پلیز...... تم تو چپ کرو اور جاؤ اپنے کمرے میں۔'' سلمان اسے غصے سے ڈانٹتے ہوئے بولا تو وہ منہ بنا کر وہاں سے چلی گئی۔

''کیا...... اس نے آپ سے کچھ کہا تھا؟'' سلمان نے ماں سے پوچھا۔

''بس کچھ روز پہلے وہ جانے کو کہہ رہی تھی۔ شاید وہیں چلی گئی ہے۔ وہ گھر کے حالات سے بہت پریشان تھی۔ معلوم نہیں اب وہ کہاں گئی ہے۔ شاید وہیں......'' ریحانہ سخت پریشان تھیں۔

''اُف خدایا...... کیا کروں، اب اسے کہاں تلاش کروں۔ اس لڑکی نے تو......'' سلمان غصے سے جھنجلا کر بولا۔

''بیٹا...... ابھی کسی سے کوئی بات نہ کرنا ورنہ بہت بے عزتی ہوگی۔ تم اسے کسی دارالامان میں تلاش کرو۔'' ریحانہ نے بیٹے کو سمجھایا۔

''مما...... اگر وہ کسی دارالامان میں پائی گئی تو خاندان بھر میں ہم منہ دکھانے کے قابل نہیں رہیں گے۔ کتنی شرمندگی ہوگی۔'' وہ غصے سے بولا اور... بڑبڑاتا ہوا وہاں سے چلا گیا اور ریحانہ گڑگڑا گڑگڑا کر خدا سے دعائیں کرنے لگیں۔

☆☆☆

پولیس مین، انسپکٹر حیدر علی کو رات کے گشت کے بارے میں تفصیلات بتا رہا تھا۔ شمیلہ ایک کونے میں چادر سے اپنا چہرہ اچھی طرح لپیٹ کر بیٹھی تھی۔ اس کی صرف آنکھیں دکھائی دے رہی تھیں۔

''سر...... فجر کے ٹائم یہ عورت پکڑی گئی ہے، شاید کوئی واردات کر کے نکلی تھی یا کرنے جا رہی تھی۔ یہ تفتیش کرنا ابھی باقی ہے۔'' پولیس مین نے شمیلہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تو حیدر علی نے اسے پیش کرنے کو کہا۔ شمیلہ نے سفید سوٹ کے اوپر بڑی سی چادر سرتاپا لپیٹی ہوئی تھی۔ حیدر علی نے مشکوک انداز میں اس کی طرف بغور دیکھا۔

''کون ہو تم...... اور کون سی واردات کرنے جا رہی تھیں؟'' حیدر علی نے پوچھا۔

''ک...... کوئی نہیں۔'' وہ ہکلا کر بولی۔

''پھر اتنی صبح، صبح کہاں جا رہی تھیں؟'' حیدر علی نے پوچھا تو شمیلہ خاموش ہوگئی۔

''بتاؤ...... خاموش کیوں ہو؟'' اس نے کرخت لہجے میں پوچھا۔

''میں...... گھر چھوڑ کر جا رہی تھی۔'' شمیلہ نے نم آنکھوں سے اسے دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

''کہاں......؟'' حیدر علی نے پوچھا۔

''دارالامان۔''

''کیوں......؟''

''میں نہیں بتا سکتی۔'' اتنا کہہ کر وہ خاموش ہوگئی۔

''تمہارے گھر والے؟'' حیدر نے پھر سوال کیا۔

''میرا کوئی نہیں۔''

''کیا تم شادی شدہ ہو؟'' حیدر نے پوچھا۔

''بیوہ ہوں......'' شمیلہ نے نم آنکھوں سے جواب دیا۔

''اوہ...... آئی سی۔ کیا سسرال والے تنگ کر رہے ہیں اور تم سسرال سے بھاگی ہو؟'' حیدر نے مزید کریدتے ہوئے کہا۔

''نہیں......'' اس نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

''ابھی کہاں رہ رہی تھیں؟'' حیدر نے پوچھا۔

''میکے میں۔'' شمیلہ نے جواب دیا تو حیدر خاموش ہوگیا۔

''انہیں دوسرے کمرے میں بٹھاؤ۔'' حیدر نے پولیس مین سے کہا تو وہ اسے دوسرے کمرے میں لے گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ واپس آیا تو حیدر کسی گہری سوچ میں گم تھا۔

''یہ کسی اچھے گھر کی لگ رہی ہے، کیا اس کا کوئی سامان ہے؟'' حیدر نے پولیس مین سے پوچھا۔

''جی ہاں...... یہ بیگ ہے۔'' پولیس مین نے شمیلہ کا بیگ اس کے سامنے رکھتے ہوئے کہا...... حیدر نے وہ بیگ کھولا تو اس میں شمیلہ کے چند جوڑوں کے علاوہ فہام کی تصویر بھی تھی۔ فہام کی تصویر دیکھ کر وہ بری طرح چونکا۔

''اوہ......نو......اس کا مطلب ہے یہ؟'' حیدر نے پولیس مین کو تصویر دیتے ہوئے کہا تو وہ بیگ لے کر چلا گیا۔ حیدر نے جلدی سے حاتم کا نمبر ملایا۔ وہ سو رہا تھا۔

''حاتم ...... میں انسپکٹر حیدر علی بات کر رہا ہوں۔ کیا تم اس وقت پولیس اسٹیشن آسکتے ہو؟''

''کیوں...... خیریت تو ہے؟'' حاتم نے گھبرا کر پوچھا۔

''ہاں...... ہاں خیریت ہے ، بس تم فوراً پہنچو......'' حیدر نے کہہ کر فون بند کردیا تو حاتم کچھ سوچتے ہوئے تیار ہونے چل دیا۔

☆☆☆

''حیدر بھائی...... خیریت تو ہے ناں......آپ نے مجھے یہاں کیوں بلایا ہے؟'' حاتم نے حیدر علی کے سامنے بیٹھ کر پریشانی سے پوچھا۔

''فہام کی ڈ-تھ کا مجھے بہت افسوس ہے۔ وہ اکثر بہت یاد آتا ہے۔'' حیدر علی نے معنی خیز انداز میں فہام کا ذکر کیا۔

''ہاں...... ان کے جانے سے تو ہم سب ڈسٹرب ہوگئے ہیں۔'' حاتم نے تاسف سے کہا۔

''آپ کی مدر اور بھابی کے لیے تو یہ صدمہ برداشت کرنا بہت مشکل ہوگا؟'' حیدر نے جان بوجھ کر ذومعنی انداز میں اس سے پوچھا۔

''ہاں...... بھابی تو اپنے senses میں ہی نہیں۔'' حاتم نے قدرے جھجکتے ہوئے بتایا۔

''آئی سی......ویسے آج کل وہ کہاں ہیں؟'' حیدر نے تفتیشی انداز میں پوچھا۔

''اپنی مما کے پاس......'' حاتم نے ایک گہری سانس لے کر جواب دیا۔

''انہیں وہاں کوئی پرابلم تو نہیں؟'' حیدر نے اسے بغور دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

''نہیں بظاہر تو ایسا نہیں مگر آپ کیوں پوچھ رہے ہیں؟'' حاتم نے نہایت حیرت سے کہا۔

''انہیں لے کر آؤ۔'' حیدر نے سپاہی کو کہا تو حاتم نے چونک کر اسے دیکھا۔

سپاہی، شمیلہ کو لے کر آیا تھا۔

''تشریف رکھیے...... مسز فہام......'' حیدر علی نے قدرے احترام سے کہا تو شمیلہ اور حاتم دونوں بری طرح چونکے۔

''بھابی...... آپ اور یہاں...... ؟'' حاتم حیرت سے بڑبڑایا۔ شمیلہ نے چہرے سے چادر ہٹائی اور بری طرح سسکنے لگی۔

''حیدر بھائی یہ سب کیا ہے؟'' حاتم نے خاصی تشویش سے پوچھا۔

''تم نے خود ہی بتایا ہے کہ یہ بہت اپ سیٹ ہیں، شاید اسی ٹینشن میں صبح یہ گھر سے نکلیں تو پولیس انہیں پکڑ کر یہاں لے آئی۔ ان کے بیگ سے فہام کی تصویر نکلی تو میں نے تمہیں فون کردیا۔'' حیدر علی نے بتایا تو حاتم حیران رہ گیا۔

''بھابی آپ کہاں جارہی تھیں؟'' حاتم نے

شمیلہ کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

''حاتم فی الحال تم انہیں گھر لے جاؤ...... یہ کافی گھبرائی ہوئی ہیں۔'' حیدر نے شمیلہ کے پریشان چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''تھینک یو...... حیدر بھائی!'' حاتم نے اٹھ کر حیدر سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔

''چلیے بھابی......'' حاتم نے شمیلہ سے کہا تو وہ اپنی نم آنکھوں کو صاف کرتے ہوئے بغیر کچھ بولے اس کے ہمراہ باہر چلی گئی۔

☆☆☆

شمیلہ، حاتم کے ہمراہ گاڑی میں فرنٹ سیٹ پر بیٹھی خاموشی سے ونڈو سے باہر دیکھ رہی تھی۔ حاتم کن انکھیوں سے بار بار اسے دیکھ رہا تھا۔ دونوں کافی دیر خاموش رہے۔

''بھابی ! آپ تو عدت میں تھیں پھر گھر سے باہر کیوں نکلیں؟'' بالآخر حاتم نے پوچھا۔

''دارالامان جانے کے لیے۔'' شمیلہ نے منہ پھیرے پھیرے جواب دیا۔

''کیا...... دارالامان...... کیوں؟'' حاتم نے حیرت سے پوچھا۔

''جس بے آسرا عورت کے قدموں تلے نہ زمین اپنی ہو اور نہ سر پر چھت تو اسے دارالامان ہی پناہ دیتا ہے۔'' شمیلہ نے سسکی بھر کر جواب دیا۔

''یہ آپ کیسی باتیں کررہی ں، آپ فہام بھائی کی نشانی ہیں، ہمارا سب کچھ آپ کا بھی ہے۔ ہمارے فہام بھائی......'' حاتم نے کچھ کہنا چاہا۔

''مجھے فہام کے پاس لے چلو۔ اس کی قبر پر۔'' شمیلہ نے روتے ہوئے کہا۔

''اوکے......'' حاتم نے گہری سانس لے کر اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور گاڑی کا رخ قبرستان کی طرف موڑ دیا۔ فہام کی قبر کو دیکھتے ہی شمیلہ دہاڑیں مارتی ہوئی اس کے ساتھ لپٹ گئی۔

''فہام......آپ یہاں آکر آرام سے سو رہے ہیں اور میں آپ کے بغیر کتنی تنہا اور بے سہارا ہوگئی ہوں، در بدر کی ٹھوکریں کھا رہی ہوں، کوئی بھی مجھے اپنے پاس رکھنے کو تیار نہیں۔ میں سب پر بوجھ بن گئی ہوں۔ فہام اٹھیے...... چلیے...... یہاں سے...... میں آپ کو لینے آئی ہوں۔'' شمیلہ نے قدرے جذباتی ہو کر قبر کی مٹی ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا تو حاتم گھبرا گیا۔

''شمیلہ بھابی یہ...... یہ آپ کیا کررہی ہیں۔ چلیں، اٹھیں یہاں سے۔'' حاتم نے اس کا بازو پکڑتے ہوئے کہا۔

''نہیں، نہیں...... میں نہیں جاؤں گی۔'' شمیلہ چلاتے ہوئے بولی۔

''پلیز...... بھابی خدا کے لیے، چلیے یہاں سے ابھی یہاں ایک تماشا کھڑا ہوجائے گا۔'' حاتم اسے زبردستی گھسیٹتے ہوئے بولا۔

☆☆☆

''سلمان...... شمیلہ کی تلاش میں اِدھر اُدھر بھٹک کر تھکا ہارا گھر لوٹا تو ریحانہ بے تابی سے اس کا انتظار کررہی تھیں۔

''بیٹا......اس کا کچھ پتا چلا......؟'' ریحانہ نے گھبرا کر پوچھا۔

''نہیں ...... تمام ایدھی سینٹرز اور دارالامان میں بھی گیا ہوں مگر کچھ پتا نہیں چلا۔'' وہ انتہائی تھکے ہوئے انداز میں صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولا۔

''بیٹا...... اگر وہ نہ ملی تو......؟'' انہوں نے بے حد پریشان ہوکر پوچھا۔

''پھر پولس میں رپورٹ لکھوانی پڑے گی۔'' سلمان بیزاری سے کہنے لگا۔

''نہیں، نہیں بیٹا...... پولیس میں رپورٹ لکھوانے سے بڑی بدنامی ہوگی۔'' ریحانہ نے گھبرا کر کہا تو اسی لمحے نفیسہ بھی وہاں آگئی۔

''ویسے تو وہ بڑے نیک نامی کے جھنڈے گاڑ

رہی ہے ناں۔'' وہ ناک چڑھا کر بولی۔

''نفیسہ......تم خاموش رہو......'' سلمان غصے سے بولا تو وہ اسے گھور کر رہ گئی۔

☆☆☆

حاتم ،شمیلہ کو چھوڑنے خالہ کے گھر آیا تو وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

''نہیں...... میں اب یہاں نہیں رہوں گی ، مجھے یہاں ڈراپ مت کرو، نفیسہ بھابی نے میری زندگی عذاب میں ڈال رکھی ہے۔''

''ابھی آپ کا یہیں رہنا بہتر ہے، چند دنوں کی بات ہے پھر میں آپ کے لیے وہی کروں گا جو آپ چاہیں گی اگر الگ گھر میں رہنا چاہیں گی تو وہ بھی آپ کو لے کر دوں گا۔'' حاتم نے سمجھاتے ہوئے کہا۔

''کیوں......؟'' وہ سوالیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھنے لگی۔

''کیونکہ آپ ہمارے فہام بھائی کی محبت اور ان کی نشانی ہیں۔آپ کا خیال رکھنا ہمارا فرض ہے۔ آپ کوئی بے سہارا اور لاوارث نہیں۔آپ کو کوئی بھی پرابلم ہو تو پلیز مجھے فوراً کال کریں، چلیے اب میں آپ کو اندر چھوڑ کر آتا ہوں۔'' حاتم نے گاڑی گیٹ کے سامنے روکتے ہوئے کہا تو شمیلہ نے نم آنکھوں سے اسے دیکھا اور پچھلی سیٹ سے بیگ نکالنے لگی۔

''اسے یہیں رہنے دیں اور کسی کو بتانے کی ضرورت نہیں کہ آپ کہاں سے آرہی ہیں۔آئی مین...... پولیس اسٹیشن کے بارے میں کچھ بتانے کی ضرورت نہیں ورنہ نفیسہ بھابی کو پھر باتیں بنانے کا موقع مل جائے گا۔پلیز اس مشکل وقت کو ہمت سے گزاریں۔میں جلد آپ کو یہاں سے نکالنے کی کوشش کروں گا۔'' حاتم نے نرمی سے سمجھاتے ہوئے کہا اور اس کے ہمراہ اندر چلا گیا۔وہ جونہی لاؤنج میں داخل ہوئے تو تینوں نے حیرت سے انہیں دیکھا۔

''شمیلہ ......شمیلہ تم کہاں چلی گئی تھیں۔حاتم بیٹا......تم اسے کہاں سے لائے ہو؟'' ریحانہ نے بے صبری سے پوچھا۔

''خالہ جان...... میں انہیں فہام بھائی کی قبر پر لے گیا تھا۔انہوں نے صبح، صبح مجھے فون کیا تو میں انہیں وہاں لے کر چل گیا۔'' حاتم نے جلدی سے بات بنائی۔

''اتنے اندھیرے میں قبرستان جانے کی کیا ضرورت پیش آگئی کہ گھر میں کسی کو بتانا تک مناسب نہیں سمجھا۔'' نفیسہ نے قدرے طنزیہ لہجے میں کہا تو سب چونک گئے۔

''آئی ایم سوری...... میں نے سمجھا بھابی نے بتایا ہوگا اس لیے۔''

''یہ تو عدت میں ہے پھر؟'' نفیسہ قدرے طنزیہ انداز میں بولی۔

''نفیسہ بھابی آپ کہنا کیا چاہتی ہیں؟'' حاتم نے حیرت سے پوچھا۔

''نہ ہم بچے ہیں نہ ہی تم لوگ...... جو ہماری آنکھوں میں دھول جھونکنے کی کوشش کر رہے ہو۔تم جوان بیوہ بھابی کے ساتھ صبح کے گئے اب آرہے ہو......کیا ہے یہ سب؟'' وہ قدرے غصے سے بولی تو سلمان کو غصہ آگیا۔

''نفیسہ......دفع ہو جاؤ یہاں سے۔'' وہ غصے سے چلایا تو نفیسہ پاؤں پٹختی ہوئی وہاں سے چلی گئی۔حاتم بھی خاموشی سے وہاں سے چلا گیا اور شمیلہ روتی ہوئی اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

☆☆☆

ردا نے کئی روز سے کھانا پینا بالکل چھوڑ رکھا تھا۔بس ہر وقت بیڈ پر لیٹی اپنے بدلتے ہوئے حالات اور اپنے ہی لوگوں کے بدلتے ہوئے رویوں کے بارے میں سوچتی رہتی اور آنسو بہاتی رہتی۔اس سے اپنوں کی یہ بے رخی بالکل برداشت نہیں ہو رہی تھی۔

فہام کی جدائی، روحیل کی بے وفائی، حاتم اور عاصم کی بے اعتنائی ،شمیلہ کی بے اعتباری نے اسے اندر ہی اندر اتنا کھوکھلا کر دیا تھا کہ وہ بس زندہ لاش دکھائی دیتی تھی۔ بہت منت سماجت سے ماں خود سے زبردستی چند لقمے کھلاتیں تو کھا لیتی ورنہ کھانے کو منہ نہ لگاتی...... اب بھی خدیجہ بیگم اس کے پاس بیٹھی زبردستی دودھ کا مگ اس کی طرف بڑھا کر اسے پینے کو کہہ رہی تھیں مگر اس کا ذہن کہیں اور الجھا ہوا تھا۔

''بیٹا......اٹھو......تھوڑا سا دودھ ہی پی لو...... دیکھو تو اپنی کیا حالت بنا رکھی ہے تم نے۔اٹھو میری جان۔'' انہوں نے زبردستی مگ اس کے ہونٹوں کے ساتھ لگاتے ہوئے کہا۔

''مما......انسان کی زندگی کے لیے سب سے اہم کیا ہوتا ہے؟'' ردا نے مگ پکڑ کر انہیں بغور دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''انسان کا اپنا وجود......اگر وہ زندہ ہے تو سب کچھ ہے ورنہ کچھ بھی نہیں۔'' انہوں نے اسے اپنے ساتھ لگاتے ہوئے پیار سے کہا۔

''اور وجود کے لیے سب سے ضروری کیا ہوتا ہے؟''

''یہ تم کیسی باتیں کر رہی ہو؟'' خدیجہ بیگم نے حیرت سے پوچھا۔

''مما...... بتائیں ناں...... وجود کے لیے سب سے اہم کیا ہوتا ہے؟'' ردا نے اصرار کیا۔

''اس کی بقا......اور بقا کے لیے سب کچھ...... پھر اس کا خدا پر ایمان...... اپنی عزت و آبرو اور دوسروں کا اس پر اعتبار......'' خدیجہ بتانے لگیں۔

''اور جو انسان میری طرح بے اعتبار ہو جائے اور اس کی کوئی عزت نہ رہے تو وہ کیا کرے؟'' ردا نے ان کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

''مت ایسی باتیں کیا کرو......اسے بس اپنی آزمائش سمجھو اور آزمائش میں انسان کا ایمان خدا پر اور زیادہ مضبوط ہوتا جاتا ہے۔'' خدیجہ بیگم نے اس کا ہاتھ پکڑ کر نرمی سے سمجھاتے ہوئے کہا۔

''میں بہت کمزور انسان ہوں، جس کا ایمان بھی کمزور ہو رہا ہے اور وجود بھی۔'' ردا نے سسکی بھر کر ماں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو اسی لمحے زرینہ دروازہ کھول کر قدرے پُرجوش انداز میں اندر داخل ہوئی۔

''بیگم صاحبہ......ردا بی بی کی ساس آئی ہیں۔'' اس نے خوش ہو کر بتایا۔

''کیا...... ماں جی......'' ایک دم ردا نے چونک کر پوچھا۔خدیجہ بھی حیران ہونے لگیں اور ماں جی اسٹک کے سہارے آہستہ آہستہ چلتی ہوئی فضیلت کے ہمراہ اس کے کمرے میں داخل ہوئیں۔ ردا جلدی سے بیڈ سے اتری اور ماں جی کے گلے لگ کر رونے لگی۔

''میری بچی...... ردا میری جان...... یہ تم نے اپنی کیا حالت بنا رکھی ہے، میری گڑیا سی ردا کہاں گم ہو گئی ہے؟'' ماں جی نے والہانہ انداز میں اسے چوما اور اسے سرتاپا دیکھتے ہوئے بولیں۔

''وہ ردا تو مر چکی ہے۔'' وہ سسکی بھرتے ہوئے بولی۔

''اللہ نہ کرے، جب تک میں زندہ ہوں، میری ردا کو کچھ نہیں ہو سکتا۔آج میں اپنی ردا کو خود لینے آئی ہوں۔'' ماں جی نے محبت سے اس کی پیشانی پر بوسا دیا۔جبھی حاتم قدرے بلند آواز میں مما، مما پکارتا ہوا ردا کے کمرے کے سامنے سے گزرنے لگا مگر کھلے دروازے کے سامنے رک گیا۔

''حاتم......اندر آؤ......ہم سب یہاں ہیں۔'' خدیجہ بیگم نے جان بوجھ کر اسے اندر بلایا۔

''اوہ......آپ......؟ آپ یہاں کیوں آئی ہیں؟'' حاتم نے اندر داخل ہو کر ماں جی کی طرف دیکھ کر خفگی سے پوچھا۔

''میں اپنی ردا کو لینے آئی ہوں۔'' ماں جی نے جلدی سے کہا۔

''روحیل نے خاندان بھر میں ہماری جتنی عزت کی ہے، کیا اس کے باوجود بھی آپ یہ امید کرتی ہیں کہ ہم ردا کو آپ کے ساتھ بھیج دیں گے؟'' حاتم غصے سے بولا۔

''بیٹا...... روحیل اپنے کیے پر بہت شرمندہ ہے۔'' ماں جی نے نرمی سے جواب دیا۔

''اگر وہ شرمندہ ہے تو خود کیوں نہیں آیا؟'' حاتم نے اسی خفگی سے بولا۔

''وہ...... وہ تو آنا چاہ رہا تھا۔'' ماں جی نے بوکھلا کر کہا۔

''خاندان بھر کے سامنے ردا کی جتنی بدنامی اور بے عزتی ہوئی ہے اس کا یہی تقاضا ہے کہ روحیل سب کے سامنے ردا سے اور ہم سے معافی مانگے ...... پھر ہم ردا کو بھیجنے کے بارے میں فیصلہ کریں گے۔'' حاتم نے ماں جی کی بات کاٹ کر ٹھوس لہجے میں کہا تو ماں جی نے گھبرا کر فضیلت کی طرف دیکھا۔

''لیکن...... بیٹا......'' ماں جی نے کچھ کہنا چاہا۔

''یہی میرا آخری فیصلہ ہے اور اب فہام بھائی کی جگہ مجھے ہی سب کچھ کرنا ہے۔ سمجھیں یہی ہماری شرط ہے۔'' حاتم نے ان کی بات کاٹ کر قطعیت سے کہا تو خدیجہ بیگم نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ حاتم غصے سے باہر چلا گیا۔

''میں بھی بہت مجبور ہو چکی ہوں، بیٹوں کی مرضی کے خلاف کچھ نہیں کر سکتی۔ بس آپ روحیل کو منانے کی کوشش کریں۔'' خدیجہ بیگم نے ماں جی کی طرف دیکھ کر بے بسی سے کہا۔

''چلو...... فضیلت۔'' ماں جی نے مایوسی سے فضیلت کی طرف دیکھ کر کہا اور دونوں کمرے سے باہر چلی گئیں۔ ردا ماں کے گلے لگ کر سسکیاں بھرنے لگی۔

''شاید...... تمہاری اور آزمائش ابھی باقی ہے۔ حوصلہ کرو، میری بچی!'' انہوں نے اسے ساتھ لگا کر روتے ہوئے کہا۔ زرینہ بھی اپنی نم آنکھوں کو صاف کرتے ہوئے کمرے سے باہر نکل آئی۔

☆☆☆

''آپ لوگ کہاں سے آرہے ہیں؟'' ماں جی گھر پہنچیں تو روحیل نے ان سے پوچھا۔

''ہم لوگ ردا کے گھر گئے تھے اسے لینے۔'' ماں جی نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔

''یہ جانتے ہوئے بھی کہ میں......'' روحیل غصے سے بولا۔

''چھوڑ دو اپنی ضد اور جھوٹی انا......'' ماں جی اس کی بات کاٹتے ہوئے غصے سے بولیں۔

''وہ مجھے بار بار دھوکا دینے کی کوشش کر رہی ہے اور میں اتنا بے غیرت نہیں کہ اس پر بار بار ٹرسٹ کروں۔'' روحیل بدلحاظی سے بولا۔

''وہ بہت بیمار ہے بیٹا...... وہ جھوٹ نہیں بول رہی خدا کے لیے اپنی ضد چھوڑ دو اور اسے منا کر لے آؤ۔'' ماں جی نے محبت سے سمجھاتے ہوئے کہا۔

''میں اور اسے لینے جاؤں...... امپاسبل......'' روحیل غصے سے کہہ کر وہاں سے چلا گیا۔ فضیلت اور ماں جی پریشان ہو کر اسے دیکھنے لگیں۔

☆☆☆

آج پھر شمیلہ کا نفیسہ بھابی سے زبردست جھگڑا ہوا تھا، نوبت ہاتھا پائی تک آن پہنچی اور یہ سارا منظر سلمان نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ اس نے شمیلہ کو ایک تھپڑ رسید کر کے بیوی کو اس کے چنگل سے نکالا تھا۔ ریحانہ بھی سب کچھ دیکھ چکی تھیں دونوں نے شمیلہ کو زبردستی کھینچ تان کر اس کے کمرے میں پہنچایا اور باہر سے دروازہ لاک کر دیا۔ وہ اندر چیخ، چیخ کر دروازہ پیٹتی رہی۔ اِدھر ریحانہ بیگم نے جلدی سے فون کر کے حاتم کو بلا لیا۔ وہ جیسے تیسے دفتر کا کام سمیٹ کر خالہ کے ہاں پہنچا تھا۔

''کیا بات ہے، آپ کیوں رو رہی ہیں؟'' حاتم نے ان کے پاس بیٹھ کر پوچھا۔

''بیٹا...... میں شمیلہ کی وجہ سے بہت پریشان ہوں، نفیسہ اور شمیلہ کا بہت جھگڑا ہوا ہے۔ دونوں ایک دوسرے کو برداشت نہیں کر رہیں۔'' انہوں نے روتے ہوئے کہا۔

''خالہ جان...... اس کا یہی حل ہے کہ آپ کوئی رشتہ دیکھ کر شمیلہ بھابی کی فوراً شادی کر دیں۔'' حاتم نے اپنی طرف سے مناسب رائے دی۔

''بیٹا...... میں نے اسی لیے بلایا ہے کہ...... تم...... تم...... شمیلہ سے شادی کر لو۔'' ریحانہ نے رک رک کر حاتم کے سر پر بم پھوڑا تھا۔

''کیا......؟'' حاتم ایک دم حیرت سے چِلّاتے ہوئے کھڑا ہو گیا۔

''حاتم بیٹا...... اس وقت تم ہی شمیلہ کو اس آزمائش سے نکال سکتے ہو۔ میں بہت بے بس اور مجبور ہو کر تمہارے آگے التجا کرتی ہوں۔'' ریحانہ نے دونوں ہاتھ جوڑ کر روتے ہوئے اس سے کہا۔

''خالہ جان یہ آپ کیا کر رہی ہیں؟'' حاتم نے گھبرا کر ان کے ہاتھ پکڑ لیے۔

''مجھ مجبور پر رحم کرو، میں تم سے بھیک مانگتی ہوں۔'' ریحانہ نے اس کے پاؤں کو ہاتھ لگاتے ہوئے کہا تو وہ گھبرا کر ایک دم پیچھے ہٹ گیا۔

''مجھے کچھ سمجھ میں نہیں آرہا، میں کیا کروں؟'' حاتم نے خالہ کو کندھوں سے تھامتے ہوئے کہا۔

''بیٹا...... ان حالات میں تم ہی ہماری امید اور آسرا ہو۔ شمیلہ فہام کی بیوہ ہے اس کے دکھ کو جتنا تم سمجھ سکتے ہو کوئی اور نہیں۔'' انہوں نے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔ ''اور دیکھو اس میں برائی بھی کوئی نہیں، تمہارے بھائی کی عزت گھر میں ہی رہے گی۔''

''وہ تو سب ٹھیک ہے لیکن مجھے کچھ سوچنے کا موقع دیں۔'' حاتم نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔

''بیٹا...... سوچنے کا وقت ہی تو نہیں...... نفیسہ نے شمیلہ کو تمہارے ساتھ منسوب کر کے اس پر الزامات لگانے شروع کر دیے ہیں۔ ابھی شمیلہ کا اس سے جھگڑا ہوا ہے۔ بیٹا...... جب ایسی باتیں باہر نکلنے لگیں تو بیٹیوں کی عزت کو سنبھالنا مشکل ہو جاتا ہے۔ مجھ بے بس ماں پر رحم کرو۔'' ریحانہ نے قدرے جذباتی انداز میں اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے خالہ جان، میں جلد ہی مما کو آپ کے پاس بھیجوں گا۔'' حاتم نے کچھ سوچتے ہوئے فیصلہ کُن انداز میں کہا تو ریحانہ ایک دم خوش ہو گئیں۔

''بیٹا اللہ تمہیں خوش رکھے۔ تم نے مجھ پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔'' انہوں نے اس کے سر پر پیار دیتے ہوئے کہا۔

شمیلہ اپنے کمرے میں کھڑکی کے پاس کھڑی اپنی قسمت پر رو رہی تھی جبھی حاتم کو رخصت کر کے ریحانہ بیگم اس کے کمرے میں آگئیں اور شمیلہ کے قریب آ کر قدرے پُرسکون لہجے میں بولیں۔

تب ہم نے یہ جانا ہمدم

جب لہجے تبدیل ہوئے
اور جذبوں میں وہ گرمی نہ رہی
آنکھوں میں اتر آئی سرد مہری
ماتھے پر شکنیں ابھرنے لگیں
تب ہم نے یہ جانا ہمدم
کہ قربتیں فاصلے بن گئیں
اور سرد جنگ سی ٹھن گئی
اب نہ لہجے میں وہ نرمی ہے
نہ جذبوں میں وہ گرمی ہے
تب ہم نے یہ جانا ہمدم
کیوں اپنے انمول جذبے
خلوص و وفا کے قیمتی گوہر
تم پر آخر لٹائے کیوں
تمہارے اصل کو جان نہ پائے کیوں؟

شاعرہ: شمائلہ سہیل جاوید، کراچی

”حاتم آیا تھا۔“ شمیلہ نے سن کر کوئی جواب نہ دیا۔

”وہ تم سے شادی کے لیے مان گیا ہے۔“ ریحانہ بیگم نے اتنا کہا تو شمیلہ چونک پڑی۔

”تمہاری مجبوری اور میری بے بسی کو جان کر وہ مانا ہے۔“ ریحانہ کا یہ کہنا تھا کہ شمیلہ نے مڑ کر ان کی طرف دیکھا۔

”کیا مطلب......! کیا وہ ہم پر ترس کھا کر مانا ہے؟“

”ترس سمجھو یا کچھ اور...... حاتم کا یہ ہم پر احسان ہوگا۔“ ریحانہ بیگم نے زور سے کہا۔

”کیا میں آپ پر اتنا بھاری بوجھ بن گئی تھی؟“ شمیلہ سسک اٹھی۔

”جو مرضی سمجھو، تمہارے پاس اب انکار کرنے کا کوئی جواز ہے اور نہ ہی اختیار۔“ وہ ٹھوس لہجے میں کہہ کر کمرے سے باہر جانے لگیں۔

”آپ مجھے یوں مجبور کر کے زبردستی اپنی مرضی مجھ پر ٹھونس نہیں سکتیں۔“ شمیلہ غصے سے چلائی۔

”میری مرضی...... کیا مجھ بے بس ماں کی کوئی مرضی ہے؟ میں جو بھی کر رہی ہوں، تمہاری بہتری کے لیے کر رہی ہوں۔ میں تمہاری دشمن نہیں۔“ اتنا کہہ کر وہ باہر چلی گئیں اور شمیلہ عجیب کیفیت میں مبتلا ہو کر اپنے ہاتھ مسلنے لگی۔

☆☆☆

آزر کمپیوٹر پر کام کرنے میں مصروف تھا مگر بار بار اسے پرابلمز آرہی تھیں۔ وہ بری طرح جھنجلا رہا تھا۔ خفگی اور جھنجلاہٹ کے تاثرات اس کے چہرے پر نمایاں ہو رہے تھے۔ وہ کام چھوڑ کر کہنیاں ٹیبل پر ٹکا کر اور ہاتھوں میں سر کو تھام کر بیٹھ گیا۔ منیجر نے اسے تیسری بار فائل واپس کی تھی کیونکہ اس میں بہت زیادہ غلطیاں تھیں۔

”آزر صاحب...... کام کرتے ہوئے اپنے ذہن کو حاضر رکھیں۔“ منیجر نے خفگی سے کہا اور منیجر کا کہا ہوا جملہ بار بار اس کے ذہن میں گونج رہا تھا۔ وہ اب اسے کیا بتاتا کہ وہ جب بھی کمپیوٹر پر کام کرنے کے لیے بیٹھتا ہے تو اسے یمنیٰ کی بھیجی ہوئی میسیلز یاد آنے لگتی ہیں۔ اس کی کہی ہوئی باتیں اس کا تمسخر اڑاتی ہیں...... اور اس کے لکھے ہوئے جملے اس کے اندر اضطراب پیدا کرنے لگتے ہیں۔ وہ بہت زیادہ پریشان ہو رہا تھا۔ جبھی کومل دروازہ کھول کر اس کے آفس میں داخل ہوئی۔

”ہیلو...... کیسے ہو تم؟“ کومل نے مسکرا کر پوچھا۔

آزر نے اس کی طرف بغور دیکھا اور خاموش رہا۔

”میں تمہیں ایک سرپرائز دینا چاہتی ہوں، کل میں یمنیٰ سے ملنے اس کے گاؤں گئی تھی اور......“ اس نے معنی خیز انداز میں جملہ ادھورا چھوڑا۔

”ک...... ک...... کیا؟“ وہ ایک دم ہڑبڑا کر اپنی سیٹ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اسے اپنی سماعت پر یقین نہیں آرہا تھا۔ وہ حیرت سے کومل کی طرف دیکھنے لگا۔

”اس میں اتنی حیرانی کی کیا بات ہے؟“ کومل نے چونک کر پوچھا۔

”نہیں...... میں تو اس بات پر حیران ہو رہا ہوں کہ تم اچانک وہاں کیسے چلی گئیں۔“ آزر نے بے ربطی سے بوکھلا کر کہا۔

”تم دونوں کی صلح کرانے۔“ کومل نے مسکرا کر کہا۔

”صلح...... کیسی صلح......؟“ اس نے ایک دم گھبرا کر پوچھا۔

”مجھے یوں لگتا ہے جیسے تم دونوں میں کسی بات پر شدید ناراضی چل رہی ہے۔“ کومل نے اس کے چہرے کی طرف بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

”ناراضی...... ک...... ک...... کیسی ناراضی؟“ آزر بری طرح گھبرا گیا تھا۔

”بھئی تم دونوں ایک دوسرے سے شدید محبت کرتے تھے...... اور یمنیٰ تو تمہارا ذکر سن کر ہی مسکراتی رہتی تھی۔ تم سے وہ جتنی شدید محبت کرتی تھی اس کا

عکس اس کے چہرے اور آنکھوں میں صاف دکھائی دیتا تھا...... اور اگر اتنی محبت کرنے والا کوئی شخص ایک دم دوسرے سے بے خبر ہو جائے تو یقیناً دونوں کے درمیان کوئی نہ کوئی ناراضی تو ہوگی ناں...... بس میں یہی جاننا چاہتی تھی۔“ کومل نے اس کی جانب بغور دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”ایسی کوئی بات نہیں۔“ اس نے آہستہ آواز میں جواب دیا۔

”یمنیٰ بھی اسی طرح تمہارے ذکر پر خاموش ہوئی تھی۔ اس نے بھی مجھے کچھ نہیں بتایا۔ اس کا مطلب ہے کہ بات واقعی سیریس ہے۔“ کومل نے مشکوک لہجے میں کہا۔

”تم کیوں اتنی کیوریس ہو رہی ہو، اس کی کیا وجہ ہے؟ بہتر یہی ہے کہ تم ہمارے معاملے میں انوالو نہ ہو......“ آزر نے قدرے خفگی سے کہا تو کومل نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

”مجھے نہیں معلوم تھا کہ تم یوں ری ایکٹ کرو گے۔ میں نے تو پورے خلوص سے تم دونوں کے درمیان صلح کرانے کا سوچا تھا۔“ کومل نے صاف گوئی سے کہا۔

”کیا میں نے تمہیں ایسا کرنے کو کہا تھا؟ تم کون ہوتی ہو، ہمارے معاملے میں بولنے والی۔“ آزر نے انتہائی درشت لہجے میں کہا تو کومل اسے ہکا بکا دیکھتی رہ گئی۔ اسے امید نہیں تھی کہ آزر یوں ہائپر ہو جائے گا۔

”میں نے تو صرف فرینڈشپ میں تم دونوں کو ایک دوسرے سے ملانے کی کوشش کی ہے، اس لیے کہ تم دونوں ایک دوسرے سے بہت محبت کرتے تھے۔“ کومل نے کہا۔

”محبت...... محبت؟ میں اس سے کبھی محبت نہیں کر سکتا تھا، میں صرف اس سے نفرت کرتا تھا اور کرتا رہوں گا اور میں نے محبت کا وہ کھیل اس سے انتقام لینے کے لیے کھیلا تھا۔“ وہ ایک دم غصے سے چلاتے ہوئے بولا۔

”یو...... چیٹر!“ کومل نے زور سے اس کے چہرے پر تھپڑ لگایا تو آزر ایک دم بوکھلا کر اسے دیکھنے لگا۔

”آئی تھنک...... تم یہ تھپڑ...... ڈیزرو کرتے ہو...... کیونکہ تم نے یمنیٰ جیسی مخلص لڑکی کو محبت کے نام پر دھوکا دیا، اب مجھے تمہارے اضطراب کی سمجھ آئی ہے، کسی معصوم کے احساسات کو ایکسپلائٹ کرنے اور انہیں ہرٹ کرنے پر انسان کے اندر ایسا ہی اضطراب پیدا ہوتا ہے...... میں تمہارے حالات کی وجہ سے تم سے ہمدردی ظاہر کر رہی تھی مگر تم اس قابل ہی نہیں...... تمہارے ساتھ جو کچھ ہو رہا ہے بالکل ٹھیک ہو رہا ہے...... اور ابھی تو تمہارے ساتھ بہت کچھ ہوگا...... کیونکہ میں نے یمنیٰ کو جتنا خدا کے قریب دیکھا ہے اگر اس کی ایک بددعا بھی تمہیں لگ گئی تو تم زندہ درگور ہو جاؤ گے۔“ کومل نے نہایت طیش کے عالم میں اس سے کہا اور اس کے آفس سے باہر نکل گئی۔

آزر اس کے جانے کے بعد اپنی میز پر زور زور سے مکے مارنے لگا، بال نوچنے لگا۔ وہ عجیب وحشت زدہ لگ رہا تھا۔ اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں، جب منیجر انتہائی غصے میں اس کے آفس میں آیا۔

”مسٹر آزر...... آپ کی فائل ابھی تک میرے پاس نہیں پہنچی۔“

”سوری...... میں یہ جاب نہیں کر سکتا، میں اسی وقت جاب چھوڑ کر جا رہا ہوں۔“ یہ کہہ کر وہ آفس سے باہر چلا گیا۔ منیجر حیرت سے اسے دیکھتا رہ گیا۔ اس نے فوراً رانا صاحب کو فون کیا، وہ بھی اس کی بات سن کر چونک گئے۔ انہوں نے کومل کو کال کی اور اسے ساری بات بتائی۔

”ٹھیک ہے اگر وہ جاب چھوڑ کر چلا گیا ہے تو ہم اسے روک نہیں سکتے۔ let him go“

کومل نے سرد لہجے میں کہا۔

''کیا تم دونوں میں کوئی جھگڑا ہوا ہے؟ ورنہ تم تو اسے بہت زیادہ سپورٹ کرتی رہی تھیں؟'' رانا صاحب نے حیرت سے پوچھا۔

''ہاں کرتی تھی...... مگر اب نہیں۔'' کومل نے پُرسکون لہجے میں کہا۔

آزر...... کومل کی باتیں سن کر بہت زیادہ اپ سیٹ ہوگیا تھا۔ اس کے اندر یمنیٰ سے ملنے کی شدید خواہش پیدا ہورہی تھی۔ یمنیٰ اسے ملے گی یا نہیں اور ملنے کے بعد انجام کیا ہوگا......؟ وہ ان میں سے کسی ایک بات کے بارے میں بھی نہیں سوچ رہا تھا اگر سوچ رہا تھا تو صرف یمنیٰ سے ملنے کے بارے میں...... اپنی سوچوں میں گم وہ جواد کے شوروم چلا گیا مگر جواد شہر سے باہر گیا ہوا تھا۔ اس نے اسے فون ملایا تو جواد حیرت میں رہ گیا۔

''آزر خیریت تو ہے؟''

''مجھے یمنیٰ کا ایڈرس چاہیے...... ابھی اور اسی وقت۔''

''ٹھیک ہے...... میں تمہیں ابھی sms کرتا ہوں۔'' جواد نے کہا اور آزر نے فون بند کردیا۔

تھوڑی دیر بعد اسے یمنیٰ کا ایڈریس اور فون نمبر مل گیا تھا اور وہ اسی وقت اس سے ملنے روانہ ہوگیا۔

☆☆☆

یمنیٰ صبح سے کافی زیادہ مصروف تھی۔ شہر سے این جی اوز کی ممبرز اس سے ملنے آئی تھیں۔ اس کے مدرسے کی شہرت گاؤں سے نکل کر شہر تک پہنچ چکی تھی کہ ایک دینی مدرسے کو انتہائی ماڈرن اور سائنٹیفک بنیادوں پر قائم کیا جارہا ہے۔ اس میں کمپیوٹر اور انٹرنیٹ کی سہولتوں کے ساتھ ساتھ انتہائی لائق اساتذہ کو تعینات کیا جارہا تھا۔ اماں جی نے اپنے منیجر کے ہمراہ ان تمام ممبران کو مدرسے کا وزٹ کروایا۔ لنچ کے بعد وہ لوگ چلی گئیں تو اماں جی آرام کرنے اپنے کمرے میں چلی گئیں۔ یمنیٰ بھی اپنے کمرے میں جاکر ایک ریسرچ رپورٹ تیار کرنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد بلقیس نے اسے کسی کے آنے کی اطلاع دی۔

''کیا نام بتایا ہے؟'' یمنیٰ نے پوچھا۔

''نام نہیں بتایا...... بس کہا ہے کہ ملنا چاہتے ہیں۔''

مدرسے کے سلسلے میں اکثر لوگ اس سے ملنے آیا کرتے تھے۔ کبھی کوئی صحافی تو کبھی کوئی پروفیسر یا ریسرچ اسکالرز۔ اس نے اپنی چادر اچھی طرح لپیٹی اور ڈرائنگ روم میں چلی گئی اور جیسے ہی اس نے ڈرائنگ روم میں قدم رکھا اس کے قدم وہیں کے وہیں رک گئے۔ آزر انتہائی برے حلیے میں اس کے سامنے موجود تھا۔ یمنیٰ کا خون کھولنے لگا اور اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ اس نے اپنے پیچھے ڈرائنگ روم کا دروازہ بند کیا اور دیوار پر اس کے دادا جان کی بڑی بڑی رائفلز کے ساتھ لٹکی ہوئی چمڑے کی بیلٹوں میں سے ایک بیلٹ اتار کر وہ آزر کی طرف بڑھی۔ آزر نے چونک کر اس کی طرف دیکھا تو دیکھتا ہی رہ گیا۔ سفید چادر میں اس کا لپٹا وجود اسے انتہائی نورانی دکھائی دے رہا تھا۔ اسے اس کی سیاہ رنگت دکھائی نہیں دے رہی تھی...... نظر آرہا تھا تو ایسا نورانی وجود جس سے عجیب سی نورانی شعاعیں جھلک رہی تھیں۔

یمنیٰ نے کھینچ کر بیلٹ زور سے اس کی کمر پر ماری اس کے منہ سے چیخ تو نکلی مگر اس نے کوئی مدافعت نہیں کی۔

''ذلیل، گھٹیا درندے...... آج میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔ تو انسان نہیں وحشی درندہ ہے۔ آج میں تیری ساری درندگی نکال دوں گی۔ تو نے یہاں آکر اپنی موت کو دعوت دی ہے۔ اس دن تو میں نے تجھے زندہ چھوڑدیا تھا مگر آج نہیں

چھوڑوں گی۔ آج تیری لاش ہی یہاں سے جائے گی۔'' کہتے کہتے یمنیٰ نے گھما گھما کر بیلٹ اس کے جسم پر زور، زور سے ماری۔ وہ کراہ ضرور رہا تھا مگر زبان سے ایک لفظ بھی نہ نکلا۔ جب وہ اسے مار مار کر تھک گئی تو وہ اس کے قدموں میں گرا اور گڑگڑا کر معافی مانگنے لگا۔

''مجھے معاف کردو۔ میں جس آگ میں جل رہا ہوں اس کی تکلیف اس سے کہیں زیادہ ہے جس سے اس وقت میرا جسم دکھ رہا ہے۔ میں اسی لیے تمہارے پاس آیا ہوں کہ تم مجھے اپنے ہاتھوں سے ماردو تاکہ میں ایک بار ہی مر کر سکون میں آجاؤں۔''

وہ اب پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔

''سکون اور تمہیں...... وہ تو تمہیں کبھی نصیب نہیں ہوگا۔ تمہارے لیے تو میری ایک، ایک سانس بددعا کرتی ہے اور کرتی رہے گی۔ تمہیں حمنہ یاد ہے ناں...... کیا، کیا تھا تم نے اس کے ساتھ۔ اس معصوم سے کس بات کا انتقام لیا تھا تم نے، کیا تمہیں اس پر رحم آیا؟ وہ بھی تو تمہارے سامنے روتی اور گڑگڑاتی رہی تھی۔ کیا اس کے آنسو تمہیں دکھائی دیے تھے؟ کیا اس کی چیخیں تمہارے کانوں تک بھی پہنچی تھیں۔ کیا اس وقت تم انسان تھے؟ تم تو اس وقت شیطان بنے ہوئے تھے۔ اب مجھ سے یعنی کالی چمگادڑ سے معافی مانگ رہے ہو۔ آہ آزر عظیم، خوب صورت انسان مجھ جیسی معمولی، حقیر انسان سے معافی مانگ رہا ہے۔ کہاں گیا تمہارا تکبر کہاں گیا وہ غرور...... کہاں ہے؟'' یمنیٰ نے انتہائی حقارت سے اسے دھکا دیا۔

''سب خاک میں مل گیا...... یمنیٰ لوگ مجھے دیکھتے ہی نفرت سے منہ پھیر لیتے ہیں۔ مجھ سے کراہت محسوس کرتے ہیں اور میں اس کی وجہ جانتا ہوں۔ میرا گناہ...... جو بہت بڑا ہے اتنا بڑا کہ شاید خدا بھی مجھے کبھی معاف نہ کرے۔ میں کبھی خدا سے معافی مانگنے کی ہمت نہ کرسکا اگر مجھے کوئی معاف کرسکتا ہے تو وہ صرف تم ہو۔'' آزر نے سسکتے ہوئے کہا۔

''اور میں تمہیں ہرگز...... ہرگز معاف نہیں کروں گی۔''

''ٹھیک ہے پھر خوب جی بھر کر مارو۔'' آزر اس کے سامنے کھڑا ہوکر بولا۔ یمنیٰ نے اسے مارنے کے لیے بیلٹ اٹھائی تو اگلے ہی لمحے اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے اور بیلٹ اس کے ہاتھ سے گرگئی۔

''رک کیوں گئی ہو؟'' آزر نے پوچھا۔

''تمہارے سامنے حمنہ آکھڑی ہوئی ہے۔'' یمنیٰ نے اپنے دونوں ہاتھ اپنے چہرے پر رکھتے ہوئے سسکی بھرتے ہوئے کہا۔

''حمنہ......؟'' وہ بڑبڑایا۔

''حمنہ کتنی معصوم اور نیک تھی۔ تمہیں کیا معلوم اللہ کے نیک بندوں کا ظرف تم جیسے نیچ انسانوں سے کہیں بڑا ہوتا ہے۔ اگر ان کا ظرف وسیع نہ ہو تو تم جیسوں کی خباثت ...... اس میں کیسے سما سکے۔ اس وقت حمنہ تمہیں بچانے آگئی ہے۔'' یمنیٰ نے روتے ہوئے کہا تو آزر حیرت سے آنکھیں پھیلائے کبھی اسے اور کبھی اِدھر اُدھر دیکھنے لگا اور اس کی سانس جیسے اکھڑنے لگی۔

''حم...... حمنہ...... حمنہ......'' اس کا جسم بری طرح کانپنے لگا اور پھر وہ دہاڑیں مار مار کر رونے لگا۔ ہاتھ باندھ کر گڑگڑانے لگا۔

''حمنہ...... مجھے معاف کردو۔ حمنہ مجھے معاف کردو۔ میں تمہارے آگے ہاتھ جوڑتا ہوں۔ ہاں اسی طرح جس طرح تم نے میرے آگے جوڑے تھے مگر مجھے تم پر رحم نہیں آیا تھا۔ میں بہت گھٹیا انسان ہوں۔ حمنہ تم تو بہت اچھی اور نیک ہو پلیز مجھے معاف کردو۔'' آزر گڑگڑاتا ہوا اور معافی مانگتا ہوا اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے زمین پر پیشانی رکھ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ یمنیٰ نے ایک ٹک اس

کی جانب دیکھا۔

''کسی کے سامنے جب کوئی انسان گڑگڑا کر معافی مانگتا ہے تو وہ فرعون بن جاتا ہے اور اس کی انا کو تسکین ملنے لگتی ہے۔ رحمٰن کا انسان کو معاف کرنا بہت آسان ہے مگر انسان کا انسان کو معاف کرنا بہت مشکل ہے۔ رحمٰن کے سامنے سر جھکا کر انسان کو اندر سے تسکین ملتی ہے اور اپنے جیسے انسان کے سامنے جھکنے سے اندر ہی اندر تذلیل کا احساس ہوتا ہے۔'' یہی سب کچھ وہ اپنی رپورٹ میں پہلے سے لکھ رہی تھی اور اب اس پر عمل کرنے کا وقت آ گیا تھا۔ آیت اس کے کانوں میں گونج رہی تھی۔

''کتنا مشکل ہو جاتا ہے خدا کے فرمان پر عمل کرنا۔'' یمنیٰ کے ہاتھ کانپنے لگے۔

''تم یہاں سے چلے جاؤ۔'' یمنیٰ نے منہ پھیرتے ہوئے اشارہ کر کے اس سے کہا۔

''کیا تم نے مجھے معاف کر دیا ہے؟'' آزر نے جلدی سے پوچھا۔

''میں نے نہیں اس نے جس کی محبت کا تم نے مجھے واسطہ دیا ہے۔'' یمنیٰ نے ایک گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔

''ک...... کس نے؟'' آزر نے چونک کر پوچھا۔

''میرے خدا نے۔'' یمنیٰ نے آہستہ آواز میں کہا۔

''کیا؟'' آزر کا منہ حیرت سے کھلے کا کھلا رہ گیا۔

''ہاں، وہ کبھی کبھی ہماری محبتوں کو بھی آزماتا ہے اور نفرتوں کو بھی۔'' یمنیٰ نے نم آنکھوں سے کہا۔

''کیا تم خدا سے بہت محبت کرنے لگی ہو؟'' آزر نے حیرت سے پوچھا۔

''ہاں، جب تم جیسے لوگ محبت میں دھوکا دیتے ہیں تو رب کی سچی اور حقیقی محبت پر ایمان مزید بڑھنے لگتا ہے۔ تم خوش قسمت ہو جو مقصد لے کر یہاں آئے اس میں کامیاب ہو گئے۔ اب جاؤ یہاں سے اور دوبارہ یہاں آنے کی کبھی کوشش بھی نہ کرنا۔ اب میں تم سے کبھی نہیں ملوں گی۔'' یمنیٰ نے کہا اور دروازہ کھول کر ڈرائنگ روم سے باہر چلی گئی۔ آزر حیرت سے اسے دیکھتا رہ گیا اور اپنے آنسو صاف کر کے بوجھل قدم اٹھاتا ہوا وہاں سے باہر نکل گیا۔

☆☆☆

آزر جب سے یمنیٰ سے مل کر آیا تھا اس کے اندر اضطراب پہلے سے بھی زیادہ بڑھ گیا تھا جسے دور کرنے وہ اس کے پاس گیا تھا۔ بظاہر تو وہ معافی نامہ لے آیا تھا مگر اسے کیا معلوم تھا کہ اس کا اضطراب پہلے سے بھی زیادہ بڑھ جائے گا۔ اس کے دل میں ایک اور بوجھ ایک ٹیس کی صورت میں اسے تڑپا رہا تھا۔ اسے کسی پل چین نہیں آ رہا تھا۔ پہلے اسے یمنیٰ کی غصے بھری صورت اور حمنہ کی چیخیں سنائی دیتی تھیں اب یمنیٰ کی چادر میں لپٹی نورانی صورت اس کے اندر تڑپ پیدا کر رہی تھی۔ اسے یمنیٰ سے شدید محبت سی محسوس ہونے لگی۔ اتنی محبت جو اس نے زندگی میں کسی کے لیے پہلے کبھی محسوس نہیں کی تھی۔ وہ تو اپنی اذیت سے چھٹکارا پانے گیا تھا۔ اسے کیا معلوم تھا کہ وہ اس سے بھی زیادہ اذیت کا بوجھ اپنے دل میں لیے واپس آئے گا۔ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ پھر یمنیٰ کے پاس جائے مگر اب وہ اس سے کبھی نہیں ملے گی۔ یمنیٰ میں ایسی کیا خاص بات ہو گئی تھی کہ وہ پہلے جیسی بدصورت نہیں لگ رہی تھی یا پھر اس کا اسے دیکھنے کا زاویہ بدل گیا تھا۔

''نہیں...... اس میں ضرور کوئی خاص بات ہے۔ وہ پہلے سے بہت مختلف اور پُرکشش دکھائی دی ہے۔'' آزر نے تو اسے نظر بھر کر بھی نہیں دیکھا تھا۔ وہ جب بھی اسے دیکھتا تو فوراً ہی نظریں جھکا لیتا۔ وہ سارا دن پارک میں بیٹھا سوچتا رہا۔ شام گئے وہ انیکسی میں آیا تا کہ چوکیدار کو بتا دے کہ وہ اسے چھوڑ کر جا رہا ہے۔

''رانا صاحب نے کل صبح آپ کو اپنے آفس میں بلایا ہے۔ ابھی آپ انیکسی چھوڑ کر نہیں جا سکتے۔'' چوکیدار نے کہا تو وہ خاموشی سے انیکسی میں چلا گیا۔ فریج میں کھانے پینے کی ہر شے رکھی تھی۔ اس نے تھوڑا بہت کچھ کھایا اور پانی پی کر نڈھال ہو کر بیڈ پر گر گیا۔ اس نے آنکھیں بند کرنے کی کوشش کی تو یمنیٰ اس کی آنکھوں کے سامنے تھی وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا اور سر تھام کر بیٹھ گیا پھر کمرے کا چکر لگانے لگا۔

''میرے دل کو کیا ہو رہا ہے، اس کی محبت میں اتنا بے تاب کیوں ہو رہا ہے۔'' وہ کافی بے چین تھا۔

صبح سویرے وہ رانا صاحب کے آفس کے باہر جا کر بیٹھ گیا۔ رانا صاحب کافی دیر بعد آئے۔ انہوں نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

''آپ کب سے یہاں بیٹھے ہیں؟'' رانا صاحب نے حیرت سے پوچھا۔

''صبح سے، چوکیدار نے مجھے آپ کا پیغام دیا تھا۔'' آزر نے نظریں جھکا کر کہا۔

''اندر تشریف لائیں۔'' رانا صاحب نے کہا تو وہ ان کے پیچھے پیچھے ان کے روم میں چلا گیا۔

''آپ جاب کیوں چھوڑ رہے ہیں؟'' انہوں نے اس کی طرف بغور دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''مجھے کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا۔ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ مجھے سامنے لکھے الفاظ دکھائی نہیں دیتے کچھ اور ہی نظر آتا ہے۔ ایسی سچویشن میں کیسے جاب کروں؟'' آزر نے عجیب بے بسی سے کہا۔

وہ اس کی جانب بغور دیکھ کر اس کے چہرے پر لکھی تحریر اور اندر کی کیفیت کو جاننے کی کوشش کرتے رہے۔

''کالے بادل کافی چھٹ گئے ہیں پھر اتنا اضطراب کیوں؟'' رانا صاحب نے معنی خیز انداز میں پوچھا۔

''ک...... کیا مطلب؟'' وہ ایک دم بوکھلا کر بولا۔

''مطلب اور وجہ تو آپ بہتر جانتے ہیں، مجھے یوں لگ رہا ہے جیسے آپ کو کسی سے شدید محبت ہو گئی ہے۔'' رانا صاحب نے کہا تو آزر حیرت سے آنکھیں پھیلائے ان کی طرف دیکھنے لگا۔

''جی ہاں، محبت اور کون ہے وہ جس نے آپ کے اندر اتنا شدید طوفان برپا کر رکھا ہے؟'' رانا صاحب نے مسکرا کر پوچھا۔

''وہی جس سے میں کبھی شدید نفرت کرتا تھا اور اسی نفرت میں اس سے محبت کا ڈھونگ رچایا۔ اس کی کالی صورت کو نہ جانے کیا، کیا طنزیہ نام دیتا تھا اور اب وہی صورت میرے اندر سما گئی ہے۔ اچانک اس سے نفرت اتنی شدید محبت میں بدل جائے گی مجھے یقین نہیں آ رہا۔ نہ جانے یہ سب کیسے ہو گیا ہے۔ مجھے کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا، میں کیا کروں؟'' وہ شرمندگی سے ان کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

''آئی ایم شیور، وہ کوئی معمولی انسان نہیں جس کے لیے نفرت کو خدا نے آپ کی محبت سے بدل دیا ہے۔ کسی کے لیے جذبوں کو بدلنا کوئی معمولی بات تو نہیں۔'' رانا صاحب نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔

''ہاں، وہ خود بھی بہت بدل گئی ہے۔ ایک ماڈرن لڑکی سے اللہ والی بن گئی ہے۔'' آزر نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔

''اسی لیے تو......'' رانا صاحب نے قدرے جذباتی انداز میں ٹیبل پر ہاتھ مارا تو آزر نے چونک کر ان کی طرف دیکھا۔

''میں سمجھا نہیں سر آپ؟''

''جب خدا کسی سے محبت کرتا ہے تو اسے زمین والوں کے لیے محبوب بنا دیتا ہے لوگ خود بخود اس کی جانب کھنچے چلے آتے ہیں۔ اس سے قربت اور محبت محسوس کرتے ہیں۔ جب آپ نے اس سے محبت کا

ڈھونگ رچایا اور اس سے اظہارِ محبت کیا تو کیا وہ بھی آپ سے محبت کرنے لگی تھی؟'' رانا صاحب نے استفہامیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''ہاں، شاید بہت زیادہ وہ مجھ سے محبت کرتی تھی۔'' آزر نے سر جھکا کر کہا۔

''اور آپ نے اس سے نفرت کی، اس کی محبت کا مذاق اڑایا اور اس کا دل توڑا۔ اب آپ کو اس کی پُرخلوص محبت کا تاوان تو دینا پڑے گا ناں۔''

''تاوان؟'' آزر ایک دم گھبرا کر بولا۔

''جی ہاں، جب خدا کے معصوم بندوں کے دل ٹوٹتے ہیں تو وہ اس کا تاوان ضرور لیتا ہے۔ وہ بڑے گناہوں کو تو معاف کر سکتا ہے مگر دلوں کو توڑنے کے جرم کو کبھی معاف نہیں کر سکتا جنہیں ہم معمولی خطائیں سمجھتے ہیں، اور تاوان ہر انسان کو کسی نہ کسی صورت میں دینا پڑتا ہے۔ اب اس محبت کا تاوان آپ کیسے بھریں گے یہ تو آپ کو سوچنا ہے۔'' رانا صاحب نے سنجیدگی سے کہا۔

''وہ...... وہ تو میری صورت ہی نہیں دیکھنا چاہتی۔ مجھ سے بات نہیں کرنا چاہتی تو پھر کیسے میری محبت پر اعتبار کرے گی۔ میں بہت بڑی اذیت میں ہوں سر، میں کیا کروں پلیز آپ ہی کچھ بتائیے۔'' آزر سسکتے ہوئے بولا۔ اسی لمحے آفس کا دروازہ کھلا اور کومل اندر داخل ہوئی اور آزر کو اس طرح دیکھ کر وہ ایک دم چونکی پھر حیرت سے وہ رانا صاحب کو دیکھنے لگی۔

''ک...... ک...... کیا ہوا؟'' اس نے حیرت سے پوچھا۔

''آئی ایم سوری کومل، میں نے تمہیں بہت ہرٹ کیا۔ آئی ایم ویری سوری۔''

''اٹس اوکے...... لیکن تم رو کیوں رہے ہو؟'' کومل نے گھبرا کر پوچھا۔

''میں......'' وہ کچھ کہنے لگا مگر اس سے کہا نہیں گیا اور وہ جلدی سے آفس سے باہر چلا گیا۔

''نانا ابو اسے کیا ہوا ہے؟''

''شاید بہت زیادہ ڈپریشن ہے۔'' انہوں نے بتایا تو کومل کسی گہری سوچ میں ڈوب گئی اسے کے الفاظ یاد آنے لگے۔ ''آؤٹ کیریکٹر'' وہ آزر کے بارے میں کہتا تھا واقعی آزر ایسے کردار کا مالک... اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔

☆☆☆

''جمال، یمنیٰ کی طبیعت بہت زیادہ خراب ہے۔ جلدی گاؤں پہنچنے کی کوشش کرو۔'' اماں جی نے قدرے گھبرائے ہوئے انداز میں کہا۔ جمال احمد ایمن اماں جی کے رات تین بجے فون آنے پر انتہا پریشان ہو گئے۔

جمال، ایمن کو تسلی دے کر اسی وقت گاؤں کے لیے روانہ ہو گئے۔ اماں جی سے مزید پوچھ گچھ وہیں جا کر کرنا تھی۔ وہ انتہائی تیز رفتاری سے گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے وہاں پہنچے تو یمنیٰ کو بے حال پایا۔ ایمبولینس وہ کال کر چکے تھے۔

اماں جی اس کے قریب بیٹھی فکرمندی سے اس کے سر پر بار بار ہاتھ پھیرتے ہوئے دعائیں پڑھ کر اس پر پھونک رہی تھیں۔

''کیا ہوا یمنیٰ کو؟'' جمال احمد نے گھبرا کر اس کے پاس بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

''ڈاکٹر نے نیند کا انجکشن دے کر سلایا۔ بہت شدید درد تھا۔ اب تم اسے فوراً شہر لے جاؤ۔ ایمبولینس تیار کھڑی ہے۔''

شہر کے بڑے اور جدید اسپتال پہنچتے ہی اس کے ٹیسٹ شروع ہو گئے۔ دو دن بعد حتمی اور مکمل رپورٹس آ گئیں جن کے مطابق اس کا ایک گردہ ناکارہ ہو چکا تھا جبکہ دوسرا بھی بہ مشکل کام کر رہا تھا۔

جمال صاحب یہ سب جان کر فوراً اپنا گردہ دینے پر تیار ہو گئے مگر ان کے اندر کچھ ایسی کمپلیکیشنز

کہ ڈاکٹرز نے یہی تجویز کیا کہ پہلے کسی جوان انسان کا گردہ حاصل کرنے کی کوشش کریں اگر وہ نہیں ملتا تو پھر اُن کے بارے میں سوچیں گے۔ ایمن کو شوگر تھی اس لیے وہ گردہ نہیں دے سکتی تھیں۔

جمال صاحب نے ٹی وی اور اخبارات میں اشتہارات دیے۔ کچھ مجبور اور کچھ لالچی لوگوں نے ان سے رابطہ بھی کیا مگر ہر ایک کے ساتھ کوئی نہ کوئی ایسا مسئلہ نکل آتا کہ ڈاکٹرز انکار کر دیتے۔ جمال احمد بھاری سے بھاری قیمت پر بھی گردہ حاصل کرنے پر رضامند تھے مگر ڈاکٹروں کا انکار انہیں جھنجلا رہا تھا۔

اس روز وہ سخت مایوسی کے عالم میں اسپتال کے ایم ایس ڈاکٹر شہریار کے آفس میں گئے جو کافی ہائلی ایجوکیٹیڈ تھے اور چند سال پہلے ہی فارن ڈگریز لیے اپنے ملک کے لوگوں کی خدمت کا عزم لیے لوٹے تھے۔ جمال احمد نے ان کے بارے میں اچھی باتیں سن رکھی تھیں مگر وہ ملے پہلی بار تھے۔ اتنی ینگ ایج کے اتنے قابل ڈاکٹر سے مل کر وہ کافی متاثر ہوئے۔

”ڈاکٹر صاحب، مجھے آپ کے ڈاکٹرز کی کچھ سمجھ... نہیں آرہی۔ میں نے کڈنی کے لیے جن لوگوں کو بھی کال کیا ہے آپ کے ڈاکٹرز نے انہیں رفیوز کر دیا۔ آپ جانتے ہیں ناں یمنیٰ کو کچھ ہو گیا تو......؟“ جمال احمد نے آنسو روکتے ہوئے بہ مشکل کہا۔

”یمنیٰ۔“ ڈاکٹر شہریار کے آفس میں پہلے سے بیٹھے نوجوان نے یمنیٰ کا نام سن کر زیرِ لب دہرایا اور ان کی طرف دیکھنے لگا۔

”آپ فکر نہیں کریں، میری ڈاکٹرز سے میٹنگ ہوئی ہے۔ آپ کے مریض میں کچھ ایسی پیچیدگیاں ہیں کہ ہم کسی کا کڈنی اسے نہیں لگا سکتے۔ بہت سوچ سمجھ کر ہر اسٹیپ لینا ہوگا۔ انشاء اللہ کل شام تک ہم کوئی نہ کوئی فیصلہ لے لیں گے۔ آپ سے

قمر علی عباسی کے نام

تحریر کے رشتے بھی کیا خوب ہوتے ہیں...... وہ لوگ جن سے کبھی نہیں ملے ہوتے ہیں اور نہ ملنے کی امید...... ان کی تکلیف پر دل تڑپ اٹھتا ہے...... قمر علی عباسی کی وفات کا سن کر کتنی ہی دیر سورۂ اخلاص پڑھتی رہی...... اور پھر قلم لے کر بیٹھ گئی...... منیر نیازی کہتے ہیں ہمیشہ دیر کر دیتا ہوں میں...... اور میں اس کی عملی تفسیر ہوں...... وہ جو اِک بہت بڑا افسانہ نگار...... سفرنامہ نگار تھا...... پاکیزہ کی تقریبات کا احوال لکھنے والی، نئی رائٹر کی بھی حوصلہ افزائی کرتے تھے...... خواہش تھی کہ کبھی بحیثیت تبصرہ نگار ہی میں کسی تقریب میں شرکت کروں گی اور پھر احوال لکھوں گی اور قمر علی عباسی کو کہوں گی کہ میں بھی حیدر آباد کی ہوں...... میرا احوال کیسا لگا......؟ مگر...... میں ہمیشہ دیر کر دیتی ہوں......

اللہ جی ان کو جنت میں بہت اوپر جگہ دے اور نیلوفر کو صبر...... آمین۔

تحریر: ڈاکٹر کومل عبدالستار
لیاقت میڈیکل یونیورسٹی جامشورو

زیادہ ہمیں مریض کی فکر ہے۔“ ڈاکٹر شہریار نے نرمی سے انہیں سمجھایا تو جمال صاحب نے ایک گہری سانس لی۔

”ٹھیک ہے مجھے ہر حال میں اپنی بیٹی کو بچانا ہے۔ جیسا آپ بہتر سمجھیں۔“ یہ کہہ کر جمال صاحب ایم ایس کے کمرے سے باہر نکل گئے۔

وہ نوجوان یمنیٰ کا نام بار بار ذہن میں دُہرا رہا تھا پھر اسے نہ جانے کیا خیال آیا کہ ایم ایس سے اس کی کنڈیشن پوچھنے لگا اور ڈاکٹر شہریار جو اس نوجوان کے واقف کار تھے وہ اسے پوری تفصیل دینے لگے۔ ان سے معلومات لے کر وہ آئی سی یو میں چلا گیا

جہاں یمنیٰ ہڈیوں کا ڈھانچا بنی بے سُدھ بیڈ پر لیٹی ہوئی تھی۔ جمال احمد بھی وہیں کھڑے تھے۔ نوجوان نے یمنیٰ کی طرف دیکھا اور گہری سانس لیتے ہوئے اپنی عینک اتاری اور اپنی جیب سے رومال نکال کر اپنی نم آنکھوں کو صاف کرنے لگا۔ جمال احمد حیرت سے اس کی طرف دیکھتے رہے۔

''میں انہیں اپنا کڈنی ڈونیٹ کرنے کو تیار ہوں۔''

''آپ؟'' جمال صاحب نوجوان کی بات سن کر بے یقینی سے بولے۔

''جی ہاں، میں ابھی ایم ایس صاحب سے مل کر آرہا ہوں اینڈ آئی ایم شیور میرا کڈنی ان سے میچ کر جائے گا۔'' نوجوان نے قطعیت سے کہا۔

''لیکن آپ......'' جمال صاحب نے مزید کچھ پوچھنا چاہا مگر وہ ان کی بات سنے بغیر آئی سی یو سے باہر چلا گیا۔ جمال صاحب کسی سوچ میں پڑ گئے۔

ڈاکٹر نے نوجوان کے سارے ٹیسٹ کیے اور جمال صاحب کو خوش خبری سنائی کہ کڈنی ٹشوز میچ کر گئے ہیں۔

''آپ......آپ......کو میں وہی پرائس دوں گا جو آپ چاہیں گے۔'' جمال صاحب اپنے ہینڈ بیگ سے چیک بک نکالنے لگے۔

''ابھی اس کی ضرورت نہیں جب پیشنٹ ٹھیک ہوجائیں گی تب میں آپ سے پرائس بھی لے لوں گا۔'' نوجوان نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا تو جمال صاحب حیرت سے اس کی طرف دیکھنے لگے۔ اتنا کہہ کر وہ وہاں سے چلا گیا۔

''وہ کون تھا اور کتنا عجیب تھا ورنہ اس سے قبل آنے والا ہر شخص پہلے پرائس کی بات کرتا بعد میں کڈنی کی۔'' جمال صاحب بہت زیادہ حیران ہورہے تھے۔ ایک اجنبی شخص جسے نہ وہ جانتے تھے اور نہ ہی انہوں نے کڈنی دینے کے لیے کہا تھا کیسے فوراً آگے بڑھ کر اس نے اپنا کڈنی آفر کیا تھا اور پھر پیسے بھی نہیں لیے تھے۔

☆☆☆

آزر بہت زیادہ مضطرب تھا۔ اس کے اندر ایک ایسی آگ لگی تھی جو اسے بری طرح اندر ہی اندر جھلسا رہی تھی۔ بس اس کا دل چاہ رہا تھا وہ صرف ایک بار ایک نظر یمنیٰ کو دیکھ لے۔ اسے اپنے اندر کی کیفیت بتادے چاہے وہ اس پر یقین کرے یا نہ کرے۔ مضطرب ہو کر ایک دفعہ پھر وہ اس کے گاؤں جانے والی بس پر سوار تھا۔

سارے راستے وہ یہی سوچتا رہا کہ وہ اس سے جا کر کیا کہے گا۔ کس طرح بات شروع کرے گا [illegible] بتائے گا، کیا اس کے پاس وہ الفاظ ہیں جو اس کے اندر کی انتہائی مضطرب حالت کو بیان کرسکیں گے۔ [illegible] آہیں بھر کر یہی سوچتا رہا۔

نہایت بوجھل قدم اٹھاتا جب وہ حویلی پہنچا اور یمنیٰ کے بارے میں پوچھا تو اس کا دل گویا دھڑکنا [illegible] بھول گیا۔ چوکیدار کے بتانے پر وہ مضطرب دل لیے واپسی کے لیے مڑ گیا۔

''یا اللہ میں نے کبھی تجھ سے کچھ نہیں مانگا [illegible] تجھ پر کبھی بھروسا کیا اور نہ ہی مجھے یہ معلوم تھا کہ ایمان کیا ہوتا ہے مگر یمنیٰ سے ملاقات کے بعد میرے اندر تجھ پر یقین بھی پیدا ہونے لگا اور ایمان بھی [illegible] مجھ جیسے گناہ گار کو صرف تیری محبت کی خاطر معاف کرسکتی ہے۔ یقیناً تیری محبت بہت خاص ہوگی [illegible] کی وجہ سے یمنیٰ نے مجھے معاف کردیا۔ میرا [illegible] بہت بڑا تھا کوئی بھی نہ معاف کرتا۔ مجھ جیسا گناہ گار گناہ گار رحمنہ کا قاتل اور یمنیٰ کا مجرم جس نے اس کا دل بھی توڑا تھا، اس کی محبت کا مذاق بھی اڑایا [illegible] کے وجود پر طنز بھی کیا۔ اتنے بڑے خطاوار کو اس نے صرف تیری محبت کی خاطر معاف کردیا۔ میں تیری محبت کا واسطہ دیتا ہوں کہ اس کی ہر بیماری، ہر تکلیف دور کردے۔ اسے ہر اذیت سے نجات دے۔'' وہ درخت تلے بیٹھ کر ہاتھ جوڑ کر آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے روتے گڑگڑاتے ہوئے دعائیں کرنے لگا۔

☆☆☆

حاتم گاڑی ڈرائیو کرتا ہوا ویران سڑک پر جارہا تھا۔ اس کا ذہن بہت بری طرح الجھا ہوا تھا۔ اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ اس نے اچانک جو فیصلہ کیا تھا وہ درست بھی تھا یا نہیں۔

''میں اور شمیلہ......؟ میں نے کبھی ان کے بارے میں.... اس انداز سے نہیں سوچا تھا۔ قدرت مجھے کس موڑ پر لے آئی ہے۔'' اس نے گاڑی روک کر پریشانی سے سوچا۔

''میں نے جو بھی فیصلہ کیا ہے وہ صرف خالہ جان کی تکلیف کو دیکھ کر کیا ہے۔ ان کا رونا، گڑگڑانا بہت دردناک تھا۔'' حاتم نے آہ بھر کر سوچا اور اسی لمحے شمیلہ کا فون اس کے موبائل پر آنے لگا۔

''حاتم......تم نے یہ کیا فیصلہ کیا ہے۔ کیا تم نہیں جانتے کہ میں تم سے بڑی ہوں......''

''بھنور میں پھنسے انسان کو صرف بچانے کی کوشش کی جاتی ہے اس سے اور کچھ نہیں پوچھا جاتا۔'' حاتم نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

''کیا تم مجھ پر ترس کھا کر مجھے بچانے کی کوشش کررہے ہو؟'' وہ غصے سے بولی۔

''میں صرف اپنے فہام بھائی کی محبت اور آپ کی عزت کو بچانے کی کوشش کررہا ہوں۔''

''یہ جانتے ہوئے بھی کہ میں تم سے محبت نہیں کرتی؟'' وہ خفگی سے بولی۔

''مجھے آپ کی محبت پانے کی بھی کوئی خواہش نہیں۔'' اس نے ٹھوس لہجے میں جواب دیا۔

''کیا تم نہیں جانتے کہ خالہ جان میرے ساتھ اب کیا سلوک کرنے لگی ہیں۔ وہ بھی مجھے قبول نہیں کریں گی۔'' شمیلہ نے گلوگیر لہجے میں کہا۔

''وہ آپ کو قبول کریں گی اور بہو بنانے بھی بہت جلد آئیں گی۔ یہ میرا مسئلہ ہے آپ کا نہیں۔ آپ فکر نہیں کریں۔'' حاتم نے کہہ کر فون بند کردیا۔

☆☆☆

یمنیٰ کا کامیاب آپریشن ہوچکا تھا۔ قدرت نے ہر مرحلے کو اس کے لیے بہت آسان بنادیا تھا۔ وہ ہوش میں آچکی تھی اور اب آہستہ آہستہ ایمن اور اماں جی سے باتیں کررہی تھی۔ جمال صاحب بے حد خوش تھے اور اس نوجوان کا بہت زیادہ خیال رکھ رہے تھے جو فرشتہ بن کر ان کی مدد کو آیا تھا۔ انہیں اب یمنیٰ سے زیادہ اس کی فکر تھی۔ وہ بھی آپریشن کے بعد قدرے بہتر تھا۔ جمال صاحب نے ایک اٹینڈنٹ اس کی دیکھ بھال کے لیے مقرر کردیا تھا اور گاہے بگاہے اس کی خیریت پوچھنے آتے تو باتوں باتوں میں اس کے بارے میں پوچھتے مگر وہ ہر بار بات گول کرجاتا۔ وہ بتانے سے زیادہ یمنیٰ کے بارے میں پوچھتا اور جمال صاحب سے اس کی خیریت کا سن کر زیرِ لب مسکرا دیتا۔

اسے اسپتال سے ڈسچارج کیا جارہا تھا اور جانے سے پہلے وہ یمنیٰ سے ملنا چاہتا تھا۔ جمال صاحب اسے یمنیٰ کے روم میں لے کر آئے۔ نوجوان کی شیو قدرے بڑھی ہوئی تھی اور چہرہ بھی قدرے مرجھایا ہوا اور زرد ہورہا تھا۔ آنکھوں پر نظر کی عینک تھی۔ یمنیٰ کے پاس ایمن کرسی پر بیٹھی تسبیح پڑھنے میں مصروف تھیں اور اس کے اردگرد ہر طرف بہت خوب صورت پھولوں کے گلدستے رکھے تھے جو عیادت کرنے والے اس کے لیے لارہے تھے۔ وہ جمال صاحب کے ہمراہ روم میں داخل ہوا۔

''یمنیٰ ان سے ملو میرے اور تمہارے محسن۔ انہوں نے تمہیں اپنا کڈنی ڈونیٹ کیا ہے۔'' جمال

صاحب نے مسکرا کر نوجوان کی طرف دیکھتے ہوئے بتایا تو یمنیٰ نے انتہائی حیرت سے اس کی طرف دیکھا اور یوں جیسے پہچاننے کی کوشش کر رہی ہو۔ اس کے چہرے کے تاثرات بدلنے لگے۔ وہ اپنے ذہن پر زور ڈالنے لگی‘ نوجوان بھی مسکراتا ہوا اس کی طرف دیکھنے لگا۔

’’یہ تو فرشتہ بن کر تمہاری مدد کو آئے ہیں۔ اللہ نے تمہیں دوبارہ زندگی انہی کی بدولت دی ہے۔‘‘ جمال صاحب اسے بتاتے رہے اور وہ بغور اسے دیکھتی رہی اور پھر ایک دم بڑبڑانے لگی۔

’’م......م...... محسن رضا۔‘‘ اس نے ایک دم بڑبڑا کر کہا تو وہ نوجوان مسکرانے لگا۔ جمال صاحب حیرت سے دونوں کی طرف دیکھنے لگے۔

’’کیا آپ دونوں ایک دوسرے کو جانتے ہیں؟‘‘ جمال صاحب نے حیرت سے پوچھا۔

’’اگر آج میں زندہ ہوں، سانس لے رہا ہوں تو ان کی وجہ سے ہے۔‘‘ محسن رضا نے مسکرا کر بتایا تو ایمن اور جمال دونوں حیرت سے اسے دیکھنے لگے۔

’’کیا مطلب...... مگر یمنیٰ نے تو کبھی آپ کا کوئی ذکر کیا اور نہ ہی میں نے کبھی آپ کے بارے میں سنا اور آپ اتنی بڑی بات بتا رہے ہیں!‘‘ جمال صاحب شدید حیرت زدہ تھے۔

’’کبھی کبھی انسان بنا سوچے سمجھے کوئی نیکی کر دیتا ہے اور خود ہی اسے بھول جاتا ہے مگر خدا کبھی نہیں بھولتا۔ وہ تو انسان کے چھوٹے سے چھوٹے عمل کو بھی اپنے پاس محفوظ رکھتا ہے اور پھر اس عمل کو کبھی جزا اور کبھی سزا کی صورت میں انسان کی طرف لوٹاتا ہے۔ یمنیٰ کی اس نیکی کو بھی آج اس نے انعام کی صورت میں لوٹایا ہے۔‘‘ پھر محسن رضا انہیں اپنے بارے میں تفصیل سے بتانے لگا کہ کیسے یمنیٰ نے کراچی میں اس کی جان بچائی تھی۔ آج ایمن کو بھی سب کچھ یاد آ رہا تھا۔

’’میں دراصل ورلڈ بینک میں جاب کرتا ہوں۔ آج قدرت نے مجھے اتنا نوازا ہے کہ میں آپ کو بتا نہیں سکتا۔ میں لاہور میں ڈاکٹر شہریار سے ملنے آیا تھا۔ یو کے میں ہم دونوں نے پڑھائی کے دوران اچھا ٹائم گزارا اور وطن آنے سے پہلے میں سوچتا تھا کاش مجھے یمنیٰ کہیں مل جائیں ایک بار اور میں ان کا شکریہ ادا کروں۔‘‘ محسن رضا نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔

’’اور خدا نے آپ کی دعا سن لی۔‘‘ جمال صاحب نے مسکرا کر کہا۔

’’دعا تو میں ہر پل ہر لمحہ ان کے لیے کرتا رہا ہوں۔ جو لوگ دوسروں کو زندگی دیتے ہیں وہ سانسوں کی طرح انسان کے اندر سما جاتے ہیں اور ویسے بھی ان کی ایک یاد مجھے انہیں کبھی فراموش کرنے نہیں دیتی تھی۔‘‘ محسن رضا نے اپنی جیب سے موبائل نکال کر انہیں دکھایا جو یمنیٰ نے اسے دیا تھا۔ یمنیٰ بھی حیرت سے اس موبائل کی طرف دیکھنے لگی۔

’’یمنیٰ آپ کو اپنا یہ موبائل یاد ہے ناں؟‘‘ محسن رضا نے مسکرا کر موبائل اس کی جانب بڑھاتے ہوئے کہا۔ یمنیٰ نے حیرت سے اسے ہاتھ میں لیا اور مسکرانے لگی۔

’’ابھی تک یہ آپ کے پاس ہے؟‘‘ اس نے حیرت سے پوچھا۔

’’ابھی تک...... کیا مطلب ہے یہ تو میری زندگی کی آخری سانسوں تک میرے ساتھ رہے گا۔‘‘ محسن رضا نے مسکرا کر کہا تو اس کے چہرے پر بھی مسکراہٹ پھیلنے لگی۔ جمال صاحب اور ایمن نے چونک کر بیٹی کی طرف دیکھا جو بہت عرصے بعد مسکرا رہی تھی اور مسکراتے ہوئے اس کے چہرے اور آنکھوں سے روشنی پھوٹ رہی تھی۔ خوشی کی حسین چمک دیکھ کر وہ دونوں بھی مسکرانے لگے۔

(باقی آئندہ)

ناولٹ

کہیں دیپ جلے کہیں دل

قیصرہ حیات

چودھواں حصہ

رداسخت مایوسی کے عالم میں اپنے کمرے میں لیٹی سسکیاں لے رہی تھی اور زرینہ اسے تسلی دینے کی کوشش کر رہی تھی۔

''ردا بی بی ...... اتنی مایوسی کی باتیں مت کریں...... اللہ بہتر کرے گا۔'' زرینہ نے اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔

''محبت چھن جائے تو انسان زندہ رہ سکتا ہے مگر عزت چھن جائے تو جینا کتنا مشکل ہوجاتا ہے۔

اس کا اندازہ مجھے اب ہو رہا ہے۔'' ردا نے سسکی بھرتے ہوئے کہا۔

''آپ کیوں ایسے سوچتی ہیں۔ میری باجی! سب آپ کی اب بھی عزت کرتے ہیں۔'' زرینہ نے اسے پچکارتے ہوئے کہا۔

''کون کرتا ہے میری عزت...... روحیل؟ جس نے دھکے مار کر مجھے گھر سے باہر نکال دیا...... حاتم اور عاصم بھائی جو مجھے گھر میں رکھنے کو کیا...... مجھے دیکھنا تک گوارا نہیں کرتے۔ خاندان کے لوگ...... جن کے سامنے میں رسوا ہوئی۔ زرینہ دعا کرو میں مرجاؤں۔'' ردا نے اس کا ہاتھ پکڑ کر التجائیہ انداز میں کہا اور اسی لمحے خدیجہ بیگم کمرے کا دروازہ کھول کر اندر آنے لگیں مگر اس کی باتیں سن کر وہیں رک گئیں۔

''اللہ نہ کرے ردا بی بی...... آپ کیسی باتیں کررہی ہیں؟'' وہ گھبرا کر بولی۔

''مجھے شہزادی بنا کر میرے سر پر محبت کا تاج رکھ کر...... اب جوتوں سے ٹھوکریں لگا کر مجھے قدموں تلے روندا جارہا ہے، اپنی اتنی ناقدری پر میں روؤں نہیں تو اور کیا کروں؟'' ردا اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپا کر رونے لگی تو خدیجہ بیگم کا دل کٹنے لگا اور وہ سسکی بھر کر وہاں سے چلی گئیں۔

اپنے کمرے میں آکر خدیجہ بیگم پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں۔ اسی لمحے عاصم ایک فائل پکڑے ان کے کمرے میں داخل ہوا تو انہیں روتے دیکھ کر پریشان ہوگیا۔

''آپ رو کیوں رہی ہیں مما؟''

''کچھ نہیں بس۔'' وہ اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے بولیں۔

''پھر یہ آنسو کیوں......؟'' عاصم نے ان کے قریب بیٹھ کر نرمی سے پوچھا۔

''تم اچھی طرح جانتے ہو... ان آنسوؤں کا سبب کیا ہے۔''

''مما آپ کب تک ردا کی خاطر یوں اپنی جان ہلکان کرتی رہیں گی؟'' وہ غصے سے کہنے لگا۔

''وہ بیٹی ہے میری...... میرا خون...... میری لختِ جگر ہے، کیا اس کے آنسو اور دکھ مجھے نہیں رلائیں گے۔ تم لوگوں کا دل پتھر کا ہوسکتا ہے میرا نہیں۔''

عاصم کچھ کہنے ہی لگا کہ حاتم کمرے میں داخل ہوا۔ اس کا چہرہ اترا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔ دونوں نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ وہ ماں کے قریب آکر بیٹھ گیا۔

''مما کل آپ کو خالہ جان کی طرف جانا ہے۔ میرا اور شمیلہ کا رشتہ پکا کرنے۔'' حاتم نے کہا تو وہ دونوں ہکا بکا اسے دیکھنے لگے۔

''ہرگز نہیں...... میں دوبارہ اس مصیبت کو اپنے گھر میں لا کر نئی آفت اپنے گلے میں نہیں ڈالنا چاہتی۔'' خدیجہ بیگم نے قدرے توقف کے بعد انتہائی غصے سے کہا۔

''آپ کو یہ کرنا ہی ہوگا کیونکہ میں خالہ جان سے وعدہ کرکے آرہا ہوں۔'' حاتم ٹھوس لہجے میں بولا۔

''تم بغیر سوچے سمجھے کیوں اتنے بڑے، بڑے فیصلے کرنے لگے ہو۔ کیا بھول گئے ہو کہ اس لڑکی نے پہلے دن سے آتے ہی کتنا فساد ڈالا تھا۔'' وہ نہایت غصے سے کہہ رہی تھیں۔

''میں سب کچھ بھول چکا ہوں اگر یاد ہے تو صرف یہ کہ وہ فہام بھائی کی بیوہ ہیں اور اس وقت تکلیف میں ہیں۔'' حاتم نے نہایت سنجیدگی سے جواب دیا۔

''یہاں تو اسے مجھ سے اور ردا سے تکلیف تھی، اب وہاں کیا مسئلہ ہے؟'' انہوں نے غصے سے پوچھا۔ ''تم کان کھول کر سن لو...... میں یہ رشتہ ہرگز نہیں ہونے دوں گی۔''

''اگر آپ نہیں مانیں گی تو پھر بھی میں یہ شادی کرکے رہوں گا کیونکہ میں خالہ جان کو زبان دے

چکا ہوں۔ اس لیے بہتر یہی ہے کہ آپ اس رشتے کے لیے مان جائیں ورنہ میں کورٹ میرج کرلوں گا۔'' حاتم نے ٹھوس لہجے میں کہا اور وہاں سے چلا گیا۔ خدیجہ بیگم ہکا بکا اسے دیکھتی رہ گئیں۔

''عاصم...... تم ہی اسے سمجھاؤ۔ تم تو شمیلہ کے بارے میں سب جانتے ہو۔'' انہوں نے عاصم کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''مما...... حاتم بھائی نے ٹھیک فیصلہ کیا ہے، آپ بھی اسے مان لیں۔'' عاصم بھی کہہ کر چلا گیا تو وہ کچھ دیر پریشان ہوکر دروازے کی سمت دیکھتی رہیں پھر گھبرا کر ردا کے کمرے کی طرف چلی گئیں۔

''کیا ہوا بیگم صاحبہ خیر تو ہے؟'' زرینہ نے انہیں اتنا پریشان دیکھا تو فوراً پوچھ بیٹھی۔

''اس گھر پر ایک اور نئی قیامت آنے والی ہے...... حاتم، شمیلہ سے شادی کرنے جارہا ہے۔'' انہوں نے گویا ان کے سر پر بم گرایا۔

''مما...... یہ...... یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں؟'' ردا نے گھبرا کر پوچھا۔

''بیگم صاحبہ...... خدا کے لیے ایسا مت ہونے دیں...... ورنہ......'' زرینہ بھی گھبرا کر بولی۔

''میرے پاس کوئی اختیار نہیں رہا کہ اس کام کو روک سکوں...... حاتم نے اپنا حتمی فیصلہ سنا کر مجھے بے بس کردیا ہے۔'' انہوں نے روتے ہوئے جواب دیا۔

''تو کیا آپ مان جائیں گی؟'' ردا نے حیرت سے پوچھا۔

''یہ سوال مجھ جیسی بے بس ماں سے مت پوچھو۔'' وہ ایک آہ بھر کے رہ گئیں۔

☆☆☆

ماں جی، روحیل سے ناراض تھیں اور اس سے بات نہیں کررہی تھیں۔ انہوں نے کئی بار روحیل کو سمجھانے کی کوشش کی تھی کہ وہ ردا کو منا کرلے آئے مگر وہ اپنی ضد پر اڑا ہوا تھا۔ اس کی ضد کی وجہ سے ماں جی خائف ہوگئی تھیں اور انہوں نے اس کے ساتھ بات چیت ترک کردی تھی۔ روحیل کو اس بات کا بہت قلق تھا وہ ماں جی کی ناراضی برداشت نہیں کر پارہا تھا۔ وہ صبح آفس جانے کے لیے تیار ہوکر ان کے کمرے میں آیا تو انہوں نے اسے دیکھ کر منہ پھیر لیا۔

''ماں جی...... پلیز...... مجھ سے بات تو کریں۔'' روحیل نے ان کے قریب بیٹھ کر التجائیہ انداز میں کہا مگر انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا اور منہ پھیرے رکھا۔

''ٹھیک ہے، آپ کی خوشی کی خاطر میں ردا کو لینے چلا جاؤں گا۔''

''سچ......!'' وہ ایک دم خوش ہوکر بولیں۔

''ہاں آپ تیار رہیے گا، شام کو ہم چلیں گے۔'' روحیل نے اٹھتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے لیکن ان لوگوں کی ایک شرط بھی ہے۔'' ماں جی نے آہستہ آواز میں کہا تو روحیل نے باہر نکلتے ہوئے فوراً مڑ کر دیکھا۔

''کیسی شرط......؟'' روحیل نے چونک کر پوچھا۔

''یہ کہ تم ان سب سے۔ میرا مطلب ہے حاتم...... عاصم اور سب سے معافی بھی مانگو گے۔'' ماں جی نے آہستہ آواز میں کہا۔

''کیسی معافی...... اور کس بات کی؟'' روحیل نے غصے سے پوچھا۔

''اس بے عزتی کی جو تم نے سب کے سامنے ردا کی، کی تھی۔'' ماں جی نے اسے بتایا۔

''ہرگز نہیں، میں اب اتنا بے غیرت بھی نہیں ہوا کہ ردا کو اس کے کُوافیئر پر شاباش دوں۔'' روحیل ایک دم طیش میں آگیا۔

''بیٹا...... اسے انا کا مسئلہ مت بناؤ، اپنے گھر کو آباد کرنے کے لیے بہت کچھ کرنا پڑتا ہے۔'' ماں جی نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

''میں لعنت بھیجتا ہوں ایسے گھر پر۔'' روحیل غصے سے کہہ کر چلا گیا اور ماں جی پھر پریشان ہوکر سوچ میں پڑ گئیں۔ کچھ سوچتے ہوئے انہوں نے خدیجہ بیگم کا فون نمبر ملایا۔

☆☆☆

خدیجہ بیگم لاؤنج میں داخل ہوئیں تو ریحانہ بیگم ایک دم کھل اٹھیں اور بہت تپاک سے ملیں۔ خدیجہ بیگم کے چہرے پر پریشانی اور بے بسی کے تاثرات تھے۔ انہوں نے آگے بڑھ کر شمیلہ کے سر پر پیار دینا چاہا تو وہ قدرے اکڑ کر پیچھے ہٹ گئی۔

''شمیلہ یہ کیا بدتمیزی ہے، آگے بڑھ کر آپا کو سلام کرو۔'' ماں نے اسے ڈانٹتے ہوئے کہا۔

''کوئی بات نہیں۔'' خدیجہ بیگم نے آہستہ سے کہا۔

''بس صدمے کی وجہ سے اس کے دماغ پر اثر ہوگیا ہے۔ آپ بیٹھیے' شمیلہ جاؤ آپا کے لیے چائے لے کر آؤ۔'' ریحانہ جلدی جلدی بات سمیٹتے ہوئے بولیں۔

''مجھے حاتم نے یہاں بھیجا ہے اور کیوں بھیجا ہے یہ تم اچھی طرح جانتی ہو۔'' انہوں نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے سپاٹ لہجے میں کہا۔

''ہاں، ہاں، حاتم اپنے وعدے کا بہت پکا ہے، میں شمیلہ کی وجہ سے بہت پریشان تھی۔ شکر ہے حاتم نے میری پریشانی دور کردی ...... آپا میں نے آپ سے جو کچھ بھی کہا پلیز مجھے معاف کردیں۔'' ریحانہ بیگم نے ان کا ہاتھ پکڑ کر التجائیہ انداز میں کہا۔

''ریحانہ...... میرا دل تو قبرستان بن چکا ہے۔ کوئی کچھ بھی کہے اس میں دفن ہو جاتا ہے۔'' انہوں نے آہ بھر کر نم آنکھوں سے بہن کو دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

''اللہ نہ کرے...... آپ کیسی باتیں کررہی ہیں۔'' ریحانہ جلدی سے بولیں۔

''شمیلہ کی عدت تو ختم ہوچکی ہے؟'' خدیجہ بیگم نے پوچھا۔

''جی... ہاں ... ہاں۔'' ریحانہ نے بوکھلا جواب دیا۔

''تو پھر تم نے اور حاتم نے اس کے نکاح کے بارے میں جو کچھ فیصلہ کیا ہے وہ بھی بتادو۔'' انہو نے بے بسی سے پوچھا۔

''نہیں، نہیں وہ تو آپ ہی بتائیں گی۔''

''میں کیا بتاؤں، تم بتاؤ کب نکاح کرنا چاہتی ہو؟''

''میرا خیال ہے اسی جمعے کو......؟'' ریحانہ جلدی سے کہا۔

''اتنی جلدی......؟'' انہوں نے چونک کر کہا۔ ''ٹھیک ہے تم نے جو فیصلہ کیا ہے مجھے منظو ہے...... اب میں چلتی ہوں۔'' وہ اٹھتے ہوئے بولیں۔

''آپا...... بیٹھیں، چائے تو پی لیں۔'' ریحان بیگم نے کہا مگر انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا اور خاموشی سے باہر چلی گئیں۔ ریحانہ غصے سے شمیلہ کے کمرے میں گئیں تو وہ منہ پھلائے بیٹھی تھی۔

''آپا کی جگہ کوئی اور عورت ہوتی تو تم سمیت میری وہ عزت کر کے جاتی کہ تمہارا دماغ ٹھکانے آجاتا۔ تم اپنے آپ کو سمجھتی کیا ہو؟'' ماں نے غصے سے شمیلہ کو ڈانٹتے ہوئے کہا۔

''وہ آپ کی بہن ہے، آپ اس کی عزت کریں، میرے ساتھ اس نے کیا اچھا کیا تھا کہ میں اس کی عزت کروں؟'' شمیلہ نے قدرے بدتمیزی سے جواب دیا۔

''ارے جس سے محبت کرتے ہیں ناں اس کی ہر چیز سے محبت ہوتی ہے، وہ تو پھر فہام کی ماں ہیں، یہی سوچ کر ان کی عزت کرلیا کرو۔'' ریحانہ بیٹی کے تیور دیکھ کر مزید بگڑیں۔

''ہونہہ...... پہلے یہ تو بھلا پاؤں کہ اس عورت نے فہام کو کبھی مکمل طور پر میرا نہیں ہونے دیا تھا۔'' شمیلہ نے قدرے نخوت سے جواب دیا۔

''شرم کرو شمیلہ...... یہ آپا کا ظرف ہے ک

تمہاری ساری بدتمیزیوں کے باوجود وہ تمہیں بہو بنانے پھر سے آگئی ہیں۔''

''وہ بھی حاتم کے مجبور کرنے پر۔'' شمیلہ نے منہ بنا کر کہا۔

''دیکھو...... اب سب کچھ بھلا دو۔ صرف یہ یاد رکھو کہ وہ حاتم کی ماں ہیں اور حاتم نے اس مشکل میں میری عزت اور بات کا بھرم رکھا ہے، کچھ اسی کا خیال کرلو۔'' ریحانہ نے لہجہ بدل کر اسے نرمی سے سمجھاتے ہوئے کہا۔

''حاتم کا احسان آپ کے سر پر ہوگا۔ میرے سر پر نہیں۔'' اس نے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔

''تم اس قدر احسان فراموش اور بدلحاظ ہو، مجھے آج یقین ہوگیا ہے، خدا نے تم سے فہام کو... چھین کر کتنی بڑی آزمائش میں ڈالا ہے مگر تم نے اس سے کوئی سبق نہیں سیکھا لیکن یاد رکھو...... اب تم نے آپا کے ساتھ کوئی بدتمیزی کی تو میں ہرگز تمہارا ساتھ نہیں دوں گی۔'' انہوں نے باقاعدہ اسے دھمکی۔

''تو نہ دیں...... اب کی بار میں بھی اس گھر سے ساری کشتیاں جلا کر جاؤں گی۔ آپ لوگوں سے سارے تعلق ختم کر کے...... میرا کوئی کچھ نہیں لگتا...... آپ بھی نہیں۔'' وہ سخت طیش کے عالم میں انہیں دیکھتے ہوئے بولی۔

''کیا......؟'' ریحانہ نے انتہائی حیرت سے اسے دیکھتے ہوئے کہا تو وہ منہ بنا کر پاؤں پٹختی ہوئی وہاں سے چلی گئی۔ ریحانہ حیرت اور پریشانی سے اسے دیکھتی رہ گئیں۔

☆☆☆

ماں جی گو کہ روحیل سے ناراض تھیں مگر اپنے طور پر وہ پوری کوشش کررہی تھیں کہ کسی طرح روحیل کو قائل کرلیں کہ وہ ردا کو گھر لے آئے۔ انہوں نے اس کے جگری دوست یاور کو بھی فون کیا۔ فضیلت کو بھی کہتی رہتیں کہ وہ اسے سمجھائے مگر روحیل کسی کی بات سننے کو تیار نہیں تھا۔

رات کو روحیل اپنے کمرے میں لیٹا تھا کہ ماں جی اس کے کمرے میں داخل ہوئیں۔ روحیل انہیں دیکھ کر اٹھ بیٹھا۔

''روحیل آج میں آخری بار تم سے کہنے آئی ہوں کہ ردا کو گھر لے آؤ۔'' ماں جی نے ٹھوس لہجے میں کہا۔

''مگر میں کسی سے معافی نہیں مانگوں گا۔''

''دیکھو غلطیاں اور خطائیں انسانوں سے ہی ہوتی ہیں اگر ایسی غلطیوں سے کسی دوسرے کو تکلیف پہنچے تو معافی مانگنے میں کیا حرج ہے؟'' ماں جی نے نرمی سے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

”میں نے کوئی غلطی نہیں کی؟“ روحیل نے ڈھٹائی سے کہا۔

”میاں بیوی کو اللہ نے ایک دوسرے کا لباس اسی لیے کہا ہے کہ وہ ایک دوسرے کی خامیاں اور عیب چھپاتے ہیں۔ تم کیسے شوہر نکلے کہ اپنی بیوی کو خود ہی سارے زمانے کے سامنے بے عزت کر کے رسوا کر دیا۔ سوچو اگر ردا کو تمہارے عیب کے بارے میں معلوم ہوتا اور وہ اس وقت سارے زمانے کے سامنے تمہیں بے عزت کرتی تو تمہیں کیسا لگتا؟“ ماں جی نے خفگی سے کہا۔

”اسے خبر ہوتی تو پھر ناں!“ روحیل نے نظریں چرا کر کہا۔

”بیٹا جب اللہ انسانوں کا پردہ رکھتا ہے تو وہ چاہتا ہے انسان بھی آپس میں ایک دوسرے کا پردہ رکھیں۔ تم اچھے شوہر تو ثابت نہیں ہوئے اب اچھے انسان ہونے کا ثبوت دے دو، ایک بار سب سے معافی مانگ لو، بات ختم ہو جائے گی۔“ ماں جی نے اسے سمجھاتے ہوئے۔

”ہرگز نہیں...... میں معافی مانگ کر اپنے آپ کو چھوٹا بنا لوں۔ ہرگز نہیں۔“ وہ اپنی بات پر اڑا رہا۔

”معافی مانگنے سے کوئی چھوٹا نہیں ہو جاتا۔ انسان جب گناہوں کے انبار لے کر خدا سے معافی مانگتا ہے تو وہ بھی اس کے سارے گناہ معاف کر کے سب کچھ بھلا دیتا ہے اور اس کو پاک صاف کر دیتا ہے۔“ ماں جی نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

”وہ خدا ہے، سب کا خالق و مالک ہے وہ سب کو معاف کر دیتا ہے مگر انسان میں اتنا حوصلہ نہیں۔“

”بیٹا جب انسان اللہ کی خاطر کوئی بے عزتی یا ذلت برداشت کرتا ہے تو اللہ اپنی نظر میں اس کا مقام اور مرتبہ بلند کر دیتا ہے تم اللہ کے لیے ردا اور اس کے گھر والوں سے معافی مانگ لو۔“ ماں جی نے پھر سے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

☆☆☆

اس روز رات گئے روحیل گھر لوٹا تو گھر میں تالا لگا ہوا تھا۔ وہ چونک گیا۔

”ایسا تو کبھی نہیں ہوا اللہ خیر کرے......“ اس نے پہلے ماں جی کے موبائل پر فون کیا، فون بند جا رہا تھا پھر وہ فضیلت کے موبائل پر فون کرنے لگا وہاں سے بھی کوئی جواب نہ ملا...... اس کے پاس چابی بھی نہیں تھی وہ کچھ سوچتے ہوئے فضیلت آپا کی طرف چلا گیا۔

”ماں جی میرے پاس ہیں اور اب وہ یہیں رہیں گی۔ جب تک تم ردا کو لے کر گھر نہیں آتے نہ وہ تم سے بات کریں گی اور نہ ہی یہاں سے جائیں گی، یہ آپا کا فیصلہ ہے جو میں تمہیں بتا رہی ہوں۔“ فضیلت نے اس کے پوچھنے پر بتایا۔

”کیا مطلب...... ہٹیں میں خود ان سے بات کرتا ہوں۔“ وہ بپھر گیا۔

”وہ تم سے بات نہیں کریں گی اگر تم ضدی ہو تو وہ بھی اپنی ضد پر قائم ہیں۔ روحیل...... تمہاری ماں جی نے اپنی ساری زندگی تمہیں سنوارنے میں گزار دی۔ جوانی میں بڑھاپا گزارا، آپا ہارٹ پیشنٹ ہیں، نہ جانے ان کی کتنی زندگی باقی ہے ان کی زندگی کو مزید اذیت میں مت ڈالو، ردا کو گھر لے آؤ۔“ فضیلت نے قدرے جذباتی لہجے میں کہا تو روحیل نے ایک نظر اسے دیکھا اور وہاں سے چلا گیا۔

☆☆☆

حاتم کے نکاح کی وجہ سے گھر میں کچھ گہما گہمی تھی۔ خدیجہ بیگم بھی بہت مصروف تھیں۔ چند بہت قریبی لوگوں کو انوائٹ کیا تھا اور ان کی آمد شروع ہو گئی تھی۔ ردا بہت محبت سے ایک گفٹ پیک کر رہی تھی لیکن اس کی آنکھیں بار بار نم ہو رہی تھیں۔

حاتم لاؤنج میں بیٹھا تھا کچھ مہمان بھی اردگرد بیٹھے تھے۔ ان کے قریبی رشتے داروں نے طرح

طرح کی باتیں کی تھیں مگر انہی میں سے چند نے حاتم کے اس فیصلے کو سراہا بھی تھا۔ خدیجہ بیگم نے نم آنکھوں سے اسے دیکھا اور پھولوں کا ہار پہنا کر اسے کلاہ پہنایا جیسے ہی محبت سے اس کی پیشانی چومی تو دونوں کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے اور دونوں ایک دوسرے کے گلے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔

”خدا تمہیں ہمیشہ خوش رکھے۔“ خدیجہ بیگم نے اپنی آنکھیں صاف کر کے اسے واپس بٹھاتے ہوئے کہا۔

ردا گفٹ پیک اور پھولوں کا ہار پکڑے وہاں آئی...... اور گفٹ حاتم کے سامنے ٹیبل پر رکھ کر اسے پھولوں کا ہار پہناتے ہوئے بولی۔

”مبارک ہو حاتم بھائی!“ ردا نے زبردستی مسکرا کر کہا تو حاتم نے اس کا ہاتھ روک کر ہار اس کے ہاتھ سے پکڑ کر دور پھینکا۔

”سب کی زندگیوں کو برباد کر کے ان کی زندہ میتوں پر اب پھول چڑھا کر مبارک باد دینے آگئی ہو۔ جاؤ یہاں سے۔“ حاتم غصے سے بولا تو سب ہکا بکا رہ گئے۔ ردا کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگے۔

”حاتم آج کے دن تو اسے معاف کر دو۔“ خدیجہ بیگم نے بے چارگی سے کہا۔

”میں اسے مر کر بھی معاف نہیں کر سکتا۔ اس سے کہیے کہ یہاں سے چلی جائے۔“ حاتم نے غصے سے کہا تو وہ روتے ہوئے وہاں سے چلی گئی۔ حاتم نے غصے سے اپنا کلاہ ٹیبل پر رکھا اور اٹھ کر وہاں سے جانے لگا۔

”حاتم بھائی، آج تو اتنا غصہ مت کریں۔“ عاصم نے اسے زبردستی صوفے پر بٹھایا تو خدیجہ بیگم نے پھر اسے کلاہ پہنایا اور باقی ساری رسمیں بے دلی کے ساتھ کر کے انہیں گاڑیوں میں بٹھا کر وہ ردا کے کمرے میں آئیں جو بیڈ پر اوندھے منہ لیٹی بری طرح سسک رہی تھی۔ ان کی آنکھیں نم ہونے لگیں، وہ انہیں صاف کر کے ردا کے پاس آئیں اور محبت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرنے لگیں۔

”بیٹا...... صبر کرو اور ہمت سے کام لو۔“

”مما...... کتنا صبر کروں، کیا میرا گناہ اتنا بڑا ہے کہ اس کی کوئی تلافی ممکن ہی نہیں...... آپ ہی بتائیں میں کیا کروں۔ کیسے سب سے معافی مانگوں؟“ وہ پھوٹ پھوٹ کر روتے ہوئے بولی۔

”تمہارے کسی سوال کا میرے پاس کوئی جواب نہیں ہے۔“ خدیجہ بیگم نے آہ بھر کر اس کے چہرے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ ”خدا تمہاری مشکل آسان کرے، میں زرینہ کو تمہارے پاس چھوڑے جا رہی ہوں۔ پریشان مت ہونا......“ خدیجہ نے رک رک کر کہا تو ردا نے چونک کر ماں کی طرف استفہامیہ نظروں سے دیکھا اور حیرت سے بڑبڑائی۔

”کیا...... آپ لوگ......؟“ ردا بولی تو خدیجہ بیگم نظریں چراتے ہوئے بولیں۔

”کوشش کرنا تم شمیلہ کے سامنے نہ آؤ....“ خدیجہ نے کہا تو ردا نے حیرت سے ماں کی طرف دیکھا۔

”بیگم صاحبہ...... سب لوگ جانے کے لیے تیار کھڑے ہیں، آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔“ زرینہ کمرے میں داخل ہو کر جلدی جلدی بولی۔

”تم...... ردا کے پاس ہی رہنا اور......“ خدیجہ بیگم نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور اپنے آنسو پونچھتے ہوئے کمرے سے باہر چلی گئیں۔

”فہام بھائی کی بارات میری وجہ سے لیٹ ہوئی تھی۔ میں پارلر سے لیٹ آئی تھی اور فہام بھائی گاڑی میں نہیں بیٹھ رہے تھے اور آج...... میں اور میرا وجود سب کے لیے ناقابلِ برداشت ہو گیا ہے۔ کاش...... فہام بھائی کی جگہ میں مر جاتی...... کاش......“ ردا سسکیاں بھرنے لگی۔

”ردا بی بی حوصلہ کریں، وقت کبھی ایک سا نہیں رہتا۔“ زرینہ نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا تو وہ.... بے یقینی سے اس کی طرف دیکھنے لگی۔

☆☆☆

رسم نکاح کے لیے سب لوگ شمیلہ کے گھر لاؤنج میں جمع تھے۔ حاتم اور عاصم بہت خاموش تھے۔ خدیجہ بیگم کی آنکھیں بار بار نم ہو رہی تھیں۔ کسی کے چہرے پر بھی خوشی کے تاثرات نہیں تھے۔ سلمان اور نفیسہ بھی خاموشی سے ان کے پاس ہی بیٹھے تھے۔ ریحانہ بیگم نے بہن کی طرف دیکھا تو اُن کے چہرے پر افسردگی اور مایوسی کے تاثرات دیکھ کر خود ان کی آنکھیں بھی نم ہونے لگیں۔ وہ اٹھ کر شمیلہ کے کمرے میں آ گئیں جو دلہن بنی کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی اس کے چہرے پر قدرے غصہ اور خشونت تھی۔ ریحانہ بیگم نے گہری سانس لے کر اس کی طرف دیکھا۔

''بیٹا...... خدا کے لیے اب اپنے دل سے تمام منفی باتیں نکال کر جانا۔ آپا کے ساتھ کوئی اونچ نیچ نہ کرنا...... وہ پہلے ہی بہت دُکھی ہیں، آج میں نے ان کے چہرے پر جو دکھ اور افسردگی دیکھی ہے اس سے میرا دل کٹنے لگا ہے، اپنے دل سے تمام نفرتیں مٹا کر جانا...... عورت کی عزت اپنی سسرال اور شوہر کے ساتھ وفا کرنے میں ہے۔ حاتم کی بہت عزت کرنا اور آپا کی خدمت......'' وہ کہتے کہتے رو دیں۔ شمیلہ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اسی لمحے نکاح خواں سلمان کے ساتھ اندر داخل ہوا۔ ان کے ساتھ خدیجہ بیگم اور نفیسہ بھی تھیں۔ نکاح خواں نے رجسٹر کھول کر شمیلہ کی طرف دیکھا اور پوچھنے لگا۔

''شمیلہ بی بی...... بنتِ صفدر حسین کیا آپ کو حاتم علی ولد امجد علی کے ساتھ بعوض دس لاکھ حق مہرِ مؤجل نکاح منظور ہے؟'' مولوی صاحب نے پوچھا شمیلہ کے چہرے کے تاثرات بدلنے لگے اور اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ سب چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگے۔ مولوی نے دوبارہ پوچھا۔ شمیلہ نے پھر بھی کوئی جواب نہیں دیا۔ ریحانہ بیگم نے گھبرا کر بیٹے کی طرف دیکھا اور اس نے مولوی کی طرف۔

''ہاں...... بیٹا بتاؤ تمہاری کیا مرضی ہے؟'' مولوی نے تیسری بار پوچھا۔

''نہیں......'' شمیلہ نے گہری سانس لے کر ٹھوس لہجے میں جواب دیا۔

''کیا...... کہا......؟ تمہارا دماغ تو ٹھیک ہے۔'' ریحانہ بیگم غصے سے بولیں۔

''آپ کیا چاہتی ہیں؟'' مولوی نے نرمی سے شمیلہ سے پوچھا۔

''مجھے حق مہر میں وہ گھر چاہیے جس میں حا... رہ رہے ہیں۔'' شمیلہ نے قطعیت سے کہا تو سب... نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

''وہ گھر سب کا ہے، اکیلے حاتم کا نہیں ج... تمہیں لکھ کر دے۔'' خدیجہ بیگم یہ سن کر فوراً بولیں۔

''شمیلہ ...... کچھ تو عقل کرو، تمہارا تو دماغ خراب ہو گیا ہے۔'' ریحانہ نے بھی اسے ڈانٹتے ہوئے کہا۔

''دس لاکھ روپے حق مہر کچھ کم تو نہیں۔'' سلمان نے بھی خفگی سے کہا۔

''ہاں، کم ہے، مجھے اپنا گھر چاہیے، جس میں سے کوئی مجھے بھی باہر نہ نکال سکے۔'' شمیلہ نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

''اور یہ ناممکن ہے۔'' خدیجہ بیگم نے بھی بڑے ٹھوس لہجے میں کہا۔

''آپ حاتم صاحب کو میری یہ شرط بتا دیں اگر انہیں منظور ہے تو میں نکاح کے لیے تیار ہوں ورنہ نہیں۔'' شمیلہ نے مولوی صاحب کی طرف دیکھتے ہوئے سختی سے کہا تو مولوی صاحب رجسٹر اٹھا کر کمرے سے باہر چلے گئے اُن کے پیچھے باقی لوگ بھی باہر چلے گئے۔ صرف ریحانہ وہیں رہ گئیں۔

''شمیلہ، شمیلہ کچھ تو خدا کا خوف کرو...... یہ آپا کا احسان ہے کہ وہ تمہیں بیاہنے آ گئی ہیں...... ورنہ تم......'' ریحانہ نے غصے سے کہا۔

''مجھے اپنے لیے جو ٹھیک لگے گا وہی کروں گی۔'' وہ کہہ کر باہر جانے لگی تو ریحانہ بیگم نے اسے زبردستی روکا مگر وہ دروازے کے ساتھ لگ کر کھڑی ہو گئی۔ مولوی نے حاتم کو شمیلہ کی شرط کے بارے میں بتایا تو حاتم اور عاصم بری طرح چونک گئے۔

''حاتم...... میں تمہیں ہرگز یہ نہیں کرنے دوں گی، وہ ہم سے ہماری چھت بھی چھیننا چاہتی ہے۔ ہم سب رُل جائیں گے بیٹا۔'' خدیجہ نے غصے سے حاتم کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''بھائی کو یہ سب کچھ پہلے ڈسکس کر لینا چاہیے تھا۔'' عاصم نے بھی پریشانی سے کہا۔

''لیکن اب کیا کریں، یہ بتاؤ؟'' حاتم نے عاصم سے سرگوشی میں پوچھا۔

''یہ گھر آپ کا، میرا اور مما کا ہے، ردا کا حصہ اسے پہلے ہی دیا جا چکا ہے۔'' عاصم نے کہا۔

''کیا مطلب...... تم کیا کہنا چاہتے ہو؟'' حاتم نے چونک کر پوچھا۔

''شمیلہ بھابی فہام بھائی کی وجہ سے پہلے ہی بہت اذیت میں ہیں اگر اب اس سچویشن میں ہم انہیں چھوڑ کر جاتے ہیں تو یہ ان کے لیے بہت انسلٹ کی بات ہوگی۔ میرا خیال ہے آپ یہ گھر اُن کے نام کر دیں۔'' عاصم نے اپنی جانب سے مشورہ دیتے ہوئے کہا۔

''عاصم، یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟'' خدیجہ بیگم اس کی بات سن کر غصے سے بولیں۔

''مما اس وقت مسئلہ اُن کی عزت کا ہے۔'' عاصم نے جھنجلا کر کہا۔

''اور اسے ہماری عزت کی کوئی پروا نہیں۔'' خدیجہ نے غصے سے جواب دیا۔

''ٹھیک ہے مولوی صاحب آپ حق مہر میں گھر ہی لکھ دیجیے۔'' حاتم نے مولوی صاحب کی طرف دیکھ کر ٹھوس لہجے میں کہا۔

''تم دونوں کا تو دماغ خراب ہو گیا ہے۔ میں جا رہی ہوں، تم دونوں کے جو دل میں آئے کرو۔'' خدیجہ بیگم نے غصے سے کہا اور پاؤں پٹختی ہوئی باہر چلی گئیں۔

''مولوی صاحب آپ نکاح پڑھیں۔'' حاتم نے کہا۔

''جی بہت بہتر......'' مولوی صاحب رجسٹر اٹھا کر اندر چلے گئے تو شمیلہ نے فاتحانہ انداز میں مسکرا کر بھائی اور ماں کی طرف دیکھا۔

☆☆☆

جب سے حاتم کی بارات گئی تھی، ردا اپنے کمرے میں لیٹی مسلسل رو رہی تھی۔ اسے یقین ہی نہیں آ رہا تھا کہ اس کی زندگی میں کبھی ایسا ممکن تھا۔ وہ اس قدر دُھتکاری جائے گی کہ سگے رشتے بھی اس پر اعتبار نہیں کریں گے۔ بہت زیادہ رونے سے اس کے سر میں درد ہونے لگا تھا۔ وہ آنکھیں بند کیے بیڈ پر لیٹی کروٹیں بدل رہی تھی جب رشنا، زرینہ کے ہمراہ اس کے کمرے میں داخل ہوئی۔

''ردا بی بی...... دیکھیے تو کون آیا ہے، رشنا بی بی آئی ہیں۔'' زرینہ نے کہا تو ردا نے ایک دم آنکھیں کھول کر اسے دیکھا اور پھر ایک دم اس کے ساتھ لپٹ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ یوں جیسے اس مشکل وقت میں اسے کسی کے کندھے کی ضرورت تھی۔

''ردا میری جان...... خدا کے لیے چپ ہو جاؤ...... مجھ سے تمہارے آنسو برداشت نہیں ہو رہے۔'' رشنا نے محبت سے اسے چومتے ہوئے کہا تو ردا سسکیاں بھرنے لگی۔

''تم تو اتنی بہادر تھیں، کیسے ہمت ہار بیٹھی ہو......؟'' رشنا نے پُرتاسف لہجے میں کہا۔

''جب قسمت روٹھ جائے تو ہمت خود بخود ٹوٹ جاتی ہے۔ رشنا میرا سب کچھ ختم ہو گیا...... محبتیں بھی...... رشتے بھی...... عزت بھی اور اعتبار بھی......

سب کچھ۔'' ردا نے ہچکیاں بھرتے ہوئے کہا۔

''ایسا مت کہو...... اللہ سب ٹھیک کرے گا۔'' رشنا نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

''وہی تو مجھ سے روٹھ گیا ہے، اسی لیے سب مجھ سے ناراض ہو گئے ہیں، کوئی بھی مجھ سے محبت نہیں کرتا۔'' ردا بے انتہا رو رہی تھی۔

''سب کرتے ہیں محبت...... پلیز تم نیگیٹو مت سوچو۔'' رشنا نے اسے محبت سے اپنے ساتھ لگاتے ہوئے کہا۔

''میں ابھی آپ کے لیے چائے لاتی ہوں۔'' زرینہ نے مسکرا کر کہا اور کمرے سے باہر چلی گئی۔

''کیا روحیل آیا......؟'' رشنا نے قدرے توقف کے بعد رازدارانہ انداز میں پوچھا۔

''نہیں...... اور نہ ہی آئے گا۔'' ردا نے آہ بھر کر نفی میں سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

''کیوں......؟'' رشنا نے حیرت سے پوچھا۔

''وہ بہت ضدی ہے اور مجھ سے شدید بدگمان ہو چکا ہے۔'' اس نے اپنے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔

''اور تم...... کیا تم اب بھی اس سے محبت کرتی ہو؟'' رشنا نے پوچھا۔

''معلوم نہیں۔'' ردا نے مایوس کن لہجے میں جواب دیا اور اپنے ہاتھ ملنے لگی۔ رشنا اس کی ہر کیفیت نوٹ کر رہی تھی۔

''ردا ایک بات پوچھوں ...... میرے توقیر بھائی میں کیا کمی تھی جو تم نے انہیں قبول نہیں کیا؟'' رشنا نے اس کی طرف بغور دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''میں نہیں جانتی...... مگر میرا دل انہیں قبول نہیں کرتا تھا۔ شاید مجھے انہی کی کوئی بددعا لگ گئی ہے۔''

''ایسا مت کہو جو خود suffer کر رہے ہوں وہ دوسروں کو کیا بددعا دیں گے۔ اب بتاؤ، تم کیا چاہتی ہو؟'' رشنا نے اس کے ہاتھ تھام کر محبت سے پوچھا۔

''میرے پاس کسی بھی بات کا کوئی اختیار نہیں...... معلوم نہیں میری قسمت میں کیا لکھا ہے...... اور کیا ہونا باقی ہے لیکن مجھ سے میرے اپنوں کی نفرتیں برداشت نہیں ہو رہیں...... میں کیا کروں رشنا؟'' وہ پھر سسکنے لگی تھی۔

''سب ٹھیک ہو جائے گا...... میں پوری کوشش کروں گی کہ تمہارے حالات نارمل ہو جائیں۔'' رشنا نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

زرینہ چائے کی ٹرالی لے آئی تھی وہ انہیں چائے دے کر جیسے ہی لاؤنج میں آئی تو خدیجہ بیگم انتہائی پریشان حال روتے ہوئے اندر داخل ہوئیں۔

''بیگم صاحبہ...... آپ...... باقی سب لوگ کہاں ہیں اور آپ رو کیوں رہی ہیں؟'' اس نے آگے بڑھ کر انہیں صوفے پر بٹھایا اور فکرمندی سے پوچھنے لگی۔

''زرینہ ہم اس گھر سے بے گھر ہونے والے ہیں۔ شمیلہ نے حق مہر میں یہ گھر لکھوالیا ہے۔'' انہوں نے روتے ہوئے بتایا اور اپنے کمرے میں چلی گئیں۔

ردا ان باتوں سے بے خبر رشنا سے حالِ دل کہتی رہی۔

☆☆☆

''اس وقت میرا دل پھٹ رہا ہے، میں نے جس مجبوری میں یہ فیصلہ کیا ہے، یہ میں ہی جانتی ہوں۔'' شمیلہ جو بیاہ کر حاتم کے ساتھ آ گئی تھی اب اس کے کمرے میں بیٹھی رو رہی تھی۔

''فہام بھائی کے جانے سے آپ کی زندگی میں جو بھی کمی آئی ہیں وہ میں ساری تو دور نہیں کر سکتا مگر کوشش کروں گا آپ کو سکون اور خوشیاں دے سکوں۔'' حاتم نے بڑی مشکل سے ہمت کر کے اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔

''تھینک یو حاتم...... بچپن سے میں فہام کے ساتھ منسوب تھی۔ وہ محبت کے ساتھ ساتھ میری

عادت بن چکے تھے اگر نادانستہ میری زبان سے کچھ ایسا نکل جائے جو تمہیں اچھا نہ لگے تو پلیز مائنڈ نہ کرنا۔'' شمیلہ نے التجائیہ انداز میں کہا۔

''اوکے...... نو پرابلم......'' حاتم نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔

''حاتم...... آپ سے ایک بات کہوں، پلیز وہ بات آپ کسی سے نہیں کہیں گے...... خالہ جان سے بھی نہیں......'' شمیلہ نے کہا تو حاتم نے چونک کر اسے دیکھا۔

''اوکے...... میں کسی سے نہیں کہوں گا۔'' حاتم نے اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا۔

''حق مہر میں، میں نے یہ گھر صرف اپنے بھائی اور بھابی پر رعب ڈالنے کے لیے لکھوایا ہے ورنہ مجھے کوئی لالچ ہے اور نہ ہی ہوس...... یہ گھر آپ کا ہے اور آپ کا ہی رہے گا۔'' شمیلہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''رئیلی...... اور اگر میں اس وقت انکار کر دیتا تو......؟'' حاتم نے چونک کر پوچھا۔

''مجھے آپ پر پورا یقین تھا کہ میں جو کہوں گی وہ آپ ضرور مانیں گے۔ اسی لیے تو میں نے یہ شرط لگائی تھی اور ایسا ہی ہوا۔'' شمیلہ نے مسکرا کر کہا تو حاتم بھی مسکرا کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔

☆☆☆

روحیل کے ذہن میں فضیلت کے کہے ہوئے جملے بار بار گونج رہے تھے۔

''آپا ہارٹ پیشنٹ ہیں، اب ان کی کتنی زندگی باقی ہے۔ انہیں اذیت میں نہ ڈالو۔'' روحیل سخت پریشانی کے عالم میں اپنے کمرے میں بیٹھا کچھ سوچ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے ردا کا مسکراتا ہوا چہرہ گھومنے لگا۔

''اگر میں ردا کو کسی بھی طرح کنونس کر لیتا ہوں اور وہ میرے ساتھ آنے کے لیے مان بھی جاتی

محبت

جن سے محبت کی جاتی ہے ان کے لیے دل میں ایک قبرستان بھی بنا دیا جاتا ہے جس میں اپنے محبوب کی ساری خامیاں دفن کر دی جاتی ہیں اور ان پر کتبے بھی نہیں لگائے جاتے۔

ہائے رے شوہر

طوفانی بارش میں ایک شخص ریسٹورنٹ میں پیزا لینے آیا۔

منیجر نے پوچھا۔ ''سر کیا آپ غیر شادی شدہ ہیں؟'' اس شخص نے جواب دیا۔

''اللہ کے بندے تم خود سوچو ایسے طوفان میں کون سی ماں اپنے بیٹے کو پیزا لینے بھیجتی؟''

سفید جھوٹ

☆ 60 سالہ ارب پتی کافی دن بعد کلب میں اپنی اٹھارہ سالہ نئی نویلی بیوی کے ساتھ داخل ہوا تو ایک دوست نے علیحدہ لے جا کر پوچھا۔ ''یہ کیسے تم سے شادی کے لیے راضی ہو گئی؟''

آدمی نے جواب دیا۔ ''میں نے اپنی عمر کے بارے میں جھوٹ بولا تھا۔''

دوست۔ ''کیا تم نے چالیس سال بتائی تھی؟''

''آدمی، نہیں، نہیں میں نے نوّے سال بتائی تھی۔''

مرسلہ: فرحت احمد، گلشن حدید

www.paksociety.com

ہے تو مجھے اس کی فیملی سے معافی نہیں مانگنی پڑے گی مگر کیا ردا مان جائے گی؟'' روحیل نے سگریٹ کا گہرا کش لگاتے ہوئے سوچا۔

''ہاں، وہ بہت معصوم ہے، اب بھی مجھ پر یقین رکھتی ہوگی۔'' اس نے یہ سوچتے ہوئے ردا کا نمبر ملایا۔

''اس وقت روحیل کی کال......؟'' ردا حیرت اور پریشانی سے بڑبڑاتے ہوئے بولی۔ موبائل پر مسلسل بیلز ہو رہی تھیں۔

''روحیل ہمیشہ مجھے ڈانٹنے کے لیے ہی فون کرتا ہے، اب نہ جانے کیا کہنا چاہتا ہے، میں اس سے ہرگز بات نہیں کروں گی۔'' ردا نے پریشان ہو کر سوچا اور موبائل آف کر کے سائڈ ٹیبل پر رکھ دیا۔

☆☆☆

حاتم اور شمیلہ اگلی صبح اٹھ کر خدیجہ بیگم کے کمرے میں داخل ہوئے تو زرینہ انہیں ناشتا کرنے کو کہہ رہی تھی مگر وہ انکار کر رہی تھیں۔ زرینہ کو پیچھے کر کے حاتم خود آگے بڑھا۔

''اٹھیے ناں مما...... ناشتا کرلیں۔'' حاتم نے ماں کے قریب بیٹھ کر نرمی سے کہا۔

''مجھے بھوک نہیں۔ تم دونوں جاؤ یہاں سے۔'' خدیجہ بیگم نے ہاتھ کے اشارے سے بغیر دیکھے ان دونوں سے کہا۔

''مما...... شمیلہ...... آپ سے۔'' حاتم نے رک رک کر کچھ کہنا چاہا۔

''کیا اب کوئی اور ڈراما کرنا باقی رہ گیا ہے؟'' مما ایک دم غصے سے چلاتے ہوئے بولیں تو حاتم نے پریشان ہو کر شمیلہ کی طرف دیکھا۔

''مما...... شمیلہ نے آپ کے بارے میں دل سے تمام نیگیٹو باتیں نکال دی ہیں...... پلیز آپ بھی سب کچھ بھلا دیں۔'' حاتم نے گھبرا کر کہا۔

''کیا کچھ بھلا دوں اس کی چالاکیاں...... مکاریاں...... اور کل کی بے عزتی؟'' انہوں نے ایک دم غصے سے شمیلہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''بس خالہ جان میں آپ سے اپنی عز... بے عزتی کروانے نہیں آئی۔ دیکھ لیا حاتم، اب ا... مجھے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ میں صرف آ... کہنے پر یہاں آئی تھی۔'' شمیلہ نے غصے سے ک... پاؤں پٹختے ہوئے باہر چلی گئی۔

''مما مجھے بہت افسوس ہو رہا ہے کہ آپ... ماں ہو کر اتنی تنگ دلی کا ثبوت دیا ہے۔'' وہ ن... خفگی سے بولا۔

''ہاں...... جب تم جیسی اولاد ماں کو جوتی... اہمیت دیتی ہے تو وہ تنگ دل ہی ہو جاتی ہے... انہوں نے غصے سے چلاتے ہوئے کہا تو وہ سر جھ... کر کمرے سے باہر نکل گیا۔

☆☆☆

جب سے حاتم اور شمیلہ کا نکاح ہوا تھا خد... بیگم کی طبیعت سنبھل نہیں پا رہی تھی۔ شمیلہ کی با... اور رویے نے انہیں بہت بد دل کر دیا تھا۔ ردا... کے کمرے میں آئی تو اُن کے چہرے پر پریشانی... تاثرات تھے۔ وہ خاموشی سے خدیجہ بیگم کے پ... بیٹھ گئی۔

''کیا بات ہے بیٹا......؟ تم کچھ پریشان ل... رہی ہو؟'' انہوں نے اس کے چہرے کی طرف بغ... دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''مما...... وہ...... رات کو میرے موبائل... روحیل کا فون آرہا تھا۔''

''اچھا...... تو کیا تم نے اس سے کوئی با... کی......؟'' خدیجہ نے چونک کر پوچھا۔

''نہیں...... میں نے تو موبائل ہی آف کر دیا... مجھے ڈر تھا کہ وہ پھر مجھے ڈانٹے گا اور میری بے عز... کرے گا۔'' ردا نے معصومیت سے جواب دیا۔

''بیٹا...... تمہیں اس سے بات تو کرنی چا... تھی۔ میرا خیال ہے اس کی ماں جی نے اسے سمجھ...

ہوگا...... بیٹا میں تو چاہتی ہوں کہ روحیل تمہیں لینے آجائے اور تم اپنے گھر چلی جاؤ تو میں پُرسکون ہو جاؤں ورنہ شمیلہ نہ جانے کیا کرے...... ویسے بھی وہ اب اس گھر کی مالکن بن گئی ہے۔'' انہوں نے افسردگی سے اسے بتایا۔

''کیا...... مطلب......؟'' ردا نے حیرت سے پوچھا۔

''شمیلہ نے حق مہر میں یہ گھر لکھوا لیا ہے۔'' خدیجہ بیگم نے آہ بھر کر نم آنکھوں سے اسے بتایا۔

''کب...... کیا......؟'' ردا نے بری طرح چونک کر کہا۔

''ہاں...... اور اب وہ ہم سے کیا سلوک کرتی ہے معلوم نہیں۔'' خدیجہ بیگم نے ایک ٹھنڈی آہ بھری تو ردا پریشان ہو کر ان کی طرف دیکھنے لگی۔

روحیل بار بار ردا کا نمبر ملا رہا تھا مگر وہ کمرے میں موجود نہیں تھی۔ روحیل نے لینڈ لائن نمبر ملایا تو کافی زیادہ بیلز کے بعد شمیلہ نے فون اٹھا لیا۔

''ہیلو...... میں روحیل بات کر رہا ہوں۔ مجھے ردا سے بات کرنی ہے۔'' روحیل نے گلا کھنکھارتے ہوئے کہا۔

''کیوں اور کس ناتے سے؟'' شمیلہ نے خفگی سے پوچھا۔

''میں اس کا شوہر ہوں۔'' روحیل نے ٹھوس لہجے میں جواب دیا۔

''اچھا...... بہت جلدی آپ کو یاد آگیا کہ آپ اس کے شوہر ہیں۔'' شمیلہ نے تلخی سے کہا۔

''پلیز...... میں آپ سے کوئی بحث نہیں کرنا چاہتا...... آپ ردا کو بلائیں......'' روحیل غصے سے بولا۔

''اس کا آپ سے اب کوئی تعلق نہیں...... اگر آپ ردا کو خود طلاق بھجوا دیتے ہیں تو ٹھیک ہے ورنہ ہم کورٹ کے ذریعے خود لے لیں گے...... اب دوبارہ کونٹیکٹ کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہی ہمارا فیصلہ ہے۔'' شمیلہ نے غصے سے کہہ کر فون بند کر دیا اور پاؤں پٹختے ہوئے اندر کمرے میں چلی گئی۔

روحیل کو اپنی بہت زیادہ انسلٹ محسوس ہوئی۔

ردا کافی دیر بعد جب اپنے کمرے میں آئی، اس نے اپنے موبائل پر روحیل کی کافی مس کالز دیکھیں تو بری طرح چونک گئی۔

''روحیل کی اتنی زیادہ مس کالز......؟'' اس نے حیرت سے سوچا اور اس کا نمبر ڈائل کیا مگر روحیل نے پہلی ہی بیل پر اس کی کال ریجیکٹ کر دی۔ وہ پریشان ہوگئی اور دوبارہ فون کرنے لگی۔ اب کے اس نے موبائل ہی آف کر دیا تھا۔

''اس کا کیا مطلب ہے، وہ پہلے خود ہی کال کر رہا تھا اور اب خود ہی کال ریجیکٹ کر رہا ہے۔'' وہ پریشان ہو کر چہرے پر ہاتھ پھیرنے لگی۔

روحیل نے فضیلت آپا کو فون کر کے ساری بات تفصیل سے بتائی اور شمیلہ نے اسے جو کچھ کہا تھا وہ سب سن کر وہ بھی پریشان ہوگئیں۔

''روحیل تم نے اچھا کیا جو مجھے ساری بات بتا دی ہے، تم ابھی کوئی قدم نہ اٹھانا میں سوچتی ہوں ان حالات میں کیا کرنا چاہیے۔'' فضیلت نے اسے نرمی سے سمجھاتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے...... لیکن اب حالات ہم نہیں وہ لوگ بگاڑ رہے ہیں۔'' روحیل نے کہہ کر فون بند کر دیا تو وہ سوچ میں پڑ گئی پھر ایک دم اس نے خدیجہ بیگم کا نمبر ملایا۔

''السلام علیکم...... میں روحیل کی آپا فضیلت بات کر رہی ہوں۔''

''اوہ آپ......؟'' خدیجہ بیگم نے چونک کر جواب دیا۔

''ہاں...... میں...... دراصل آپا کی طبیعت ٹھیک نہیں اور میں آپ سے ایک ضروری بات کرنا چاہتی ہوں۔'' اس نے رک رک کر کہا۔

''جی، جی فرمائیں۔'' خدیجہ بیگم نے حیرت سے کہا۔

"میں اور آپا...... روحیل کو بہت قائل کررہے ہیں کہ وہ ردا کو گھر لے آئے اور اس نے ردا سے کونٹیکٹ بھی کرنا چاہا...... ردا سے تو بات نہیں ہوسکی...... مگر......" فضیلت کچھ کہتے ہوئے رک گئی۔

"مگر...... کیا......؟" خدیجہ بیگم نے چونک کر پوچھا۔

"مگر کسی نے اس سے یہ کہا ہے کہ آپ لوگ صرف طلاق ہی چاہتے ہیں، سمجھوتا نہیں۔" فضیلت نے صاف گوئی سے اسے بتایا۔

"کس نے یہ بات کہی ہے؟" انہوں نے ایک دم گھبرا کر پوچھا۔

"آپ کے گھر میں کون ایسا ہے جو ردا کی خوشی نہیں چاہتا؟" فضیلت نے معنی خیز انداز میں کہا تو خدیجہ بیگم نے گہری سانس لی۔

"دیکھیے بہن...... آپ اس مسئلے کو حل کرنے کی کوشش کریں، دونوں کی زندگیوں کو انا اور ضد کی بھینٹ نہ چڑھائیں تو اچھا ہے۔" فضیلت نے انہیں سمجھاتے ہوئے کہا۔

"میں تو خود یہی چاہتی ہوں کہ میری بیٹی کا گھر بسا رہے۔ میں تمام صورت حال دیکھ کر آپ سے رابطہ کرتی ہوں۔" خدیجہ بیگم نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"شکریہ...... آپ میری بات سمجھ گئیں۔ ہماری تو کوشش اور دعا ہے کہ دونوں کا گھر ٹوٹنے سے بچا رہے۔" فضیلت نے کہا تو خدیجہ بیگم نے اس کے جواب میں جلدی سے آمین کہا اور پُرامید انداز میں ایک دوسرے کو خدا حافظ کہا اور فون آف کرکے خدیجہ بیگم ردا کے کمرے میں آگئیں۔

"کیا بات ہے مما، آپ کچھ پریشان لگ رہی ہیں؟" ردا نے فکرمند ہوکر پوچھا تو انہوں نے اسے فضیلت کے ساتھ کی گئی تمام گفتگو بتادی۔

"کیا شمیلہ بھابی نے خود سے ہی طلاق کی بات کہہ دی؟"

"ہاں...... بیٹا اب تو اسے موقع ملا ہے کہ اب وہ ہم سے کھُل کر دشمنی کرے۔ فہام کی زندگی [میں] اسے جو مواقع نہیں ملے تھے اب وہ حاتم کی بیوی [بن] کر ان سے بھرپور فائدے اٹھانا چاہتی ہے۔" خدیجہ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر سمجھاتے ہوئے کہا۔

"مجھے تو سمجھ میں نہیں آرہا کہ وہ کیوں [ایسا] کر رہی ہیں...... میں نے ان کا کیا بگاڑا ہے۔" [ردا] نے جھنجلا کر کہا۔

"حسد...... بیٹا حسد سے بڑھ کر دشمنی کی [اور] وجہ اور کوئی نہیں...... تم فہام کی لاڈلی تھیں۔ اس [لیے] اسے ہمیشہ کھٹکتی تھیں۔ فہام اس سے چھن گیا ہے [اب] وہ تمہیں بھی بے آسرا کرنا چاہتی ہے۔ ان حالا[ت] میں اب ضروری ہوگیا ہے کہ تم اور روحیل کہیں [مل کر] آپس میں بدگمانیاں دور کرلو۔ گھر میں تو یہ ممکن نہیں [ہے] شمیلہ نیا فساد کھڑا کردے گی۔" خدیجہ بیگم نے [انہیں] سمجھاتے ہوئے کہا۔

"میں...... اور...... روحیل؟" ردا نے چونک کر پوچھا۔

"ہاں...... بیٹا میں تمہاری ماں جی کو فون [کر] کے ان سے ساری بات طے کرتی ہوں۔ بیٹا اس [گھر] میں اب تمہارا کوئی مستقبل نہیں۔ اپنے شوہر کے گھر [کو] آباد کرنے کی کوشش کرو۔"

خدیجہ بیگم نے اسے نرمی سے سمجھایا تو ردا [بھی سوچ] کر خاموش ہوگئی۔

☆☆☆

خدیجہ بیگم فجر کی دعاؤں اور وظائف [سے] فارغ ہی ہوئی تھیں کہ حاتم ان کے کمرے میں آیا۔

"کیا بات ہے...... تم کچھ کہنا چاہتے ہو؟" انہوں نے اس کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

"مما میں نے روحیل کی ماں جی سے کہا تھا [کہ] روحیل، ردا اور ہم سے معافی مانگے تو پھر ہم ردا کو [اس] کے ساتھ بھیجیں گے مگر اس کی طرف سے کوئی رسپانس نہیں آیا، اس کا مطلب ہے روحیل صلح نہیں چاہتا۔"

حاتم نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔

"تو...... پھر؟" خدیجہ بیگم نے اسے بغور دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

"میں آج ردا کی ڈائیورس کے سلسلے میں وکیل سے بات کرنے لگا ہوں۔" حاتم نے سنجیدگی سے بتایا۔

"تمہیں یہ حق کس نے دیا ہے کہ تم اس کی طلاق کی باتیں کرو، میں ابھی زندہ ہوں، تم نے اپنی زندگی کا وہ فیصلہ کیا جو تم نے بہتر سمجھا اور میں اپنی ردا کے لیے وہ فیصلہ کروں گی جو میں بہتر سمجھوں گی۔" انہوں نے اسے غصے سے ڈانٹتے ہوئے کہا۔

"اس کا مطلب ہے کہ آپ ردا کو روحیل کے ساتھ بھیجنا چاہتی ہیں؟" حاتم نے ابرو چڑھائی۔

"اس کا فیصلہ وقت کرے گا۔" خدیجہ بیگم نے ٹھوس لہجے میں جواب دیا۔

"لیکن...... یہ یاد رکھیے گا کہ میں اسے اس گھر میں تب تک برداشت نہیں کروں گا جب تک وہ معافی نہیں مانگ لیتا...... ورنہ......" حاتم غصے سے بولا۔

"ورنہ کیا......؟" خدیجہ بیگم نے بھی غصے سے اس کی بات کاٹتے ہوئے پوچھا۔

"اگر وہ مجھے اس گھر میں نظر آیا تو پھر یہاں سے ایک نہیں دو جنازے اٹھیں گے۔" حاتم غصے سے کہہ کر باہر جانے لگا۔

"حاتم اتنے ظالم مت بنو۔" وہ غصے سے چلائیں مگر حاتم کوئی جواب دیے بغیر کمرے سے باہر نکل گیا تو خدیجہ بیگم پریشان ہوگئیں اور موبائل اٹھا کر روحیل کی ماں جی سے ساری بات کی اور انہیں راضی کیا کہ وہ ایک بار روحیل اور ردا کی ملاقات کروادیں۔ ماں جی نے بھرپور تعاون کا یقین دلایا اور انہیں تسلی دے کر فون بند کردیا۔ ماں جی کے کہنے پر فضیلت نے روحیل کو فون کیا اور اسے ردا سے ملنے کو کہا تو وہ ایک دم بھڑک اٹھا۔

"ہرگز نہیں...... میں نے پہلے بھی اسے آپ لوگوں کے کہنے پر فون کیا تھا مگر نتیجہ کیا نکلا...... اگر وہ لوگ طلاق لینے پر تلے ہیں تو میں کیا کرسکتا ہوں۔" روحیل غصے سے بولا۔

"بیٹا...... طلاق کی بات ان کی بہو نے کی ہے اور وہ ردا سے بدلہ لینا چاہتی ہے جبکہ ردا کی مما مفاہمت چاہتی ہیں۔ انہوں نے خود تمہاری ماں جی کو فون کیا ہے۔ اس لیے بہتر یہی ہے کہ تم دونوں آج شام کہیں باہر مل کر آپس کی غلط فہمیاں اور رنجشیں دور کرلو، تمہاری ماں جی کا بھی یہی حکم ہے۔ بیٹا قسمت بار بار یوں مواقع نہیں دیتی۔" فضیلت نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا تو روحیل خاموش ہوگیا۔

"ٹھیک ہے...... میں اب آخری بار اسے فون کروں گا اگر اب اس نے میرے ساتھ کوئی گیم کھیلنے کی کوشش کی تو پھر میں جو فیصلہ کروں گا وہ آپ کو ماننا ہوگا۔" روحیل نے ٹھوس لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے...... تم اسے فون تو کرو۔" فضیلت نے اطمینان بھری سانس لیتے ہوئے کہا اور فون بند کردیا۔

☆☆☆

ردا اپنے کمرے میں بیڈ پر لیٹی تھی جب اس کے موبائل پر روحیل کا فون آنے لگا۔ وہ موبائل پر اس کی کال دیکھ کر پریشان ہوگئی۔ اسے سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا کرے۔

خدیجہ بیگم قدرے پریشان اس کے کمرے میں داخل ہوئیں تو ردا کی طرف چونک کر دیکھنے لگیں۔

"مما...... روحیل کا فون آرہا ہے۔" ردا نے گھبرا کر انہیں بتایا۔

"بات کرو...... سنو وہ کیا کہنا چاہتا ہے۔" خدیجہ بیگم نے اس کے کندھے کو تھپتھپاتے ہوئے کہا تو ردا نے موبائل کان سے لگالیا۔

"جی، ہیلو......"

"ماں جی نے آج مجھے تم سے ملنے کو کہا

ہے...... بتاؤ کب اور کہاں آسکتی ہو؟'' روحیل نے قدرے خشک لہجے میں اس سے پوچھا۔

''م......م...... میں آؤں؟'' ردا نے گھبرا کر کہا تو خدیجہ نے آنکھوں ہی آنکھوں میں اسے اجازت دے دی۔

''آ...... آپ بتادیں؟'' ردا نے رک رک کر کہا۔

''ٹھیک ہے...... شام پانچ بجے اسی چائنیز ریسٹورنٹ میں آجانا جہاں ہم ڈنر کرنے جایا کرتے تھے۔'' روحیل نے جلدی سے کہا۔

''اوکے......'' ردا نے کہا اور ماں کی طرف پریشانی سے دیکھنے لگی۔ فون بند ہو چکا تھا۔

''کیا روحیل نے تمہیں کہیں ملاقات کرنے کے لیے بلایا ہے؟ یہ روحیل کی ماں جی کا ہی آئیڈیا ہوگا کہ تم اور روحیل آپس میں مل کر ایک دوسرے کی غلط فہمیاں دور کردو۔'' خدیجہ بیگم نے ایک گہری سانس لے کر اسے بتایا۔

''مگر...... مما......؟'' ردا نے گھبرا کر کہا۔

''بیٹا...... اب یہ بہت ضروری ہوگیا ہے کیونکہ اب تمہارے گھر کو آباد نہیں...... برباد کرنے کی پوری کوشش کی جارہی ہے۔ ان حالات میں ہمارے پاس کوئی اور آپشن نہیں۔ جب اپنے خون کے رشتے خلاف ہوجائیں تو دوسروں پر کیا بھروسا۔'' خدیجہ بیگم نے آہ بھر کر کہا تو ردا اُن کی بات سن کر خاموش ہوگئی۔

☆☆☆

''حاتم خدا کے لیے اتنی ٹینشن مت لیں...... میرا سب کچھ آپ ہیں...... میں فہام کو کھو چکی ہوں...... میکے کے در بھی بند مجھیں آپ کو کچھ ہوا...... میں یہ برداشت نہیں کرسکتی۔'' شمیلہ...... انتہائی محبت اور اپنائیت سے حاتم سے کہہ رہی تھی جو دفتر سے اچانک گھر واپس آگیا تھا کہ صبح سے اس کے سر میں شدید درد ہورہا تھا۔ دراصل بزنس کی ٹینشن سے حاتم کا بی پی ہائی ہونے لگا تو عاصم نے بھائی کو گھر بھیج دیا تھا۔

''کیا آپ مجھ سے اتنی محبت کرنے لگی [illegible]'' حاتم نے مسکرا کر پوچھا۔

''ہاں...... بہت زیادہ...... ڈوبتے [illegible] جب تنکے کا سہارا ملتا ہے تو وہ ہی اس کا سب [illegible] جاتا ہے۔ اس کی طاقت بھی...... اور اس کی [illegible] بھی۔'' شمیلہ نے فرطِ جذبات سے کہا تو حا[illegible] کے اس احساس سے مسرور ہونے لگا اور [illegible] چہرے پر مسکراہٹ پھیلنے لگی۔

''ٹھیک ہے...... ابھی آپ ریسٹ کر[illegible] میں آپ کے لیے فریش جوس لے کر آتی ہو[illegible]'' شمیلہ نے مسکرا کر کہا اور کمرے سے باہر نکل گئی [illegible] کے چہرے پر بھی اطمینان سا پھیلنے لگا۔ جوس [illegible] جگ اور دو گلاس ٹرے میں لیے وہ کچن سے با[illegible] چونک گئی۔ ردا استری شدہ سادہ سا سوٹ پہ[illegible] لمبے بالوں کی چٹیا بنائے بیگ کندھے پر لٹکا[illegible] سر پر اوڑھے خدیجہ بیگم کے کمرے کی طرف گئی تو [illegible] ماتھا ٹھنکا...... وہ ٹرے وہیں ٹیبل پر رکھ کر آ[illegible] آہستہ چلتی ہوئی خدیجہ بیگم کے کمرے کے پا[illegible] آئی اور تھوڑا سا دروازہ کھول کر اُن کی باتیں [illegible] لگی۔ خدیجہ بیگم اسے ہدایات دے رہی تھیں۔

''میں نے ڈرائیور کو کہہ دیا ہے وہ ریسٹو[illegible] کے باہر گاڑی میں ہی تمہارا انتظار کرے گا...... [illegible] مت...... اور کھل کر اس سے ساری بات [illegible]'' خدیجہ بیگم نے کہا تو شمیلہ کے چہرے پر حیرت [illegible] تاثرات نمایاں ہونے لگے۔

''مما مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔'' ردا نے [illegible] کر کہا۔

''ڈر...... کس بات کا...... تم اپنے شوہر [illegible] تو ملنے جارہی ہو کسی اور سے نہیں۔'' انہوں نے [illegible] کے کندھے پر پیار سے ہاتھ رکھتے ہوئے کہا تو [illegible] کے چہرے پر غصے کے آثار نمودار ہوئے۔

''اوہ.....تو یہ روحیل سے ملنے جارہی ہے میں
نے تو روحیل سے کہا تھا کہ ردا کو طلاق چاہیے اور یہ
...مل کر تعلق بڑھانا چاہتی ہیں......
...بیٹی اس سے ...
...دونوں کی صلح ہوگئی تو ردا کو طلاق دلا کر ذلیل
کرنے کی میری ساری پلاننگ فیل ہوجائے گی۔''
...سے شمیلہ کے نتھنے پھولنے لگے۔
''مما...... اگر روحیل نے کوئی گڑ بڑ کی
...؟'' ردا نے گھبرا کر پوچھا۔
''بیٹا...... اگر اسے غصہ آ بھی جائے تو تم
...موشی سے سنتی رہنا۔ جب لڑکی کی نیت گھر بسانے
کی ہوتی ہے تو اسے بہت کچھ برداشت کرنا پڑتا
ہے۔ میں چاہتی ہوں تم جلد از جلد اپنے گھر چلی
جاؤ...... جاؤ بیٹا، میں تمہارے لیے دعا کرتی رہوں گی۔''
خدیجہ بیگم نے اس کی پیشانی چومتے ہوئے کہا پھر ردا
جیسے ہی کمرے سے باہر نکلنے لگی شمیلہ جلدی سے
وہاں سے چلی گئی اور ٹرے اٹھا کر اپنے کمرے میں
داخل ہوگئی۔ ریسٹورنٹ کا نام وہ سُن چکی تھی۔
شمیلہ نے گلاس بھر کر جوس حاتم کو دیا پھر خود
بھی پینے لگی۔ حاتم کا مطمئن چہرہ دیکھ کر وہ بڑی
لگاوٹ سے بولی۔
''حاتم کیوں ناں کچھ دیر کے لیے ہم باہر
چلیں...... آؤٹنگ بھی ہوجائے گی اور آپ فریش بھی
ہوجائیں گے۔'' اپنی بات کہہ کر شمیلہ نے اس کی
طرف بغور دیکھا۔
''نہیں...... نہیں میرا دل نہیں چاہ رہا۔'' حاتم
نے منہ بنا کر جواب دیا۔
''اسی لیے تو کہہ رہی ہوں، چلیے ناں پلیز۔''
شمیلہ نے پھر اصرار کیا۔
''اوکے...... آپ بہت اصرار کررہی ہیں تو
ٹھیک ہے۔'' حاتم نے مسکرا کر کہا۔
''ٹھیک ہے...... میں ابھی چینج کر کے آتی
ہوں۔'' شمیلہ نے مسکرا کر کہا اور وارڈ روب سے
ایک ڈریس نکال کر واش روم میں چلی گئی۔

☆☆☆

شام گہری ہورہی تھی ردا ریسٹورنٹ کے ایک
کونے میں ٹیبل پر بیٹھی روحیل کا شدت سے انتظار
کررہی تھی۔ اس کی آنکھیں مسلسل دروازے پر لگی
تھیں۔ روحیل نے پانچ بجے آنے کو کہا تھا مگر اب چھ
بج رہے تھے اور اس کا کوئی اتا پتا نہیں تھا۔ اس نے
ایک دو بار روحیل کو کال بھی کی مگر اس نے اس کی کال
کا کوئی جواب نہیں دیا۔ ردا انتہائی پریشان اپنی سوچ
میں گم تھی کہ وہ کیا کرے بہت سوچنے کے بعد اس نے
روحیل کو موبائل پر میسج لکھا اور پھر انتظار کرنے لگی۔
روحیل ایک انتہائی مصروف سڑک پر ٹریفک
جام میں بری طرح پھنسا ہوا تھا۔ سڑک پر ایکسیڈنٹ
ہونے کی وجہ سے ٹریفک بری طرح ڈسٹرب تھا۔ کوئی
آگے گاڑی نکالتا تو کوئی پیچھے سے۔ روحیل بری
طرح جھنجلا گیا تھا۔ ایسے میں ردا کی کالز لینا بھی اس
کے لیے مشکل ہورہا تھا جیسے ہی ردا کا میسج آیا تو اس
نے غصے سے بغیر پڑھے ہی موبائل آف کردیا اور
ٹریفک سے گاڑی نکالنے کی کوشش کرنے لگا۔

☆☆☆

شمیلہ گاڑی ڈرائیو کررہی تھی اور حاتم اس کے
ساتھ فرنٹ سیٹ پر بیٹھا تھا۔ شمیلہ بہت میٹھے انداز
میں حاتم کے ساتھ باتیں کرتے ہوئے اسے ریلیکس
کرنے کی کوشش کررہی تھی۔
''حاتم...... پلیز آپ اس وقت کوئی ٹینشن نہ
لیں، اپنے مائنڈ کو ریلیکس رکھیں۔ میرے لیے آپ
کی زندگی زیادہ اہم ہے، بزنس نہیں۔'' شمیلہ نے
مسکرا کر کہا۔
''کوشش تو کررہا ہوں مگر وہ ٹینشن بھی تو اپنی
جگہ ایک فیکٹ ہے ناں۔'' حاتم نے گہری سانس
لیتے ہوئے جواب دیا۔
''فیکٹس تو اور بھی بہت ہیں، کیا آپ ہر ایک

کی ٹینشن لیں گے۔" شمیلہ نے معنی خیز انداز میں کہا تو حاتم نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

"کیا مطلب......؟" حاتم نے حیرت سے پوچھا۔

"ردا گھر بیٹھی ہے، روحیل نے اس کی لائف کو کتنا miserable بنا دیا ہے۔" شمیلہ نے مزید کچھ کہنا چاہا تو حاتم نے اسے روک دیا۔

"پلیز اس وقت اُن کا ذکر مت کریں، میں پہلے ہی بہت اپ سیٹ ہوں۔" حاتم نے جھنجلا کر کہا تو شمیلہ نے گہری سانس لی اور خاموش ہوگئی۔ تھوڑی دیر بعد ہی اس نے گاڑی چائنیز ریسٹورنٹ کے سامنے روکی تو حاتم نے چونک کر اس سے وجہ پوچھی۔

"میں آپ کو یہاں ریلیکس کرنے کے لیے لائی ہوں، چلیے اندر کچھ کھاتے ہیں اور اچھی، اچھی باتیں کرتے ہیں۔" شمیلہ نے معنی خیز انداز میں کہا۔

"میرا موڈ نہیں......" حاتم نے ناگواری سے کہا۔

"چلیں ناں پلیز۔" شمیلہ نے ٹھنٹھناتے ہوئے کہا تو حاتم مجبوراً گاڑی سے اترا اور اِدھر اُدھر دیکھ کر ریسٹورنٹ کے اندر داخل ہوگیا۔ شمیلہ نے اندر جا کر متلاشی نگاہوں سے چاروں طرف دیکھا تو اسے ردا ایک کونے میں بیٹھی دکھائی دی۔

"ردا یہاں کیا کر رہی ہے؟" شمیلہ نے قدرے خفگی سے حاتم سے سرگوشی کی تو حاتم کے چہرے پر حیرت کے آثار نمودار ہوئے۔

"یہ...... یہاں کیا کر رہی ہے؟" حاتم غصے سے بڑبڑایا۔

"لگتا ہے کسی کا انتظار کر رہی ہے۔" شمیلہ نے معنی خیز انداز میں آنکھیں گھما کر کہا۔

"انتظار...... کس کا......؟" اس نے چونک کر پوچھا۔

"یہ تو آپ خالہ جان سے ہی پوچھیے گا جو بیٹی کے ہر عیب پر پردے ڈالتی ہیں۔" شمیلہ نے قدرے چالاکی سے کہا۔

"ان سے کیوں، ردا سے ہی کیوں نہ پوچھوں......؟" حاتم قدرے غصے میں جذباتی میں ردا کی طرف بڑھنے لگا تو شمیلہ نے جلدی اس کا بازو پکڑ کر روکا۔

"یہاں تماشا مت بنائیں، ابھی گھر چلیے زبردستی اس کا ہاتھ پکڑ کر باہر لے گئی۔

ردا ان دونوں کو دیکھ کر بری طرح گھ تھی۔ ان کے جانے کے بعد اس نے ماں کا نم اور انہیں ساری بات بتائی۔

"اوہ...... یہ تو بہت برا ہوا...... مگر شمیلہ حاتم وہاں کیسے پہنچ گئے......؟" خدیجہ بیگم نے ح سے کہا۔

"معلوم نہیں...... مگر حاتم بھائی مجھے بہت سے دیکھ رہے تھے۔ مما مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے ردا نے قدرے گھبراتے ہوئے کہا۔

"روحیل کہاں ہے؟" خدیجہ بیگم نے پریشان کر پوچھا۔

"وہ ابھی تک نہیں آئے...... میں انہی کا انت کر رہی تھی کہ یہ لوگ آگئے۔"

"یہ تو بہت برا ہوا۔ یقیناً اسے شمیلہ ہی لے کر گئی ہوگی۔ وہ بہت حاسد عورت ہے۔ حسد و جہ سے سب کچھ کر سکتی ہے، تم ایسا کرو فوراً واپس آجاؤ۔" انہوں نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"اور...... روحیل......؟" ردا نے حیرت سے پوچھ

"میں اس کی ماں جی کو فون کر کے سمجھا دو گی، تم کوشش کرو کہ حاتم سے پہلے گھر آجاؤ، و بہت مسئلہ ہو جائے گا۔" خدیجہ نے اس سے کہا تو موبائل آف کر کے جلدی سے باہر چلی گئی اور گاڑ میں بیٹھ کر جلدی سے ڈرائیور کو چلنے کو کہا۔

☆☆☆

حاتم انتہائی غصے میں ریش ڈرائیونگ کر تھا۔ شمیلہ اس کے ساتھ فرنٹ سیٹ پر بیٹھی انکھیوں سے اس کی طرف دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔

"ہمیں دیکھ کر ردا یوں گھبرا گئی تھی جیسے اس کی کوئی چوری پکڑی گئی ہو۔ نہ جانے کس سے ملنے آئی تھی۔ اب مجھے یقین ہو گیا ہے کہ روحیل اس پر ٹھیک ہی شک کرتا تھا۔ میاں، بیوی میں جو برائی اور غلطی ہوتی ہے وہ فوراً ایک دوسرے کو پتا چل جاتی ہے۔" شمیلہ نے معنی خیز انداز میں کہا تو حاتم نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

"آپ مانیں یا نہ مانیں اس کا فرحان کے ساتھ بھی کوئی چکر ہی ہوگا ورنہ صرف رشتے کے انکار پر کون کسی کو اتنا تنگ کرتا ہے، توقیر کے ساتھ افیئر تو سب کے سامنے آگیا مگر اندرونِ خانہ وہ کیا کچھ کرتی رہی کسی کو کیا خبر...... آج تو آپ نے خود ہی اپنی آنکھوں سے بھی دیکھ لیا۔" شمیلہ نے اسے اچھی طرح بھڑکاتے ہوئے کہا۔

"میں کسی طور اب نظر انداز نہیں کر سکتا۔" حاتم غصے سے چلّاتے ہوئے بولا۔

"آپ خالہ جان سے تو پوچھیں کہ اس وقت ردا کہاں ہے آپ کو پتا چل جائے گا کہ کون کس کے ساتھ ملا ہوا ہے۔" شمیلہ نے جان بوجھ کر اسے پپ کرتے ہوئے کہا تو حاتم نے فوراً اپنا موبائل نکال کر ماں کا نمبر ملایا۔

"وہ...... وہ یہیں ہے۔" خدیجہ بیگم نے گھبرا کر کہا تو حاتم نے غصے سے موبائل آف کر دیا۔

"یقیناً انہوں نے کہا ہوگا کہ وہ گھر پر ہی ہے یا پھر گول مول جواب دیا ہوگا۔ حاتم...... ردا کو خراب کرنے میں خالہ جان برابر کی شریک ہیں۔ آج تو ثابت ہو گیا۔" شمیلہ نے غصے سے کہا تو حاتم کو اور بھی غصہ آنے لگا۔

☆☆☆

روحیل انتہائی تیزی سے ریسٹورنٹ میں داخل ہوا۔ نظریں دوڑا کر اِدھر اُدھر دیکھا اسے ردا کہیں دکھائی نہیں دی۔ اس کا چہرہ لال بھبوکا ہو گیا۔ اس

گمشدہ شہزادی

سالگرہ نمبر میں آنٹی انجم نے تمام بہنوں کو اُن کی خصوصیات کے حوالے سے شہزادیوں کا ٹائٹل دیا تو ہم نے اپنے آپ کو گمشدہ شہزادی کا ٹائٹل دے ڈالا چونکہ کچھ عرصے سے پاکیزہ سے آؤٹ تھے اس لیے بہنوں کو ہم شاید یاد نہیں رہے، چلیں ہم خود ہی یاد دلا دیں جی کہ ہم وہی شہلا نواز فرام لاہور ہیں جنہوں نے ہمارا کراچی کے عنوان سے مختصر سا سفر نامہ لکھا تھا اور اپنے آپ کو ابنِ انشا کی بھتیجی سمجھتے رہے۔ پاکیزہ سے ہمارا تعلق 13 سال پرانا ہے پاکیزہ پڑھتے تو تھے مگر ایک ڈیڑھ برس تبصرہ نہ لکھا مگر کوئی بات نہیں جی اب ہم...... اپنے قلم کی جولانیوں سمیت واپس آگئے ہیں کس کس بہن کو ہماری کمی محسوس ہوئی تھی بتایئے گا ضرور اور ہاں لگ رہے ہیں نہ ہم شہزادی یہ بھی ضرور بتایئے گا۔

تمام پاکیزہ بہنوں کو ہماری جانب سے سلام قبول ہو۔

از: شہلا نواز، لاہور

نے ردا کا نمبر ملایا مگر وہ انتہائی پریشانی کے عالم میں تھی۔ ڈرائیور نہایت تیزی سے گاڑی چلاتا ہوا چلا جارہا تھا خوف کے مارے ردا کا برا حال ہو رہا تھا۔ بیگ میں پڑا اس کا موبائل بجا اس نے نمبر دیکھا اسے سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ روحیل کو کیا کہے، روحیل اس کی کسی بات پر یقین نہیں کرے گا۔ اس نے خوف زدہ ہو کر اس کی کال ریسیو ہی نہیں کی۔

☆☆☆

خدیجہ بیگم انتہائی پریشانی میں لاؤنج میں چکر لگا رہی تھیں اور ساتھ ساتھ دعائیں کر رہی تھیں۔ حاتم اور شمیلہ قدرے تیزی سے لاؤنج میں داخل ہوئے تو خدیجہ بیگم نے قدرے گھبرا کر انہیں دیکھا۔

''مما...... ردا کہاں ہے؟'' حاتم نے غصے سے ان کے قریب آکر پوچھا۔

''نہیں ہے...... تمہیں اس سے کیا......؟'' خدیجہ بیگم نے بوکھلا کر خفگی سے جواب دیا۔

''میں جانتا ہوں وہ گھر پر نہیں ہے مگر آپ ہیں کہ اس کے کرتوتوں پر پردے ڈالنے کی کوشش کر رہی ہیں۔'' حاتم انتہائی غصے سے چلاتے ہوئے بولا۔

''یہ...... تم...... کس لہجے میں مجھ سے بات کر رہے ہو وہ جہاں بھی گئی ہے مجھ سے پوچھ کر گئی ہے۔'' خدیجہ بیگم نے غصے سے اسے ڈانٹتے ہوئے کہا تو شمیلہ کے چہرے پر فاتحانہ مسکراہٹ پھیلنے لگی۔

پورچ میں گاڑی کے رکنے کی آواز سنائی دی اور ردا گھبرائی ہوئی تیز تیز چلتی ہوئی اندر داخل ہوئی۔ شمیلہ اور حاتم کو دیکھ کر وہ بری طرح گھبرا گئی۔

''تم...... کس سے مل کر آرہی ہو......؟'' حاتم نے اس کے قریب آکر انتہائی غصے سے پوچھا۔

''ک...... کسی سے نہیں۔'' ردا نے گھبرا کر جواب دیا۔

''جھوٹی...... دھوکے باز...... مجھ سے جھوٹ بول رہی ہو۔'' حاتم نے اسے زور سے تھپڑ لگاتے ہوئے کہا تو سب کے منہ کھلے کے کھلے رہ گئے۔ حاتم بھی اپنے کمرے سے باہر نکل آیا۔ سب سکتے میں آگئے۔ ردا نے اپنے گال پر ہاتھ رکھا اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ حاتم نے غصے سے اس کے بازو کو جھنجوڑا۔

''مجھے سچ، سچ بتاؤ کہ تم کس سے ملنے گئی تھیں ورنہ میں ابھی اور اسی وقت تمہیں زندہ زمین میں گاڑ دوں گا۔'' حاتم نے انتہائی غصے سے اسے جھنجوڑتے ہوئے پوچھا تو وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ شمیلہ کے چہرے پر طنزیہ مسکراہٹ پھیلتی جارہی تھی۔

خدیجہ بیگم انتہائی طیش میں آگئیں اور آگے بڑھ کر حاتم کو پرے کیا۔

''پیچھے ہٹو...... آج تک کسی نے میری بچی پر ہاتھ نہیں اٹھایا۔ تم نے میرے سامنے اسے تھپڑ مارا ہے۔ تمہاری اتنی جرأت......''

''مما...... آپ بیچ میں مت بولیں۔ میں آج اس سے پوچھ کر رہوں گا کہ یہ کس سے ملنے ریسٹورنٹ گئی تھی۔'' حاتم غصے سے دہاڑتے ہوئے بولا۔

''ر...... روحیل سے۔'' ردا نے گھبرا کر ہکلاتے ہوئے جواب دیا تو دونوں بھائی بری طرح چونکے۔

''بے غیرت...... گھٹیا...... اس شخص سے ملنے گئی تھی جس نے تمہیں سرِعام ذلیل و رسوا کیا...... بے حیا...... اپنی نہیں تو ہماری عزت کا کچھ خیال ہوتا۔'' حاتم نے غصے سے چلاتے ہوئے کہا۔

''مجھے...... مما نے کہا تھا۔'' ردا نے سسکی بھرتے ہوئے جواب دیا۔

''ہاں...... میں نے ہی اسے روحیل سے مل کر حالات ٹھیک کرنے کو کہا تھا...... رہی عزت کی بات تم اسے کون سی عزت دے رہے ہو۔'' خدیجہ بیگم نے غصے سے بیٹے کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''عزت...... عزت...... عزت...... کیا یہ عزت کے قابل رہی ہے، میں آج اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔'' حاتم نے غصے سے کہا اور بھاگتا ہوا اپنے کمرے میں گیا اور جلدی سے دراز سے ریوالور نکال کر باہر لایا اور جیسے ہی ردا پر گولی چلانے لگا تو عاصم نے فوری آگے بڑھ کر ریوالور کا رخ چھت کی طرف کر دیا۔ گولی چل گئی ردا سہم کر ماں کے ساتھ لپٹ گئی اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

''حاتم بھائی...... یہ کیا حماقت ہے اگر مارنا ہے تو اس گھٹیا شخص کو ماریں جس کی وجہ سے اس گھر میں آگ لگی ہے۔'' عاصم غصے سے اسے بازوؤں میں جکڑتے ہوئے بولا۔

''میں اسے بھی زندہ نہیں چھوڑوں گا اور اسے بھی۔'' وہ ردا کی طرف دیکھ کر غصے سے دانت کچکچا کر بولا۔

''پلیز شمیلہ بھابی...... آپ انہیں کمرے میں لے جائیں...... یہ بہت غصے میں ہیں۔''

''چلیے...... حاتم اندر کمرے میں چلیے۔ جن لڑکیوں کو اپنی عزت...... بے عزتی کا خود ہی خیال نہیں...... آپ انہیں کیا احساس دلانا چاہتے ہیں۔'' شمیلہ نے قدرے نخوت سے ردا اور خدیجہ بیگم کی طرف دیکھ کر کہا اور عاصم کے ہمراہ حاتم کو زبردستی اس کے کمرے میں لے گئی۔

زرینہ بھی پھٹی پھٹی نگاہوں سے سب کو دیکھ رہی تھی...... ردا ماں کے گلے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

''مما...... یہ سب کیا ہو رہا ہے؟''

''اللہ ہی بہتر جانتا ہے، میں تو تمہارے لیے دعائیں کر کر کے تھک گئی ہوں۔ خدا جانے تمہاری آزمائش کیوں ختم نہیں ہو رہی۔'' خدیجہ بیگم نے روتے ہوئے کہا اور اسے اپنے ساتھ لگا کر چپ کرانے لگیں۔

''چلو بیٹا...... اپنے کمرے میں۔'' وہ اسے اپنے ساتھ لگاتے ہوئے اسے کمرے میں لے گئیں۔

ردا کے بیگ میں پڑا موبائل مسلسل بج رہا تھا۔ روحیل انتہائی غصے میں اسے کال کر رہا تھا مگر ردا خود اتنی زیادہ ڈسٹرب تھی کہ اسے اپنے آپ کا ہوش تھا نہ ہی موبائل کا...... خدیجہ نے اسے بیڈ پر بٹھایا اور اس کی گیلی آنکھوں کو اپنے ہاتھوں سے صاف کرنے لگیں۔

''آج حاتم نے تم پر پہلی بار ہاتھ اٹھایا ہے، میرے دل پر جو گزری ہے میں بتا نہیں سکتی مگر جس کے کہنے پر وہ یہ سب کر رہا ہے، دیکھنا اللہ اس سے ضرور حساب لے گا۔'' خدیجہ بیگم نے اس کا ہاتھ پکڑ کر سسکی بھرتے ہوئے کہا۔

''اللہ......! وہ بھی تو ان کے ساتھ ہے۔ شاید میری اس ذلت پر وہ......'' ردا نے روتے ہوئے جملہ ادھورا چھوڑا۔

''نہیں بیٹا...... ایسے نہیں کہتے...... پریشانی کے عالم میں بھی کفر کا کوئی کلمہ نہیں بولنا چاہیے۔'' خدیجہ بیگم نے گھبراہٹ سے کہا۔

''مما...... اللہ نے کہاں میرا ساتھ دیا...... کیا میں اتنی ہی گناہ گار تھی، میں نے ساری ساری رات رو رو کر اس سے دعائیں مانگیں مگر مجھے پہلے سے زیادہ ذلت اور رسوائی ملی۔'' ردا نے ہچکی بھرتے ہوئے کہا۔

''بیٹا...... وہ آزمائش میں انسان کا صبر دیکھتا ہے اور جب انسان کے صبر کی حد ٹوٹ جاتی ہے تو پھر وہ اپنا کرم کرتا ہے۔ وہ بھی تمہارا صبر ہی دیکھ رہا ہے۔'' خدیجہ بیگم نے اسے محبت سے سمجھاتے ہوئے کہا۔

''آج میرا صبر ٹوٹ گیا ہے مما......'' ردا نے سسکی بھرتے ہوئے کہا۔

''بیٹا...... وہ اپنے معصوم اور بے گناہ بندے کو کبھی تنہا نہیں چھوڑتا۔ تاریخ گواہ ہے کہ جب بھی کسی بے گناہ پاک بی بی پر کسی نے تہمت لگائی تو اللہ رب العزت نے خود اس کی عصمت کی گواہی دلوائی۔ یہ کبھی نہیں ہوا کہ اس کا کوئی نیک انسان تہمت اور

بہتان کی ذلت لے کر دنیا سے چلا جائے اگر وہ آزماتا ہے تو بچاتا بھی وہی ہے، تم پُرامید رہو۔'' خدیجہ بیگم نے اسے پیار سے سمجھاتے ہوئے کہا۔

''معلوم نہیں...... کیا ہونا ہے؟'' ردا نے انتہائی مایوسی سے جواب دیا۔ جبھی خدیجہ بیگم کا دھیان بیگ میں بجنے والے موبائل کی طرف گیا۔ ردا نے موبائل نکالا تو اس پر روحیل کی کال آرہی تھی۔

''مما...... روحیل کی کال ہے، اب میں اسے کیا کہوں؟'' ردا نے گھبرا کر ماں سے پوچھا۔

''بات تو کرو...... دیکھو وہ کیا کہتا ہے۔'' خدیجہ بیگم نے اسے حوصلہ دیا تو اس نے موبائل آن کر کے آہستہ آواز میں ہیلو کہا۔

''جھوٹی...... دھوکے باز...... مکار مجھے ہر بار اُلو بنانے کی کوشش کرتی ہو اگر وہاں نہیں آنا تھا تو مجھے بلانے کی کیا ضرورت تھی...... تم اور تمہاری ماں...... ہمارے ساتھ ڈرامے کرنے کی کوشش کررہی ہو...... یہ آخری بار تھی...... جو میں ماں جی کے کہنے پر تم سے ملنے آیا...... ورنہ تمہاری اتنی اوقات ہی نہیں کہ میں تم پر ٹرسٹ کرتا، تم انتہائی بے اعتبار، جھوٹی اور دغا باز ہو بس میرے اور تمہارے تعلقات ختم...... آئندہ نہ میں تم سے ملنے آؤں گا اور نہ ہی لینے...... تم جیسی گھٹیا عورت کی مجھے کوئی ضرورت نہیں...... I hate you'' روحیل نے غصے سے کہہ کر فون آف کردیا۔ ردا اس کی باتیں سن کر سکتے میں آگئی اور اس کی آنکھوں سے آنسو رواں ہوگئے۔

''روحیل نے کیا کہا ہے......؟'' خدیجہ بیگم نے گھبرا کر اس سے پوچھا۔

''کچھ نہیں...... کچھ بھی نہیں......'' اس نے آہ بھر کر آہستہ آواز میں جواب دیا۔

''پھر تم اتنی خاموش کیوں ہو؟'' انہوں نے گھبرا کر اصرار کر کے پوچھا۔

''کچھ نہیں...... پلیز آپ اپنے کمرے میں جائیں۔ میں کچھ دیر کے لیے آرام کرنا چاہ[تی] ہوں۔'' ردا نے گلوگیر لہجے میں کہا تو انہوں [نے] خاموشی سے اس کی طرف دیکھا اور کمرے سے [باہر] نکل آئیں۔

☆☆☆

رشنا نے سارا دن ملازمہ کے ساتھ مل کر گھر [کی] خوب صفائی ستھرائی کی تھی۔ نجمہ بار بار اس سے پوچھتیں تو وہ مسکرا کر ٹال دیتی اور اس نے خا[ص] اہتمام سے کھانے بھی پکوائے تھے۔ اب وہ تھکی ہ[اری] لاؤنج میں صوفے پر بیٹھی کسی کی منتظر تھی اور بار بار [وال] کلاک کی طرف دیکھ رہی تھی۔ نجمہ اپنے کمرے سے باہر نکل کر آئیں تو اسے دیکھ کر چونک گئیں۔

''بیٹا...... اتنی رات ہوگئی، تم سو کیوں نہ[یں] رہیں......؟ تم نے کھانا بھی نہیں کھایا۔''

''بس یونہی......'' رشنا نے بہانہ بناتے ہو[ئے] کہا۔ اسی لمحے ڈوربیل کی آواز آئی تو نجمہ بری طر[ح] چونک گئیں۔

''اس وقت کون آگیا؟'' نجمہ حیرت سے بڑبڑائیں۔

''چلیں...... باہر چل کر دیکھتے ہیں۔'' رشنا [نے] مطمئن سے لہجے میں جواب دیا۔ وہ دونوں باہر آ[ئیں] تو دیکھا سامنے توقیر کھڑا تھا۔ نجمہ بیگم خوش ہو کر آ[گے] بڑھیں اور اسے گلے سے لگا کر پیار کرنے لگیں۔

☆☆☆

''حاتم بھائی......! آج آپ اتنے ہائپر کی[وں] ہوگئے تھے؟ جب آپ نے ردا کو مارا تو پہلی [بار] میرے دل کو بہت تکلیف ہوئی۔'' دونوں لاؤنج م[یں] بیٹھے نیوز سن رہے تھے جبھی عاصم نے حاتم کے قریب آ کر افسردگی سے کہا۔

''ہاں...... افسوس تو مجھے بھی اب ہورہا ہے، اگر فہام بھائی زندہ ہوتے تو شاید میرا ہاتھ ہی [توڑ] ڈالتے......'' حاتم نے شرمندگی سے جواب دیا۔

''فہام زندہ ہوتے تو وہ خود بھی یہی کرتے جو آپ نے کیا...... وہ بھی آپ کی طرح عزت دار اور غیرت مند تھے۔ جب آپ لوگ روحیل سے کوئی تعلق رکھنا ہی نہیں چاہ رہے تو پھر ردا اس سے ملنے کیوں گئی، آپ کی عزت کا کوئی خیال نہیں؟'' شمیلہ نے تنک کر کہا۔

''اسی بات پر تو مجھے زیادہ غصہ آیا۔'' حاتم غصے سے بھڑک کر بولا۔

''حاتم بھائی وہ کسی غیر سے نہیں اپنے شوہر سے ملنے گئی تھی اس میں اتنا ہائپر ہونے کی کیا ضرورت تھی، آج آپ نے ردا کے ساتھ بہت زیادتی کی ہے۔'' عاصم نے اسے اور شمیلہ کو خفگی سے دیکھتے ہوئے کہا اور اپنے کمرے میں چلا گیا۔ حاتم شرمندگی سے ہونٹ کاٹنے لگا۔

''حاتم آپ اطمینان رکھیے اور ٹینشن لینے کی کوئی ضرورت نہیں آپ نے جو کچھ کیا بالکل ٹھیک کیا، کوئی بھی غیرت مند بھائی ایسا ہی کرتا۔'' شمیلہ نے اسے نرمی سے سمجھاتے ہوئے کہا۔

''نہ جانے کیوں...... میرے دل پر بوجھ سا بڑھنے لگا ہے۔ دل چاہ رہا ہے کہ ابھی جا کر ردا سے معافی مانگ لوں۔'' حاتم نے ڈھیلے سے انداز میں اپنے کمرے میں جاتے ہوئے کہا۔

''ہرگز نہیں...... اگر ابھی معافی مانگی تو اسے اور شہ ملے گی کل کو وہ روحیل کا ہاتھ پکڑ کر لے آئی تو کیا آپ اسے برداشت کرسکیں گے؟'' شمیلہ نے خفگی سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

''نہیں بالکل نہیں۔'' حاتم جلدی سے بولا۔

''تو پھر ریلیکس کریں، مطمئن رہیں، آپ نے کچھ غلط نہیں کیا...... میں ابھی آپ کے لیے چائے لے کر آتی ہوں۔'' شمیلہ یہ کہہ کر کچن کی طرف چل دی۔

☆☆☆

رات کافی زیادہ گزر چکی تھی۔ ہر طرف گہری خاموشی چھائی تھی۔ خدیجہ بیگم اپنے کمرے میں جانماز پر بیٹھی دعا مانگ رہی تھیں اور ساتھ ساتھ سسکیاں بھر رہی تھیں۔

''یا اللہ...... مجھ سے یا میری بیٹی سے ایسی کیا خطا ہوگئی ہے کہ تو اسے آزمائش سے نکال ہی نہیں رہا...... اس کی آزمائشیں بڑھتی ہی جارہی ہیں۔ پہلے ہر کوئی اس کے نصیب پر رشک کرتا تھا اور آج وہ سب سے زیادہ بدنصیب ہوگئی ہے...... اتنی محبتوں کے بعد اتنی نفرتیں...... برداشت کرنا بہت مشکل ہے اپنوں کی نفرت کے ساتھ ساتھ ذلت اور رسوائی بھی اس کے مقدر میں لکھ دی...... یا اللہ! وہ معصوم ہے، بے گناہ ہے، اسے معاف فرمادے اور ساری دنیا کے سامنے اسے تمام بہتانوں اور الزامات سے بری کردے۔ اسے پہلی جیسی عزت اور محبت عطا کر۔'' خدیجہ بیگم دونوں ہاتھ منہ پر رکھ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں۔

☆☆☆

ردا شدید ذہنی اذیت کا شکار تھی...... بھائیوں

کہیں دیپ جلے کہیں دل

غزل

میرے اشکوں میں روانی آگئی ہے
یاد اِک پرانی کہانی آگئی ہے
میں لاکھ اس سے چھڑاؤں دامن
محبت کو بھی آنکھ دکھانی آگئی ہے
ضبطِ گریہ سے جو آنکھ ہے لال
قلب و جاں میں اِک موجِ طوفانی آگئی ہے
کوئی تو اسے یہ جا کے بتلائے
اذیتوں کی زد میں زندگانی آگئی ہے
اداس رُتوں کے زرد موسم میں
ہمیں بھی چاہت مٹانی آگئی ہے
مبہوت سا رہ گیا وہ اچانک
ستانے جو یاد اِک سہانی آگئی ہے
زمانے کا اس پہ بھی ہوا ہے اثر
اسے بھی یارو، آنکھ چرانی آگئی ہے

شاعرہ: فصیحہ آصف خان، ملتان

کی محبت جانے کہاں سوگئی تھی۔ شوہر نے بھی ذلت کے گڑھے میں دھکیل دیا تھا۔ ماں اس کی وجہ سے الگ پریشان تھیں اور ایسے میں منفی خیالات کا لگا تار آنا وہ شدید کرب کے عالم میں تھی۔ تبھی کوئی فیصلہ کیا...... لیٹر پیڈ اٹھایا اور کچھ لکھنا شروع کیا۔ اس نے تین لیٹرز لکھے تو قیر، روحیل اور اپنے بھائیوں کے نام پھر ڈائری میں کچھ درج کرنے لگی۔ یہ عمل انجام دیتے ہوئے وہ بری طرح گریہ کررہی تھی۔ تہجد کا ٹائم تھا اس نے جانماز بچھا کر نماز ادا کی اور اپنے رب کے حضور سر رکھ کر گڑگڑانے لگی۔ بچپن سے لے کر لڑکپن اور پھر جوانی کے تمام حالاتِ زندگی فلم کی طرح اس کی آنکھوں کے سامنے پھرنے لگے۔

''میرے خدا مجھے معاف کردینا۔ میں اتنی نفرتوں اور ذلتوں کے درمیان اب زندہ نہیں رہ سکتی۔ میرا مرجانا اگر اس گھر میں بہتری لاسکتا ہے تو میں اپنے آپ کو خود ہی ختم کردیتی ہوں، میرے رب مجھے معاف کردے۔'' وہ قدرے جذباتی انداز میں سوچتے ہوئے جانماز سے اٹھی اور سائڈ ٹیبل کی دراز میں سے ایک شیشی نکالی اور اس میں سے ساری گولیاں ایک ہی بار نکال کر کھالیں۔ شیشی سائڈ ٹیبل پر رکھ کر وہ بیڈ پر لیٹ گئی اور چھت کو گھورتے ہوئے اس کی آنکھوں سے آنسو رواں ہونے لگے۔

خدیجہ بیگم کے دل کو نہ جانے ایک دم گھبراہٹ سی محسوس ہونے لگی۔ وہ تسبیح پڑھتے پڑھتے سوگئی تھیں کہ اچانک ہڑبڑا کر اٹھیں۔

''نہ جانے کیوں میرا دل اتنا گھبرا رہا ہے...... خدا خیر کرے...... میرے دل کو ایسی بے چینی پہلے تو کبھی نہیں ہوئی۔'' خدیجہ بیگم پریشانی سے... بڑبڑائیں۔ ہر طرف فجر کی اذانیں بلند ہونے لگیں تو وہ واش روم میں وضو کرنے چلی گئیں۔ زرینہ بھی وضو کر کے ردا کے کمرے کی طرف آئی اور آہستہ سے دستک دے کر کمرے میں داخل ہوگئی اور لائٹ آن کر کے ردا کے پاس گئی۔

''ردا بی بی اٹھ جائیں، فجر کی نماز کا وقت ہو... ہے، نماز قضا ہوگئی تو پھر آپ شکوہ کرتی ہیں کہ م... نے اٹھایا کیوں نہیں۔'' وہ اپنی ہی لے میں بولتی ر... مگر ردا نے کوئی جواب نہیں دیا تو وہ اس کے پا... بیٹھ کر جیسے ہی اسے ہلانے لگی تو ردا اکھڑی اکھ... سانسیں لینے لگی۔ اس نے گھبرا کر اس کے چہرے ک... طرف دیکھا جو بہت نیلاہٹ مائل ہورہا تھا۔ اس نے اس کا ہاتھ پکڑا تو وہ بے جان ہو کر نیچے گر گیا... گھبرا کر اسے زور زور سے ہلانے لگی لیکن ردا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ گھبرا کر عاصم کے کمرے ک... طرف گئی اور اس کے دروازے پر دستک دی۔ عاص... آنکھیں ملتا ہوا باہر نکلا۔

''زرینہ تم...... خیریت تو ہے؟'' اس نے حیرت سے اس سے پوچھا۔

''وہ...... وہ ردا بی بی بات نہیں کررہیں، م... نماز کے لیے انہیں اٹھانے گئی، انہیں آوازیں د... اور انہیں ہلایا بھی مگر وہ کچھ بول ہی نہیں رہیں۔'' زرینہ نے گھبرا کر اسے بتایا۔

''میں...... دیکھتا ہوں۔'' عاصم نے پریشا... سے کہا اور اس کے ہمراہ ردا کے کمرے میں چلا گ... اور اس کے پاس بیٹھ کر اسے ہلانے لگا مگر ردا... بے سُدھ پڑی تھی تبھی وہ اس کی نبض چیک کرنے لگا... اس کی نظر سائڈ ٹیبل پر رکھی شیشی پر پڑی، شیشی دیکھ کر وہ بری طرح گھبرا گیا۔

''اوہ...... نو!'' وہ پریشانی سے بڑبڑایا او... بھاگتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔ زرینہ پریشا... حال اسے دیکھتی رہی۔ عاصم نے گھبرا کر حاتم ک... کمرے کا دروازہ بجایا۔

''حاتم...... بھائی دروازہ کھولیں، ردا نے suicide کرلی ہے۔'' عاصم کے زور سے چیخ... پر حاتم بھی گھبرا گیا۔

''س...... ک...... کیا suicide کیسے؟'' حاتم نے گھبرا کر پوچھا۔ شمیلہ بھی اُن کے قریب آگئی۔

''اس نے تمام سلیپنگ پلز کھالی ہیں اور وہ بالکل بے حال سی ہے۔'' عاصم نے سرگوشی میں بتایا۔

''اوہ...... نو...... چلو میں دیکھتا ہوں۔'' حاتم نے پریشانی سے کہا اور تینوں بھاگتے ہوئے اس کے کمرے میں پہنچے۔

خدیجہ بیگم جو وضو کر کے کمرے سے باہر آرہی تھیں، تینوں کو ردا کے کمرے کی طرف یوں جاتے دیکھ کر گھبرا گئیں اور خود بھی اس کے کمرے کی طرف بڑھیں گھٹنوں کے درد کی وجہ سے وہ کراہ بھی رہی تھیں۔

''کیا ہوا تم لوگ اتنے پریشان کیوں ہو؟'' کمرے میں داخل ہو کر انہوں نے پوچھا۔

''مما...... ردا نے نیند کی گولیاں کھا کر خودکشی کی کوشش کی ہے۔'' عاصم نے آہستہ آواز میں بتایا تو خدیجہ بیگم نے حیرت سے چیخ مار کر اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لیا۔

''م...... م...... میری ردا...... نہیں...... نہیں۔'' خدیجہ بیگم پھٹی پھٹی نگاہوں سے آگے بڑھ کر ردا کو دیکھنے لگیں اور پھر یکایک بے ہوش ہوگئیں۔ عاصم پریشان ہو کر انہیں ہلانے لگا۔ حاتم نے آگے بڑھ کر ردا کی نبض چیک کی۔

''pulse بہت سلو چل رہی ہے۔ میں اسے اسپتال لے کر جاتا ہوں۔ عاصم تم مما کو دیکھو۔'' اس نے عاصم سے کہا اور خود گاڑی نکالنے چلا گیا۔ شمیلہ بھی اس کے ہمراہ چلی گئی۔ عاصم ماں کو ہوش میں لانے لگا۔

حاتم اور شمیلہ ردا کو لے کر اسپتال ایمرجنسی میں پہنچے تو ڈاکٹروں نے اسی وقت اس کا معدہ واش کیا مگر پھر بھی اس کی حالت کافی سیریس تھی وہ ہوش میں نہیں آرہی تھی۔ وہ دونوں آئی سی یو کے باہر چکر لگا رہے تھے۔ عاصم ماں کا قریبی ڈاکٹر کو بلوا کر چیک اپ کروا چکا تھا اور ڈاکٹر نے انہیں سکون آور دوا کا انجکشن لگا دیا تھا...... ان کی جانب سے تسلی ہوئی تو وہ اسپتال روانہ ہوگیا۔ عاصم نے وہاں پہنچ کر ردا کا حال دریافت کیا۔

''کافی سیریس ہے، ابھی کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ یہ سب میری وجہ سے ہوا ہے۔'' حاتم نے افسوس سے کہا۔

''آپ اپنے آپ کو کیوں قصوروار ٹھہرا رہے ہیں، بڑے بھائی ہونے کے ناتے کیا آپ اسے ڈانٹ بھی نہیں سکتے اور یوں خودکشی کر کے وہ ساری دنیا کے سامنے آپ کو ذلیل اور رسوا کر کے جارہی ہے۔'' شمیلہ نے غصے سے زہر اگلتے ہوئے کہا۔

''خدا کے لیے شمیلہ بھابی...... اب تو آپ اسے بخش دیں...... بات کو بڑھانا تو کوئی آپ سے سیکھے۔'' عاصم، شمیلہ کی بات پر غصے سے بولا۔

''چپ کرو...... شمیلہ۔'' حاتم نے بھی غصے سے اسے ڈانٹا۔

''مجھے چپ کرانے سے لوگوں کی زبانیں بند نہیں ہوجائیں گی۔ خودکشی کر کے اس نے تم لوگوں کو کتنا بدنام کرنے کی کوشش کی ہے، تم لوگوں کو بہت جلد پتا چل جائے گا۔'' شمیلہ نے غصے سے چلاتے ہوئے کہا۔

''بکواس بند کرو...... اور دفع ہوجاؤ یہاں سے......'' حاتم نے اسے غصے سے ڈانٹتے ہوئے کہا۔

''جارہی ہوں...... میری طرف سے تم سب جہنم میں جاؤ۔'' شمیلہ نے غصے سے کہا اور پاؤں پٹختے ہوئے وہاں سے چلی گئی۔ اسی لمحے ایک ڈاکٹر آئی سی یو سے باہر نکلا تو دونوں نے بڑھ کر ردا کے بارے میں پوچھا۔

''ابھی وہ بے ہوش ہیں، ابھی کچھ نہیں کہا جاسکتا، آپ دعا کریں۔'' ڈاکٹر انہیں تسلی دے کر چلا گیا۔

''میں کیا دعا کروں...... میری ردا نے تو میری وجہ سے ہی خودکشی کی ہے۔ اس کی حالت کا تو میں ہی

ذمے دار ہوں۔'' حاتم ہونٹ کاٹتے ہوئے بولا۔

''پلیز...... حوصلہ کریں...... ہم دونوں ہی اس کے مجرم ہیں۔'' عاصم نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

خدیجہ بیگم کو ہوش آیا تو وہ ردا، ردا پکارتی ہوئی زور زور سے چیخنے لگیں۔ زرینہ سے انہیں قابو کرنا مشکل ہوگیا۔ جبھی اس نے پریشان ہوکر عاصم کو فون کیا۔ کچھ ہی دیر بعد عاصم، خدیجہ بیگم کو لے کر واپس اسپتال جا رہا تھا۔

''مما...... ردا اب ٹھیک ہے، بس آپ اس کے ہوش میں آنے کی دعا کریں۔'' عاصم نے انہیں اپنے ساتھ لگاتے ہوئے کہا۔ اسی لمحے ڈاکٹر آئی سی یو سے باہر نکلا تو عاصم اور خدیجہ بیگم بھاگتے ہوئے اس کی طرف گئے۔

''ڈاکٹر صاحب...... میری ردا کیسی ہے؟'' خدیجہ بیگم نے مضطرب ہوکر پوچھا۔

''ابھی تو وہ بے ہوش ہیں، بس دعا کیجیے کہ وہ بالکل ٹھیک ہوجائیں، آپ ماں ہیں آپ کی دعائیں ہی اُن کے کام آئیں گی۔'' ڈاکٹر نے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

''میری دعائیں......؟ اگر ان میں اثر ہوتا تو میری ردا اس حال تک کبھی نہیں پہنچتی۔'' خدیجہ بیگم نے سسکی بھر کر کہا۔

''آپ حوصلہ رکھیں...... ماں کی دعاؤں میں بہت اثر ہوتا ہے۔'' ڈاکٹر نے تسلی دی اور آگے بڑھ گیا۔ خدیجہ بیگم روتے ہوئے دونوں ہاتھ بلند کر کے دعائیں کرنے لگیں۔

☆☆☆

روحیل نے فضیلت آپا کے گھر جا کر خوب جھگڑا کیا تھا کہ اُن کے کہنے پر وہ ردا سے ملنے گیا تھا مگر اب کی بار ردا نے پھر اس کے ساتھ ڈراما کھیلا تھا اور اسے بے وقوف بنایا تھا۔ ماں جی اور فضیلت اس کی بات سن کر چونک گئی تھیں۔ ماں جی کو خدیجہ بیگم [illegible] باتوں پر پورا یقین تھا کہ وہ کوئی گیم نہیں کھیل رہ[illegible] تھیں پھر نہ جانے حالات کس طرف جا رہے تھے [illegible] وہ بہت پریشان ہوگئی تھیں۔

''میں اب ردا کو دوبارہ کبھی ملنے نہیں جاؤں [illegible] اب اسے صرف طلاق جائے گی۔'' روحیل غصے سے ک[illegible] کر چلا گیا تو وہ دونوں بہت پریشان ہوگئیں۔ ماں [illegible] نے ساری رات بہت پریشانی میں گزاری۔ صبح اٹھ[illegible] ہی انہوں نے فضیلت سے کہا کہ وہ ردا کے گھر فو[illegible] کردے اور خدیجہ بیگم سے اُن کی بات کرائے [illegible] فضیلت فون کر کے قدرے پریشان اور گھبرائی ہو[illegible] ماں جی کے کمرے میں آئی تھی۔

''آپا...... آپا...... میں نے ردا کے گھر فون ک[illegible] ہے...... ردا...... اسپتال میں ہے۔ اس نے خود ک[illegible] کرلی ہے۔ یہ اس کی ملازمہ نے بتایا ہے۔''

''ک...... کیا...... خودکشی......! میری ردا [illegible] ...... نہیں...... نہیں ایسا نہیں ہوسکتا۔'' ماں جی ب[illegible] طرح سسکنے لگیں۔

''آپا...... اپنے آپ کو سنبھالیں...... ہمت کری[illegible]

''ضرور...... روحیل نے اسے کچھ کہا ہوگا۔ [illegible] فضیلت ذرا روحیل کا نمبر ملاؤ۔'' ماں نے جی کہا [illegible] جلدی سے اس نے نمبر ملا کر موبائل ماں جی کو پکڑا ی[illegible]

''گھٹیا انسان...... تم نے میری ردا کو کیا کہا [illegible] کہ اس نے تمہاری وجہ سے خودکشی کرلی ہے۔ ا[illegible] موت کے منہ میں دھکیل کر اب تو بہت خوش ہو[illegible] تم۔'' ماں جی نے غصے سے چلاتے ہوئے کہا۔

''ک...... کیا...... خودکشی......؟'' روحیل [illegible] حیرت سے چلاتے ہوئے بولا۔

''اگر میری ردا کو کچھ ہوگیا تو میں تمہیں [illegible] معاف نہیں کروں گی۔'' ماں جی نے روتے ہو[illegible] فون بند کردیا۔ روحیل بھی پریشان ہوگیا۔

(باقی آئند[illegible]

ناولٹ

کہیں دیپ جلے کہیں دل

قیصرہ حیات

آخری حصہ

ریحانہ بیگم کی طبیعت کئی روز سے ٹھیک نہیں تھی۔ جب سے شمیلہ کا نکاح ہوا تھا اُن کے دل پر بھاری پتھر آن پڑا تھا۔ انہیں ہر وقت محسوس ہوتا تھا کہ شمیلہ نے اُن کی آپا کے ساتھ بڑی زیادتی کی تھی یہی کچھ سوچ کر وہ ہر وقت بیڈ پر لیٹی رہتیں کبھی انہیں بخار آنے لگتا تو کبھی شدید ٹھنڈ سے کانپنے لگتیں۔ سلمان نے ماں کو ڈاکٹروں کو بھی دکھایا مگر انہیں کچھ افاقہ نہیں ہو رہا تھا۔ اس روز ان پہ غنودگی کی سی کیفیت طاری تھی۔ جب سلمان اُن کے

پائنتی بیٹھا اُن کی ٹانگیں دبا رہا تھا۔

''بیٹا بس کرو اور مجھے کمبل اوڑھا دو، مجھے بہت ٹھنڈ لگ رہی ہے۔'' ریحانہ نے ٹانگیں کھینچ کر کانپتے ہوئے کہا تو سلمان نے جلدی سے انہیں کمبل اوڑھا دیا۔ اسی لمحے نفیسہ ٹرے میں سوپ کا باؤل رکھ کر لے آئی اور سلمان کی طرف معنی خیز انداز میں اشارہ کیا۔

''مما...... اٹھیں، سوپ پی لیں، نفیسہ آپ کے لیے اسپیشل سوپ بنا کر لائی ہے آپ کو بہت سردی لگ رہی ہے ناں۔'' سلمان نے محبت سے کہا۔

''نہیں بیٹا، میرا کچھ کھانے پینے کو دل نہیں چاہ رہا۔'' ریحانہ نے بیزاری سے منہ بنا کر کہا۔

''پلیز...... مما...... تھوڑا سا پی لیں۔'' نفیسہ نے قدرے اصرار کرتے ہوئے کہا۔ ریحانہ بہ مشکل اٹھیں تو سلمان انہیں خود سوپ پلانے لگا۔ سوپ پلانے کے بعد سلمان نے اپنے کوٹ کی جیب سے ایک پیپر اور پین نکال کر ماں کی طرف بڑھایا۔

''مما پلیز اس پیپر پر سائن کر دیں، میں نے ہاؤس بلڈنگ سے لون اپلائی کیا ہے، یہ گھر آپ کے نام ہے اس لیے آپ کی پرمیشن ضروری ہے، بس آپ اس پر سائن کر دیں۔'' سلمان نے پین زبردستی انہیں تھماتے ہوئے کہا تو انہوں نے جلدی سے اس پر سائن کیے اور خود لیٹ گئیں۔ نفیسہ نے مسکرا کر سلمان کی طرف دیکھا اور دونوں نے آنکھوں ہی آنکھوں میں ایک دوسرے کو مبارک باد دی۔ دونوں انہیں بیڈ پر لٹا کر کمرے سے نکل آئے۔... تھوڑی دیر بعد وہ سو گئیں۔ انہوں نے خواب میں خدیجہ آپا کو روتے ہوئے دیکھا اور پھر روتے ہوئے وہ ایک دم غصے سے ریحانہ کی طرف دیکھنے لگیں۔ ریحانہ اُن کی نظروں سے گھبرا کر آپا، آپا پکارنے لگیں اور شدید بے چینی سے ایک دم ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھیں اُن کا چہرہ پسینے سے تر ہو رہا تھا۔

''خدا خیر کرے...... آپا پہلے تو کبھی اس طرح میرے خواب میں نہیں آئیں۔'' ریحانہ نے گھبرا کر اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا اور پریشان ہو کر سائیڈ ٹیبل سے اپنا موبائل اٹھا کر اس پر آپا کا نمبر ملانے لگیں۔

کافی زیادہ بیلز کے بعد خدیجہ بیگم نے ''ہیلو'' کہا اُن کی آواز میں نمی اور بے حد دکھ تھا۔

''آپا...... آپا آپ ٹھیک تو ہیں ناں؟'' ریحانہ نے گھبرا کر پوچھا۔

''کیا یہ پوچھنا چاہتی ہو کہ میں ابھی تک زندہ کیوں ہوں؟'' خدیجہ بیگم نے سسکی بھر کر جواب دیا۔

''اللہ خیر کرے...... آپا آپ کیسی باتیں کر رہی ہیں؟'' ریحانہ نے پریشان ہو کر کہا۔

''کیسی خیر......؟ ریحانہ تم نے نہ جانے مجھ سے کن باتوں کا بدلہ لیا ہے، میں نے تو تمہارا کبھی برا نہیں چاہا تھا...... اور تم نے......!'' خدیجہ بیگم ہونٹ بھینچ کر سسکیاں بھرنے لگیں اور فون بند کر دیا۔ ریحانہ بیگم تو پہلے ہی مضطرب تھیں آپا کی باتوں نے تو بالکل ہی بے حال کر دیا یکا یک ایسا درد اٹھا کہ دل تھام کر رہ گئیں۔ دو گھنٹے اکیلے کمرے میں موت و زیست کی اذیت میں مبتلا رہ کر موت کو گلے لگا لیا اور اس بات سے بے خبر ہی رہیں کہ بیٹے نے مکان کے کاغذات پر سائن کروا کر ماں کا پتّا پہلے ہی کاٹ دیا تھا۔

خدیجہ بیگم کو بہن کی اچانک موت کی خبر ملی تو وہ بھی دہاڑیں مار مار کر رونے لگیں۔ اسپتال سے سب لوگ وہاں پہنچے اور انتہائی سوگواری کے عالم میں ریحانہ بیگم کی تدفین کی گئی۔ ریحانہ، بھانجی کی اس حالت سے بھی بے خبر رہیں، شمیلہ تو پہلے ہی میکے پر فاتحہ پڑھ آئی تھی۔ ماں کی موت کا افسوس تو بہت ہوا مگر جلد ہی گھر واپس آ گئی۔ حاتم تو پہلے ہی بہن کی وجہ سے پریشان تھا۔

☆☆☆

توقیر، رشنا کے بے حد اصرار پر پاکستان پہنچ چکا تھا اور اسی کی اطلاع دینے کے لیے رشنا نے ردا کو فون کیا جبھی ملازمہ سے ردا کے اسپتال میں ایڈمٹ ہونے کی خبر ملی۔ رشنا بہت دل گرفتہ ہوئی اور بھائی اور ماں کو لے کر اسپتال کے لیے روانہ ہوئی۔ وہاں ردا کے بھائیوں کو دیکھ کر توقیر ذرا ٹھٹک گیا تھا۔

''حاتم بھائی اب ردا کیسی ہے؟'' رشنا نے گھبرا کر پوچھا تو حاتم نے قدرے غصے سے اسے اور توقیر کو دیکھا۔

''اپنے اس بھائی سے پوچھو۔ جس کی وجہ سے ہماری بہن نے خودکشی کی ہے۔'' حاتم نے غصے سے جواب دیا۔

''خودکشی...... میری وجہ سے؟'' توقیر نے حیرت سے پوچھا۔

''ہاں...... تمہاری وجہ سے...... تم نے ہی اس کی زندگی میں زہر گھولا ہے، تم ہی اس کی خوشیوں کے قاتل ہو، اگر وہ مر گئی تو میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔'' حاتم نے ہائپر ہو کر اس کا گریبان جھنجوڑتے ہوئے کہا۔ عاصم اور نجمہ نے اسے چھڑایا۔

''ٹھیک ہے اگر آپ مجھے گنہگار سمجھتے ہیں تو میں ہر سزا بھگتنے کے لیے تیار ہوں۔'' توقیر بے بسی سے بولا۔

''اسے کیوں الزام دے رہے ہو...... ردا کو تم نے تھپڑ مارا...... اور تمہاری وجہ سے میری ردا نے خودکشی کی ہے۔'' خدیجہ بیگم نے آگے بڑھ کر غصے سے حاتم کو کہا تو سب چونک گئے۔ حاتم نے شرمندگی سے منہ پھیر لیا۔ تھوڑی دیر بعد ماں جی بھی فضیلت اور عبید کے ہمراہ اسپتال پہنچ گئیں۔ ماں جی، خدیجہ بیگم کے گلے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں۔ رشنا، نجمہ اور توقیر ایک جانب کھڑے دیکھ رہے تھے۔ حاتم اور عاصم کچھ فاصلے پر تھے۔ فضیلت، ماں جی اور عبید، خدیجہ بیگم کے پاس کھڑے انہیں تسلیاں دے رہے تھے۔

''بہن، حوصلہ کریں...... اللہ ماؤں کی دعائیں رد نہیں کرتا۔ ہم رو رو کر اور گڑگڑا کر اپنے رب سے اپنی معصوم بچی کو واپس لے کر رہیں گے۔ میرا دل کہتا ہے وہ ٹھیک ہو جائے گی۔'' ماں جی نے تسلی بھرے لہجے میں کہا۔

''کیا آپ سچ کہہ رہی ہیں، میری ردا ٹھیک ہو جائے گی؟'' خدیجہ بیگم نے پُر امید نظروں سے ان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''ہمارا رب ہمیں مایوس نہیں کرے گا۔'' ماں جی نے انہیں تسلی دیتے ہوئے کہا۔ سب اپنی اپنی جگہ گڑگڑا کر خدا سے دعائیں کر رہے تھے۔

☆☆☆

محسن رضا کراچی جانے سے پہلے یمنیٰ سے ملنے اس کے گھر آیا۔ وہ ابھی بیڈ پر تھی مگر اس کی طبیعت پہلے سے کافی بہتر تھی۔ محسن بہت ہینڈسم لگ رہا تھا۔ وہ یمنیٰ کی طرف محبت بھری نگاہوں سے بغور دیکھتا رہا۔

''ایسے کیا دیکھ رہے ہیں؟'' یمنیٰ نے چونک کر پوچھا۔

''اپنی دعاؤں کا ثمر......'' وہ مسکرا کر بولا۔

''کیا مطلب......؟'' یمنیٰ نے حیرت سے پوچھا۔

''جس دن آپ نے میری جان بچائی تھی...... اور جس توجہ سے میرا ٹریٹمنٹ کرایا تھا تب سے آج تک میں اپنے آپ کو آپ کا مقروض سمجھتا رہا ہوں اور ہمیشہ خدا سے یہی دعا کرتا تھا کاش آپ مجھے ایک بار مل جائیں...... اور پھر......'' وہ کہہ کر رکا۔

''پھر کیا......؟'' یمنیٰ نے مسکرا کر حیرت سے پوچھا۔

''تو پھر...... میں آپ سے اپنے دل کی بات کہہ سکوں۔'' وہ آہستہ سے بولا۔

''کیا بات......؟'' یمنیٰ نے چونک کر پوچھا۔

''یہی کہ...... آپ ایک خوشبو کی طرح میرے اندر بسی ہیں...... ایک ایسی خوب صورت اور حسین یاد...... جس سے میں اپنی تنہائیوں میں سرگوشیاں کرتا تھا اور محبت کی باتیں کرتا تھا۔'' محسن رضا نے مسکرا کر کہا۔

''م...... محبت......'' یمنیٰ ایک دم بیڈ پر سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔

''ہاں...... میں اسی دن سے آپ سے محبت کر رہا ہوں اور آپ یقین کریں گی کہ اپنے رب سے صرف آپ کو ہی اپنی دعاؤں میں مانگتا تھا، یمنیٰ رئیلی آئی لو یو۔ میں اللہ سے دعا کرتا تھا کہ وہ مجھے آپ سے ملا دے اور یہی میری سب سے بڑی آرزو تھی۔'' محسن رضا نے فرطِ جذبات سے لبریز آواز کے ساتھ کہا تو یمنیٰ حیرت سے آنکھیں پھیلا کر بے یقینی سے اس کی جانب دیکھنے لگی۔ خود اس نے تو محبت میں اتنا بڑا دھوکا کھایا، تضحیک اور ذلت اٹھائی تھی اس نے دل میں تہیہ کر لیا تھا کہ اب وہ زندگی بھر نہ تو کسی سے محبت کرے گی اور نہ ہی کسی کی محبت پر اعتبار...... اور اب محسن رضا اس کے سامنے بیٹھا اقرارِ محبت کر رہا تھا۔ اس کی آنکھوں اور باتوں سے خلوص جھلک رہا تھا۔ شدتِ جذبات سے اس کی آنکھیں نم

ہورہی تھیں اور آواز میں ارتعاش پیدا ہورہا تھا۔ نہ چاہتے ہوئے بھی وہ اس کی باتوں پر یقین کررہی تھی...... اسے حیرت ہورہی تھی کہ محسن رضا کو اس کا سوکھا، سہا وجود کالی سیاہ رنگت کیوں نظر نہیں آرہی تھی۔ اس کے دل میں وسوسے بھی ساتھ ساتھ سر اٹھا رہے تھے اور وہ حیرت سے گنگ اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔

''یمنیٰ ...... اگر آپ کہیں اور کمیٹڈ نہیں ہیں اور آپ کو میرے ساتھ پر کوئی اعتراض نہیں ہو تو میں آپ کے والد صاحب سے آپ کو مانگنا چاہتا ہوں۔'' وہ بہت شستہ لہجے میں آہستہ آہستہ بول رہا تھا اور وہ بے یقینی سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔

''آپ......'' وہ بہ مشکل بولی۔

''ہاں ...... کہیے...... آپ کیا کہنا چاہتی ہیں؟'' محسن رضا نے پوچھا۔

''کیا آپ......؟'' وہ کہتے ہوئے رکی۔ محسن رضا نے اس کی طرف دیکھا اور محبت سے اس کے کالے، ہڈیوں سے چپکتے ہاتھ کو اپنے سفید خوب صورت بھرے بھرے ہاتھوں میں لے کر محبت سے دبایا۔

''آپ مجھ پر مکمل اعتبار کرسکتی ہیں...... محسن رضا کی یہ زندگی اور سانسیں صرف اور صرف آپ کی امانت ہیں۔'' محسن رضا نے محبت سے کہا تو یمنیٰ کی آنکھیں جھلملانے لگیں۔اس نے ہونٹ بھینچتے ہوئے اس کی طرف دیکھا۔

''میں...... میں محبت پر اعتبار نہیں کرتی......'' یمنیٰ نے پُردرد لہجے میں کہا۔

''کیوں......؟ کسی نے آپ کے ساتھ کوئی بے وفائی کی ہے؟'' محسن رضا نے اس کی جانب بغور دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''صرف بے وفائی......؟ اس نے تو بہت بڑا دھوکا دیا...... میرے اعتبار کو میرے یقین کو کرچی کرچی کردیا۔ اب میں کسی پر بھی اعتبار نہیں کرسکتی۔'' اس نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھوں سے نکالتے ہوئے کہا۔

''کیا آپ دنیا کے سب انسانوں کو ایک ہی نظر سے دیکھتی ہیں؟ کیا سب انسان ناقابلِ اعتبار ہوتے ہیں...... کیا آپ کے فادر...... میں...... اور وہ شخص جس نے آپ کو دھوکا دیا سب ایک جیسے ہیں؟'' محسن رضا نے کہا تو اس نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

''یمنیٰ نہ تو سب انسان ایک جیسے ہوتے ہیں اور نہ ہی ان کی محبتیں...... اگر کسی نے آپ کو دھوکا دیا ہے تو دوسرا آپ کے اس ٹوٹے ہوئے اعتماد کو بحال کرنے ہی تو آیا ہے۔ میرا یقین کریں...... میں آپ سے کبھی یہ نہیں پوچھوں گا کہ وہ شخص کون تھا اور اس کے ٹرمز آپ کے ساتھ کیسے تھے...... آپ کو میں خدا کی ایک نعمت اور رحمت سمجھ کر آپ کی قدر کروں گا......'' محسن رضا نے نہایت خلوصِ دل سے مسکراتے ہوئے اسے اپنی وفاؤں کا یقین دلایا۔

''کیا آپ...... مجھے......؟'' یمنیٰ نے اپنا اندیشہ ظاہر کرنے کی کوشش کی۔

''یمنیٰ...... آپ تو بہت پُراعتماد تھیں...... آپ میری خاطر اپنی جان پر بھی کھیلنے کو تیار ہوگئی تھیں...... اب ایسا کیا ہوگیا ہے کہ آپ بار بار بات کرتے ہوئے رک رہی ہیں۔ آپ کی زبان...... آپ کے لفظوں کا ساتھ کیوں نہیں دے رہی؟'' محسن رضا نے چونک کر اس سے پوچھا۔

''میرا وجود...... میری رنگت...... کیا آپ کو اس میں......؟'' یمنیٰ نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔

''مجھے آپ سے پیار ہے...... آپ کے اندر کے اچھے انسان سے محبت ہے، آپ کی روح سے میرا ناتا ہے...... آپ کا وجود اور آپ کی رنگت یہ مجھے matter نہیں کرتی...... میں تو ساری دنیا میں صرف آپ کو تلاش کرتا رہا ہوں۔ آپ جیسا خوب صورت دل رکھنے والا انسان تو پوری دنیا میں ایک بھی نہیں۔'' محسن رضا نے مسکرا کر کہا تو یمنیٰ نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

''کیا آپ کو مجھ پر...... اور میری باتوں پر یقین نہیں آرہا؟'' محسن رضا نے اس کی طرف بغور دیکھتے ہوئے پوچھا تو یمنیٰ خاموش ہوگئی۔ محسن کی باتوں میں اتنا دھیما پن، شائستگی اور محبت تھی کہ وہ خود بخود اس پر یقین کررہی تھی۔ اس کی باتوں پر ایمان لارہی تھی۔

''جانتی ہیں...... آپ کو اس شخص نے کیوں دھوکا دیا...... اور خدا نے آپ کو اس کی محبت سے کیوں نہیں نوازا......؟'' محسن رضا نے کہا تو یمنیٰ نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

''میری دعاؤں کی وجہ سے...... جو شخص اپنے رب سے بے حد خلوص کے ساتھ صرف آپ کو مانگ رہا تھا تو پروردگار کیسے دوسرے شخص کو آپ جیسے انمول موتی سے نواز سکتا تھا...... جس کی قدر صرف میں جانتا ہوں، خدا آپ سے بہت محبت کرتا ہے اور آپ کو ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا۔ میں آپ کو اس حالت میں ملتا کہ آپ کسی اور کی ہوچکی ہوتیں تو جانتی ہیں میرے ساتھ کیا ہوجاتا......؟'' وہ اس کی باتوں پر حیرت زدہ تھی۔

''میں خدانخواستہ اپنا ایمان ہی کھودیتا...... میں پچھلے آٹھ سالوں سے آپ کو مسلسل خدا سے مانگ رہا ہوں۔ شاید ساری زندگی ہی آپ کو خدا سے مانگتا رہتا مگر شکر ہے اس نے مجھے آپ سے ملا دیا۔ اب میں آپ کو کھونا نہیں چاہتا...... آپ کو پانے کی امید پر ہی میں نے اپنی کوشش جاری رکھی اور آج جس مقام پر میں ہوں، وہ بھی آپ کو پانے کی امید کی ایک کڑی ہے...... کیا آپ میری اس امید کا بھرم رکھ سکتی ہیں؟'' محسن رضا نے اپنے دونوں ہاتھ اس کے سامنے پھیلاتے ہوئے کہا تو یمنیٰ نے چونک کر اس کی طرف دیکھا جو بہت پُرشوق نگاہوں سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس نے کچھ سوچا اور مسکرا کر اپنا ہاتھ اس کے ہاتھوں پر رکھ دیا۔ محسن رضا ایک دم خوشی سے دیوانہ ہونے لگا تھا۔

''میرا انتظار کرنا یمنیٰ......'' محسن رضا نے مسکرا کر دروازے کے قریب جا کر کہا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔ یمنیٰ حیران ہورہی تھی مگر انتہائی خوش بھی...... کوئی شخص اس سے اس قدر شدید محبت بھی کرسکتا ہے، اسے یقین نہیں آرہا تھا۔ وہ بھی اتنی پُرخلوص اور گہری محبت۔

☆☆☆

آزر اسے پاگلوں کی طرح تلاش کرتا پھر رہا تھا۔ اس کی ہر سانس، ہر سوچ میں سوتے، جاگتے، اٹھتے، بیٹھتے بس...... یمنیٰ سمائی تھی۔ اسے یوں محسوس ہورہا تھا جیسے اس کی زندگی کا حاصل اور مقصد صرف یمنیٰ ہو...... یمنیٰ مل جائے گی تو وہ اس کے قدموں میں گر جائے گا اور تب تک سر نہیں اٹھائے گا جب تک وہ اسے معاف کرکے اس کی محبت کے نذرانے کو قبول نہیں کرے گی۔ یمنیٰ کے گھر جانے کی وہ ہمت نہیں کر پارہا تھا۔ کئی دن اسی کشمکش میں گزر گئے اور ایک روز جب اس کی ذہنی خلش حد سے سوا ہوگئی تو اس کے قدم جمال صاحب کے گھر کی طرف اٹھ گئے۔ جہاں وہ یمنیٰ سے معافی مانگنے جانا چاہتا تھا۔

''مجھے معاف کردو۔'' وہ نہایت بے بسی کے عالم میں اس کے سامنے فرش پر گھٹنے ٹیکے بیٹھا تھا۔

''تمہیں جس کی معافی کی ضرورت تھی...... اس نے تمہیں معاف کردیا ہے اب کیسی معافی چاہتے ہو؟'' یمنیٰ نے اسے نفرت سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''اس گناہ کی معافی جسے بہت معمولی سمجھتا تھا...... میں نے تمہارا بہت دل دکھایا...... تمہاری سچی محبت کا بہت مذاق اڑایا۔ تمہاری بہت تذلیل کی...... میں نے حمنہ کے ساتھ زیادتی کی، تمہارے اعتماد کا خون کیا مجھے معاف کردو۔'' آزر روتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''کیوں میرا ظرف اور صبر آزمانے بار بار آجاتے ہو؟'' یمنیٰ نے چیخ کر کہا۔

''اس لیے کہ کم ظرف اور بے صبروں کو اس وقت تک سکون نہیں ملتا جب تک ظرف والے انہیں معاف نہیں کردیتے۔'' وہ چہرے پر ڈھیروں شرمندگی لیے اس کے سامنے بیٹھا کہہ رہا تھا۔

''میرے سامنے مت آیا کرو...... میرا ماضی مجھے رُلانے لگتا ہے۔'' وہ سسکی بھر کر بولی۔

''معافی کی کوئی صورت......؟'' آزر نے ہاتھ جوڑ کر پوچھا۔

''کیسی معافی......؟'' یمنیٰ نے چونک کر کہا۔

''ہم...... پھر...... سے ایک ہو جائیں......'' وہ رک رک کر بولا۔

''امپاسبل...... میں نے تمہارا ہر گناہ...... ہر غلطی اور خطا اپنے اللہ کے لیے معاف کردی۔ اب دوبارہ یہ الفاظ زبان پر مت لانا اور نہ ہی مجھ سے ملنے آنا، تمہارا میرا ہر تعلق بہت پہلے ختم ہوچکا ہے بہتر یہی ہے تم فوراً

www.paksociety.com

یہاں سے چلے جاؤ اور کبھی بھولے سے بھی اِدھر کا رخ نہیں کرنا۔'' یمنیٰ نے ٹھوس لہجے میں کہا اور ڈرائنگ روم سے اٹھ کر چلی گئی۔

آزر اسے جاتے دیکھتا رہا۔ یمنیٰ نے اسے کبھی نہ ملنے اور ہر تعلق ختم کرنے کا جو حکم دیا تھا اس نے اسے بہت زیادہ پریشان کر دیا تھا۔ وہ تو یہی سوچ کر آیا تھا کہ وہ یمنیٰ سے معافی مانگے گا اور دونوں پھر سے ایک ہو جائیں گے مگر اس نے آزر کو معاف تو کر دیا تھا مگر ہر تعلق توڑنے کا اعلان کر کے اسے زیادہ بے قرار کر دیا تھا۔ اب وہ کیا کرے...... کس کے پاس جائے...... کس سے کہے کہ وہ یمنیٰ کو سمجھائے، کس سے کہے کہ یمنیٰ صرف ایک موقع دے اس پر اعتبار کرے۔

☆☆☆

محسن رضا کراچی چلا گیا تھا اور یمنیٰ کو یوں محسوس ہو رہا تھا... جیسے اس کی کوئی قیمتی شے اس سے کہیں دور چلی گئی ہو...... اس کے اندر اداسی سی چھانے لگی...... وہ بار بار اپنا موبائل دیکھتی۔ بیڈ پر آنکھیں بند کر کے لیٹتی تو محسن رضا کی محبت بھری باتیں سرگوشیوں کی صورت میں اسے سنائی دینے لگتیں اور وہ خود بخود زیرِ لب مسکرانے لگتی۔ وہ پہروں بیٹھ کر سوچتی...... یہ کیسی محبت تھی جو وہ محسن رضا سے کرنے لگی تھی۔ کیا محبت یوں بھی ہوتی ہے جو لمحوں میں دل کی دنیا کو بدل کر رکھ دے۔ محسن رضا اچانک آیا اور اس کے دل کو فتح کر کے چلا گیا۔ وہ تو کبھی آزر سے بہت محبت کرتی تھی اس کے لیے اپنا سب کچھ قربان کرنے کو تیار تھی مگر آزر نے اس کی قدر نہ کی۔ کہتے ہیں عورت اپنی پہلی محبت کبھی نہیں بھولتی...... مگر ایسا کیا ہو گیا تھا کہ وہ آزر کو بھولنے لگی تھی۔ آزر اور اس کی محبت اس کے لیے بے معنی ہو کر رہ گئی۔ آزر نے رو رو کر گڑگڑا کر اسے اپنی محبت کا یقین دلانے کی کوشش کی تھی مگر اب اس نے آزر کی محبت پر اعتبار نہیں کیا تھا بلکہ اسے غصہ آنے لگا تھا جب آزر بار بار اپنی محبت کا اظہار کر رہا تھا۔ اسے خود پر بھی حیرت ہو رہی تھی کہ اس نے آزر کی محبت کو جھٹلا کر محسن رضا کی محبت کے لیے کیسے اپنے دل کو کھول دیا تھا شاید اس لیے کہ...... وہ آزر کے لیے بہت کچھ قربان کرنے کو تیار تھی مگر محسن رضا نے تو اس دعویٰ پر عمل کر کے دکھایا تھا...... سچی محبت یہ تو نہیں ہوتی کہ صرف زبان سے اقرار کیا جائے بلکہ محبت کرنے والے کا عمل ہی اس کے اقرار کا اظہار بن جایا کرتا ہے۔ محبت ایک گورکھ دھندا ہے، نہ سمجھ آنے والا جگ ساپزل، نہ کھلنے والا ایک سنہری جال ...... اور محبت کرنے والے اس سے بھی زیادہ عجیب...... جن کے دلوں کی کیفیت لمحوں میں بدلتی اور بگڑتی ہے۔

یمنیٰ، محسن رضا کی محبت سے مسرور ہو رہی تھی اور آزر اتنا ہی زیادہ مضطرب...... آزر اب اور زیادہ گڑگڑا گڑگڑا کر خدا سے یمنیٰ کو مانگ رہا تھا۔ اسے نہ جانے کیوں یہ یقین ہونے لگا تھا کہ خدا اسے مایوس نہیں کرے گا شاید وہ یمنیٰ کے دل میں اپنی محبت دوبارہ سے جگانے میں کامیاب ہو جائے... وہ شاید جنونی ہو گیا تھا۔ اپنی اس کیفیت کو وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا۔ یہ محبت نہیں تھی ...... یہ کچھ اور ہی تھا...... شاید جنون ...... دیوانگی یا پھر حاصل کرنے کی دُھن......!

محسن رضا کے جانے کے بعد یمنیٰ نے کچھ دن تو اس کے فون کا انتظار کیا پھر یہ انتظار نہایت بے چینی میں بدلنے لگا...... مہینہ بھر ہونے کو آ رہا تھا اس کا محسن رضا سے کوئی رابطہ نہیں ہوا تھا، وہ فون کرتی تو نمبر بند ملتا...... یمنیٰ کے پاس اور کوئی رابطے کا ذریعہ نہیں تھا۔ اس کا دل چاہتا کہ کبھی اسی اسپتال کے ایم ایس سے جا کر وہ محسن رضا کے بارے میں پوچھے مگر وہ کچھ سوچ کر رہ جاتی۔ اس کے دل میں وسوسے سر اٹھانے لگے کہ۔ ''شاید محسن رضا نے اس احسان کا بدلہ اتارا ہو جو میں نے اس کی جان بچا کر کیا تھا...... وہ کہاں مجھ جیسی بدصورت لڑکی کو چاہ سکتا ہے......'' یمنیٰ کی سوچیں کبھی منفی اور کبھی بے حد مایوسانہ انداز اختیار کر لیتیں۔

شومئی قسمت کہ محسن رضا کراچی آتے ہی شدید بخار میں مبتلا ہو گیا...... اس کا چھوٹا بھائی مشہور سرجن بن چکا تھا۔ محسن رضا کے جب ٹیسٹ ہوئے تو حقیقت کھلی کہ گردے کے آپریشن کی وجہ سے اس کے اندر انفیکشن ہو گیا اس نے پراپر آرام نہیں کیا تھا۔ اس کے بہن بھائی

سخت تشویش میں مبتلا تھے کہ بھائی جان کو کیا ہو گیا تھا جو ایک گردہ remove کروانا پڑا اور جب محسن رضا نے بتایا تو وہ شدید حیرت میں مبتلا ہو گئے۔

''بھائی جان وہ ...... وہ یمنیٰ آپی؟'' سب حیرانی سے بولے۔

''ہاں، وہی اچانک مجھے لاہور میں ملی جب اسے کڈنی کی شدید ضرورت تھی اور اسے میں نے اپنا کڈنی دے دیا۔ تم لوگ بتاؤ کیا میں ایسا نہ کرتا...... تم آج جو بھی ہو وہ اسی کی وجہ سے ہو...... اگر وہ اپنی جان پر کھیل کر مجھے نہ بچاتی اور میں آج زندہ نہ ہوتا تو تم لوگ کہاں ہوتے...... سوچو ذرا......'' محسن رضا نے تاسف بھرے لہجے میں کہا تو سب خاموش ہو گئے۔

''تم لوگ بتاؤ، میں نے ٹھیک کیا یا غلط......؟'' محسن نے قدرے توقف کے بعد پوچھا۔

''شاید آپ کو ایسا ہی کرنا چاہیے تھا......'' اس کے بھائی نے کہا۔

''شاید نہیں یقیناً ......'' محسن نے ٹھوس لہجے میں جواب دیا۔

سرجن احسن اپنی ٹیم کے ساتھ پوری کوشش کر رہا تھا کہ کسی طرح وہ ایک بار پھر صحت مند ہو جائے۔ اس کے مسلسل چیک اپ اور ٹیسٹ وغیرہ چل رہے تھے۔ ایک طرف محسن کے بہن بھائی گڑگڑا کر خدا سے اس کی زندگی مانگ رہے تھے اور دوسری جانب آزر رو رو کر خدا سے یمنیٰ کو مانگ رہا تھا اور یمنیٰ ...... وہ اپنے رب سے صرف اس کی رضا مانگ رہی تھی کیونکہ اسے سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس کے لیے کیا بہتر تھا۔

وہ تینوں مثلث کے تینوں کونوں پر کھڑے خدا سے کچھ نہ کچھ طلب کر رہے تھے۔ اب کس کو کیا ملنا تھا یہ خدا کا فیصلہ تھا اور یہ فیصلہ کس کے حق میں ہوگا...... اس کی کسی کو خبر نہیں تھی۔

☆☆☆

شام ہو رہی تھی جب زرینہ، ردا کے کمرے میں گئی اور تمام بکھری چیزوں کو ٹھیک کر کے رکھنے لگی۔ بیڈ شیٹ ٹھیک کرتے ہوئے تکیے کے نیچے سے اسے تین لفافے ملے۔ اس نے انہیں چونک کر الٹ پلٹ کر کے دیکھا۔ ایک پر حاتم بھائی اور عاصم بھائی کے نام دوسرے پر توقیر کے نام...... اور تیسرے پر روحیل کے نام... لکھا تھا۔

وہ لفافے پکڑے کمرے سے باہر نکل آئی۔ ڈرائیور لاؤنج میں داخل ہو رہا تھا۔

''میں اسپتال جا رہا ہوں، کچھ بھجوانا تو نہیں......؟'' ڈرائیور نے پوچھا۔

''تھوڑا کھانا پیک کر دیا ہے وہ لے جاؤ اور یہ ردا بی بی کے کمرے سے تین لفافے ملے ہیں یہ لے جا کر بیگم صاحبہ کو دے دینا۔ ہو سکتا ہے کہ کچھ ضروری باتیں ان میں لکھی ہوں۔'' اس نے ڈرائیور کو ٹفن لا کر دیا اور ساتھ ہی وہ لفافے پکڑائے۔ ڈرائیور وہ لے کر چلا گیا۔ زرینہ ڈرائیور کے جانے کے بعد مغرب کی نماز پڑھنے کھڑی ہو گئی۔ نماز تمام کر کے ابھی وہ دعا مانگ رہی تھی کہ شمیلہ کمرے سے نکلی اور زرینہ کے پاس جا کر کھڑی ہو گئی۔ زرینہ زور زور کر بہ آوازِ بلند خدا سے دعا کر رہی تھی۔

''یا اللہ! ہماری ردا بی بی کو بچا لے اور ان پر رحم فرما...... میری جان لے لے...... مگر ردا بی بی کی جان بخش دے۔'' زرینہ کو گڑگڑاتے سن کر شمیلہ کو ایک دم غصہ آ گیا۔

''وہ مر تو نہیں رہی جو تم یوں رو رو کر نحوست پھیلا رہی ہو۔'' شمیلہ نے غصے سے کہا۔

''اللہ نہ کرے...... آپ کیسی باتیں کر رہی ہیں۔'' زرینہ نے دعا ختم کر کے گھبرا کر کہا۔

''کیوں......؟ اگر وہ مر گئی تو کون سی قیامت آ جائے گی۔'' شمیلہ چمک کر بولی۔

''قیامت ہی آ جائے گی اس گھر پر...... اور......'' اس نے آہ بھر کر کہا۔

''ہونہہ...... کسی کو کچھ فرق نہیں پڑے گا۔ ویسے بھی زندہ رہ کر اس نے بڑے کارنامے کیے ہیں جو سب اسے یاد کریں گے۔ ایسی ذلت کی زندگی سے تو موت ہی اچھی ہے اس کے لیے۔'' شمیلہ نے نخوت سے منہ بنا کر کہا۔

''کچھ خدا کا خوف کریں بی بی...... اور اس کی لاٹھی سے ڈریں جب وہ برسنے پر آتی ہے تو کسی ظالم کو نہیں بخشتی......'' زرینہ نے غصے اور دکھ سے ایک دم بے قابو ہو

کر کہا۔

"کیا...... بکواس کر رہی ہو...... کیا تم مجھے ظالم کہہ رہی ہو...... ابھی تو خالہ جان اور ردا اپنے آپ کو بچائیں جن پر قہر ٹوٹ رہا ہے۔" شمیلہ نے نہایت نفرت سے کہا تو زرینہ آنکھوں میں آنسو بھر کر رہ گئی۔

خدیجہ بیگم آئی سی یو کے باہر بینچ پر بیٹھی سورۃ یٰسین پڑھ رہی تھیں...... ماں جی کے ہاتھ میں تسبیح تھی حاتم اور عاصم ایک دوسرے کے پاس کھڑے باتیں کر رہے تھے جبکہ نجمہ اور توقیر بھی ایک کونے میں کھڑے تھے۔ جبھی روحیل تیز تیز قدموں سے اندر داخل ہوا تو سب ایک دم اسے دیکھ کر چونکے۔ اسے عبید ماموں بہ مشکل منا کر لائے تھے۔

"تم...... یہاں کیا لینے آئے ہو......؟ ظالم نیچ انسان...... میری بہن کی زندگی تم نے برباد کر کے رکھ دی۔" حاتم نے آگے بڑھ کر غصے سے روحیل کو جھنجوڑتے ہوئے کہا۔

"جسٹ شٹ اپ...... میں تم لوگوں کے منہ نہیں لگنا چاہتا۔" روحیل نے بھی شدید غصے سے حاتم کو دھکا دیتے ہوئے کہا۔ عبید ماموں نے آگے بڑھ کر دونوں کو چھڑاتے ہوئے سمجھایا۔

"یہ تم لوگ کیا کر رہے ہو...... کم از کم وقت کی نزاکت کو تو دیکھو...... دنیا کو تماشا مت دکھاؤ۔" عبید نے اردگرد گزرتے لوگوں پر نظر دوڑاتے ہوئے آہستہ سے کہا۔

"دنیا کو تماشا تو اس نے دکھایا ہے...... اپنی بیوی کو سرِعام رسوا کر کے...... ردا نے اس کی وجہ سے ہی خودکشی کی کوشش کی۔" حاتم نے روحیل کی طرف دیکھ کر غصے سے چلاتے اور بے قابو ہوتے ہوئے کہا۔

"خودکشی تو اس نے اپنے کرتوتوں اور عیبوں پر پردہ ڈالنے کے لیے کی ہے۔" روحیل بھی غصے سے مشتعل ہو کر بولا۔

"خدا کے لیے چپ ہو جاؤ۔" عبید نے نرمی سے دونوں کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

"میں کوئی بے غیرت انسان نہیں...... جو ان کی گھٹیا باتیں سن کر چپ رہوں۔" روحیل نے غصے سے بھڑکتے ہوئے کہا۔

"it's enough...... زیادہ fuss کرنے کی ضرورت نہیں...... بہتر یہی ہے کہ آپ یہاں سے چلے جائیں۔" عاصم نے آگے بڑھ کر غصے سے روحیل کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں خود بھی یہاں نہیں آنا چاہتا تھا۔" روحیل سر جھٹک کر بولا۔

خدیجہ بیگم، ماں جی، توقیر، رشنا اور فضیلت سب پریشان ہو کر اُن کی طرف دیکھ رہے تھے۔

"ہاں، میں روحیل کو یہاں لایا ہوں۔" عبید نے کہا۔

"تو پھر آپ ہی انہیں یہاں سے جانے کے لیے کہہ دیں۔" عاصم نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"بیٹا! ردا اس کی بیوی ہے اور......" عبید نے نرمی سے سمجھانا چاہا۔

"ردا کو ایسے بے غیرت شوہر کی کوئی ضرورت نہیں جس نے اس کی زندگی کو جہنم بنانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔" حاتم نے غصے سے عبید کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

"بے غیرت تو تم لوگ ہو جو اس لَو لیٹر اور ردا کے اقرار کے باوجود بھی اسے بے گناہ کہہ رہے ہو جبکہ سارے زمانے کو ردا کے مشکوک کردار کا پتا چل چکا ہے۔" روحیل کسی طور خاموش نہیں ہو رہا تھا۔

"بکواس بند کرو، ورنہ میں تمہیں ابھی یہیں زمین میں گاڑ دوں گا۔" حاتم نے غصے سے دہاڑتے ہوئے کہا تو توقیر پریشان ہو کر انہیں دیکھنے لگا۔ وہ کچھ تذبذب کے عالم میں آگے بڑھا اور خدیجہ بیگم کے ہاتھ سے سورۃ یٰسین لے کر کہنے لگا۔

"مجھے اس کلامِ پاک کی قسم...... ردا بالکل بے قصور ہے...... وہ خط میں نے ہی ردا کو لکھا تھا...... مگر اس نے کبھی مجھ سے "اقرارِ محبت" نہیں کیا۔ اس نے مجھے صاف انکار کر دیا کہ اس کا دل میری محبت کو نہیں مانتا تو میں اس کے راستے سے ہٹ گیا...... ردا بالکل بے گناہ...... معصوم اور پاک ہے، مجھے سمجھ میں نہیں آ رہا کہ آپ نے میرے خط پر تو اعتبار کر لیا مگر اپنی بیوی کی محبت پر نہیں جو صرف آپ سے محبت کرتی ہے۔" توقیر نے روحیل کی طرف دیکھا۔

"بکواس بند کرو...... گھٹیا انسان...... تم سب کو میرے خلاف کرنے کے لیے پھر چال چل رہے ہو، اصل مجرم تو تم خود ہو۔ تم نے ہی ہماری زندگی میں آگ لگانے کی کوشش کی، آج میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔" یہ کہہ کر روحیل نے توقیر کی گردن کے گرد اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں رکھ کر گلا دبانے کی کوشش کی تو سب لوگ گھبرا کر شور مچانے لگے۔ ماں جی کو غصہ آ گیا اور انہوں نے آگے بڑھ کر روحیل کے گال پر زوردار تھپڑ لگایا۔ روحیل توقیر کو چھوڑ کر ماں جی کو ہکا بکا دیکھنے لگا۔

"ماں جی...... آپ نے مجھے مارا......" روحیل اپنے گال پر ہاتھ رکھتے ہوئے حیرت سے کہہ رہا تھا۔

"ردا کے اصل مجرم اور گنہگار تو تم خود ہو، اپنا عیب چھپانے کے لیے تم نے اس معصوم اور پاکباز لڑکی پر تہمت لگائی تاکہ تمہارا عیب چھپا رہے۔" ماں جی نے غصے سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"ماں...... جی آپ یہ...... یہ کیا کہہ رہی ہیں؟" روحیل نے بری طرح بوکھلا کر ماں سے کہا۔

"اگر میں آج بھی سچ نہیں بولوں گی تو قیامت کے روز میرا خدا مجھے معاف نہیں کرے گا اور نہ ہی میری ردا......" ماں جی نے خفگی سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔ سب لوگ حیرت سے اُن کی طرف دیکھنے لگے۔ گھبراہٹ سے روحیل کے چہرے پر پسینے کے قطرے نمودار ہونے لگے۔ ماں جی نے سب کے سامنے روحیل کی میڈیکل رپورٹس والا واقعہ بتایا کہ اسے چھپانے کے لیے وہ ردا پر زیادتیاں کرتا رہا۔

"تم نے ردا کو رسوا کرنا چاہا اور آج توقیر کو بھیج کر خدا نے میری ردا کو بے گناہ ثابت کر دیا اور تمہیں گناہگار...... خدا تمہیں کبھی معاف نہیں کرے گا۔" خدیجہ بیگم نے پھوٹ پھوٹ کر روتے ہوئے کہا۔

حاتم غصے سے اس کی طرف بڑھا اور اس کا گریبان پکڑ کر اسے جھنجوڑنے لگا۔

"بے غیرت...... خبیث...... انسان...... تم فہام بھائی کے ہاتھوں مرنے سے بچ گئے مگر میں تمہیں اب زندہ نہیں چھوڑوں گا۔" اسی لمحے ڈرائیور شوکت نفن اور زرینہ کے دیے گئے خطوط پکڑے وہاں پہنچا اور سیدھا خدیجہ بیگم کے قریب آ گیا۔

"بی بی یہ کھانا لیں اور یہ لفافے ردا بی بی کے کمرے سے ملے ہیں۔" حاتم نے بھی سنا اور روحیل کو چھوڑ کر وہ لفافے دیکھنے لگا۔ سب کے نام کے الگ، الگ لفافے تھے، وہ حیران تھا اس نے ماں سے لے کر اپنے نام کا لفافہ سب سے پہلے کھولا...... لکھا تھا۔

"حاتم بھائی اور عاصم بھائی! جب آپ کو یہ خط ملے گا تب میں آپ سے بہت دور جا چکی ہوں گی۔ حاتم بھائی آپ نے مجھے اپنی ہی نظروں میں اتنا گرا دیا ہے کہ ذلت کا یہ بوجھ میری برداشت سے باہر ہے، مجھے اپنی زندگی حقیر اور بے مایہ لگ رہی ہے اور ذلت کا یہ بوجھ بہت زیادہ بھاری...... اس لیے میں نے اپنی زندگی کی بساط پلٹنے کا فیصلہ کر لیا ہے...... میں بے گناہ ہوں، اس بات کا پتا آپ کو بہت جلد چل جائے گا...... میں نے آپ لوگوں سے بہت محبت کی ہے مگر شاید آپ لوگ مجھ سے ویسی محبت نہیں کر پائے جیسی فہام بھائی کرتے تھے، وہ میری ہر خطا معاف کر دیتے تھے اور آپ میرے ناکردہ کو گناہ اور مجھے گنہگار ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ اب مجھے آپ سے کوئی معافی نہیں چاہیے لیکن آپ لوگوں نے جو کچھ میرے ساتھ کیا، میں وہ سب معاف کرتی ہوں۔

فقط ردا۔"

حاتم پڑھ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا اور وہی خط عاصم کو پکڑا دیا۔ وہ بھی پڑھنے لگا اور باقی کے دو لفافے روحیل اور توقیر کو پکڑا دیے۔

"روحیل!

"زندگی کا سفر ہم نے جس قدر محبت، خوشی اور خوش امیدی سے شروع کیا تھا وہ یوں نفرت اور مایوسی پر ختم ہوگا اس کا نہ تو یقین تھا اور نہ ہی امید...... خدا گواہ ہے میری زندگی میں آنے والے پہلے مرد آپ ہیں، جس سے میں نے شدید اور سچی محبت کی مگر دنیا سے رخصت ہوتے ہوئے میرے دل میں آپ کے لیے صرف نفرت ہی نفرت ہے۔" اور بھی بہت کچھ لکھا تھا مگر اس سے پڑھا نہ گیا۔

روحیل وہ خط پڑھ کر دیوار پر مکے مارتے ہوئے شدید پچھتاوے کا شکار ہونے لگا۔

"ہاں، میں ہی تمہارا گنہگار ہوں...... مجرم ہوں...... میں نے یہ اپنے ہاتھوں سے کیا کردیا......"

روحیل اپنے ہاتھ مل رہا تھا۔ اس کا خط زمین پر گرا تو عبید نے پڑھا اور آہ بھر کر ماں جی کو پکڑا دیا، وہ بھی پڑھ کر رونے لگیں۔ کچھ فاصلے پر توقیر کھڑا اپنا خط پڑھ رہا تھا۔

"توقیر

روحیل نے آپ کے خط کو ایشو بنا کر مجھ پر جھوٹا الزام لگانے کی کوشش کی مگر اس کی حقیقت کو میں جانتی ہوں۔ اس لیے آپ کو کسی بھی بات کے لیے قصوروار نہیں ٹھہراتی۔ آج دنیا سے رخصت ہوتے وقت ایک بات کا بہت پچھتاوا ہو رہا ہے کہ کاش...... میں اپنے دل کا انکار نہ بغیر آپ کی محبت پر آنکھیں بند کر کے اعتبار کر لیتی تو آج یہ دن نہ دیکھنا پڑتا مگر روحیل کے ہاتھوں ذلت اور پھر ذلت کی موت ہی میرے مقدر میں لکھی تھی۔ میں اس سے کیسے بچ سکتی تھی مگر آج...... اس لمحے میرا دل کہتا ہے کہ اگر آپ یہاں ہوتے تو مجھے ضرور بچا لیتے، آپ کی محبت مجھے کبھی مرنے نہ دیتی...... لیکن آپ نے میری محبت کی وجہ سے شادی نہ کر کے بہت بڑی قربانی دی، آپ نے سچی محبت کا ثبوت دیا، میں آپ کی مجرم ہوں، ہو سکے تو مجھے معاف کردیں اور میرے لیے مغفرت کی دعا ضرور کریں، کہتے ہیں کہ خدا سچی محبت کرنے والوں کی دعائیں رد نہیں کرتا۔ ممکن ہے آپ کی دعائیں میرے لیے آسانیاں پیدا کرسکیں۔

بدنصیب ردا"

توقیر سسکیاں بھرنے لگا۔ رشنا نے خط اس کے ہاتھ سے لے کر جلدی سے پڑھا، وہ بھی سسکنے لگی۔

اندر ردا کی حالت بہت خراب ہو رہی تھی۔ ڈاکٹرز کو بلایا گیا۔ خدیجہ بیگم بھی تیزی سے اُن کی جانب لپکیں۔

"ڈاکٹر میری بیٹی......؟" خدیجہ بیگم نے سسکتے ہوئے پوچھا۔

"آپ دعا کریں، اُن کی حالت ٹھیک نہیں ہے۔" ایک ڈاکٹر نے ان کی بات کاٹ کر کہا اور جلدی سے اندر چلا گیا۔

عاصم نے بھی خط پڑھ لیا تھا اس نے روتے ہوئے حاتم کی طرف دیکھا۔

"کاش ہمیں ایک موقع مل جائے اور ہم ردا سے تمام زیادتیوں کی معافی مانگ لیں۔" عاصم نے افسوس بھرے لہجے میں کہا۔

"ہاں...... میں ہی شاید اس کا گنہگار ہوں۔" حاتم بھی کفِ افسوس مل رہا تھا۔ ردا کے خطوں نے سب کے دلوں میں انقلابی جذبات پیدا کردیے تھے۔ ان کے دل نرم ہوگئے تھے مگر کب، جب ردا موت و زیست کے درمیان تھی۔

"ماں جی...... دعا کریں ردا ٹھیک ہوجائے پھر آپ جو کہیں گی میں وہی کروں گا۔ میں خود اس کے آگے ہاتھ جوڑ کر معافی مانگ لوں گا۔" روحیل سسک رہا تھا تو دوسری طرف توقیر نوحہ کناں تھا۔

"ردا میں تم سے اقرارِ محبت سننے کے لیے کتنا بے تاب تھا اور تم نے اس وقت اقرار کیا جب میں تمہارے لیے کچھ نہیں کرسکتا۔ خدا کے لیے تم ایک بار زندگی کی طرف لوٹ آؤ، میں دنیا بھر کی خوشیاں تمہارے قدموں میں ڈھیر کردوں گا۔"

ردا کے منہ پر آکسیجن ماسک لگا ہوا تھا وہ انتہائی بے قراری سے اپنے ہاتھ پاؤں بیڈ پر مار رہی تھی۔ نرس نے اسے جلدی سے انجکشن لگانے کی کوشش کی مگر اس نے انتہائی مضطرب ہو کر منہ سے ماسک اتار پھینکا اور زور سے چیخی۔

"م......م......مما۔" اس نے زور سے ہچکی بھری اور کھینچ کر سانس لی پھر ایک دم خاموش ہوگئی۔

☆☆☆

آزر کی دلی کیفیات بدل کر رہ گئی تھیں۔ وہ خدا کے حضور سجدہ ریز رہتا، آدھی آدھی رات کو اٹھ کر آسمان کے نیچے اس رب العزت سے فریاد کرتا کہ کسی طرح یمنیٰ کا دل اس کی جانب پھیر دے۔ وہ اپنے دل کی تمام تر گہرائیوں اور پُرخلوص محبت کی شدت کے ساتھ اپنے سابقہ گناہوں کی معافی مانگتا اور نہ جانے کون، کون سے واسطے دے کر آنسو بہا کر سسکیاں بھرتے ہوئے ہاتھ جوڑ کر التجا کرتے ہوئے پروردگار سے توبہ طلب کرتا رہتا اور

دعائیں مانگتا رہتا۔

"صرف ایک بار اے اللہ جو بہت طاقت والا ہے، یمنیٰ کے دل میں میرے لیے ویسی محبت پیدا کردے جو کسی سچے عاشق کے لیے ہوتی ہے۔ میں نے پہلے اس کی محبت کی قدر نہیں کی تھی مگر اب میں اس کی بہت قدر کروں گا۔ اس کی محبت کو اپنے لیے قیمتی اثاثہ سمجھ کر دل سے لگا کر حفاظت کروں گا۔ بس ایک بار...... صرف ایک بار......"

☆☆☆

محسن رضا ساری رات بہت مضطرب رہا تھا۔ وہ اسپتال سے گھر شفٹ ہوچکا تھا گو کہ اس کے بخار کی شدت میں کچھ کمی آگئی تھی مگر اس کا انفیکشن ابھی پوری طرح ٹھیک نہیں ہوا تھا اور اس انفیکشن سے اس کا دوسرا گردہ بہت بری طرح متاثر ہو رہا تھا۔ ڈاکٹروں نے اسے کوئی امید افزا رپورٹ نہیں دی تھی۔ اس کی چھٹی بھی ختم ہو رہی تھی اور وہ اس حالت میں جاب پر بھی واپس نہیں جاسکتا تھا۔ اس کے بہن بھائی اس کی وجہ سے بہت زیادہ پریشان تھے۔ ڈاکٹرز بھی اس کی صحت کے بارے میں حتمی طور پر کچھ نہیں کہہ سکتے تھے۔ وہ کتنے خواب آنکھوں میں سجا کر کراچی آیا تھا۔ وہ کتنا زیادہ خوش تھا کہ اس کا خدا اس پر کتنا مہربان ہو رہا ہے کہ اس کی برسوں کی دعا بھی پوری کردی اور اب اس کی وہ شدید خواہش بھی پوری ہونے جارہی تھی مگر انسان کو کیا معلوم کہ اس کے ساتھ کیا ہونے والا ہے اور آنے والے لمحے اس کے لیے خوشیوں کا پیغام لے کر آتے ہیں یا دکھوں کا...... اس کی خوشیاں کیسے لمحوں میں افسردگی میں بدل گئی تھیں۔ وہ اپنے کمرے میں بیڈ پر نیم دراز، نم آنکھوں کے ساتھ چھت کی جانب دیکھ کر دل ہی دل میں سوچ رہا تھا۔

"نہ جانے میری قسمت میں ادھوری خوشیاں ہی کیوں لکھی گئی ہیں۔ ساری زندگی اتنی طویل جدوجہد کے بعد اگر ایک خوشی ملنے لگی تھی...... تو وہ بھی اس انجانی بیماری کی نذر ہونے جارہی ہے...... نہ جانے یمنیٰ میرے بارے میں کیا سوچ رہی ہوگی...... میں اپنی رپورٹس لے جا کر اسے دکھاؤں گا تاکہ اسے یقین آجائے...... مجھے کوئی حق نہیں کہ اپنی خواہشات پوری کرنے کے لیے کسی

معصوم انسان کی زندگی برباد کردوں اور وہ بھی یمنیٰ جیسی عظیم انسان جس کے میری زندگی پر کتنے احسانات ہیں...... وہ ٹھیک ہوگئی ہے اور اسے کوئی بھی صحت مند انسان مل جائے گا...... مجھ جیسے بیمار شخص کا ساتھ اسے کیا خوشی دے گا۔'' اس نے دل گرفتگی سے سوچا اور ایک ٹھنڈی سانس لے کر رہ گیا۔

☆☆☆

یمنیٰ کو نیند نہیں آرہی تھی۔ وہ بیڈ پر لیٹی تھی اور اس کے ہاتھ میں موبائل تھا۔ وہ بار بار محسن کا نمبر ملا رہی تھی مگر اس کا موبائل آف مل رہا تھا۔ وہ بہت اپ سیٹ ہونے لگی تھی اور جھنجلا کر اس نے موبائل بیڈ پر پھینکا اس کی آنکھوں سے آنسو رواں ہوگئے۔

''اگر وہ میرے نصیب میں نہیں تھا تو پھر وہ کیوں آیا......؟ مجھے پھر سے اذیت میں ڈالنے...... کتنی کوشش سے میں آزر کی محبت کو اپنے دل سے مٹانے کی سعی کر رہی تھی اور وہ نہ جانے کہاں سے آگیا اور پھر سے میرے دل میں محبت کی دم توڑتی شمع کو جلانے کی کوشش کی۔ اس نے اگر چلے ہی جانا تھا تو پھر میرے ساتھ کیوں یہ مذاق کیا......'' یمنیٰ نے سسکتے ہوئے سوچا۔

''نہیں، اس نے مذاق نہیں کیا...... اس کی آنکھوں میں خلوص تھا اور باتوں میں سچائی کی جھلک تھی۔ میرا دل کہتا ہے اس نے مجھ سے جھوٹ نہیں بولا تو...... پھر وہ کیوں ایسے کر رہا ہے اگر کوئی پرابلم ہے تو مجھے بتا کیوں نہیں دیتا۔'' اس نے جھنجلا کر سوچا۔

''کہیں...... آزر......؟'' ایک دم آزر اس کے ذہن میں نمودار ہوا تو وہ چونک کر اٹھ بیٹھی۔ ''وہ بھی تو کیسے گڑگڑا کر مجھ سے محبت کی بھیک مانگ رہا تھا۔ مجھے دوبارہ اپنے اوپر اعتبار کرنے کو کہہ رہا تھا۔ محبت کے دعوے کر رہا تھا۔ اللہ کے واسطے دے رہا تھا۔ کہیں وہ تو ہمارے راستے میں حائل نہیں ہو رہا۔ میں بھی تو خدا سے دعا مانگتی تھی کہ مجھے اس شخص کا ساتھ نصیب ہو جو مجھ سے سچی اور شدید محبت کرے...... اور اب آزر میرے لیے بہت زیادہ مضطرب رہنے لگا ہے اسی طرح جیسے کبھی میں اس کے لیے بے قرار اور بے چین ہوا کرتی تھی۔ آزر عظیم...... اور محسن رضا......!'' اس نے ہونٹ سکوڑے اور پریشان ہو کر سوچنے لگی۔ اسی مضطرب حالت میں اس کی آنکھ لگ گئی اور وہ گہری نیند سوگئی۔ اس نے خواب میں دیکھا کہ اس کے ہاتھوں میں پھولوں کا ایک خوب صورت گلدستہ ہے اور اس کے سامنے محسن اور آزر کھڑے ہیں اور وہ کبھی آزر کی طرف بغور دیکھتی ہے تو کبھی محسن کی طرف...... اسے کچھ سمجھ نہیں آرہا۔

''میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں۔'' آزر نے کہہ کر اپنے دونوں ہاتھ گلدستے کی جانب بڑھائے۔

''اور میں تو تمہیں پانے کے لیے دعائیں کرتا رہا ہوں۔'' محسن رضا نے بھی گلدستے کی جانب ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا تو یمنیٰ حیرت سے دونوں کی طرف دیکھنے لگتی ہے' اسے کچھ سمجھ میں نہیں آرہا ہوتا کہ وہ کیا کرے۔

''یمنیٰ تم بھی تو مجھ سے بہت محبت کرتی تھیں...... اور اب بھی کرتی ہو' میں جانتا ہوں تمہارے دل میں صرف میں ہوں۔'' یکا یک آزر بولا۔

''یمنیٰ تم نے میرے لیے اپنی جان کی بھی پروا نہ کی...... اور کسی کے لیے جان قربان کرنا کوئی معمولی بات تو نہیں ہوتی۔ تم نے مجھ پر احسان کیا...... گو کہ میں نے بھی تمہارے اس احسان کا بدلہ چکا دیا ہے...... اب میں اور آزر تمہارے سامنے کھڑے ہیں، اپنی اپنی محبت کا کشکول تھامے۔ تمہیں صرف انتخاب کرنا ہے کہ تم کس کو زیادہ چاہتی ہو...... یا پھر کون تم سے زیادہ محبت کرتا ہے؟'' محسن نے محبت بھرے لہجے میں استفہامیہ انداز میں اس سے سوال کرتے ہوئے کہا۔

''نہیں م...... میں...... میں کچھ نہیں جانتی......'' وہ ایک دم ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔ اس کا سارا جسم پسینے میں شرابور تھا۔

''یہ...... یہ کیسا خواب تھا......؟'' وہ اپنے چہرے پر ہاتھ پھیر کر سوچنے لگی۔

''مجھے کچھ سمجھ میں نہیں آرہا...... اس خواب کا کیا مطلب ہے اور میرے ساتھ کیا ہونے والا ہے؟'' اس نے جھنجلاتے ہوئے خود کلامی کی۔

☆☆☆

''آئی ایم سوری...... ہم...... ردا بی بی کو نہیں بچا سکے۔'' ڈاکٹر کے جملے تھے کہ گرز جو حاتم کے اوپر پڑے تھے۔ یہی کیفیت روحیل اور توقیر کی بھی تھی۔ ردا ایک مرتبہ ہوش میں آکر پھر کومے میں چلی گئی تھی اور اس دفعہ وہ مسلسل چار دن بے ہوش رہی جبھی ریحانہ بیگم کا صدمہ بھی اس خاندان کو سہنا پڑا تھا۔ ردا کی جانب سے بے فکری نہیں ہوئی تھی۔ ریحانہ بیگم کے قتل کے بعد شمیلہ واپس گھر آچکی تھی۔ آج سب اسپتال میں پھر جمع تھے۔ جبھی ردا کی حالت بگڑنے لگی بس اس نے ہوش میں آکر فہام بھائی اور مما کے الفاظ ادا کیے اور ہمیشہ، ہمیشہ کے لیے اُن کی زندگیوں سے نکل گئی۔ خدیجہ بیگم ہذیانی انداز میں چیخ رہی تھیں۔ ماں جی پر الگ غم کا پہاڑ ٹوٹا تھا۔ روحیل، حاتم اور توقیر جو چار دن سے ردا کے خطوط پڑھ پڑھ کر پچھتاوؤں کی آگ میں جل رہے تھے آج اس سے معافی مانگنے جمع ہوئے تھے جب ڈاکٹروں نے بتایا تھا کہ اسے ہوش آیا ہے مگر یہاں آکر تو کوئی اور ہی قیامت ان کی منتظر تھی۔

ردا نہایت خاموشی سے دنیا چھوڑ کر جا چکی تھی۔ تینوں گھروں میں یکساں سوگ کی کیفیت تھی البتہ شمیلہ کی آنکھ سے ایک آنسو بھی نہیں گرا تھا۔ وہ فہام کی موت کا ذمے دار ردا کو قرار دیتی تھی اور اب اس کے دل کو سکون مل گیا تھا۔

☆☆☆

ماں جی، ردا کی رسم قل میں گئی تھیں۔ وہاں پر ہر کوئی ردا کی تعریف کر رہا تھا۔ روحیل اس کے جنازے میں شرکت کے بعد گھر سے باہر نہیں نکلا تھا ہر وقت اپنے کمرے میں بیٹھا آنسو بہاتا رہتا۔ اس کے ضمیر کی خلش اسے کسی پل چین نہیں لینے دے رہی تھی۔

ماں جی، خدیجہ بیگم کے پاس بیٹھ کر روحیل کی طرف سے معافی مانگ رہی تھیں۔ شمیلہ پاس ہی بیٹھی تھی۔ اس کے چہرے پر ناگواری کے تاثرات تھے۔

''مجھے آپ سے کبھی شکوہ نہیں رہا۔ آپ نے میری ردا کو ماں کا ہی پیار دیا۔ گلہ تو صرف روحیل سے ہے۔'' خدیجہ بیگم نے روتے ہوئے کہا۔

''جانتی ہوں وہ معافی کے قابل نہیں...... پھر بھی اس کی طرف سے معافی مانگتی ہوں۔'' ماں جی نے آہ بھر کر التجائیہ انداز میں کہا۔

''انسان دوسروں پر زیادتیاں کرتے ہوئے بھول جاتا ہے کہ وہ بھی خدا کا بنایا ہوا انسان ہے اور کسی بھی وقت خدا کی پکڑ میں آسکتا ہے۔ سب نے میری ردا کے ساتھ بہت زیادتیاں کیں۔'' خدیجہ بیگم بری طرح رو رہی تھیں۔ ''خدا ہی ان لوگوں کو پوچھے جنہوں نے میری معصوم بچی کو ناحق اذیتیں دیں۔'' خدیجہ بیگم نے آہ بھر کر شمیلہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''خالہ جان...... آپ بار بار میری طرف دیکھ کر کیوں بات کر رہی ہیں۔ اس کی موت کی ذمے دار میں نہیں وہ خود ہے، اس نے خودکشی کر کے حرام موت کو خود گلے لگایا ہے اور وہ اتنی نیک پاک بھی نہیں تھی جو آپ اس کی شان میں قصیدے پڑھ رہی ہیں۔'' شمیلہ نے خدیجہ بیگم کی طرف دیکھ کر انتہائی بدتمیزی سے کہا۔

''تم کس لہجے میں اپنی ساس سے بات کر رہی ہو۔ میری ردا نے یوں ... کبھی اونچی آواز میں مجھ سے بات نہیں کی تھی۔'' ماں جی نے قدرے خفگی سے اسے ڈانٹتے ہوئے کہا تو تمام عورتیں چہ گوئیاں کرنے لگیں۔

''ردا آپ کے ساتھ اچھی تھی، اس لیے کہ آپ اس کے ساتھ اچھی تھیں اور......'' شمیلہ نے خفگی سے خدیجہ بیگم کی طرف دیکھتے ہوئے جملہ ادھورا چھوڑا۔

''تمہارے کہنے کا مطلب ہے خدیجہ بہن تمہارے ساتھ اچھی نہیں، یہ کیسے ہوسکتا ہے جس عورت نے اپنی بچی کی اتنی اچھی تربیت کی ہے وہ بہو کے ساتھ کیسے اچھی نہیں ہوسکتی۔ بیٹا بدگمانیاں اور نفرتیں رشتوں کو کمزور بنا دیتی ہیں اور زندگی میں رشتے بہت انمول ہوتے ہیں، ان کی قدر کرنی چاہیے۔ تم نے بھی ابھی اپنی ماں کو کھویا ہے، ردا تو چلی گئی ہے اب تم خدیجہ بہن کی عزت اور قدر کرو۔'' ماں جی نے شمیلہ کو سمجھایا۔

''کیا آپ نے یہ سب باتیں اپنے بیٹے کو نہیں سکھائی تھیں؟'' شمیلہ نے طنزیہ کہا۔

''سکھائی تھیں...... لیکن ہم...'' ماں جی نے افسردگی

سے ایک آہ بھری۔

ریحانہ بیگم کے چالیسویں کے بعد سلمان نے گھر بڑی اچھی قیمت پر بیچا تھا۔ نفیسہ پیکنگ کرنے میں مصروف تھی۔ دونوں کے ویزے بھی آگئے تھے اور وہ جلد از جلد شمیلہ کو بتائے بغیر ملک سے باہر جارہے تھے۔ شمیلہ' ردا کی ڈیتھ کی وجہ سے گھر سے باہر نکل نہیں پارہی تھی۔ دونوں نے اس موقع کو غنیمت جانا اور جلد سے جلد مکان بیچنے کا بندوبست کیا۔

☆☆☆

''کب تک یونہی اس کے غم میں گھلتے رہیں گے؟'' ردا کی موت کو کتنے دن گزر گئے مگر حاتم نارمل نہ ہوسکا اور شمیلہ مزید چڑچڑی ہوگئی تھی۔

''کیا مطلب کب تک......؟ میں ہی تو اس کا قاتل ہوں۔'' حاتم نے کہا اور ایک دم پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔

''اس نے خودکشی کی ہے، حرام موت مری ہے، دنیا میں بھی ذلیل اور آخرت میں بھی رسوا۔ خدا بھی اسے نہیں بخشے گا اس میں آپ کا کیا قصور......؟'' شمیلہ طنزیہ انداز میں بولی تو حاتم کو غصہ آگیا۔

''خبردار جو تم نے کوئی بکواس کی......'' حاتم نے اسے غصے سے تھپڑ لگاتے ہوئے کہا اور ایک دم ہائپر ہوکر چلاّنے لگا۔

''اسے خودکشی پر کس نے مجبور کیا...... میں نے...... اور تم جان بوجھ کر مجھے ریسٹورنٹ لے کر گئی تھیں کیونکہ تم سب کچھ جانتی تھیں اور تم نے ہی مجھے اس کے خلاف اُکسایا۔ اصل مجرم تو تم ہو...... تم ہی ردا سے حسد کرتی تھیں۔ فہام بھائی کی زندگی میں بھی اُن کے کان بھرتی رہتی تھیں، نہ جانے کون سے بدلے اس سے لینا چاہتی تھیں۔ میں ہی بے وقوف نکلا جو تمہاری باتوں میں آگیا۔ تم بہت ظالم ہو۔'' حاتم نے اپنے سر کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر سسکتے ہوئے کہا۔

''مجھ پر کوئی بھی الزام لگانے کی ضرورت نہیں...... ردا پر ہاتھ تم نے اٹھایا تھا، میں نے کب تمہیں ایسا کرنے کو کہا تھا؟'' شمیلہ نے بھی غصے سے چلاّتے ہوئے کہا۔

''اسی بات کا تو دکھ رہے گا ساری عمر...... نہ میں اس پر ہاتھ اٹھاتا اور نہ وہ خودکشی کرتی۔ یہ سب کچھ نہ ہوتا اگر تم مجھے ریسٹورنٹ نہ لے کر جاتیں...... اس کی اصل قاتل تم ہی ہو...... دفع ہوجاؤ...... یہاں سے اور دوبارہ اس کمرے میں نہ آنا۔'' حاتم نے اسے کمرے سے دھکا دیتے ہوئے کہا۔

''ک......ک...... کیا تم مجھے یہاں سے نکال رہے ہو؟'' شمیلہ نے حیرت سے چلاّتے ہوئے کہا۔

''ہاں، تمہیں دیکھتا ہوں تو میرے اندر آگ سی لگ جاتی ہے، تم ہی فساد کی جڑ ہو...... تم نے ہی ہمارا گھر برباد کیا ہے۔'' حاتم غصے سے چلاّیا۔

''شٹ اپ...... تمہارا تو دماغ خراب ہوگیا ہے...... تم پاگل ہوگئے ہو۔'' شمیلہ نے نفرت سے سر جھٹکا۔

''ہاں، ہاں پاگل ہوگیا ہوں اور پاگل ہوکر تم جیسی عورت کی حقیقت سے آشنا ہوا ہوں۔ تم انتہائی گھٹیا اور حاسد عورت ہو۔ تم ہی ردا کی دشمن تھیں۔ اب میں تمہیں اس گھر میں ایک منٹ برداشت نہیں کروں گا۔'' حاتم نے غصے سے کہا۔

''گھر...... یہ گھر میرا ہے...... میں اس کی مالکن ہوں۔'' وہ طنزیہ ہنسی۔ ''تم نے مجھے یہ گھر حق مہر میں لکھ کر دیا ہے۔ تم کون ہوتے ہو مجھے اس گھر سے نکالنے والے؟''

''میں وہ ہوں، جس کی وجہ سے تم اس گھر میں ہو، چلو آج میں تمہاری وہ حیثیت بھی ختم کرتا ہوں......'' حاتم غصے سے بولتا ہوا اس کا بازو پکڑ کر کھینچتے ہوئے باہر لے گیا۔ وہ مسلسل چلاّ رہی تھی، وہ اسے گھسیٹتا ہوا گیٹ کے قریب لے گیا اور قدرے بلند آواز میں بولا۔

''میں تمہیں طلاق دیتا ہوں...... میں تمہیں طلاق دیتا ہوں۔ میں تمہیں طلاق دیتا ہوں۔ اب دوبارہ اس گھر میں قدم نہ رکھنا۔'' حاتم نے اسے طلاق دے کر باہر کی طرف دھکیلتے ہوئے کہا۔

''ط...... طلا...... طلاق......'' شمیلہ بے یقینی سے بڑبڑاتے ہوئے بولی اور پھٹی پھٹی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی۔

''ہاں...... دفع ہوجاؤ یہاں سے...... تم جیسی گھٹیا عورت اس گھر کے قابل کبھی نہ تھی...'' حاتم گیٹ بند کرتے ہوئے بولا۔

''میں تمہیں دیکھ لوں گی۔ ایک، ایک کو کورٹ میں گھسیٹوں گی۔'' شمیلہ غصے سے چلاّتے ہوئے بولی اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ اس کے ساتھ اچانک کیا ہوگیا تھا۔ وہ تو ہمیشہ دوسروں کے جذبات کے ساتھ کھیل کر انہیں مات دینے کی عادی تھی اور آج اسے مات ہوئی تھی۔ وہ اپنے اندر نفرت اور انتقام کے جذبات لیے، آنسو پونچھتی ہوئی سڑک پر چلنے لگی۔ رات گہری ہورہی تھی۔ اس کے پاس کوئی چیز نہیں تھی۔ گلے میں چھوٹا سا اسٹول جھول رہا تھا۔ چلتے ہوئے وہ ایک ویران سڑک پر آگئی۔ اِکا دُکا گاڑیاں گزر رہی تھیں۔

حاتم نے شمیلہ کو جتنی جلدی فیصلہ کرکے زندگی میں شامل کیا تھا اس سے جلدی کرکے اسے اپنی زندگی سے نکال پھینکا تھا...... رات کو بیٹا، بہو میں کیا ہوا خدیجہ بیگم اس سے بے خبر اپنے کمرے میں خواب آور گولیوں کے زیرِ اثر سورہی تھیں۔ اگلی صبح ان کے گھر میں کیا قیامت آنے والی تھی وہ اس سے انجان تھیں۔

☆☆☆

''آزر آج کل بہت زیادہ اپ سیٹ ہے...... یوں لگتا ہے جیسے وہ اپنے senses میں نہیں۔'' کومل نے جواد کو بتایا جو کومل کے آفس میں اس کے سامنے بیٹھا تھا۔

''کیوں......؟'' جواد نے حیرت سے پوچھا۔

''شاید...... یمنیٰ کی وجہ سے۔'' کومل نے ہونٹ سکوڑتے ہوئے جواب دیا۔

''کیوں......؟ کیا اس نے تمہیں کچھ بتایا ہے؟'' جواد نے پوچھا۔

''نہیں...... مجھے نانا ابا نے بتایا ہے کہ وہ اپنی کسی دوست کی وجہ سے بہت پریشان ہے اور میرا خیال ہے وہ دوست یمنیٰ ہی ہوسکتی ہے۔ کسی اور سے اتنی گہری دوستی بھی نہیں۔'' کومل نے جواب دیا۔

''آئی سی...... اور اب وہ کہاں ہے؟'' جواد نے پوچھا۔

''انیکسی میں ہی ہوگا۔ سارا وقت وہیں بند رہتا ہے، آفس بھی بہت کم آتا ہے۔'' کومل نے بتایا۔

''چلو اٹھو چلتے ہیں۔'' جواد ایک دم کچھ سوچتے ہوئے بولا۔

''کہاں......؟'' کومل نے حیرت سے پوچھا۔

''آزر کے پاس...... اور اسے لے کر پھر یمنیٰ کے پاس۔'' جواد نے قطعیت سے کہا تو کومل حیرت سے اس کی طرف دیکھنے لگی اور خاموشی سے اٹھ کر اس کے ساتھ چل پڑی۔

دونوں آزر کے پاس انیکسی میں پہنچے تو وہ گہری نیند سو رہا تھا۔ سوتے میں بھی اس کے چہرے پر انتہائی پریشانی اور اداسی تھی۔ داڑھی کافی بڑھی ہوئی تھی اور آنکھیں بہت زیادہ سوجی ہوئی تھیں انہوں نے اسے جگایا تو وہ دونوں کو دیکھ کر چونکا۔

''یار...... یہ تم نے اپنی کیا حالت بنا رکھی ہے؟ تم ٹھیک تو ہو ناں......؟'' جواد نے پریشانی سے پوچھا۔ کومل بھی حیرانی سے اسے دیکھتی رہ گئی۔

''ٹھیک ہی تو نہیں ہوں۔'' آزر نے آہ بھر کر جواب دیا۔

''کیوں، کیا ہوا...... چلو ہم تمہیں اسپتال لے چلتے ہیں۔'' آزر نے کہا۔

''نہیں، مجھے اسپتال نہیں جانا بلکہ......'' وہ کہتے کہتے رکا۔

''تو پھر کہاں جانا ہے......؟'' جواد نے پوچھا۔

''یمنیٰ کے پاس......'' اس نے رک رک کر کہا تو کومل نے حیرت سے جواد کی طرف دیکھا۔

''یار...... میں بہت زیادہ اذیت میں ہوں۔ بہت زیادہ مضطرب...... پلیز تم میری ہیلپ کرو...... میں بہت بے بس ہوگیا ہوں۔'' آزر نے سسکتے ہوئے کہا تو دونوں پریشان ہوگئے۔

''کیسی ہیلپ......؟'' جواد نے حیرت سے پوچھا۔

''کسی طرح یمنیٰ کو یقین دلا دو کہ میں اس سے بہت محبت کرتا ہوں، وہ میری محبت پر یقین نہیں کررہی...... اور وہ کیوں کرے...... میں نے اسے بہت دھوکے دیے...... میں بہت برا ہوں...... بہت برا......'' وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ جواد پریشان ہوکر کومل کی طرف دیکھنے لگا۔

”چلو...... ہمارے ساتھ۔“ جواد ایک دم اٹھتے ہوئے بولا۔

”ک...... کہاں......؟“ آزر بہ مشکل بولا۔

”یمنیٰ کے پاس......“ جواد نے جواب دیا۔

”کیا......؟“ آزر نے چونک کر پوچھا۔

”ہاں...... اب اس کے پاس جاکر ہی سب باتیں ہوں گی۔“ جواد نے کہا تو آزر جلدی سے اٹھ...کھڑا ہوا۔

”آزر پلیز...... اپنے آپ کو سنبھالو...... شیو کرو...... اور شاور لے کر فریش ہو جاؤ۔ تمہاری یہ حالت دیکھ کر یمنیٰ کو ویسے ہی غصہ آ جائے گا۔“ جواد نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”نہیں ...... میری یہ حالت دیکھ کر اسے یقین آ جائے گا کہ میں کتنا مضطرب ہوں...... اور ویسے بھی فریش ہونے کے لیے اندر سے فریش ہونا ضروری ہوتا ہے۔ اس وقت میرے دل کی جو کیفیت ہے تم کبھی نہیں سمجھ پاؤ گے۔“ آزر نے بے چارگی سے کہا۔

”کیا تم یمنیٰ سے اتنی محبت کرتے ہو؟“ جواد نے مسکرا کر پوچھا۔

”کرتا نہیں تھا...... مگر اب کرنے لگا ہوں۔“ اب کے وہ بھی ہلکے سے مسکرایا۔ کومل حیرت سے دونوں کی باتیں سنتی رہی، کچھ دیر بعد وہ تینوں یمنیٰ کی طرف جا رہے تھے۔

☆☆☆

محسن رضا اپنے کمرے میں نہیں تھا۔ اس کی بھابی اس کے لیے ناشتا لے کر کمرے میں آئی تو وہ وہاں موجود نہیں تھا اس نے گھبرا کر اسپتال میں اپنے شوہر کو اطلاع کی۔ وہ بھاگم بھاگ گھر آیا۔ سب پریشان ہو گئے، وہ کہاں جا سکتا ہے۔ اس کے کمرے کی تلاشی لی گئی تو سائڈ ٹیبل کی دراز سے ایک کاغذ نکلا جس پر لکھا تھا۔

”میں شام تک واپس آ جاؤں گا...... پریشان مت ہونا۔“ وہ تحریر پڑھ کر پریشان ہو گیا۔

”بھائی جان کو اس حالت میں کہیں نہیں جانا چاہیے تھا۔ خدا معلوم وہ کہاں گئے ہیں۔“ اس کے بھائی نے افسردگی سے کہا اور کمرے سے باہر چلا گیا۔

☆☆☆

یمنیٰ ملازم سے مہمانوں کی اطلاع پانے پر ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی تو ان تینوں کو دیکھ کر حیران رہ گئی۔

”آپ...... سب لوگ......؟“ یمنیٰ نے حیرت سے کہا اور ایک ٹک آزر کی طرف دیکھ کر منہ پھیر لیا۔

”یمنیٰ ...... ہم تمہاری خیریت پوچھنے آئے ہیں۔“ جواد نے مسکرا کر کہا۔

”تھینک یو......“ وہ کہہ کر خاموش ہو گئی...... تھوڑی دیر بعد ملازمہ چائے کی ٹرالی لے کر اندر آ گئی...... اور سب کو چائے پیش کی گئی۔ چائے پیتے ہوئے جواد، کومل کی طرف معنی خیز انداز میں دیکھنے لگا...... آزر کے سامنے چائے کا کپ یونہی پڑا تھا۔

”یمنیٰ، آزر بہت زیادہ ڈسٹرب ہے...... پلیز تم دونوں کے درمیان جو بھی clashes ہیں، وہ ختم کرو...... اور آزر کو معاف کر دو۔“ کومل نے موقع دیکھ کر بات چھیڑی۔

”میں سارے اختلافات بھلا کر اسے معاف کر چکی ہوں......“ یمنیٰ نے اطمینان سے جواب دیا۔

”ہاں...... لیکن وہ چاہتا ہے کہ تم دونوں ایک دوسرے سے پہلے کی طرح محبت...... میرا مطلب......“ کومل نے پھر کہا۔

”محبت......؟ مت نام لو...... محبت کا...... اس شخص کو کیا معلوم کہ محبت کیا ہوتی ہے...... اس کے لیے تو محبت بس ایک...... ہوس تھی جو اس نے پوری کی...... اب اور کیا چاہتا ہے...... کیا ابھی کوئی ہوس باقی رہ گئی ہے؟“ یمنیٰ ایک دم غصے سے ہائپر ہو گئی۔

”یمنیٰ ...... پلیز کول ڈاؤن...... اتنی ہائپر مت ہو۔“ کومل نے اس کا ہاتھ پکڑ کر ریلیکس کرنا چاہا تو یمنیٰ بری طرح سسکنے لگی۔

”اس نے محبت کے نام پر میرے ساتھ جو کچھ کیا ہے...... میں اسے کبھی معاف نہیں کر سکوں گی۔“ یمنیٰ نے روتے ہوئے کہا۔

”پلیز یمنیٰ ...... اپنے آپ کو سنبھالو......“ کومل نے اسے اپنے ساتھ لگا کر کہا تو یمنیٰ نے اپنے آپ کو سنبھالا...... آزر اٹھ کر اس کے قریب آ گیا۔

”میں تمہارا مجرم ہوں...... جو چاہے سزا دے دو...... مگر مجھے ایک بار صرف...... ایک بار...... ایک موقع اور دو...... مجھے اپنے دل میں ویسی ہی جگہ دے دو...... جو تمہارے دل میں کبھی میرے لیے ہوا کرتی تھی...... مجھے تمہاری محبت چاہیے......“ آزر نے بے قرار ہو کر اس کے قدموں میں کارپٹ پر بیٹھتے ہوئے انتہائی بے بسی سے کہا تو جواد اور کومل کو بھی اس پر ترس آنے لگا۔

”خدا کے لیے بس کرو...... مجھے تم پر یقین نہیں رہا...... کیا شیشہ دراڑ آنے کے بعد پہلے کی طرح جڑ سکتا ہے؟ میرے دل کے شیشے میں بھی دراڑ آ چکی ہے۔“ یمنیٰ نے قطعیت سے کہا۔

”یمنیٰ ...... دل اور شیشے میں بہت فرق ہوتا ہے...... دل جتنی بار ٹوٹ کر جڑتا ہے...... اتنا ہی زیادہ مضبوط ہوتا ہے...... اور ویسے بھی شیشے میں دل جیسی گہرائی کہاں؟ ہم انسان ہیں...... گناہوں اور خطاؤں کے پتلے...... لمحوں میں ٹوٹتے، بکھرتے ہیں اور پھر اپنے آپ کو جوڑنے کی کوشش کرتے ہیں، کبھی کبھی جنہیں دل سے نکالنے کی کوشش کرتے ہیں ہزار کوشش کے باوجود وہ دل میں ہی پائے جاتے ہیں۔ نہ کسی کو دل سے نکالنا آسان ہے اور نہ ہی ذہن سے...... محبت کبھی ختم نہیں ہوتی...... آج بھی آزر تمہارے دل میں موجود ہے...... تمہاری لاکھ نفرت کے باوجود تمہاری آنکھیں اور دل اس کے منتظر رہتے ہوں گے۔ پلیز...... اسے ایک موقع اور دے دو۔“ جواد نے آزر کی پُرزور حمایت کی تو آزر کو امید ہونے لگی کہ شاید یمنیٰ اسے معاف کر دے۔ یمنیٰ کچھ دیر خاموش بیٹھی رہی پھر اچانک ڈرائنگ روم کا دروازہ کھلا اور محسن رضا اندر داخل ہوا تو یمنیٰ ایک دم حیرت سے چلّاتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔

”محسن، آپ...... آپ کہاں چلے گئے تھے؟“ یمنیٰ نے اس کے قریب آ کر قدرے بے صبری سے پوچھا تو سب اُن کی جانب دیکھنے لگے۔ محسن کا جسم بری طرح کانپ رہا تھا اور وہ اب بھی بخار کی کیفیت میں تھا۔

آزر وہیں بیٹھا حیرت سے اسے دیکھتا رہ گیا۔ کومل اور جواد بھی حیران ہو رہے تھے۔

”یمنیٰ ...... میں...... میں آپ سے یہ کہنے آیا ہوں کہ میں آپ کے قابل نہیں رہا...... میں اپنا وعدہ پورا نہیں کر سکتا۔“ محسن نے اپنے آنسو روکتے ہوئے کہا۔

”کیوں......؟“ یمنیٰ کے منہ سے اچانک نکلا۔

”بس آپ یہ سمجھیں میرے پاس وقت بہت کم ہے۔ ایسے میں، میں آپ کو اندھیرے میں نہیں رکھ سکتا۔ آپ کسی صحت مند انسان کے ساتھ اپنی زندگی کا سفر شروع کر سکتی ہیں۔ میرا اور آپ کا ساتھ یہیں تک کا تھا۔“ محسن نے اس سے بیماری کی تفصیل شیئر نہیں کی۔

”کیا مطلب...۔ آپ کی صحت تو ٹھیک ہے ناں......؟ مجھے کڈنی ڈونیٹ کرنے کے بعد کیا...... کوئی complications ہو گئیں؟“ یمنیٰ نے حیرت سے پوچھا۔

”ہاں...... مجھے شدید انفیکشن ہو گیا تھا اور اب دوسرا کڈنی effect ہو رہا ہے۔“ اس نے ہچکچاتے ہوئے بتایا۔ ”مجھے نہیں معلوم کہ میری زندگی کتنی ہے اور میرے ساتھ کیا ہونا ہے...... مگر میں سب کچھ جانتے بوجھتے بھی آپ کی زندگی برباد کیوں کروں۔ نہیں...... یمنیٰ نہیں۔“ محسن نے سنجیدگی سے کہا۔

”آپ نے جو فیصلہ کرنا تھا...... وہ کر لیا...... اب آپ کو میرا فیصلہ سننا ہوگا۔ محسن...... یہی وہ شخص ہے جس نے مجھے محبت کے نام پر دھوکا دیا اور میری تذلیل کی......“ یمنیٰ نے آزر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے محسن سے کہا۔

”آج یہ مجھ سے وہی محبت مانگنے آیا ہے جو اس نے کھو دی ہے...... اور اِدھر آپ مجھ میں محبت کا خوب صورت احساس جگا کر پھر سے اسے ماند کرنے آئے ہیں...... اب آپ بتائیں میں کیا کروں......؟ کس کے حق میں فیصلہ دوں...... آزر کو منتخب کروں...... یا آپ کو؟“ یمنیٰ نے محسن سے پوچھا تو وہ نظریں جھکا کر خاموش رہا پھر وہ آزر سے مخاطب ہوئی۔

”آزر...... یہ وہ شخص ہے جن کی میں نے کبھی جان بچائی تھی اور اب انہوں نے میری جان بچائی ہے...... یعنی اپنا کڈنی مجھے ڈونیٹ کر کے...... اور اب انہیں جو بیماری لگی ہے وہ بھی میری وجہ سے...... تمہی بتاؤ...... میں

تمہارا انتخاب کروں یا اِن کا......؟'' یمنیٰ نے آزر کی طرف بغور دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''م......میرا...... کیونکہ میں تم سے......اس شخص کے آنے سے پہلے سے محبت کرتا تھا اور میرا اضطراب ان کی بیماری سے کہیں بڑھ کر ہے۔ یمنیٰ میں تمہیں بہت چاہتا ہوں...... پلیز مجھے مت جھٹلاؤ۔'' آزر نے بے بسی سے کہا۔

''ہاں......آپ کو انہی کا انتخاب کرنا چاہیے، یہ آپ کو مجھ سے زیادہ چاہتے ہیں۔ ان کے اندر کا اضطراب میں اچھی طرح دیکھ سکتا ہوں۔ یہ مجھے آپ سے کہیں زیادہ خوش رکھیں گے۔ مجھے صرف آپ......اور آپ کی خوشیاں عزیز ہیں۔ آپ خوش رہیں......تو میرے لیے یہی سب سے بڑی خوشی کی بات ہوگی۔'' محسن رضا نے اتنا کہا اور اٹھ کر وہاں سے جانے لگا۔

''میرا فیصلہ سنے بغیر آپ کیسے جاسکتے ہیں؟'' یمنیٰ نے آگے بڑھ کر اس کا راستہ روکا...... ''اگر آپ کو میری ذات اور اس سے وابستہ خوشیاں عزیز ہیں تو پھر آپ کو میری یہ خواہش بھی عزیز ہونی چاہیے...... اور میری خواہش آپ...... ہیں...... میں آپ کے علاوہ کسی اور سے شادی نہیں کروں گی۔'' یمنیٰ نے محسن رضا کی طرف بغور دیکھتے ہوئے کہا تو سب حیرت میں رہ گئے۔

''یہ......یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ میرے ساتھ کیا پرابلم ہے؟'' محسن نے اسے پھر سمجھانا چاہا۔

''کیا آپ نے اپنا کڈنی مجھے ڈونیٹ کرتے ہوئے سوچا تھا کہ آپ اپنی آدھی زندگی ختم کرنے جارہے ہیں؟'' یمنیٰ نے پوچھا۔

''میری تو ساری زندگی ہی آپ کی امانت تھی۔ میں کیسے یہ سوچتا بھلا......؟'' محسن نے آہ بھر کر کہا۔

''اور اب میں آپ کی پوری زندگی مانگ رہی ہوں...... جو آپ کے پاس میری امانت ہے۔'' یمنیٰ نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔

''آپ جذباتی ہو رہی ہیں...... پلیز ایک لمحے کو سوچیں کہ مجھ جیسے بیمار شخص کے ساتھ......'' محسن نے کچھ کہنا چاہا۔

''آپ بیمار میری وجہ سے ہوئے ہیں۔'' یمنیٰ نے بات کاٹتے ہوئے کہا۔

''تو کیا اب میں آپ سے اس کا تاوان لوں وہ بھی آپ کی زندگی کو اذیت میں ڈال کر...... نہیں کبھی نہیں...... مجھے اپنی نظروں میں مت گرائیں۔'' محسن نے قدرے تلخی سے کہا۔

''مجھے صرف آپ کی محبت چاہیے۔'' یمنیٰ نے قطعیت سے کہا۔

''وہ تو میں پہلے ہی آپ کے نام کر چکا ہوں۔'' محسن نے برجستہ کہا اور وہاں سے جانے لگا۔

''محسن اگر آپ یونہی چلے گئے تو پھر میری موت پر ضرور آیئے گا۔'' اب یمنیٰ نے اسے دھمکی دیتے ہوئے کہا۔

''اللہ نہ کرے ایسا کچھ ہو......ایک خوب صورت، صحت مند اور شدید محبت کرنے والا شخص آپ کا منتظر ہے......آپ ایک بار پھر اس پر اعتبار کیجیے ...... مجھے امید ہے اب یہ آپ کو دھوکا نہیں دے گا۔'' محسن رضا نے آزر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''کاش...... یہ بھی کبھی آپ کی طرح مجھے صرف ایک بار کہتا کہ محسن کا ساتھ نہ چھوڑنا...... یہ شخص تم سے بھی محبت کرتا ہے...... مگر اس نے تو اپنی ہی خواہش کے لیے تڑپنا شروع کر دیا...... کیا یہ اس کی خود غرضی نہیں...... محسن......کیا محبت میں خود غرضی ہوتی ہے......؟ کیا محبت کسی ہوس کا نام ہے...... یہ مجھ سے شادی کر کے صرف اپنا اضطراب دور کرنا چاہتا ہے، اپنے لیے دلی سکون پانا چاہتا ہے نا کہ مجھے...... یا میری محبت کو۔ اس کے لیے تو صرف اس کی اپنی ذات اور اس کے تقاضے اہم ہیں...... میں کہاں ہوں اسے تو یہ خبر بھی نہیں......نہیں محسن...... میں یہ نہیں کرسکتی۔ میں اس شخص پر اعتبار نہیں کرسکتی...... میں اسے معاف تو کرسکتی ہوں...... مگر اپنی محبت اس کے نام نہیں کرسکتی...... میری محبت اور چاہت آپ ہیں، لوگ کہتے ہیں عورت اپنی پہلی محبت نہیں بھولتی......صرف تب تک۔ جب تک اسے یقین ہوتا ہے کہ وہ محبت صرف اس کے لیے تھی اور محبت کرنے والا اس کے ساتھ کتنا مخلص تھا جہاں اسے یقین ہونے لگتا ہے کہ وہ محبت محض اِک ڈھونگ، اِک دھوکا تھی تو اس کا اعتبار اس محبت سے اٹھنے لگتا ہے۔ میں مانتی ہوں مجھے آزر سے کبھی محبت تھی......مگر اب نہیں...... اب میری محبت صرف اور صرف آپ ہیں۔'' یمنیٰ نے جذباتی لہجے میں نہایت صاف دل سے کہا۔

''آپ کو اندازہ ہے کہ آپ کتنی بڑی غلطی کرنے جارہی ہیں؟ زندگی جذباتی فیصلوں سے خوشگوار نہیں گزرتی یمنیٰ!'' محسن نے کہا۔

''یہ جذباتی فیصلہ نہیں...... ممکن ہے اس میں میرے رب کی رضا بھی شامل ہو۔'' یمنیٰ نے ٹھوس لہجے میں کہا اور کومل کی طرف دیکھنے لگی۔

''کومل آئی ایم سوری...... میں تم لوگوں کی بات نہیں مان سکتی۔''

''ہمیں تمہارا فیصلہ منظور ہے، ہم تو صرف تمہیں کونس کرنے آئے تھے تم پر زبردستی کرنے نہیں...... تم نے اپنے بارے میں جو بھی فیصلہ کیا ٹھیک ہی کیا ہوگا......خدا تمہیں ہمیشہ خوش رکھے......'' کومل نے محبت سے اسے اپنے ساتھ لگاتے ہوئے کہا اور پھر جواد کو چلنے کا اشارہ کیا۔ جواد نے آزر کی طرف دیکھا جو پھٹی پھٹی نگاہوں سے یمنیٰ اور محسن کی طرف دیکھ رہا تھا۔

''چلو آزر......'' جواد نے اس کا ہاتھ پکڑ کر باہر لے جاتے ہوئے کہا۔ وہ خاموشی سے ان کے ساتھ باہر چلا گیا۔

یمنیٰ نے مسکرا کر محسن کی طرف دیکھا تو اس کے چہرے پر بھی زخمی مسکراہٹ پھیلنے لگی۔

''میں شام کو واپس جارہا ہوں......'' محسن نے آہستہ آواز میں کہا۔

''میں نہیں......ہم۔ میں بھی آپ کے ساتھ جاؤں گی۔'' یمنیٰ نے مسکرا کر کہا۔

''م......مگر......؟'' محسن کو کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔

یمنیٰ اس کا ہاتھ پکڑ کر لاؤنج میں لے آئی اور اسے وہاں بٹھا کر جمال صاحب کو بلانے چلی گئی۔ ایمن لاؤنج میں داخل ہوئیں تو محسن رضا کو وہاں بیٹھے دیکھ کر چونک گئیں۔

''بیٹا......تم کب آئے؟'' ایمن نے حیرت سے پوچھا۔

''ابھی بس تھوڑی دیر پہلے......'' محسن نے جواب دیا۔

''مگر تم کہاں غائب ہوگئے تھے...... ہم تو تمہارا انتظار کرتے رہے۔'' ایمن نے مسکرا کر کہا......اس سے قبل کہ وہ کچھ کہتا...... یمنیٰ، جمال صاحب کا ہاتھ پکڑے وہاں آگئی۔

''السلام علیکم......'' جمال احمد نے محبت سے مصافحہ کرتے ہوئے اسے اپنے ساتھ لگایا۔

''وہ......میں......'' محسن کچھ بتانے لگا۔

''کچھ کہنے کی ضرورت نہیں...... مجھے یمنیٰ نے سب کچھ بتادیا ہے...... میں ابھی اپنے آفس فون کرتا ہوں اور تھوڑی دیر میں مولوی صاحب آکر تم دونوں کا نکاح پڑھوادیں گے پھر تم جہاں چاہو...... جاسکتے ہو۔'' جمال احمد نے کہا تو ایمن پھٹی پھٹی نگاہوں سے ان کی

طرف دیکھنے لگیں۔
''کس..... کس کا نکاح...... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟'' ایمن نے حیرت سے پوچھا۔
''جس بات میں یمنیٰ خوش ہوگی میں وہی کروں گا...... اور یہی یمنیٰ کی خواہش ہے۔'' انہوں نے مسکرا کر کہا۔
''لیکن...... آپ ایسا نہیں کر سکتے...... لوگ کیا کہیں گے؟'' ایمن نے گھبرا کر کہا۔
''خدا کے لیے ایمن لوگوں کی فکر چھوڑ دو...... جو وہ کہیں گے میں دیکھ لوں گا۔''
''اور...... اماں جان......؟'' ایمن نے پھر کہا۔
''ان کو بھی فون کر دیتا ہوں، وہ بھی آجائیں گی۔ بیٹا تم اتنی دیر ریسٹ کرو...... تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں۔'' جمال صاحب نے محسن سے کہا۔
''کیوں...... طبیعت کو کیا ہوا؟'' ایمن نے حیرت سے پوچھا۔
''کچھ نہیں...... اتنا لمبا سفر طے کر کے آیا ہے۔ میرا مطلب ہے کراچی سے آیا ہے تو ریسٹ تو کرنا ہی چاہیے ناں...... ایمن...... تم گیسٹ روم کھلوا دو......'' جمال صاحب نے بیوی سے کہا تو وہ وہاں سے چلی گئیں۔
''دیکھو بیٹا...... میں نے یمنیٰ کے فیصلے کو قبول کیا ہے گو کہ کوئی باپ بھی اس بے یقینی کی صورت میں ایسا فیصلہ قبول نہیں کرتا مگر یمنیٰ کی صرف ایک بات نے مجھے قائل کر دیا ہے۔'' انہوں نے کہا۔
''ڈیڈی...... مجھ مرتی ہوئی لاش کو جب اس خدا نے پھر سے زندہ کر دیا ہے تو کیا وہ محسن کو زندگی نہیں دے سکتا...... بات زندگی کی نہیں، بات اس کی نظرِ کرم کی ہے...... اور مجھے اس کی ذات پر پورا ایمان بھی ہے اور یقین بھی۔'' جمال صاحب نے مسکرا کر بیٹی کی طرف دیکھا تو وہ بھی مسکرا دی۔
''اور میں بھی اس خدا پر یقین رکھتے ہوئے اپنا سب سے قیمتی اثاثہ تمہیں سونپ رہا ہوں۔ زندگی کی آخری سانسوں تک اسے بہت خوش رکھنا......'' جمال صاحب نے دلگیر لہجے میں کہا۔

''آپ مجھ پر کتنا بڑا احسان کر رہے ہیں...... آپ سوچ بھی نہیں سکتے میں جو بالکل ناامید ہو کر یہاں آیا تھا اس خدا نے میرا دامن پھر امید اور خوشیوں سے بھر دیا ہے۔ یقین مانیے مجھے تو اب اپنے اوپر ذرا سا بھی اعتبار نہیں رہا۔ صرف اور صرف اس کی ہستی پر یقین اور ایمان پختہ ہو گیا ہے۔ وہ جب انسان کو نوازنے پر آتا ہے تو کوئی اسے نہیں روک سکتا۔ میں یہاں بے یقینی کی کیفیت کے ساتھ آیا تھا مگر اب پختہ ایمان اور کامل یقین کے ساتھ جا رہا ہوں۔'' محسن نے فرطِ جذبات سے لبریز نم آنکھوں کے ساتھ کہا تو جمال احمد نے اسے اپنے گلے لگا کر اس کی ہمت بندھانے کی کوشش کی۔
شام سے پہلے اماں جی اور مولوی صاحب بھی چند گواہوں کے ہمراہ پہنچ گئے اور چھوٹی سی تقریب میں دونوں کا نکاح ہو گیا۔ ایمن نے جلدی سے بوتیک فون کر کے یمنیٰ کے لیے خوب صورت برائیڈل ڈریس منگوا لیا تھا۔ یمنیٰ اور محسن بہت زیادہ خوش تھے۔ دونوں تمام خوف اور بیماریوں کو بھول چکے تھے جبکہ محسن کے گھر والے بہت زیادہ پریشان ہو رہے تھے۔ وہ انہیں لاہور جانے کا بتائے بغیر گھر سے نکلا تھا اور وہ یہی سمجھ رہے تھے کہ جلد ہی آجائے گا مگر جب رات اس کے بھائی کو کال موصول ہوئی جس میں کسی نے یہ پیغام دیا تھا۔ ''محسن صاحب کل صبح کراچی پہنچیں گے۔''
''مگر...... آپ کون؟'' اس کے بھائی نے پوچھنا چاہا تھا لیکن کال ڈراپ ہو چکی تھی اور محسن کا اپنا فون بھی آف تھا۔
''خدا خیر کرے...... کہیں بھائی جان کی طبیعت نہ خراب ہو گئی ہو...... اور انہیں اس میں رکنا پڑ گیا ہو......'' اس کی بھابی نے فکرمندی سے کہا۔
''لیکن جو بھی ہے...... بھائی جان کو مجھے تو انفارم کرنا چاہیے تھا۔ کیا کروں، کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا......'' سرجن احسن انتہائی فکرمندی سے بولا۔
''آپ فکر نہیں کریں...... بس دعا کریں...... اللہ انہیں اپنے حفظ و امان میں رکھے۔'' محسن کی بھابی نے اپنے شوہر کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔

☆☆☆

جمال صاحب نے بہت اصرار کر کے محسن کو جانے سے روکا تھا انہوں نے اس کے لیے ایک فائیو اسٹار ہوٹل میں روم بک کرایا تھا اور اس روم کو جمال صاحب کی خصوصی ہدایت پر بہت خوب صورت انداز میں ڈیکوریٹ کیا گیا تھا۔ ہر طرف خوب صورت پھولوں کے بوکے......اور لائٹنگ کی گئی تھی۔ نکاح کے بعد ایمن اور جمال صاحب خود انہیں ہوٹل ڈراپ کرنے آئے تھے......محسن نے بلیک پینٹ کوٹ پہن رکھا تھا اور وجیہہ لگ رہا تھا جبکہ یمنیٰ خوب صورت ڈریس اور میک اپ میں بھی وہ عجب نہیں دکھا رہی تھی جو عام طور پر دلہنوں کی ہوتی ہے۔ وہ جس طرف سے گزرتے تو لوگ حیران ہو کر مڑ مڑ کر اس کپل کو دیکھتے اور سرگوشیاں ابھرتی رہیں۔

”اتنے خوب صورت لڑکے کو کیا ضرورت تھی اتنی بدصورت کالی لڑکی سے شادی کرنے کی......لگتا ہے اس کی آنکھوں پر لڑکی نے کوئی پٹی باندھ رکھی ہے۔“

”محبت میں کہاں دکھائی دیتا ہے کہ کون کتنا خوب صورت ہے یا بدصورت......آپ کتنی خوب صورت ہیں کوئی میرے دل سے پوچھے۔“ محسن نے سرگوشی کی تو یمنیٰ مسکرانے لگی اور اس کی آنکھوں میں خوشیوں کے دیپ جگمگانے لگے۔

☆☆☆

آزر کا اضطراب اسے مزید پاگل بنا رہا تھا۔ کومل اور جواد اسے سارے راستے گاڑی میں سمجھاتے رہے اور وہ خاموشی سے سنتا رہا اُن کی کسی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ پہلے یمنیٰ کو پانے کا اضطراب تھا اور اب اس کے ہاتھوں ذلت اٹھانے کا...... اسے محسن رضا سے نفرت محسوس ہونے لگی تھی۔ محسن اگر درمیان میں نہ ہوتا تو یمنیٰ ضرور اس کی طرف دوبارہ محبت کا ہاتھ بڑھاتی۔ اس بیمار، نیم مُردہ شخص کے لیے یمنیٰ نے اسے ٹھکرا دیا تھا۔ اس کے اندر مسلسل اِک لاوا پک رہا تھا۔ جواد نے اسے انیکسی ڈراپ کر دیا تھا وہاں داخل ہوتے ہی اس کا آتش فشاں پھٹنے لگا اور لاوا ابل ابل کر باہر آنے لگا...... اس نے چیزیں اٹھا اٹھا کر پھینکنا شروع کر دیں۔ کرسٹل کی ٹیبل......ٹرالی، برتن، کھڑکیوں کے شیشے...... ہر شے اس نے توڑ کر چکنا چور کر دی...... گیٹ پر کھڑا چوکیدار بھاگتا ہوا انیکسی کی طرف آیا اور آزر کو اس قدر دیوانگی کی حالت میں دیکھ کر...پریشان ہو گیا۔ آزر کا چہرہ اور آنکھیں انتہائی سرخ ہو رہی تھیں۔ اس نے آزر کو روکنے کی کوشش کی مگر وہ مزید بے قابو ہونے لگا۔ یکا یک آزر کو کیا سوجھی کہ چوکیدار کی گن لے کر اپنے سینے پر رکھ لی چوکیدار نے روکنا چاہا مگر آزر سے گن چل گئی تھی۔ چوکیدار بدحواس ہو کر وہاں سے بھاگا اور جلدی سے رانا صاحب کو فون کیا...... انہوں نے فوراً ایمبولینس بلوائی اور آزر کو اسپتال پہنچایا گیا، کومل اور جواد کو بھی جیسے ہی انہوں نے انفارم کیا وہ بھی حواس باختہ اسپتال پہنچے۔ آزر کا بہت زیادہ خون بہہ چکا تھا اور اس کی حالت کافی سیریس تھی۔ ڈاکٹروں نے اپنی پوری کوشش کی مگر وہ اسے نہ بچا سکے لیکن مرنے سے پہلے اس نے ایک وصیت کر دی تھی کہ اس کے دونوں گردے یمنیٰ اور محسن کو دے دیے جائیں۔ کومل اور جواد نے یمنیٰ سے کونٹیکٹ کرنے کی کوشش کی مگر اس کا فون آف تھا۔ کومل نے جمال صاحب کو فون کیا اور یمنیٰ سے ملنے کی خواہش ظاہر کی تو انہوں نے اس ہوٹل کا بتا دیا جہاں وہ ٹھہرے ہوئے تھے۔ جواد جلدی سے ہوٹل پہنچا تو یمنیٰ اسے دیکھ کر حیران رہ گئی......اور جو کچھ اس

پیاری عذرا رسول کے نام

جب میں پہلی بار آپ سے ملی
کچھ لوگ جہاں میں ایسے ہیں
ایک بار جو ہم سے مل جائیں
دل اُن کی مالا جپتا ہے
اور آنکھیں رستہ تکتی ہیں
ہر لمحہ دل یہ کہتا ہے
اِک بار ملو
اِک بار سہی
اِک بار ہمیں اور آن ملو

کاوش: ناہید عزمی

www.paksociety.com

نے کہا وہ سن کر مزید ششدر رہ گئی وہ عجیب گومگو کے عالم میں تھی کہ آزر نے اپنے دونوں گردے ان دونوں کو عطیہ کر دیے تھے۔

”پلیز یہ وقت سوچنے کا نہیں...... ممکن ہے تم دونوں میں سے کسی سے میچ کر جائیں۔ جلدی چلو......“ جواد نے انہیں اپنے ساتھ چلنے کو کہا تو دونوں اس کے ساتھ چل پڑے۔

آزر کی لاش دیکھ کر یمنیٰ کو وہ لمحے وہ پل یاد آ گئے جو آزر کی سنگت میں گزارے تھے۔ اس کے گالوں پر آنسو رواں تھے جبھی اِک نرس نے اس کا نام جان کر اسے ایک طے کیا ہوا پرچہ لا کر دیا جس میں لکھا تھا۔

”یمنیٰ میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں...... مگر شاید تمہیں کبھی ڈیزرو نہیں کرتا تھا...... اس لیے تمہیں نہیں پاسکا...... کاش......“ تحریر خاصی شکستہ تھی۔ یمنیٰ پڑھ کر رونے لگی۔

ڈاکٹروں نے دونوں کا چیک اپ کیا...... یمنیٰ کا اپنا کڈنی ٹھیک کام کر رہا تھا البتہ محسن کا ایک کڈنی انفیکشن کی وجہ سے کافی damage ہو چکا تھا۔

یمنیٰ کے اصرار پر آزر کا کڈنی محسن کو لگایا جا رہا تھا کہ وہ بہت اچھا میچ کر گیا تھا اور اس پروسس کے لیے کافی روز درکار تھے۔ محسن نے کراچی فون کر کے اپنے بھائی کو تمام صورتِ حال سے آگاہ کیا تو وہ فوراً لاہور پہنچ گیا اسے یہ سب کچھ سن کر یقین نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب کیسے آناً فاناً ہو گیا تھا مگر شاید اسے ہی تقدیر کہتے ہیں۔

محسن کا علاج شروع ہو چکا تھا اور یمنیٰ پوری تندہی سے اس کی خدمت اور دلجوئی میں مصروف تھی۔ جمال صاحب نے محسن کے علاج میں کسی قسم کی کسر نہ اٹھا رکھی تھی۔ اسے وی آئی پی ٹریٹمنٹ دیا جا رہا تھا۔ محسن جو اپنی زندگی سے بالکل مایوس ہو چکا تھا قدرت کیسے اسے لحہ بہ لحہ امید دلا کر زندگی کی طرف لا رہی تھی اور وہ یمنیٰ کا پہلے سے بھی زیادہ مشکور اور احسان مند ہو رہا تھا کہ اس کی وجہ سے آزر کا کڈنی اسے مل رہا تھا اور اس کی حد درجے محبت اور کیئر اسے زندگی کے نئے مفہوم سے آشنا کر رہی تھی۔

☆☆☆

”بیگم صاحب...... وہ...... وہ جلدی اٹھیں......“ زرینہ نے گھبرا کر کہا۔

”کیوں...... کیا ہوا...... اتنی گھبرائی ہوئی کیوں ہو؟“ خدیجہ بیگم نے پریشان ہو کر پوچھا۔

”وہ...... وہ رات کو حاتم بھائی نے شمیلہ بھابی کو طلاق دے کر گھر سے باہر نکال دیا ہے۔“ زرینہ نے پریشان ہو کر بتایا۔

”ک...... ک...... کیا کہہ رہی ہو...... تمہارا دماغ تو ٹھیک ہے؟“ انہوں نے گھبرا کر پوچھا۔

”مجھے خود حاتم بھائی نے ابھی ابھی بتایا ہے اور وہ بہت پریشان تھے۔ گھر سے باہر چلے گئے ہیں، رات کو دونوں میں کوئی جھگڑا ہوا ہے۔“ اس نے پریشان ہو کر بتایا۔

”اتنا کچھ ہو گیا اور مجھے پتا ہی نہیں چلا...... یا خدایا...... یہ سب کیا ہو رہا ہے۔ میرا موبائل دو...... میں سلمان سے بات کرتی ہوں...... نہ جانے شمیلہ اس وقت کس حال میں ہوگی۔“ خدیجہ نے پریشانی سے کہا اور سلمان کا نمبر ملایا مگر اس کا موبائل آف تھا۔ شمیلہ کا نمبر بھی نہیں مل رہا تھا۔ حاتم کا بھی فون آف جا رہا تھا۔ خدیجہ نے عاصم کو فون کیا اور اسے فوری گھر پہنچنے کو کہا۔ وہ حد درجہ پریشان تھیں۔

تھوڑی دیر بعد عاصم گھبرایا ہوا گھر میں داخل ہوا تو ماں نے اسے ساری بات سنائی وہ بھی بری طرح گھبرا گیا۔

”اتنا سب کچھ ہو گیا...... اور ہمیں پتا ہی نہیں چلا...... حاتم بھائی کو نہ جانے کیا ہو گیا ہے...... پہلے روا...... اور اب شمیلہ بھابی......“ وہ خفگی سے بولا۔

”بیٹا...... تم ابھی سلمان کی طرف جاؤ اور حالات معلوم کرو...... شاید وہ لوگ غصے میں میرا فون نہیں اٹھا رہے...... میرا دل بہت گھبرا رہا ہے۔“ خدیجہ نے فکرمندی سے کہا۔

”اوکے...... مما...... میں ابھی جاتا ہوں۔“ عاصم اٹھ کر جانے لگا تو اس کا موبائل بجا...... اس نے انسپکٹر حیدر علی کا نام پڑھ کر جلدی سے یس کا بٹن پریس کیا۔

”عاصم میں فہام کا دوست انسپکٹر حیدر علی بات کر رہا ہوں۔“ حیدر علی نے قدرے افسردہ لہجے میں کہا۔

”جی...... جی...... حیدر بھائی...... فرمائیں......؟“ عاصم نے سنجیدگی سے پوچھا۔

”یار...... بہت بری خبر ہے۔ رات ایک گینگ ریپ ہوا ہے اور خبر فوری میڈیا پر چل گئی۔ میں خود جب انویسٹی گیشن کے لیے وہاں پہنچا تو victim مسز فہام نکلیں۔“ حیدر علی نے رک رک کر بتایا تو عاصم کے منہ سے چیخ بلند ہوئی۔

”ک...... ک...... کیا شمیلہ بھابی...... اوہ نو......“ وہ بے یقینی سے بولا۔

”ہاں...... آئی ایم سوری...... میں حاتم کو فون کر رہا تھا مگر اس کا فون آف جا رہا تھا۔ پلیز تم ابھی اسپتال مت آنا اور نہ ہی حاتم کو بھیجنا۔ بھابی کی ذہنی حالت ٹھیک نہیں...... میڈیا کے لوگ وہاں اکھٹے ہیں اور یہ جاننے کے لیے curious ہو رہے ہیں کہ خاتون کا تعلق کس فیملی سے ہے۔ میں نے کچھ disclose نہیں کیا ورنہ میڈیا کے لوگ آپ تک بھی پہنچ سکتے تھے۔“ حیدر نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

”پلیز...... حیدر بھائی، اس خبر کی تفصیلات چینلز اور نیوز پیپرز تک جانے سے روکیں۔“ عاصم نے التجائیہ انداز میں کہا۔

”دیکھو خبر تو دونوں جگہ آ چکی ہے مگر نام اور دیگر تفصیلات سے وہ لوگ ابھی آگاہ نہیں۔ میں کوشش کرتا ہوں کہ معاملہ زیادہ نہ پھیلے۔“ حیدر علی نے یقین دلاتے ہوئے کہا۔

”تھینک یو...... ویری مچ......“ عاصم نے دلدوز لہجے میں کہا اور موبائل آف کر دیا۔

”کیا ہوا...... بیٹا...... تم شمیلہ کی کیا بات کر رہے تھے؟“ خدیجہ بیگم نے گھبرا کر پوچھا۔

”کچھ نہیں۔“ عاصم نے نظریں چراتے ہوئے کہا اور وہاں سے باہر چلا گیا۔ وہ پریشان ہو کر اسے دیکھنے لگیں۔

عاصم، حاتم کو ہر متوقع جگہ تلاش کرتا رہا مگر وہ کہیں نہیں مل رہا تھا۔ خدیجہ اپنی جگہ پریشان کبھی کسی کو فون کرتیں تو کبھی کسی کو...... مگر شمیلہ کے بارے میں انہیں کوئی خبر نہیں مل رہی تھی...... خدیجہ بیگم کا بی پی ہائی ہونے لگا تو وہ دوپہر کو میڈیسنز لے کر لیٹ گئیں۔ حاتم شام کو تھکا ہارا گھر میں داخل ہوا عاصم جو انتہائی غصے کے عالم میں لاؤنج میں ہی بیٹھا تھا وہ حاتم کو دیکھ کر ایک دم برسنے لگا۔

”حاتم بھائی...... آپ صبح سے کہاں غائب تھے...... جانتے ہیں یہاں کیا قیامت گزر گئی۔“ عاصم نے نہایت درشتگی سے کہا۔

”اب کون سی قیامت آنی باقی ہے، روا بار بار تو نہیں مر سکتی۔“ حاتم نے آہ بھر کر جواب دیا۔

”میں شمیلہ بھابی کی بات کر رہا ہوں۔“ عاصم نے خفگی سے کہا۔ اسی لمحے خدیجہ بیگم اپنے کمرے سے باہر آنے لگیں مگر پھر وہیں رک کر دونوں کی باتیں سننے لگیں۔

”مت نام لو...... اس گھٹیا عورت کا......“ حاتم نے غصے سے جواب دیا۔

”خدا کے لیے اب تو جذباتی ہونا چھوڑ دیں۔ پہلے روا آپ کے جذبات کی نذر ہو گئی اور اب شمیلہ بھابی......“ عاصم کہتے ہوئے رکا تو خدیجہ بیگم چونک گئیں۔

”میں اسے طلاق دے چکا ہوں اور میرا اب اس سے کوئی تعلق نہیں۔ اسی نے ہمارے گھر، ہمارے سکون کو آگ لگائی ہے۔“ حاتم نے غصے سے کہا۔

”اور اب ان کی اپنی زندگی میں آگ لگ چکی ہے، ان کا گینگ ریپ ہوا ہے۔ حیدر بھائی نے بتایا ہے مجھے شاید تب جب آپ نے انہیں گھر سے نکالا تھا۔“ عاصم نے نظریں نیچی کرتے ہوئے بتایا۔

”واٹ......!“ عاصم کی بات پر وہ حیرت سے چلّایا تھا۔ خدیجہ بیگم بھی ایک دم گھبرا کر لاؤنج میں چلی آئیں۔

”عاصم...... یہ...... یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ کیا یہ سچ ہے؟“ انہوں نے روہانسی ہو کر پوچھا۔

”ہاں...... مما...... حیدر بھائی نے یہی بتایا ہے وہ خود اسپتال گئے تھے۔ شہر میں اس بات کا بہت چرچا ہو رہا ہے۔ انہوں نے اس خبر کے بارے میں تفصیلات روک رکھی ہیں۔ اسی لیے زیادہ لوگوں کو معلوم نہیں ہو سکا کہ شمیلہ بھابی کون ہیں؟“ عاصم نے افسردگی سے کہا۔

”اوہ...... نو...... یہ تو بہت برا ہوا۔“ حاتم نے

شرمندگی سے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔

''حاتم ...... تمہیں اس جوان جہان کو رات کے اندھیرے میں گھر سے نکالتے ہوئے ذرا سا بھی خدا کا خوف نہ آیا۔ نہ جانے تمہاری تربیت میں کس بات کی کمی رہ گئی تھی جو تم بار بار ایسی شرمناک غلطیاں کررہے ہو۔'' خدیجہ بیگم گلوگیر آواز میں بولیں تو حاتم شرمندہ ہوکر اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرنے لگا۔

''بیٹا...... پتا کرو، شمیلہ کہاں ہے...... مجھے اس کے پاس لے چلو۔ نہ جانے اس وقت اس کی کیا حالت ہوگی؟'' وہ شدید دل گرفتہ ہوئیں۔

''جی، چلیں۔'' عاصم نے کہا اور وہ اس کے ہمراہ اسپتال چلی گئیں۔

شمیلہ جنرل وارڈ کے ایک بیڈ پر بڑی سی چادر لپیٹے سہمی ہوئی بیٹھی تھی۔ اس نے چادر سے اپنا چہرہ ڈھانپ رکھا تھا اور صرف ایک آنکھ دکھائی دے رہی تھی۔ خدیجہ بیگم اور عاصم وہاں داخل ہوئے تو شمیلہ عاصم کو دیکھ کر ڈر گئی اور کھسکتی ہوئی بیڈ کے دوسرے کونے پر ہوگئی۔ خدیجہ بیگم کی آنکھیں نم ہونے لگیں۔

''شمیلہ ...... بھابی......'' عاصم نے اس کے قریب آکر نرمی سے کہا۔ خدیجہ بیگم بھی اس کے ساتھ آگے بڑھیں۔

''پیچھے ہٹو...... دور ہوجاؤ...... میرے قریب مت آؤ...... جاؤ یہاں سے۔'' اس نے گھبرا کر کہا۔

''مت آنا میرے نزدیک...... مجھے ہاتھ مت لگانا...... دیکھو میرے جسم پر گندگی لگی ہوئی ہے۔ میرے چہرے پر کالک ملی ہوئی ہے، یہ دیکھو...... یہ دیکھو......'' شمیلہ نے چادر اپنے چہرے سے ہٹا کر پاگلوں کی طرح اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا تو خدیجہ بیگم کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے...... قریب بیٹھ کر محبت سے اس کے چہرے پر ہاتھ پھیرنے لگیں۔

''شمیلہ بیٹے...... ہمت کرو، ہم تمہیں لینے آئے ہیں، گھر چلو...... سب ٹھیک ہوجائے گا۔'' خدیجہ بیگم نے اسے اپنے ساتھ لگا کر روتے ہوئے کہا۔

''م...... م...... مجھے کہیں نہیں جانا...... میرا کوئی گھر نہیں...... سب کچھ ختم ہوگیا۔'' شمیلہ نے انہیں پیچھے ہٹاتے ہوئے کہا اور ایک دم دھاڑیں مار مار کر رونے لگی۔

ایک لیڈی ڈاکٹر کمرے میں داخل ہوئی اور پہلے شمیلہ کو پھر ان دونوں کی طرف دیکھ کر بولی۔

''ابھی یہ مینٹلی طور پر بہت زیادہ ڈسٹرب ہیں، جب نارمل ہوں گی پھر بات کریں ابھی انہیں یہیں رہنے دیں اور پلیز آپ لوگ چلے جائیں۔''

''اوکے ڈاکٹر صاحبہ......'' عاصم نے کہا اور ماں کے ہمراہ باہر نکل آیا۔

خدیجہ بیگم ملول دل لیے گھر میں داخل ہوئی تھیں وہ حد درجہ صدمے کی سی کیفیت میں تھیں۔ بہن اور بیٹی کو کھو کر اب بھانجی اور پھر بہو کی یہ حالت...... وہ سنبھل نہیں پا رہی تھیں۔

''سچ ہے دنیا مکافاتِ عمل ہے، انسان بھول جاتا ہے کہ اس نے اپنے ہر عمل کا حساب اسی دنیا میں دے کر جانا ہے۔ شاید میری ہی تربیت میں کمی رہ گئی ہوگی یا اللہ تعالیٰ نے مجھے آزمانے کے لیے زندہ رکھا ہے مگر میں نے تو باوجود شمیلہ کی گستاخیوں کے کبھی اس کا برا نہیں چاہا تھا۔'' خدیجہ بیگم نے آہ بھر کر کہا۔

''بیگم صاحبہ یہی تو اللہ کے بندوں کی نشانیاں ہوتی ہیں، وہ سب کچھ اپنی جان پر ہی سہہ جاتے ہیں مگر اُف تک نہیں کرتے۔ جیسے ہماری ردابی بی۔'' زرینہ ان کے پاس بیٹھی دلجوئی کررہی تھی۔ جبھی عاصم بوجھل قدموں سے لاؤنج میں داخل ہوا اور گرنے کے سے انداز میں ماں کے قریب صوفے پر آکر بیٹھ گیا۔

''مما...... سلمان بھائی اور نفیسہ بھابی سعودی عرب جاچکے ہیں، مجھے ان کے ایک دوست نے بتایا ہے۔'' عاصم نے افسردگی سے بتایا۔

''اوہ...... تو شمیلہ اسپتال سے ڈسچارج ہوکر کہاں جائے گی حاتم کے یہاں ہوتے ہوئے اسے یہاں لانا تو ناممکن ہے۔'' وہ سوچ میں پڑ گئیں۔

''بیٹا تم اس کے لیے کسی فلیٹ کا بندوبست کردو۔ میں اس کے پاس چلی جایا کروں گی۔'' خدیجہ نے کچھ سوچ کر کہا تو زرینہ نے چونک کر انہیں دیکھا۔

''ٹھیک ہے میں کچھ کرتا ہوں۔'' عاصم کہہ کر وہاں سے چلا گیا۔

☆☆☆

''فہام بھائی......آپ کہاں چلے گئے......ہم سب ٹوٹ گئے ہیں، بکھر گئے ہیں، برباد ہو گئے ہیں اور سب کی بربادیوں کا ذمے دار میں ہوں۔ ہاں صرف میں...... آپ کی سویٹ ڈول کو میں نے اپنے ہاتھ سے تھپڑ لگایا......اور وہ مر گئی۔'' حاتم اپنے کمرے میں بیٹھا بھائی کی تصویر سے باتیں کر رہا تھا۔

''بھائی آپ کی شمیلہ کی زندگی کو بھی میں نے ہی اندھیروں سے بھر دیا...... میں سب کا مجرم ہوں، گنہگار ہوں......مجھ سے کوئی کام بھی ٹھیک نہ ہو سکا۔'' یہ کہہ کر وہ رونے لگا جبھی کمرے کے دروازے پر کھڑی خدیجہ بیگم بڑھ کر اس کے پاس آ گئیں۔

''تم اتنے سنگدل اور کٹھور تو نہیں تھے بیٹا......مگر تمہارے غصے اور جذباتی پن نے آج تمہیں اس مقام پر لا کھڑا کیا کہ تمہارے پاس اب سوائے پچھتاوؤں کے کچھ نہیں رہا۔'' خدیجہ بیگم نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

''مما...... مجھے معاف کر دیں، خدا کے لیے مما پلیز......'' حاتم نے سر اٹھا کر انہیں دیکھا پھر اُن کے قدموں میں گر گیا اسی لمحے عاصم بھی کمرے میں داخل ہوا اور حاتم کو یوں روتے دیکھ کر قریب آیا اور وہ بھی ماں کے قدموں میں بیٹھ گیا۔ خدیجہ بیگم صوفے پر بیٹھی تھیں اُن کے قدموں میں ایک طرف حاتم اور دوسری جانب عاصم بیٹھا اور دونوں رنج و غم کی تصویر بنے ہوئے تھے۔

''مما...... ہم دونوں ردا کے گنہگار ہیں...... اور آپ کے مجرم......آپ ہمیں جو بھی سزا دیں گی وہ قبول ہے۔'' عاصم نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

''کیوں ماں کو کٹہرے میں کھڑا کر رہے ہو، جانتے بھی ہو کہ ماں کے دل میں اپنی ساری اولاد کے لیے محبت اور درد ایک سا ہوتا ہے اور میں تمہیں کیا معاف کروں گی۔ میری ردا تو خود تمہیں معاف کر گئی ہے۔'' خدیجہ بیگم نے دونوں کے سروں پہ ہاتھ رکھ کر آہ بھر کر کہا اور دونوں کے گرد اپنے بازو پھیلا کر انہیں اپنے حصار میں لے لیا۔ تینوں پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ کوئی نہیں جان سکا کہ ان کے گھر کی تباہی کا اصل ذمے دار کون تھا۔

☆☆☆

توقیر واپس آسٹریلیا جا رہا تھا......مگر جانے سے پہلے وہ ردا کی قبر پر گیا، سر پر رومال باندھے وہ اس کی قبر کے سرہانے بیٹھا فاتحہ پڑھتے ہوئے رو رہا تھا۔ اس نے قبر پر سرخ گلاب کی پتیوں کو اتنا زیادہ پھیلا دیا تھا کہ کوئی جگہ بھی خالی نہیں بچی تھی اور اس پر درمیان میں اس نے کئی دیے جلا کر رکھے تھے جو وہ اپنے ساتھ لے کر آیا تھا۔ توقیر رو رہا تھا۔

''ردا...... تم نے دنیا سے جانے میں اتنی جلدی کی...... کاش ایک بار مجھے تو پکارا ہوتا...... میرے دل میں تمہارے لیے کتنی محبت تھی...... مجھے ایک موقع دیتیں تو میں تمہیں بتاتا...... تم نے یہ کیا کر دیا......'' وہ آنسو بھری آنکھوں سے قبر پر جلتے دیوں کو دیکھے گیا اس کی لو میں اسے ردا کا چہرہ دکھائی دیا۔ اس نے حیرت سے دیکھا۔ ردا کی شبیہ ان کی لو میں مسکراتی ہوئی دکھائی دے رہی تھی۔

''توقیر میں دنیا کے لیے مر چکی ہوں مگر تمہارے لیے کبھی نہیں مروں گی۔'' وہ ردا کے تصور میں ڈوب گیا۔

''تمہارے دل میں محبت کا جو دیپ روشن ہے میں ہمیشہ اس میں زندہ ہوں گی......دیکھو اس دیپ کو کبھی بجھنے نہ دینا۔'' ردا نے مسکرا کر کہا۔ ایک دم ہوا چلنے لگی اور دیے بجھنے لگے اسے لگا ردا کی شبیہ غائب ہو گئی ہو۔ وہ گھبرا گیا اور جلدی سے دیے دوبارہ روشن کیے لو میں ردا پھر دکھائی دینے لگی۔

''تم مجھ سے بہت محبت کرتے ہو ناں؟''

''ہاں، ہاں بہت زیادہ......'' توقیر نے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے جواب دیا۔ وہ اس سے باتیں کر رہا تھا جیسے ردا مجسم اس کے سامنے ہو۔

''میں بھی توقیر......'' ردا نے مسکرا کر کہا۔ اس کے اقرار پر توقیر کے چہرے پر فاتحانہ مسکراہٹ پھیلنے لگی۔ ہوا پھر تیز چلنے لگی اور دیے بجھنے لگے۔ دیے کے ساتھ اس کا دل بھی بجھ رہا تھا مگر اس نے دل کا دیا بجھنے نہ دیا کہ ابھی ابھی تو اس کی ردا نے یقین دلایا تھا کہ وہ اس سے بہت محبت کرتی ہے۔ جبھی قبروں پر پانی ڈالنے والا اور ان

کی صفائی کرنے والا ایک آدمی اس کے پاس آیا کہ شاید اسے پانی یا کسی چیز کی ضرورت ہو......توقیر اس کی طرف دیکھ کر بولا۔

''دیکھو تم اس قبر کا بہت خاص دھیان رکھنا اور تم ان دیوں کو کبھی نہ بجھنے دینا۔ ہر روز انہیں جلانا۔'' توقیر نے اسے کچھ پیسے دینے چاہے مگر اس نے ہاتھ نہیں بڑھایا۔

''جناب...... جو دلوں میں زندہ ہوتے ہیں، انہیں دیوں کی کیا ضرورت ہوتی ہے اور محبت تو ویسے بھی کسی کو مرنے نہیں دیتی۔ میں ویسے ہی اس قبر کا دھیان کر لوں گا آپ پیسے نہ بھی دیں تو۔'' آدمی نے کہا۔

''دیکھو وہ مجھے ان دیوں کی روشنی میں دکھائی دے رہی ہے۔ دیکھو......دیکھو......اس کی روشنی میں۔'' توقیر نے ایک دیا اسے دکھاتے ہوئے کہا۔

''جناب وہ صرف آپ کو دکھائی دے رہی ہیں، مجھے نہیں کیونکہ آپ اُن سے محبت کرتے ہیں اور محبت کرنے والوں کو تو ذرّے ذرّے میں وہی دکھائی دیتا ہے، جس سے وہ محبت کرتا ہے۔ صاب آپ فکر نہیں کریں، میں آپ کی محبت کے یہ دیے ہر روز جلایا کروں گا۔'' اس نے مسکرا کر کہا تو توقیر نے نم آنکھوں سے مسکرا کر اسے دیکھا اور پھر دیوں کی طرف دیکھنے لگا اسے ہر طرف ردا مسکراتی ہوئی دکھائی دے رہی تھی۔ وہ قدرے مطمئن ہو کر وہاں سے اٹھ گیا تھا۔

☆☆☆

روحیل اپنے کمرے میں بند ہر وقت روتا، تڑپتا رہتا، اس کے اندر پچھتاوے کا ایسا الاؤ روشن ہو گیا تھا جو اسے کسی پل چین نہیں لینے دیتا تھا۔ نہ اسے جاب کا کوئی ہوش تھا اور نہ اپنی ذات کا...... ماں جی کے سمجھانے کا بھی اس پر کوئی اثر نہیں تھا۔ چند روز بعد اسے جاب سے بھی terminate کر دیا گیا تھا مگر نوکری ختم ہونے کا بھی اسے کوئی دکھ نہیں تھا جتنا دکھ ردا کے ساتھ کیے گئے ناروا سلوک کا تھا۔ کبھی کبھی انسان کے اعمال ایسے بچھو بن جاتے ہیں جو ہر وقت اندر ہی اندر اسے ڈنک مارتے ہیں ...اور اسے کوئی راہِ فرار نظر نہیں آتی۔ روحیل کے اندر بھی ہر وقت بچھو اسے ڈنک مارتے رہتے تھے۔ اس روز وہ تنگ آ کر صبح سویرے اٹھتے ہی گھر سے باہر نکل گیا۔ اس کا حلیہ پاگلوں والا ہو رہا تھا۔ پہلی نظر میں وہ بھکاری دکھائی دیتا تھا۔ وہ گھر سے بے خیالی میں نکلا اور سارا دن اِدھر اُدھر بھٹکنے کے بعد نادانستہ اس کے قدم قبرستان کی طرف اٹھ گئے۔ وہ ردا کی قبر پر پہنچا تو وہاں پھولوں کے گرد بجھے ہوئے دیے رکھے تھے وہ ردا کی قبر کے ساتھ لپٹ گیا اور دونوں بازو پھیلا کر دھاڑیں مار مار کر رونے لگا۔

''ردا اٹھو، خدا کے لیے ایک بار اس قبر سے باہر نکلو......اور مجھے معاف کر دو۔ میں تمہارا مجرم ہوں، گنہگار ہوں، قاتل ہوں، جو چاہے مجھے سزا دے دو مگر مجھے اس اذیت سے نجات دلا دو، میں نے تمہارے ساتھ بہت برا کیا...... بہت برا......اب مجھ سے اپنے گناہوں کا بوجھ نہیں اٹھایا جاتا۔ تم ناحق، خاموشی سے اتنا کچھ برداشت کر کے چلی گئیں......تم بہت اعلیٰ ظرف انسان تھیں...... بہت نیک اور پاکباز...... اور میں گنہگار، خطا کار اور... بدکردار۔'' وہ زور زور سے رو رہا تھا۔ اس کے انتہائی زور سے رونے کی آواز سن کر وہی شخص بھاگتا ہوا آیا اور حیرت سے اسے دیکھنے لگا۔

''ک......کون ہو تم...... اور یہاں بیٹھ کر کیوں رو رہے ہو؟'' اس نے حیرت سے پوچھا۔

''میں اس کا قاتل ہوں...... کیا تمہیں میرے چہرے پر لگا خون دکھائی نہیں دے رہا......؟'' روحیل اپنے چہرے پر ناخن مارتے ہوئے بولا تو اس کے بڑھے ہوئے ناخنوں سے اس کے چہرے پر خراشیں نمودار ہونے لگیں اور ان سے خون رِسنے لگ۔ وہ دیوانوں کی طرح اپنے چہرے کو زخمی کر رہا تھا۔

وہ شخص حیران پریشان کھڑا اسے دیکھے جا رہا تھا۔ روحیل کے اندر کی تڑپ اور جلن کا کوئی اندازہ نہیں کر سکتا تھا۔

سچ ہے انسان...... دوسروں پر ظلم کرتے ہوئے بھول جاتا ہے کہ وہ بھی اس جیسا انسان ہے اور اس کی حقیقت اس پر تب کھلتی ہے جب وہ اپنے رب کی پکڑ میں آتا ہے۔ روحیل کو سوائے پچھتاوؤں کے کچھ حاصل نہیں ہوا تھا۔ ساری زندگی اس نے اپنی لگائی ہوئی آگ

میں خود ہی جلنا تھا۔

☆☆☆

شمیلہ کو اسپتال سے ڈسچارج کر کے اس کی خواہش کے مطابق دارالامان .... بھیج دیا گیا تھا۔ اپنے کسی بھی رشتے دار سے ملنے کو اس نے پہلے ہی منع کر دیا تھا۔ وہ دارالامان کے کمرے میں ہر وقت محصور رہتی یا پھر خاموشی سے لان کے کسی کونے میں چھپ کر بیٹھ جاتی۔ وہ جہاں بھی چند عورتوں کو بیٹھے دیکھتی وہاں سے غائب ہو جاتی۔ اسے یوں لگتا جیسے ہر دیکھنے والی نظر اس پر طنز کر رہی ہو، اس پر لعن طعن اور ملامت کر رہی ہو، وہ صبح سے لان کے ایک کونے میں درختوں کے پیچھے چھپ کر بیٹھی تھی اور اسی حالت میں اسے دوپہر ہو گئی تھی۔ اسے وقت گزرنے کا ذرا سا بھی احساس نہیں ہوا تھا۔ اس نے ردا کے ساتھ جو جو زیادتیاں کی تھیں وہ ایک، ایک لمحہ احساسِ جرم کی صورت میں اس کے اندر نشتر چبھو رہا تھا۔

''یا اللہ......! تو نے میری قسمت میں اتنی ذلت اور رسوائی کیوں لکھی کہ میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہی......'' یکا یک وہ سسکنے لگی۔

''تو نے بھی تو ردا کو ذلیل کرنا چاہا تھا...... اپنے اندر کے حسد اور نفرت کی آگ کو ٹھنڈا کرنے کے لیے تو نے اس معصوم اور بے گناہ پر الزامات لگائے...... بہتان باندھے...... جو گڑھے تو نے اس کے لیے کھودنے چاہے اب تو خود اس میں گر گئی۔ اسے بے گھر کرنا چاہا تھا...... خود ہی بے گھر ہو کر دارلامان پہنچ گئی۔ تو نے ہی یہ فساد پھیلایا...... اب کیوں رو رہی ہے؟'' اس کے ضمیر نے اسے سرزنش کی۔

''میں بھول گئی تھی کہ عزت اور ذلت کا اصل مالک تو اوپر بیٹھا ہے جب اس کی لاٹھی برسنے پر آتی ہے تو کسی ظالم کو نہیں چھوڑتی۔'' وہ سسکیاں بھرنے لگی۔ اسے زرینہ کے کہے ہوئے الفاظ یاد آنے لگے۔

''ڈریں خدا کی لاٹھی سے...... آپ جس خدا کو بھلا بیٹھی ہیں، وہ آپ پر قہر بھی توڑ سکتا ہے۔'' وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

''اس کا قہر مجھ پر ٹوٹ پڑا ہے، وہ مجھ سے ناراض ہو گیا ہے، مجھے اتنی عزت دے کر اب ایسی ذلت دی کہ میں کہیں منہ دکھانے کے قابل نہیں رہی۔ اپنی ذلت سے محبت اور گھمنڈ مجھے لے ڈوبا...... کاش میں انسان بن کر سوچتی......'' شمیلہ نے روتے ہوئے سوچا اور اس کے سامنے وہ منظر گھوم گیا جب کچن میں ردا نے اس کے پاؤں کو ہاتھ لگا کر گڑگڑا کر معافی مانگی تھی اور وہ اسے دھتکار کر باہر نکل گئی تھی۔ وہ سسکیاں بھرنے لگی۔

ایک ملازمہ اسے بلانے آئی اور بتایا کہ اس کا دیور اسے ملنے آیا ہے۔

''انہیں کہہ دو، میں مر چکی ہوں اور دوبارہ یہاں کوئی نہ آئے۔'' شمیلہ نے غصے سے چلاتے ہوئے کہا تو وہ جلدی سے وہاں سے چلی گئی، کہیں شمیلہ جنونی کیفیت میں اس پر حملہ ہی نہ کر دے۔ عاصم نے گھر آ کر ماں کو بتایا کہ شمیلہ نے ملنے سے ہی انکار کر دیا ہے تو وہ شدید پریشان ہو گئیں۔

''بیٹا تم نے اسے سمجھایا نہیں......؟'' خدیجہ بیگم نے پوچھا۔

''مما بتا تو رہا ہوں کہ انہوں نے مجھ سے ملاقات ہی نہیں کی...... اور ویسے بھی وہ یہاں آ کر کس کس کا سامنا کریں گی۔ ایسی عورتیں جیتے جی مر جاتی ہیں۔ دارالامان میں وہ اپنے جیسی متاثرہ عورتوں کے ساتھ رہیں گی تو شاید ان کا دل لگ جائے۔'' عاصم نے پُرتاسف لہجے میں کہا۔

''انسان کی قسمت میں کیا لکھا ہوتا ہے...... کسے خبر ہوتی ہے، ریحانہ کی اتنی لاڈلی بیٹی...... میرے فہام کی محبت، جسے میں اتنے ارمانوں سے اس گھر میں بیاہ کر لائی...... اب دارالامان میں پڑی رہے گی۔'' خدیجہ بیگم نے غم سے سینے پر ہاتھ مار کر کہا۔

''لیکن میں نے دارالامان کی انتظامیہ سے کہا ہے کہ ان کا خاص خیال رکھیں، اس کے لیے میں انہیں منتھلی پے بھی کیا کروں گا۔'' عاصم نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔

''آج مجھے تم میں فہام دکھائی دے رہا ہے۔ وہ بھی ایسے ہی فیصلے کر کے مجھے بعد میں بتایا کرتا تھا۔'' خدیجہ بیگم نے اس کی طرف بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

''شاید...... جب انسان پر ذمے داریاں پڑتی ہیں

تو وہ خود بخود اپنے فیصلے کرنے لگتا ہے۔ فہام بھائی نے بھی تو ہماری ساری ذمے داریوں کا بوجھ خود ہی اٹھایا ہوا تھا۔'' عاصم نے آہ بھر کر کہا۔

''ہم بچھڑنے والوں کے غم میں ساری زندگی آنسو بہاتے رہتے ہیں مگر وہ کہیں نہ کہیں ہمارے ساتھ ہی موجود ہوتے ہیں۔ آج مجھے تم عاصم نہیں فہام لگ رہے ہو۔ لگتا ہے میرا فہام زندہ ہو گیا ہے۔'' خدیجہ بیگم نے اس کی پیشانی چومتے ہوئے اسے گلے سے لگایا۔ عاصم نے نم آنکھوں سے ماں کو دیکھا اور ان کی گود میں سر رکھ لیا۔ ان کے آنسو اس کے بالوں پر گرتے رہے۔

☆☆☆

محسن رضا مکمل طور پر صحت یاب ہو گیا تھا اور اسے اسپتال سے ڈسچارج کر دیا گیا تھا۔ اسپتال میں قیام کے دوران یمنیٰ نے جس طرح اس کی خدمت کی تھی وہ اس کا پہلے سے بھی زیادہ مداح اور قدر دان ہو گیا تھا حالانکہ وہ خود بھی ابھی کمزور ہی تھی۔ وہ اپنی قسمت پر رشک کرتا کہ خدا نے یمنیٰ کی صورت میں اسے خوب صورت اور انمول تحفے سے نوازا تھا۔ محسن جب صحت یاب ہو کر آیا تو ایمن کے بے حد اصرار اور ضد پر فائیو اسٹار ہوٹل میں اس کی شادی کے اعزاز میں تقریب منعقد کی گئی کیونکہ وہ لوگوں کو یمنیٰ کی اچانک شادی کے بارے میں بتا بتا کر تھک چکی تھیں۔ جمال صاحب بھی اس بات کو مان گئے اور شہر کے تمام ممتاز اور معزز خاندانوں کو دعوت پر مدعو کیا گیا۔ محسن کے گھر والے بھی کراچی سے خصوصی طور پر اس دعوت میں شرکت کے لیے آئے...... یمنیٰ شہر کے مہنگے ترین بیوٹی پارلر سے تیار ہونے کے باوجود بھی بہت عام اور معمولی لگ رہی تھی اور اس کی سیاہ رنگت قدرے سانولی لگ رہی تھی اور اس نے برائیڈل ڈریس بھی انتہائی نارمل پہنا تھا۔ فل سلیوز سادی سی شرٹ اور ہلکے کام کے لہنگے کے ساتھ بڑے سے دوپٹے سے سر اور بازوؤں اچھی طرح ڈھانپا تھا۔ وہ محسن رضا کے ساتھ اسٹیج پر بیٹھی تھی ایمن نے اسے پہلی نظر دیکھا تو ان کا دل ہی بیٹھ گیا۔ محسن انتہائی خوب صورت اور وجیہہ لگ رہا تھا اور وہ انتہائی عام سی۔ ہر کوئی یمنیٰ کی قسمت پر رشک کر رہا تھا۔

تقریب میں موجود لوگ اس کے خوب صورت نصیب پر رشک کر رہے تھے۔

''جب خدا اپنے لوگوں پر مہربان ہوتا ہے تو ان کے نصیب خود بخود چمکنے لگتے ہیں۔''

''ہاں، یمنیٰ اتنے خوب صورت انسان کو بالکل ڈیزرو نہیں کرتی......''

''نہ جانے اس خوب صورت شخص کو اتنی معمولی سی لڑکی میں کیا نظر آیا...... اپنی زندگی ہی سیاہ کر ڈالی۔''

''شاید جمال صاحب کی دولت نے اس کی آنکھیں چُندھیا دیں۔'' ہر طرف یہی سرگوشیاں تھیں مگر محسن رضا لوگوں کی باتوں سے بے نیاز مسکرا مسکرا کر یمنیٰ کی طرف انتہائی محبت بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا اور یمنیٰ اس کی نظروں سے جھینپ رہی تھی۔ لوگ جس انداز میں محسن کی تعریفیں کر رہے تھے ایمن کا دل خوشی سے باغ، باغ ہو رہا تھا۔ وہ جو یمنیٰ کے مستقبل کے بارے میں ہر وقت فکر مند رہتی تھیں اُن کے سارے اندیشے اور خوف ختم ہو گئے تھے۔ ان کی ساری فیملی جمع تھی اور سب انہیں مبارک باد دے رہے تھے۔

تقریب بہت خوب صورت انداز میں رات گئے تک جاری رہی تھی۔ سب بہت خوش تھے۔ یمنیٰ اور محسن کے لیے جمال احمد نے ایک خوب صورت گھر خریدا تھا اور دونوں کو اس ویل فرنشڈ گھر میں ڈراپ کیا گیا۔ یمنیٰ کے لیے بھی یہ ایک سرپرائز تھا۔ دونوں حیرت سے پورے گھر کو دیکھ رہے تھے۔ وہ جب اپنے بیڈروم میں پہنچے تو اُن کی آنکھیں حیرت سے کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ کمرے کو انتہائی خوب صورت انداز میں ڈیکوریٹ کیا گیا تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے وہ کسی فلمی ماحول میں ہوں یا فینٹسی میں۔

''سب کچھ کتنا غیر یقینی لگ رہا ہے، ڈر لگتا ہے، کہیں اچانک سب کچھ ختم نہ ہو جائے۔'' محسن رضا نے یمنیٰ کا ہاتھ پکڑتے ہوئے قدرے خوف زدہ لہجے میں کہا۔

''ہاں...... اگر میرا خدا پر ایمان پختہ نہ ہوتا تو میں بھی اسے غیر یقینی سمجھتی مگر اب میرا اس پر پختہ ایمان اور یقینِ کامل ہے کہ مجھے دنیا کی ہر شے اس عظیم ہستی کی رضا کے سامنے بے معنی لگتی ہے۔ دنیا میں انسان کو سب کچھ

اس کے کرم سے ملتا ہے۔'' یمنیٰ نے فرطِ جذبات سے لبریز ہو کر نم آنکھوں سے کہا۔

''آپ کو اتنے پختہ ایمان کی دولت کہاں سے ملی؟'' محسن نے اس کی باتیں سن کر حیرت سے پوچھا۔

''گناہ اور ظلم کی انتہا دیکھ کر......'' یمنیٰ نے آہ بھر کر کہا تو اس کی آنکھوں کے سامنے آزر اور حسنہ گھوم گئے۔ وہ ایک دم خاموش ہوگئی۔

''آپ کو پا کر ایمان تو میرا بھی بہت پختہ ہوا ہے مگر اس کے ساتھ ساتھ کسی اور بات پر بھی یقین آگیا ہے۔'' محسن نے ایک گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔

''کیا......؟'' یمنیٰ نے چونک کر پوچھا۔

''کل بتاؤں گا......'' محسن نے کہا تو یمنیٰ نے حیرت سے اسے دیکھا۔

☆☆☆

اگلے روز محسن، یمنیٰ کے ساتھ قبرستان گیا اور آزر کی قبر پر پھول چڑھائے اور اس کی قبر پر رکھے دیوں کو جلانے لگا۔ یمنیٰ چونک کر اسے دیکھتی رہی۔ اس نے آزر کو کبھی اس قابل نہیں سمجھا تھا کہ اس کی قبر پر جاتی اور یوں پھول چڑھاتی۔ گو کہ اس نے اسے معاف کر دیا تھا مگر اس کے دل میں آزر کے لیے ویسی محبت اب باقی نہیں تھی۔

''یمنیٰ...... آج میں تمہارے سامنے زندہ ہوں...... اور تمہارا شریکِ سفر ہوں تو اس شخص کی وجہ سے...... اس کا معاملہ تمہارے ساتھ جو کچھ بھی تھا...... میں اس بحث میں نہیں پڑتا لیکن اب یہ یقین ہونے لگا ہے کہ انسان کا نیک نیتی سے کیا گیا ایک عمل جو وہ دوسرے انسان کی زندگی بچانے کے لیے کرتا ہے، کبھی کبھی اس کی ساری زندگی پر حاوی ہو جاتا ہے...... جو لوگ اپنے اعمال سے دوسروں کی زندگیوں کو روشن کرنے کی کوشش کرتے ہیں دنیا سے جانے کے بعد بھی اُن کے نام کے دیپ جلتے رہتے ہیں۔'' محسن نے کئی دیے جلاتے ہوئے کہا تو یمنیٰ کی آنکھیں چمکنے لگیں۔

''صاحب ...... ٹھیک کہا ہے...... یہ انسان کے اعمال ہی ہوتے ہیں جن سے دنیا میں کہیں دیپ جلتے ہیں اور کہیں دل......'' پاس کھڑے اسی آدمی نے آزر کی قبر کے پاس ہی بنی ردا کی قبر کی طرف دیکھتے ہوئے افسردگی سے کہا۔

''کیا مطلب......؟'' محسن نے چونک کر پوچھا۔

''اس قبر کی طرف دیکھو...... اس کے اپنوں نے اس پر اتنا ظلم کیا کہ اس نے خود موت کو گلے لگا لیا...... اور اب اس کے گنہگار آ کر اس کی قبر پر بین کرتے ہیں، معافیاں مانگتے ہیں اور دہاڑیں مار مار کر روتے ہیں مگر انہیں کسی طرح قرار نہیں ملتا...... اُن کے دل ایسی آگ میں جلتے رہتے ہیں جو کسی طرح کم نہیں ہوتی۔'' اس نے آہ بھر کر ردا کی قبر کی طرف دیکھ کر نہایت افسردگی سے کہا۔

''ہاں...... کوئی ظلم سہہ کر انسانیت کی معراج حاصل کرتا ہے اور کوئی گنہگار ہونے کے بعد سچے دل سے توبہ کرنے کے بعد...... انسان کا معاملہ بھی عجیب ہے کبھی سب کچھ ہار کر بھی جیت جاتا ہے اور کبھی سب کچھ جیت کر بھی ہار جاتا ہے۔'' یمنیٰ نے ایک ٹھنڈی سانس بھر کر آزر اور ردا کی قبروں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور کچھ جلتے دیے اٹھا کر ردا کی قبر پر رکھنے لگی اور تمام بجھے ہوئے دیوں کو جلانے لگی۔

''بی بی...... یہی وہ سچی محبت ہے جو ربِّ پاک لوگوں کے دلوں میں اپنے ایمان والے بندوں کے لیے ڈالتا ہے۔ وہ سچ فرماتا ہے۔ ''انسان خسارے میں ہے، مگر وہ لوگ نہیں جو ایمان لاتے ہیں اور نیک عمل کرتے ہیں...... ایمان اور نیک عمل جب یکجا ہوتے ہیں تو دنیا میں ایسے لوگوں کے لیے ہی دیپ جلتے ہیں...... اور جو ایسے لوگوں کی ناقدری کرتے ہیں ان کے دل ہمیشہ جلتے رہتے ہیں۔'' اس آدمی نے بڑی گہری بات کی تھی۔

محسن رضا اور یمنیٰ نے بیک وقت اس کی طرف دیکھا اور پھولوں کی پتیوں اور جلتے دیوں سے دونوں کی قبروں کو آراستہ کر کے فاتحہ خوانی کے لیے ہاتھ بلند کیے۔ ان کے چہروں پر گہرا اطمینان اور سکون تھا۔ ہر طرف خوشگوار ہوا کے جھونکے چلنے لگے جیسے ان کے عمل کو سراہ رہے ہوں۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے